ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم

بیشک خدا کسی قوم کی حالت تبدیل نہیں کرتا جبتک قوم اپنی حالت تبدیل نہ کرے

جلد ۱۵ — الحکم — نمبر ۳

۲۱ جنوری ۱۹۱۱ء

(قادیان دار الامان)

پیشگی

دوا بھی شفا بھی غرض دار الامان

یوم بانو گرامی چہار در قادیاں بھی

قادیان دار الامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸- تاریخ کو شایع ہوتا ہے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شایع ہوا

غیب پر مطلع فرما دیتا ہے۔ اور جب کہ آپ کو کوئی دعویٰ نہیں پھر کیونکر آپ استثنا الا من ارتضیٰ من رسول میں داخل ہو کر آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ مجھکو غیب خداوندی پر پوری اطلاع ہوئی ہے۔ جیسے وہ اطلاع جو اخیر آیات میں رسول کے لئے مذکور ہے آپ کی ان دونوں قولوں میں تو بڑا تناقض واقع ہے۔ کہ آپ کو رسول مرتضیٰ ہونیکا دعویٰ بھی نہیں ہے۔ حالانکہ آپ پورے طور پر غیب خداوندی پر مطلع ہونیکا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ یعنی رسول مرتضیٰ ہونیکا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔ کیا اس آیت پر آپ کا ایمان نہیں۔ جو تناقض کا ہونا کلام الٰہی میں ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ۔ لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا کلا وحاشا!!

پس آیت میں کوئی تناقض واقع نہیں ہے۔ آپکا شیطان ملہم ہی جھوٹا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے گھوڑے پر سے گر جانے میں۔ اور اس آپ کی پیشین گوئی سے دو نشان ہمارے لئے واقع ہوئے۔ اول تو آپ کے شیطان ملہم کا جھوٹا ہونا۔ دوسرا یہ کہ حضرت اقدس جری اللہ کا ایک مکاشفہ پورا ہوا۔ یعنی یہ مکاشفہ کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب گھوڑے پر سے گر پڑے۔ جسکے سبب سے کئی بیماریاں حضرت خلیفۃ المسیح کو وارد ہو گئیں۔ اور آپ کے شیطان نے استراق سمع کر کے اور آپ کو اغوا کر کر جھوٹا کر دیا۔ اور یاد رکھیئے کہ جب تک کسی ملہم کی صداقت دلایل شرعیہ یقینیہ سے ثابت ہو جاوے۔ تب تک اس کا الہام حجت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آپ دو سنت کے واسطے حضرت قبلہ کے پاس نہیں آ سکتے تو میری ہر ایک بات کا جواب جو اس خط میں تحریر کی گئیں ہیں علمی جواب دیویں۔ ورنہ ایسے الہامات شیطانی اور خوابوں سے کونسا نتیجہ آپ کو حاصل ہو سکتا ہے۔ بجز اس کے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین کے آپ مصداق بنجائیں۔ بلکہ آپ بن گئے ہیں۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ مقام احد میں شیطان نے سبکے کانوں یہ آواز پہونچا دی تھی۔ کہ الا ان محمداً قد قتل اور پھر بعض ضعیف الایمان لوگوں کے پیر بھی اکھڑ گئے تھے۔ اور آنحضرت صلعم کے دو ایک دندان مبارک بھی شہید ہو گئے تھے۔ اور دو ایک چوٹیں بھی سخت آگئی تھیں۔ مگر اس آواز شیطانی کا جواب اللہ تبارک و تعالےٰ کی طرف سے کیا نہیں ملا تھا۔ دیکھو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین۔ اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ کے شیطان ملہم کے استراق سمع سے کوئی رکن سلسلہ احمدیہ کا فوت بھی ہو جاوے۔ تب بھی اس سلسلہ حقہ کی بنیاد ایسے دلایل قاطعہ کتاب و سنت سے اور نیز نشانات آسمانی اور زمینی سے مستحکم اور مضبوط ہو گئی ہے۔ کہ کسی کی موت اور فوت سے اس کو جنبش بھی نہیں ہو سکتی۔ کما قال اللہ تعالےٰ فلن یضر اللہ شیئا

چہ جائیکہ وہ غلط شیطانی جھوٹا ہی ہو جاوے۔ لہذا پھر میں عرض کرتا ہوں کہ از برائے خدا آپ اپنے استراق سمع شیاطین پر فخر اور ناز نہ فرمایا کریں۔ چہ جائیکہ وہ استراق سمع وقوع میں بھی نہ آوے۔ اور اس میری تحریر کو بڑے غور و فکر اور تدبر سے پڑھیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

تنبیہ:۔ اور ہم جو ذلت موت و فوت مخالفین و معاندین کو ان کے بطلان کی دلیل گردانتے ہیں۔ اسکا سبب یہ ہے کہ بین فریقین کے مباہلات واقع ہوئے ہیں۔ مگر آپ کا مباہلہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ساتھ کب واقع ہوا ہے۔ بلکہ برعکس اس کے حضرت خلیفۃ المسیح کے لئے رویا میں بھی آپ بد دعائیں کر رہے ہیں پس فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین کی وعید یہاں پیر کیونکر صادق آسکتی ہے۔ ان مباہلات واقعہ میں اور آپ کی ان دعاؤں میں تو زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ جناب ڈاکٹر صاحب اس تحریر میں وہ فرق جو درمیان ایسے مدعی کے جسکے دعاوی دلایل قاہرہ سے ثابت ہوں۔ اور درمیان اقوال ایسے شخص بے علم کے جسکا کوئی دعویٰ ہی نہ ہو واقع ہیں میں نے ان کو واضح طور پر بتلا دیا ہے۔ اور نیز وہ تفاوت جو درمیان استراق سمع اور الہامات ربانی کے واقعہ ہے اس کو کھولکر لکھ دیا ہے۔ اور نیز وہ ذلت موت و فوت کی جو مباہلہ سے مخالفین پر واقع ہوں۔ اور وہ موت جو بغیر مباہلہ کے واقعہ ہو۔ جو کچھ ان دونوں امروں میں فرق ہے اس کو بھی نظائر اور شواہد کتاب و سنت سے وضوح کے ساتھ واضح کر دیا ہے اور جاء الحق وزھق الباطل کا نظارہ آپ کے روبرو پیش کر دیا ہے۔ لہذا اب آپ پر لازم ہے کہ بموجب اپنے رویاء کے الباطل کو چھوڑ دیں۔ اور الحق کو اختیار کریں۔ اور بموجب ہدایت اپنی رویاء کے بڑی محبت کیساتھ ہم سے بغلگیر ہو جائیے۔ وما علینا الا البلاغ ورنہ ویل یومئذ للمکذبین سورہ المرسلات میں دس مرتبہ موجود ہے۔ آپ اُس ویلوں کے مستحق ہو جاویں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والسلام علی من اتبع الہدیٰ!!

خاکسار سید محمد یعقوب فرزند حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن احمدی امروہی عفی اللہ عنہ ۱۹ جنوری ۱۹۱۱ء

قطعہ تاریخ بیعت

از خاکسار ڈاکٹر شیخ محمد حسین ایم اے ایس سابق مالک رسالہ ایشا امرتسر

بیعت ڈاکٹر ما است بگو لطفا ئے
ملت مہدی معہود دُر دیگر سُفت
چوں سر خامہ نگوں گشت پئے طلب خیال
کلک بنوشت کہ اللہ گل تازہ شگفت

۲۰ - جنوری ۱۹۱۱ء کی [illegible] جبکہ یہ سطور لکھی جا رہی ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت ناساز ہے گذشتہ ایام میں حضرت کو درد شقیقہ کی شکایت پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن طبی تشخیص سے معلوم ہوا۔ کہ وہ شقیقہ نہیں۔ بلکہ پہلے زخم کا کسیقدر مواد ردیہ باقی رہ گیا تھا۔ اور اس نے اندر ہی اندر اپنا راستہ بنا لیا۔ جسکی وجہ سے سخت درد ہوتا رہا اور ٹکور کے ساتھ ساتھ آئی آرام بھی ہو جاتا رہا۔ مگر حضرت کی طبیعت اس سے مضمحل ہوتی رہی۔ آخر حضرت نے تجویز کی کہ بعض ڈاکٹر صاحبان کو بلا کر مشورہ کرنا چاہیئے کہ کیا باعث ہے۔ ڈاکٹر میر اسمعیل صاحب اس غرض کے لئے گذشتہ اتوار کو دارالامان ہو گئے۔ اور انہوں نے بھی تشخیص کیا کہ مادہ باقی ہے۔ اس کو نکالنے کیلئے اپریشن کرنا چاہیئے۔ لیکن دوسرے ڈاکٹروں سے بھی اگر مناسب ہو مشورہ کر لیا جاوے۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح بھی ایسا ہی محسوس کرتے تھے۔ اور ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کی تو پہلے سے یہ رائے تھی۔ بہرحال اپریشن جدید کے لئے پھر وہی اختلاف رائے احباب میں ہونے لگا۔ حضرت کے متبعین تو خصوصیت سے اس امر کے مخالف تھے کہ جدید اپریشن ہو۔ ان کی وجہ مخالفت صرف مولوی صاحب کا ضعف اور نقاہت تھی۔ بالآخر ڈاکٹر میر اسمعیل صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد کے ماتحت اپریشن کر دیا۔ اور اپریشن کے وقت حضرت کو کلوروفارم سونگھایا گیا۔ یہ امر نہایت ہی چابکدستی اور صفائی سے ہوا۔ چیرا دینے پر اس میں سے پیپ نکلی اور حضرت کو گونہ آرام اور سکینت معلوم ہوئی ہوش آنے پر دریافت کیا کہ کہتے ہیں کلوروفارم دینے سے لوگ بکواس کرتے ہیں۔ کیا مجھ سے بھی کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی۔ احباب نے عرض کیا کوئی نہیں۔ آپ تو اسقدر عرصہ بالکل خاموش رہے۔ ڈاکٹر میر اسمعیل صاحب نے عرض کیا کہ دراصل مے نوش اور نشوں کے استعمال کرنیوالے لوگ بکواس کرتے ہیں۔ جنکا اندرونہ گندا اور خیالات ناپاک ہوتے ہیں۔ میرے لئے یہ مضمون بھی حضرت کی پاکیزہ سیرت پر غور کرنے کے قابل تھا۔ کہ بیماری تو پہلے ہی انسان کی بناوٹ اور تصنع کو دور کر دیتی ہے۔ اب اس کو کلوروفارم کے عمل سے بالکل حقیقت آشکار ہو جاتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایک مقدس اور مطہر قلب دیا ہے۔ اور آپ کے دماغ میں بجز اعلیٰ درجہ کی معرفت اور خداشناسی کے دوسرے خیالات ہی نہیں۔ اس لئے اس بے ہوشی کی حالت میں آپ کے دماغ پر

پوری سکینت اور اطمینان کا غلبہ تھا

کوئی ایسی بات آپ کی زبان سے نہیں نکلی جو پراگندہ خیالات کا نتیجہ ہو سکتی۔ عمل جراحی کے بعد دوسرے دن آپ کو سخت تکلیف رہی۔ غذا بالکل بند ہو گئی طبیعت میں اشتہا باقی نہیں۔ اگر کچھ دیا بھی تو قے ہو گیا۔ یہ قے ڈاکٹروں کے نزدیک کلوروفارم کے عمل کا نتیجہ ہے۔ بہرحال ۱۷- جنوری ۱۹۱۱ء کو آپ کو

بیان شریف مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۱۴ء

...اس کرب میں

حضرت کے ساتھ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ

پڑھتے تھے۔ اور یا سبحان اللہ سبحان اللہ

اس وقت بے حد تکلیف تھی۔ یہاں تک کہ ایک دو مرتبہ یہ بھی کہا کہ کلوروفارم ہی سنگھالو۔ مگر دوں کلوروفارم کے زخم کو دھو یا گیا۔ آج سے آپ کی تکلیف بڑھنی شروع ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی شدید بخار ہو گیا۔ اور بخار کیساتھ ہی ماشرہ نے حملہ کیا ۱۰۸ ۔ کو مناسب سمجھا گیا کہ لاہور سے اپنے ڈاکٹروں کو مشورہ کے لئے بلایا جاوے۔ اس پر بعض احباب نے مشورہ دیا کہ کسی یورپین سول سرجن کو بھی بلایا جاوے۔ تاکہ مشورہ میں اور بھی مضبوطی ہو۔ اس رائے کو احباب نے پسند کیا اور فوراً اس کا انتظام کیا گیا۔ چنانچہ ۱۹ - جنوری ۱۹۱۴ء کو میڈیکل کالج لاہور کے مشہور سرجن ڈاکٹر ہرڈ کو ہمارے احباب نے منتخب کر کے بھیجا۔ خود ڈاکٹر صاحبان نے رخصت کیلئے از حد کوشش کی ... انہیں رخصت نہیں مل سکی۔ تاہم انہیں تو آب ہو گیا۔ ڈاکٹر ہرڈ نے بعد دوپہر حضرت کو دیکھا۔ اور ہر طرح اطمینان ظاہر کیا۔ نبض کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ نبض تو جوانوں کی سی ہے۔ جیسے تیس سالہ جوان ہوتا ہے۔ بڑھاپے میں میں نے نبض کی ایسی حالت کبھی نہیں دیکھی۔"

دراصل حضرت کی قوت کسی غذا پر منحصر نہیں رہی۔ بلکہ یہ قوت وتوانائی نتیجہ ہے اس تعلق کا جو آپ کو اللہ تعالیٰ سے ہے۔ آپ خدا کی سرنت کے جام سے ہی سرشار اور سیر رہتے ہیں۔ حضرت کی علالت میں ہی یہ مضمون بھی ہمنے مشاہدہ کیا۔ کہ بیمار کو اللہ ہی کھلاتا اور پلاتا ہے"

بہر حال ڈاکٹر ہرڈ نے اپنا مشورہ دیکر اور آج زخم کو دھو کر پٹی درست کر کے ضروری ہدایات متعلقہ علاج وغیرہ دیکر چلا گیا۔ رات حضرت کو سخت بے خوابی اور کرب رہا۔ رات کے آخری حصہ میں آپ نے قلم دوات منگوا کر کچھ لکھا۔ اور دو جدا جدا لفافوں میں بند کر کے اپنا اپنا انگوٹھا سیاہی سے لگا دیا۔

ہم نہیں جانتے ان لفافوں میں

کیا راز سربستہ ہے

مگر اس سے حضرت کی احتیاط کی کیسی درخشاں نظیر پائی جاتی ہے۔ ان کرب کی گھڑیوں میں بھی آپ نے جو مناسب وقت سمجھا لکھا۔ خدا کے فضل سے امید ہے کہ یہ تحریر بہر حال ہمارے لئے بابرکت اور مفید ہے۔ جسکا اپنے وقت پر اظہار ہو گا"

اس وقت میں سطور لکھ رہا ہوں حضرت کی طبیعت بدستور ناساز اور مضمحل ہو رہی ہے۔ ضعف بڑھتا جاتا ہے۔ اور ورم اگرچہ چہرہ پر کسیقدر کم ہو گیا ہے۔ مگر وہ نیچے کی طرف بڑھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ حضرت کی دماغی حالت اس وقت تک خدا کے فضل سے بہت درست اور صحیح ہے۔ خدا کے فضل سے ہر قسم کی بھلائی کی امیدیں ہیں۔ وہ جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے اللہ تعالیٰ نکالنے دجال کو اپنے دعاوی میں کاذب ثابت کر دیا"۔

ہمارے احباب کے قلوب کو خوشی یہ ہے کہ اس کرب میں بھی آپ کی

کوئی نماز قضا نہیں ہوئی

جس سے قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کے مضمون کی تصدیق ہوتی ہے۔ بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ناخدائے قوم کو جلد شفا دیوے"۔ (آمین)

جب حضرت خلیفۃ المسیح نے ۱۹ - اور ۲۰ جنوری ۱۹۱۴ء کی درمیانی شب کو ساڑھے تین بجے قریب محولہ بالا کاغذ لکھے اس وقت بعض خدام کو موقعہ ملا کہ وہ حضرت کی خدمت میں کچھ عرض کریں۔ مولوی غلام محمد صاحب مہاجر امرتسری جو ایک نہایت مخلص اور قابل قدر مخلص نوجوان ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی سے حضرمًا اسے محبت ہے۔ اور وہ آپ ہی کے قدموں میں عرصہ سے رہتے ہیں۔ حضرت ہی ان کے متکفل ہیں۔ نے عرض کیا کہ حضور میں آپ کا پرانا خادم ہوں میرے لئے کیا ارشاد ہے۔ فرمایا

لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کو مضبوط پکڑ لو اور اپنے بس میں کر لو

یہ ارشاد اور نصیحت ایسی جامع اور مختصر ہے کہ اس پر صفحوں کے صفحے لکھے جا سکتے ہیں۔ توکل علی اللہ کی کیسی تعلیم آپ نے دی۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ عملی رنگ میں تمہارا محبوب۔ معبود۔ اور مقصود ہو جاوے۔ اور تم اس پر ایسا عمل کرو کہ گویا یہ عمل تمہارے قبضہ اور اختیار میں ہے۔ پھر اس کا نتیجہ یہی ہو گا۔

مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ

جو اس کا ہو جاوے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔ دنیا کی کوئی چیز ایسے وجود کی مخالفت نہیں کر سکتی۔ وہ سچے معنوں میں اس کی خادم ہوتی ہے۔ اور وہ حقیقی طور پر انکا مخدوم بن جاتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کو عملی رنگ میں خود تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے۔ اور فی الواقعہ ہمنے دیکھا ہے کہ آپ کا یہی شغل ہے۔ ایسی حالت میں کہ دوسرے انسان یہی یقین کرتے ہوں کہ شاید آپ کا آخری وقت ہے۔ یہ تعلیم بتاتی ہے کہ آپ دنیا میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اور نوع انسان کے لئے آپ کس عمل کو مفید اور موثر۔ اور مبارک جانتے ہیں۔

کاش ہم سوچیں کو اگر اہل کوئی ہو

لاہوری دوستوں کو ارشاد

یہ کاپی پتھر پر جم چکی تھی اور کسی وجہ سے ۲۲ کی صبح کو چھپنے کو تھی کہ ۲۲ - کو ایک بجے کے قریب مجھے معلوم ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے اس سوال پر کہ لاہوری دوستوں کو کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ میں جو وقت حضرت کے پاس پہونچا ہوں تو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مندرجہ ذیل مضمون بدر کیلئے

لکھوا رہے تھے۔ میں نے اس کی اشاعت کو مقدم سمجھکر آج اخبار کو روک کر اس مضمون کو پتھر پر سابقہ مضمون کو کاٹ کر لکھوا دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے حضرت کے جن الفاظ کو قلمبند کیا وہ آگے آتے ہیں یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ سلسلہ کلام جیسا کہ احباب موجودہ نے بتایا ایسے طور پر شروع ہوا جس سے حضرت کی صاف گوئی اور للہیت کی بھی عجیب مثال اس وقت پیش آئی۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ میں خواجہ صاحب اور شاہ صاحب آج جاویں۔ حضرت نے فرمایا کہ خواجہ صاحب نے جو ایک مضمون لکھا ہے میں اس کے خلاف کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ افاقہ ہونے پر کسی کو لکھا دونگا یا سنا دونگا۔ بہر حال حضرت نے اپنے ان کلمات کو ڈاکٹر صاحب کا استفسار مناسب موقعہ دیکھکر فرمایا ہے امید ہے قوم اس پر عمل کرے گی اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے آمین۔ حضرت کی یہ نصیحت ساعات عسر میں انشاء اللہ کام آئیگی۔ اس پر مفصل پھر لکھونگا۔ وباللہ التوفیق" (ایڈیٹر)

خدا کا فضل ہے کہ دورہ ماشرہ (ری سپس) جو کہ دوبارہ چیرا دینے کے بعد چہرہ پر ہو گیا تھا۔ اب قریبًا سب اتر گیا ہے اور بخار بھی اتر گیا ہے طاقت پہلے کی نسبت بہت اچھی ہے۔ غذا بھی خوب کھا لیتے ہیں۔ ہوش و حواس بالکل درست ہیں اور ہر طرح سے بیماری رو بصحت ہے آج قریب ساڑھے بارہ بجے دن کے جبکہ میں رخصت ہونیلگا تو میں نے پوچھا کہ حضور کا دل کس چیز کو چاہتا ہے آپنے بجواب فرمایا کہ میرا دل یہی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جاوے پھر اسکے بعد فرمایا کہ میرا دل یہی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ میرا اللہ راضی ہو۔ پھر یہ فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم فرمانبردار رہو۔ اختلاف نہ کرو۔ جھگڑا نہ کرنا۔ پھر فرمایا میں دنیا سے بہت سیر ہو چکا ہوں۔ کوئی دنیا کی خواہش نہیں۔ مر جاؤں تو میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو۔ فرمایا کہ سب کو سنا دو۔ پھر فرمایا میں دنیا کی پرواہ نہیں رکھتا میں نے بہت کمایا بہت کھایا۔ بہت خرچ کیا دنیا کی کوئی حرص باقی نہیں پھر فرمایا میں نے بہت کمایا بہت کھایا بہت لیا بہت دیا کوئی خواہش باقی نہیں کبھی کبھی صحت میں اسلئے چاہتا ہوں کہ گھبراہٹ میں ایمان نہ جاتا رہے پھر بہت دفعہ دردانگیز لہجہ میں فرمایا کہ اللہ تو راضی ہو جاوے۔ پھر کئی بار فرمایا اللّٰھم ارض عنی۔ اللّٰھم ارض عنی۔ اللّٰھم ارض عنی۔ اسکے بعد میں نے عرض کی کہ میں حضور کے الفاظ سنا دیتا ہوں۔ جب دوبارہ یہاں تک سنا چکا تو فرمایا مجھے شوق یہ ہے کہ میری جماعت میں تفرقہ نہ ہو۔ دنیا کوئی چیز نہیں میں بہت راضی ہونگا۔ اگر تم میں اتفاق ہو میں سجدہ نہیں کر سکتا۔ پھر بھی سجدہ میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں میں تمہاری بھلائی کیلئے بہت دعائیں کرتا ہوں مجھے طمع نہیں پھر فرمایا مجھے تم سے دنیا کا طمع نہیں مجھے میرا مولیٰ بہت رازق ہے دیتا ہے اور ضرورت سے زیادہ دیتا ہے۔ خبردار جھگڑا نہ کرنا۔ تفرقہ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دیگا۔ اس میں تمہاری عزت باقی رہنے کی ورنہ کچھ بھی باقی نہیں رہیگا۔ پھر فرمایا کہ میں نے کبھی کسی کو حکم دیا ہے تو اپنے دل کی طمع سے حکم نہیں دیا۔ خدا کا حکم سمجھ کر دیتا ہے۔ نمازیں پڑھو۔ دعائیں مانگو۔ دعا بڑا ہتھیار ہے۔ تقویٰ کرو۔ بس پھر فرمایا دعائیں مانگو۔ نمازیں پڑھو۔ بہت مسلمانیں جھگڑے نہ کرو۔ جھگڑوں میں بہت نقصان ہوتا ہے بہت جھگڑا ہو تو خاموشی اختیار کرو۔ اور اپنے لئے اور دوسروں کیلئے دعا کرو پھر فرمایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اکثر پڑھا کرو۔ قرآن کو مضبوط پکڑو۔ قرآن بہت پڑھو۔ اور اس پر عمل کرو۔ پھر فرمایا رضیت باللّٰہ ربًا و بالاسلام دینًا و بالمحمد نبیًا اسکے بعد میں نے پوچھا کہ کیا یہ لکھنا دیا جاوے کہ یہی حضور کی وصیت ہے فرمایا ہاں۔ فرمایا جاؤ حوالہ بخدا! +

جب۔

مرتد ڈاکٹر کی بیحیائی اور عذر نامعقول

بہت بڑھ بڑھ کے باتیں کی ہیں تو نے اور چھپایا حق
مگر یہ یاد رکھ اکدن ندامت آنے والی ہے

مرتد ڈاکٹر عبد الحکیم (کانے دجال) کو حضرت خلیفۃ المسیح کے مقابلہ میں جو ذلت اور شکست ہوئی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئیے تھا۔ کہ وہ اللہ تعالے سے ڈر جاتا۔ اور حق کو قبول کرتا۔ مگر نہیں معلوم اس کی **شامت اعمال**۔ ابھی کب تک اسی ذلیل و خوار کرے گی۔

۱۱۔ جنوری ۱۹۱۱ء اس نے حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کی تاریخ مقرر کی۔ اور دوستوں دشمنوں میں اس نے شہرت دی۔ آخر تک وہ اسی پر مصر رہا کہ یہ واقعہ اسی رنگ میں ہوگا۔ لیکن اللہ تعالے نے

کانے دجال کو جھوٹا ثابت کیا

اب جبکہ اس کے بعض دوستوں نے بھی اس کو شرمندہ کیا۔ تو بجائے اس کے کہ وہ اپنی غلطی کا اقرار کر لیتا۔ اس نے جو عذر بیان کیا ہے۔ وہ یہی نہیں کہ سراسر نامعقول اور ڈھٹائی پر مبنی ہے۔ بلکہ ایک سلیم الفطرت انسان بے اختیار کہہ اٹھیگا کہ ایسے عذرات کسی سلیم العقل انسان کا کام نہیں ہو سکتے۔

مجھے پٹیالہ کے ایک خط سے معلوم ہوا۔ کہ جناب مرزا حمید بیگ صاحب (جو غیر احمدی ہیں۔ اور فوج میں کپتان کے عہدہ پر ناسور ہیں۔ اور ہر طرح قابل اعتماد اور ذی عزت بزرگ ہیں) نے مرتد ڈاکٹر کو اس پیشگوئی کے غلط ہونے پر ملزم کیا تو جو جواب ڈاکٹر نے دیا وہ اس قابل ہے کہ اُسے دانشمند لوگوں کیلئے چھاپ دیا جاوے۔ چنانچہ ڈاکٹر نے کہا کہ یہ اخبار (بدر) دیکھ لو۔ میری خواب تو سچی نکلی۔ چنانچہ اخبار بدر میں لکھا ہے۔ کہ

"۱۱۔ جنوری کو ڈاکٹر جمع کئے گئے اور مولوی صاحب کو طاعون کی گلٹی نکلی ہوئی ہے۔ اور وہ قریب المرگ ہیں اور کیا پتہ کہ مر گئے ہوں اصل میں مرزائیوں نے اسیات کو چھپا لیا ہے"

مرتد ڈاکٹر نے اس میں جس دجل اور بیحیائی سے کام لیا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ میں یہ تو کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ وہ خدا پر افترا کرتا ہے۔ یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر اس میں ہم نے ایڈیٹر بدر پر ضرور افترا کیا ہے۔ **کانا دجال** کہتا ہے کہ حضرت کو نعوذ باللہ طاعون کی گلٹی نکلی ہوئی ہے اور یہ بدر میں درج ہے۔ اگر اس میں ذرا بھی شرافت اور غیرت باقی ہے۔ تو اخبار بدر کی تاریخ اور نمبر کا اعلان کرے جس میں یہ لکھا گیا ہو کہ طاعون کی گلٹی نکلی ہوئی ہے۔ اور وہ قریب المرگ ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا اس قسم کی بے سروپا باتیں کرنے سے اُسے کیا حاصل ہے؟ اس قسم کی مجنونانہ باتیں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی ہیں اور

عذر نامعقول ثابت میکند الزام را

کی مصداق ہیں۔ اس سے بڑھکر جو اظہار حماقت کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ

واقعہ وفات کو مرزائیوں نے چھپا لیا ہے

کیا کوئی شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہو ایسا خیال کر سکتا ہے۔ کہ اتنا بڑا عظیم الشان انسان جو چار لاکھ سے زیادہ انسانوں کا امام اور مطاع ہے۔ جس کی زندگی اور موت لیک کثیر مخلوق پر اثر رکھتی ہے اس کا واقعہ وفات مخفی رہ سکتا ہے؟ اور پھر وہ بھی قادیان جیسے گاؤں میں

العجب ثم العجب!!!

میں مرتد ڈاکٹر سے پوچھتا ہوں کہ اگر اس کے پاس آکر کوئی شخص ایسی بات کرے۔ تو

وہ اسکے متعلق کیا رائے قائم کرے گا؟

ڈاکٹر کیطرح سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لاکھوں ہی دشمن ہیں۔ آریہ اس کے دشمن۔ عیسائی اس کے دشمن۔ مسلمان اس کے دشمن! پھر اسقدر دشمنوں کی موجودگی میں یہ کارروائی ہو سکتی ہے؟ اور پھر عجیب تر یہ بات ہے کہ یہ اخفا ایکدن نہیں دو دن نہیں۔ اس پر دو ہفتہ کے قریب گذر گئے۔ اور ابھی تک حقیقت نہ کھلی۔

میں جناب مرزا حمید بیگ کی خدمت ہی میں عرض کرتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر کو مجبور کریں اور اُسے قادیان میں لائیں۔ تاکہ وہ آکر دیکھے کہ

نور الدین زندہ ہے

جب وہ یہاں آکر اپنی آنکھ سے دیکھ لیگا تو اُسے اس امر کا اقرار کرنا پڑیگا کہ

یہ مردہ کو زندہ کرنیکا معجزہ ہے

جو احمدی جماعت سے ظاہر ہوا ہے۔ کیونکہ اس کے خیال میں تو (خاک بدہنش) حضرت خلیفۃ المسیح کا وصال ہو چکا۔ مگر یہاں کرشمہ قدرت اسے کچھ اور نظر آئیگا۔ ایسی صورت میں کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ

وہ اس معجزہ کا اقرار نہ کرے

غرض مرتد ڈاکٹر کے لئے اب ہر طرح ذلت کی مار پڑ رہی ہے، اور اسے یہ اقرار کرنا پڑیگا کہ

مسیلمہ کذاب صدیق کے ہاتھ پر ہلاک ہوا۔

اس قسم کے بیہودہ عذرات اب کام نہیں دے سکتے۔ اس کو صاف طور پر اس امر کا اقرار کر لینا چاہئیے کہ وہ شیاطین کے پنجہ میں اسیر ہے۔ اور اس کو صدق سے توبہ کرنی چاہئیے ریاست پٹیالہ کے بعض اراکین کے متعلق جو خطرناک

[illegible] بھی اسپر کھل جائیگی

[illegible] یا ہوتا ہے؟
[illegible] رہا ہوں کہ ڈاکٹر عبد الحکیم نے
[illegible] سجان سنگھ صاحب کے خلاف ایک

میں یہ خطرناک پیشگوئی لکھی ہے اور ان کا حق ہے کہ وہ اس کا جواب [illegible] ایسا ہی بعض دوسرے امور متعلقہ ریاست پٹیالہ کے متعلق بھی ایسی باتیں بیان کی ہیں جو سٹیٹ سیکرٹ کی حد تک [illegible]

کا فرض ہے کہ وہ اس معاملہ پر غور کرے۔ [illegible] ڈاکٹر نے الواقعہ خدا تعالے کے پاک الہام کی بنا پر یہ پیشگوئیاں کرتا ہے اور انک لمن المرسلین اسکا سچا الہام ہے تو بلا خوف و خطر اُسے چاہئیے کہ ان پیشگوئیوں کو شائع کرے جو ریاست پٹیالہ کے بعض عہدہ داروں کے متعلق اس نے کی ہیں۔ اور اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو یہی امر اسکے جھوٹا ہونے کی **دلیل** ہے۔ کیونکہ فاصدع بما تو مر کے خلاف ہوگا۔ الغرض مرتد ڈاکٹر محض شوخی اور بیحیائی سے کام لے رہا ہے۔ اس نشان نے اس کو زندہ درگور کر دیا ہے اگر اس میں ذرا بھی ایمانی حس ہے تو اسے فوراً توبہ کر لینی چاہئیے اور [illegible] بے سروپا باتوں اور [illegible] طریقوں [illegible] کیونکہ یہ راہ تو [illegible] ہے۔

میں بھی ہمدردی سے اسے مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اب بھی توبہ کرے بہتری اسی میں ہے

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اس نے بذریعہ الہام شائع کیا تھا کہ اگر مرزا کی تمام جماعت اس [illegible] مباہلہ کرے گی تو ہلاک ہو جائے گی۔ لیکن وہ خوب جانتا ہے کہ جب مولوی محمد یامین صاحب نے مباہلہ کا اشتہار دیا تو کانا دجال ابھی تو بھری سے باہر نہ آیا۔ کیا یہ ذلت اس کے لئے کافی نہ تھی جو پھر اس نے اس راہ کو اختیار کیا۔ وہ یاد رکھے کہ اسکا یہ الہام کہ اب بھی لعنتیں برسانے اور ارتداد سے باز نہ آئے تو سب تباہ ہو جاوینگے اسی پر صادق آتا ہے۔ کیونکہ ارتداد اسی نے کیا اور وہی لعنتیں برسانے کا عادی ہے

او! کانے دجال! خدا سے ڈر اور توبہ کر شوخی اور بے باکی کو چھوڑ دے۔ کیونکہ یہ ہلاکت کی راہ ہے۔ تو بھلا آ اور دیکھ کہ کرشمہ قدرت کیا ظاہر ہو رہا ہے۔ نور الدین تیرا ہمیشہ سے محسن ہے۔ اس نے جب کیا تیرے ساتھ احسان کیا ہے وہ اپنے دشمنوں سے بھی محبت کرنیکا عادی ہے۔ تیری شوخیوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کر کے تجھے گلے لگانے کو تیار ہے۔ تو قدم اٹھا اور صدق ارادت سے آجا۔ دنیا ہیچ ہے۔ اور

تیری ناکامی نے بتا دیا ہے کہ تو ان دعاوی میں جھوٹا ہے

ہمیں تمہارے ساتھ قطعاً دشمنی نہیں تیری ذات اور [illegible] کے ہم دلی خیر خواہ ہیں۔ ہاں تیری ملہمہ پردہ دریاں بیہودہ ہیں۔ اور انہیں کی وجہ سے تو مغضوب ہو رہا ہے۔ سوچ اور وقت کو ہاتھ سے نہ دے۔ ع

من از ہمدردیت گفتم تو ہم خود فکر کن بارے
خرد از بہر ایں روز است اے دانا و ہوشیارے

مدرسہ احمدیہ اور احمدی قوم

مدرسہ احمدیہ اُس مدرسہ کا نام ہے - جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یادگار کے طور پر دینی علوم کے لئے قادیان میں جاری کیا گیا ہے - قادیان کا نام دنیا میں جو کشش رکھتا ہے - اس کی وجہ

صرف مذہب ہے

اس جگہ سے حقیقی مذہب اسلام کی صداقت اور احیا کیلئے ایک چشمہ صافی پیدا ہوا - اور اس نے دور و نزدیک اس شیریں و خوشگوار آب زندگی کی نہروں کو پہونچا کر ایک عالم کو سرشار کیا - قادیان کے نام میں صرف یہی ایک کشش ہے - ایسے وقت میں کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ گیا تھا - اور

مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب

کا مضمون صادق آرہا تھا - ایک فارسی الاصل بزرگ کو اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی کا مجدد اعظم بنا کر بھیجا - جو گمراہان ملت کیلئے مصلح اور مریضان ہدایت کے لئے مسیح ٹھیرا - اس نے اپنے جدید علم کلام کے ذریعہ مخالفین اسلام پر حجت پوری کی - اور اسلام کی صداقت کو عقلی اور نقلی دلایل و براہین ہی سے ثابت نہیں کیا - بلکہ خدا کے زورآور حملوں نے اس سچائی کو ثابت کیا - اور زندہ اور تازہ نشانات اور علمی صداقتوں نے اسلام کا بول بالا کیا - حضرت مسیح موعود مغفور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس صداقت کو دنیا میں پھیلانے اور اس چشمہ کو ہمیشہ کے لئے موثر اور جاری رکھنے کے لئے ایک مدرسہ تعلیم الاسلام قایم کیا - جو آج ہائی سکول کی صورت میں قایم ہے - مدرسہ تعلیم الاسلام کے قایم کرنے میں حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو اصل غرض تھی - اس میں شک نہیں کہ وہ غرض موضوع یا اصل مقصد نہ رہی بلکہ ایک ضمنی مقصد رہ گئی - چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو محسوس کیا اور ۱۹۰۵ء میں مدرسہ کے متعلق خصوصیت سے توجہ کی اور احباب سے مشورہ چاہا - اس وقت جو ترمیم اور تبدیلی حضرت مسیح موعود مغفور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدرسہ کے متعلق چاہتے تھے - اس نے ایک دینی مدرسہ کی اجرا کی شکل اختیار کی - اور حضرت کے وصال کے بعد ہی مدرسہ دینیہ حضرت کی یادگار مقدس کی صورت میں مدرسہ احمدیہ کے نام سے جاری ہوا - اب تک اس مدرسہ کی طرف جیسی چاہیئے ویسی توجہ نہیں ہوئی - میرے بعض دوست جو نیک نیتی اور اصلاح کے خیال سے اختلاف رائے کی قدر نہیں کرسکتے - وہ مجھے معاف رکھیں - اگر میں یہ کہوں کہ اس مدرسہ کیطرف عدم توجہی کیوجہ سے ایک خطرناک غلطی ہوئی ہے - سالگذشتہ کے آخری حصہ میں مدرسہ احمدیہ کا انتظام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جیسے اولوالعزم بزرگ کے سپرد ہوا ہے - اور آپ نے مدرسہ کی اصلاح حالت کیطرف توجہ فرمائی ہے اور اس طرح پر یہ کہنا ہرگز بے محل نہیں کہ دینی مدرسہ کا انصرام اس وجود کے سپرد ہوا جو اس کا اہل اور حقدار تھا - اس میں وہی جوش اور غیرت کام کر رہی ہے جو اس کے اور ہم سب کے آقا حضرت مسیح موعود مغفور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تھی - مدرسہ احمدیہ اس لحاظ سے کہ احمدی قوم کا نشان

دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے

ہائی سکول سے بہر حال بہتر اور افضل حالت میں ہونا چاہیئے - مگر اس کی موجودہ حالت نہایت قابل رحم ہے - طلباء کے لحاظ سے آجتک یہ کوشش کی گئی کہ جو طالبعلم مدرسہ تعلیم الاسلام میں وظیفہ کے ذریعہ پرورش پا رہے تھے ان کو اس میں داخل کرنے کی کوشش کی گئی - بجائیکہ یہ وظیفہ قابلیت پر نہیں دیئے جاتے تھے - اس مدرسہ میں ضرورت ہے کہ امرا کے بچے داخل ہوں تاکہ اس طریق پر ان کے گھروں میں بھی دینی تعلیم کا رواج ہو - اور وہ اپنی وجاہت اور خاندانی عظمت کے ساتھ جب فارغ التحصیل ہو کر نکلیں تو خدمت دین کے لئے عمدہ موقعہ حاصل کرسکیں - اس خصوصیت میں بہترین نمونہ ہمارے بزرگ ٹرسٹیاں صدر انجمن کو پیش کرنا چاہیئے تھا جنکو اللہ تعالےٰ نے ایک سے زیادہ بچے دیئے ہیں - اگر وہ سب نہیں تو کم از کم ایک ایک بچے کو ہی مدرسہ احمدیہ میں بھیجتے - اور ان کے بعد اُن تمام دوستوں کو جو خدا کے فضل سے صاحب مال ہیں - مناسب تھا - اور ہے کہ وہ اپنے بچوں کو مدرسہ احمدیہ میں بھیجکر ثابت کردکھائیں کہ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے دینی تعلیم کو ہی مقدم کرلیا ہے - میں اس موقعہ پر اس ذکر کے لئے اپنے دل میں جوش پاتا ہوں کہ ہمارے آقا و مرشد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تیسرے صاحبزادہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب جو آجکل نویں جماعت ہائی میں پڑھتے ہیں، عنقریب دینی تعلیم کا کورس شروع کرنے والے ہیں - اور حضرت صاحبزادہ نے پسند فرمایا ہے کہ

وہ دینی تعلیم کو حاصل کریں

یہ نظیر ان دوستوں کے لئے قابل عمل ہے جو دینی اشاعت کے لئے ایک جوش دل میں رکھتے ہیں - میرے دوستو! اگر تمہارے بچے ایم - اے - اور بی - اے - کی ڈگریاں بھی حاصل کریں - اور سائنس اور ملل کے فلسفہ سے بھی زیادہ قابلیت حاصل کرلیں - لیکن وہ دینی تعلیم سے محض ناواقف ہوں

تو یہ ڈگریاں ہیچ ہیں!

احمدی قوم کے لئے جو امر باعث امتیاز اور ناز ہے وہ اس کی علمی اور عملی دینداری ہے - وہ اشاعت اسلام کے لئے ایک جوش رکھتی ہے - اور قادیان کا نام اشاعت اسلام اور عزت اسلام کا مترادف سمجھا جاتا ہے ایسی حالت میں اگر مدرسہ احمدیہ کو خصوصیت سے ترقی نہ دی گئی اور اس کی طرف توجہ نہ ہوئی - تو یہ قابل شرم امر ہوگا - پہلا فرض ...یکے پہلے سے مدرسہ تعلیم ... زیادہ ہیں تو ان کو ... رہا میں یقیناً جانتا ہوں کہ ... بعد ... ہونے بچوں کے لئے یہ پسند کریں - ... علوم کے ماہر ہوں - اور اشاعت اسلام کا ذریعہ بنیں - اس سے بڑھ کر خوش قسمت کون باپ ہوسکتا ہے جسکا بچہ اشاعت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرنیوالا ہو - دنیا داروں کے بچوں سے فایدہ اوٹھانا کوئی یقینی امر نہیں ہوسکتا - لیکن یہ یقینی بات ہے کہ اگر ایک باپ اپنے بچے کو اس نیت سے دینی علوم پڑھاتا ہے کہ وہ خادم دین ہو تو اس کی اس نیت کا اجر اسے ضرور ملیگا - اس لئے یہ ایک موقعہ ہے کہ احباب توجہ کریں - اور اس مدرسہ احمدیہ میں اپنے بچوں کو داخل کرائیں - اسکے بعد دوسرا فرض احمدی قوم کا یہ ہے کہ مدرسہ احمدیہ کے اخراجات کے لئے مستقل چندوں سے مدد دیں"

سال نو کے خطابات

سال نو کے خطابات کی فہرست شایع ہوگئی ہے مجھے ضرورت نہیں ہے کہ اس پر کوئی مبسوط بحث کروں - البتہ میں ہمعصر پیسہ اخبار کی اس رائے سے متفق ہوں کہ اعلےٰ طبقہ کے اعزازوں میں دیسی شرفاء کو بہت کم حصہ ملتا ہے اور ان کی شاندار خدمات عموماً خانصاحب یا خان بہادر اور رائے صاحب - یا رائے بہادر کے لایق پائی جاتی ہیں - خطابات کے عطا کرنے میں اگرچہ رموز مملکت کو سرکار خوب سمجھتی ہے - مگر اس میں کلام نہیں کہ بعض اوقات قابل اور جائز حقدار گو وہ اپنی خدمات کا اعتراف نہ بھی چاہتے ہوں محروم رہجاتے ہیں - اسی سلسلہ میں میں ہمعصر زمیندار کی اس رائے سے بھی اتفاق کرتا ہوں کہ اخبار نویسوں کا رجحان خطاب حاصل کرنے کیطرف نہیں ہونا چاہیئے - وہ خطاب دلانیوالا گروہ ہے - علاوہ بریں اخبار نویسوں کے لئے خانصاحب یا خان بہادر کے خطابات کچھ موزوں بھی معلوم نہیں ہوتے - ان کے لئے اگر کوئی خطاب دینے ہی ضروری سمجھے جائیں - تو ان میں ان کے کام کا رنگ ہونا چاہیئے - جیسے دبیر الملک وغیرہ"

نئے سال کے خطاب پانیوالوں میں سے عالیجناب فقیر سید افتخار الدین عزت نشان کا خطاب سی - آئی - ای ایسا ہے جو پنجاب اور صوبہ سرحدی میں نہایت شکر گذاری کیسا تھہ دیکھا گیا ہے -

فقیر صاحب کی خدمات بہ حیثیت سفیر کابل ایسی ہیں - کہ اُن کی نظیر نہیں ملتی ہے - اس صورت میں اگر انہیں سی - آئی - ای کے طبقہ سے بڑھ کر کوئی اعزاز دیا جاتا - تو عین مناسب ہوتا پیسہ اخبار کی طرح یہ امید کرنا بے موقعہ نہیں ہے کہ غالباً گورنمنٹ نے اپنے اظہار قدردانی کو بالفعل عطائے خطاب اور ترقی منصب کی لائینوں میں تقسیم کرنا مناسب سمجھا اور اعلےٰ خطاب کی امید کسی آیندہ موقعہ پر ملتوی رکھا - فقیر صاحب کی خدمات متعلقہ بندوبست اس پر انشاء اللہ اور بھی اضافہ

... ہونگی ...
بعض لوگ ...
... امید کرتا تھا ...
... ان میں ایک شیخ علی ...
... مسلمانوں میں نہیں ہے ... نہایت عزت ... رفاہ عام کاموں میں بڑھ کر حصہ لیتے ... اور سرکاری خدمات بڑوں کی نمائش سے کرتے رہتے ہیں۔ ... بہت عرصہ پہلے خان بہادر ہو جانے چاہیئے تھے۔ مگر نہیں معلوم کیوں انکا نام اس فہرست میں نہیں آیا۔ ایسا ہی دہلی کے حکیم اجمل ... سعید خاں صاحب جو وہاں کی میونسپلٹی کے نائب پریزیڈنٹ ہیں اور پبلک اور گورنمنٹ کی بہت سی خدمات کرتے رہے ہیں ...

... ذوالملک تو چونکہ مخصوص خطاب ہے۔ اسلئے بلحاظ انکی طبی مہارت اور قابلیت کے اور بلحاظ پبلک اور گورنمنٹ کی خدمات کے جو وہ بحیثیت آنریری مجسٹریٹ اور وائس پریزیڈنٹ انجام دے رہے ہیں۔ انہیں کوئی اعلیٰ طبقہ کا خطاب ملنا چاہیئے اس قسم کی فروگذاشتیں پبلک کو بعض اوقات افسردہ کرتی ہیں۔ امید ہے کہ گورنمنٹ اپنے سچے خادموں کی جائز قدر افزائی کرکے دوسروں کو جرأت دلائیگی کہ وہ بھی پبلک اور گورنمنٹ کی بہتریں خدمات کے لئے قدم اٹھائیں "

قومی تحریکیں

صدر انجمن کیطرف سے مندرجہ ذیل تحریریں بغرض اشاعت آئی ہیں جنکو قومی توجہ کیلئے درج کیا جاتا ہے

(ایڈیٹر)

اطلاع

چوہدری غلام سرور صاحب گرداور قانونگو اور منشی محمد عبد اللہ منشی ضلعدار سرگودہا نے محض خدا کی خوشنودی اور سلسلہ کی خدمت کی خاطر احمدی احباب سے چندہ فراہم کرنے کی تکلیف گوارہ فرمائی ہے خدا تعالیٰ ان کو جزا خیر عطا فرماوے۔ اس غرض کیلئے چھپی ہوئی مجلد رسیدیں ان کو دی گئی ہیں۔ امید ہے کہ احباب چندہ کی وصولی میں ان کی مدد فرماویں گے۔ جو چندہ دیں گے ان کو ان کی تشفی کے لئے چھپی ہوئی رسیدیں ملیں گی جسکا مثنیٰ کاپی میں ان کے پاس رہیگا۔

محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ

سرکلر لیٹر

کانفرنس انجمنہائے احمدیہ کے اجلاس منعقدہ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۶ء میں منجملہ اور امور کے جو پیش ہوئے ایک اہم امر مجلس معتمدین کی یہ تجویز تھی کہ جملہ انجمنہائے احمدیہ یہ کوشش کریں کہ ان کے سب ممبران کم از کم بحساب دو پیسے فی روپیہ اپنی ماہوار آمد میں سے سلسلہ کی چار بڑی مدات یعنے لنگر خانہ۔ ہائی سکول۔ مدرسہ احمدیہ اور اشاعت اسلام کے لئے چندہ دیں اور کہ ایسے معاونین کی تعداد کو دس ہزار تک پہنچانے کی کوشش کی جاوے۔ جس جوش اور اخلاص سے مختلف انجمنوں کے سکرٹری یا پریزیڈنٹ صاحبان نے اس تجویز کی تائید کی اس سے مجھے یقین ہوتا ہے کہ کانفرنس کی اس کارروائی کی بناء پر جو اپیل میں آپ کی خدمت میں اس وقت کرتا ہوں وہ بے سود نہ ہوگی۔

گذشتہ سال کی آمد و خرچ کے لحاظ سے ان مدات کی حالت کی اطلاع مفصل عنقریب آپ کو بذریعہ مطبوعہ رپورٹ پہنچے گی۔ اور اس میں چار مدات مذکورہ بالا کی کل آمد اس سال کی ۲۰۱۵۹-۸-۰ نظر آتی ہے جس میں سے نصف سے کچھ زیادہ یعنی ۱۰۵۲۲-۷-۳ لنگر خانہ کی آمد ہے اور نصف سے کچھ کم باقی تینوں مدات کی تعلیم الاسلام ۴۹۳۵-۸-۶۔ اشاعت اسلام ۳۴۱۷-۱۱-۹۔ مدرسہ احمدیہ ۱۲۸۳-۱۲-۶۔ ان میں سے دو مدات ایسی ہیں جن کی آمد کا ذریعہ سوائے چندہ کے کچھ نہیں یعنی لنگر خانہ اور مدرسہ احمدیہ۔ اور دوسری دو مدات یعنی تعلیم الاسلام ہائی سکول میں علاوہ چندہ کے سرکاری گرانٹ۔ عید فنڈ۔ فیس کی آمد اور اشاعت اسلام میں فروخت رسالہ کی آمد علاوہ چندہ کے ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہے جیسا کہ رپورٹ سے آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ ہائی سکول کو چھوڑ کر جسکو مختلف قسموں کی مد پہنچنے سے دوسرے ذرائع سے خاصی آمد ہو جاتی ہے یعنے چار ہزار روپے کے قریب فیس کی آمد اور تین ہزار سے اوپر سرکاری گرانٹ اور عید فنڈ کی آمد۔ باقی تینوں مدات میں خرچ آمد سے بڑھ رہا۔ اس طرح پر اشاعت اسلام میں خرچ آمد سے ۹۸۷ زیادہ ہے۔ مدرسہ احمدیہ میں ۱۱۹۹۔ اور لنگر خانہ میں ۱۰۲۵۔ یہ تو گذشتہ کی حالت ہے اور آئیندہ کیلئے اس سے بھی زیادہ مشکلات نظر آتی ہیں ایک مدرسہ احمدیہ کے لئے ہی ۵۹۴۴ یعنی قریباً چھ ہزار روپیہ خرچ کا اس سال میں بکار ہے اور یہ خرچ سوائے چندہ کے اور کسی طرح پورا نہیں ہو سکتا۔ ادہر آمد کا اگر یہی حال رہے تو بارہ تیرہ سو سے بڑھنے کی امید کم ہے۔ یہی وہ حالات ہیں۔ جن پر غور کرکے گذشتہ سے پیوستہ سال کی رپورٹ میں اس امر کیطرف احباب کو توجہ دلائی گئی تھی کہ "اگر ہم انجمنوں کے ذریعہ صرف دس ہزار آدمیوں سے بھی باقاعدہ چندہ وصول کرسکیں اور یہ دس ہزار آدمی عہد کریں کہ وہ اپنی آمد میں سے دو پیسے فی روپیہ اس سلسلہ کی اغراض لنگر خانہ مدرسہ احمدیہ و اشاعت اسلام کیلئے دیدیں گے تو پانچ ہزار روپے ماہوار یا ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ کی مستقل آمد اس ذریعہ سے ہو سکتی ہے"۔ اب ایک اور سال کا تجربہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ہمیں اس تجویز کو عملی رنگ میں لانیکے لئے کوئی دن کیا کچھ گھنٹے بھی ضائع نہیں کرنے چاہئیں اور جتنی جلدی ہو اس تجویز کو عملی جامہ پہنانا چاہیئے۔ مجلس معتمدین اور پھر کانفرنس انجمنہائے احمدیہ نے بھی اس ضرورت کو سخت محسوس کیا ہے اور اس لئے ان سب باتوں کو آپکی خدمت میں پیش کرکے میں یہ درخواست آپکی خدمت میں کرتا ہوں کہ آپ اس امر کو کسی قریب تر اجلاس انجمن میں پیش کرکے ان سب احباب کو جو اس سلسلہ میں شامل ہیں۔ پرزور تحریک کریں۔ کہ وہ اس تجویز پر کاربند ہوں۔ مانا کہ ہماری قہری حکومت نہیں۔ ہم کسی کو مجبور نہیں کرسکتے کہ ضرور اتنا چندہ دو۔ اور وعدہ کرکے وقت پر دو۔ نہ ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں کہ ہم جبراً اس موعودہ رقم کو بھی وصول کرسکیں۔ لیکن کیا اس سلسلہ میں جو لوگ داخل ہوتے ہیں وہ جبراً ہوئے ہیں۔ یا اب ان کو کوئی مجبور کرسکتا ہے کہ وہ اس میں شامل رہیں۔ ہمارے جو احباب انشراح صدر سے اس سلسلہ میں شامل ہیں۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ سب احباب انشراح صدر سے ہی اس میں شامل ہیں۔ کیا وہ اس بات سے ناواقف ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو اس زمانہ میں قایم کرنیکی غرض ہی خدمت اسلام۔ اگر اس سلسلہ میں ہوکر بھی ہم خدمت اسلام میں حصہ نہیں لیتے۔ تو عملی رنگ میں ہم اس سلسلہ میں نہیں کہلا سکتے۔ اور فرضی طور پر ایک ایسے سلسلہ میں رہنے سے حاصل کیا ہے جو دنیا کی طرف سے مورد طعن و ملامت ہو رہا ہے اور تکفیر کا نشانہ بن رہا ہے ایمانی رنگ میں یہ ماننا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے اور وہی مسیح اور مہدی تھے جنکے آنیکا وعدہ دیا گیا تھا۔ اور عملی رنگ میں اسلام کی خدمت میں لگے رہنا یہ دونوں امر سلسلہ میں شمولیت کیلئے ضروری ہیں۔ جیسا کہ اگر یہ سلسلہ خدانخواستہ خدمت اسلام کے کام کو چھوڑدے تو پھر یہ مسیح موعود کا سلسلہ نہیں کہلا سکتا۔ اسی طرح پر اگر کوئی شخص اس سلسلہ میں شامل ہو کر خدمت اسلام کے کام کو چھوڑتا ہے۔ تو وہ بھی عملی طور پر سلسلہ میں داخل نہیں کیا جا سکتا۔ خدمت اسلام کے کیا کیا پہلو ہیں۔ ان کی بنیاد خود بانی سلسلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھدی ہے۔ اور انہی کاموں میں حصہ لیکر ہم عملی طور پر اس سلسلہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ انہی کاموں کو چلانے کے لئے ایک یہ تجویز ہے جو اس وقت آپ کی خدمت میں پیش کیجاتی ہے۔

دو پیسے فی روپیہ اپنی آمد میں سے اس سلسلہ کے لئے کاٹ دینا کوئی ایسی درخواست نہیں۔ جسے غریب سے غریب شخص بھی جو اس سلسلہ میں شامل ہے پورا نہ کرسکتا ہو۔ یہ کوئی جان کی قربانی نہیں کوئی عزت و وجاہت کی قربانی نہیں۔ ان بڑی بڑی دینوی امیدوں کی قربانی نہیں۔ جو ہر ایک دل میں ہوتی ہیں۔ ہاں ایک مالی قربانی ہے اور وہ بھی بہت چھوٹے پیمانہ پر۔ مگر یاد رکھو کہ اس تمہاری چھوٹی سی قربانی سے دنیا میں عظیم الشان کام ہوسکتے ہیں۔ کتنی چھوٹی سی بات ہے کہ جو شخص سولہ روپیہ ماہوار کماتا ہے وہ یہی سمجھ لے کہ میں سولہ نہیں ساڑھے پندرہ کماتا ہوں۔ جو بتیس روپے کماتا ہے وہ اپنے نفس کو آسانی سے سمجھا سکتا ہے کہ میں بتیس نہیں اکتیس کماتا ہوں۔ یاد رکھو کہ اس چھوٹے سے حصے کو کاٹ دینے میں تمہارا نقصان کوئی نہیں اور فائدے بہت سے ہیں۔ اس حصہ کے خدا کی راہ میں خلوص نیت سے کاٹ دینے سے تمہارے اموال پاک ہو جائیں گے اور ان میں برکت ہوگی۔ تمہارے ایمان عملی رنگ اختیار کرکے مضبوط ہو جائیں گے۔ تم انصار اللہ کہلاؤ گے۔ تم دنیا میں بڑے بڑے کاموں کو سرانجام دیکر ایک بڑی قوم بن جاؤ گے۔ تم اللہ کے نزدیک اجر و ثواب کے مستحق ٹھہرو گے۔ تم سے پہلے ان لوگوں نے جنکے نقش قدم پر تمہیں چلنے کا حکم ہوا ہے وہ وہ قربانیاں کرکے دکھائی ہیں۔ کہ مالوں۔ گھروں۔ جائدادوں۔ قریبیوں۔ رشتہ داروں۔ عزت و وجاہت سب کچھ قربان کرکے آخر جانیں بھی قربان کردیں۔ ان کے نام آسمان پر روشن ستاروں کیطرح دنیا کے آخر تک چمکیں گے۔ ان مثالوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو۔ اور اسی راہ پر قدم مارنیکی کوشش کرو۔ اگر تم میں سے وہ اشخاص ہیں۔ جنہوں نے اپنی کل کی کل امیدوں کو خدا کی راہ میں قربان کردیا۔ یا جنہوں نے اپنے

اعداسی زہمی

(یعنی مولوی نور دین)
کیونکہ مباہلہ میں تو ہر ایک فریق
فریقین میں سے کوئی فریق مباہلہ
فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین

کہیں ایک بیعلم۔ بے عمل۔ گنہگار انسان ہوں۔ میرا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ اور یہ بھی آپ کا اقرار ہے کہ کوئی تاریخ ۱۸ جنوری ۱۹۱۴ء سے زیادہ نہیں کی گئی۔ اور اس پر علاوہ یہ ہے کہ آپنے اپنے تفسیر القرآن۔ القرآن میں حضرت اقدس مرزا صاحب کی صداقت کو بڑے زور و شور سے ثابت کیا ہے۔ اور ابھی تک اُن دلایل کو منقوض نہیں کیا گیا۔ اور نیز بعض اپنے رویاء اور الہامات سابقہ سے بھی حضرت اقدس کی صداقت آپنے ثابت کی ہے۔ اور بیس برس تک آپ ثابت کرتے رہے وتلك عشرة كاملة

پس اس لئے از برائے خدا گذارش ہے کہ آپ ان سب امور عشرہ پر غور کرکر اپنے ارتداد سے توبہ کریں اور خوب یاد رکھیں کہ مسایل دین اسلام کے ایسی خوابوں اور الہامات شیطانی سے (اگرچہ کوئی جز اُن کا پورا بھی ہو جاوے) اور پھر مسایل عمدہ دین اسلام کے ثابت نہیں ہوسکتے۔ بعض خوابیں کنجری اور کنجروں کی بھی سچی ہو جاتی ہیں۔ اور حکمت الٰہی اس میں یہ ہے کہ اس نظیر کے موجود ہونے سے ہر ایک انسان پر کارخانہ نبوت کی تصدیق کے لئے اتمام حجت ہو جاوے۔

ڈاکٹر صاحب خوب یاد رکھیں۔ کہ جس طرح علوم ظاہری میں تلبیس اور اشتباہ واقع ہوتا ہے۔ جیساکہ روافض اور خوارج وغیرہ وغیرہ اپنے نشانات باطلہ اور وساوس باغوائے شیطان پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح عالم روحانی میں بھی تلبیس اور دجالیت جاری ہے کما قال اللہ تعالیٰ:۔ ان الشیطین لیوحون الی اولیاءھم۔ صد افسوس! کہ آپ نے حقیقت الوحی کے باب اول و دوم و سوم کا بھی مطالعہ نہیں کیا جو خاص آپ کے لئے لکھا گیا ہے۔ باوجودیکہ آپ بے علم ہیں کما ھو اقرارکم۔ جناب قبلہ کے رسایل علمیہ کو بھی آپ نے نہیں دیکھا۔ اگر آپ کو طلب حق ہے تو ان علمی رسایل کو بھی مطالعہ فرماویں۔ اور یا صرف دو ہفتہ کیلئے طلب علم اور تصفیہ ان مسایل متنازعہ فیہا کیلئے جناب قبلہ کے پاس تشریف لے آویں۔ بالفعل تا آپ کی تشریف آوری کے کچھ مابہ الامتیاز بھی مابین استراق السمع اور الہامات ربانی کے آپ کی خدمت میں گذارش کیا جاتا ہے۔ الہامات شیطانی کی نسبت تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا یسمعون الی الملا الاعلی ویقذفون من کل جانب دحورا ولھم عذاب واصب۔ جسکا ماحصل یہ ہے کہ ملاء الاعلیٰ کے اخبار جو متعلق قضاء وقدر الٰہی عوارض کے ہوتے ہیں شیاطین پورے طور پر نہیں سن سکتے۔ اور آسمان کے ہر ایک طرف سے وہ سنگسار کئے جاتے ہیں۔ اور دوامی عذاب ان پر واقع ہوتا ہے۔ اگر وہ کوئی کلام ان اخبار میں سے سن بھاگتے ہیں۔ تو ایک ستارہ روشن اُن پر گرتا ہے۔ انتہیٰ حاصلہ۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے

کہ کوئی کلام اخبار غیب میں کا اولیاء شیاطین کو بذریعہ شیطان نہیں پہنچ جاتا ہے۔ پس ایسے کلمہ کے پورے ہو جانے سے اولیاء شیطانی کا مقدس اور مرسل اور مقرب من اللہ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی نسبت بھی کاہنوں نے آل فرعون کو خبر دی تھی۔ اور وہ پوری ہو گئی۔ مگر پیشین گوئی کرنے والے رسول نہیں ہو گئے۔ ہر دو صورت گر بہم ماند روا است۔ آب تلخ و آب شیرین صفا است۔ بلکہ بلعم باعور جو قبل مقابلہ کرنے حضرت موسیٰ کے ولی مستجاب الدعوات تھا۔ اور رویاء صادقہ اور الہامات بھی اسکو ہوتے تھے۔ وہ بسبب مباہلہ یا مقابلہ کرنے ایک مامور من اللہ کے مردود جناب باری ہو گیا۔ جسکا قصہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان آیات میں مذکور فرمایا ہے:۔

واتل علیھم نبا الذی اتینٰہ ایٰتنا فانسلخ منھا فاتبعہ الشیطن فکان من الغوین الخ

اب پھر میں آپ کی ہمدردی کر کر عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ آیات اور نشانات مندرجہ تفسیر جو آپ کو دیئے گئے تھے۔ اب بیس برس کے بعد کیوں اب ان سے منسلخ ہوئے جاتے ہیں۔ جیساکہ بلعم منسلخ ہو گیا تھا۔ اور شیطانی الہامات کے تابع ہو کر غاوین میں کیوں داخل ہوئے جاتے ہیں۔ باوجودیکہ ان آیات سے آپکا رفع ہوسکتا تھا۔ پھر پستی کی طرف جھک کر اپنی ہوا اور ہوس کے کیوں آپ متبع ہوئے ہیں کیا ایسے لوگوں کی مثال پر آپ تدبر نہیں کرتے فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث او تترکہ یلھث یہ قصہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں آپکے تفکر اور تدبر کے لئے فرمایا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ ذٰلک مثل القوم الذین کذبوا بایٰتنا فاقصص القصص لعلھم یتفکرون۔ ساء مثلا ن القوم الذین کذبوا بایٰتنا وانفسھم کانوا یظلمون۔ اپنے ان تمام آیات کی تکذیب کر کر جو کچھ کہ آپ کو حاصل تھا۔ اس کو بھی آپ نے غارت کر دیا جیساکہ بلعم نے تمام اپنے کمالات کو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں کھو دیا۔ صدق اللہ تعالیٰ من یھد اللہ فھو المھتدی ومن یضلل فاولٰئک ھم الخسرون۔ آپ نے تو اس زمانہ کے موسیٰ ع کی نسبت یہ الہامات بھی دیکھے ہوں گے کہ انت فیھم بمنزلۃ موسیٰ۔ لعلی اطلع علی الٰہ موسیٰ۔ یاتی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ۔ انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ پھر آپ نے چراغدین جمونی کا حال بھی شاید دیکھ لیا ہوگا۔ اور عصا موسیٰ کو بھی دیکھ لیا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ افسوس! کہ آپ کو ان سے بھی عبرت حاصل نہیں ہوئی۔ پھر ابتک بھی آپ کو عبرت حاصل نہیں ہوئی۔ باوجودیکہ آپکا اقرار ہے کہ مجھ کو کوئی دعویٰ نہیں۔ پھر اس مدعی کو جس کی تصدیق ہزاروں نشانات آسمانی اور زمینی سے ثابت ہو چکے۔ تاہم آپ اس سے متاثر نہیں ہوئے۔ اور خود ہی بلعم اور بلغم بن گئے۔ مگر یہ تو کہو کہ آپ نے کونسی جماعت متقین کی تیار کی جو آپ کی متبع ہوئی ہو۔ اور پھر

آپ کی متبع ہو کر وہ جماعت کیا نتیجہ حاصل کرتی۔ جب آپ خود کہتے ہیں۔ کہ میں بے علم اور بے عمل گنہگار ہوں۔ کیا اچھا کہا ہے کسی شاعر نے ؎

خیالات نادان خلوت نشین
بہم برکند عاقبت کفر و دین

یہ حال ہے ان الہامات شیطانی اور خوابوں کا۔ جو الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب کا مصداق ہیں از برائے خدا ان خوابوں اور الہاموں شیطانی پر آپ فخر اور ناز نہ کریں۔ مبادا کوئی کوکب آسمانی جیساکہ روحانی طور پر ان شیطان پر گرتا ہے۔ کہیں ظاہری طور پر بھی آپکے اوپر نہ گر پڑے۔ علاوہ اس خطفہ شیطانی کے اوضاع سماویہ واطوار ہائے نجوم وغیرہ وغیرہ بھی اسباب بعض علوم کے ہو جاتی ہیں۔ جنکو علم لدنی سے کوئی تعلق اور نسبت نہیں ہوتی بھی علم آب و ہوا وغیرہ کے دفاتر گورنمنٹ عالیہ میں موجود ہیں۔ جن کے ذریعہ سے بڑی بڑی پیشگوئیاں کیجاتی ہیں۔ اور بعض اُن کی واقع بھی ہو جاتی ہیں۔ مگر یہ جملہ پیشین گوئیاں بھی تقرب الٰہی کی کوئی نسبت نہیں رکھتیں۔ اگر کوئی ہیئت دان ان کے ذریعہ سے دعویٰ تقرب الٰہی کرے۔ تو وہ بھی ملعون ہے ؎

لعنت اللہ این عمل را در قفا
رحمت اللہ این عمل را در وفا

ہاں یہ بھی سن رکھیئے کہ جو کوئی پیشین گوئی حضرت اقدس کی آپ کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔ آپ صرف دو ہفتہ کے لئے تشریف لاکر علی منہاج النبوۃ اس کو سمجھ لیں۔ کیونکہ حضرت اقدس کی جملہ پیشین گوئی واقع ہو چکی ہیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ اور ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ"

مگر چونکہ آپ بموجب اپنے اقرار کے جاہل اور بے علم ہیں اس لئے آپ کو اُن کی فہم کی علم کیلئے ضرورت ہے۔ اور آپ یاد رکھیں کہ ؎

سرانجام جاہل جہنم بود
کہ جاہل نکو عاقبت کم بود

اور ایسا نہیں ہوسکتا۔ کہ جس مامور من اللہ کی صداقت ہزاروں نشانوں سے صادق ہو چکی ہو اسکی پیشین گوئی جھوٹی ہوسکے۔ پھر تو وہ ضرور کاذب ہو جائیگا۔ کیونکہ یہ بھی تو ایک معیار اسکی صداقت کا ہے۔ اور یہی مابہ الامتیاز ہے درمیان خطفہ شیطانی اور الہامات ربانی کے۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ فی الہامات الرسل والانبیاء عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربھم واحاط بما لدیھم واحصی کل شیء عددا۔ دوسری جگہ پر آخر آیت کی تفسیر یوں فرمائی گئی۔ کہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" اس آیت میں اندک تدبر کرنیسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے۔ اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر اس شخص پر کہ جسکی رسالت کو پسند فرما لیا ہو۔ اس کو اپنے

مالوں کے بڑے حصے کو خدا کی راہ میں صرف کر دیا - تو تم خود ہی غور کرکے دیکھ لو - کہ آیا وہ فی الواقعہ دنیا میں غریب اور ذلیل ہو گئے اور معیشت کی تنگی ان پر وارد ہو گئی؟ اور اگر تم سے وہ اشخاص ہیں جنہوں نے اپنے مالوں کے کسی معتدبہ حصہ کو اس راہ میں آجتک صرف نہیں کیا تو کیا وہ اس کے نہ دینے سے دنیا میں معزز اور امیر بن گئے ہیں؟ یہ مال جو تم کماتے ہو یہ تو کسی نہ کسی طرح فنا ہونے چلے ہی جاویں گے مبارک ہے وہ جوان کے کسی حصہ کو قربان کر دیتا ہے - کیونکہ یہی وہ حصہ ہے جو بیج کیطرح بویا جاتا ہے اور جو آخر کار وہ ثمر لاتا ہے جو انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا - پس اب ہی گذشتہ نقصان کی تلافی کے لئے کمربستہ ہو جاؤ - ہمت کے آگے سب مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں"

یاد رہے کہ اس تحریک سے یہ غرض ہے کہ (۱) جو احباب اب تک چندہ نہیں دیتے - یا دو پیسے فی روپیہ یعنی اپنی آمدنی کے بیستویں حصہ سے کم چندہ دیتے ہیں - ان سے کم از کم اس حساب چندہ لیا جاوے - نہ یہ کہ جو احباب اب زیادہ چندہ دیتے ہیں وہ اسے کم کر دیں (۲) چندہ کی وصولی باقاعدہ ماہوار ہو جاوے دینے والے بھی یہ کوشش کریں کہ مہینہ کے مہینہ اس رقم کو شروع سے ہی کاٹ کر الگ کر دیں - اور وصول کرنیوالے بھی یہ کوشش کریں - کہ وہ دوسرے مہینہ تک بقایا نہ رہنے دیں - کیونکہ اس طرح سے دینے والے کیلئے مشکل ہو جاتا ہے (۳) نیز فہرستیں اگر ممکن ہو تو ۳۱ جنوری تک ورنہ اخیر فروری تک ضرور دفتر سکرٹری میں پہونچ جانی چاہئیں - تاکہ یہاں بھی حساب کتاب جملہ چندہ دہندگان کا کھول دیا جاوے - اور بقایا وغیرہ کا مطالبہ کیا جا سکے"

نوٹ - جو احباب وصیت کے رو سے دسواں حصہ آمد دیتے ہیں - ان کے سب چندے اسی دسویں حصہ میں شامل سمجھے جاویں گے"

نوٹ - یہ نہایت ضروری ہے کہ اس حلقہ انجمن میں سب احباب کو جمع کرنے کی کوشش کیجاوے اور جو نہ شامل ہو سکیں - ان کو اس تجویز میں شامل کرنیکیلئے ہر ایک انجمن میں سے ایسے دو تین مستعد احباب جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ یہ جوش ڈالے ان کے پاس گھروں میں جاویں اور حتی الوسع یہ کوشش ہو کہ کوئی فرد اس سے باہر نہ رہے والسلام -

خاکسار محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۱۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدانکتہ نوازی

... جنوری ۱۹۱۱ء کی گذشتہ شب کو ... یہ عاجز ...

... تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ سخت سردیوں کے دن ہیں اور اکثر بھائیوں کے پاس جو تحصیل رضاء الٰہی کے لئے قادیان میں آئے ہیں - لحاف نہیں ہیں - اور کوئی نہ کوئی مسافر دوسرے تیسرے روز ایسا آجاتا ہے - جسکے پاس بستر وغیرہ نہیں ہوتا ہے - ابتک ۲۷ لحاف اس عاجز نے بنائے ہیں - کچھ خلیفۃ المسیح نے بھی بنوائے ہیں - نیز چند کمیٹی نے کل شاید چالیس پچاس انتہا درجہ ہوں گے - لیکن قادیان میں کم از کم سو ضعفا جمع ہیں - اور آیندہ آمد کا دروازہ کھلا ہے اور سردیاں امسال حد سے زیادہ پڑی ہیں - اور بارشیں پیچھا نہیں چھوڑتیں - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امسال سرما کا موسم مقدار سے زیادہ دیر تک رہیگا - نیچے تو بیچارے مسافر کسیر گھاس بچھا لیتے ہیں - لیکن اوپر کے لئے ضرور آجکل لحاف چاہئیں جن کی بہت کمی ہے - اس لئے مسافر اور ضعفا مجھ سے مانگتے ہیں - کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ میں ضعفا کا مہتمم بن بیٹھا ہوں - مگر میں حیران ہوں کہ اب لحاف بھی چکے اور ہنوز مانگ باقی ہے - میں کیا کروں اس پریشانی میں میری نیند اچاٹ ہو گئی اور بیقراری بڑھنے لگی - یہانتک کہ میں حقیقم پر آب ہو گیا - میرے دل نے اپنے مالک رب کیطرف رجوع کیا اور خواہش پیدا ہوئی کہ اس معاملہ میں اس طرف سے کچھ مدد ملے - اس وقت میرے دل میں کچھ ... ہوا - جس سے میں اطمینان پا کر سو رہا - صبح کو میں نے بعد نماز صبح اپنے دوستوں سے مسجد میں اس طرح اظہار کیا - کہ بنی اسرائیل میں ایک فاحشہ زانیہ تھی - وہ کہیں جاتی تھی کہ راہ میں اتفاقاً وہ کسی کنوئیں میں پانی پینے کے لئے اتری جس میں لوگ اتر کر پانی پیا کرتے تھے - جب وہ پانی پی کر اوپر آئی تو اس نے دیکھا کہ ایک کتا شدت پیاس سے کیچڑ چاٹتا ہے اس عورت کے دل میں اس کتے کی حالت پر رحم آیا - اور وہ دوبارہ کنوئیں میں اتری اور اپنے پاؤں کے موزے میں پانی بھر کر منہ سے پکڑ کر اوپر چڑھی - اور اس کتے کو پانی پلایا اس زانیہ کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ ایسا راضی ہوا کہ اس کو بہشت میں داخل کر دیا یعنے اس فعل نیک کی برکت سے وہ تائب ہوئی اور بعد مرنے کے جنت میں داخل ہوئی -

اب میں اپنے عزیز دوستوں احمدیوں سے سوال کرتا ہوں کہ ہمارے احمدی بھائی اس بنی اسرائیل کی زانیہ سے اپنے آپ کو بہتر سمجھتے یا بہتر بنانا چاہتے ہیں - یا نہیں اور شفقت علیٰ خلق اللہ - معاذ اللہ کہاں ان میں اس زانیہ سے بھی کم ہے اور یہ ہمارے بھائی احمدی اپنے احمدی بھائیوں کو جو دور دراز ملکوں سے تحصیل رضائے الٰہی کے لئے قادیان میں جمع ہیں - اس کتے جیسا بھی نہیں سمجھتے جبکو رحم کرکے اس زانیہ نے جنت حاصل کی تھی - اور کیا ہمارے بھائی جنت حاصل کرنے کے خواہشمند نہیں - بیشک ہمارے بھائی اپنے بھائیوں کو کتے سے زیادہ پیارا سمجھتے اور ضرور بہشت کے خواہشمند ہیں - لیکن مجھے خیال ہے کہ وہ اپنے عزیز بھائیوں کی بیکسی پر مطلع نہیں ہیں - لہذا میں انہیں مطلع کرتا ہوں کہ موسم سخت ... اور ہنوز جاتا نظر نہیں آتا اور لحاف وکمل کی یہاں نہایت ضرورت ہے کل احمدی جماعت توجہ فرماوے - لحاف کمل یا روپیہ سے ہماری مدد کرے - جسقدر جلد ممکن ہو ہمارے احمدی دوست ہماری دستگیری فرماویں - روپیہ بھیجیں تاکہ ہم خود لحاف بنالیں یا لحاف وکمل خود بنا کر و خرید کر عنایت کریں - ایسا نہ ہو - تا تریاق از عراق آوردہ شود - مار گزیدہ مردہ شد حدیث شریف میں ہے من لا یرحم لا یرحم جو کسی پر

۱ - جنوری ۱۹۱۱ء

بنام ایک خط

ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیش گوئی جطرح باطل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے جطرح پر شرمندہ کیا ہے - اس کا ذکر الحکم کے غیر معمولی پرچہ میں کیا جا چکا ہے - حضرت فاضل امروہی نے ۱۳ جنوری ۱۹۱۱ء کو ایک قابل قدر خطبہ اسی مضمون پر پڑھا - فاضل امروہی کا بیان اور تحریر جیسی جامع اور بانع ہوتی ہے - اُسے انکے دشمنوں نے بھی ہمیشہ تسلیم کیا ہے - اور عملی طور پر ان کی تصانیف کو لاجواب مان لیا ہے - فاضل امروہی کے خلف الرشید سید محمد یعقوب صاحب نے اس خطبہ کا خلاصہ لیکر ڈاکٹر موصوف کو ایک خط لکھا ہے - جس کو میں سید صاحب موصوف کی مہربانی سے شایع کرنیکے قابل ہوں - اس خط کو پڑھ کر کانے دجال کا طلسم ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گیا ہے - اور ہماری جماعت کے ہاتھ میں ایک کارگر حربہ اور معیار ہاتھ آجائیگا - اور اللہ تعالیٰ سید صاحب موصوف کو توفیق دے کہ وہ آیندہ بھی خدمت دین کیلئے ایسا جوش پا سکیں

(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب -

بعد سلام مسنون کے گذارش ہے - کہ آپکا خط مورخہ ۱۱ - نومبر ۱۹۱۰ء بنام حضرت قبلہ مولوی صاحب صادر ہوا تھا - اور بموجب آپ کی تحریر کے نہ اس خط کی اشاعت میعاد معینہ ۱۱ جنوری ۱۹۱۱ء تک کیگئی تھی اور نہ اس کا جواب آپ کو لکھا گیا تھا - اس لئے کہ بموجب ارشاد خداوندی بقاعدہ استثنا متصل کے جو الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب میں ہے کچھ شیطانی خطفہ آپکو ہو گیا ہوگا - اور بدینوجہ کوئی جزو پیشگوئی کا واقعہ ہو جاوے -

لیکن بتاریخ ۱۲ جنوری تک آپ کی تمام پیشین گوئی باطل نکلی - اور ایک خطفہ شیطانی بھی سچا نہ نکلا - لہذا اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے خط کا جواب آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا جاوے - شاید آپ کو تنبیہ ہو کر ہدایت حاصل ہو جاوے - لہذا ۱۳ - جنوری ۱۹۱۱ء جمعہ کے خطبہ میں سے جو کہ حضرت قبلہ نے پڑھا ہے - انتخاب کرکے جواب خط روانہ کرتا ہوں - یہ بیّن تو ظاہر ہے کہ دونوں موتوں کی پیشینگوئی - یعنی مولوی نورالدین صاحب و شیخ یعقوب علی صاحب (ایڈیٹر الحکم) کی خبر موت - بطور مباہلہ کے نہ تھی - کیونکہ آپ فرماتے ہیں - کہ مبرسکی دعائیں بھی اس کے لئے موجود تھیں جو کہ وقتاً فوقتاً مجکو معلوم ہوتی رہیں - اور اس الہام کے ساتھ بھی دعائیں تھیں اور نیز عالم رویا میں آپ نے یہ دعا بھی کی - کہ اگر مولوی نورالدین سچے ہیں تو مجھے ان کی طرف پھیر دے - اور اگر میں سچا ہوں - تو میری طرف ان کو رجوع کر دے - اس سے بھی معلوم ہوتا ہے

قابل توجہ ممبران انجمن اہل قرآن لاہور

غالباً سنہ ۱۹۰۹ء ماہ رمضان میں میں نے لکھا تھا کہ اگر مولوی عبداللہ صاحب کا ترجمۃ القرآن بعوض مبادلہ مل سکے تو میں میرا بھیجدوں۔ وہاں سے منیجر صاحب نے جواب میں تحریر فرمایا کہ انجمن کے ممبروں نے یہ تبادلہ منظور فرمایا ہے۔ آپ میرا بھیجدیں اسی کے آنے پر میں نے سات تولہ میرا قیمتی پندرہ روپیہ بھیجدیا۔ جب کئی دن گذرنے پر قرآن شریف مترجم نہ پہونچا۔ تو میں نے منیجر صاحب کی خدمت میں متواتر کئی خطوط لکھے۔ تو آخر ایک اور صاحب نے جواب لکھا کہ منیجر صاحب دورہ پر تشریف لے گئے ہیں۔ واپس جب آئے تو آپ کا فیصلہ کردیں گے پھر جب ہوگیا جب کئی دن اور گذر گئے تو پھر لکھا کہ ترجمۃ القرآن بھیجدو۔ تو یہ جواب ملا۔ کہ آپ کا میرا ابھی فروخت نہیں ہوا۔ فروخت کرکے ترجمۃ القرآن بھیجدیا جائیگا۔ اگرچہ تعلقین میں پہلے یہ شرط فروخت یا عدم فروخت کی تعیین نہ تھی۔ مگر میں نے بعد کو بھی شرط تسلیم ہی کرلی۔ اب اس انتظار طویل کے بعد جب پھر میں نے عرض کی کہ ترجمۃ القرآن اب تک نہ پہونچا۔ عجیب بات ہے۔ یہ وہم تو ہم نہیں کرسکتا کہ اہل قرآن ہو کر کسی کا مال ہضم و برد کردیا جائیگا۔ مگر تحیہ مولانم درپیش ہوگئے کہوں گے۔ اس کے جواب میں ایک بزرگ نے لکھا کہ تم لوگ اسلام سے تو ہاتھ دھو چکے تھے۔ اب آخرت کو بھی جواب دے چکے۔ نہ آپکا میرا ہم نے منگوایا ہے اور نہ ترجمۃ القرآن دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر سچے ہو تو ہماری تحریرات پیش کرو۔ ان خطوں کے آخر پر اکثر ہندی حروف میں دستخط تھا۔ میں یہ خط پڑھکر حیران ہوگیا۔ کہ الہی انجمن اہل قرآن اور یہ معاملہ العجب ثم العجب۔ اس پر میں نے وہ خطوط جو اس بارہ میں لاہور سے آئے تھے ایک لفافہ میں بند کرکے بانیٔ فرقہ اہل قرآن جناب مولوی عبداللہ صاحب کی خدمت میں بھیجدیئے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کی کہ اب اس بارہ میں آپ ہی قاضی اور آپ ہی منصف۔ تحقیقات کرکے جواب سے سرفراز فرماویں۔ اس خط کو اب مدت گذر گئی۔ اور کوئی جواب نہ آیا۔ لہذا مجبوراً بذریعہ اخبار ہذا ممبران انجمن اہل قرآن سے استفسار کرتا ہوں امید ہے کہ مفصل جواب تحریر فرماکر مشکور فرماویں گے۔

نمبر (۱) کیا میرا قیمتی تو جو تبادلہ ترجمۃ القرآن میں بھیجا تھا۔ وہ آپ کے پاس پہونچا ہے یا نہ؟ **نمبر (۲)** اگر پہونچا ہے تو کیا وجہ کہ اب تک ترجمۃ القرآن نہیں دیا گیا؟ **نمبر (۳)** اگر میرا پہونچنے سے انکار ہے تو کیا وہ مسلمان اہل القرآن کی شہادت میرے اثبات دعویٰ کیلئے کافی ہوگی یا نہ؟ **نمبر (۴)** کیا قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت ہے کہ جنس کے بدلے جنس لے لیا جاوے۔ اور پھر دو سال تک بعد بھی جنس واپس کردیا جاوے۔ یا بالکل ہی انکار کردیا جاوے۔ پارہ و رکوع سے تحریر فرماویں للہ۔ **نمبر (۵)** کیا لین دین کے معاملات میں مشتری کو اتنی تکلیف دینی جائز ہے؟ **تمام ممبران انجمن جمعہ کے دن** بیٹھکر میرے ان سوالات کے جوابات جیسے مناسب ہوں مفصل تحریر فرماویں۔ کہ تسلی ہو۔ اس معمولی مالیت کیلئے کسی انجمن کے ممبروں کو بذریعہ اخبارات مخاطب کرنا مجھے ہرگز ہرگز پسند نہیں ہے۔ اور اتنی مدت سکوت کا یہی باعث ہے۔ مگر ہندی نویس بزرگ مندرجہ بالا الفاظ زیر لکیر کیوجہ سے میں نے یہی مناسب سمجھا ہے۔ کہ اس معاملہ کی تحقیقات تو کرلی جاوے۔ کہ ایمان اور آخرت سے کون فریق ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ فقط

راقم محمد امین احمدی۔ از مقام داتہ ڈاکخانہ مانسہرہ ضلع ہزارہ ۱۲ جنوری ۱۹۱۱ء

قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے

یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت مومن کی سعادت ہے اور ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے۔ کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ

تلاوت کی اصل غرض عمل ہے

عملی اور اعتقادی قوتوں کا نشو و نما اس وقت نہیں ہوتا۔ جب تک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نہ کرے۔ اور یہ آگاہی

قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے۔

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ترجمۃ القرآن شروع کیا گیا ہے اور اس میں بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں۔ اور اس ترجمہ اور نوٹوں کی

خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجاز قوت کو ظاہر کیا جاوے

یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں۔ اور

عاشق قرآن کریم حضرت مولانا مولوی حافظ نور الدین خلیفۃ المسیح (مدظلہ العالی)

کے درس سے لئے ہوئے نوٹوں آپ کی تحریروں اور ملفوظات اور حضرت مسیح موعود مغفور کی تحریروں ملفوظات اور دیگر بزرگان ملت کے ملفوظات سے جمع کئے گئے ہیں۔ اُن کو آپ نے اب تک نہیں پڑھا۔ تو ضرور پڑھیں۔ کہ اس میں نور ہدایت اور شفاء ہے

ھدیہ فی پارہ .... ایک روپیہ (عہ)۔

نوٹ سات پارے تیار ہیں۔ ساتوں کے اکٹھے خریدار سے۔ سات روپیہ (عہ) معہ محصولڈاک

دفتر الحکم قادیان۔ ضلع گورداسپور سے درخواست کرو۔

میری ذات اور حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے متعلق یہ دو پیشگوئیاں شایع کی تھیں (۱) **یعقوب کی موت قریب ہے** (۲) **مولوی نور الدین صاحب ۱۱ جنوری ۱۹۱۱ء تک فوت ہو جائینگے**۔ میری موت کے متعلق اگرچہ تاریخ نہیں دیگئی۔ مگر جیسا کہ اسنے ظاہر کیا اور پیام پہونچایا۔ اس میں اسکی انتہائی میعاد ۱۱ جنوری ۱۹۱۱ء ہی بتائی ہے بلکہ ترتیب الہام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی موت سے بھی پہلے واقعہ ہوگی کیونکہ اسکیلئے تو ۱۱ جنوری ۱۹۱۱ء مقرر کی۔ (**اور یہ قریب ہی**) کے الفاظ میں ادا کی۔ اللہ تعالی کا کمال شکر اور اسی کا فضل ہے کہ میں زندہ ہوں۔ اور مرتد ڈاکٹر کی حقیقت کا راز اس اشتہار کے ذریعہ کھولنے کی **خدا کے فضل سے توفیق پاتا ہوں** میری زندگی کیا اور موت کیا تاہم اللہ تعالی نے **مرتد ڈاکٹر کو اسکے ذریعہ کاذب ثابت کر دیا**۔ اس پر بس نہیں ہوا۔ بلکہ اللہ تعالے نے اس موقعہ پر ایک عظیم الشان نشان حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی زندگی کے ذریعہ ظاہر کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی تندرستی کے ذریعہ ظاہر کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح سالگذشتہ کی آخری ششماہی سے بیمار چلے آتی ہیں اور ۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء کو گھوڑے پر سے گرنے کے ذریعہ عظیم الشان نشان پورا ہوا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی پیشگوی پوری ہوی۔ اسی نشان کے ضمن میں اب یہ **دوسرا روشن نشان ظاہر ہوا** یہ نشان ایسا نشان ہے۔ جو دنیا کی زندگی اور احیاء کا موجب ہے۔ اور اوس کے ذریعہ الباطل کی موت ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے ۱۱ جنوری ۱۹۱۱ء گذر گئی اور حضرت **خلیفۃ المسیح** (آپ کی عمر دراز ہو) **زندہ ہیں**۔ یہ نشان معمولی نشان نہیں ہے۔ بلکہ ایک **نورانی نشان** ہے جسنے عبدالحکیم مرتد کی تمام پیشگوئیوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور کامل طور پر اس باطل کو کچل دیا اور دنیا پر اسکے بعد خدا کے فضل سے ظاہر ہوگیا کہ **مرتد ڈاکٹر پر شیاطین کا نزول ہوتا ہے**۔ اور اللہ تعالے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے زمین کی پشت پر آسمان کے نیچے یہ حجت نورانی قایم ہوگئی ہے اللہ تعالے کے فضل و کرم پر ہم خدا تعالے کے حضور سجدات شکر بجالاتے ہیں کہ اس نے **حق کا بول بالا کیا اور جھوٹے کا منہ کالا کیا** حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی حضور کو اس مبارک تقریب پر میں صدقدل سے مبارکباد عرض کرتا ہوں کہ "سلامت بر تو اے مرد سلامت" کا بھی مظہر ٹہرا اور وہ باطل جو حضرت مسیح موعود کیوقت سے سر لٹکاتا تھا۔ تیرے ہاتھ پر کچلا گیا۔ وللّٰہ الحمد۔ بالآخر قوم کو بشارت ہے کہ وہ اس موقعہ پر سجدات شکر بجالائے۔ اس پر دوہرا فضل ہوا۔ اللہ تعالے نے ان کے امام کو اس وقت زندہ رکھا۔ اور مرتد کو ذلیل کیا اور اسکے سلسلہ کی سچائی اور عظمت ثابت ہوئی اس پر بھی مفصل لکھنے کیلئے میں دوسرے وقت کی خدا سے توفیق چاہتا ہوں یہ نشان ایسا ہے کہ اسے کثرت سے شایع کیا جاوے۔ **آخر میں ریاست پٹیالہ کے مدبروں اور عالیجناب مہاراجہ صاحب بہادر کے حضور التماس ہے** کہ وہ عبدالحکیم کا پیشگوئیوں کا رجسٹر ضبط کرکے اسے پٹیالہ کے انقلابات کے متعلق دریافت کرے اور اگر وہ نہ بتائے تو انشاء اللہ العزیز ایڈیٹر الحکم اس خدمت کو اسکی دستخطی تحریر کی بنا پر سر انجام دیگا" بہرحال اللہ تعالی کے فضل سے کانے دجال کا کذب کھل گیا۔ اور ثابت ہوگیا کہ مسیح الدجال وہی ہے۔ اے نادان سن! اور غور سے سن تیرا کذب کھلگیا۔ اور ظاہر ہوگیا ہے کہ تو شیطان کے پنجہ میں اسیر ہے۔ صادقوں کے ساتھ ٹکر مارنا اچھا نہیں تو اب بھی ان الفاظ کو یاد کر جو حضرت خلیفۃ المسیح نے بقول تیرے تجھے خواب میں کہے تھے کسیر کا پتھر من کے پتھر کو توڑنا چاہتا ہے خدا نے تیری تائید اور نصرت نہیں کی۔ اور صادق کے مقابلہ میں تجھے ذلیل کیا۔ آ۔ا۔ توبہ کر۔ اور خدا کے فضل سے حصہ لے کب تک تو خدا سے مقابلہ کریگا اور اپنے ضمیر کا خون کرتا رہیگا۔ سلامتی کے شاہزادہ کے پاس آ تجھے سلامتی ملے۔ نور کے پاس آ تو ظلمت سے نکلے تو اب بھی ان الفاظ پر غور کر۔ خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شاہزادہ کہلاتے ہیں ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ یاد رکھ اب آسمان نے تیرا کذب ظاہر کر دیا تو توبہ کر اور خدا سے ڈر اور اس پر غور کر خدا غفور الرحیم ہے تو اگر سچے دل سے توبہ کرے تو وہ تیری ساری خطائیں معاف کر دیگا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح تو اس کی رحمت کا نشان ہیں وہ تو دشمنوں کیساتھ بھی پیار کرتا ہے تو اس کے آستانہ پر آ۔ وہ تجھے گلے لگانیکو تیار ہے اسی طرح پھر جیسا تو نے خواب میں دیکھا! عبدالحکیم! اس وقت کو پہچان اور موقعہ کو ہاتھ سے نہ دے۔ آ! اور صدق و انابت سے آ۔ باز آ ہر انچہ ہستی باز آ۔ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ۔ این درگہ ما درگہ نومیدی نیست۔ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ۔ و ما علینا الا البلاغ

خاکسار (عبدالحکیم کا منتوحی) حضرت خلیفۃ المسیح کا ادنی خادم یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم قادیان ۱۲ جنوری ۱۹۱۱ء بعد دوپہر

(انوار احمدیہ پریس قادیان)

الحکم کا غیر معمولی پرچہ جو ۱۲ جنوری ۱۹۱۱ء کو شایع ہوا :-

احمدی قوم کو بشارت اور مخالفین پر اتمام حجت

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین کی زندگی اور مرتد ڈاکٹر عبد الحکیم (کانا دجال) کی موت :-

الحق کی عظیم الشان فتح اور الباطل کی خطرناک شکست :-

نشان کو دیکھکر انکار کب تک پیش جائیگا - ارے اک اور جھوٹوں پر قیامت آنیوالی ہے

اللہ تعالیٰ کی حمد اور ستائش ہو جس نے دنیا کی رہنمائی اور ہدایت کیلئے مامورین اور مرسلین کے سلسلے کو قائم کیا اور بے انتہا صلوٰۃ اور سلام اور برکات ہوں اس وجود پاک پر جو کمالات نبوت کا جامع اور خاتم اور تمام انبیاء و مرسلین کا امام اور سراج ہے اور جسکا پیارا اور پاک نام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے پھر صلوٰۃ اور سلام ہوں آپکے بروز اور مظہر اتم حضرت مسیح موعود پر جسنے اس زمانہ میں جبکہ خدا تعالیٰ کے پاک نام کی تذلیل اور ہنسی ہو رہی تھی اور راستبازوں اور امام علیہ السلام پر ناپاک حملے ہو رہے تھے۔ خدا تعالیٰ کے زندہ نشانوں اور آیات بینات خدا کی قہری تجلیوں کے ذریعہ اس گم گشتہ صداقت کو پھر دنیا میں قائم کر دیا جسکی زندگی اور ظاہری موت جسکے در و دیوار زن و فرزند سب کے سب آیات اللہ تھے آپکے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح مد ظلہ العالی کو قدرت ثانیہ کے نشانوں عظیم کا مظہر اول ٹھیرایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بعض دشمن مخالفین اور شیاطین آپکی مخالفت میں قسم قسم کے منصوبے اور شرارتیں کرتے رہے اور شیطانی آوازوں نے بعض بعض اوقات آپکی (نعوذ باللہ) تباہی اور ناکامی کی پیشگوئیاں کیں اور وہ نہیں خائب و خاسر اور نامراد اور تباہ کار ہوئے ان کشتگان اعجاز مسیح کی فہرست طویل ہے اور یہاں مجھے اسکے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس وقت مجھے اس تازہ نشان کا ذکر کرنا ہے جو کل ۱۲ جنوری ۱۹۱۱ء کو پوری آب و تاب سے ظاہر ہوا اور وہ **مرتد ڈاکٹر کانا دجال کی روحانی ذلت اور موت ہے** حضرت خلیفۃ المسیح مد ظلہ العالی کی نورانی شعاعوں کی آب و تاب کو دیکھکر عام قاعدہ کے موافق **مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند** بہت سی شیطانی آوازیں مخالفت میں اٹھیں لیکن جسکے ساتھ خدا ہو کوئی اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون کے عہد کیموافق یوماً فیوماً اپنی روحانیت کے انوار سے تاریک دلوں کو منور کر دیا۔ ڈاکٹر عبد الحکیم جب حضرت مسیح موعود کے مقابلہ میں خاسر رہا۔ تو بیعت کے انوار و انعام سے محروم رہا تو اس نے سلسلہ کے منتشر ہونیکی پیشگوئی کی اور اس میں **کانا دجال جھوٹا ثابت ہوا**۔ پھر اس نے حضرت ام المومنین علیہا السلام کی پیشگوئی مشتہر کی اور **بار دیگر اس میں کانا دجال کاذب ثابت ہوا**۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ اس قسم کی ذلتوں کے بعد خاموش ہو جاتا مگر نہیں پھر اس نے اعلان الحق میں حضرت خلیفۃ المسیح مد ظلہ العالی کی موت کی پیشگوئی نہایت مکروہ الفاظ میں کی اور اللہ تعالیٰ کے نائب کو خائب و خاسر کہا۔ اس پر بھی بس نہ کر کے اس نے حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی کو اطلاع دی اصل خط ہمارے پاس محفوظ ہے اور اسے بہت جلد انشاء اللہ العزیز میں شایع کرنے والا ہوں اگرچہ مرتد ڈاکٹر نے لکھا ہے کہ وہ پرائیویٹ ہے اور وہ اسکی اشاعت کی اجازت نہیں دیتا۔ مگر میں اسکی اس ہدایت کی پابندی نہیں کر سکتا اسلئے کہ وہ **ایک خطرناک دستاویز ہے جسمیں ریاست پٹیالہ کے پولیٹیکل انقلابات کا ذکر ہے** اور اسی وجہ سے وہ ڈرتا ہے کہ اس کی حقیقت **ہز ہائینس مہاراجہ صاحب پٹیالہ** پر نہ کھلجاوے لیکن یہ تلخ تجربہ انشاء اللہ اسے کرنا پڑیگا۔ اور کسی نہ کسی رنگ میں یہ واقعات دربار پٹیالہ کے سامنے آنیوالے ہیں۔ اس وقت حقیقت کھلجاویگی بہر حال اس خط کے ذریعہ اس مرتد ڈاکٹر نے

کردینے والی ہونگی۔ بہرحال یہ اعزاز نہایت برمحل ہوا ہے۔

بعض لوگ خصوصًا اس قابل تھے کہ ان کی قدرافزائی ہوتی۔ اور یہ امید کرنا شاید بے محل نہ ہو کہ آیندہ لگرہ کے موقعہ پر انہیں یاد رکھا جاویگا۔ ان میں ایک شیخ علی احمد صاحب پلیڈر گورداسپور ہیں جو ضلع گورداسپور کے مسلمانوں میں ہی نہیں پنجاب میں نہایت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ رفاہ عام کاموں میں بڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور سرکاری خدمات بدول کسی نالش کے کرتے رہتے ہیں۔ نواب سے بہت عرصہ پہلے خان بہادر ہو جانے چاہیئے تھے۔ مگر نہیں معلوم کیوں انکا نام اس فہرست میں نہیں آیا۔ ایسا ہی دہلی کے حکیم احمد سعید خاں صاحب جو وہاں کی میونسپلٹی کے نائب پریسیڈنٹ ہیں اور پبلک اور گورنمنٹ کی بہت سی خدمات کرچکے ہیں۔

حاذق الملک تو چونکہ مخصوص خطاب ہے۔ اسلئے بلحاظ انکی علمی خدمات اور قابلیت کے اور بلحاظ پبلک اور گورنمنٹ کی خدمات کے جو بہ حیثیت آنریری مجسٹریٹ اور وائس پریسیڈنٹ وہ انجام دے رہے ہیں۔ انہیں کوئی اعلےٰ طبقہ کا خطاب ملنا چاہیئے۔ اس قسم کی فروگذاشتیں پبلک کو بعض اوقات افسردہ کرتی ہیں۔ امید ہے گورنمنٹ اپنے سچے خادموں کی جائز قدرافزائی کرکے دوسروں کو جرأت دلائیگی کہ وہ بھی پبلک اور گورنمنٹ کی بہتری خدمات کے لئے قدم اٹھائیں۔

قومی تحریکیں

صدر انجمن کیطرف سے مندرجہ ذیل تحریریں درغرض اشاعت آئی ہیں جنکو قومی توجہ کیلئے درج کیا جاتا ہے۔

(ایڈیٹر)

اطلاع

چوہدری غلام سرور صاحب گرداور قانونگو اور منشی محمد عبداللہ منشی ضلعدار سرگودہا نے محض خدا کی خوشنودی اور سلسلہ کی خدمت کی خاطر احمدی احباب سے چندہ فراہم کرنے کی تکلیف گوارہ فرمائی ہے خداتعالیٰ ان کو جزا خیر عطا فرماوے۔ اس غرض کیلئے چھپی ہوئی مجلد رسیدیں ان کو دی گئی ہیں۔ امید ہے کہ احباب چندہ کی وصولی میں ان کی مدد فرماتے رہینگے۔ جو چندہ دیں گے ان کو ان کی تشفی کے لیے چھپی ہوئی رسیدیں ملیں گے جنکا مثنیٰ کاپی میں ان کے پاس رہیگا۔

محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ

سرکلر میٹر

کانفرنس انجمنہائے احمدیہ کے اجلاس منعقدہ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۰ء میں منجملہ اور امور کے جو پیش ہوئے

ایک اہم امر مجلس معتمدین کی یہ تجویز تھی کہ جملہ انجمنہائے احمدیہ یہ کوشش کریں کہ ان کے سب ممبران کم ازکم بحساب دو پیسے فی روپیہ اپنی ماہوار آمدنی سے سلسلہ کی چار بڑی مدات یعنے لنگرخانہ۔ ہائی سکول۔ مدرسہ احمدیہ اور اشاعت اسلام کے لئے چندہ دیں اور کہ ایسے معاونین کی تعداد کو دس ہزار تک پہنچانیکی کوشش کیجاوے جس جوش اور اخلاص سے مختلف انجمنوں کے سکرٹری یا پریزیڈنٹ صاحبان نے اس موقعہ پر اس تجویز کی تائید کی اس سے مجھے یقین ہوتا ہے کہ کانفرنس کی اس کارروائی کی بنا پر جو اپیل میں آپ کی خدمت میں اس وقت کرتا ہوں وہ بے سود نہ ہو گی۔

گذشتہ سال کی آمد پر جب میں نظر کرتا ہوں جسکی اطلاع مفصل عنقریب آپ کو بذریعہ مطبوعہ رپورٹ پہنچے گی۔ اور اس میں چار مدات مذکورہ بالا کی کل آمد اس سال کی ۰-۸-۲۰۱۵۹ نظر آتی ہے جس میں سے نصف سے کچھ زیادہ یعنی ۳-۷-۱۰۵۲۲ لنگرخانہ کی آمد ہے اور نصف سے کچھ کم باقی تینوں مدات کی تعلیم الاسلام ۶-۸-۵۹۳۴ - اشاعت اسلام ۹-۱۱-۱۷۴۳ - مدرسہ احمدیہ ۶-۱۲-۲۷۳۱۲ - ان میں سے دو مدات ایسی ہیں جن کی آمد کا ذریعہ سوائے چندہ کے کچھ نہیں یعنی لنگرخانہ اور مدرسہ احمدیہ۔ اور دوسری دو مدات یعنی تعلیم الاسلام ہائی سکول میں علاوہ چندہ کے سرکاری گرانٹ۔ عید فنڈ۔ فیس کی آمد اور اشاعت اسلام میں فروخت رسالہ کی آمد علاوہ چندہ کے ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہے جیسا کہ رپورٹ سے آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ ہائی سکول کو چھوڑ کر جسکو مختلف قسموں کی مد پہنچنے سے دوسرے ذرائع سے خاصی آمد ہو جاتی ہے یعنے چار ہزار روپے کے قریب فیس کی آمد اور تین ہزار سے اوپر سرکاری گرانٹ اور عید فنڈ کی آمد باقی تینوں مدات میں خرچ آمد سے بڑھا رہا۔ اس طرح پر کہ اشاعت اسلام میں خرچ آمد سے ۹۸۷ زیادہ ہے۔ مدرسہ احمدیہ میں ۱۱۹۹۔ اور لنگرخانہ میں ۱۰۲۵۔ یہ تو گذشتہ کی حالت ہے اور آئندہ کیلئے اس سے بھی زیادہ مشکلات نظر آتی ہیں ایک مدرسہ احمدیہ کے لئے ہی ۵۹۴۴ یعنی قریبًا چھ ہزار روپیہ خرچ کا اس سال میں بکار ہے اور یہ خرچ سوائے چندہ کے اور کسی طرح پورا نہیں ہوسکتا۔ ادھر آمد کا اگر یہی حال رہے تو بارہ تیرہ سو سے بڑھنے کی امید کم ہے۔ یہی وہ حالات ہیں جنپر غور کرکے گذشتہ سے پیوستہ سال کی رپورٹ میں اس امر کیطرف احباب کو توجہ دلائی گئی تھی کہ "اگر ہم انجمنوں کے ذریعہ صرف دس ہزار آدمیوں سے بھی باقاعدہ چندہ وصول کرسکیں اور یہ دس ہزار آدمی عہد کریں کہ وہ اپنی آمد میں سے دو پیسے فی روپیہ اس سلسلہ کی اغراض لنگرخانہ مدرسہ احمدیہ و اشاعت اسلام کیلئے دیدیں گے تو پانچہزار روپے ماہوار یا ساٹھ ہزار روپے سالانہ کی مستقل آمد اس ذریعہ سے ہوسکتی ہے"۔ اب ایک اور سال کا تجربہ پکار پکار کر کہہ رہا ہو کہ ابھی اس تجویز کو عملی رنگ میں لانیکے لئے کوئی دن کیا کچھ گھنٹے بھی ضائع نہیں کرنے چاہئیں اور جسقدر جلد ممکن ہو اس تجویز کو عملی جامہ بہت جلد پہنانا چاہیئے۔ مجلس معتمدین اور ممبر کانفرنس انجمنہائے احمدیہ نے بھی اس ضرورت کو محسوس کیا ہو اور اس لئے ان سب باتوں کو آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں یہ درخواست آپکی خدمت میں کرتا ہوں کہ آپ اس امر کو کسی قریب تر اجلاس انجمن میں پیش کرکے ان سب احباب کو جو اس سلسلہ میں شامل ہیں۔ پرزور تحریک کریں۔ کہ وہ اس تجویز پر کاربند ہوں۔ مانا کہ ہماری قہری حکومت نہیں ہم کسی کو مجبور نہیں کرسکتے کہ ضرور اسقدر چندہ دو۔ اور وعدہ کرکے وقت پر نہ دو تو ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں کہ ہم جبرًا اس موعودہ رقم کو بھی وصول کرسکیں۔ لیکن کیا اس سلسلہ میں جو لوگ داخل ہوتے ہیں وہ جبرًا ہوتے ہیں۔ یا اب ان کو کوئی مجبور کرسکتا ہے کہ وہ اس میں شامل ہیں ہمارے جو احباب انشراح صدر سے اس سلسلہ میں شامل ہیں۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ سب احباب انشراح صدر سے ہی اس میں شامل ہیں۔ کیا وہ اس بات سے ناواقف ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو اس زمانہ میں قایم کرنیکی غرض ہی خدمت اسلام۔ اگر اس سلسلہ میں ہوکر بھی ہم خدمت اسلام میں حصہ نہیں لیتے۔ تو عملی رنگ میں ہم اس سلسلہ میں نہیں کہلا سکتے۔ اور فرضی طور پر ایک ایسی سلسلہ میں رہنے سے حاصل کیا ہے جو دنیا کی طرف سے مورد طعن و ملامت ہورہا ہے اور تکفیر کا نشانہ بن رہا ہو ایمانی رنگ میں یہ ماننا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے اور وہی مسیح اور مہدی تھے جنکے آنیکا وعدہ دیا گیا تھا۔ اور عملی رنگ میں اسلام کی خدمت میں لگے رہنا یہ دونوں امر سلسلہ میں شمولیت کیلئے ضروری ہیں۔ جیسا کہ اگر یہ سلسلہ خدا نخواستہ خدمت اسلام کے کام کو چھوڑ دے تو پھر یہ مسیح موعود کا سلسلہ نہیں کہلا سکتا۔ اسی طرح پر اگر کوئی شخص اس سلسلہ میں شامل ہوکر خدمت اسلام کے کام کو چھوڑتا ہے۔ تو وہ بھی عملی طور پر سلسلہ میں داخل نہیں کیا جا سکتا۔ خدمت اسلام کے کیا کیا پہلو ہیں۔ ان کی بنیاد خود بانی سلسلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھدی ہو۔ اور انہی کاموں میں حصہ لیکر تم عملی طور پر اس سلسلہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ انہی کاموں کو چلانے کے لئے ایک یہ تجویز ہے جو اس وقت آپ کی خدمت میں پیش کیجاتی ہے۔

دو پیسے فی روپیہ اپنی آمد میں سے اس سلسلہ کے لیے کاٹ دینا کوئی ایسی درخواست نہیں جسے غریب سے غریب شخص بھی جو اس سلسلہ میں شامل ہے پورا نہ کرسکتا ہو۔ یہ کوئی جان کی قربانی نہیں کوئی عزت و وجاہت کی قربانی نہیں۔ ان بڑی بڑی دینوی امیدوں کی قربانی نہیں۔ جو ہر ایک دل میں ہوتی ہیں۔ ہاں ایک مالی قربانی ہو اور وہ بھی بہت چھوٹے پیمانہ پر۔ مگر یاد رکھو کہ اس تمہاری چھوٹی سی قربانی سے دنیا میں عظیم الشان کام ہوسکتے ہیں۔ کتنی چھوٹی سی بات ہے کہ جو شخص سو روپیہ ماہوار کماتا ہے وہ یہی سمجھ لے کہ میں سو نہیں ساڑھے پندرہ کماتا ہوں۔ جو تیس روپے کماتا ہو وہ اپنے نفس کو آسانی سے سمجھا سکتا ہے کہ میں تیس نہیں انتیس کماتا ہوں۔ یاد رکھو کہ اس چھوٹے سے حصے کو کاٹ دینے میں تمہارا نقصان کوئی نہیں اور فائدے بہت سے ہیں۔ اس حصہ کے خدا کی راہ میں خلوص نیت سے کاٹ دینے سے تمہارے اموال پاک ہو جائیں گے اور ان میں برکت ہو گی۔ تمہارے ایمان عملی رنگ اختیار کرکے مضبوط ہو جائیں گے۔ تم انصار اللہ کہلاؤ گے۔ تم دنیا میں بڑے بڑے کاموں کو سرانجام دیکر ایک بڑی قوم بن جاؤ گے۔ تم اللہ کے نزدیک اجر و ثواب کے مستحق ٹھیرو گے۔ تم سے پہلے ان لوگوں نے جنکے نقش قدم پر تمہیں چلنے کا دعویٰ ہے وہ وہ قربانیاں کرکے دکھائی ہیں۔ کہ مالوں۔ گھروں جائدادوں۔ قریبیوں۔ رشتہ داروں۔ عزت و وجاہت سب کچھ قربان کرکے آخر جانیں بھی قربان کردیں۔ آج کے نام آسمان پر روشن ستاروں کیطرح دنیا کے آخر تک چمکیں گے۔ ان مثالوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو۔ اور اسی راہ پر قدم مارنیکی کوشش کرو۔ اگر تم میں سے وہ اشخاص ہیں۔ جنہوں نے اپنی کل امیدوں کو خدا کی راہ میں قربان کردیا۔ یا جنہوں نے اپنے

مدرسہ احمدیہ اور احمدی قوم

مدرسہ احمدیہ اُس مدرسہ کا نام ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یادگار کے طور پر دینی علوم کے لئے قادیان میں جاری کیا گیا ہے۔ قادیان کا نام دنیا میں جو کشش رکھتا ہے۔ اس کی وجہ

صرف مذہب ہے

اس جگہ سے حقیقی مذہب اسلام کی صداقت اور احیا کیلئے ایک چشمۂ صافی پیدا ہوا۔ اور اس نے دور و نزدیک اس شیریں و خوشگوار آب زندگی کی نہروں کو پہونچا کر ایک عالم کو سرشار کیا۔ قادیان کے نام میں صرف یہی ایک کشش ہے۔ ایسے وقت میں کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ گیا تھا۔ اور

مسلماناں در گور و مسلمانی در کتاب

کا مضمون صادق آرہا تھا۔ ایک فارسی الاصل بزرگ کو اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی کا مجدد اعظم بنا کر بھیجا۔ جو گمراہانِ ملت کیلئے مصلح اور مریضانِ ہدایت کے لئے مسیح ٹھہرا۔ اس نے اپنے جدید علم کلام کے ذریعہ مخالفین اسلام پر حجت پوری کی۔ اور اسلام کی صداقت کو عقلی اور نقلی دلایل و براہین سے ثابت نہیں کیا۔ بلکہ خدا کے زور آور حملوں نے اس سچائی کو ثابت کیا۔ اور زندہ اور تازہ نشانات اور علمی صداقتوں نے اسلام کا بول بالا کیا۔ حضرت مسیح موعود مغفور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس صداقت کو دنیا میں پھیلانے اور اس چشمہ کو ہمیشہ کے لئے موثر اور جاری رکھنے کے لئے ایک مدرسہ تعلیم الاسلام قایم کیا۔ جو آج ہائی سکول کی صورت میں قایم ہے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کے قایم کرنے میں حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو اصل غرض تھی۔ اس میں شک نہیں کہ وہ غرض موضوع یا اصل مقصد نہ رہی بلکہ ایک ضمنی مقصد رہ گئی۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو محسوس کیا اور ۱۹۰۵ء میں مدرسہ کے متعلق خصوصیت سے توجہ کی اور احباب سے مشورہ چاہا۔ اس وقت جو ترمیم اور تبدیلی حضرت مسیح موعود مغفور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدرسہ کے متعلق چاہتے تھے۔ اس نے ایک دینی مدرسہ کی اجرا کی شکل اختیار کی۔ اور حضرت کے وصال کے بعد وہی مدرسہ دینیہ حضرت کی یادگار مقدس کی صورت میں مدرسہ احمدیہ کے نام سے جاری ہوا۔ اب تک اس مدرسہ کی طرف جیسی چاہیئے ویسی توجہ نہیں ہوئی۔ میرے بعض دوست جو نکتہ چینی اور اصلاح کے خیال سے اختلاف رائے کی قدر نہیں کرسکتے۔ وہ مجھے معاف رکھیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس مدرسہ کیطرف عدم توجہی کی وجہ سے ایک خطرناک غلطی ہوئی ہے۔ سالگذشتہ کے آخری حصہ میں مدرسہ احمدیہ کا انتظام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جیسے اولوالعزم بزرگ کے سپرد ہوا ہے۔ اور آپ نے مدرسہ کی اصلاح حالت کیطرف توجہ فرمائی ہے اور اس طرح پر یہ کہنا ہرگز بے محل نہیں کہ دینی مدرسہ کا انصرام اس وجود کے سپرد ہوا جو اس کا اہل و حقدار تھا۔ اس میں وہی جوش اور غیرت کام کر رہی ہے جو اس کے اور ہم سب کے آقا حضرت مسیح موعود مغفور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تھی۔ مدرسہ احمدیہ اس لحاظ سے کہ احمدی قوم کا نشان

دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے

ہائی سکول سے بہر حال بہتر اور افضل حالت میں ہونا چاہیئے۔ مگر اس کی موجودہ حالت نہایت قابل رحم ہے۔ طلباء کے لحاظ سے آجتک یہ کوشش کی گئی کہ جو طالبعلم مدرسہ تعلیم الاسلام میں وظیفہ کے ذریعہ پرورش پا رہے تھے ان کو اس میں داخل کرنے کی کوشش کی گئی۔ بجائیکہ یہ وظیفہ قابلیت پر نہیں دیئے جاتے ہیں۔ اس مدرسہ میں ضرورت ہے کہ امرا کے بچے داخل ہوں تاکہ اس طرح پر ان کے گھروں میں بھی دینی تعلیم کا رواج ہو۔ اور وہ اپنی وجاہت اور خاندانی عظمت کے ساتھ جب فارغ التحصیل ہوکر نکلیں تو خدمت دین کے لئے عمدہ موقعہ حاصل کرسکیں۔ اس خصوصیت میں بہترین نمونہ ہمارے بزرگ ٹرسٹیاں صدر انجمن کو پیش کرنا چاہیئے تھا جنکو اللہ تعالیٰ نے ایک سے زیادہ بچے دیئے ہیں۔ اگر وہ سب نہیں تو کم از کم ایک ایک بچے کو ہی مدرسہ احمدیہ میں بھیجتے۔ اور ان کے بعد ان تمام دوستوں کو جو خدا کے فضل سے صاحب مال ہیں۔ مناسب تھا۔ اور ہے کہ وہ اپنے بچوں کو مدرسہ احمدیہ میں بھیجکر ثابت کر دکھائیں کہ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے دینی تعلیم کو بھی مقدم کرلیا ہے۔ میں اس موقعہ پر اس ذکر کے لئے اپنے دل میں جوش پاتا ہوں کہ ہمارے آقا و مرشد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تیسرے صاحبزادہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب جو آجکل فورتھ ہائی میں پڑھتے ہیں، عنقریب دینی تعلیم کا کورس شروع کرنے والے ہیں۔ اور حضرت صاحبزادہ نے پسند فرمایا ہے کہ

وہ دینی تعلیم کو حاصل کریں

یہ نظیر ان دوستوں کے لئے قابل عمل ہے جو دینی اشاعت کے لئے ایک جوش دل میں رکھتے ہیں۔ میرے دوستو! اگر تمہارے بچے۔ ایم۔ اے۔ اور بی۔ اے۔ کی ڈگریاں بھی حاصل کریں۔ اور سپنسر اور مل کے فلسفہ سے بھی زیادہ قابلیت حاصل کریں۔ لیکن وہ دینی تعلیم سے محض ناواقف ہوں

تو یہ ڈگریاں ہیچ ہیں!

احمدی قوم کے لئے جو امر باعث امتیاز اور ناز ہے وہ اس کی علمی اور عملی دینداری ہے۔ وہ اشاعت اسلام کے لئے ایک جوش رکھتی ہے۔ اور قادیان کا نام اشاعت اسلام اور عزت اسلام کا مترادف سمجھا جاتا ہے ایسی حالت میں اگر مدرسہ احمدیہ کو خصوصیت سے ترقی نہ دی گئی اور اس کی جانب توجہ نہ ہوئی۔ تو یہ قابل تفہیم امر ہوگا۔

پہلا فرض یہ ہے کہ ہمارے ان احباب کو جن کے بچے پہلے سے مدرسہ تعلیم الاسلام میں پڑھتے رہے ہیں۔ اگر ایک سے زیادہ ہیں تو ان میں سے وہ ایک کو ضرور مدرسہ احمدیہ میں منتقل کریں میں یقیناً جانتا ہوں کہ بعض ایسے بھی ہوں گے جو اپنے اکلوتے بچوں کے لئے بھی پسند کریں گے کہ وہ دینی علوم کے ماہر ہوں۔ اور اشاعت اسلام کا ذریعہ بنیں۔ اس سے بڑھکر خوش قسمت کون باپ ہو سکتا ہے جس کا بچہ اشاعت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرنیوالا ہو۔ دنیاداروں کے بچوں سے فائدہ اٹھانا کوئی یقینی امر نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ یقینی بات ہے کہ اگر ایک باپ اپنے بیٹے کو اس نیت سے دینی علوم پڑھاتا ہے کہ وہ خادم دین ہو تو اس کی اس نیت کا اجر اُسے ضرور ملیگا۔ اس لئے یہ ایک موقعہ ہے کہ احباب توجہ کریں۔ اور اس مدرسہ احمدیہ میں اپنے بچوں کو داخل کرائیں۔ اسکے بعد دوسرا فرض احمدی قوم کا یہ ہے کہ مدرسہ احمدیہ کے اخراجات کے لئے مستقل چندوں سے مدد دیں۔''

سال نو کے خطابات

سال نو کے خطابات کی فہرست شایع ہو گئی ہے مجھے ضرورت نہیں کہ اس پر کوئی مبسوط بحث کروں۔ البتہ میں ہمعصر پیسہ اخبار کی اس رائے سے متفق ہوں کہ اعلےٰ طبقہ کے اعزازوں میں دیسی شرفا کو بہت کم حصہ ملتا ہے اور ان کی شاندار خدمات عموماً خانصاحب یا خان بہادر اور رائے صاحب۔ یا رائے بہادر کے لایق پائی جاتی ہیں۔ خطابات کے عطا کرنے میں اگرچہ رموز مملکت کو سرکار خوب سمجھتی ہے۔ مگر اس میں کلام نہیں کہ بعض اوقات قابل اور جائز حقدار گو وہ اپنی خدمات کا اعتراف نہ بھی چاہتے ہوں محروم رہجاتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں میں ہمعصر زمیندار کی اس رائے سے بھی اتفاق کرتا ہوں کہ اخبار نویسوں کا رجحان خطاب حاصل کرنے کیطرف نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ خطاب دلانیوالا گروہ ہے۔ علاوہ بریں اخبار نویسوں کے لئے خانصاحب یا خان بہادر کے خطابات کچھ موزون بھی معلوم نہیں ہوتے۔ ان کے لئے اگر کوئی خطاب دینے ہی ضروری سمجھے جائیں۔ تو ان میں ان کے کام کا رنگ ہونا چاہیئے۔ جیسے دبیر الملک وغیرہ''

نئے سال کے خطاب پانیوالوں میں سے عالیجناب فقیر سید افتخار الدین عزت نشان کا خطاب سی۔ آئی۔ ای ایسا ہے جو پنجاب اور صوبہ سرحدی میں نہایت شکرگذاری کیساتھ دیکھا گیا ہے۔

فقیر صاحب کی خدمات بہ حیثیت سفیر کابل ایسی ہیں کہ اُن کی نظیر نہیں ملتی ہے۔ اس صورت میں اگر انہیں سی۔ آئی۔ ای کے طبقہ سے بڑھکر کوئی اعزاز دیا جاتا۔ تو عین مناسب ہوتا۔ پیسہ اخبار کی طرح یہ امید کرنے کا موقعہ نہیں ہے کہ غالباً گورنمنٹ نے اپنے اظہار قدر دانی کو بالفعل عطائے خطاب اور ترقی منصب کی دو نوعیتوں میں تقسیم کرنا مناسب سمجھا اور اعلےٰ خطاب کی امید کسی آیندہ موقعہ پر ملتوی رکھا۔ فقیر صاحب کی خدمات متعلقہ بندوبست اس پر انشاء اللہ اور بھی اضافہ

مالوں کے بڑے حصے کو خدا کی راہ میں صرف کر دیا - تو تم خود ہی غور کر کے دیکھ لو کہ آیا وہ فی الواقعہ دنیا میں غریب اور ذلیل ہو گئے اور معیشت کی تنگی ان پر وارد ہو گئی؟ اور اگر تم سے وہ اشخاص ہیں جنہوں نے اپنے مالوں کے کسی معتدبہ حصہ کو اس راہ میں آج تک صرف نہیں کیا تو کیا وہ اس کے نہ دینے سے دنیا میں معزز اور امیر بن گئے ہیں؟ یہ مال جو تم کماتے ہو یہ تو کسی نہ کسی طرح فنا ہوتے چلے ہی جاویں گے مبارک ہے وہ جوان کے کسی حصہ کو قربان کر دیتا ہے - کیونکہ یہی وہ حصہ ہے جو بیج کی طرح بویا جاتا ہے اور جو آخر کار وہ ثمر لاتا ہے جو انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا - پس اب بھی گذشتہ نقصان کی تلافی کے لئے کمربستہ ہو جاؤ - ہمت کے آگے سب مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں"

یاد رہے کہ اس تحریک سے یہ غرض ہے کہ (۱) جو احباب اب تک چندہ نہیں دیتے - یا دو پیسے فی روپیہ یعنی اپنی آمد کے بتیسویں حصہ سے کم چندہ دیتے ہیں - ان سے کم از کم اس حساب چندہ لیا جاوے - نہ یہ کہ جو احباب اب زیادہ چندہ دیتے ہیں وہ اسے کم کر دیں (۲) چندہ کی وصولی باقاعدہ ماہوار ہو جاوے دینے والے بھی یہ کوشش کریں کہ مہینہ کے مہینہ اس رقم کو شروع سے ہی کاٹ کر الگ کر دیں - اور وصول کرنیوالے بھی یہ کوشش کریں - کہ وہ دوسرے مہینہ تک بقایا نہ رہنے دیں - کیونکہ اس طرح دینے والے کیلئے مشکل ہو جاتا ہے (۳) نئی فہرستیں اگر ممکن ہو تو ۳۱ جنوری تک ورنہ اخیر فروری تک ضرور دفتر سکرٹری میں پہونچ جانی چاہئیں - تاکہ یہاں بھی حساب کتاب جملہ چندہ دہندگان کا کھول دیا جاوے - اور بقایا وغیرہ کا مطالبہ کیا جا سکے"

نوٹ - جو احباب وصیت کے رو سے دسواں حصہ آمد دیتے ہیں - ان کے سب چندے اسی دسویں حصہ میں شامل سمجھے جاویں گے"

نوٹ - یہ نہایت ضروری ہے کہ اس جلسہ انجمن میں سب احباب کو جمع کرنے کی کوشش کیجاوے اور جو نہ شامل ہو سکیں - ان کو اس تجویز میں شامل کرنیکیلئے ہر ایک انجمن میں سے ایسے دو تین مستعد احباب جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ یہ جوش ڈالے ان کے پاس گھروں میں جاویں اور حتی الوسع یہ کوشش ہو کہ کوئی فرد اس سے باہر نہ رہے والسلام -

خاکسار محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا نکتہ نوازی

۱۴ - ۱۵ جنوری ۱۹۱۶ء کی گذشتہ شب کو یہ عاجز کسی سبب سے بیدار ہوا - تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ سخت سردیوں کے دن ہیں اور اکثر بھائیوں کے پاس جو تحصیل رضاء الٰہی کے لئے قادیان میں آئے ہیں - لحاف نہیں ہیں - اور کوئی نہ کوئی مسافر دوسرے تیسرے روز ایسا آ جاتا ہے - جسکے پاس بسترہ وغیرہ نہیں ہوتا ہے - ابتک ۲۷ لحاف اس عاجز نے بنائے ہیں - کچھ خلیفۃ المسیح نے بھی بنوائے ہیں - نیز چند کمیٹی نے کل شاید چالیس پچاس انتہا درجہ ہوں گے - لیکن قادیان میں کم از کم سو ضعفا جمع ہیں - اور آیندہ آمد کا دروازہ کھلا ہے اور سردیاں امسال حد سے زیادہ پڑی ہیں - اور بارشیں پیچھا نہیں چھوڑتیں - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امسال سرما کا موسم مقدار سے زیادہ دیر تک رہیگا - نیچے تو بیچارے مسافر کسی گھاس بچھا لیتے ہیں - لیکن اوپر کے لئے ضرور آجکل لحاف چاہئیں جن کی بہت کمی ہے - اس لئے مسافر اور ضعفا مجھ سے مانگتے ہیں - کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ میں ضعفا کا مہتمم بن بیٹھا ہوں - مگر میں حیران ہوں کہ اب لحاف بھی چکے اور ہنوز مانگ باقی ہے - میں کیا کروں اس پریشانی میں میری نیند اُچاٹ ہو گئی اور بیقراری بڑھنے لگی - یہانتک کہ میں چشم پر آب ہو گیا - میرے دل نے اپنے مالک رب کیطرف رجوع کیا اور خواہش پیدا ہوئی کہ اس معاملہ میں اس طرف سے کچھ مدد ملے - اس وقت میرے دل میں کچھ ڈھارس پیدا ہوئی جس سے میں اطمینان پاکر سو رہا - صبح کو میں نے بعد نماز صبح اپنے دوستوں سے مسجد میں اس طرح اظہار کیا - کہ بنی اسرائیل میں ایک فاحشہ زانیہ تھی - وہ کہیں جاتی تھی کہ راہ میں اتفاقاً وہ کسی کنوئیں میں پانی پینے کے لئے اتری جس میں لوگ اتر کر پانی پیا کرتے تھے - جب وہ پانی پی کر اوپر آئی تو اس نے دیکھا کہ ایک کتا شدت پیاس سے کیچڑ چاٹتا ہے اس عورت کے دل میں اس کتے کی حالت پر رحم آیا - اور وہ دوبارہ کنوئیں میں اتری اور اپنے پاؤں کے موزے میں پانی بھر کر منہ سے پکڑ کر اوپر چڑھی - اور اس کتے کو پانی پلایا اس زانیہ کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ ایسا راضی ہوا کہ اس کو بہشت میں داخل کر دیا - یعنے اس فعل نیک کی برکت سے وہ تائب ہوئی اور بعد مرنے کے جنت میں داخل ہوئی -

اب میں اپنے عزیز دوستوں احمدیوں سے سوال کرتا ہوں کہ ہمارے احمدی بھائی اس بنی اسرائیل کی زانیہ سے اپنے آپ کو بہتر سمجھتے یا بہتر بنانا چاہتے ہیں - یا نہیں اور شفقت علیٰ خلق اللہ - معاذ اللہ کیا ان میں اس زانیہ سے بھی کم ہے اور یہ ہمارے بھائی احمدی اپنے احمدی بھائیوں کو جو دور دراز ملکوں سے تحصیل رضائے الٰہی کے لئے قادیان میں جمع ہیں - اس کتے جیسا بھی نہیں سمجھتے جسکو رحم کر کے اس زانیہ نے جنت حاصل کی تھی - اور کیا ہمارے بھائی جنت حاصل کرنے کے خواہشمند نہیں - بیشک ہمارے بھائی اپنے بھائیوں کو کتے سے زیادہ پیار سمجھتے اور ضرور بہشت کے خواہشمند ہیں بلکہ مجھے خیال ہے کہ وہ اپنے عزیز بھائیوں کی تنگی پر مطلع نہیں ہیں - لہذا میں انہیں مطلع کرتا ہوں کہ موسم سخت سرما کا ہے - اور ہنوز جاتا نظر نہیں آتا اور لحاف و کمل کی یہاں نہایت ضرورت ہے کل احمدی جماعت توجہ فرماوے - لحاف کمل یا روپیہ سے ہماری مدد کرے - جسقدر جلد ممکن ہو ہمارے احمدی دوست ہماری دستگیری فرماویں - روپیہ بھیجیں تاکہ ہم خود لحاف بنالیں یا لحاف و کمل خود بنا کر و خرید کر عنایت کریں - ایسا نہ ہو - تا تریاق از عراق آوردہ شود - مارگزیدہ مردہ شد حدیث شریف میں ہے من لا یرحم لا یرحم جو کسی پر رحم نہیں کرتا - اس پر خدا بھی رحم نہیں فرماتا" وما علینا الا البلاغ"

الملتمس ناصر نواب قادیان ۱۵ - جنوری ۱۹۱۶ء -

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے نام ایک خط

ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیش گوئی جسطرح باطل ہوئی ہے اور اللہ تعالےٰ نے اسے جسطرح پر شرمندہ کیا ہے - اس کا ذکر الحکم کے گذشتہ معمولی پرچہ میں کیا جا چکا ہے - حضرت فاضل امروہی نے ۱۴ جنوری ۱۹۱۶ء کو ایک قابل قدر خطبہ اسی مضمون پر پڑھا - فاضل امروہی کا بیان اور تحریر جیسی جامع اور مانع ہوتی ہے - اُسے انکے دشمنوں نے بھی ہمیشہ تسلیم کیا ہے - اور علمی طور پر ان کی تصانیف کو لاجواب مان لیا ہے - فاضل امروہی کے خلف الرشید سید محمد یعقوب صاحب نے اس خطبہ کا خلاصہ لیکر ڈاکٹر موصوف کو ایک خط لکھا ہے - جس کو میں سعید صاحب موصوف کی مہربانی سے شائع کرنیکے قابل ہوں - اس خط کو پڑھ کر کانے دجّال کا طلسم ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گیا ہے - اور ہماری جماعت کے ہاتھ میں ایک کارگر حربہ اور معیار ہاتھ آ جائیگا - اور اللہ تعالےٰ سید صاحب موصوف کو توفیق دے کہ وہ آیندہ بھی خدمت دین کیلئے ایسا جوش پا سکیں -

(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب -

بعد سلام مسنون کے گذارش ہے کہ آپکا خط مورخہ ۱۱ - نومبر ۱۹۱۵ء بنام حضرت قبلہ مولوی صاحب صادر ہوا تھا - اور بموجب آپ کی تحریر کے نہ اس خط کی اشاعت ہوئی اور معینہ ۱۱ جنوری ۱۹۱۶ء تک کیگئی تھی اور نہ اس کا جواب آپ کو لکھا گیا تھا - اس لئے کہ بموجب ارشاد خدا بقاعدہ استثنا متصل کے جز الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب" میں ہے کچھ شیطانی خطفہ آپکو ہو گیا ہوگا - اور بدیں وجہ کوئی جزو پیشگوئی کا واقعہ ہو جاوے -

لیکن بحمد اللہ تاریخ ۱۲ جنوری تک آپ کی تمام پیشین گوئی باطل نکلی - اور ایک خطفہ شیطانی بھی سچا نہ نکلا - لہذا اب مناسب معلوم ہوا کہ آپ کے خط کا جواب آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا جاوے شاید آپ کو تنبیہ ہو کر ہدایت حاصل ہو جاوے - لہذا ۱۴ - جنوری کے خطبہ میں سے جو کہ حضرت قبلہ نے پڑھا ہے - انتخاب کر کے جواب خط روانہ کرتا ہوں - یہ تو ظاہر ہے کہ دونوں موتوں کی پیشینگوئی - یعنی مولوی نورالدین صاحب و شیخ یعقوب علی (ایڈیٹر الحکم) کی موت بطور مباہلہ کے نہ تھی - کیونکہ آپ فرماتے ہیں - کہ میری کئی دعائیں بھی اس کے لئے موجود ہیں جو کہ وقتاً فوقتاً مجھکو معلوم ہوتی رہیں - اور اس الہام کے ساتھ بھی دعا یہ اور نیز عالم رؤیا میں آپ نے یہ دعا بھی کی - کہ اگر مولوی نورالدین سچے ہیں تو مجھے ان کی طرف پھیر دے - اور اگر میں سچا ہوں تو میری طرف ان کو رجوع کر دے - اس سے بھی معلوم ہوتا

کہ آپ کے شیطان ملہم کو آپ کے حق ہونے میں تردد ہے اور اسی لئے (یعنی آپ دعا بھی کرتے ہیں کہ اے خداوند اس عاجز (یعنی مولوی نورالدین) پر رحم کر۔ اندریں صورت۔ مباہلہ کیا۔ چونکہ مباہلہ میں تو ہر ایک فریق کو اپنی حقیت قطعی ہوتی ہے۔ ورنہ فریقین میں سے کوئی فریق مباہلہ کیونکر کرے۔ کما قال اللہ تعالیٰ:۔ فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ادہر آپ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں ایک بیعلم۔ بے عمل۔ گنہگار انسان ہوں۔ میرا کوئی دعوےٰ نہیں ہے۔ اور یہ بھی آپ کا اقرار ہے کہ کوئی تاریخ ۱۱۔ جنوری سنہ ۱۱ء سے زیادہ نہیں کی گئی۔ اور اس پر علاوہ یہ ہے کہ آپنے اپنے تفسیر القرآن جو نقرآن میں حضرت اقدس مرزا صاحب کی صداقت کو بڑے زور و شور سے ثابت کیا ہے۔ اور ابھی تک اُن دلایل کو منقوض نہیں کیا گیا۔ اور نیز بعض اپنے رویاء اور الہامات سابقہ سے بھی حضرت اقدس کی صداقت آپنے ثابت کی ہے۔ اور بیس برس تک آپ ثابت کرتے رہے وتلک عشرۃ کاملۃ بس اس لئے از برائے خدا گذارش ہے کہ آپ ان سب امور عشرہ پر غور کر کر اپنے ارتداد سے توبہ کریں اور خوب یاد رکہیں۔ کہ مسایل دین اسلام کے ایسی خوابوں اور الہامات شیطانی سے (اگرچہ کوئی جز اُن کا پورا بھی ہوجائے) اور بھیر مسایل مہہ دین اسلام کے ثابت نہیں ہوسکتے۔ بعض خوابیں کنجری اور کنجروں کی بھی سچی ہوجاتی ہیں۔ اور حکمت الٰہی اس میں یہ ہے کہ اس نظیر کے موجود ہونے سے ہر ایک انسان پر کارخانہ نبوت کی تصدیق کے لئے اتمام حجت ہوجاوے۔

ڈاکٹر صاحب خوب یاد رکہیں۔ کہ جسطرح علوم ظاہری میں تلبیس اور اشتباہ واقع ہوتا ہے۔ جیساکہ روافض اور خوارج وغیرہ وغیرہ اپنے نشانات باطلہ اور وساوس باغوائے شیطان پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح عالم روحانی میں بھی تلبیس اور دجالیت جاری ہے کما قال اللہ تعالیٰ:۔ ان الشیطین لیوحون الی اولیاءھم۔ صد افسوس! کہ آپ نے حقیقت الوحی کے باب اول و دوم و سوم کا بھی مطالعہ نہیں کیا جو خاص آپ کے لئے لکھا گیا ہے۔ باوجودیکہ آپ بے علم ہیں کما مرّ اقرارکم۔ جناب قبلہ کے رسایل علمیہ کو بھی آپ نے نہیں دیکھا۔ اگر آپکو طلب حق ہے تو ان علمی رسایل کو بھی مطالعہ فرماویں۔ اور یا صرف دو ہفتہ کیلئے طالب علم اور تصفیہ ان مسایل متنازعہ فیہا کیلئے جناب قبلہ کے پاس تشریف لے آویں۔ بالفعل تا آپ کی تشریف آوری کے کچھ مابہ الامتیاز بھی مابین استراق السمع اور الہامات ربانی کے آپ کی خدمت میں گذارش کیا جاتا ہے۔ الہامات شیطانی کی نسبت تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا یسمعون الی الملاء الاعلیٰ ویقذفون من کل جانب دحوراً ولہم عذاب واصب۔ جسکا ماحصل یہ ہے کہ ملاء الاعلیٰ کے اخبار جو متعلق قضاء وقدر اہالی عرض کے ہوتے ہیں شیاطین پورے طور پر نہیں سن سکتے۔ اور آسمان کے ہر ایک طرف سے وہ سنگسار کئے جاتے ہیں۔ اور دائمی عذاب ان پر واقع ہوتا ہے۔ اگر وہ کوئی کلہ ان اخبار میں سے سن بہاگتے ہیں۔ تو ایک ستارہ روشن اُن پر گرتا ہے۔ انتہیٰ حاصلہ۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے

کہ کوئی کلمہ اخبار غیب میں کا اولیاء شیاطین کو بذریعہ شیطان بھی پہونچ جاتا ہے۔ پس ایسے کلمہ کے پورے ہونے سے اولیاء شیطان کا مقدس اور مطہر اور مقرب من اللہ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی نسبت بھی کاہنوں نے آل فرعون کو خبر دی تھی۔ اور وہ پوری ہوگئی۔ مگر یہ پیشین گوئی کرنیوالے رسول نہیں ہوگئے۔ ہر دو صورت گرہیم ماندرواست۔ آب تیغ و آب شیر را صفا است بلکہ بلعم باعور جو قبل مقابلہ کرنے حضرت موسیٰ کے ولی مستجاب الدعوات تہا۔ اور رویاء صادقہ اور الہامات بھی اسکو ہوتے تھے۔ وہ بسبب مباہلہ یا مقابلہ کرنے ایک مامور من اللہ کے مردود جناب باری ہوگیا۔ جسکا قصہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان آیات میں مذکور فرمایا ہے:۔

واتل علیہم نبأ الذی اٰتینٰہ اٰیٰتنا فانسلخ منہا فاتبعہ الشیطٰن فکان من الغٰوین الخ +

اب پھر میں آپ کی ہمدردی کر کر عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ آیات اور نشانات مندرجہ تفسیر جو آپ کو دیئے گئے تھے۔ اب بیس برس کے بعد کیوں اب ان سے منسلخ ہوئے جاتے ہیں۔ جیساکہ بلعم منسلخ ہوگیا تھا۔

اور شیطانی الہامات کے تابعہ ہوکر غاوین میں کیوں داخل ہوئے جاتے ہیں۔ باوجودیکہ ان آیات سے آپکا رفع ہوسکتا تھا۔ پھر پستی کی طرف جہک کر اپنی ہوا اور ہوس کے کیوں آپ متبع ہوئے ہیں کیا ایسے لوگوں کی مثال پر آپ تدبر نہیں کرتے فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث یہ قصہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں آپکے تفکر اور تدبر کے لئے فرمایا تھا۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ ذٰلک مثل القوم الذین کذبوا باٰیٰتنا فاقصص القصص لعلہم یتفکرون۔ ساء مثلا القوم الذین کذبوا باٰیٰتنا وانفسہم کانوا یظلمون۔ اپنے ان تمام آیات کی تکذیب کر کر جو کچھ کہ آپ کو حاصل تہا۔ اس کو بھی آپ نے غارت کردیا جیساکہ بلعم نے تمام اپنے کمالات کو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں کہودیا۔ صدق اللہ تعالیٰ من یہدی اللہ فہو المہتدی ومن یضلل فاولٰئک ہم الخٰسرون۔ آپ نے تو اس زمانہ کے موسیٰ ع کی نسبت یہ الہامات بھی دیکھے ہوں گے کہ انت فیہم بمنزلۃ موسیٰ۔ لعلی اطلع علی الٰہ موسیٰ۔ یاتی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ۔ انا ارسلنا الیکم رسولا شاہدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ پھر آپ نے پرا غدین ہونے کا خیال بھی پیدا کرلیا ہوگا۔ اور عصاء موسیٰ کو بھی دیکھ لیا تہا۔ وغیرہ وغیرہ۔ افسوس! کہ آپ کو ان سے بھی عبرت حاصل نہیں ہوئی۔ پھر ابتک بھی آپ کو عبرت حاصل نہیں ہوئی۔ باوجودیکہ آپکا اقرار ہے کہ مجھ کو کوئی دعوےٰ نہیں۔ پھر اس مدعی کو جس کی تصدیق ہزاروں نشانات آسمانی اور زمینی سے ثابت ہو چکے۔ تاہم آپ اس سے متاثر نہیں ہوئے۔ اور خود ہی بلعم اور مبلغ بن گئے۔ مگر یہ تو کہو کہ آپ نے کونسی جماعت متقین کی تیار کی جو آپ کی متبع ہوئی ہو۔ اور پھر

آپ کی متبع ہوکر وہ جماعت کیا نتیجہ حاصل کرتی۔ جبکہ آپ خود کہتے ہیں۔ کہ میں بے علم اور بے عمل گنہگار ہوں۔ کیا اچھا کہا ہے کسی شاعر نے ؎

خیالات نادان خلوت نشین۔
بہم برکند عاقبت کفر و دین

یہ حال ہے ان الہامات شیطانی اور خوابوں کا۔ جو الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب کا مصداق ہیں از برائے خدا ان خوابوں اور الہاموں شیطانی پر آپ فخر اور ناز نہ کریں۔ مبادا کوئی گولا آسمانی جیساکہ روحانی طور پر آپکے شیطان پر گرتا ہے۔ کہیں ظاہری طور پر بھی آپکے اوپر نہ گر پڑے۔ علاوہ اس خطفہ شیطانی کے اوضاع سماویہ و اطوار رمانی الجو وغیرہ وغیرہ بھی اسباب بعض علوم ہوجاتی ہیں۔ جنکو علم لدنی سے کوئی تعلق اور نسبت نہیں ہوتی ہے علم آب ہوا وغیرہ کے دفاتر گورنمنٹ عالیہ میں موجود ہیں۔ جن کے ذریعہ سے بڑی بڑی پیشگوئیاں کیجاتی ہیں۔ اور بعض اُن کی واقع بھی ہوجاتی ہیں۔ مگر یہ جملہ پیشین گوئیاں بھی تقرب الٰہی سے کوئی نسبت نہیں رکھتیں۔ اگر کوئی ہیئت دان ان کے ذریعہ سے دعوےٰ تقرب الٰہی کرے۔ تو وہ بھی ملعون ہے ؎

لعنت اللہ این عمل را در قفا
رحمت اللہ این عمل را در وفا

ہاں یہ بھی سن رکھیئے کہ جو کوئی پیشین گوئی حضرت اقدس کی آپ کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔ آپ صرف دو ہفتہ کے لئے تشریف لاکر علی منہاج النبوۃ اس کو سمجھ لیں۔ کیونکہ حضرت اقدس کی جملہ پیشین گوئی واقع ہوچکی ہیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ اور ہونگی انشاء اللہ تعالیٰ"

مگر چونکہ آپ بموجب اپنے اقرار کے جاہل اور بے علم ہیں اس لئے آپ کو اُن کی فہم و علم کی ضرورت ہے۔ اور آپ یاد رکہیں کہ ؎

سر انجام جاہل جہنم بود
کہ جاہل نکو عاقبت کم بود

اور ایسا نہیں ہوسکتا۔ کہ جس مامور من اللہ کی صداقت ہزاروں نشانوں سے صادق ہوچکی ہو اسکی پیشین گوئی جہوٹی ہوسکے۔ پھر تو وہ ضرور کاذب ہوجاویگا۔ کیونکہ یہ بھی تو ایک معیار اسکی صداقت کا ہے۔ اور یہی مابہ الامتیاز ہے درمیان خطفہ شیطانی اور الہامات ربانی کے۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ فی الہامات الرسل والانبیاء عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا۔ الا من ارتضیٰ من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا۔ لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربہم واحاط بما لدیہم واحصیٰ کل شیء عددا۔ دوسری جگہ پر آخر آیت کی تفسیر یوں فرمائی گئی۔ کہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ اس آیت میں اندک تدبر کرنیسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے۔ اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر اس شخص پر کہ جسکی رسالت کو پسند فرمالیا ہو۔ اس کو اپنے

سخت کرب رہا۔ اس کرب میں جب کہ زخم کو صاف کیا گیا۔ آپ کثرت کے ساتھ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْن

پڑھتے تھے۔ اور یا سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہتے اس وقت بے حد تکلیف تھی۔ یہانتک کہ آپ نے ... کہا کہ کلورا فارم ہی سنگھا دو۔ مگر بدوں کلورا فارم کے زخم کو دھویا گیا۔ آج سے آپ کی تکلیف بڑھنی شروع ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی شدید بخار ہو گیا۔ اور بخار کیا تھا ہی ماسترہ نے حملہ کیا ۱۸۔ کو مناسب سمجھا گیا کہ لاہور سے اپنے ڈاکٹروں کو مشورہ کے لئے بلایا جاوے۔ اس پر بعض احباب نے مشورہ دیا کہ کسی یورو پین سول سرجن کو بھی بلایا جاوے ... مشورہ میں اور بھی مضبوطی ہو۔ اس رائے کو احباب نے پسند کیا اور فوراً اس کا انتظام کیا گیا۔ چنانچہ ۱۹۔ جنوری ۱۹۱۱ء کو میڈیکل کالج لاہور کے مشہور سرجن ڈاکٹر ہرڈ کو ہمارے احباب نے منتخب کر کے بھیجا۔ خود ڈاکٹر صاحبان نے رخصت کیلئے از حد کوشش کی مگر افسوس ہے۔ انہیں رخصت نہیں مل سکی۔ تاہم انہیں ثواب ہو گیا۔ ڈاکٹر ہرڈ نے بعد دوپہر حضرت کو دیکھا۔ اور ہر طرح اطمینان ظاہر کیا۔ نبض کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ نبض تو جوانوں کی سی ہے۔ جیسے تیس سالہ جوان ہوتا ہے۔ بڑھاپے میں میں نے نبض کی ایسی حالت کبھی نہیں دیکھی"۔

دراصل حضرت کی قوت کسی غذا پر منحصر نہیں رہی۔ بلکہ یہ قوت و توانائی نتیجہ ہے اس تعلق کا جو آپ کو اللہ تعالیٰ سے ہے۔ آپ خدا کی محبت کے جام سے ہی سرشار اور سیر رہتے ہیں۔ حضرت کی علالت میں ہی یہ مضمون ہی ہمنے مشاہدہ کیا۔ کہ بیمار کو اللہ ہی تھکاتا اور پلاتا ہے"۔

بہر حال ڈاکٹر ہرڈ اپنا مشورہ دیکر اور آج زخم کو دھو کر پٹی درست کر کے ضروری ہدایات متعلقہ علاج وغیرہ دیکر چلا گیا۔

رات حضرت کو سخت بے خوابی اور کرب رہا۔ رات کے آخری حصہ میں آپ نے قلم دوات منگوا کر کچھ لکھا۔ اور دو جدا جدا لفافوں میں بند کر کے اپنا اپنا انگوٹھا سیاہی سے لگا دیا۔ ہم نہیں جانتے ان لفافوں میں

کیا راز سربستہ ہے

مگر اس سے حضرت کی احتیاط کی کیسی درخشاں نظیر پائی جاتی ہے۔ ان کرب کی گھڑیوں میں بھی آپ نے جو مناسب وقت سمجھا لکھا۔ خدا کے فضل سے امید ہے کہ یہ تحریر بہر حال ہمارے لئے بابرکت اور معین ہے۔ جسکا اپنے وقت پر اظہار ہو گا"۔

اس وقت میں سطور لکھ رہا ہوں حضرت کی طبیعت بدستور ناساز اور مضمحل ہو رہی ہے۔ ضعف بڑھتا جاتا ہے۔ اور ورم اگرچہ چہرہ پر کسیقدر کم ہو گیا ہے۔ مگر وہ نیچے کی طرف بڑھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ حضرت کی دماغی حالت اس وقت تک خدا کے فضل سے بہت درست اور صحیح ہے۔ خدا کے فضل سے ہر قسم کی بھلائی کی امیدیں ہیں۔ وہ جبطرح چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے کلنے دجال کو اپنے دعاوی میں کاذب ثابت کر دیا"۔

جو عجیب بات ہمارے احباب کے قلوب کو خوش کرتی ہے وہ یہ ہے۔ کہ اس کرب میں بھی آپ کی

کوئی نماز قضا نہیں ہوئی

جس سے قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کے مضمون کی تصدیق ہوتی ہے۔ بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ناخدائے قوم کو جلد شفا دیوے"۔ (آمین)

جب حضرت خلیفۃ المسیح نے ۱۹۔ اور ۲۰ جنوری ۱۹۱۱ء کی درمیانی شب کو ساڑھے تین بجے ترتیب محولہ بالا کاغذ لکھے اس وقت بعض خدام کو موقعہ ملا کہ وہ حضرت کی خدمت میں کچھ عرض کریں۔ مولوی غلام محمد صاحب مہاجر امرتسری جو ایک نہایت کم گو اور قابل قدر مخلص نوجوان ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی سے حضوصاً انسے محبت ہے۔ اور وہ آپ ہی کے قدموں میں عرصہ سے رہتے ہیں۔ حضرت ہی اُن کے متکفل ہیں۔ نے عرض کیا کہ حضور میں آپ کا پرانا خادم ہوں میرے لئے کیا ارشاد ہے۔ فرمایا

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ کو مضبوط پکڑو اور

اپنے بس میں کر لو!

یہ ارشاد اور نصیحت ایسی جامع اور مختصر ہے کہ اس پر صفحوں کے صفحے لکھے جاسکتے ہیں۔ توکل علی اللہ کی کیسی تعلیم آپ نے دی۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ عملی رنگ میں تمہارا محبوب۔ معبود۔ اور مقصود ہو جاوے۔ اور تم اس پر ایسا عمل کرو کہ گویا یہ عمل تمہارے قبضہ اور اختیار میں ہے۔ پھر اس کا نتیجہ یہی ہو گا۔

مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ

جو اس کا ہو جاوے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔ دنیا کی کوئی چیز اسکے وجود کی مخالفت نہیں کر سکتی۔ وہ سچے معنوں میں اس کی خادم ہوتی ہے۔ اور وہ حقیقی طور پر انکا مخدوم بن جاتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کو عملی رنگ میں خود تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے۔ اور فی الواقعہ ہمنے دیکھا ہے کہ آپ کا یہی مشغلہ ہے۔ ایسی حالت میں کہ دوسرے انسان یہی یقین کرتے ہوں کہ شاید آپ کا آخری وقت ہے۔ یہ تعلیم بتاتی ہے کہ آپ دنیا میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اور نوع انسان کے لئے آپ کس عمل کو مفید اور موثر۔ اور مبارک جانتے ہیں۔

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

لاہوری دوستوں کو ارشاد

یہ کاپی پتھر پر جم چکی تھی اور کسی وجہ سے ۲۲ کی صبح کو چھپنے کو تھی کہ ۲۲۔ کو ایک بجے کے قریب مجھے معلوم ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے اس سوال پر کہ آپکو کوئی خواہش ہے کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ میں جس وقت حضرت کے پاس پہنچا ہوں تو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مندرجہ ذیل مضمون تمام کیلئے لکھوا رہے تھے۔ میں نے اس کی اشاعت کو مقدم سمجھکر آج اخبار کو روک کر اس مضمون کو پتھر پر سابقہ مضمون کو کاٹ کر لکھوا دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے حضرت کے جن الفاظ کو قلمبند کیا وہ آگے آتے ہیں یہاں یہ ذکر ضروری ہے، کہ سلسلہ کلام جیسا کہ احباب موجودہ نے بتایا ایسے طور پر شروع ہوا جس سے حضرت کی صاف گوئی اور للہیت کی بھی عجیب مثال اس وقت پیش آئی۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ میں خواجہ صاحب اور شاہ صاحب آج جاوینگے۔ حضرت نے فرمایا کہ خواجہ صاحب نے جو ایک مضمون لکھا ہے میں اس کے خلاف کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ افاقہ ہونے پر کسی کو لکھا دونگا یا سنا دونگا۔ بہرحال حضرت نے اپنے ان کلمات کو ڈاکٹر صاحب کے استفسار مناسب موقعہ دیکھکر فرمایا ہے امید ہے قوم اس پر عمل کرے گی اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے آمین۔ حضرت کی یہ نصیحت ساعات عسر میں انشاء اللہ کام آئیگی۔ اس پر مفصل پھر لکھونگا۔ وباللہ التوفیق"۔ (ایڈیٹر)

خدا کا فضل ہے کہ دورہ ماشرہ (ری سپس) جو کہ دوبارہ چیرا دینے کے بعد چہرہ پر ہو گیا تھا۔ اب قریباً سب اتر گیا ہے اور بخار بھی اتر گیا ہے طاقت پہلے کی نسبت بہت اچھی ہے۔ غذا بھی خوب کھا لیتے ہیں ہوش و حواس بالکل درست ہیں اور ہر طرح سے بیماری رو بصحت ہے آج قریب ساڑھے بارہ بجے دن کے جب میں رخصت ہونیکو تھا تو میں نے پوچھا کہ حضور کا دل کس چیز کو چاہتا ہے آپنے جواب میں فرمایا کہ میرا دل یہی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جاوے۔ اسکے بعد فرمایا کہ میرا دل یہی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جاوے۔ پھر فرمایا کہ میرا اللہ راضی ہو۔ پھر یہ فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم فرمانبردار رہو۔ اختلاف نہ کرو۔ جھگڑا نہ کرنا۔ پھر فرمایا میں دنیا سے بہت سیر ہو چکا ہوں۔ کوئی دنیا کی خواہش نہیں۔ مر جاوں تو میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو۔ فرمایا کہ سب کو سنا دو۔ پھر فرمایا میں دنیا کی پروا نہیں رکھتا۔ میں نے بہت کمایا بہت کھایا۔ بہت خرچ کیا دنیا کی کوئی حرص باقی نہیں پھر فرمایا میں نے بہت کمایا بہت کھایا بہت لیا بہت دیا کوئی خواہش باقی نہیں کبھی کبھی صحت میں اسلئے چاہتا ہوں کہ کچھ اپنا ایمان نہ جاتا رہے پھر بہت دفعہ دردانگیز لہجہ میں فرمایا کہ اللہ تو راضی ہو جاوے۔ پھر تین بار فرمایا اللھم ارض عنی۔ اللھم ارض عنی۔ اللھم ارض عنی۔ اسکے بعد میں نے عرض کی کہ میں حضور کے الفاظ سنا دیتا ہوں۔ جب دوبارہ یہانتک سنا چکا تو فرمایا مجھے شوق ہے کہ میری جماعت میں تفرقہ نہ ہو۔ دنیا کوئی چیز نہیں میں بہت راضی ہو لگا۔ اگر تم میں اتفاق ہو میں سجدہ نہیں کر سکتا۔ پھر بھی سجدہ میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں میں تمہاری بھلائی کیلئے بہت دعائیں کیں۔ مجھے طمع نہیں پھر فرمایا مجھے تم سے دنیا کا طمع نہیں مجھے میرا مولیٰ بہت رازق ہے دیتا ہے اور ضرورت سے زیادہ دیتا ہے۔ خبردار جھگڑا نہ کرنا۔ تفرقہ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دیگا۔ اس میں تمہاری عزت باقی رہے گی نہیں تو کچھ بھی باقی نہیں رہیگا۔ پھر فرمایا کہ میں نے کبھی کسی کو حکم دیا ہے تو اپنے دل کی طمع سے حکم نہیں دیا۔ خدا کا حکم سمجھکر دیا ہے۔ نمازیں پڑھو۔ دعائیں مانگو۔ دعا بڑا ہتھیار ہے۔ تقویٰ کرو۔ بس پھر فرمایا دعائیں مانگو۔ نمازیں پڑھو۔ بہت مسلمانوں میں جھگڑے نہ کرو۔ جھگڑوں میں بہت نقصان ہوتا ہے بہت جھگڑا ہو تو خاموشی اختیار کرو۔ اور اپنے لئے اور دشمنوں کیلئے دعا کرو پھر فرمایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اکثر پڑھا کرو۔ قرآن کو مضبوط پکڑو۔ قرآن بہت پڑھو۔ اور اس پر عمل کرو۔ پھر فرمایا رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبالمحمد رسولاً۔ اسکے بعد میں نے پوچھا کہ کیا یہ لکھدیا جاوے کہ یہی حضور کی وصیت ہے فرمایا ہاں۔ فرمایا حوالہ بخدا ا+

نوٹ:۔ حضرت جیسا کہ ان مضامین کا طرز بیان ...

غیب پر مطلع فرما دیتا ہے۔ اور جب کہ آپ کو کوئی دعویٰ نہیں پھر کیونکر آپ استثنا الامن ارتضیٰ من رسول میں داخل ہو کر آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ مجھکو غیب خداوندی پر پوری اطلاع ہوئی ہے۔ یعنے وہ اطلاع جو اخیر آیات میں رسول کے لئے مذکور ہے آپ کی ان دونوں قولوں میں تو بڑا تناقض واقع ہے۔ کہ آپ کو رسول مرتضیٰ ہونیکا دعویٰ ہی نہیں ہے۔ سوہندا آپ پورے طور پر غیب خداوندی پر مطلع ہونیکا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ یعنی رسول مرتضیٰ ہونیکا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔ کیا اس آیت پر آپ کا ایمان نہیں۔ جو تناقض کا ہونا کلام الٰہی میں ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ لو کان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافًا کثیرًا کلا وحاشا۔"

پس آیت میں کوئی تناقض واقع نہیں ہے۔ آپکا شیطان ملہم ہی ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے گھوڑے پر سے گر جانے میں۔ اور اس آپ کی پیشین گوئی سے دو لتان ہمارے لئے واقع ہوئے۔ اول تو آپ کے شیطان ملہم کا جھوٹا ہوتا۔ دوسرا یہ کہ حضرت اقدس جری اللہ کا ایک مکاشفہ پورا ہوا۔ یعنی یہ مکاشفہ کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب گھوڑے پر سے گر پڑے۔ جسکے سبب سے کئی بیماریاں حضرت خلیفۃ المسیح کو وارد ہو گئیں۔ اور آپ کے شیطان نے استراق سمع کر کے اور آپ کو اغوا کر کے جھوٹا کر دیا۔ اور یاد رکھیئے کہ جب تک کسی ملہم کی صداقت دلایل شرعیہ یقینیہ سے ثابت ہو جاوے۔ تب تک اس کا الہام حجت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آپ دو ہفتے کے واسطے حضرت قبلہ کے پاس نہیں آ سکتے تو میری ہر ایک بات کا جواب جو اس خط میں تحریر کی گئیں ہیں علمی جواب دیویں۔ ورنہ ایسے الہامات شیطانی اور خوابوں سے کونسا نتیجہ آپ کو حاصل ہو سکتا ہے۔ بجز اس کے کہ لعنت اللہ علے الکاذبین کے آپ مصداق بنجائیں۔ بلکہ آپ بن گئے ہیں۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ مقام احد میں شیطان نے سبکے کانوں میں یہ آواز پہونچا دی تھی۔ کہ الا ان محمدًا قد قتل اور پھر بعض ضعیف الایمان لوگوں کے پیر بھی اکھڑ گئے تھے۔ اور آنحضرت صلعم کے دو ایک دندان مبارک بھی شہید ہو گئے تھے۔ اور دو ایک چوٹیں بھی سخت آ گئی تھیں۔ مگر اس آواز شیطانی کا جواب اللہ تبارک و تعالےٰ کیطرف سے کیا یہ نہیں ملا تھا۔ دیکھو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علے اعقابکم ومن ینقلب علے عقبیہ فلن یضر اللہ شیئًا وسیجزی اللہ الشاکرین۔ اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ کے شیطان ملہم کے استراق سمع سے کوئی رکن سلسلہ احمدیہ کا فوت بھی ہو جاوے۔ تب بھی اس سلسلہ حقہ کی بنیاد ایسے دلایل قاہرہ کتاب و سنت سے اور نیز نشانات آسمانی اور زمینی سے مستحکم اور مضبوط ہو گئی ہے۔ کہ کسی کی موت اور فوت سے اس کو جنبش بھی نہیں ہو سکتی۔ کما قال اللہ تعالےٰ فلن یضر اللہ شیئًا

چہ جائیکہ وہ خطرہ شیطانی جھوٹا بھی ہو جاوے۔ لہٰذا پھر میں عرض کرتا ہوں کہ از برائے خدا آپ اپنے استراق سمع شیاطین پر فخر اور ناز نہ فرمایا کریں۔ چہ جائیکہ وہ استراق سمع وقوع میں بھی نہ آوے۔ اور اس میری تحریر کو بڑے غور و فکر اور تدبر سے پڑھیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

تنبیہ:۔ اور ہم جو ذلت موت و فوت مخالفین و معاندین کو ان کے بطلان کی دلیل گردانتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مابین فریقین کے مباہلات واقع ہوئے ہیں۔ مگر آپ کا مباہلہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ساتھ کب واقع ہوا ہے۔ بلکہ برعکس اس کے حضرت خلیفۃ المسیح کے لئے رویاء میں بھی آپ تو دعائیں کر رہے ہیں پس فنجعل لعنت اللّٰہ علے الکاذبین کی وعید بیانیہ کیونکر صادق آ سکتی ہے۔ ان مباہلات واقعہ میں اور آپ کی ان دعاؤں میں تو زمین اور آسمان کا فرق ہے ؎

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ جناب ڈاکٹر صاحب اس تحریر میں وہ فرق جو درمیان ایسے مدعی کے جسکے دعاوی دلایل قاہرہ سے ثابت ہوں۔ اور درمیان اقوال ایسے شخص بے علم کے جسکا کوئی دعویٰ ہی نہ ہو واقع ہیں میں نے ان کو واضح طور پر بتلا دیا ہے۔ اور نیز وہ تفاوت جو درمیان استراق سمع اور الہامات ربانی کے واقع ہے اس کو کھول کر لکھ دیا ہے۔ اور نیز وہ ذلت موت و فوت کی جو مباہلہ سے مخالفین پر واقع ہوں۔ اور وہ موت جو بغیر مباہلہ کے واقعہ ہو۔ جو کچھ ان دونوں ہمردونیں فرق ہے اس کو بھی نظائر اور شواہد کتاب و سنت سے وضوح کے ساتھ واضح کر دیا ہے اور جاء الحق وزھق الباطل کا نظارہ آپ کے روبرو پیش کر دیا ہے۔ لہٰذا اب آپ پر لازم ہے کہ بموجب اپنے رویاء کے الباطل کو چھوڑ دیں۔ اور الحق کو اختیار کریں۔ اور بموجب ہدایت اپنی رویاء کے بڑی محبت کیساتھ ہم سے بغلگیر ہو جائیے۔ وما علینا الا البلاغ ورنہ ویل یومئذ للمکذبین سورہ المرسلات میں دس مرتبہ موجود ہے۔ آپ اُس ویلوں کے مستحق ہو جاویں گے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والسلام علے من اتبع الھدیٰ۔"

خاکسار۔ سید محمد یعقوب فرزند حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن احمدی امروہی عفی اللہ عنہ ۱۹ جنوری ۱۹۱۱ء

قطعہ تاریخ بیعت

از خاکسار ڈاکٹر شیخ محمد حسین۔ ایم اے ایس۔ سابق مالک رسالہ اینا امرتسر۔

بیعت ڈاکٹر ما ہست بگو لغزا ے

ملت مہدی معہود دُر دیگر سُفت

چون سر خامہ نگون گشت بزو طاہر خیال

کلک بنوشت کہ اللّٰہ گل تازہ شگفت

ایوانِ خلافت

۲۰۔ جنوری ۱۹۱۱ء کی دوپہر تک جبکہ یہ سطور لکھی جا رہی ہیں حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت ناساز ہے گذشتہ ایام میں حضرت کو درد شقیقہ کی شکایت پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن طبی تشخیص سے معلوم ہوا۔ کہ وہ شقیقہ نہیں۔ بلکہ پہلے زخم کا کسیقدر مواد ردیہ باقی رہ گیا تھا۔ اور اس نے اندر اندر ہی اندر اپنا راستہ بنا لیا۔ جسکی وجہ سے سخت درد ہوتا رہا اور ٹکور کے ساتھ ساتھ آرام بھی ہو جاتا رہا۔ مگر حضرت کی طبیعت اس سے مضمحل ہوتی رہی۔ آخر حضرت نے تجویز کی کہ بعض ڈاکٹر صاحبان کو بلا کر مشورہ کرنا چاہیئے کہ کیا باعث ہے۔ ڈاکٹر میر اسماعیل صاحب اس غرض کے لئے گذشتہ اتوار کو دارالامان پہونچے۔ اور انہوں نے بھی یہی تشخیص کیا کہ مادہ باقی ہے۔ اس کو نکالنے کیلئے اپریشن کرنا چاہیئے۔ لیکن دوسرے ڈاکٹروں سے بھی اگر مناسب ہو مشورہ کر لیا جاوے۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح بھی ایسا ہی محسوس کرتے تھے۔ اور ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کی تو پہلے سے یہ رائے تھی۔ بہرحال اپریشن جدید کے لئے پھر وہی اختلاف رائے احباب میں ہونے لگا۔ حضرت کے متبعین تو خصوصیت سے اس امر کے مخالف تھے کہ جدید اپریشن ہو۔ ان کی وجہ مخالفت صرف مولوی صاحب کا ضعف اور نقاہت تھی۔ بالآخر ڈاکٹر میر اسماعیل صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد کے ماتحت اپریشن کر دیا۔ اور اپریشن کے وقت حضرت کو کلوروفارم سونگھایا گیا۔ یہ امر نہایت ہی چابکدستی اور صفائی سے ہوا۔ چیرا دینے پر اس میں سے پیپ نکلی اور حضرت کو گونہ آرام اور سکینت معلوم ہوئی ہوش آنے پر دریافت کیا کہ کہتے ہیں کلوروفارم دینے سے لوگ بکواس کرتے ہیں۔ کیا مجھ سے بھی کوئی ایسی حرکت ہوئی۔ احباب نے عرض کیا کوئی نہیں۔ آپ تو اسقدر عرصہ بالکل خاموش رہے۔ ڈاکٹر میر اسماعیل صاحب نے عرض کیا کہ دراصل مے نوش اور رنڈیوں کے استعمال کرنیوالے لوگ بکواس کرتے ہیں۔ جنکا اندرونہ گندا اور خیالات ناپاک ہوتے ہیں۔ میرے لئے یہ مضمون بھی حضرت کی پاک سیرت پر غور کرنے کے قابل تھا۔ کہ بیماری تو پہلے ہی انسان کی بناوٹ اور تصنع کو دور کر دیتی ہے۔ اب اس کو کلوروفارم کے عمل سے بالکل حقیقت آشکار ہو جاتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایک مقدس اور مطہر قلب دیا ہے۔ اور آپ کے دماغ میں بجز اعلیٰ درجہ کی معرفت اور خداشناسی کے دوسرے خیالات ہی نہیں۔ اس لئے اس بے ہوشی کی حالت میں آپ کے دماغ پر

پوری سکینت اور اطمینان کا غلبہ تھا

کوئی ایسی بات آپ کی زبان سے نہیں نکلی جو پراگندہ خیالات کا نتیجہ ہو سکتی۔ عمل جراحی کے بعد دوسرے دن آپ کو سخت تکلیف رہی۔ غذا بالکل بند ہو گئی۔ طبیعت میں اشتہا باقی نہیں۔ اگر کچھ دیا بھی تو قے ہو گیا۔ یہ قے ڈاکٹروں کے نزدیک کلوروفارم کے عمل کا نتیجہ ہے۔ بہرحال ۱۷۔ جنوری ۱۹۱۱ء کو آپ کو

مرتد ڈاکٹر کی بیحیائی اور عذر نامعقول

بہت بڑھ بڑھ کے باتیں کی ہیں نے اور چھپایا حق
مگر یہ یاد رکھ اکدن ندامت آئے گی ہے

مرتد ڈاکٹر عبد الحکیم (کانے دجال) کو حضرت مسیح المسیح کے مقابلہ میں جو ذلت اور شکست ہوئی ہے۔ اس کا نتیجہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ وہ اللہ تعالٰے سے ڈر جاتا۔ اور حق کو قبول کرتا۔ مگر نہیں معلوم اس کی **شامت اعمال**۔ ابھی کب تک اُسے ذلیل وخوار کرے گی۔"

۱۱۔ جنوری ۱۹۱۱ء اس نے حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کی تاریخ مقرر کی۔ اور دوستوں دشمنوں میں اس نے شہرت دی۔ آخر تک وہ اسی پر مصر رہا کہ یہ واقعہ اسی رنگ میں ہوگا۔ لیکن اللہ تعالٰے نے

کانے دجال کو جھوٹا ثابت کیا

اب جبکہ اس کے بعض دوستوں نے بھی اس کو شرمندہ کیا۔ تو بجائے اس کے کہ وہ اپنی غلطی کا اقرار کر لیتا۔ اس نے جو عذر بیان کیا ہے۔ وہ یہی نہیں کہ سراسر نامعقول اور ڈھیٹھ پائی پر مبنی ہے۔ بلکہ ایک سلیم الفطرت انسان بے اختیار کہہ اٹھیگا کہ ایسے عذرات کسی سلیم العقل انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔

مجھے پٹیالہ کے ایک خط سے معلوم ہوا۔ کہ جناب مرزا حمید بیگ صاحب (جو غیر احمدی ہیں۔ اور فوج میں کپتان کے عہدہ پر مامور ہیں۔ اور ہر طرح قابل اعتماد اور ذی عزت بزرگ ہیں) نے مرتد ڈاکٹر کو اس پیشگوئی کے غلط ہونے پر ملزم کیا تو جو جواب ڈاکٹر نے دیا وہ اس قابل ہے کہ اُسے دانشمند لوگوں کیلئے چھاپ دیا جاوے۔ چنانچہ ڈاکٹر نے کہا کہ یہ اخبار (بدر) دیکھ لو۔ میری خواب تو سچی نکلی۔ چنانچہ اخبار بدر میں لکھا ہے۔ کہ

"۱۱۔ جنوری کو ڈاکٹر جمع کئے گئے اور مولوی صاحب کو طاعون کی گلٹی نکلی ہوئی ہے۔ اور وہ قریب المرگ ہیں اور کیا پتہ کہ مر گئے ہوں اصل میں مرزائیوں نے اس بات کو چھپا لیا ہے۔"

مرتد ڈاکٹر نے اس میں جس دجل اور بیحیائی سے کام لیا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ میں یہ تو کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ وہ خدا پر افترا کرتا ہے۔ یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر اس میں اس نے ایڈیٹر بدر پر ضرور افترا کیا ہے۔ **کانا دجال** کہتا ہے کہ حضرت کو نعوذ باللہ طاعون کی گلٹی نکلی ہوئی ہے اور یہ بدر میں درج ہے۔ اگر اس میں ذرا بھی **شرافت اور غیرت** باقی ہے۔ تو اخبار بدر کی تاریخ اور نمبر کا اعلان کرے [illegible] لکھا گیا ہو کہ طاعون کی گلٹی نکلی ہوئی ہے۔ اور [illegible] قریب المرگ ہیں۔ میں نہیں سمجھتا اس قسم کی بیسروپا باتوں [illegible] سے اُسے کیا حاصل ہے؟ اس [illegible] کی جھوٹا [illegible] کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی ہیں اور

عذر نامعقول ثابت میکند الزام را

کی مصداق ہیں۔ اس [illegible] جو اظہار حماقت کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ

واقعہ وفات کو مرزائیوں نے چھپا لیا ہے

کیا کوئی شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہو ایسا خیال کر سکتا ہے۔ کہ اتنا بڑا عظیم الشان انسان جو چار لاکھ سے زیادہ انسانوں کا **امام اور مطاع** ہے۔ جس کی زندگی اور موت ایک کثیر مخلوق پر اثر رکھتی ہے اس کا واقعہ وفات مخفی رہ سکتا ہے؟ اور پھر وہ بھی **قادیان** جیسے گاؤں میں۔ مرتد ڈاکٹر سے پوچھتا ہوں کہ اگر اس کے پاس آکر کوئی شخص ایسی بات کرے۔ تو

وہ اسکے متعلق کیا رائے قایم کرے گا؟

ڈاکٹر [illegible] سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لاکھوں ہی دشمن ہیں۔ آریہ اس کے دشمن۔ عیسائی اس کے دشمن۔ مسلمان اس کے دشمن! پھر اسقدر دشمنوں کی موجودگی میں یہ کارروائی ہو سکتی ہے؟ اور پھر عجیب تر یہ بات ہے کہ یہ اخفا ایکدن **نہیں دو دن** نہیں۔ اس پر دو ہفتہ کے قریب گذر گئے۔ اور ابھی تک حقیقت نہ کھلی۔

میں جناب مرزا حمید بیگ صاحب کی خدمت ہی میں عرض کرتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر کو مجبور کریں اور اُسے قادیان میں لائیں۔ تاکہ وہ آکر دیکھے کہ

نور الدین زندہ ہے

جب وہ یہاں آکر اپنی آنکھ سے دیکھ لیگا تو اُسے اس امر کا اقرار کرنا پڑیگا کہ

یہ مردہ کو زندہ کرنیکا معجزہ ہے

جو احمدی جماعت سے ظاہر ہوا ہے۔ کیونکہ اس کے خیال میں تو (خاک بدہن) حضرت خلیفۃ المسیح کا وصال ہو چکا۔ مگر یہاں کرشمہ قدرت اسے کچھ اور نظر آئیگا۔ ایسی صورت میں کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ

وہ اس معجزہ کا اقرار نہ کرے

غرض مرتد ڈاکٹر کے لئے اب ہر طرح ذلت کی مار پڑ رہی ہے۔ اور اسے یہ اقرار کرنا پڑیگا کہ

مسیلمہ کذاب صدیق کے ہاتھ پر ہلاک ہوا۔

اس قسم کے بیہودہ عذرات اب کام نہیں دے سکتے۔ اس کو صاف طور پر اس امر کا اقرار کر لینا چاہیئے کہ وہ شیاطین کے پنجہ میں اسیر ہے۔ اور اس کو صدق دل سے توبہ کرنی چاہیئے ریاست پٹیالہ کے بعض اراکین کے متعلق جو خطرناک **پیشگوئیاں** اس نے کی ہیں عنقریب انکی حقیقت بھی سب پر کھل جائیگی اور اسے معلوم ہو جائیگا کہ انکا انجام کیا ہوتا ہے؟ سو آج میں **دربار پٹیالہ** کو آگاہ کرتا ہوں کہ ڈاکٹر عبد الحکیم نے **میں منشی سوڈی سجان سنگھ** صاحب کے خلاف ایک **خطرناک پیشگوئی** کی ہے۔ اور ان کا حق ہے کہ وہ اس کا جواب لیں۔ ایسا ہی بعض دوسرے امور متعلقہ ریاست پٹیالہ کے متعلق بھی ایسی باتیں بیان کی ہیں جو سٹیٹ سیکرٹ کی مد میں آتی ہیں۔ اور **دربار کا فرض ہے** کہ وہ اس معاملہ پر غور کرے۔ مرتد ڈاکٹر اگر فی الواقع خدا تعالٰے کے پاک الہام کی بنا پر پیشگوئیاں کرتا ہے اور انک لمن المرسلین اسکا سچا الہام ہے تو بلا خوف وخطر اُسے چاہیئے کہ ان پیشگوئیوں کو شایع کرے جو ریاست پٹیالہ کے بعض عہدہ داروں کے متعلق اس نے کی ہیں۔ اور اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو یہی امر اسکے جھوٹا [illegible] ہونے کے لئے کافی ہے [illegible] اور یہی اس کے دعوی کے خلاف ہوگا۔ الغرض مرتد ڈاکٹر محض شوخی اور بیحیائی سے کام لے رہا ہے۔ اس نشان نے اس کو زندہ درگور کر دیا ہے مگر اس میں ذرا بھی ایمانی حس ہے۔ تو اُسے فوراً توبہ کر لینی چاہیئے اور بے سروپا دعووں اور تخویف جبر یانہ کے طریقوں کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ کیونکہ یہ راہ ترکستان ہے۔

میں اسکی ہمدردی کیلئے مشورہ دیتا ہوں کہ وہ ابھی توبہ کرے بہتری اسی میں ہے

ہم بار اگر توبہ شکستی باز آ

اس نے بذریعہ الہام شایع کیا تھا کہ اگر مرزا کی تمام جماعت اس کے ساتھ مباہلہ کرے گی تو ہلاک ہو جائے گی۔ لیکن وہ خوب جانتا ہے کہ جب مولوی محمد یمین صاحب نے مباہلہ کا اشتہار دیا تو کانا دجال اپنی کوٹھڑی سے باہر نہ آیا۔ کیا یہ ذلت اس کے لئے کافی نہیں ہے پھر اس نے اس راہ کو اختیار کیا۔ وہ یاد رکھے کہ اسکا یہ الہام اب بھی لعنتیں برسانے اور ارتداد سے باز نہ آنے تو سب تباہ ہو جاویں گے اسی پر صادق آتا ہے۔ کیونکہ ارتداد اسی نے کیا اور وہی لعنتیں برسانے کا عادی ہے۔

او! کانے دجال! خدا سے ڈر اور توبہ کر۔ شوخی اور بیباکی کو چھوڑ دے۔ کیونکہ یہ ہلاکت کی راہ ہے [illegible] آ۔ اور دیکھ کہ کرشمہ قدرت کیا ظاہر ہو رہا ہے۔ نور الدین تیرا ہمیشہ سے محسن ہے۔ اس نے جب کیا تیرے ساتھ احسان کیا۔ ہے وہ اپنے دشمنوں سے بھی محبت کرنیکا عادی ہے۔ تیری شوخیوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کرکے تجھے گلے لگانے کو تیار ہے۔ تو قدم اٹھا اور صدق ارادت سے آجا۔ دنیا ہیچ ہے۔ اور

تیری ناکامی نے بتا دیا ہے کہ تو ان عادی میں جھوٹا ہے

ہمیں تمہارے ساتھ قطعاً دشمنی نہیں تیری ذات اور شخصیت کے ہم دلی خیر خواہ ہیں۔ ہاں تیری ملہمہ پردازیاں بیہودہ ہیں۔ اور انہیں کی وجہ سے دشمنی ہو رہا ہے۔ سوچ اور وقت کو ہاتھ سے نہ دے۔ ؎

من از ہمدردیت گفتم تو ہم خود فکر کن بارے
خرد از بہر ایں روز است اے دانا و ہشیارے

ایوان خلافت

تازہ ترین واقعات

ایوان خلافت کے متعلق اسی اخبار میں دوسری جگہ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن جبکہ اخبار ۲۲ جنوری کو لیٹ ہو گیا۔ اور وہ بھی ایوان خلافت کے لیٔے تازہ ترین واقعات کی وجہ سے۔ تو ۲۲ کی شام کو ۹ بجے رات اور اس کے قریب کے واقعات اور ارشادات جو میرے محترم بھائیوں مولوی فضل دین صاحب اور شیخ محمد تیمور صاحب ایم۔ اے۔ نے قلمبند کئے مجھے حسن اتفاق سے مل گئے۔ میں نے ان کی اشاعت ضروری سمجھی۔ اور علاوہ بریں حضرت امیر المؤمنین نے مجھے مرتد ڈاکٹر کے متعلق اس تازہ خط پر جو سیکرٹری انجمن احمدیہ پٹیالہ نے لکھا ہے کچھ لکھنے کا ارشاد فرمایا۔ میں نے مناسب سمجھا کہ ان تمام تازہ ارشادات کو بھی اسی میں شایع کر دوں۔ اور اس طرح یہ دیر نہایت خوش آیند دیر ہے۔ اگلا اخبار ۳۱ جنوری کو انشاء اللہ شایع ہوگا +

حضرت کی طبیعت اب بہت رو بصحت ہے۔ بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ مکرمی مولوی فضل دین صاحب نے جن ارشادات کو قلمبند فرمایا ہے۔ وہ میری موجودگی میں ہی آپ نے فرمائے۔ حضرت کو نہایت اطمینان اور سکینت حاصل ہے۔ اور جس استقلال کے ساتھ آپ نے رضا بالقضا کا نمونہ دکھایا اور صبر سے کام لیا ہے وہ

الاستقامت فوق الکرامت

کے مصداق ہے۔ میں نے لاہوری دوستوں کو ارشاد کے ضمن میں جو رائے وصیت کے متعلق ظاہر کی ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ حضرت نے آپ اس کے متعلق وہی رائے ظاہر کر دی۔ ورنہ اس سے کسی غلط فہمی کا اندیشہ ہو سکتا تھا۔ بہرحال اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے۔ محمد تیمور صاحب کو کہ اُنہوں نے حضرت کے کلمات طیبات کو احمدی پبلک تک پہنچانے میں مجھے مدد کی۔ اب میں ان تحریروں کو بدستور چھاپ دیتا ہوں۔ حضرت کی طبیعت الحمد للہ بہت اچھی ہے۔ رو بصحت ہے۔

بوقت شام مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۱۱ء (جبکہ حضور کی طبیعت اچھی تھی) (نوشتہ مولوی فضل دین صاحب) میں نے عرض کیا کہ حضور پٹیالہ سے غلام مرتضیٰ کا خط آیا ہے۔ کہ مرزا ... بیگ (غیر احمدی) جو فوج میں کپتان ہیں۔ ان کو ہم نے ڈاکٹر عبد الحکیم کے پاس بھیجا تھا۔ کہ اس سے وہ دریافت کریں۔ کہ ۱۱ جنوری والی پیشگوئی کیا ہوئی۔ اور ان کو عبد الحکیم نے کہا ہے کہ اصل میں مرزائیوں نے اس بات کو چھپا رکھا ہے۔ فرمایا پھر اس کا جو خط آیا ہے۔ اس کو کیوں نہیں چھاپا۔ عرض کیا کہ حضور کا اس پر کچھ ارشاد ہو۔ تو شایع کر دیا جاوے۔ فرمایا ان کو لکھنا چاہیئے۔ کہ اگر تمہاری پیشگوئی پوری ہو گئی تو تم سچے ہو۔ تو خود ہی آ کر دیکھ جاؤ۔ پھر فرمایا۔ اچھا ہے اگر اس کی پیشگوئی (العیاذ باللہ) ... دیکھ جاوے۔ ... دیا ہے۔ اور وہ مسیح ہیں۔

اور فرمایا کہ اور نہیں تو ڈاکٹر ... صاحب جو یہاں سے ہو گئے ہیں۔ لاہور میں آ کر انہیں سے دریافت کر لے۔

پھر فرمایا اصل میں اس کو جنون ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور ایک طرف یہ بھی وہ کہتا ہے اصل تو یہی ہے کہ میری پیشگوئی کے مطابق مولوی نور الدین صاحب فوت ہو چکے ہیں۔ اور اگر نہیں مرے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ میں نے بھی دعا کی تھی کہ اے خدا اس مسکین کو بچا لے۔ مگر دوسری طرف پٹیالہ میں بابو عبد الحمید صاحب سے کہہ رکھا تھا کہ میں۔ دعا کرتا ہوں کہ اس سادہ لوح کو خدا دنیا سے اٹھا لے۔ فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بد دعائیں ہی میرے لئے کرتا ہے اسی دعائیں کیا کرتی ہیں۔ میں نے کہا حضور جو وہ کہتا ہے کہ مرزائیوں کی ہر بات میں افترا ہی ہوتا ہے ایسا ہی یہ بھی افترا ہے کہ مولوی صاحب زندہ ہیں۔ ان کا کوئی اعتبار نہیں اور خود یہ افترا کرتا ہے کہ ۱۱ جنوری کو بتاتا ہے کہ حضور کو طاعون کی گلٹی نکلی ہوئی تھی۔ اور یہ کہ دراصل اسکی پیشگوئی پوری ہو چکی ہے اور اسباب کو ہم نے چھپا رکھا ہے۔ شیخ یعقوب علی صاحب کو فرمایا کہ کل کا پرچہ اخبار جو نکلتا ہے۔ اس میں اس کے متعلق کچھ مضمون لکھ دو۔ شیخ صاحب نے عرض کیا حضور بہتر لکھ دونگا۔ (فضل دین)

۲۳ جنوری ۱۹۱۱ء ۹ بجے رات۔ شیخ تیمور صاحب نے عرض کیا کہ حضور نے جو چند کلمات ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کو رخصت کرتے وقت فرمائے تھے ان کی نسبت کچھ شور ہوا ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب نے جو یہ کہا تھا کہ حضور کی یہی وصیت ہے۔ اس کا بھی چرچا ہے فرمایا کہ لوگ تو بے سمجھے ہیں یہ تو کچھ ضروری باتیں نہیں۔ جو ڈاکٹر صاحب کو میں نے کہی تھیں۔ مصیبت کے وقت انسان کے اندرونی حالات کا پتہ لگ جاتا ہے اور میں تو وہی کہتا ہوں جو میرے دل میں ہوتا ہے فرمایا میری باتوں میں اختلاف نہیں ہوتا۔ یہ جو اس وقت کہی ہے یا جو کسی اَور وقت کہی ہے کوئی باہم متخالف نہیں۔ شیخ تیمور نے اپنا ...... حضرت کی اس تقریر کی تصدیق کی۔ کہ میں نے دیکھا کہ جو بات حضور تندرستی میں فرماتے ہیں وہی شدت

کرب میں نکلتی ہے۔ پھر آپ اپنی بیماری کے متعلق کچھ باتیں کرتے رہے اور فرمایا کہ دوائی جو ہونٹوں پر لگائی تھی وہ زبان پر پڑ گئی ... جس سے زبان پر خراش ہو گئی ہے۔ مولوی قطب الدین ... ایک دوائی بنائی تھی۔ وہ منگا لو۔

اسی اثنا میں شیخ تیمور نے ذکر کیا۔ کہ اگرچہ حضور کی بیماری کے ایام میں میں تعلیم کا سلسلہ جاری نہیں رکھ سکا۔ مگر پھر بھی حضور کی مجالس میں بیٹھ کر اور حضور کی باتیں جو بعض وقت فرماتے ہیں سنکر مجھے ایمانی اور علمی بہت ترقی ہوئی ہے۔ اور مجھے اتنا ہی فایدہ ہوا ہے جتنا حضور کی تندرستی کے ایام میں مجھے ہوتا تھا۔ فرمایا شکر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مخلوق کی نفع رسانی کے لئے کیسا جوش اور شوق رکھتے ہیں۔ پھر شیخ تیمور نے عرض کیا۔ کہ حضور کی بیماری سے بہت لوگوں کو یہ فائدہ پہنچا ہے۔ کہ غفلت سے بیدار ہو گئے ہیں۔ اور دعاؤں میں لگ گئے ہیں۔ اور ایک تقریب ... موقعہ مل گیا ہے۔ پھر عرض کیا کہ بہت سی باتیں جو دلائل سے سمجھ نہ آئی تھیں۔ الحمد للہ وہ حضور کے عمل کو دیکھکر سمجھ آ گئیں۔ فرمایا ... معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی طبیعت پر تو کچھ نہ کچھ ہوتا ہے ...

۲۳ کی صبح کی طبیعت اور بھی اچھی ہے اور صحت خدا کے فضل کر عود کر رہی ہے۔ للہ الحمد!

ڈاکٹر عبد الحکیم کے اس خط کے متعلق بھی امور خاکسار ایڈیٹر ... بھی فرمائے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور آپ کی بیماری اور اس ضعف کو دیکھ کر دل میں بڑا رنج اور کوفت پیدا ہوتی ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ امر بڑا ہی خوش کن ہے کہ اس کے ذریعہ عظیم الشان نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور جسقدر آپ کی تکلیف کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ اسی قدر اس نشان کی عظمت بڑھ جاتی ہے۔ فرمایا اگر یہ بڑا نشان نہ تھا۔ تو حضرت صاحب کو اتنا عرصہ پہلے کیوں دکھایا گیا۔ یہ اس ایمان کا ثبوت ہے۔ جو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہے اور آپ کے نشانات کی کسقدر عظمت آپ کے دل میں ہے۔

فرمایا عجیب عجیب مضامین اس بیماری میں سوجھائے گئے ہیں موقعہ ملیگا اور خدا چاہیگا تو بیان کریں گے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ کے فضل پر بڑی امیدیں ہیں۔ فرمایا فضل ہی تو ہے۔

پھر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب تشریف لے آئے اور ان سے بیماری کا کچھ ذکر کرتے رہے۔ اسی اثنا میں میاں دین محمد المعروف لنگا نے آ کر سلام علیکم کہا بڑی خوشی سے جواب دیا۔ اور اسی وقت شیخ تیمور کو حکم دیا کہ ان کو ایک روپیہ دیدو۔

میاں دین محمد حضرت مسیح موعود کے ایک مخلص خادم میاں ... مرحوم کا بیٹا ہے۔ اور حضرت ہمیشہ اس کی مدد کرتے رہتے ہیں۔

حضرت کی عادت ہے کہ بدوں سوال ایسے لوگوں کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ غرض حضرت نے فوراً اس کی مدد کی۔ ... اُسنے ایڈیٹر الحکم کے ذریعہ اپنے نکاح کیلئے ایک رشتہ کی تلاش کیلئے جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت نے فرمایا۔ ضرور جاؤ ہم کچھ روپیہ دیدینگے اور مدد کریں گے۔

میں نے ذکر کیا کہ شیخ ہاشم علی صاحب نے مرتد ڈاکٹر کے جواب میں ... جرأت کی ہے فرمایا۔ جزاہ اللہ احسن الجزا۔ اور دعا ...

کے ایسے قابل جنرل کو خلیفۂ ثانی رضہ نے محض بنظرِ عدالت دو سبلین موقوف کردیا۔ الفاروق ملاحظہ ہو۔ کہ کیا کیا انتظامات جو ڈیشنل ملٹری آپنے مرتب کئے۔ رات کو گشت کے واسطے نکلتے تھے۔ بذاتِ خاص ہر معاملہ میں حصّہ لیتے تھے۔

آں حضرت روحی فداہ سے خود قریب زمانہ وصال لوگوں سے عفوِ تقصیرات چاہی۔ اور ایثار و خیرات و چندہ مہمات اسلامی میں صحابہ کرام کی مثالیں قابلِ فخر ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے کل مال اپنا خدمت قومی میں صرف کیا۔

پرائیویٹ کیریکٹر میں جس سادگی ازادی و انکسار سے اسلامی بزرگوں نے زندگی بسر کی وہ عالم پر روشن ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضہ جنگل سے لکڑیاں لاتے تھے۔ اور بیچکر مصارف ذاتی میں صرف کرتے تھے! بہت اصرار کے بعد بیت المال سے اپنا خرچ مقرر کیا۔ اورنگ زیب عالمگیر شاہ ٹوپیاں بیچکر گزر کرتا تھا۔

(باقی آئیندہ)

محمد انور علی فاروقی، بی اے (رکین)

مسلمان توجہ کریں

کچھ عرصہ گذرتا ہے میں نے الحکم میں جنرل بوتھ بانی مکتی فوج کی اس تجویز پر مسلمانوں کو توجہ دلائی تھی۔ جو انہوں نے جرائم پیشہ اقوام کی علیحدہ بستیاں بنانیکے رنگ میں کی ہے اور انکی اصلاح کا نام دیکر انہیں عیسائی بنانا چاہا ہے

افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں نے اس پر بہت ہی کم توجہ کی ہے جنرل بوتھ صاحب (جو مکتی فوج کے لیڈر ہیں) سے لاہور میں ملنے کا اتفاق ہوا انہوں نے بتایا کہ وہ لاہور کے قریب ڈیپن پور اور ممالک متحدہ میں ہوپ پور آباد کر رہے ہیں۔ ہمیں اس سے بحث نہیں وہ اپنا کام جس طرح چاہیں کریں۔ مگر مسلمانوں کے لئے یہ امر قابلِ شرم ہے کہ ایک ادنیٰ سی تحریک پر بہت سے لوگ عیسائی ہو جائیں گے۔ میں نے اس وقت یہ بھی ظاہر کیا تھا کہ اگر مسلمان ایسی بستیاں بسانا چاہیں گے تو گورنمنٹ ان کو آبادی کے لئے زمین اور دوسری رعایتیں دینے کے لئے ضرور طیار ہوگی۔ اب یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ ممالک متحدہ کی قانونی کونسل میں آنریبل راجکمار دیبان پال سنگ کے سوال کے جواب میں گورنمنٹ نے اس معاملہ کو صاف کر دیا ہے کہ اگر ہندوستان کی دوسری سوسائیٹیاں اور فرقے بھی غیر مہذب اقوام کی اصلاح کرنا اور ان کے ذریعہ صنعت و حرفت کو ترقی دینا چاہیں۔ تو گورنمنٹ ان کو بھی مدد دیگی۔ اسکے بعد بھی اگر مسلمان خاموش رہیں تو ان پر سخت افسوس ہوگا۔ میری دانست میں صدر انجمن احمدیہ کو مناسب ہے کہ وہ اس سوال کو اپنے ہاتھ میں لے اور مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت۔ جو بھی وارہ۔ بلاق وغیرہ ناموں سے پکارتے ہیں۔ ایک قطعہ زمین لیکر آباد کرے۔ اور انہیں اسلام کی تعلیم سے آگاہ کرے۔ اگر اس موقعہ کو مسلمانوں نے ہاتھ سے دیدیا تو یاد رکھیں کہ آریہ لوگ عیسائیوں کے بعد دوسری قوم ہوں گے جو ہاتھ ماریں گے۔ اس تجویز کو سرسری نظر سے مت دیکھو اور مت خیال کرو کہ اس میں یہ اور وہ مشکل ہے۔ توکلاً علی اللہ کام شروع کرنا چاہیئے۔ اور موقعہ کو ہاتھ سے دینا سخت خطرناک ہوگا۔

اور مسلمان اللہ تعالےٰ کے نزدیک قابلِ مواخذہ ٹھہریں گے۔ میری دانست میں اگر کوئی خاص انجمن اس کام کو نہیں کر سکتی تو مسلمانوں کی کئی انجمنیں کو باہم ملکر اس کام کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے۔ مجھے مکتی فوج کے لیڈر جنرل کمک سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ وہ اس سکیم کو وسیع پیمانہ پر جاری کرنا چاہتے ہیں۔ اور سیالکوٹ کے ضلع میں جو کام انہوں نے جاری کیا ہے اس میں انہیں کامیابی ہو رہی ہے۔ کامیابی سے مراد انکی اصطلاح میں عیسائی بنانا ہی ہوا کرتا ہے۔ ایسی حالت اور صورت میں مسلمانوں کو بہت جلد بیدار ہو جانا چاہیئے۔ میں نے یہ تحریک بھی کی تھی۔ کہ بہت سی خانہ بدوش اقوام مسلمان ہیں لیکن وہ اسلام کے اصولوں سے محض ناواقف ہیں ہی کیا نگہ اس سوال کی بھی ضرورت ہے کہ انہیں تعلیم الاسلام کیلئے خاص واعظ مقرر کرنے چاہئیں۔ جو دن رات ان میں رہیں۔ اور انہیں آگاہ کریں کہ اسلام کیا ہے یہ بالکل سچی بات ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو گری ہوئی قوموں کو اٹھانے کی بہت بڑی قابلیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور اس کی نظیریں موجود ہیں۔ افریقہ کے وحشی تک اسلام کے جھنڈے کے نیچے آکر بہت بڑی ترقی کر چکے ہیں۔ اور وہ تمام عیوب سے الگ ہو کر چھوٹ گئے ہیں۔ جن میں وہ مبتلا تھے۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ ان قوموں میں تبلیغ مفید نہ ہو۔ مفید ہوگی انشاء اللہ ضرور ہوگی۔ ہاں ضرورت ہے ایسے لوگوں کی جو درد مند دل لیکر اٹھیں۔ اور انہیں حق پہونچائیں"۔

(ایڈیٹر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۸

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

بیشک خدا کسی قوم کی حالت تبدیل نہیں کرتا جب تک قوم اپنی حالت تبدیل نہ کرلے

جلد ۱۵ نمبر ۳

الحکم

۱۴ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء

قادیان دارالامان

دوا بھی شفا بھی غرض دارالامان ہے

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شایع ہوتا ہے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک اڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپ کر شایع ہوا

قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے

یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت انسان کی سعادت ہے۔ اور ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ مگر اس میں بھی کو کلام نہیں۔ کہ

تلاوت کی اصل غرض عمل ہے

علمی اور اعتقادی قوتوں کا نشو ونما اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نہ کرے۔ اور یہ آگاہی

قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے۔

اس ضرورت کو پورا کرنیکے لئے ترجمۃ القرآن شروع کیا گیا ہے اس میں بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں اور اس ترجمہ اور نوٹوں کی

خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجاز قوت کو ظاہر کیا جاوے

یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کو مدنظر رکھکر لکھے گئے ہیں۔ اور

عاشق قرآن کریم حضرت مولانا مولوی حافظ نور الدین خلیفۃ المسیح (مدظلہ العالی)

کے درس سے لئے ہوئے نوٹوں آپکی تحریروں اور ملفوظات اور حضرت مسیح موعود مغفور کی تحریروں۔ ملفوظات اور دیگر بزرگان ملت کے ملفوظات سے جمع کئے گئے ہیں۔

ان کو آپنے اب تک نہیں پڑھا تو ضرور پڑھیں کہ اس میں **نور۔ ہدایت۔ اور شفا**۔ ہدیہ فی پارہ صرف (ایک روپیہ) عہ

نوٹ:۔ ساتوں پارے طیار ہیں۔ ساتوں کے اکٹھے خریدار سے سات روپیہ (عہ) معہ محصولڈاک۔

درخواست کرنے پر دفتر الحکم قادیان سے مل سکتے ہیں فورًا منگاؤ اور نفع دارین حاصل کرو

دین کو دنیا پر مقدم کرو

اِن دنوں بدیوں کا جسقدر زور ہے اور مخالفین اسلام جو جو کاروائیاں اسلام کے نابود کر دینے کیلئے کر رہے ہیں۔ وہ ظاہر ہی ہیں۔ کوئی وقت خالی نہیں جاتا۔ کہ جس میں دشمنان اسلام اسلام پر حملہ نہ کر رہے ہوں۔ ایک تو مسیحیت کا غلبہ دوسرے آریہ مذہب کا جوش۔ تیسرے فلسفہ اور سائنس کا چرچا۔ اور چوتھے مسلمانوں کی اپنے مذہب سے لاعلمی۔ یہ ایسے روگ ہیں۔ کہ جنکا علاج سوائے رحمت الٰہی کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اگر مسلمان مذہب سے واقف ہوتے۔ تو یہ بیرونی حملے چند دنوں میں ہی رائی کائی ہو جاتے لیکن سب سے زیادہ افسوس تو اس بات کا ہے کہ مسلمان خود اپنے مذہب سے واقف نہیں کیونکہ جب اسلام جیسا کہ ہم یقین رکھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کیطرف سے ہے تو پھر اس میں کسی قسم کا نقص کیونکر ہو سکتا ہے۔ پس اگر کہیں ہی دشمنان دین سے ہم کو شرمندگی اٹھانی پڑے (خدانخواستہ) تو یہ ہماری ہی سمجھ کا قصور ہے۔ نہ کہ اسلام کا۔ اور دشمن بھی تبھی جوش سے حملہ کر رہا ہے۔ جب اُسے ہماری کمزوری کا یقین ہو گیا ہے۔ پس سب سے بڑا نقص جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ انہوں نے کلام اللہ اور کلام رسول کو چھوڑ دیا ہے۔ اور دیگر لغویات میں پڑ گئے۔ جسکی وجہ سے ان کے اعتقاد بگڑ گئے۔ اور اعمال و اقوال خراب ہو گئے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اس نقص کو دور کیا اور لاکھوں کی ایک جماعت قائم کر دی جو خدا کے فضل سے قرآن شریف سے سچا اخلاص رکھتے ہیں۔ اور رسول اللہ کی بات بات پر قربان ہونے کیلئے تیار ہیں۔ وہ اسلام کے شیدا اور سچائی کے فدائی ہیں۔ اور نور ایمان بہت سے مسائل میں ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

اس جماعت کو صراط المستقیم پر ثابت کرنے کے لئے حضرت صاحب نے بہت سی تجاویز پر عمل کیا ہے اور ہر ایک تجویز اپنے اپنے رنگ میں ایسی مفید ثابت ہوئی۔ کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے۔ چنانچہ سب سے آخر میں آپ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ ہماری جماعت میں علماء کی بڑی ضرورت ہے جو کہ جماعت میں اسلام کے سچے اصولوں کی تعلیم دیں اور لوگوں کو وعظ و نصیحت سے خدا کے فضل و کرم سے بھٹکنے نہ دیں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جسکا مقصد دینیات کی تعلیم دینا تھا۔ اور آپ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح نے پسند فرمایا کہ آپ کی یادگار کے طور پر اس مدرسہ کو بڑے پیمانے پر قائم کیا جائے اور اس میں ایسے علماء پیدا کرنیکی کوشش کیجائے جو موجودہ ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اچھی طرح سے قابل ہوں چنانچہ اس مدرسہ کا نام **احمدیہ** رکھا گیا۔ اور اس وقت سے اس کی مفید اور کار آمد بنانیکی متواتر کوشش چلی آ رہی ہے۔ لیکن وہی فساد جسے دور کرنے کیلئے اس مدرسہ کے قائم کرنے کی ضرورت پڑی تھی اس کے سد راہ ہوا یعنے لوگوں کا دنیا کیطرف بڑھتا ہوا میلان چنانچہ ابتک سوائے چند طالبعلموں کے باقی کل کے کل وہی طالبعلم ہیں۔ جنکو وظیفہ کے زور سے اس مدرسہ میں داخل کیا گیا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ باوجود حضرت کی یادگار ہونیکے اس مدرسہ کیطرف احباب نے بہت کم توجہ کی ہے۔ ورنہ چار لاکھ کی جماعت میں سے سو ڈیڑھ سو لڑکا اب نکل آنا کیا مشکل تھا۔ جو اپنے خرچ پر دین کے لئے تعلیم پاتا۔ قرآن شریف میں صریح حکم ہے کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر اور پھر فرمایا کہ وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون۔ پس موجب ان آیات کے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے کہ جو اپنی زندگی کا ایک حصہ دین کے حاصل کرنے میں لگا دے اور پھر خواہ یہ لوگ تبلیغ دین پر ہی لگ جائیں۔ اور خواہ دوسرے کام بھی کرتے رہیں اور تبلیغ دین میں بھی مشغول رہیں اور ہماری جماعت کا تو ایسے علماء کا پیدا کرنا فرض مقدم ہے کیونکہ انہوں نے بیعت کرنے وقت عہد کیا ہوا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ اب ایک طرف دنیا کی طرح طرح کی نعمتیں اور ترقیات کا سلسلہ نظر آتا ہے اور دوسری طرف یہ شان و شوکت نظر نہیں آتی پس یہی موقعہ ہے کہ ہمارے دلوں کا صدق آزمایا جائے۔ اور متقیوں کے اتقاء کی آزمایش کیجائے۔ اور مجھے یقین ہے کہ احباب ضرور اس کام کو پورا کرتے رہیں گے۔ جن لوگوں نے اپنے پیارے کو چھوڑ کر اور طرح طرح کے دکھ اٹھا کر بھی سچے رستہ کو نہیں چھوڑا اور صراط مستقیم پر قائم رہے انپر یہ گمان کب ہو سکتا ہے کہ وہ اس کار ثواب کے پورا کرنے میں قاصر رہیں گے۔ اور اب تک جو کچھ سستی ہوئی ہے اس میں صرف احباب کا ہی قصور نہیں۔ بلکہ مجھے ماننا پڑتا ہے کہ خود ہمارا بھی قصور ہے کیونکہ جب لوگوں نے اس طرف توجہ نہیں کی تو ہمارا فرض تھا۔ کہ ہم ان کو اس طرف متوجہ کریں۔ اور اگر پھر بھی وہ متوجہ نہ ہوں۔ تو بیشک انپر الزام آتا ہے۔ مگر گذشتہ را صلواۃ کے مقدمہ پر عمل کرتے ہوئے میں احباب کو اسطرف توجہ دلانیکی جرأت کرتا ہوں کہ وہ نہ صرف مال سے بلکہ اولاد سے اس سلسلہ میں مدد دیں اور جن کو خدا نے دو یا تین لڑکے دیئے ہیں وہ اللہ کی راہ میں ایک لڑکا دیدیں جو مدرسہ احمدیہ میں تعلیم دین حاصل کرے اور خدا چاہے تو ہزاروں لاکھوں کو راہ ہدایت دکھلا کر اپنے اور اپنے والدین کے لئے خدا تعالےٰ کے حضور اجر کا مستحق ٹھہرے یاد رکھو کہ جو خدا تعالےٰ کے لئے ایک دانہ بھی خرچ کرتا ہے خدا تعالےٰ اُسے بڑھاتا ہے اور اتنا بڑھاتا ہے کہ کسی کو اس کی امید بھی نہیں ہوتی۔ من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک بیٹا قربانی کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ ان کو اس کے بدلے میں اتنی اولاد کا وعدہ دیا گیا کہ آسمان کے ستاروں کی طرح جنکا شمار نہ ہو سکے اسی طرح حضرت اسماعیل نے اپنی زندگی خدا کے راہ میں قربان کر دینے کا ارادہ کیا تھا جسکے بدلے میں ان کو یہ رتبہ ملا کہ آپ کی اولاد میں سے ایک شخص پیدا ہوا کہ جسکی راہ میں مرنیوالوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔

پس یہ گمان مت کرو کہ تمہاری قربانیاں یا خدمتیں ضایع جائینگی۔ اس کے بدلے میں جو خدا تعالےٰ نے تمہارے لئے انعام مقرر کیا ہے وہ یہ ہے۔ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ یہ مت سمجھو کہ عربی یا دینیات کی تعلیم میں دنیاوی نفع نہیں رزق اللہ کے قبضہ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اس وقت تمام دنیا کی اصلاح کے لئے جس شخص کو خدا تعالےٰ نے چنا وہ انگریزی نہیں جانتا تھا۔ نہ اسکا خلیفہ اس زبان سے واقف ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ خدا تعالےٰ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے انسان کی کوششوں سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا قل للہ العزۃ جمیعا۔

غرضیکہ نہ یہی کہ ہماری موجودہ حالت ایک علماء کے گروہ کی ضرورت محسوس کرتی ہے اور یہ کہ حضرت صاحب کی خواہش تھی کہ ہم میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو دین سے بکلی واقف ہوں بلکہ خدا تعالےٰ کا حکم ہے کہ ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیئے یہ وقت خدمت کا ہے جو ثواب کمانا چاہے کما لے ورنہ وہ دن آتے ہیں کہ جماعتیں کی جماعتیں دین میں داخل ہوں گی۔ اور ہزاروں نہیں لاکھوں اپنا مال و اسباب اپنی جان اور اپنی اولاد خدا کی راہ میں پیش کریں گے۔ لیکن آجکل کی خدمت کرنیوالوں کی نسبت وہ درجہ میں بہت کم ہوں گے۔

میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد احباب اپنے لڑکوں کو مدرسہ احمدیہ میں داخل کرنے کے لئے بھیجیں گے۔ اور خدا تعالےٰ کے حضور ثواب کے مستحق ٹھیریں گے۔ جن احباب کو کوئی بات دریافت کرنی ہو وہ مجھ سے دریافت کر سکتے ہیں۔

(حضرت صاحبزادہ) مرزا محمود احمد قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تقریر حضرت مولوی محمد احسن صاحب

(بر موقعہ جلسہ سالانہ)

حضرت مولانا مولوی محمد احسن صاحب فاضل امروہی نے پہلے ایک لمبی چوڑی دعا فصیح و بلیغ مقفیٰ و مسجع عربی میں پڑھی منجملہ ان کے ایک دعا یہ ہے اللّٰھمّ الھمنی علما اخشٰی بہ اوامرک ونواھیک وارزقنی فھما اعلم بہ کیف اناجیک یا ارحم الراحمین اللھم ارزقنی فہم النبیین وحفظ المرسلین والہام الملٰئکۃ المقربین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ اللھم افتح لی ابواب رحمتک وانشر علی من خزائن علمک یا ارحم الراحمین۔

پھر اعوذ بسم اللہ کے بعد یہ آیت پڑھی۔

لا خیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذلک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نؤتیہ اجرا عظیما۔

فرمایا یہ چھوٹی سی آیت اس خاکسار نے پڑھی ہے۔ اگرچہ ہمارے احباب بالخصوص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ

طیبہ میں سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے بہت کچھ جامع و بلیغ بیان کیا ہے۔ مگر میں بھی بحکم کم ترک الاول للآخر تعمیلاً للحکم کچھ سنا ہی دیتا ہوں۔ واضح ہو کہ حضرت آدم سے لیکر اب تک وقتاً فوقتاً تلبیسات اور دجل کا زور ہوتا رہا ہے اور طرح طرح کے مفاسد و شبہات کی وقتاً فوقتاً ترقی رہی۔ یہانتک کہ بسبب ظہور فساد فی البر والبحر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بعثت آگیا جنکے ظہور کی بشارت تمام انبیاء دیتے رہے تھے۔ یہ زمانہ بھی کثرت الفتن کا تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا تھا۔ ظهر الفساد فی البر والبحر اللہ تعالےٰ نے بتقاضائے صفت رحمانیت کے آنحضرت صلعم کے وسیلہ سے جو فساد عالم و عالمیان میں واقع ہوا تھا۔ جسقدر چاہا۔ اس کو رفع فرمایا۔ بعد اس کے خلفاء راشدین رضی کا زمانہ ہوا ہے جسمیں دین اسلام کی ترقی لا نظیر واقع ہوئی۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے علم میں ایک آخری زمانہ دجالی بھی تھا۔ اور وہ یہی زمانہ ہے جبکہ تمام عالم میں مذاہب دجاجلہ اور ادیان باطلہ کی کثرت ہو رہی ہے۔ اس وقت بھی حسب سنت اللہ کے اللہ تعالےٰ کی صفت رحمانیت نے تقاضا کیا تو امت محمدیہ میں سے ایک عظیم الشان انسان جری اللہ فی حلل الانبیاء کو مبعوث فرمایا تاکہ جو بدعات سیئہ و خیالات عقاید فاسدہ پیدا ہو گئے ہیں ان کو دور کرے۔ اور بیرونی دشمنوں اور اندرونی مخالفوں کی مدافعت فرمائے۔

یہ زمانہ دجالی ہے اس کے ثبوت کے لئے ایک ادنےٰ سی بات پیش کرتا ہوں کہ قطع نظر تلبیسات دینیات کے دنیاوی امور میں ہی دیکھو کہ ہر چیز پر کسقدر دجل اور ملمع سازی ہے۔ سونے چاندی کے متعلق ہی نہیں بلکہ ہر چیز میں ہر بات میں دجل اور ملمع کی کارروائی بکثرت دیکھی جاتی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ زمانہ زمانۂ دجالی ہے۔ پھر اس دجالیت کے مظہر کو احادیث میں مسیح الدجال کہا گیا ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ وہ تمام دنیا کی مساحت کریگا! کون نہیں جانتا کہ جو ترقی علم جغرافیہ کو اس وقت میں ہوئی ہے وہ اس سے پہلے ایسی کبھی نہیں ہوئی۔ دیکھو حضرت موسیٰ کی قوم چالیس سال تک ایک جنگل میں حیران و سرگردان رہی۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ راستہ نہیں ملتا تھا۔ اب تو چپے چپے پر سڑکیں طیار ہیں۔ دریا۔ ریگستان۔ اور بیابان سب کی مساحت ہو گئی اور ہو رہی ہے۔ پس اے میرے دوستو! بتاؤ کہ حسب قول مشہور "نکل دجال عیسیٰ" کیا ضروری تھا یا نہیں کہ مسیح موعود مبعوث ہو۔ ورنہ اللہ تعالےٰ کی صفت رحمانیت اس امت محمدیہ کے لئے ضایع جاتی "نعوذ باللہ منہ" حالانکہ فرمایا گیا ہے کہ ان اللہ یبعث لھذا الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ چنانچہ صدی کے سر پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جسکا وعدہ کتب آسمانی میں زبان نبوت سے دیا گیا تھا۔ لوگوں کو چاہیئے تھا کہ اس انعام خداوندی کی قدر کرتے۔ اور کفران نعمت کر کے مستحق عقوبت نہ ہوتے۔ بلکہ ایسا نہ ہوا چونکہ مامور من اللہ کے وقت میں شیطانی آوازیں بھی آیا کرتی ہیں۔ ان الشیطین لیوحون الی اولیاءھم لہذا آوازیں تکذیب کی بھی بکثرت آنے لگیں۔ اور الہامات شیطانی بھی موافق اپنی اپنی استعداد کے فاسدہ کے مکذبین کو ہونے لگے۔ اور سنت اللہ کے برعکس لوگ بموجب فاتبعہ شہاب

مبین کے ہلاک اور تباہ ہو گئے۔ یعنے جنکی نسبت الہام رحمانی وحی ربانی نے فتویٰ دیا تھا کہ وہ ہلاک ہوں۔ وہ ہلاک ہو گئے معہذا جو بدی پر تھے وہ آواز شیطان کے تابع رہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

بانگ شیطاں گلہ بان اشقیا است
بانگ سلطاں پاسبان اولیا است

چنانچہ ان آوازوں میں سے کسی نے عصا موسیٰ سنایا۔ کوئی کانا دجال بنگیا۔ کوئی مدراس سے بول اٹھا۔ اور کوئی جموں سے بجائے چراغ کے ظلمت افزا پیدا ہوا۔

لیکن اہل نظر کی نظر میں ان دو آوازوں میں بڑا فرق اور تفاوت بین ہے۔ دیکھو دشمن کے لئے جب دروازہ بند کرتے ہیں تو بھی آواز آتی ہے۔ اور دوست کے لئے جب دروازہ کھولیں تو بھی ایک صدا نکلتی ہے۔ مگر عقلمند وہ ہے جو ان دونوں آوازوں میں فرق سمجھے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

تفاوت است میانِ شنیدن من و تو
تو بستن در و من فتح باب مے شنوم

آواز تو دونوں کی آئی۔ مگر دوست کے لئے دروازہ کھلتا ہے اور دشمن کے لئے بند ہو جاتا ہے۔ ایک پر الہام ربانی ہوا تو رحمت الٰہی کا دروازہ کھولا گیا اور سچے الہامات بارش کیطرح ہونے لگے۔ برکات کا دروازہ کھلگیا۔ اس کو ایک جماعت متبعین کی دیگئی۔ اور قبولیت ڈالی گئی۔ دوسرے پر الہام شیطانی ہوا۔ تو اس پر دروازہ بند ہو گیا نہ اس کو کوئی جماعت متبعین کی دی گئی۔ نہ مقبولیت ہوئی۔ بلکہ وقتاً فوقتاً نظارہ ابتریت کا نظر آرہا ہے۔ یہ مضمون شاعرانہ نہیں بلکہ شاعر نے غالباً قرآن مجید سے اقتباس کیا ہے۔

اللہ اکبر قرآن مجید کیا ہے ایک عجیب بیش بہا نعمت ہے۔ اور اس میں کونسی صداقت ہے جو نہیں۔ میں ہر چند کہ پیر و ناتواں ہوں۔ لیکن اس وقت قرآن کریم کے ارشادات کے بموجب اس بہار جاودان پر نظر کر کر اور اپنی اور مسیح موعود کا باغ کھلا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہو گیا۔ اور فرط مسرت سے شکر اللہ تعالےٰ اس جوش کے ساتھ بول رہا ہوں جیسا کہ عالم شباب میں بول سکتا تھا۔ (واقعی ۸۰ سالہ عمر میں یہ آواز اس قدر پر جوش اور بلند تھی کہ مسجد کی فضا اس سے گونج رہی تھی)

ہر چند من ضعیفم و ہم ناتواں شدم
ہر گہ کہ روئے خوب تو دیدم جواں شدم

اب دیکھو قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ اس مضمون کی تصدیق فرماتا ہے۔ ان الذین کذبوا بایٰتنا واستکبروا عنھا لا تفتح لھم ابواب السماء

یعنے جو کبر و غرور سے تکذیب کرتے ہیں ہزاروں نشانیوں کی (اس وقت میں مخبر صادق کی کیسی عظیم الشان پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں اور پھر بھی تکذیب ہو رہی ہے) ان کے واسطے دروازے آسمان کے ہرگز نہیں کھولے جاتے۔ سچ فرمایا مولانا روم نے ؎

لعنت اللہ این عمل را در قفا
رحمت اللہ این عمل را در وفا

دوسرے مقام میں ارشاد فرمایا:۔

ان للمتقین لحسن مآب جنت عدن مفتحۃ لھم الابواب۔

جو اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں (ہماری متقین میں خدا کے فضل سے داخل ہے) ان کے واسطے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ یعنے دوسرے کے واسطے بند کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ دیکھو جموں والے نے بڑے دعوے کئے۔ مگر کیا وہ مینار کو بنا سکا۔ جسکی اس نے تکمیل کرنا چاہی تھی۔ کیا اسے جماعت دی گئی۔ کیا وہ ابتر نہ رہا۔ کیا کانا دجال نے کوئی جماعت تیار کی۔ جو اس خشوع و خضوع سے نمازوں کے ادا کرنے والی ہو۔ کہ تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا میں ہے۔ کہاں ہے عصائے موسیٰ کی جماعت وغیرہ وغیرہ پھر دیکھو کہ یہ جماعت بیکس بے بس۔ بے زر بے پر ہے۔ معہذا اس کے لئے کیسی تائید الٰہی ہو رہی ہے۔ کہ یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ بھی موجود ہے۔ اور کوئی صاحب تلاوت آیات اور تعلیم قرآن مجید میں مصروف ہے اور کوئی تعلیم حکمت قرآنی در تزکیہ نفس میں مشغول ہے۔ یہ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ ان کے واسطے دروازے کھولے گئے ہیں۔ ان کے دشمنوں کے لئے بند کئے گئے ہیں عصا موسیٰ نے اپنے الہاموں کی اتنی موٹی کتاب تیار کی۔ مگر جتنے الہام تھے سب غارت ہو گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ عصا عصیان سے تھا۔ پس ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ کی رحمانیت کے تقاضا سے دجالی فتنہ کے دور کرنے کے لئے جو یہ سلسلہ قائم ہوا ہے۔ وہ خدا کیطرف سے ہے۔ اور اس سلسلہ کے بانی کے الہامات جو براہین وغیرہ میں مندرج تھے پورے ہو گئے۔ اور پورے ہو رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ پورے ہوں گے۔ اسی لئے یہ آیت الہام میں ہے کہ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ اور ان الہام میں سے ایک یہ بھی الہام تھا۔ کہ انا نبشرک بغلام مظھر الحق والعلا الخ۔ جو اس حدیث کی پیشگوئی کے مطابق تھا۔ جو مسیح موعود کے حق میں ہے۔ کہ یتزوج ویولد لہ یعنے آپ کے ہاں ولد صالح عظیم الشان پیدا ہوگا۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجود ہیں۔ منجملہ ذریت طیبہ کے اس تھوڑی سی عمر میں جو خلیفۃ المسیح نے چند آیات قرآنی کی تفسیر میں بیان فرمایا اور سنایا ہے اور جسقدر معارف اور حقایق بیان کئے ہیں وہ بے نظیر ہیں۔ اب کوئی انہیں معمولی سمجھے۔ اور کہے یہ تو کل کے بچے ہیں۔ ابھی ہمارے ہاتھوں میں پلے ہیں۔ اور کھیلتے کودتے پھرتے تھے تو یاد رہے یہ فرعونی خیالات ہیں۔ چنانچہ فرعون نے بھی حضرت موسیٰ سے یہی کہا تھا:۔

الم نربک فینا ولیدا ولبثت فینا من عمرک سنین۔ وفعلت فعلتک التی فعلت وانت من الکافرین۔

(کیا میں نے بچپن تیری پرورش نہیں کی اور تو اپنی عمر سے کئی سال یہاں نہیں رہا۔ اور تو نے وہ کرتوت کیا جو کیا اور تو کفران نعمت کرنیوالا ہے) میرے بھائیو ایسا خیال کسی کے دل میں آئے تو استغفار پڑھے۔ کیونکہ فرعون کا برا انجام ہوا۔ جو تمکو معلوم ہے۔ مثل مشہور ہے کہ الصبی صبی ولو کان نبیا۔

ایک دقیق بات اور سمجھ لینی چاہیئے۔ آنحضرت صلعم کیواسطے اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ محمد تمہارے

مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ مگر اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے خاتم ہیں)

یعنی آنحضرت صلعم کا کوئی نسبی اور جسمانی بیٹا نہیں جو جانشین ہو مگر مسیح موعود کے واسطے یتزوج ویولد لہٗ فرمایا گیا۔ اور اس کی نسبت یہ بھی الہام ہوا۔ کہ کان اللّٰہ نزل من السّماء اس کی کیا وجہ ہے کہ نبی کریم کے ذکور میں سے کوئی ولد نہ ہوا اور مسیح موعود کے ہو۔ پس واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو تمام امتوں کا سردار بنایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ انی جاعلک للناس اماما۔ ایضاً وجعلنا فی ذریتہ النبوّۃ ایضاً ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویونس ویوسف وموسیٰ و ھارون وکذٰلک نجزی المحسنین الآیۃ ابراہیم علیہ السلام کی برکت سے ان کی اولاد میں بھی کامل لوگ ہوئے۔ یہ معاملہ یہیں ختم نہیں ہوا جو لوگ محسنین ہیں۔ اللہ کی ذات وصفات کو دیکھنے والے ہیں، ان کو بھی ایسے ہی مراتب عطا کریں گے۔

اب چونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کسی کے باپ نہیں تو اس سے ابتر ہونیکا شبہ پڑتا تھا (نعوذ باللہ من ذٰلک) اس لئے لکن حرف استدراک لایا گیا۔ اور جو وہم ماسبق سے پیدا ہوتا تھا۔ اس لئے دور کرکے فرمایا کہ آپ روحانی باپ ہیں اور تمام کمالات نبوت کے جامع ہیں یعنے کامل ومکمل ہیں۔ اس لئے آپ کی مہر سے ولد روحانی یعنی نبی پیدا ہوتے رہیں گے۔ جو امتی بھی ہوں اور نبوت جزوی بھی ان کو حاصل ہو۔ تاکہ روحانی اولاد کا سلسلہ قیامت تک باقی رہے لیکن اولاد نرینہ نہ ہوئے اور بلا فاصلہ ان کے جانشین نہ بننے میں یہ سر تھا۔ کہ اگر ایسا ہوتا تو درجہ تکمیل کامل طور پر ظہور پذیر نہ ہوتا۔ کیونکہ مثل مشہور ہے کہ تخم کچھ نہ کچھ اپنی تاثیر کرتا ہے۔ اور دوسرا آپ کے کمالات تکمیلی حضرت ابراہیم کے کمالات تکمیلی سے بھی بڑھ کر تھے پس اس لئے کہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرنے پائے کہ یہ اثر تو تخم کی تاثیر کا اثر ہے۔ بحکم الولد سر لابیہ کے بیٹے میں ان کمالات کا کسی قدر ظہور پذیر ہو جانا ضروری تھا۔ لہذا آپ کے روحانی کمالات واسطے اظہار درجہ تکمیل کے صدیق اکبر رضہ کے سینہ میں پہنچے جو آپ کی اولاد میں سے نہیں تھے۔ تا ایک دنیا پر ثابت ہو کہ آپ ایسے کامل ومکمل ہیں کہ غیروں تک بہ سبب حاصل ہونے کمال درجہ تکمیل کے آپ کا اثر پہنچتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے ما صب اللّٰہ شیئ فی صدری الا صببتہ فی صدر ابی بکر۔ یعنی کوئی چیز علوم دینیہ ومعارف حقہ اسلامیہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں نہیں ڈالی۔ مگر کہ ابی بکر کے سینہ صافی میں ڈالدی گئی۔ ہاں بالضرور جبکہ چند پشتوں کا فاصلہ واقعہ ہو گیا تو بہ سبب اس فاصلہ کے وہ وہم جاتا رہا۔ تو پھر آپ کی اولاد بنی فاطمہ میں سے ہی کمل افراد پیدا ہوئے۔ دیگر واضح ہو کہ سید المرسلین وخاتم النبیین محمد رسول اللہ صلعم نبی اسمٰعیل میں سے ہیں۔ مگر چونکہ وعدہ نبوت حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے خواہ اسمٰعیل خواہ اسحاق الی یوم القیامۃ ہے اس لئے حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے مسیح موعود نبی اسحاق سے ہوا تا یہ پیشگوئی کذٰلک نجزی المحسنین کی بھی دونوں ولد سے پوری ہوئی۔ وہ اس طرح سے کہ بنی اسمٰعیل میں سے تو ایک ایسے کامل اور مکمل سید المرسلین صلعم پیدا ہوں۔ جن کی امت

کنتم خیر امّۃ کی مصداق ہو۔ اور بنی اسحاق میں سے ایک ایسا نبی مسیح موعود پیدا ہو جو ہو تو احمد کا غلام اور معہذا وہ نبی بھی ہو تا کہ وعدہ مندرجہ وجعلنا فی ذریتہ النبوّۃ وغیرہ کا بھی اس سے پورا ہو جاوے بقول شخصے۔ شعر

چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار

نخبانیت بحرم اسرار کجا ست

پس الحمد للہ کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ اب ہم میں اور غیر احمدیوں میں فرق ہے۔ اور ہمیں مناسب نہیں کہ ان کے ساتھ شامل ہوں اول یہ کہ ہمارے علاتی بھائی وغیر احمدی مسلمان مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی جن پیشگوئیوں کی تکذیب کر رہے ہیں ہم ان کی تصدیق کرتے ہیں۔

دوم:- انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوٰۃ الدّنیا ویوم یقوم الاشہاد۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ہم ان کی اسی زندگی دنیا میں نصرت کریں گے اور پھر آخرت میں بھی۔ آگے رہا بعد الموت کی نصرت کا ہونا اور دنیا میں کوئی نمونہ اسکا نہ ہونا تو اس کا ہر ایک فرقہ باطلہ بھی مدعی ہو سکتا ہے۔ ہم نے خدا کے فضل سے اسی دنیا میں اس نصرت آلہیہ کے نظارے دیکھے۔ یہی ثبوت ہے آخرت میں رحمت الہی کے دیکھنے کا۔ کہاں ہے عصاء موسیٰ۔ یعنے وہ موسیٰ جسنے عصیان کیا (الہی بخش)، کہاں ہے وہ چراغ جس نے ظلمت پھیلائی۔ پھر وہ مکفر پہلا مکفر جو سارے ہندوستان میں پھرا اور اپنی تمام کوششوں میں ناکام رہا۔ وہ مخالف جس نے اپنے رسالہ میں لکھدیا کہ "محمد احسن" توبہ کرلیگا۔ مگر محمد احسن ابتک خدا کے فضل سے اپنے عقیدہ پر قائم ہے۔ اس نے ساعۃ العسرۃ میں قریب سو روپیہ کی ملازمت چھوڑ دی۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا الآیۃ

قریب چار ہزار روپے کے مکان کو خیر باد کہی ثم اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

لیکن ہمارا دشمن انی مھین من اراد اھانتک کے الہام کے نیچے آ گیا۔ یہ الہام پہ پیالہ میں مجھے پہونچا تھا۔ اور اسی کے ساتھ ہے انی معین من اراد اعانتک۔ سو دونوں جلوے اپنی زندگی میں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

پھر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور حضرت فاضل ایم۔اے ہمارے سلسلہ کے ایک نوجوان مقرر ومحرر ہیں۔ انہوں نے بھی تبلیغ میں اس نصرت آلہیہ کے جلوے دیکھ لئے۔ اور دیکھ رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ دیکھیں گے۔ جزاھم اللّٰہ فی الدارین خیرًا۔

اب میں اس آیت کیطرف رجوع کرتا ہوں کہ اس میں تین باتوں کیطرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے۔ پس واضح ہو کہ لا۔ اور پھر الا جو نفی اور اثبات کے لئے آتا ہے۔ وہ اثبات کے لئے آتا ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ خیر منحصر انہیں تین باتوں میں ہے ایک امر بالصدقۃ یعنے جیسے واجبات اور تبرعات ہیں جتنے حسنات مالیہ ہیں ان کی تائید کے لئے حکم دینا۔ جو نفع جسمانی کا خلائق کو پہنچانا ہے۔ دیکھو قادیان میں کتنی مدّیں جاری ہیں۔ یتامیٰ مساکین ابناء السبیل وغیرہ وغیرہ۔ دوم امر بالمعروف۔ جو نفع روحانی کا پہنچانا ہے یعنے ہر ایک نیکی کا کام جو مشہور اور پسندیدہ شرع اسلام کا ہو اس کا امر کرنا۔ اصلاح بین الناس جو دفع ضرر مطلق کا تھی یعنے لوگوں میں اصلاح کرنا۔ ان کو اعمال صالحہ کی ترغیب دینا گویا صدقہ میں نفع جسمانی غالب ہے اور معروف میں نفع روحانی غالب ہے اور اصلاح بین الناس میں دفع ضرر ہے۔ اور قادیان کی صدر انجمن احمدیہ اور دیگر اراکین سلسلہ انہیں تین باتوں کا حکم کرتی ہیں۔ اور اسکا عملدرآمد بھی رکھتی ہیں۔ اللہم زد فزد۔

پھر یہ تینوں باتیں ہو سکتا ہے کہ ریا سے ہوں اس لئے فرمادیا کہ ابتغاء مرضات اللّٰہ یعنے جو ان کاموں کو محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے طلب کے لئے کریں۔ قریب ہے کہ ہم اسے بہت ہی بڑا اجر بخشیں گے۔

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کے وعدے بڑے سچے ہیں۔ اور وہ تمہیں تمام قوموں پر روحانی فتح دیگا۔ اور ان کے دلوں کو تمہاری طرف پھیر دیگا۔ اور اس کا یہ بھی وعدہ ہے کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ [illegible] اس آیت پر لشارت کی نسبت تمام مفسرین ومحققین کا اتفاق ہے کہ یہ مسیح موعود کے زمانہ کے لئے ہے۔ اب چونکہ سیفی قوت سے دین کے متعلق قلوب انسانی پر کامل اثر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے لامحالہ یہ کام اظہار دین اسلام کا براہین قاطعہ وحجج ساطعہ سے ہونا تھا۔ چنانچہ یہ اظہار دین براہین احمدیہ نے کیا۔ بعدہٗ یہ کام اظہار دین اسلام کا ریویو آف ریلیجنز سے ہوا۔ جو حضرت اقدس کے حکم سے جاری ہوا ہے دیکھو لیظھرہ علی الدین کلہ کا ترجمہ کیا ہے۔ کیا دنیا کے مذاہب پر نظر اس میں نہیں ہے۔ جو اس رسالہ کا نام اس وقت رکھا گیا ہے جو کسی کو بوقت تسمیہ کے اس آیت کا خیال بھی نہیں گذرا تھا۔ پس کیا اعجازی رنگ میں ریویو آف ریلیجنز کے متعلق اس آیت میں پیشین گوئی نہیں ہے۔ یہ رسالہ بھی مسیح موعود کی تحریک سے جاری ہوا۔ اور اب مولانا محمد علی صاحب ایم۔اے کا ہاتھ اس کو چلا رہا ہے۔ گویا یہی رسالہ ہے جسکے ذریعہ ملل باطلہ وعقاید فاسدہ کا ابطال کیا جاتا ہے اور لیظھرہ علی الدین کلہ کا نظارہ دنیا میں مشاہدہ ہو رہا ہے۔ ورنہ کوئی بتا دے کہ کسی نے مسیح موعود ہونیکا دعوےٰ بھی کیا ہو۔ اور پھر اس نے رسالہ دنیا کے مذاہب پر نظر بھی جاری کیا ہو۔ اور ایسا ہی یہ اللہ تعالیٰ کا یہ سلسلہ جاری ہمیشہ کے لئے رہے گا۔ پھر ہمارے پاس وہ لشکر ہے جو آیات محمد رسول اللّٰہ والذین معہٗ اشداء علی الکفار رحماء بینھم الیٰ آخر سورۃ۔ میں مندرج ہے جسکی تقریر عید کے دن کی گئی تھی۔ اور ہمارے دوست فاضل اکمل نے اسے لکھ کر بدر میں چھپوا دیا ہے۔

اب بحکم اللہ لکل ظھر بطن کے علاوہ بیان سابق کے ایک اور بطن قرآنی کو بیان کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ تمام حروف تہجی اولہا الیٰ آخرہا ان آیات کے کلمات میں موجود ہیں۔ اس میں گویا یہ اشارہ ہے۔ کہ تمام اوامر ونواہی جو ان حروف سے شروع ہوتے ہیں انہیں والذین امنوا معہ یعنی جماعت کے لوگ ثابت قدم رہیں۔ اوامر کی تعمیل نواہی سے اجتناب کرتے رہیں۔

ا۔ امانت۔ ایمان۔ اخلاص۔ **ب**۔ برکت
بر۔ **ت**۔ توکل۔ تقوی۔ **ث**۔ ثواب۔
ج۔ جہاد (یعنے مجاہدہ فی الدین) جود۔ **ح**۔ حیا
حکمت۔ **خ** خشوع وخضوع۔ **د**۔ دعا۔ **ذ**۔ ذکر
اللہ و ذکاوت **ر** رافت و رحمت **ز** زکواۃ۔
س سعادت۔ سلامت۔ سخاوت **ش**۔ شکر
ص۔ صبر۔ **ض** ضحایا۔ ضوء ایمانی **ط**۔
طہارت **ظ**۔ ظہور دین کا۔ **ع** عاقبت۔ عدل۔
علم۔ عزم محبت **غ** غنا از خلق۔ عفو و مکر در امور دین۔
ف۔ فہم۔ فراست۔ **ق** قناعت **ک** کرم۔ **ل**
لیاقت۔ **م**۔ معرفت **ن** نور۔ نشاط **و**
وقار۔ وفا۔ **ہ** ہمت ہدایت خلق۔ **ی** یقین
ناظرین کو چاہیئے کہ ایسے نواہی بھی استخراج کرلیویں جن
کے اوایل میں یہ حروف موجود ہوں۔ اب یہ تمام باتیں ہم میں
جمع ہو جاویں۔ تو بقول شخصے **ع** آرے باتفاق جہانے میتوان گرفت۔ انشاء اللہ تعالے (فسوف نؤتیہ اجراً عظیماً) ہم کو
یعنے بطفیل۔ اجر عظیم ملیگا۔

تکمیل محمڈن یونیورسٹی

سنددرجہ ذیل پروسیڈنگ الحکم میں اشاعت کیلئے

بھیجے جاتے ہیں۔ جس کو بڑی خوشی کے ساتھ شایع کیا جاتا ہے (ایڈیٹر)
اجلاس ڈیپوٹیشن کمیٹی منعقدہ ۱۵ جنوری ۱۹۱۱ء زیر صدارت نواب
وقار الملک بہادر۔

حاضرین۔ نواب وقار الملک بہادر۔ آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد
خان صاحب۔ شیخ محمد عبد اللہ صاحب پروفیسر عبد العزیز صاحب
مرزا بیت حسین صاحب۔ سید عبد الباقی صاحب رہبر آرا۔ مولوی
ضیاء احمد صاحب بریلی۔ مولوی ادریس احمد صاحب ڈاکٹر ضیاء الدین احمد
صاحب۔ اور جے ایچ ٹول اسکوائر پرنسپل۔
نواب وقار الملک بہادر کی تجویز اور آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد
خان صاحب کی تائید۔ اور جملہ حاضرین کے اتفاق سے مسٹر ٹول
جلسہ کے پریسیڈنٹ ہوئے۔

(۳) قرار پایا کہ ایک ضلع وار ڈائرکٹری مرتب کیجاوے۔ جس میں کہ
تمام ان مسلمانوں کے نام درج ہوں۔ جن کی تفصیل ذیل میں درج
کی جاتی ہے۔ (الف) درباری، (ب) خطاب یافتہ،
(ج) ممبر میونسپل و ڈسٹرکٹ بورڈ، (د) عہدہ داران جنکی
تنخواہ پچیس ۲۵ روپیہ ماہوار یا اس سے زیادہ ہو، (ص) وکیل اور
ڈاکٹر اور دیگر علمی پیشہ ور اصحاب، (ع) سرکاری مالگذاری اور
انکم ٹیکس ادا کرنے والے۔
(۳) مذکورہ بالا ڈائرکٹری میں ہر ضلع کے اسلامیہ سکولوں مدارس
اور انجمنوں کی مختصر حالات درج ہونی چاہئیں۔ انجمنوں کے ممبر
صاحبان و مدارس کے منتظمین و مدرسین کی فہرست بھی شامل ہونی
چاہیئے۔
(۴) اس ڈائرکٹری کی تیاری کے واسطے مفصلہ ذیل کتابیں فوراً
منگائی جاویں۔ یہ کہ ڈائرکٹری ۱۹۱۰ء ہر صوبہ کی سول لسٹ۔ گزٹ آف
انڈیا۔ ضمیمہ زریں مطبوعہ نولکشور پریس۔ گورنمنٹ گزٹ
سکے وہ نمبر جس میں مسلمان ڈاکٹروں کی فہرست شایع ہوئی ہے۔ ہر
ضلع کے چنگی کے رائے دہندگان کی فہرست۔ اور اسی قسم کی دیگر
کتابیں جن سے ڈائرکٹری کی ترتیب میں مدد ملے۔
(۵) دو قسم کی اپیلیں شایع کیجائیں۔ اول ایک **مختصر**
اپیل جس کی ایک لاکھ کاپیاں ہندوستان کی مختلف زبانوں میں
طبع کراکر تقسیم کی جاویں۔ اور دوم ایک مفصل اپیل چار صفحہ
کی جس کی دس ہزار کاپیاں طبع کراکر شایع کیجاویں۔
(۶) یہ کہ سردست آٹھ ایجنٹ پنجاب و صوبہ سرحدی کے لئے
آٹھ ایجنٹ ممالک متحدہ کے لئے۔ دو بہار کے لئے۔ اور دو
سندھ کیلئے مقرر کئے جاویں۔ یہ ایجنٹ ترتیب ڈائرکٹری میں امداد
دینے کے علاوہ سردست لوگوں کو ڈیپوٹیشنوں کے خیر مقدم اور
امداد کے لئے تیار کریں گے۔
(۷) موجودہ سفیران کانفرنس و سرسید میموریل فنڈ کے علاوہ
جو صاحب سفارت کی خدمت انجام دینا چاہیں گے۔ وہ اعزازی
سفیر ہوں گے اور ان کو واقعی مصارف سفر کے علاوہ [illegible]
۵۰ روپیہ ماہوار تک پریمیم دیا جاویگا۔
(۸) سفیروں کو یکم فروری سے کام شروع کر دینا چاہیئے۔
(۹) تمام ٹرسٹیان کالج۔ ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی
کانفرنس۔ و ممبران اولڈ بوائز ایسوسی ایشن۔ اور مسلمانوں کی دیگر
مقتدر جماعتوں کے اراکین سے درخواست کیجاوے کہ وہ ایک
ایک ماہ کی تنخواہ یا اوسط آمدنی یونیورسٹی فنڈ کو مرحمت فرمائیں۔
اس تجویز کی تعمیل میں مقصد ذیل اصحاب نے ایک ایک ماہ کی تنخواہ
یا اوسط آمدنی کا تحریری وعدہ فرمایا۔ نواب وقار الملک بہادر
عزیزی مشتاق احمد مدعمرہ خلف نواب وقار الملک بہادر۔ آنریبل
صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب۔ شیخ محمد عبد اللہ صاحب۔
مولوی بشیر الدین صاحب ایڈیٹر البشیر۔ ادریس احمد صاحب۔
مولوی عبد الاحد صاحب (دو ماہ کی آمدنی) اور ضیاء الدین احمد
(ضیاء الدین احمد سکرٹری ڈیپوٹیشن کمیٹی)

اسلامی یونیورسٹی

محمڈن یونیورسٹی کے قیام کی ضرورت پر بحث کی اب حاجت

نہیں۔ ہز ہائنس سر آغا خاں بالقابہ نے اس کام کو عملی رنگ میں شروع
کردیا ہے۔ اور اس کی تکمیل کے لئے انہوں نے خود گدائی کے لئے نکلنا پسند
کیا ہے۔ یہ مسلمانوں کی خوش قسمتی اور بھلے دنوں کا پیش خیمہ ہے۔ جبکہ
اتنے بڑے درجہ بزرگ قوم کے تعلیمی سوال کو عملی رنگ میں حل کرنے کے
لئے نکلتے ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کو جس کام کیطرف توجہ کرنی چاہیئے وہ
یہ ہے۔ کہ بہت جلد مطلوبہ سرمایہ کو مہیا کردیں۔ آج ۲۰ جنوری ۱۹۱۱ء
تک یونیورسٹی کے متعلق سرمایہ کی فراہمی کی جو خبر آئی ہے وہ یہ ہے
کہ دس لاکھ جمع ہوگیا ہے۔ اور ہز ہائنس سر آغا خان بالقابہ کے
دوستوں نے اسی قدر اور جمع کردینے کا وعدہ کرلیا ہے۔ گویا
بیس لاکھ جمع شدہ سمجھنا چاہیئے۔ اب صرف موجودہ ضرورت
کے لئے ۱۰۔ لاکھ کی اور ضرورت ہے۔ عنقریب یہ ڈیپوٹیشن پنجاب
میں آنیوالا ہے۔ میری رائے میں جب تک ایک کروڑ جمع نہ کرلیا
جاوے۔ اس وقت تک ڈیپوٹیشن اپنا کام جاری رکھے۔ لاہور
کے متعلق میرا خیال ہے کہ باعتبار یونیورسٹی کی روشن خیال اور زندہ
جماعت کو

ایک لاکھ روپیہ

سے کم نہیں دینا چاہیئے۔ اور کم از کم پچاس ہزار ایک لاکھ صرف
لاہور کے مسلمان جمع کردیں۔ ایسا ہی **بہاولپور** کی
علم دوست ریاست سے

دو ڈیڑھ لاکھ

کی توقع بے معنے اور فضول نہیں۔ بلکہ عین مناسب اور موزون
ہے۔ میری دانست میں سرمایہ کا کام مارچ ۱۹۱۱ء تک
ختم ہونا چاہیئے یعنے تیس لاکھ جمع ہو جانا چاہیئے۔
غرض مسلمانوں کو اپنی یونیورسٹی کے لئے پوری ہمت اور
سعی سے کام لینا ضروری ہے۔ اور جب تک ان کی اپنی یونیورسٹی
نہ ہو تعلیم کا سوال حل ہی نہیں ہو سکیگا۔ خدا کرے وہ وقت جلد
آئے۔ کہ نہ صرف ایک بلکہ کئی اسلامی یونیورسٹیاں ہند میں قایم
ہوں۔ ہم نہایت خوشی کیساتھ اس تجویز کا خیر مقدم کرتے ہیں
اور راقم بڑی خوشی کے ساتھ اس کام میں اپنی سعی کو اٹھا نہ
رکھیگا۔ چونکہ تمام تجاویز کا درجہ تکمیل تک پہونچنا اللہ تعالے ہی
کے فضل پر موقوف ہے۔ اس لئے جہاں تجاویز سے کام لیا جاوے
وہاں اس کام کے مبارک اور مفید ہونے کے لئے دعاؤں سے
بھی کام لیا جاوے۔ اور کام کرنے والے احباب اخلاص اور
صدق سے اس میں حصہ لیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فریاد درد

بخدمت سکرٹری صاحبان انجمنہائے احمدیہ و احباب کرام
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ انجمن ساداتگست
قادیان کیطرف سے مجھے ہدایت ہوئی ہے کہ میں
چند ضروری امور کے متعلق کچھ لکھوں اور وہ یہ ہیں آپ صاحبان پر روشن ہے کہ حضرت مسیح موعود
علیہ السلام تو اپنا کام ہاں پورا پورا کرکے اپنے خدا سے جا ملے لیکن جس کام کو ہم لوگوں نے اپنے ذمہ لیا ہے
اسکا بہت سا حصہ تا حال معرض التوا میں پڑا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ جن لوگوں کے بزرگوں کی جانکاہ
کوششوں اور جفاکش محنتوں سے اسلام ہم اور ہمارے بزرگوں تک پہنچا ہے۔ وہ لوگ اس آسمانی نور
اور الٰہی برکات سے ابتک بکلی محروم ہو کر مخلوق پرستی کی ہاتھوں اور زبانوں سے وہ کلمہ بہار سکیں اور بدعہ
پادریوں کی زبان سازی اور عجیب جو یوں سے دق آرہے ہیں یعنی عربستان مصر، شرکی
مراکش، عراق، فارس، ترکستان، بخارا، عرب اور عراق کے کروڑہا باشندگان سلسلہ احمدیہ سے بیخبر
اور مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور ارشادات سے بیخبر ہیں۔ بنا بریں ضروری ہے کہ اگر ہم درحقیقت
آخرین منہم کی جماعتیں خدا کے نزدیک بھی ہیں۔ تو ہم اس الٰہی سلسلہ کو نامبردہ ممالک میں
بذریعہ اشتہارات و ٹریکٹ سر ورق کے پہنچا دیں اور ان کے بزرگوں کے تحفہ اسلام کے بدلے
میں ہم سلسلہ احمدیہ کے تحفہ کو ان کی اپنی کو بہتر تحفہ دیا ہے کرکے واپس کریں کیونکہ ان
لوگوں اور انکی بزرگوں کا ہم پر کئی طرح سے ثابت شدہ حق ہے۔ ازاں بعد ان بزرگوں نے
ہماری خاطر تبلیغ کیلئے خون گرائے ہیں تو آؤ ہم ان کیلئے للہ کم از کم سیاہی ہی گرائیں کہ
بعض مشنری پوڈ ٹونمید ترجمہ کا کیچو نے سلامی ملک میں علاوہ دیگر فرنگستانی
اقوام کے پادریوں کی صرف انگلستان کے پانچ پانچ سو انگریز پادری نہایت سرگرمی سے کام کر رہے
ہیں اور انہیں سے ہر ایک سالانہ ہیوں روپیہ خرچ کر کے ہم ہی اپنے دین وایمان سے نا بلند ہو کر اپنے
ملک و ملت پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں۔ پس ان امور کو مدنظر رکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح کے
ارشاد اور اجازت کیساتھ ایک اشتہار بزبان عربی تیار ہوا اشاعت کیلئے منظور ہو چکا ہے

شایع ہوگا جسکا تخمینہ خرچ دو ہزار روپیہ انجمن ساداتگست نے لگایا ہے پس آپ اس مبارک کام کو رجسٹری ہی میں کچھ لکھ کر ثواب حاصل کریں جو پہلے زمانہ میں نکلے گھوڑے سے حاصل کرنا تھا (ب) علاوہ ازیں انجمن ہذا نے یتیموں کتبوں اور عیسائیوں پر اتمام حجت کرنیکی غرض سے اشتہار
جاری کرنیکا کام بھی اپنے ہاتھ میں پہلے سے ہی لیا ہوا ہے۔ (ج) نیز قادیان کے نو مسلم اور دین کی تربیت و تعلیم کی نگرانی اور نگہداشت کیلئے بھی سادہ سنگت مناسب انتظام کرنیکی فکر میں ہے۔ کیونکہ ان ہر سہ اغراض کی انجام دہی کیلئے بہت سے

قابل توجہ ممبران انجمن اہل قرآن لاہور

غالباً ۱۹۰۹ء ماہ رمضان میں میں نے لکھا تھا کہ اگر مولوی عبداللہ صاحب کا ترجمۃ القرآن بعوض ہمیں مل سکے تو میں میرا بھیجدوں ۔ وہاں سے مینیجر صاحب نے جواب میں تحریر فرمایا کہ انجمن کے ممبروں نے یہ تبادلہ منظور فرمایا ہے ۔ آپ میرا بھیجدیں اس خط کے آنے پر میں نے ستر تولہ میرا قیمتی پندرہ روپیہ صحت بھیجدیا ۔ جب کئی دن گذرنے پر قرآن شریف مترجم نہ پہونچا ۔ تو میں نے مینیجر صاحب کی خدمت میں متواتر کئی خطوط لکھے ۔ تو آخر ایک اور صاحب نے جواب لکھا کہ مینیجر صاحب دورہ پر تشریف لیگئے ہیں ۔ واپس جب آئینگے تو آپ کا فیصلہ کردیں گے پھر جب ہوگیا جب کئی دن اور گذر گئے تو پھر لکھا کہ ترجمۃ القرآن بھیجدو ۔ تو یہ جواب ملا ۔ کہ آپ کا میرا ابھی فروخت نہیں ہوا ۔ فروخت کر کے ترجمۃ القرآن بھیجدیا جاویگا ۔ اگرچہ فریقین میں پہلے یہ شرط فروخت یا عدم فروخت کی تعیین نہ تھی ۔ مگر میں نے بعد کو بھی شرط تسلیم ہی کرلی ۔ اب اس انتظار طویل کے بعد جب پھر میں نے عرض کی کہ ترجمۃ القرآن اب تک نہ پہونچا ۔ عجیب بات ہے ۔ یہ رحم تو میں نہیں کرسکتا کہ اہل قرآن ہو کر کسی کا مال عزور برد کرلیا جائیگا ۔ مگر چونکہ موانع درپیش ہوگئے کیوں گے ۔ اس کے جواب میں ایک بزرگ نے لکھا کہ تم لوگ اسلام سے تو ہاتھ دھو چکے تھے ۔ اب آخرت کو بھی جواب دے چلے ۔ نہ آپ کا میرا ہم نے منگوایا ہے اور نہ ترجمۃ القرآن دینے کا وعدہ کیا ہے ۔ اگر سچے ہو تو ہماری تحریرات پیش کرو ۔ ان خطوں کے آخر پر اکثر مہری حروف میں دستخط تھا ۔ میں یہ خط پڑھ کر حیران ہوگیا ۔ کہ الہٰی انجمن اہل قرآن اور یہ معاملہ العجب ثم العجب ۔ اس پر میں نے وہ خطوط جو اس بارہ میں لاہور سے آئے تھے ایک لفافہ میں بند کر کے بانیٔ فرقہ اہل قرآن جناب مولوی عبداللہ صاحب کی خدمت میں بھیجدیئے ۔ اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کی کہ اس بارہ میں آپ ہی قاضی اور آپ ہی مفتی ۔ تحقیقات کر کے جواب سے سرفراز فرماویں ۔ اس خط کو اب مدت گذر گئی ۔ اور کوئی جواب نہ آیا ۔ لہذا مجبوراً بذریعہ اخبار ہذا ممبران انجمن اہل قرآن سے استفسار کرتا ہوں امید ہے کہ مفصل جواب تحریر فرما کر مشکور فرماویں گے ۔

نمبر (۱) کیا میرا تین تولہ جو تبادلہ ترجمۃ القرآن میں بھیجا تھا ۔ وہ آپ کے پاس پہونچا ہے یا نہ ؟ **نمبر (۲)** اگر پہونچا ہے تو کیا وجہ کہ اب تک ترجمۃ القرآن نہیں دیا گیا ؟ **نمبر (۳)** اگر میرا پہونچنے سے انکار ہے تو کیا وہ مسلمان اہل القرآن کی شہادت میرے اثبات دعوی کیلئے کافی ہوگی یا نہ ؟ **نمبر (۴)** کیا قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت ہے کہ جس کے بدلے جنس لے لیا جاوے ۔ اور پھر دو سال کے بعد وہی جنس واپس کردیا جاوے یا بالکل ہی انکار کردیا جاوے ۔ پارہ و رکوع تحریر فرماویں ۔ **نمبر (۵)** کیا لین دین کے معاملہ میں مشتری کو اتنی تکلیف دینی جائز ہے ؟ **تمام ممبران انجمن جمعہ کے دن** بیٹھکر میرے ان سوالات کے جوابات جیسے مناسب ہوں مفصل تحریر فرماویں ۔ کہ اس معمولی مالیت کیلئے کیسی انجمن کے ممبروں کو بذریعہ اخبارات مخاطب کرنا مجھے ہرگز طبعاً پسند نہیں ہے ۔ اور اتنی مدت سکوت کا یہ ہی باعث ہے ۔ مگر مہدی نویس بزرگ مندرجہ بالا الفاظ زیر لکیر کیوجہ سے میں نے یہی مناسب سمجھا ہے ۔ کہ اس معاملہ کی تحقیقات تو کر لی جاوے ۔ کہ ایمان اور آخرت سے کون فریق ہاتھ دھو بیٹھتا ہے ۔ فقط

راقم محمد امین احمدی ۔ از مقام دامتہ ڈاکخانہ مانسہرہ ضلع ہزارہ ۱۲ جنوری ۱۹۱۱ء

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک و ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپ کر شائع ہوا۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

الحکم

(قادیان دارالامان)

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شایع ہوتا ہے

عمدہ یونانی اور ویدک ادویات

ہندوستانی دواخانہ کی کافی شہرت ہو چکی ہے اور اس نے قلیل عرصہ میں معتد با اعتبار اور وقار حاصل کر لیا ہے یہ صرف عوام بلکہ خواص یہانتک کہ طبیب اسی دواخانہ کی ادویات کو برتتے ہیں

اس دواخانہ کی عظیم کامیابی کا راز محض اخلاص اور صداقت ہے

جو ادویات اس کارخانہ میں بنتی ہیں وہ ہمارے طب کی بہترین اکسیر ادویات ہیں صد ہا سال سے انکی خوبیوں کے اظہار کا سلسلہ جاری ہے آج بھی ہر ایک زمایش پر اپنا اصلی اثر دکھاتی ہیں کیونکہ

ہندوستانی دواخانہ میں جو ادویات بنائی جاتی ہیں۔

اصلی اور پورے انتظام سے دواسازی کا اس میں پورا اہتمام ہے اصلی اجزا خواہ قیمتی ہوں خواہ سستے پورے ڈالتے پر بھی قیمتیں وہی لی جاتی ہیں

یہ دواخانہ شخصی اغراض سے علیحدہ ہے اور اسکی آمدنی مدرسہ طبیہ و شفاخانہ دہلی کو دیجاتی ہے

اس دواخانہ میں تمام امراض کی ایک سے ایک لطیف اور مفید دوائیں بنتی ہیں جن کی تعداد پانچسو تک پہونچ گئی ہے۔

اس دواخانہ کے جناب حاذق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب رئیس اعظم دہلی سرپرست ہیں

اور انہوں نے اپنی اور اپنے زندہ جاوید بزرگوں کی بعض خاص خاص مجرب دوائیں لوجہ اللہ اس دواخانہ کو دی ہیں۔

نوٹ جن پراثر اور مفید تر ادویات کے سبب اس دواخانہ کو شہرت حاصل ہوئی ہے۔ وہ صرف اسی دواخانہ سے مل سکتی ہیں۔ اور کسی جگہ اس دواخانہ کی کوئی شاخ نہیں ہے۔ فہرست ادویات درخواست کرنے پر مفت مل سکتی ہے۔

خط کا پتہ:- بالکل یہی الفاظ لکھئے:- مینیجر ہندوستانی دواخانہ دہلی (تار کا پتہ) ہیڈ لسنز دہلی۔

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شایع ہوا۔

ایوانِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ کی صحت اب خدا کے فضل سے بہت اچھی ہے۔ قرآن مجید کے سننے کا پاک اور روح کو مسرت بخشنے والا شغل شروع ہو گیا ہے۔ اب میں پھر اپنے قدیم معمول کے موافق خدا کے فضل سے ناظرین الحکم کو ان عجائبات و نکات سے آگاہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں جو ان ایام میں مجھے بلاواسطہ یا بالواسطہ سننے کا موقعہ ہوا۔ اور جو کسی نہ کسی رنگ میں آپ کی پاک سیرۃ کا جزو ہیں۔

ایمانی قوت

حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی ایمانی قوت کے متعلق پہلے بھی کئی بار ذکر کر چکا ہوں۔ مگر یہاں بعض جدید واقعات اسکی تائید میں پیش کرنے خالی از فائدہ نہ ہوں گے۔

۲۳ جنوری کی صبح کو جبکہ ابھی ماشرہ کا ورم موجود تھا۔ اور آپ کو تکلیف تھی۔ گو بمقابلہ سابق بہت آرام تھا۔ قرآن کریم اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا مجھے اپنی اولاد کا کچھ بھی فکر نہیں۔ ایک دنیا دار انسان جو اپنی عمر میں اسی سال کے قریب ہو۔ اور جس کے تمام بچے محض نابالغ اور بعض شیرخوار ہوں۔ ایسی حالت میں کہ وہ گویا بستر موت پر ہو جو کچھ اپنے حرکات و سکنات سے ظاہر کر سکتا ہے۔ بخوبی معلوم ہے اس کے اندر گھبراہٹ اور بے اطمینانی ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے سامنے مختلف امیدوں اور آرزوؤں کا ایک وسیع میدان پاتا ہے۔ اور جوں جوں وہ اپنی اولاد اور متعلقین کے سلسلہ اور بے سروسامانی پر غور کرتا ہے اسیقدر اس کے دل میں اضطراب بڑھتا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اس قسم کی حالت میں ناظرین الحکم نے کم و بیش ضرور دیکھا ہے۔ مگر اس کے بالمقابل اسی سال کے بڈھے۔ مگر جوان ہمت کو دیکھئے۔ اللہ تعالےٰ پر اسے کیسا ایمان اور بھروسہ ہے۔ اس کی ایمانی حالت میں توحید اور توکل علے اللہ کا کیسا غلبہ ہے۔ اور بیوی۔ اور بچوں کے لئے اس کے دل پر کوئی غم نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ صالح کی اولاد کو اللہ تعالےٰ ضایع نہیں کرتا۔ یہ یقین اور قوت ایمانی ہے۔ جو ہر حال میں اُسے خوش و خورم رکھتی ہے۔ اس سے جہاں آپ کی ایمانی قوت کا پتہ لگتا ہے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ فی الواقعہ دنیا میں آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کہ دنیا میں مسافر کی طرح رہو۔ کسی چیز کے ساتھ دل بستگی نہیں۔

مخلوق کی نفع رسانی کا خیال

حضرت خلیفۃ المسیح کا وجود تو مسلم طور پر نافع الناس ہے۔ ہر شخص قطع نظر کافر و مومن دوست و دشمن کے آپ کے فیوض سے بلا تکلف فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ علالت کے اس سخت حملہ کے دنوں میں بھی یہ سلسلہ بدستور جاری رہا ایک شخص نے آکر اپنی ضروریات کا ذکر کیا اور کسی شخص کی شکایت کی کہ اسکا کفاف معین نہیں دیا گیا۔ فرمایا اس کو ہمارے گھر سے دیدو۔ یہ کیا عجب شان ہے۔ حکم دیکر جہاں سے اسکا کفاف مقرر ہے دلا سکتے تھے۔ مگر نہیں اس کی رفع شکایت یوں کر دی کہ اپنی گرہ سے دیدیا۔ ہر شخص کا یہ کام اور حوصلہ نہیں ہو سکتا کہ اسکا سینہ اتنا وسیع ہو۔

ایک دن شام کو میاں دین محمدؐ (المعروف لنگا میاں) آپکے پاس آیا اور کہا میری والدہ سلام علیکم کہتی ہے۔ جواب کیساتھ ہی حکم دیا کہا ہی اس کو ایک روپیہ دیدو۔ میاں دین محمد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص خادم میاں جان محمد مرحوم کا بیٹا ہے۔ اور بیچارہ معذور ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اسکی ضروریات کا خصوصیت سے لحاظ رکھتے ہیں۔ اور اس کی پرورش فرماتے رہتے ہیں۔ اس موقعہ پر اسے نہیں بھولے۔ پھر اس نے اپنی شادی کے لئے ذکر کیا کہ میری والدہ ایک جگہ تلاش رشتہ میں جانا چاہتی ہے فرمایا ضرور جائے ہم روپیہ دیں گے پھر میاں دین محمد نے ایک دعا ہی بیان کر دی کہ یہ استعمال کریں۔ فرمایا بہت اچھا۔

یہ سب معمولی باتیں سمجھی جائیں گی۔ مگر جو لوگ جانتے ہیں۔ کہ میاں دین محمدؐ ایک کس مپرس اور بے علم آدمی ہے۔ اور بعض لوگ تو اُسے محض اپنی تفریح کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ وہ غور کریں۔ تو انہیں معلوم ہوگا۔ کہ حضرت کے اخلاق کا معیار کتنا اونچا ہے۔ وہ کسی شخص کی بات کو بھی حقارت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ اور شکستہ دلوں کی دلجوئی اور تسلی کے لئے آپ ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

نیکی کے کاموں کے لئے ادنیٰ تحریک پر بھی طیار رہتے ہیں

اس بیماری کی حالت میں میں نے دیکھا ہے کہ کسی نیک کام کی ادنیٰ تحریک بھی کیجاوے تو آپ اس کی تعمیل کے لئے فوری جوش رکھتے ہیں مولوی عبدالقادر صاحب لودہانوی نے رویا میں دیکھا کہ مولانا مولوی محمد قاسم مرحوم حضرت خلیفۃ المسیح کی عیادت کو آئے ہیں۔ اور انہوں نے ایک سو روپیہ صدقہ کرنے کے لئے فرمایا ہے حضرت کو یہ خواب سنائی گئی۔ تو آپ نے فوراً حکم دیا۔ کہ ایک سو روپیہ نقد صدقہ کر دو۔ یہ تو سنت ابراہیمی کا اتباع آپ نے کیا۔ انہوں نے رویا میں دیکھا کہ گویا اپنے بچے کو ذبح کرتے ہیں۔ آپ فوراً اس کے لئے تیار ہو گئے مگر یہاں تو رویا بھی کسی دوسرے شخص نے دیکھی)۔ تو آپ نے فوراً ہی اس کی تعمیل کر دی۔ یہ ایک سبق ہے ہم لوگوں کے لئے۔ کہ خیرات (صدقات) کے لئے کسقدر جوش ہمارے اندر ہونا چاہئے صدقہ فی الحقیقت ایک ایسی شے ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے غضب کو دور کر دیتا ہے۔ اور آئی ہوئی بلائیں اس سے ٹل جاتی ہیں۔ ایک شخص نے قربانی کا خواب دیکھا۔ کئی مرتبہ آپ نے قربانی کر دی۔ یہ عملی نمونہ نہایت موثر اور مبارک ہے۔ آپ ہمیشہ لوگوں کو صدقات کی تعلیم دیتے رہتے ہیں۔ اس بیماری میں اس کثرت سے آپ نے صدقہ کیا ہے کہ جاننے والے جانتے ہیں۔ اور ہم نے دیکھا ہے کہ صدقہ کے ذریعہ رد بلا ہوتا ہے۔ صدقہ تمام قوموں میں ایک مفید چیز قرار دی گئی ہے۔ اور فطرتی طور پر ہر شخص اسے رد بلا کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

غیر معمولی صفات کا اظہار

حضرت خلیفۃ المسیح کی خصوصیات میں سے ایک یہ بات ہو رہی ہے کہ آپ کبھی روتے نہیں۔ میں نے اس بیماری سے پہلے صرف آپ کو دو مرتبہ آنسو بہاتے دیکھا ہے ایک مرتبہ اپنے ایک بچے کی وفات پر۔ اس وقت میرے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا تھا۔ کہ یہ آنسو میں نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کے لئے نکالے ہیں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک بچے کی جب وفات ہوئی تو آپ کی آنکھ سے آنسو نکلے تھے۔ اور آپ نے فرمایا۔ انا بِکَ لمحزونون۔ اسی طرح میں بھی کہتا ہوں۔ اور ایک مرتبہ حضرت مولوی عبدالکریم رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن میں حضرت کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ آسمان سے تقاطر ہو رہا تھا۔ اس وقت حضرت کی آنکھ سے آنسو نکلے اور فرمایا کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ آسمان ان کے لئے نہیں روتا۔ مگر عبدالکریم کے لئے آسمان بھی روتا ہے۔ ان الفاظ کے بیان کرنے میں آپ کے لہجہ میں خاص درد اور رقت تھی۔ اس کے سوا میں نے حضرت کو کبھی روتے نہیں دیکھا۔ اس بیماری میں دو دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ رو پڑے۔ اور جب ناظرین کو ان واقعات کا علم ہوگا جو آپ کے رونے کا موجب ہوئے۔ تو اس سے آپ کی بعض غیر معمولی صفات کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک روز حافظ روشن علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشہور و معروف عربی نعتیہ قصیدہ نونیہ آپ کو سنا رہے تھے۔ حضرت کی محبت اور عشق نے آپ پر کچھ ایسا غلبہ کیا کہ بے اختیار آپ رو پڑے اور پھوٹ کر روئے۔ قریب تھا کہ اسی جوش محبت میں آپ جان دیدیں۔ آپ نے سب کو اُٹھا دیا۔ اور تنہائی حاصل کر لی۔ ایسا ہی ایک دن آپ رو پڑے اور فرمایا کہ یہاں قادیان میں کوئی حافظ نہیں ہے۔ کوئی مجھے قرآن نہیں سنتا اور نہ سناتا ہے یہ دونوں واقعات کیا ظاہر کرتے ہیں۔ کہ آپ کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم سے کسقدر محبت ہے۔ اور قرآن کریم کی اشاعت اور خدمت کا کسقدر جوش ہے۔ کہ ایسے ضبط نہیں کر سکتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی کا ذریں باب قرآن کریم کی خدمت ہے۔ اس شخص نے جبسے ہوش سنبھالا ہے اور دنیا کو قرآن سنایا ہے۔ اور پڑھایا ہے میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ اس کے نامہ اعمال میں قرآن مجید اور حدیث کی خدمت کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ ہمیشہ ہی وہ اس کے درس تدریس میں معروف ہیں۔ اور اسی کو اپنی غذا اور جان سمجھتے ہیں ایسا

...واقعہ کو میرے مکرم دوست ماسٹر عبدالرحیم نیر نے نظم کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ ناظرین کی دلچسپی کے لئے یہاں درج کر دوں۔

۱

کل جو میں بیمار پرسی کو گیا
جا کے دیکھا واں پہ طرفہ ماجرا
ہو کے بولے آپ یہ نورالدیں
قادیاں میں کیا کوئی حافظ نہیں
نہ کوئی مجھ سے ہی سنتا ہے قرآن
نہ سنانے آتا ہے کوئی یہاں۔
الحمد للہ یہ محبت آپ کی
دھن لگی قرآن کی ہے ہر گھڑی

۲

تندرستی میں ہمیشہ ذکر تھا قرآن کا
اب ہیں گو بیمار پر ہے تذکرہ فرقان کا
جان جاناں پر ہی دیتے عاشقانہ جانفشاں
غم ہو راحت یکساں رہنا ہی یہی شرط وفا
ظاہری عاشق کو آتا یاد ہے سرو سہی
عاشق قرآن کو قرآن کی ہے لو لگی
ملنے میرا نازنین ناز پر چہرہ مرا
عاشق ظاہر کی فرقت میں سدا ہو یہ صدا
مجھ کو تو قرآن سے ہے آپکو ہر دم پیار
نازنیں یہ ہے یہ چہرہ یہی ہے یار غار

۳

ایکدن فرماتے تھے حضرت کمال شوق سے
عاشقانہ طرز سے الفت بھرے اک ذوق کر
زلف جاناں میں اگر ہے عاشق ظاہر پھنسا
مجکو زلف و خال کا قرآن میں آتا ہے مزا
میرا بیمار تھی اک نقطہ قرآن ہو
دور غم شاداں و فرحاں اس سے میرا کام ہے
بعد میرے پر ہمیشہ رہنا تمنے قرآن کو سدا
اسکو پکڑو گے ہوا اچھا چھوڑو گے ہوگا برا
عاشق قرآن کی لوگوں ہو یہ آخر صدا
اور یہی صلح کی ہے قرآن خدائے پاک کا
اسکی عزت کرتے رہنا اپنا گر چاہو بھلا
ورنہ پھر پچھتانا ہوگا اب کرو خوف خدا
تجھ سے ہو آخر یہی کہ مولا مری آخر دعا
نور فرقاں کر عطا نیز کو ظلمت سے بچا
جب ہو آخر دم سن اے مولا مرا
لب پہ کلمہ ہو ترا قرآن ہو بالیں دھرا
دم میں جبتک دم ہے اے رب الوریٰ
نیک پڑھوں قرآن مجھ کو توفیق اللہ کر عطا
میری قسمت میں بدی ہے گر لکھی مولا کریم
تو ہر قادر دے مٹا اے غافر الذنب و رحیم
ابن آذر کو بنایا تو نے اکرام میں حنیف
مجکو بھی لطف و کرم سے کرے تو عبد اللطیف
دینی نورالدین سے پھر سے ہمیں قرآن سنا
اسکو دے آرام صحت دور کر یہ ابتلا۔

الغرض حضرت کو قرآن کریم اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے غایت درجہ کی محبت اور عشق ہے اور اسی میں آپ زندہ ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے۔ صدقات کیطرف خصوصیت سے آپ متوجہ رہے ہیں۔ اور عملی نمونہ سے آپ نے دکھایا ہے کہ صدقات کیطرف انسان کو کسقدر توجہ کرنی چاہئے دنیا میں ایسا کوئی انسان نہیں۔ جو کسی ایک یا دوسرے ابتلا میں ہو پس ابتلاء سے بچنے کیلئے صدقہ بڑی ضروری شے ہے اسی ضمن میں مجھے یہ بھی بتا دینا چاہئے کہ صدقات کا بہترین مصرف یہاں موجود ہے بہت سے ساکین۔ یتامیٰ۔ مہاجر اور مولفۃ القلوب لوگ یہاں آتے ہیں۔ اور ان کی ضروریات پر ایسی رقوم خرچ ہو سکتی ہیں۔"

حضرت مسیح موعود پر ایمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آپ کو جو ایمان ہے وہ تو ظاہر ہے اور وہ ایمان ایسا کامل تھا اور سب سے بڑھکر تھا کیونکہ آپ کی وفات کے بعد آپ ہی کو اللہ تعالےٰ نے اس کام کا اہل پایا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد اصلی تھا۔ اور خود حضرت مسیح موعود نے فرمایا

چہ خوش بودے اگر ہریک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پراز نور یقیں بودے

لیکن اس بیماری میں بعض موقعوں پر خصوصیت سے اس کا اظہار ہوا۔ مرتد ڈاکٹر نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے نام ایک خط لکھا جو آج کے اخبار میں کسی دوسری جگہ درج ہے۔ اس خط کو سنتے ہی آپ نے فرمایا۔ میں ذاتی الواقعہ سچا تھا۔ یہ معمولی جملہ نہیں۔ نادان عبدالحکیم کہتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود کی دہمکیوں کا رعب

خلیفۃ المسیح کے دل پر ہے۔ اسے سن کر جو حضرت نے یہ جملہ فرمایا تو اسکی حقیقت عجب لذیذ مضمون ہے۔ میں اسکی پوری تفصیل اس وقت نہیں کر سکتا۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کا رعب اس قدر قوی ہے کہ اس کے وصال کے بعد بھی ایسے شخص کے قلب پر موجود ہے جو دشمن کے الفاظ میں زہد و تقویٰ کا نمونہ ہے۔ پھر وہ اگر خدا کیطرف سے نہیں تو کیا ہے؟ کیا کسی ایسے شخص کا نشان کوئی دیسکتا ہے جو صادق اور منجانب اللہ بھی ہو اور پھر اس طرح پر ایسے شخص کے دل پر حکومت کر سکے۔ جو بلا طمع اور بلا اجرت خدمت دین کرتا ہو۔ بلاطمع اور بلا اجرت خدمت دین کرنیوالا اپنے اندر انبیاء کا رنگ رکھتا ہے۔ اس کا ایک شخص کو صادق یقین کرنا اس کے صدق کی زبردست دلیل ہے اور پھر دوسری بات یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی ایسی متضاد اور بے محل باتیں نہیں کی ہیں۔ جو مرتد ڈاکٹر باوجود ادعائے الہام کرتا ہے۔ غرض یہ خط شکر آپکا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بے اختیار تصدیق کرنا قابل قدر امر ہے"۔

بسرّ ذنوب

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں جو تازہ ترین حالات ایوان خلافت کے ضمن میں لکھا گیا تھا۔ کہ حضرت نے فرمایا کہ خواجہ صاحب نے کسی مضمون کے خلاف حضرت کچھ فرمانے کا ارادہ رکھتے ہیں ۲۷ جنوری ۱۹۱۶ء کو جناب خواجہ صاحب شام کیوقت حضرت کی خدمت میں حاضر آئے۔ مجھے افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ میرے اس بیان کو نہایت ہی برے معنوں میں لیا گیا ہے اور اس سے یہ مراد لی گئی۔ کہ میں گویا خواجہ صاحب کی عزت پر نعوذ باللہ حملہ کرتا ہوں اور دوستوں دشمنوں میں انکی مخالفت پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میری نیت پر کسی شخص کو حملہ کرنیکا کیا حق حاصل ہے۔ اور ہر شخص خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے سوا کیوں اپنے لئے جائز سمجھتا ہے کہ میں اسکا زرخرید غلام ہوں۔ میں اخوت کے اصولوں پر ہر احمدی کا اپنے آپ کو خادم یقین کرتا ہوں۔ مگر جہاں حق گوئی کا سوال ہو وہاں کوئی چیز مجھے اس سے روک نہیں سکتی۔ اس کے متعلق ایک مختصر سا مضمون میں نے دوسری جگہ نہایت نرم الفاظ میں لکھنے کی کوشش کی ہے مجھے افسوس ہے کہ خواجہ صاحب کو بلا وجہ اس پر رنج کرنیکا موقعہ ملا۔ میں نے حضرت خلیفۃ المسیح کے ملفوظات کے ضمن میں اُسے لکھدیا تھا ورنہ مجھے معلوم بھی نہیں کہ وہ کیا مضمون تھا جب تک حضرت اس کا ذکر نہ کریں"۔

میرے دوستو! حضرت خلیفۃ المسیح کوئی بات پردہ میں کرنیکے عادی نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں حقگوئی کا اعلےٰ وصف عطا فرمایا ہے۔ اور وہ ہمیں اگر کچھ سمجھاتے ہیں تو اپنا فرض ادا کرتے اور ہماری بھلائی کو مقصود رکھتے ہیں۔ یہ فقرہ مجھے اسلئے لکھنا پڑا کہ خواجہ صاحب قبلہ کو اس بات نے سخت رنج دلایا۔ اور انہیں اپنے احباب کو خطوط لکھنے پڑے کہ وہ الحکم کے متعلق خاص توجہ فرمائیں۔ میں ان خطوط کے مضمون کے متعلق کوئی بحث نہیں کرتا۔ البتہ ان دوستوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ وہ ان خطوط کی ضرور تکریم کریں۔ کیونکہ میں خواجہ صاحب کو اپنا واجب الاحترام دوست نہیں بھائی یقین کرتا ہوں۔ ہاں یہ ضرور عرض کرونگا کہ الحکم کا اجرا۔ بقا۔ کسی شخص کی زندگی اور موت سے وابستہ نہیں۔ اور نہ کسی خاص شخص پر اسکا انحصار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کا مربی اور محسن ہے۔ ہاں خدا تعالےٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح کے دل میں یہ تڑپ ڈال رکھی ہے کہ وہ کام جو حضرت کی زندگی میں شروع ہوا کسی صورت میں بند نہ ہو۔

میں نفس مضمون سے دور چلا گیا۔ حضرت نے خواجہ صاحب کو اس مضمون کے متعلق کچھ سنانے کا وعدہ فرمایا۔ اور وہ مضمون گناہ ہے۔ چنانچہ دوسرے دن آپ نے اپنی بیاض منگوا کر مسئلہ توبہ پر ایک تقریر فرمائی۔ جو الحکم کی دوسری اشاعت میں انشاء اللہ درج کرونگا۔ اور اس کے ساتھ ہی ملفوظات بھی جو ۲۸ و ۲۹ جنوری کو آپ نے فرمائے۔ اور وہ مضمون لذیذ ہوگا۔ میرے دوست اگر میری تحریروں سے جو میں نے محض حضرت کے کلمات کو محفوظ کرنے کی نیت سے لکھی ناراض ہوئے ہیں۔ تو ہوں۔ میں نے ان کو ناراض کرنا نہیں چاہا۔ اللہ تعالےٰ میرے دل کو جانتا ہے۔ اور میں کب تک انہیں خوشامد سے خوش کرونگا۔

اللہ کی رضا مقصود ہونی چاہئے

اور وہ مجھے حاصل ہو جائے تو خواہ ساری دنیا بھی ناراض ہو۔ تو میں اپنے مقصد کو پا لونگا۔ خدا مجھے توفیق دے (آمین)

میرے لئے اللہ ہی بس ہے

صاف گوئی اعلےٰ درجہ کی خوبی تو ہے۔ مگر اس کے حاصل کرنیکے لئے بعض اوقات انسان کو بڑی مشکلات میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ لیکن یہ مشکلات اس دل و دماغ کو پریشان کر سکتی ہیں۔ جسکو خدا کے فضل نے ان کے برداشت کرنیکا عادی نہیں بنایا۔ اخبار نویس کی زندگی تو ہی مشکلات کے مجموعہ کا نام ہے۔ اور ایک شخص کا میدان میں آنا اس امر کی گارنٹی ہے کہ وہ مخالفانہ رائوں اور نکتہ چینیوں کے سننے کے لئے تیار رہے۔ اسے پہلا سبق جو دیا جاتا ہے وہ یہی ہوتا ہے!

ڈرنا ہے تو مت لکھ۔ لکھنا ہے تو مت ڈر

بس جو آدمی اس منزل سے گذر جائے وہ کسی تعریف اور مذمت کی جو واقعات کی بنا پر نہ ہو۔ پرواہ نہیں کرتا۔ اور اُسے نہیں کرنی چاہئے۔ الحکم کا ایڈیٹر اس سے مستثنیٰ نہیں۔ وہ سب سے صلح کا عہد تو باندھنا چاہتا ہے۔ اسلئے کہ اسلام آشتی کا مظہر ہے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ جمالی صفات کا آئینہ۔ مگر اس عہد صلح میں وہ حقگوئی کو سوختنی قربانی بنانے کو تیار نہیں۔ آریہ اسکے دشمن۔ عیسائی اسکے دشمن۔ مخالف الرائے مسلمان اسکے بدخواہ وہ کس کس سے مداہنت کے رنگ میں اپنے مرکز سے ہٹ کر صلح کریگا۔ جن دوستوں کو اسکی کسی رائے سے اختلاف ہوگا۔ وہ اس سے کیونکر خوش ہونگے۔ اسلئے قدرت نے اسے ایسے مقام پر کھڑا کیا ہے۔ جہاں اسے جبتک بھی مشیت ایزدی کے ماتحت کھڑا رہنا پڑیگا۔ کچھ نہ کچھ یگانوں بیگانوں سے سننا پڑیگا۔ وہ پہلے ہی بعض ابتلاؤں میں ہے۔ قدرت اگر اس پر اضافہ کرے تو [illegible] اللہ تعالےٰ کے کسی فضل کا پیش خیمہ سمجھکر لبیک کہیگا۔ اور اس کے سوا [illegible] وہی کیا ہے؟ الحکم کی زندگی اور موت کے متعلق میرے بعض دوستوں کو کش مکش ہے۔ بعض اس کی زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں۔ کہ اگر اسے زندہ رہنا ہے تو وہ ضمیر فروش ہو کر اور اپنی رائے اور خیال کو بیچ دے۔ مگر وہ ضمیر فروش کہلانیکی بجائے ایسے

دوستوں کے حکم کی تعمیل نہ کرنے کو پسند کرتا ہے۔ وہ اپنے گلے میں امام کی غلامی کے رسن کو اپنے لئے کافی سمجھتا ہے۔ یعنے الحکم کو کسی شخص کی امداد کے بھروسہ پر جاری نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالےٰ ہی کے فضل پر بھروسہ کرکے جاری کیا تھا۔ اور اسی کے فضل سے وہ اب تک جاری ہے اور جاری رہے گا۔ جب تک اللہ تعالےٰ چاہیگا۔ یہ امر میرے اختیار سے باہر ہے۔ کہ میں کسی شخص کو خواہ میرا دوست ہو یا دشمن بھائی ہو یا پرایا کسی مضمون کا وہ مفہوم لینے سے روک سکوں جو میرے وہم وگمان میں بھی نہیں۔ اس امر کو بتفصیل سے لکھنا پڑے۔ اسلئے میں سردست صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ الحکم کی موت کے وارنٹ پر دستخط کرنے کی دوستوں کو تحریک کرتے ہیں۔ وہ بیشک کھلے دل سے یہ کام کریں اور تھکیں نہیں اور ہمت نہ ہاریں اور میں اُن سرپرستان الحکم کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ جنکی خدمت میں بذریعہ خطوط انہوں نے التماس کی ہے وہ انکی پاس خاطر کریں اور ان کی درخواست کو رد نہ کریں۔ کیونکہ میں ایسے دوستوں کو مایوس نہیں کرنا چاہتا۔ اور نہیں تو اس رنگ میں ہی خوش ہوں۔ بلا سے اگر وہ الحکم کی موت سے خوش ہو سکتے ہیں۔ تو اس سے ہوں۔

این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

ہم ان کی خوشی کے لئے ایسی بلاؤں کو اپنے سر پر لینے کو طیار ہوں بقول حضرت امام علیہ السلام

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہدار
کآخر کنند دعوےٰ حب پیمبرم

کیونکہ غداری اور ضمیر فروشی کے مقابلہ میں مردانہ موت شہادت کا رنگ رکھتی ہے۔ الحکم ضمیر فروش کہلا کر مرنا نہیں چاہتا۔ اُسے یہ تو فخر ہوگا کہ دشمنوں نے نہیں بلکہ

دوستوں نے اپنے لئے شہید کیا ہے

الحکم کا جرم کیا ہے؟ یہ فرد جرم مجھے آپ ہی سنانا پڑے گا۔ الحکم کے دلی خیرخواہوں کے لئے یہ سطور شاید دل شکن ہوں۔ مگر نہیں وہ ہراساں نہ ہوں اور غمگین مت بنیں۔ بلکہ دعا کریں۔ اور اس غمگینی اور اضطراب کو دعا کا ذریعہ قرار دیں۔ وہ میرے لئے خصوصیت سے دعا کریں۔ میرے بعض دوست مجھے امتحان میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ اور امتحان سخت مشکل ہے اگر حضرت خلافت پناہ ایدہ اللہ بنصرہ کی تسلی اور اطمینان میرے لئے نور ہدایت نہ ہو۔ تو میں گھبرا جاؤں۔ مگر خدا نے اپنے فضل سے مجھے اسکی غلامی میں ڈالدیا ہے

جسکی غلامی پر لاکھوں آزادیاں قربان ہیں

وہ الحکم کے بقا اور استحکام کو [illegible] چاہتا ہے۔ اس نے مجھے الحکم کے اجرا کا عہد [illegible] ہے اسلئے میں اس عہد کو نبھانے کیلئے خدا سے توفیق چاہتا ہوں۔ اور اسکا عہد لینا ہی میرے لئے تسلی کا موجب ہے۔ کہ اس میں الحکم کے احیا اور بقا کی روشنی مجھے نظر آتی ہے مجھے اپنے مولا پر بھروسہ ہے جسکے فضل کو اس بیچ مہدرد کی دعائیں میرے لئے جذب کریں گی۔ میں آخر میں اپنے دلی دوستوں اور ہمدردوں سے التماس کرتا ہوں کہ میں نے چودہ سال تک اپنی بساط کے موافق ایک خدمت کی ہے اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے توفیق دی۔ اور میرے جیسے بیکس اور حقیر الشان کو یہ سعادت عطا کی ان دیرینہ تعلقات کی بنا پر میں ان عزیز دوستوں سے دعا چاہتا ہوں کہ

وہ میرے اس ابتلا میں میرے لئے دعا کریں

دل درد دل سے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ اس امتحان میں مجھے کامیاب کرے (آمین)

میری پیاری اماں میری جان اماں

۲۹ اور ۳۰ جنوری ۱۹۱۱ء کی درمیانی شب کو ۲ بجے کے قریب لاہور سے مجھے ہوش رُبا خبر پہونچی۔ کہ میری چچی صاحبہ نے ۲۹ جنوری کو ۱۱ بجے دن کے قریب وفات پائی۔ مرحومہ میرے لئے شفیق ماں کیطرح مہربان تھی۔ میں بچپن ہی میں آغوش مادر سے الگ ہو چکا تھا۔ لیکن قریبًا گذشتہ بائیس سال سے میں سمجھتا تھا۔ کہ میری ماں زندہ ہے۔ پہلی ماں کی وفات تو مجھے خواب کیطرح یاد ہے۔ مگر اب اس واقعہ نے اُسے پھر یاد دلا دیا۔

ہم اللہ کی رضا پر الحمد للہ راضی ہیں اور شرح صدر سے قضا کے اس حادثہ کو برداشت کرتے ہیں۔ مرحومہ نے خدا کے فضل سے ۸ بچے اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ جن میں سے تین لڑکے ہیں۔ اور بڑا بچہ محمد مبارک اسمٰعیل اسلامیہ کالج میں اور دو مڈل کلاسوں میں تعلیم پاتے ہیں۔ باقی بچے بہت چھوٹے چھوٹے ہیں میرے چچا مولوی مولا بخش صاحب ایک صوفی مزاج رقیق القلب بزرگ ہیں (جو لاہور کے ایگزامینر آفس میں ملازم ہیں) مجھے اس کی وفات کا دلی صدمہ ہے۔ لیکن میرے لئے یہ امر تسلی کا موجب ہے کہ میں نے بھی اس کی تربیت سے روحانی فائدہ اُٹھایا۔ اور اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے اسے سعادتمند اولاد دیدی ہے۔ جو اس کے لئے لمبی دعائیں کرنے کی عادی ہے۔ مرحومہ ایک نفس کُش غریب مزاج اور نہایت سادہ زندگی بسر کرنے والی تھی۔ باوجود کثرت اولاد کے پڑھنے پڑھانے کا شوق تھا۔ اس کی زندگی پر میں مختصرًا پھر لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس وقت احباب سے درخواست ہے کہ وہ

مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھ دیں

اللہ تعالےٰ اس پر اپنے فضل و رحمت کے دروازے کھولدے۔ اور اپنے دامن کرم میں جگہ دے (آمین)

۳۱ جنوری کو مرحومہ نے مقبرہ بہشتی میں خدا کے فضل سے جگہ پائی اور جگہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں۔ والحمد للہ

مرتد ڈاکٹر عبدالحکیم کانا دجال کی ژاژخائی

یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے
تری اک روز اے گستاخ شامت آنیوالی ہے

عربی زبان میں ایک ضرب المثل ہے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت جس کا ترجمہ یہ ہے۔ بے حیا باش ہرچہ خواہی کن۔ مرتد ڈاکٹر نے حیا کی چادر اوتار کر رکھدی ہے۔ اور اب وہ احمدی جماعت کو گالیاں دینے پر اتر آیا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ وہ گالیاں دینے میں بڑا اُستاد ہے۔ اور اس فن میں کوئی شخص اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہم تو اس ہمدرد (مسیح) کے متبع ہیں۔ جو کہتا ہے۔

گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں اُن لوگوں کو۔
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہمنے

اور قدرت ثانیہ کا مظہر اول خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ اپنی جماعت کو ہدایت کرتا ہے۔

اپنے دشمنوں کیلئے دعا کرو

یہ تعلیم ایسی کامل ہے کہ میں بلا خوف لومۃ لائم یہ کہنے کو طیار ہوں کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی اس تعلیم "اپنے دشمنوں کو پیار کرو" کے مقابلہ میں نہایت اعلیٰ اور جامع ہے۔ نادان حقائق سے ناواقف اس پر بھی اعتراض کریگا۔ کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ہتک ہوگئی ہے مگر میں ایسے ظالم کو یہی کہونگا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ہتک کرنیوالوں کے ہم دشمن ہیں۔ پیار کے مقابلہ میں دعا کا مقام اعلیٰ ہے۔ اللہ اُسے ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ غرض ہمیں تو ترقی۔ اور دعا کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس لئے مرتد کی گالیاں سن کر ہمیں جوش میں آنیکی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کُتا کسی کو کاٹے۔ تو کوئی عقلمند کُتے کو دانت نہیں مارتا پس ڈاکٹر کا جو جی چاہے ہمیں کہے اور اس وقت جبکہ اللہ تعالےٰ نے اُسکو اپنے مقصد میں نامراد اور خائب و خاسر رکھا۔ اور اپنے فضل سے اس کے فتنہ کو پاش پاش کر دیا۔ اس صدمہ اور مصیبت میں جو جھوٹا ہونے کی حیثیت سے اس کے دل و دماغ پر پڑی ہے وہ قابل رحم ہے۔ اور سراز پا نشناختہ اگر گالیاں نہ دے تو کیا کرے پنجابی میں ایک مثل مشہور ہے۔ جھوٹے کی داردعُوعُو۔

اس حیا کی بھی کوئی حد ہے۔ کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح کو ۲۰ جنوری ۱۹۱۱ء کا لکھا ہُوا ایک خط بھیجتا ہے۔ جس کو محض اسلئے درج کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ پبلک پر اس کی بیکسی اور بیہودگی عیاں ہو جاوے۔

مرتد کا خط حضرت خلیفۃ المسیح کے نام

مولوی نورالدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

رات پھر میں نے ایک خواب دیکھا۔ کہ میں قادیان پہونچا ہوں اور آپ سے ملا ہوں۔ آپ کے بدن پر کہیں کہیں زخم ہیں۔ اور تکلیف ہے۔ آپ کی حالت زار دیکھکر میں نے دعائیں کیں۔ کہ اے خداوند اس مسکین پر رحم کر۔ اے خداوند اس عاجز پر رحم کر۔ آپنے عجز اور خلوص سے میرے آگے سر جھکایا۔ تاکہ میں وہ دعائیں آپ پر دم کردوں۔ میں نے وہی دعائیں آپ پر دم کیں۔ پھر میں نے کہا مولوی صاحب۔ میری پیشگوئی آپ کی نسبت **کیسی عمدگی کے ساتھ پوری ہوئی**۔ اس کے دو جز

تھے - ایک تو موت - ۱۱ - جنوری سنہ ۱۹۱۱ء تک - دوم دعائے رحمت - سو ۱۱ جنوری کو تو ایک سخت حالت ہوئی - گویا کہ وہ موت ہی تھی - پھر رحمت کی دعاؤں نے آپ کو بچا بھی لیا - مگر یہ شہدے کیسا بیہودہ شور مچاتے ہیں - آپ کچھ جواب نہیں دے سکے!!"

واقعی یہ شہدے ہیں - اور اپنی تحریروں سے آپ جھوٹے ثابت ہو رہے ہیں - جب یہ ہمیشہ مرزا کی جھوٹی پیشگوئیوں میں تاویلات سننے اور کرنے کے عادی تھے - خود مرزا نے مبارک احمدؑ والی پیشگوئی کے جھوٹا ہونے پر یہاں تک لکھدیا تھا - کہ ایک وقت میں چار سو نبیوں نے متفق ہو کر پیشگوئی کی تھی اور وہ جھوٹی نکل گئی تھی - اگر میری ایک پیشگوئی جھوٹی نکل گئی تو کیا مضایقہ ہوا - پھر ایک عام اصول بیان کیا تھا - کہ خدا جس پیشگوئی کو چاہے سچا کر دے - اور جسکو چاہے جھوٹا کر دے - پھر مرزا کی موت کے بعد غلط رفتہ پیشگوئیوں کی نسبت کیسی کیسی تاویلات کیں نہیں - مگر اب اصل الفاظ پر بھی غور نہیں کرتے - بار بار یہی لکھ رہے ہیں کہ **ایک پیش گوئی کے غلط جانے سے عبد الحکیم** شیطان اور جھوٹا ثابت ہو گیا - وہ مر گیا - وہ ذلیل ہو گیا - پھر مرزا کی جو صدہا پیش گوئیاں لفظ بلفظ غلط گئیں - اس کا کیا حال ہے؟

ہاں میں خواہ جھوٹا ہی ثابت ہو گیا سہی!

مگر میرا مشن پورا ہو چکا - میرا مشن مرزا پرستی کا بت توڑنا تھا سو الحمد للہ کہ آپ کی جماعت کے منہ سے کہلا دیا اور شایع کر دیا - کہ جسکی ایک پیشگوئی بھی جھوٹی ثابت ہو جاوے - اس سے اسکی ساری پیشگوئیاں خاک میں مل جاتی ہیں - وہ شیطان اور کذاب ہے - خبیث روح کا اس سے تعلق ہے - وہ مردہ اور ہلاک شدہ ہے - اسکے مخالف جسکے خلاف اس کی پیشگوئیاں غلط جایں سچے اور مظفر و منصور اور مقبول و برگزیدہ ہیں - فہو المراد

اے نور الدین آپ کی جماعت خواہ کتنا ہی شہدا پن میرے خلاف کرے مجھے انکی بدزبانیوں سے کبھی آپ پر غصہ نہیں آتا - لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ - **میں آپکی زندگی غنیمت سمجھتا ہوں کیونکہ آپ ان کو توحید اور اخلاق کی تعلیم دیتے رہتے ہیں اور قرآن سکھاتے ہیں زہد و تقویٰ کا عملی نمونہ ہیں بلا اجرت اور بلا طمع خدمت دین کر رہے ہیں - ہاں مرزا کی نسبت آپ بیشک سخت غلطی پر ہیں اور آپ پر اس کی دھمکیوں کا رعب بیٹھا ہوا ہے - پس آپ معذور اور قابل معافی ہیں** - والسلام

آپکا خیرخواہ صادق عبد الحکیم خان پٹیالہ ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء

اس خط میں جن الفاظ کو میں نے موٹا (جلی) کر دیا ہے - وہ ناظرین کی توجہ کرنے کے محتاج ہیں - اب میں اس خط پر مختصر سا تنقیدی ریمارک کرتا ہوں - اول تو یہ رویا بھی مرتد کی غلط ہے تا وقتیکہ وہ قادیان میں نہ آوے اور اسے پورا نہ کرے - مرتد کا یہ کہنا - کہ پیشگوئی حضرت خلیفۃ المسیح کے متعلق عمدگی سے پوری ہوئی - اس کی کم عقلی - بلکہ بے حیائی کی دلیل ہے - اور اسکے قرآن کریم سے ناواقف ہونے کا نشان - قرآن مجید میں تو صاف لکھا ہے اذا جاء اجلہم لا یستقدمون ساعۃ ولا یستاخرون - مگر یہ نادان لکھے جاتا ہے کہ ۱۱ جنوری کو موت یقینی تھی - اور باوجود حضرت خلیفۃ المسیح کے زندہ ہونے کے پوری ہو گئی - اب

مسلمانو! ذرا انصاف سے کہیئے

کہ یہ ڈاکٹر کی دانشمندی اور قرآن دانی اور **تعلق باللہ** کا ثبوت ہے - یا سفاہت عقل کا نشان؟ پھر ایک طرف تو مرتد یہ اقرار کرتا ہے کہ یہ پیشگوئی عمدگی سے پوری ہوئی - دوسری طرف یہ بھی کہتا ہے کہ "میں خواہ جھوٹا ہی ثابت ہو گیا سہی مگر میرا مشن پورا ہو گیا" اسی پیشگوئی کی بنا پر اپنے آپکو جھوٹا بھی تسلیم کرتا ہے اور صراحتہً بلا تاویل اپنی پیشگوئی کا غلط جانا مانتا ہے اس پر بھی اگر کوئی دوسرا اسے جھوٹا کہتا ہے - تو اسے شہدا قرار دیتا ہے - اگر عبد الحکیم کو جھوٹا کہنا شہدہ پن ہے تو وہ اپنے منہ سے آپ شہدہ بن جاتا ہے - جبکہ تسلیم کرتا ہے کہ وہ جھوٹا ثابت ہو گیا - اور میں نہیں سمجھتا کہ کانے دجال نے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے حد گالیاں دیں تو معلوم نہیں اسکی نجابت اور شرافت کہاں چلی گئی تھی - بالآخر عبد الحکیم کی وہ رائے بھی قابل غور ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح کے متعلق اپنے خط کے آخر میں ظاہر کی ہے ہم کو اس منافقانہ چال کی کچھ بھی خوشی نہیں - البتہ یہ رائے

اس پر اتمام حجت ہے

جس باوجود کو تم تقویٰ اور زہد کا عملی نمونہ مانتے ہو پھر اسکی صحبت میں آکر فائدہ نہ اٹھانا یہ کیسی محرومی اور بد نصیبی کی بات ہے - اور پھر جو شخص تقویٰ کا عملی نمونہ ہو - کیا وہ کبھی جھوٹ بھی بول سکتا ہے اور مخلوق سے ڈر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں کسی کی دھمکی میں آنا ایسے لوگوں کا کام نہیں ہوا کرتا - جو زہد و تقویٰ کا عملی نمونہ ہوں وہ خدا ہی سے ڈرتے ہیں اور خدا ہی سے پیار کرتے ہیں - دنیا میں کوئی چیز ان کی محبوب نہیں ہو سکتی - مگر ہاں جس سے اللہ تعالیٰ نے محبت کرنیکا حکم دیا - پس اگر تم تقویٰ کی حقیقت سے واقف ہو تو یہ کہنا سراسر فضول ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے قلب پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دھمکیوں کا رعب بیٹھا ہوا ہے - او! نادان! کیا تجھے معلوم نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو حضرت خلافت مآب کو اپنے اخص احباب میں سے سب کا سرتاج مانتے تھے - اور آپ کے خلاف تو کبھی کوئی پیشگوئی بھی نہیں ہوئی - جو اس کا رعب ہوتا - فاروق کا بیٹا اگر اس طرح رعب میں آ سکتا تو چاہیئے تھا کہ وہ

تیرا مرید ہو جاتا

جسنے دھمکی دی - مگر تو جانتا ہے - کہ تیری اس دھمکی کی ذرا بھی پرواہ نہیں وہ شخص جو اپنی زندگی اور موت پر اللہ تعالیٰ ہی کے تصرف کو محسوس کرتا ہے - اسے کسی اور کا رعب ہی کیا ہو سکتا ہے؟ اور پھر تیرا یہ خیال نہایت ہی بیہودہ اور باطل ہے کہ وہ رعب ایسا غالب ہے - کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد بھی غالب ہے! مرتد! کچھ ہوش کرکے عذر سناؤ گے یا نہیں؟

سن! اس رعب کی میں تجھے حقیقت بتاتا ہوں - یہ وہی رعب ہے جسنے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جری اور شجاع انسان کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سر جھکانے پر مجبور کیا تھا - اور یہ رعب حق کا رعب تھا - نہ کچھ اور - اور آج بھی فاروق اعظم کا بیٹا

محض حق کے سامنے سر جھکاتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حق تھا اور وہ خدا سے تھا - اس لئے زہد و تقویٰ کے عملی نمونے نور الدین (ایدہ اللہ بنصرہ) نے اپنا سر جھکا دیا اور اسلمت لرب العلمین کہہ کر مسیح موعود کے ساتھ ہو لیا - جس شخص کو تم مانتے ہو کہ وہ بلا اجرت و بلا طمع خدمت دین کرتا ہے - پھر کونسی بات ہو سکتی ہے جو اس حق کے قبول کرنے سے روکے - مرتد! سن! اور غور سے سن! تو اپنی ان باتوں پر مکرر غور کر اور میرے بیان سے ناراض مت ہو - میں تو تیرا بھی خیرخواہ ہوں - تو نور الدین کی زندگی کو عملی رنگ میں غنیمت سمجھ اور اس کے حضور آکر توبہ کر - تا کریم و رحیم رب تیری غلطیوں پر تجھے معاف کرے - میں اس سے زیادہ اور کچھ کہنا نہیں چاہتا - کہ خدا تجھ پر ہدایت کے دروازوں کو کھولدے - اور یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ تو توبہ کرے اور اپنے نفس کی چادر سے نکل آ - تکبر اور رعونت کو چھوڑ دے مسکینی اور غربت کو اختیار کر کیونکہ مسکینوں پر رحم کیا جاتا ہے اور متکبروں کو اس کی درگاہ سے رد کر دیا جاتا ہے - تو ابلیس سے زیادہ متکبر نہیں ہو سکتا - اور بلعم سے زیادہ خدا شناسی کا مدعی نہیں بن سکتا سو دیکھ انکا انجام کیا ہوا - خدا کے ماموروں کی مخالفت اور تکبر اہل عبادت کو بھی شیطان کر دیتی ہے -

خدا خود قصہ شیطاں بیاں کرد است تا دانند
کہ این نخوت کند ابلیس ہر اہل عبادت را

پس تو نے علم دین تا تجھ پر علم کے دروازے کھولے جاویں فروتنی اختیار کر تا تو خاک مذلت سے اٹھایا جاوے - وہ مکاشفات جو تو خدا کے برگزیدہ بندے مسیح موعود کے لئے دیکھتا رہا وہ تیری ہی حالت کا نقشہ ہیں - تو خود شناسی کے مراحل سے بیخبر ہے اس معرفت کو نور الدین کے قدموں میں آکر حاصل کر اگر سعادت کا کوئی ذرہ تیرے دل میں ہے - ورنہ یاد رکھ تیری مخالفت کیا - اس سلسلہ حقہ سے بڑے بڑے سرکشوں - اور متکبروں نے مقابلہ کیا اور آخر ذلت کی موت مر گئے - چاہیئے کہ تو ان کے حال سے عبرت حاصل کرے - یاد رکھ یہ دن پھر نہ ملیں گے!

در یاب گر عاقلی بشتاب گر صاحب دلی
شاید کہ نتوانی یافتن دیگر چنیں ایام را

سرپرستان الحکم چندہ بھیجکر الحکم کی اعانت کریں -

(ایڈیٹر)

نشانات مرزا

امرتسری منکر کے رسالہ الہامات مرزا کے جواب کا اعلان ہوتے ہی احباب نے مسرت آمیز اور حوصلہ افزا خطوط لکھنے شروع کئے ہیں۔ شیخ ہاشم علی صاحب فدائے سلسلہ نے بڑے جوش سے خط لکھا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی احباب ہر طرح سے مدد دینے کے لئے لکھ رہے ہیں۔ میری رائے میں یہ کتاب مفت تقسیم ہونی چاہیئے۔ اگر ایک سو احباب ایسے نکل آئیں۔ جو اس کی دس دس جلدیں لیکر مفت تقسیم کرنیکا وعدہ کریں۔ تو ایک ہزار کاپی مفت شایع ہوسکتی ہے میں نے سردست دو ہزار کاپیاں اس رسالہ کی چھاپنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور میں خدا کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ یہ رسالہ آخیر فروری ۱۹۱۳ء تک انشاءاللہ العزیز شایع ہو جائیگا۔ جو لوگ مفت تقسیم کے لئے تیار ہوں۔ وہ اپنے ناموں سے اطلاع دیں۔ کوئی رقم اس مقصد کے لئے سردست میرے پاس نہ بھیجی جاوے۔ بلکہ جس وقت کتاب نصف کے قریب پریس میں جا چکے گی اس وقت میں انشاءاللہ العزیز اعلان کر دوں گا۔ اب صرف درخواستیں بھیجنی چاہیں۔

قرآن اور قرآن کی تلاوت!

وہ نور ایمان ہے۔ تو یہ راحت جان ہے!! عرفان حقیقی کی روشنی دنیا میں قرآن سے پھیلی۔ اور قرآن کی تلاوت سے انسان کو حقیقی راحت و تسکین حاصل ہوئی۔ قرآن ہی کی برکت سے ریگستان عرب کا ایک ایک ذرّہ جلالت قدر کے آسمان کا آفتاب و ماہتاب بنا۔ اور قرآن ہی کی تہذیب نے گری ہوئی قوموں کو دنیا میں سربلند کیا۔ قرآن فیض کا وہ چشمہ صافی ہے جو ہر ایک کی پیاس بجھاتا ہے۔ قرآن وہ خزانہ جاوید ہے جس تک پہونچنے کے بعد کوئی بھی محروم اور نامراد نہیں رہتا۔ قرآن خدا کے فضل اور رحمت کا وہ درخشاں آفتاب ہے جو ایک تاجدار کے محل کو بھی روشنی دیتا ہے اور ایک غریب حقیر انسان کے جھونپڑے پر بھی چمکتا ہے۔ کوئی نہیں ہے جو قرآن کی درگاہ میں سایل بنکر پیش ہوا ہو۔ اور دولت دارین سے مالا مال نہ ہوا ہو۔ قرآن زندہ ہے۔ اور زندہ رہیگا۔ تیرہ سو اٹھائیس برس ہوئے کہ فاران کی چوٹیاں اس آفتاب سے منور ہوئیں اب ایشیا۔ افریقہ۔ اور یورپ اس روشنی سے جگمگا رہے ہیں۔ مسلمانو! حیف ہے! کہ یہ لازوال دولت تم میں موجود ہو اور پھر بھی تمہاری زبانوں پر محرومی قسمت کی فریاد ہو۔ آئے! در رحمت کھلا ہوا ہے۔ اور اس ابر رحمت کا سایہ اب بھی اس مردہ زمین کے زندہ و ارشاداب بنانے کو موجود ہے۔ صبح قرآن کو پڑھ سمجھو۔ اور شام کو غور کرو کہ تلاوت قرآن کے کیا نتایج تم نے اس روز اپنی عملی زندگی میں پیدا کئے۔ سمجھو کہ قرآن کیا کہہ رہا ہے۔ اور کوشش کرو۔ کہ تم قرآن کے سچے فرزند بن جاؤ۔ قرآن کا ایک جملہ حقایق و معارف کا ایک ایک سمندر ہے۔ رسول خدا کا رحم اور فضل اب بھی تمہارے واسطے موجود ہے۔ اسلام کا اب بھی تم پر پیار آتا ہے۔ اور مدینہ کے سبز گنبد والے ایوان میں تمہارے لئے اب بھی انعام فضل اور محبت کے سامان ہیں۔ لیکن جسطرح قرآن تمہارا ہے اسی طرح تم قرآن کے بنو!!

(راقم عبدالسلام از دہلی۔ فاروقی پریس)

ریویو

جری اللہ فی حلل الانبیاء امام و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیف براہین احمدیہ جلد پنجم میں سے ایک عالی اور افضل نظم جسمیں بہت سی پیشگوئیاں ہیں محمد یسین و محمد یمین سہارنپوری نے عمدہ سفید موٹے کاغذ پر چھپا کر خوبصورت کتاب شایع کیا ہے۔

قیمت فی جلد ۱ر اور ۲۰ جلد کا ایک روپیہ۔

ملنے کا پتہ قادیان دارالامان محمد یسین و محمد یمین مہاجر سے مل سکتی ہے

مدرسہ احمدیہ اور اسکی جدید سکیم

مدرسہ احمدیہ کا انتظام جب سے مخدوم قوم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد کے ہاتھ میں دیا گیا ہے۔ مدرسہ کی حالت میں نمایاں ترقی ہو رہی ہے اور خدا کے فضل سے امید کیجاتی ہے کہ یہ اولوالعزم مرد خدا اپنی دعاؤں اور نیک نمونے سے اس میں ایک روح پھونکنے والا ثابت ہوگا۔

اس سے پہلے مدرسہ تعلیم الاسلام اور مدرسہ احمدیہ کا بورڈنگ ہوس ایک ہی تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے مدرسہ احمدیہ کا بورڈنگ الگ کرکے اس میں تمام ضروریات کا پورا انتظام فرمایا ہے۔ اور اب آپ نے مدرسہ کیلئے جدید سکیم ایسے اصولوں پر تجویز کی ہے کہ سات سال کے اندر ایک طالبعلم جہاں تمام علوم عربیہ میں خدا کے فضل سے پوری مہارت حاصل کرے وہاں اسے ضرورتاً انگریزی۔ حساب۔ جغرافیہ وغیرہ ضروری باتوں سے اچھی واقفیت ہو جاوے اور بایں اسے کبھی تعلیم میں ماندگی بوجہ معلوم نہ ہو۔ آجکل نصاب تعلیم میں جو بڑا نقص ہے۔ اور جسنے طلباء کی صحت اور ذہنی قابلیتوں کو خطرہ میں ڈالدیا ہے وہ یہی ہے کہ انکا نصاب تعلیم اتنا لمبا اور تکان پیدا کرنیوالا ہے کہ طالبعلم اس کو بمشکل رٹ سکتا ہے۔ اور اس میں اجتہادی قابلیت پیدا نہیں ہوتی۔ اسلامی مدارس میں تو یہ نقص ایسا خطرناک ہے کہ اب تک بعض دور از کار کتابیں درس میں چلی جاتی ہیں۔ اور کوئی شخص اس طرف توجہ نہیں کرتا۔ کہ ان میں بیفایدہ وقت طالب علموں کا ضایع ہو رہا ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے مدرسہ احمدیہ کے نصاب کو ضرورت زمانہ کے مطابق تجویز کیا ہے۔ اور پہلی آسانی اس میں یہی رکھی ہے کہ طالبعلم پر کثرت مضامین کا ایسا بوجھ نہ ہو کہ اسکا دماغ بگڑ جائے۔ اور دماغی قوتوں کا نشو و نما رک جائے۔ پھر اس سکیم میں انہوں نے اس امر کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ کہ ایسی کتابیں منتخب کیجاویں۔ جو سلیس ہونیکے ساتھ ایسے مصنفوں کی ہوں جو اپنی نیکی اور پاکیزگی کا بہترین نمونہ ہوں اسلئے کہ اندر ہی اندر مصنفوں کا اثر طالبعلم کی زندگی پر پڑتا ہے۔ علم کلام اور مناظرہ کیلئے پرانے نصاب میں عملی رنگ پیدا نہیں کیا جاتا صرف چند اصطلاحیں اور ان طریقوں کو سکھا دیا جاتا ہے جنکی غرض صرف یہ ہو کہ کسی نہ کسی طرح مخالف کا صرف منہ بند کر دیا جاوے حالانکہ مناظرہ کی غرض یہ ہونی چاہیئے۔ کہ حق ظاہر ہو جائے۔ اس سکیم میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے ایسی کتابیں منتخب کی ہیں۔ جو طلباء کو عملی طریق مناظرہ سکھائیں گی۔ اور وہ مدرسہ احمدیہ سے نکلکر خدا کے فضل سے مختلف قوموں کے ساتھ مناظرہ کرنے کے قابل ہوں گے۔ مجھے اس سکیم میں اگر کوئی بات قابل اضافہ معلوم ہوتی ہے تو وہ یہ ہے کہ کسی طرح حفظ قرآن بھی اس مدرسہ کے طالبعلموں کو لازمی کر دیا جاوے۔ سات سال کا کورس ہے۔ اور سات سال میں قرآن مجید کا حفظ کرنا کچھ مشکل بھی ہوگا اگرچہ اس سکیم کے رو سے قرآن مجید کا بہت سا حصہ حفظ ہو جاتا ہے۔ تاہم اگر کل قرآن مجید حفظ ہو سکے تو بہترین امر ہو۔ بہرحال جو سکیم صاحبزادہ نے تجویز کی ہے وہ ملک کے قابل آدمیوں نے پسند کی ہے۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ وہ جلد دوسرے مدارس میں بھی رائج ہو جاوے۔ صاحبزادہ صاحب کو مدرسہ کیطرف بہت توجہ ہے اور ہونی ہی چاہیئے۔ کیونکہ وہ اصل غرض جو حضرت مسیح موعود قادیان کے مدرسہ سے ملحوظ رکھتے تھے۔ وہ اس کے ذریعہ انشاء اللہ پوری ہوگی۔ میں نے پہلے بھی لکھا ہے اور اب پھر توجہ دلاتا ہوں کہ ہمارے احباب کو اس مدرسہ میں اپنے بچوں کو بھیجکر ہم خرما و ہم ثواب حاصل کرنا چاہیئے۔ مال اسکے ساتھ ہی اس بات کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ کہ مدرسہ کے جدید انتظام اور اس میں ضروری اصلاحوں کیوجہ سے اخراجات بڑھ گئے ہیں۔ اور مدرسہ احمدیہ کے سرمایہ کی قلت حضرت صاحبزادہ صاحب کو گونہ تشویش میں ڈالتی ہے۔ اور یہ امر احمدی قوم کی حمیت اور غیرت کے خلاف ہے کہ وہ درسگاہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام پر آپ کی یادگار کیصورت میں قایم ہے ملت کی کسی قسم کا گزند پہنچے جنوری ۱۹۱۱ء کے ریویو میں جو گوشوارہ آمد و خرچ کا دیا گیا ہے۔ اس میں مدرسہ کے خزانہ میں صرف تین سو چھ روپیہ گیارہ آنہ باقی ہیں اور سال کے ابتدا میں بعض غیر معمولی اخراجات خرید کتب اور خرید سامان وغیرہ کیوجہ سے یہ رقم ایک مہینے کے لئے بھی شاید گنجایش نہ رکھے۔ اسلئے احباب کو یادگار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے مستقل چندوں کا سردست اتنا انتظام کرنا چاہیئے۔ کہ تین سو روپیہ ماہوار کی مستقل آمد ہو جائے۔ اگر تین سو آدمی ایک روپیہ ماہوار بھی دیں تو بھی یہ رقم آسانی سے پوری ہو جائے۔ پس میں ایکبار پھر احباب کو متوجہ کرتا ہوں کہ مدرسہ احمدیہ کیا اس حیثیت سے کہ وہ ایک دینی مدرسہ ہے اور ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا عہد کیا ہے۔ اور کیا اس حیثیت سے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار ہے۔ اور کیا اس لحاظ سے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہاتھ میں اسکا اہتمام دیا گیا ہے اس قابل ہے کہ تمہاری توجہ خصوصیت سے اسکیطرف مبذول ہو اس مدرسہ سے ایسے نوجوانوں کے نکلنے کی توقع ہو سکتی ہے جو اشاعت اسلام کر سکیں۔ اور حفاظت اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں اسلام کے متعلق معلومات کا ذخیرہ عربی زبان میں ہے۔ اور جبتک عربی زبان میں کمال حاصل نہ ہو ایک شخص ان معلومات سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید کی خدمت اور اشاعت کیلئے ضرورت اس امر کی ہے کہ عربی زبان اور اس کے متعلقہ علوم میں دسترس ہو اگر یہ نہیں تو محض انگریزی یا یورپ کی کسی دوسری زبان کا پڑھ لینا۔ اور اس میں کمال پیدا کرنا کوئی ایسی خوبی کی چیز نہیں۔ جس سے اشاعت اسلام ہو سکے۔ پہلے خود اسلام کی حقیقت اور قرآن مجید کی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے۔ اور چونکہ اس کے لئے عربی زبان کی ضرورت ہے۔ اس لئے اس مدرسہ کی تائید اور نصرت تمام مسلمانوں پر عموماً اور احمدیوں پر خصوصاً فرض ہے۔ اور اس مدرسہ میں چونکہ اسوقت تعلیم قریباً مفت دیجاتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی وہ قومی توجہ کا خصوصاً محتاج ہے۔

مدرسہ احمدیہ کے متعلق اگر کسی قسم کی خط و کتابت کی ضرورت ہو تو صاحبزادہ صاحب کے نام کرلی جاوے البتہ ترسیل زر محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام ہونی چاہئے۔

❖

ایوان خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت خدا کے فضل سے عموماً ترقی پذیر ہے گو بہت ساحصہ بہتر نہیں ہے۔ پچھلے دو دنوں میں آپ کو خواب اور دعائیں کیوجہ سے ضعف رہا۔ کھانے پینے کیطرف کم توجہ ہے آج صبح ۵ فروری کو میں حضرت کیخدمت میں حاضر تھا۔ اور دو تین دوست اور تھے۔ فرمایا خدا کی قدرت ہے کھانے پینے کیطرف طبیعت متوجہ نہیں۔ پانی تک سے نفرت ہے اور عجیبات ہے کہ پیشاب خوب آتا ہے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ حضرت! عملی طور پر اس حدیث کی سچائی سمجھ میں آگئی ہے جس میں لکھا ہے کہ اللہ تعالی ہی بیمار کو کھلاتا پلاتا ہے۔ پھر فرمایا عجیب بات ہے سوڈا واٹر پینے کو طبیعت چاہتی ہے۔ وہ تین دن سے یہاں نہیں۔ اور جو پانی جنجر وغیرہ یہاں ہے اس سے نفرت ہے اسی طرح کچھ باتیں ہو رہی تھیں کہ چند منٹ خاموش ہوئے۔ اور پھر یکایک بولے۔

ایک کشف

ابھی میں نے دیکھا ہے کہ اس مقام پر کسی پرند کا مزیدار شوربا رکھا ہے مانند اس کی بار یک بار یک ہڈیاں پھینک دی ہیں۔ یونہی آپ نے یہ کشف سنایا میں نے عرض کی۔ کہ اس کو پورا کرنیکے لئے کسی پرند کے گوشت کا انتظام کیا جاوے یہ کہہ کر میں اٹھا۔ تاکہ صاحبزادہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب جو کبھی کبھی ہوائی بندوق سے شکار کھیلا کرتے ہیں۔ انہیں عرض کروں کہ کوئی پرند شکار کریں میں جب ان کے پاس پہونچا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت انہوں نے کچھ پرند شکار کئے ہیں۔ وہ حضرت کیخدمت میں پیش کئے گئے۔ اور حضرت بہت خوش ہوئے۔

۲ فروری ۱۹۱۱ء کو بعض افغانوں نے جو یہاں کچھ عرصے سے آئے ہوئے ہیں رخصت چاہی اور بیعت کی۔ حضرت نے بعد بیعت فرمایا۔ بری صحبتوں میں نہ بیٹھو۔ نماز سنوار کر پڑھو۔ درود شریف اور استغفار بہت پڑھا کرو۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ہم ایک نصیحت نامہ لکھدینگے تب رخصت کریں گے۔ چنانچہ ۴ فروری ۱۹۱۱ء قبل دوپہر حضرت نے مندرجہ ذیل نصایح آپ نے ایڈیٹر الحکم کے قلم سے لکھوا دیں۔ جنکا اردو ترجمہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

(اول) تمام آدمی نماز کو اول وقت پوری توجہ سے ادا کریں۔

(دوم) دعاؤں میں بکثرت مشغول رہیں۔

(سوم) لا الہ الا اللہ کا وظیفہ کریں۔

(چہارم) درود شریف۔ لاحول۔ اور استغفار سے غافل نہ ہوں۔

(پنجم) امرا سے مباحثہ نہ کریں اس باب میں سخت تاکید ہے کیونکہ امرا عموماً حق سے دور ہوتے ہیں۔ اور تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ہاں ان کے حق میں دعا کرو۔ خواہ یہ امرا گاؤں کے ہوں یا امرا سلطنت کے

(ششم) غربا میں کوشش کرو کہ وہ کسی پر ظلم نہ کریں اور نمازیں پڑھیں۔

(ہفتم) لڑائی فساد اچھی چیز نہیں۔ اس سے ہمیشہ پرہیز رکھو۔ اور اپنے بادشاہ کی فرمانبرداری کرو۔

(ہشتم) اگر اللہ تعالے توفیق دے تو قرآن مجید کو پڑھو اور تدبر اور تفکر سے پڑھو۔ اور غرض قرآن پڑھنے سے عمل ہو۔

خدا تعالے توفیق دے (آمین)

❖

ایڈیٹر الحکم کو نصیحت

بعض لوگوں کو اگر نصیحت کی جاوے اور ان کو اس کا مخاطب قرار دیا جاوے - تو ناگوار گذرتا ہے - اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ہماری گونہ ہتک ہے - اور دشمنوں کی شماتت - قرآن کریم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا - اور اس میں مومنین کو خطاب کر کے احکامات اور ہدایات جاری ہوئیں - اگر کوئی شخص نعوذ باللہ یہ سمجھ لے - کہ یہ احکامات - اور ہدایات اس لئے جاری ہوئی ہیں - کہ ان میں وہ عیوب موجود تھے - تو وہ سخت ٹھوکر کھائے گا - نابکار عیسائیوں کو استغفار پر یہی شبہ گذرا - کہ استغفار وہی انسان کرتا ہے یا اسے ہی استغفار کی ہدایت ہوتی ہے جو گنہگار ہوتا ہے - حالانکہ یہ سچی بات ہے کہ جو شخص استغفار نہیں کرتا - وہ شیطانی پنجہ میں گرفتار ہے - استغفار تمام ترقیوں کی جڑھ اور تمام کامیابیوں کا گر ہے - اس لئے ایسے لوگوں کو اس قسم کے وسوسوں میں نہیں پڑنا چاہئے - اور میں تو خدا کی پناہ چاہتا ہوں - ایڈیٹر الحکم ہمیشہ اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنے کو تیار رہنا اپنی سعادتمندی سمجھتا ہے رومن کیتھولک پادریوں نے کنفیشن (اعتراف ذنوب) کے مسئلہ کو نہیں سمجھا - اور ایک پاک حقیقت کو نجاست میں ملا دیا - مگر دراصل اعتراف ذنوب ہی وہ زینہ ہے - جس سے انسان ترقی کے منازل پر چڑھ سکتا ہے - اعتراف ذنوب سے خودشناسی پیدا ہوتی ہے - اور خودشناسی سے پھر خداشناسی کی روشنی پڑنے لگتی ہے - انسان اپنی کمزوریوں اور غلطیوں کو معلوم کر کے تکبر اور نخوت کی چادر کے نیچے سے نکل جاتا ہے - اور پھر وہ جس مخلوق کو ذلیل اور حقیر سمجھتا ہے - اس سے بھی اپنے آپ کو حقیر سمجھنے لگتا ہے - اس تذلل سے اس پر رحمت ربانی کے دروازے کھلنے لگتے ہیں - اور وہ ترقی کرنے لگتا ہے - غرض میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں - اس وسوسے سے کہ میں اپنے آپ کو غلطی اور کمزوری سے پاک سمجھنے لگوں - اور اپنے آپ کو کسی شفیق اور ہمدرد ناصح کی نصیحت کا محتاج نہ سمجھوں - میں تو اپنی زندگی کے لئے ماں کے دودھ سے زیادہ پرورش کرنے والی چیز اس نصیحت کو جانتا ہوں - جو مجھے کبھی دے - اور یہ خدا کا احسان ہے - کہ محض للّٰہ فی اللّٰہ ہمیں آگاہ کرنے والا موجود ہے - ۳ فروری کی شام کو بعد مغرب حضرت نے مجھے بلایا - میں حاضر ہوا - تو چند اور احباب بھی موجود تھے - آپ مجھے تخلیہ میں کچھ فرمانا چاہتے تھے - مگر احباب نا سمجھی سے بیٹھے رہے - آپ نے مفصلہ ذیل تقریر فرمائی :-

تین قوتیں

فرمایا انسان کے اندر تین قوّتیں ہیں - ایک تخیلی - دوسری علمی - تیسری عملی ٭

تخیلی قوت شاعروں کی بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے - بڑے بڑے نازک خیال اُنہیں سوجھتے ہیں - اور وہ سوچتے رہتے ہیں - مرزا غالب بڑے نازک خیال تھے - ان کی یہ حالت تھی کہ بعض وقت ایک ایسا شعر کہہ گذرتے تھے - کہ دوسرے وقت خود بھی اس کی سمجھ نہ آتی تھی - مولوی فضل حق خیرآبادی نے انکا دیوان ترتیب دیا - مرزا غالب نے انہیں کہدیا تھا - کہ جو تمہیں سمجھ آتا ہے - اسی طرز پر ترتیب دے لو - ایک مرتبہ یہ قوت تخیلی ان کی ایسی بڑھی - کہ شاہزادہ جوان بخت کی شادی پر سہرا کہا - اور اس میں بڑا دعوےٰ کیا - آخر ذوق نے مقابلہ کیا اور مرزا غالب کو مجبوراً عذر کرنا پڑا اور شرمندہ ہونا پڑا - انشاء اللہ خان بھی بڑے پایہ کا شاعر تھا - اور بڑا نازک خیال - مگر آخر گمنامی کی زندگی میں جان دیدی - یہ نتیجہ تھا قوت تخیلی کی ترقی کا - فارسی میں حضرت امیر خسرو بڑے پایہ کے شاعر گذرے ہیں اور ان کی قوت تخیلی بھی بہت بڑھی ہوئی تھی - نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت خواجہ نظام الدین علیہ الرحمۃ کی خلافت سے محروم رہے -

ایڈیٹروں کی بھی قوت تخیلی بڑھی ہوئی ہوتی ہے - جب قوت تخیلی کا زور ہو تو اسے علمی اور عملی قوتوں کے رنگ میں لانے کی کوشش اور دعا کرنی چاہیئے - عملی قوت انبیاء علیہم السلام کی بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے - حضرت نوح علیہ السلام کی عملی قوت ہی تو تھی - جس نے اپنے مخالفین کو غرق کر دیا - حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عملی قوت کا تماشا دیکھو کہ فرعون اور اس کی جماعت کو غرق کر دیا - اعلےٰ درجہ کی چیز یہی ہے - اور پھر اگر یہ نہ ہو تو علمی قوت کو بڑھانا چاہیئے - صرف تخیلی قوت کو بڑھنے نہیں دینا چاہیئے - جو لوگ قلم سے بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں - اور عملی رنگ پیدا نہیں کرتے وہ ناکام رہ جاتے ہیں - تمام کامیابیاں عملی قوت سے پیدا ہوتی ہیں - بیماری افلاس - اور مشکلات میں تخیلی قوت بڑھ جاتی ہے - میں دیکھتا ہوں - کہ بعض بعض وقت میری تخیلی قوت بڑی بڑھتی ہے - مگر خدا کا فضل ہے کہ میں فوراً اس سے نکل جاتا ہوں - تخیلی قوت کا ایک پولیٹکل نظارہ بنگال کے وقت میں نظر آتا ہے - آج کوئی اپنا نام بھی یہ یاد نہیں رکھتا - اور اسکا ذکر کوئی خیر سے نہیں کرتا - پس یاد رکھو کہ اس قوت کو بڑھنے نہیں دینا چاہئے - اگر چاہو تو تم تخیلی قوت کے نہ بڑھانے پر میرے ہاتھ پر بیعت کر لو - (عرض کیا کہ ابھی خدا کے فضل سے حاضر ہوں) تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے - اس کو مت بڑھاؤ - اور اس سے توبہ کرو"

اس پر میں نے عرض کیا کہ حضور طبیب ہیں - میری یہ قوت تخیلی اخبار ہی سے بڑھتی ہے - اس سے پہلے ایک مرتبہ اوائل خلافت میں حضور نے مجھ سے عہد لیا تھا - کہ میں اخبار کو کبھی نہ چھوڑوں گا - اب اگر یہی میری قوت تخیلی کو بڑھانے والا ہے - تو پھر اجازت دیں - کہ میں اسے بند کر دوں - فرمایا ہرگز نہیں - تم اس فن کو خوب سمجھتے ہو - اور یہاں جو لوگ اس کام کو کرتے ہیں ان سے بہتر ہو - میں یہ اجازت نہیں دیتا - یہی کام کرو - بس قوت تخیلی کو بڑھنے نہ دو - میں نے علاج اور اسباب سب کچھ بتا دیا ہے - تم سمجھ سکتے ہو"

یہ ہے وہ نصیحت جو میرے آقا نے مجھے فرمائی - اور میں حیران ہوں کہ کس قدر درد آپ کے دل میں اپنے خدام کے لئے ہے - اس بیماری میں دوسروں کی روحانی - اور اخلاقی بیماریوں کے علاج میں فکرمند رہتے ہیں - میں جانتا ہوں کہ میری طرح اور بھی بہت سے مریض ہوں گے - جو قوت تخیلی کو بڑھنے دیتے ہوں گے - اس لئے امید ہے یہ پیغام انہیں بھی سودمند ہوگی - میں اپنے دوستوں سے چاہتا ہوں کہ وہ میرے لئے خصوصیت سے دعا کریں - اس لئے بھی کہ ہم سب کا آقا - اور امام چاہتا ہے - کہ خاکسار ایڈیٹر الحکم - الحکم کے ذریعہ سلسلہ کا خادم [illegible]

میں اپنی بڑی سعادت سمجھتا ہوں کہ وہ مجھے اس خدمت کا اہل پاتا ہے - اور میری حوصلہ افزائی کے لئے اپنے مال و دعا اور گرانقدر نصائح سے دریغ نہیں فرماتا - اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر دے - اور مدت دراز تک اس کے فیض سے بہرہ یاب [illegible]

صدقات کی طرف توجہ

میں نے قریبًا ہر اخبار میں لکھا ہے کہ ان ایام میں حضرت کو صدقات کی طرف بڑی توجہ ہے - موضع ننگل قادیان کے قریب اسی کا دراصل ایک پرانا حصہ ہے - وہاں طاعون کی کوئی واردات ہوگئی - اس کی اطلاع ملی - تو فرمایا جماعت کو تاکید کردو کہ دعاؤں میں لگ جاوے اور استغفار کریں - اور صدقات دیں - ہر شخص کچھ نہ کچھ صدقہ ضرور دے - چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں حضرت میر ناصر نواب صاحب نے احباب کو صدقات کی طرف متوجہ کیا - اور قریبًا کل دوستوں سے جو یہاں رہتے ہیں - صدقہ کی ایک رقم جمع کر کے قربانی کی - اور غربا - اور مساکین کو کھانا کھلایا"

اور یہ سلسلہ بدستور جاری ہے خود حضرت بھی بہت کچھ صدقہ کر رہے ہیں"

غلام آزاد کرنیکی خواہش

حضرت خلیفۃ المسیح کی پاک سیرۃ کا ایک عجیب واقعہ ہے - جو ہمارے دولت مند دوستوں کیلئے بہت کچھ سبق آموز اور محرک ہوگا - جسکا علم مجھے غیر معمولی رنگ میں ہوگیا - بعض مغربی مصنفوں نے اپنی نادانی نہیں جہالت سے اسلام پر اعتراض کیا ہے - کہ اسلام نے غلامی کو پھیلایا - حالانکہ امر واقعہ یہ ہے - کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے - جس نے دنیا سے غلامی کا استیصال کیا - یہ موقعہ نہیں کہ میں غلامی پر کوئی مضمون لکھوں - بلکہ مجھے حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی کا ایک واقعہ دکھانا ہے - پچھلے دنوں جب ہمارے بعض بھائی حج بیت اللّٰہ کے لئے روانہ ہوئے آپ نے ایک سو روپیہ ایک غلام آزاد کرنیکے لئے انہیں دیا - چونکہ یہاں تو بکتے غلام نہیں ملسکتے - جن کو آزاد کیا جاوے - آپ نے مکہ میں کسی غلام کی آزادی کے لئے کوشش فرمائی یہ جوش اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنیکا اللہ تعالیٰ کے فضل کے بدوں پیدا نہیں ہوسکتا - ہندوستان میں بہت بڑے بڑے دولت مند تاجر اور رئیس ہیں - شاید بہت ہی کم ایسے دل ہوں گے - جن میں غلاموں کو آزاد کرنیکا عملی خیال

پیدا ہوا ہو۔ ہماری جماعت میں بھی یہ بہت بڑا نقص ہے۔ حضرت کی خواہش ان لوگوں کی غلطی کی وجہ سے عملی صورت اختیار نہ کر سکی۔ غلام شاید اڑھائی سو روپیہ کو ملتا تھا۔ اگر وہ اطلاع دیتے تو یقیناً حضرت باقی روپیہ بھیج دیتے۔ مگر انہوں نے روپیہ واپس کر دیا۔ حضرت کو آزادی غلام کا ثواب ہو گیا۔ کیونکہ اسی نیت سے یہ رقم بھیجی گئی تھی۔ مگر ناظرین یہ سنکر حیران ہوں گے کہ اس روپیہ کو بھی حضرت نے بعض ایسے لوگوں کی مدد میں صرف کر دیا۔ جو کسی ایک یا دوسری مشکل میں مبتلا اور اسیر تھے۔ اس طرح نہ صرف ایک کو۔ بلکہ کئی گردنوں کو آزاد کرنے کا ثواب حاصل کیا۔

اگر اہل دل احباب اس نظیر سے عملی فائدہ اٹھائیں۔ اور غلام آزاد کرنے کا ایک فنڈ قائم کر کے حضرت کے پاس ایسی رقوم بھیجتے رہیں۔ تو اس سلسلہ کی عظیم الشان اسلامی خدمات میں

یہ عملی کام بے نظیر ہو گا

تعلیم سلوک

حضرت خلیفۃ المسیح اس علالت میں بھی اپنے فیوض سے قوم کو متمتع کرتے رہتے ہیں۔ اور جب کبھی طبیعت بحال ہوتی ہے۔ یا کوئی تحریک ہوتی ہے۔ تو کچھ نہ کچھ سناتے اور سمجھاتے ہی رہتے ہیں۔ اور یہ حکیم قوم جو مصلحان ربانی کے رنگ میں آتی ہے۔ ہر شخص کی حالت اور مرض کے لحاظ سے کبھی تو انفرادی رنگ کے نصائح کیا کرتی ہے۔ اور کبھی اجتماعی رنگ کی۔ اس ایک سِر کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے نہ سمجھنے میں دھوکہ لگا ہے۔ مثلاً ایک شخص آتا ہے اور وہ کوئی بہترین نیکی پوچھتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ماں باپ کی خدمت کرو۔ اور کسی دوسرے کو کچھ اور بتایا نادانوں نے اس کو اختلاف قرار دیا حالانکہ اس کا نام اختلاف نہیں ہے۔

اسی رنگ میں تعلیم سلوک ہے۔ جو میں نیچے درج کرتا ہوں جو ۳۰ جنوری ۱۹۱۱ء کی شام کو ایک مخلص دوست کو حضرت نے لکھائی ہے۔ بہت سے لوگ وظائف اور اوراد کے مشاغل میں مصروف اور منہمک ہوتے ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ سطور انشاء اللہ تعالیٰ ان کے لئے سلوک کی بہترین راہ بتانے والی ہوں گی۔

بوقت شام ۳۰ جنوری ۱۹۱۱ء حضرت خلیفۃ المسیح نے مخدوم میاں محمد صدیق صاحب کو بلوایا۔ اور فرمایا۔ دوات لاؤ۔ میں تم کو ایک بات بتاتا ہوں۔ اس کو [illegible] نہ سمجھیو۔ یہ بہت بڑی بات بتاتا ہوں۔ فرمایا قرآن کریم کی یہ آیت تین مرتبہ پڑھو۔ اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتٰب یتلیٰ علیھم ان فی ذٰلک لرحمۃ وذکریٰ لقوم یؤمنون۔ مخدوم صاحب کے تین مرتبہ پڑھنے کے بعد فرمایا۔ اللہ پاک اس آیت میں تمام منازل سلوک کے لئے فرماتا ہے۔ کہ ان کو یہ کتاب (قرآن کریم) جو ہم نے محمد رسول اللہ صلعم پر نازل کی ہے۔ کافی نہیں۔ مومنوں کے لئے اسی میں رحمت ہے اور اسی میں تمام ذکر ہیں۔ فرمایا میں نقشبندیوں کے قدرت اور کشوف کے طریقے خوب جانتا ہوں۔ مگر اس شہادت خداوندی کے بعد سلوک کے اور طریقوں کو اختیار کرنا میں کفر جانتا ہوں۔ اس قسم کے راہوں کو جو گیانہ طریقے سمجھتا ہوں۔ تم سب گواہ رہو میں مر جاؤں تو میری یہ نصیحت یاد رکھنا۔ اگر کوئی خیال اس کے خلاف اٹھے تو لاحول پڑھنا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے ایک بھائی تھے۔ جن کا نام [illegible] تھا۔ ان کی ایک بیوی تھیں ام حبیبہ ان کا نام تھا۔ انہوں نے بڑی کثرت سے اوراد اور اذکار شروع کر دئے۔ حتیٰ کہ [illegible] کے بعد نفلوں کی جگہ بھی انہوں نے [illegible] ایک دن اٹھ کے میاں نے کہا کہ تم ہر روز [illegible] اعمال کی [illegible] کرتے [illegible] مان لیا۔ [illegible] مصلے پر ہنو مان کی شکل پر بندر کو دیکھا اور اس نے کہا کہ جس راہ پر میں نے تم کو ڈالا تھا وہ کیوں چھوڑ دی۔ اس کے بعد اس کے میاں آئے اور انہوں نے پوچھا۔ بیوی صاحب تم نے آج کچھ دیکھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں آئندہ توبہ کرتی ہوں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی ایک اور شہادت پڑھو جو ابتدائے قرآن مجید میں ہے الم ذٰلک الکتٰب لاریب فیہ ھدی للمتقین۔ فرماتا ہے میں اللہ خوب علم والا یہ شہادت دیتا ہوں۔ کہ جس قدر لوگ متقی بنے ہیں۔ علم تو مجھکو ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہی کتاب ذریعہ ہے متقی بننے کا۔ خدا تعالیٰ کی یہ دوسری گواہی ہے یہ بات میں تم کو خدا کی تحریک سے کہتا ہوں۔ احادیث میں آیا ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کئی قسم کے اعوذ پڑھتے تھے۔ مگر جب قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس نازل ہوئیں۔ تو آپ نے معوذتین کے سوا سب چھوڑ دیئے پھر فرمایا۔ اس وقت اتنی ہی برداشت ہے زندہ رہا تو کل کچھ اور کہونگا۔ اور صبح فرمایا۔ سورۃ اعراف کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل انما اتبع ما یوحیٰ الی من ربی ھٰذا بصائر من ربکم وھدی ورحمۃ لقوم یؤمنون۔ واذا قری القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ اے نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) تو کہہ میں اس وحی قرآن کے سوائے اور کسی چیز کی پیروی نہیں کرتا۔ یہی لوگوں کے واسطے بصیرت بھی ہے مومنوں کے واسطے تو ہدایت اور رحمت ہے ہی۔ اگر کافر بھی مان لیں تو انہیں بھی رحمت ہو گی +

معیار صادق

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ اپنی جگہ بعض عجیب عجیب گر قائم کرتے ہیں۔ اور ایسے گر ہمیشہ قرآن مجید سے استنباط فرمایا کرتے ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید سے آپ کو طفلی سے محبت ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے

تو [illegible] از آں روز کہ بودم شیر خوار۔

کیونکہ قرآن مجید آپ نے ابھی الحمد ہی کو شروع کی ہے۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۱۰ء کو مولوی [illegible] صحبت میں سعادت اندوز تھا۔ آپ نے فرمایا ایک شخص مولوی ریاض الدین احمد میرے پاس آئے۔ وہ بڑے ہوشیار اور مدبر ہیں۔ انہوں نے مجھ سے سوال کیا۔ کہ مرزا صاحب کے سبب چند مہین۔ سر سید اور بندت دیانند یہ بڑے آدمی اس وقت ہیں۔ اور سب نے اپنی اپنی ایک جماعت بنائی ہے۔ پھر کیونکر سمجھا جائے۔ کہ مرزا صاحب راستباز تھے اور خدا کی طرف سے تھے۔ اور باقی نہ تھے میں نے اس کو کہا کہ میں ایک گر بتاتا ہوں جو بہت صاف ہے قرآن میں لکھا ہے۔ اکابر مجرمیھا یعنی جو لوگ بڑے ہوتے ہیں وہ ماموروں سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ اور الگ رہتے ہیں۔ اب تم بتاؤ کہ ان میں سے ہر ایک کیسا کس قسم کے لوگ شامل ہیں امراء کس کے ساتھ ہیں اور کس سے الگ رہتے ہیں۔ [illegible] اسکو سنکر حیرت ہوئی اور خاموش ہو گیا + کہنے کو یہ ایک فقرہ ہے۔ مگر اس کے اندر ایک لطیف اصول صادقوں کی شناخت کیلئے بتایا گیا ہے کہ جب کوئی مامور دنیا میں آتا ہے تو اول اس کو قبول کرنیوالے غرباء اور ضعفاء ہوتے ہیں۔ اور جو بڑے بڑے امراء ہوتے ہیں۔ وہ ان سے الگ [illegible] اس میں بھی ایک لطیف سر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت نمائی کا کرشمہ نظر آتا ہے اس حالت بیکسی اور بے سروسامانی میں وہ شدید دعوا اپنی کامیابی اور مخالفین حق کی نامرادی کی عجیب پر شوکت پیشگوئیاں کرتا ہے اور تمام طاقتیں اسکی ہستی کو مٹانے کیلئے جدوجہد کرتی ہیں اس وقت کوئی شخص بھی یہ یقین نہیں کر سکتا کہ یہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ لیکن آخر اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور نصرتیں اسکے شامل حال ہوتی ہیں۔ اور وہ کیسے بے زر۔ بے زور انسان جسکے ساتھی بالکل غریب اور کس مپرس ہوتے ہیں کامیاب ہو جاتا ہے۔ تب صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کسی انسانی ہستی کا کام نہیں بلکہ صاف تائید ایزدی ہے۔ علاوہ بریں اگر اول بڑے بڑے دنیادار شامل ہو جائیں۔ تو اس راستباز کی شاندار کامیابی کا زمانہ آوے۔ تو اسکی صداقت مشتبہ ہو سکتی ہے۔ لوگ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ان مدبروں اور مالداروں کی کوشش اور تائید سے وہ کام ہوا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سنت رکھی ہے کہ جب کوئی مامور دنیا میں آتا ہے تو اول اسکے ساتھ نہایت غریب اور ضعیف لوگ شامل ہوتے ہیں۔ تاکہ قدرت ربانی کا صاف صاف اظہار ہو۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ابتداً غرباء ہی نے قبول کیا۔

صحابہؓ کی ایک خصوصیت

حضرت خلیفۃ المسیح کو اللہ تعالیٰ نے ایک غور کن دل و دماغ عطا فرمایا ہے۔ اور آپ ہر معاملہ کے باریک در باریک حصص پر غور کرنے کے عادی ہیں۔ اور اسی لئے بعض وقت جب حضرت کسی شخص کی تحریر سے کوئی نتیجہ نکال کر پیش کرتے ہیں۔ اور وہ کہا کرتا ہے کہ حضور میرا مطلب یہ نہیں تو تحدیث بالنعمت کے طور پر فرمایا کرتے ہیں۔ کہ میں خدا تعالیٰ کی کلام کو تو اس کے فضل سے سمجھ لیتا ہوں۔ تو کیا انسانی کلام نہیں سمجھ سکتا؟ اس سبب مجھے صرف یہی دکھانا ہے۔ کہ حضرت کائنات کے تمام واقعات کو نہایت غور سے دیکھنے کے عادی ہیں ۶ جنوری ۱۹۱۱ء کو بعد نماز جمعہ مجھے حضرت کی خدمت میں حاضر ہونیکا موقعہ ملا۔ آپ نے فرمایا:۔

میں نے صحابہؓ کی تاریخ کو بڑے غور سے پڑھا ہے اور بہت بڑی بہت سی خصوصیتیں ان کی مجھے نظر آتی ہیں۔ مگر ایک خصوصیت

بیان کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے: ۔ کہ

صحابہؓ میں کوئی بہرہ نہ تھا

یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا ایک نشان تھا وہ لوگ دین کے مبلغ ہونے والے تھے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سن کر انہوں نے محفوظ رکھنا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی کو بہرہ نہیں رکھا۔"

فرمایا مجھے صحابہ رضہ کی بعض عجیب عجیب باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ عظیم الشان صحابہ رضہ میں میں دیکھتا ہوں۔ کہ کسی نے کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دنیا کی کسی چیز کے لئے دعا کی درخواست نہیں کی۔ خدا کا احسان ہے کہ **میں نے بھی حضرت صاحب سے کبھی کوئی ایسی درخواست** نہیں کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی یہ خصوصیت ناظرین الحکم کے ایمان کو خاص طور پر بڑھانیوالی ہوگی۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کس مقام عالی پر کھڑے ہیں "

انعامات الٰہیہ کا مطالعہ

قادیان میں ایک عورت ان دنوں دماغی بیماری سے بیمار ہے یہ عورت ایک ذہین اور قابل استانی ہے۔ فارسی زبان بڑی بے تکلفی سے بولتی ہے۔ قرآن مجید کا بھی فہم رکھتی ہے۔ خدا کی شان ہے کہ وہ عارضہ دماغ سے بیمار ہے۔ اس کی حالت کے ذکر پر فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ کے انعامات ہوتے ہیں مومن کو چاہیئے کہ ان انعامات کا مطالعہ کرتا رہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے۔ اور اس محبت کیوجہ سے وہ خدا کیطرف جھکتا ہے۔ اور توجہ الی اللہ میں ترقی کرتا ہے۔ اور پھر شکر کی توفیق ملتی ہے۔ اگر ایسا نہ کرے تو بعض وقت پر عذاب الٰہی کسی رنگ میں نازل ہو جاتا ہے۔ یہ عورت کیسی قابل استانی ہے۔ مگر دماغ کی کنجی تو خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ادھر سے ادھر پھیر دی۔ وہی دماغ اب دوسرے رنگ پر کام کرنے لگا ہے۔ جہاں پہلے حیا اور سوچ اور فکر تھا۔ اب آزادی اور بیجا آزادی ہے۔ میں جانتا ہوں اسی طرح ایمان اور کفر کی بھی کنجی ہوتی ہے۔ خدا ہی کے فضل سے انسان مومن باللہ ہو جاتا ہے۔ وہی ہدایتوں کی راہوں کو کھولتا ہے۔ بہشت اور دوزخ کی کنجی بھی ہے اسی کا فضل ہو تو انسان بہشت کو حاصل کرے اور دوزخ سے بچے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مطالعہ عجیب چیز ہے۔ اور جبتک اسکی کوئی نعمت چھن جاتی ہے۔ اسکا مطالعہ بھی عجیب تاثیر رکھتا ہے۔ اگر خوف اور عبرت سے انسان دیکھے تو خدا کیطرف اس سے توجہ بڑھ جاتی ہے اور یہ خوف مبارک خوف ہوتا ہے اس لئے کہا ہے ایمان امید وبیم کے درمیان ہے "

ایک پیشگوئی اور پوری ہوئی

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں اس کثرت سے پوری ہو چکی ہیں۔ کہ سوچنے والے دل و دماغ کیلئے کافی حجت ہیں۔ با ایں ہمہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ جب کوئی نشان پورا ہوتا ہے۔ اور انہیں آگاہ کیا جاتا ہے۔ تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ یہ ان کی بدقسمتی ہے "

دراصل نشانات ہی ایک ایسا ذریعہ ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر زندہ اور گناہ سوز ایمان پیدا ہوتا ہے۔ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس عظیم الشان پیشگوئی کا ذکر کیا گیا تھا جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے گھوڑے سے گرنے کے واقعہ میں لفظاً لفظاً بدوں کسی تاویل و تعبیر کے پوری ہوئی۔ اس پیشگوئی سے آگاہ ہونیکے باوجود مرتد ڈاکٹر نے اپنی جھوٹی پیشگوئی کو اس کے ذریعہ پورا ہونے کا اعلان کیا ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

وہ اپنی شومی قسمت اور کوری عقل کیوجہ سے بجائے توبہ کرنے کے سلسلہ کو گالیاں دیتا اور ایڈیٹر الحکم کو دھمکاتا ہے۔ ناوان مباہلہ لئے پھرتا ہے اور جب مولوی محمد یمین صاحب نے اسکی دعوت مباہلہ قبول کیا۔ تو حجرے سے باہر نہیں نکلا۔ اور اب شوخیاں کرتا ہے۔ جس پیشگوئی کا میں آج تذکرہ کرتا ہوں وہ ایک ایسا روشن نشان ہے کہ دہریہ اور میٹریلسٹ بھی اگر فکر کرے تو انکار نہیں کر سکتا۔ یہ پیشگوئی

الحاق کوریا کے متعلق ہے

۳۱۔ اگست ۱۹۰۵ء کے الحکم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام جو اس سے بھی پہلے کا ہے۔ چھاپا گیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت

یہ الہام حضرت مسیح موعود کو ان ایام میں ہوا تھا جبکہ جنگ روس وجاپان ہو رہی تھی۔ اس وقت کوریا سے نہ کسی قسم کی جاپان کو پرخاش تھی۔ نہ ایسے آثار تھے کہ کسی دن کوریا کی نازک حالت ہو جائے گی جو یہ پیشگوئی کسی پولیٹشن کی رائے کا نتیجہ کہی جاسکتی اس پیشگوئی پر چھ سال کے قریب عرصہ گذر گیا۔ اور بہتوں کی یاد سے بھی جاتی رہی۔ غیروں کا تو کیا ذکر خود ہماری جماعت میں بھی کسی کو اس طرف توجہ نہیں رہی تھی۔ مگر خدا کی شان ہے کہ گذشتہ ستمبر میں یہ پیشگوئی پوری شوکت کے ساتھ پوری ہوئی۔ اور

کوریا کو جاپان نے ملا لیا

اس الحاق کی تفصیل کی اس جگہ ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس پر چھ مہینے سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے۔ تاہم یہ نشان اس وقت بھی تازہ ہی ہے۔ کوریا کے جاپان کے ساتھ ملحق کئے جانے پر بہت کچھ شور و شر بھی ہوا۔ اور بعض محب وطن اہل کوریا نے جدوجہد کی نگرہ حاصل۔ ہیگ کی کانفرنس صلح میں انہوں نے اپنا ایک وفد بھیجا جو ناکام رہا۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کوریا میں انارکیسٹوں کی ایک مختصر سی جماعت پیدا ہوگئی۔ اور انہوں نے بعض مدبروں کی جان بھی لی۔ لیکن اس سے کوئی فایدہ نہیں ہوا۔ کوریا کی نیشنل ایسوسی ایشن واقعہ سان فرانسسکو نے بھی اس الحاق کے خلاف ایک ریزولیوشن پاس کیا اور بتایا ہے۔ کہ وہ اپنی جد وجہد کو ترک نہ کریں گے۔ غرض آخر ہوا وہی۔ جس کی خبر خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندہ نے اس واقعہ سے چھ سال پیشتر خدائی الہام کی بنا پر دی تھی۔ اس سے بڑھ کر کوریا کی نازک حالت اور کیا ہوگی۔ کہ اس کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ اور وہ حکومت کی مسند سے اتر کر غلامی کی صف میں کھڑا کر دیا گیا۔ یہ خدا تعالیٰ کے عجائبات قدرت ہیں جو وقتاً فوقتاً ظاہر فرماتا ہے۔

اب اے دانشمندو! سوچو اور غور کر کے بتاؤ۔ کہ کیا یہ محض عقلی اور وجدانی رائے زنی ہے۔

یا قادر مطلق غیب دان خدا کا کلام؟

اگرچہ اس سے پہلے بھی بہت سے نشانات دکھلائے جا چکے ہیں۔ مگر یہ تازہ نشانات اور بھی اتمام حجت کرتے ہیں۔ انکار کے لئے کوئی گنجایش باقی نہیں۔ ہاں ہٹ دھرمی اور ضد کا کوئی علاج نہیں۔ یہ پیشگوئی ایسے وقت کی گئی تھی۔ جبکہ جاپان اور روس کی لڑائی ہو رہی تھی۔ اور جاپان کو کوریا کے مفاد کو مدنظر رکھنا ضروری تھا۔ اس وقت وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ایسا ہوگا۔ مگر خدا کے کام ہمیشہ عجیب ہوتے ہیں۔ مبارک وہ جو اس سے فائدہ اٹھائیں " اس قسم کی پیشگوئیاں حضرت مسیح موعود کی صداقت کے زبردست دلایل ہیں۔ اور یہ حضرت کی زندگی ہی کے ساتھ وابستہ نہ تھیں بلکہ آپ کے بعد بھی بعض انمیں سے پوری ہو رہی ہیں جیسا کہ آپ نے الوصیت میں بھی ظاہر کیا تھا۔ یہ پیشگوئیاں اس لئے بھی قابل وقعت ہیں کہ وہ اپنے پورا ہونے سے بہت عرصہ پہلے شایع ہو چکی ہیں بہرحال اس نشان کے ذریعہ پھر دشمنوں پر حجت پوری ہوئی اور دوستوں کے لئے وہ ازدیاد ایمان کا باعث ہے "

اطلاع و درخواست دعا

منشی رحمت اللہ گگڑ زیٹی طالبعلم انٹرینس کلاس مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان متوطن کھرڑ ضلع سیالکوٹ اپنے احباب اور عزیزوں کو الحکم کے ذریعہ آگاہ کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے ۳ فروری ۱۹۱۱ء کو حضرت خلیفۃ المسیح و المہدی کے ہاتھ پر بیعت توبہ کرلی ہے۔ اور وہ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ احمدی احباب سے استقامت کے لئے درخواست دعا کرتے ہیں۔ اور غیر احمدی دوستوں اور عزیزوں کو سلسلہ حقہ میں داخل ہونے کی دعوت

مناجات ناصر

فضل کر اس بندۂ عاجز پہ اے میرے خدا
میں بلاؤں میں گھرا ہوں ہیں مصائب میں پھنسا
کر دیا بیماریوں نے میری صحت کو خراب
میں ہوں عاصی میں خاطی تو ہے غفار الذنوب
میں ہوں ادنےٰ تو ہے اعلیٰ تو غنی میں ہوں فقیر
میں ہوں دست و پا شکستہ تو ہے میرا دستگیر
سخت میں ناپاک ہوں اے پاک کر مجھ پر کرم
مہربانی مجھ پہ کر الطاف فرما مجھ پہ تو
اس شب تاریک غم کو دور کر سر سے میرے

اے میرے داتا میرے ناصر مجھے منصور کر
رکھ مجھے ثابت سدا اسلام پر اے ذوالمنن
صبر کی جا صبر دے اور شکر کے موقع پر شکر
دے محبت اپنی اور دنیا سے نفرت دے مجھے
بخش نسل پاک مجھکو کر امام المتقین
یاد ہو لب پر تیری اور دل میں ہو تیرا خیال
با ادب کر با حیا کر اپنے بندوں میں ملا
ہو تیری تعظیم بس ہر کام میں پیش نظر
ہر ضعیف و ناتواں کا میں ہوا پشت و پناہ
احمدی بھائی میرا کوئی نہ ہو مجھ سے ملول
میں ہوں خدمتگار نیکوں کا بنوں سچوں کا یار
راحت و آرام دوں اپنے ہر اک بھائی کو میں
لب پہ شیرینی ہو اور دلمیں ہو میرے بس مٹھاس
میں اگر مانگوں تو مانگوں دین کی نصرت کیلئے
میں نہ تجھ پر بدگماں ہوں اور نہ تجھ سے ناامید
تو نے ہے مجھ کو بنایا رزق دیتا ہے تو ہی
میں ہوں معروف گنہ اور تو ہے میرا پردہ پوش
نعمتیں کھاتا ہوں تیری پر نہیں کرتا میں شکر
سکھ مجھے دیتا ہے تو میں سرکشی کرتا ہوں پھر
اپنے ہاتھوں سے میں جب پڑتا ہوں دُکھ میں اے کریم
نعمتوں کی تیری گنتی مجھ سے ہو سکتی نہیں
یہ زمین و آسمان میرے لئے پیدا کئے
روح دی اور پھر مجھ کو جسم بخشا بے بہا
دیکھنے کو آنکھ بخشی اور دیئے سننے کو کان
سونگھنے کو ناک دی پھر مجھ کو بخشے تو نے پھول
عقل بخشی فہم بخشا اے میرے رب رحیم
اپنے فضل عام سے بخشے مجھے ہوش و حواس
رات سونے کو بنائی دن کمانے کے لئے
پھول پھل تو نے دیئے تو نے بنائی بوٹیاں
کیسی کیسی بامزا خوراک دی تو نے مجھے
سیم و زر تو نے دیا موتی دیئے ہیرے دیئے
یہ زمیں بخشی کہ تا پیدا ہو اس میں سے اناج
دیئے تو نے مجھے دنیا کے یہ لاکھوں درخت

تو سزاوار کرم ہے میں ہوں بیشک ناسزا
دور کر دے ہر مصیبت ہر بلا سے تو بچا
میں مریض ناتواں ہوں ہاتھ میں تیرے شفا
میں گرفتار بلا ہوں تو مرا مشکل کشا
تو شہنشاہ دو عالم میں ترا ادنےٰ گدا
میں گمراہی میں اے مولےٰ مرے تو رہنما
میں بُرا ہوں فضل سے اپنے مرا کر دے بھلا
تو خفا مجھ سے نہ ہو گو خلق ہے مجھپر خفا
اے مرے رب مجھے خوشوقتی کا جلدی دن دکھا
کر میری حاجت روائی اے میرے حاجت روا
باب رحمت مجھ پہ اکر دار قربت میں بسا
دور کر عصیاں سے مجکو اپنی جانب تو جھکا
دور کر حرص و ہوا اپنا مجھے شیدا بنا
دے گناہوں سے تنفر دے عبادتیں مزا
ہو عیاں پاکیزگی اور دل میں ہووے اتقا
رحم کی چادر اوڑھا اور فضل کا جامہ پہنا
شفقت و رحمت کا برتاوا ہو خلقت سے سدا
ہر مریض خستہ جاں کی میں کروں دل سے دوا
کوئی بھی صالح کبھی مجھسے نہ ہو ہرگز خفا
ہو نہ تیرے دوستوں سے میرے دلمیں کچھ دغا
بجھا یونکی میں کروں خدمت وہ دیں مجھکو دعا
بغض سینے میں نہ ہو کینہ نہ ہو دلمیں ذرا
اے خدا مجھکو بنا نا تو نہ نقصانی گداء
جز تیرے کوئی نہیں بے آسروں کا آسرا
شکر کر سکتا نہیں تیرا کسی صورت ادا
حیف ہے صد حیف ہے آتی نہیں مجھ کو حیا
پھر بھی دروازہ نہیں تو بند کرتا رزق کا
کسقدر ہے بُردباری تجھ میں اور کیسی حیا
اپنے فضل عام سے دیتا ہے تو مجھکو شفا
کیونکہ تیرے عنایات و کرم بے انتہاء
واسطے میرے بنائے تو نے یہ آب و ہوا
کام کرنے کے لئے مجھ کو دیئے یہ دست و پا
تو نے دی کو دی زباں ۔ کی اس کو گویائی عطا
منہ دیا کھانیکو اور بخشا زباں کو ذائقاء
دور ہو دے تا کہ اس عاجز سے ہر دم وعطا
بے طلب بے مانگ کی تو نے ہر اک مجھپر عطا
چاند و سورج تو نے بخشے تا کہ پاؤں میں ضیا
تیری بخشش سے ہے سب کچھ ہم غذا و ہم دوا
شہد کھانیکو دیا اور دودھ پینے کو دیا
نعمتوں کا تو نے دروازہ کیا ہے مجھپہ وا
ہر طرف جاری ہے جسمیں ایک چشمہ فیض کا
ان سے تا حاصل کروں میں میوہ ہائے بامزا

یہ سمندر مجھ کو بخشے تا چلیں ان میں جہاز
ریل بخشی تو نے اور تو ہی نے موٹر کار دی
تو نے بخشے فضل سے یہ مال و دولت کی بہار
یہ ہزاروں جانور میرے لئے پیدا کئے
بعض ہیں میری غذا اور بعض پر چڑھتا ہوں میں
دودھ دیتا ہے کوئی اور ہل چلاتا ہے کوئی
روح کے بھی واسطے طیار ہے اسباب عیش
یاد تیری روح کی بے شک غذائے پاک ہے
تیرے مرسل آئے سمجھانے کو میرے ابتدا
آئے دنیا میں ڈرانے کو میرے بیشک نذیر
جب ترے الطاف مجھ پر بڑھ گئے حد سے فزوں
اس کے صدقہ میں ہوا تیرا نبیت مجھ پہ کرم
تو محمدؐ پر میری جانب سے بس لاکھوں درود
کر کے پیدا تو نہ بھولا مجکو اے پروردگار
بھوک میں کھانا دیا اور پیاس میں پانی مجھے
گرمی سردی کے سب اسباب بخشے اے کریم
جب پڑی گرمی کیا بارش سے تو نے مجکو سرد
مجھ کو بخشی تو نے بیوی خاندانی اور شریف
آل اور اولاد بخشی یار اور ہمدم دیئے
تجھ کو مہدی سے ملایا ہے یہ اک فضل عظیم
وقت میں میرے کیا نازل مسیح احمدی
ہاتھ پر اس کے دکھائے تو نے وہ عالی نشان
بانٹتا تھا وہ خزانے لیگئے چالاک چست
وہ زمانہ خیر کا افسوس جلدی ہو چکا
اس کے سچے دوست جو ہیں وہ ہیں یار غار
وہ خلیفہ مجھ کو بخشا جس کی سیرت نیک ہے
حامیٔ سنت ہے جو اور حافظ قرآن ہے
عابد و زاہد ہے ہم میں ہے مگر ہمسا نہیں
ناصر بیکس کی ہے یارب یہی تجھ سے دعا
رحم کرتا ہے وہ سب پر تو بھی اسپر رحم کر
وہ کرم کرتا ہے خلقت پر تو کر اس پر کرم
دشمنان دین کو ہمیشہ کرنا خندہ زن
کر ہمیں تو بامراد اور ان کو کر دے نامراد
عرض بندہ کر چکا مولےٰ کرے اس کو قبول

اور ہر اک حاجت ہو میری انکو باعث دردرا
فائدہ تو ہی نے بخشا مجھ کو ڈاک اور تار کا
جنمیں میرے واسطے ہر اک خزانہ ہے دیا
جن کی گنتی سے بھی ہوں ابتک تو میں ناآشنا
بعض دیگر خدمتیں کرتے ہیں بس صبح و مسا
کون ہے جانور جس سے نہیں کچھ فائدہ
واسطے اسکے مہیا کی ہے ند جانی غذا
پر مشقت جو عبادت ہو وہ ہے اسکی دوا
اور کلام پاک میرے واسطے نازل کیا
اور بشارت دینے کو آئے ہزاروں انبیا
تو نے بھیجا واسطے میرے محمدؐ مصطفےٰ
رحمتوں کے پھر تو دروازے کھلے بے انتہا
ہو سلام ان پر میری جانب سے یارب دائما
وقت پر میری ہمیشہ تو مدد کرتا رہا
دکھ مصیبت میں نے جب تو نے عطا کر دی دوا
میں بڑا جنکا تیرا احسان بھی بڑھتا گیا
جب ہوئی گرمی تو چلا دی تو نے بس ٹھنڈی ہوا
نیک خو اور نیکدل خدمت گذار و باوفا
فضل سے بخشا مجھے اپنے امام پارسا
کر نہیں سکتا میں اسکا شکر اسے خالق ادا
اور کرم ہے اسکے اس کے قرب کا رتبہ دیا
اس زمانہ میں کسی کو بھی جن کا نہ تھا
حصہ قسمت میں تھا مجھ کو بھی اک ٹکڑا مل گیا
یاد کر کے وہ مزا ہوتا ہوں میں اب بے مزا
نیک بخت و بامروت نیک سیرت باحیا
جو اشاعت دین کی کرتا ہے ہم میں دائما
حاجی حرمین ہے امت کا جو ہے رہنما
ہم میں دنیا کی طمع اس میں ہے نور و ضیا
آجکل بیمار ہے وہ اسکو دے جلدی شفا
وہ دعا کرتا ہے لوگوں کی تو کر اسکی دواء
کیونکہ ہے وہ سب سے بڑھ کر باحیا و باوفا
مستعد ہیں حملہ کرنے کے لئے جو بے حیا
اپنے نور الدین کو دیدے اسے میرے مولیٰ شفا
دوستو! آمین کہو ناصر کی تم سن کر دعا

زبان خاکسار محمد احسن عفی عنہ پر بعد سننے اس مناجات کے بے اختیار جاری ہوا ۔ لسان الناصر مفتاح من ابین الرحمٰن ۔

اطلاع

سنہ ۱۹۱۱ء کی قیمت اور وصولی بقایا کے لئے خریداران الحکم کے نام وی پی کا سلسلہ جاری ہے ۔ وی پی پرانے پرچے کئے جاتے ہیں ۔ کوئی نیا پرچہ نہیں کیا جاتا ۔ ناظرین الحکم اس کو بخوبی یاد رکھیں ۔ تبدیلی پتہ کیلئے جبکہ ایک ماہ سے زیادہ ہو اطلاع دینی چاہیئے (ایڈیٹر و مینیجر الحکم قادیان)

معاونین الحکم کا کالم

یہ ضروری معلوم ہوا ہے۔ کہ الحکم کے معاونین کی ہفتہ وار رپورٹ الحکم میں درج ہوتی رہے۔ اس سے یہ غرض نہیں کہ وہ لوگ جو الحکم کی اعانت میں کسی نہ کسی قسم کا حصہ لیتے ہیں۔ اس امر کے خواہشمند ہیں کہ ان کی تشہیر کیجاوے۔ نہیں بلکہ میں اس لئے انکا ذکر خیر کرتا ہوں۔ کہ بعض ایسے مخلص دوست ہیں جو صرف الحکم کے ساتھ دُعا سے مدد کر سکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ ایسا مخلص اس قسم کے سرپرستوں کیلئے بھی دعا کریں جو مالی مدد کیلئے اپنی جیب پر ہاتھ مارتے ہیں۔ اور علاوہ بریں اس سے ان لوگوں کو بھی تحریک ہونا ممکن ہے جو ابھی تک خاموشی سے الحکم کے مشکلات کے نظارہ کو دیکھ رہے ہیں۔ سرپرستان الحکم جو اس کے بقا۔ اور استحکام کے خواہشمند ہیں وہ دعاؤں کے ساتھ اس کی اعانت کریں۔ اور جلد جلد خریدار مہیا کریں۔ مفت اشاعت کے لئے اپنی جیب سے قیمت دیں۔ الحکم کی موجودہ حالت کے لحاظ سے اس وقت کم از کم ایک سو ایسے مربیوں کی ضرورت ہے۔ جو ہر ہفتہ اس کے لئے ایک خریدار مہیا کریں علاوہ ایسا ہی کم از کم سر دست دو سو ایسے **مستقل** امداد کرنے والوں کی حاجت ہے جو اپنے ذمہ اس کی ماہوار اعانت لازم کر لیں۔ ایسے مربیوں کی مستقل طور پر ضرورت نہ ہوگی۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو ہمیشہ کے لئے توفیق دے تو یہ اس کے فضل کی بات ہے۔ دیکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کن روحوں کو اس خدمت کے لئے آمادہ کرتا ہے۔ کیونکہ قلوب کو متحرک کرنا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ میں اس کے فضل پر پورا بھروسہ رکھتا ہوں۔ کہ وہ وقت قریب ہے۔ جب الحکم مشکلات کے بادلوں سے نکلکر سورج کیطرح چمکے گا۔ (وباللہ التوفیق)

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل سے بعض ایسی روحیں الحکم کے سرپرستوں میں رکھدی ہیں۔ جو اس وقت اس کی اعانت اپنا فرض سمجھتی ہیں۔ اور میں بعض وقت عجیب تماشا ہائے قدرت دیکھا کرتا ہوں۔ ۳۱ جنوری کو ایک معزز دوست نے الحکم کے لئے سخت جوش سے ناراضی کا خط لکھا اسی ڈاک میں **سید نذیر حسین** صاحب نے گٹھالیاں سے بیس روپیہ الحکم کی امداد کے لئے بھیجے۔ جو وہاں کی جماعت نے سید صاحب کی تحریک پر جمع کئے ہیں۔ اور آئندہ بھی وقتاً فوقتاً امداد کا حوصلہ دلایا۔ اور۔ ساتھ ہی دو خریدار بھیجے۔ میں ایسے مخلص سرپرستوں کے ملنے پر اللہ تعالیٰ ہی کا شکر گزار ہوں اور دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ لوگ جو اشاعت دین کے لئے ایسا جوش اور حوصلہ اور دل رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوں۔ الحکم کو ایسے دوستوں کی ضرورت ہے۔ اور خوشی کی بات ہے کہ ایسے دل اور ایسے خریدار مل رہے ہیں۔ سید نذیر حسین صاحب نے اس تحریک کی عملی ابتدا کی ہے۔ اور سابق۔ بالخیرات ہو کر دکھایا ہے۔ کہ الحکم کے ساتھ انہیں کسقدر پیار ہے۔ میں ایسے ہی سرپرستوں کے وجود پر سجدات شکر بجالاتا ہوں۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ وہ الحکم کیلئے ایک قدردان دل اپنے پہلو میں رکھتے ہیں۔ گٹھالیاں کی جماعت کی اس امداد کو زیادہ موثر اور مفید بنانے کے لئے میں **اعلان** کرتا ہوں **بیس اخبار**

صرف دو روپیہ قیمت پر جاری کئے

جاویں گے۔ جو صاحب چاہیں دو روپیہ منی آرڈر بھیجکر اپنے نام جاری کرالیں۔ میں **سید** نذیر حسین صاحب کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ اگر وہ یہ بیس خریدار بھی آپ ہی مہیا کریں تو یہ ایک **نظیر** ہوگی۔ سرپرستان الحکم کی خاص اعانت کی + بہرحال اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور دوسری انجمنوں کو بھی ایسے نیک کام کی توفیق دے (آمین)

(۲) میر صادق حسین صاحب **صادق** الحکم کے خاص برگزیدہ احباب میں سے ہیں۔ چونکہ وہ خود ایک قابل جرنلسٹ ہیں اور اٹاوہ پنچ۔ اظہار الحق۔ اور صبح صادق وغیرہ اخبارات اور رسایل کو نہایت قابلیت سے ایڈٹ کرتے رہے ہیں۔ اس فن میں انہیں خاص مذاق اور ملکہ ہے۔ انہوں نے سنہ ۱۱ء میں الحکم کو علاوہ قیمت کے بلیش روپیہ مدد دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

(۳) منشی ہاشم علی صاحب جو سلسلہ عالیہ کیلئے کامل قربانی کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور الحکم کے پڑھنے والے اُن کے کارناموں سے آگاہ ہیں۔ وہ اعانت الحکم کے لئے **دس روپیہ** کی کتابیں خریدنے کا آرڈر بھیجتے ہیں۔

(۴) چوہدری محمد حسین صاحب گرداور قانونگو دس روپیہ کی کتابوں کی خرید کرنیکا وعدہ کرتے ہیں۔ اور ایک خریدار بھیجتے ہیں۔

(۵) منشی عبدالحق صاحب بدو ملہی کے رہنے والے ایک مخلص احمدی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی سے خصوصاً انہیں عشق ہے۔ وہ قادیان انہیں دنوں آئے۔ اور انہوں نے بدوں کسی تحریک کے الحکم کی اعانت کے لئے **چار روپیہ** بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ بزرگ الحکم کے خریدار بھی نہیں۔ اس رقم سے دو ایسے شخصوں کے نام الحکم جاری کیا جاویگا جو صرف عہ قیمت بھیجدیں۔

(۶) منشی عمرالدین صاحب حیدرآباد سندھ میں خطوط نویسی کر کے گذارہ کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اخلاص کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے اور شرح صدر سے سلسلہ کی تمام تحریکوں میں حصہ لیتے ہیں۔ اور اپنی بساط سے بڑھکر حصہ لیتے ہیں۔ **دو خریدار** الحکم کے لئے دینے کے علاوہ اب الحکم کی قیمت کو معمولی قیمت سے پانچ روپیہ پر کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

اللہ تعالیٰ ایسے تمام مخلص احباب کو جزائے خیر دے۔ اور دوسروں کے قلوب میں بھی اس تحریک کو پیدا کرے (آمین)

(یعقوب علی ایڈیٹر الحکم)

مختصر نوٹ

گورنمنٹ بنگال اور ایک اخبار کی سرپرستی

گورنمنٹ بنگال نے رائے بہادر یتیندر ناتھ سین کے جدید اخبار کی سرپرستی فرمائی ہے۔ اور اس کی ۲۵ ہزار کاپیاں سالانہ خریدنے کا وعدہ کیا ہے۔ جس پر ساڑھے باسٹھ ہزار روپیہ گورنمنٹ سالانہ دیگی۔ بعض حلقوں میں گورنمنٹ کی ایسی سرپرستی پر تعجب کیا جاتا ہے۔ میری رائے شروع سے یہی ہے۔ کہ گورنمنٹ کو ایسے اخبارات کی ضرور سرپرستی کرنی چاہیئے۔ جو ملک میں وفاداری اور اطاعت سلطنت کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔ اس سے ان اخبارات کے رویہ میں خود ایک نمایاں تبدیلی ہو جائے گی۔ جو اگریمنٹ کہلاتے ہیں۔ دوسرے صوبوں کی لوکل گورنمنٹوں کو اس کی تقلید کرنی چاہیئے"

مسلم یونیورسٹی

مسلم یونیورسٹی کے متعلق خدا کا شکر ہے۔ کہ مسلمانوں میں بیداری اور مستعدی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اور ملک کے ہر حصہ میں اس کے لئے تحریک ہو رہی ہے۔ اس کے مرکز؟ مقام علی گڑھ میں جس جوش سے کام کیا جا رہا ہے۔ وہ نہایت خوش آیند اور امید دلانے والا ہے۔ بہرحال ساری امیدیں اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو قوم کے قلوب میں ایک جنبش پیدا کر دی ہے۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ وہ وقت آگیا ہے جبکہ یہ کام ہو جاوے۔ مسلم یونیورسٹی کے قیام سے مسلمانوں کی انشاء اللہ تعلیم کا مسئلہ حل ہو جائیگا اور پھر جس مفید اور آسان طریق پر وہ اعلےٰ تعلیم چاہیں گے۔ دیکھیں گے۔ خدا وہ دن جلد لائے۔ اس کے ساتھ ہی ہندوستان میں ایک دینی **دارالعلوم** کی بھی ضرورت ہے اور یہ کہنا بعید از قیاس نہیں کہ خدا کے فضل و توفیق سے یہ فخر قادیان کے مدرسہ احمدیہ کو حاصل ہوگا۔ مسلم یونیورسٹی کے لئے ہر شخص کو جو مسلمان کہلاتا ہے۔ دل کھول کر چندہ دینا چاہیئے۔ کیونکہ ایک تحریک میں جو مبارک اور مفید ہو۔ شامل ہو جانا خدا کے فضلوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور یہ صدقہ جاریہ ہے۔ **مسلمان امرا** اور عوام جہاں محض نمائشی ضرورتوں میں ہزاروں اور لاکھوں روپیہ خرچ کر دیتے ہیں۔ اگر وہ اس مفید کام میں سینکڑوں بھی

دیں۔ تو کروڑوں روپیہ جمع ہو سکتے ہے۔ لاکھوں کا تو ذکر کیا؟ کم و بیش ہر فرد کو اس میں شریک ہونا چاہیئے "

غریبوں کیلئے مکانات

حضرت میر ناصر نواب صاحب قبلہ

کے دل میں اللہ تعالیٰ نے غرباء و ضعفاء کی ہمدردی کے لئے ایک خاص جوش اور محبت ڈالدی ہے۔ موسم سرما کے لئے لحافوں کا انتظام وہ ہمیشہ کیا کرتے ہیں۔ احباب نے اس مرتبہ بھی انہیں موقعہ دیا۔ کہ وہ اس خدمت کو سرانجام دیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ان کمزور اور ضعیف بہائیوں کے لئے جو قادیان میں مہاجر ہو کر آئے ہیں۔ اور کسی قسم کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اور انہیں مکانات کے نہ ملنے کی وجہ سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ مکانات طیار کرنیکا عزم کیا ہے۔ اس مطلب کے لئے بعض دوستوں نے انہیں کچھ چندہ دیا بھی ہے۔ مگر یہ کام بہت سے روپیہ کو چاہتا ہے جو نیک دل احباب کی توجہ پر بہت کچھ منحصر ہے۔ اس میں شک نہیں احباب پہلے ہی سے بہت سے چندوں کے نیچے ہیں۔ اور بظاہر وہ کسی جدید چندہ کے لئے مشکلات محسوس کریں۔ مگر سچ یہ ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کے لئے قدم اٹھاتا ہے۔ تو اُسے تائید اور نصرت مل ہی جاتی ہے۔ پس جو جو کچھ کسی سے ہو سکتا ہے۔ وہ حضرت ناصر نواب صاحب قبلہ سالار قافلہ غربا کی خدمت میں قادیان بھیجدیں۔ میر صاحب کی شخصیت اس امر کی کافی ضمانت ہے کہ وہ احباب کے فرستادہ رقوم کے لئے بہترین آمین ہیں "

الہ آباد کی مذہبی کانفرنس

الہ آباد کی مذہبی کانفرنس میں جو امسال ۹-۱۰-۱۱ جنوری ۱۹۱۱ء کو منعقد ہوئی۔ اسلام کیطرف سے دو مضمون پڑھے گئے۔ جنمیں سے ایک خواجہ کمال الدین صاحب نے لکھا تھا۔ اور دوسرا جناب مولوی محمد علی صاحب نے۔ یہ دونوں مضمون نہایت کامیابی سے پڑھے گئے۔ مفصل حالات میرے مکرم بہائی ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے بذریعہ [illegible] انکی اعادہ کی ضرورت یہاں معلوم نہیں ہوتی۔ میں یہاں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ یہ خدا کے فضل کا ایک خاص نشان ہے کہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں میں سے کسی کو یہ توفیق نہیں ملی کہ اس مذہبی مقابلہ میں وہ اسلام کے وکیل کی حیثیت سے کھڑے ہو کر اسکے درخشاں چہرہ کو دکھاتے۔ یہ فخر اور فضل صرف احمدی سلسلہ کو حاصل ہوا کہ اس نے اس جلسہ میں اسلام کی عظمت و جلال کے اظہار کیلئے اپنے قایم مقاموں کو بھیجا۔ اور جنہوں نے خدا کے فضل سے ہی اپنے فرض کو بڑی قوت اور شوکت کے ساتھ ادا کیا۔ خواجہ صاحب کا مضمون ترچھپ کر شایع ہو چکا ہے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب کا مضمون عنقریب میگزین میں شایع ہو جائیگا۔ انشاء اللہ العزیز۔ مسلمانوں پر یہ افسوس تو تباہی کہ انہوں نے اسلام کو ریپریزنٹ کرنیکیلئے قدم نہ اٹھایا۔ سب سے بڑھ کر افسوس مسلمان اخبارات پر ہے کہ انہوں نے ان مضامین کے پڑھے جانیکے حالات کو بھی اپنے اخبارات میں شایع نہیں کیا۔ اس سے بڑھکر تنگ دلی کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و نصلی علیٰ رسولہ الکریم :-

اپیل

بخدمت جمیع اہل اسلام ہند متعلق

اس مقصد اعظم کے

جسکے حصول پر

یقیناً قوم کی قسمت کا دارومدار ہے

یعنے

تکمیل معجزہ محمدن یونیورسٹی

برادران ملت

ہر ایک کام کی تکمیل کیلئے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا قدرت کیطرف سے ایک ساعت خاص مقرر ہوتی ہے۔ وکل امر مرھون باوقاتہا اور باقبال اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو ساعت مقررہ کو پہچانکر اور اس کے اقتضا کے مطابق اپنے حوصلوں ارادوں۔ اور کوششوں کا پیمانہ قرار دیکر فرض انسانی کا فرض کامیابی کے ساتھ ادا کر سکیں۔ ایسے ہی مواقع پر اشخاص خاص اور قوموں کا زندگی کی کشمکش کے میدان میں امتحان ہوتا ہے اور اس کے نتایج پر انسانوں اور قوموں کی قسمت کا فیصلہ منحصر ہوتا ہے میری قدرت سے باہر ہے سپاس ادا کرنا اس ذات اقدس کا جس نے مجکو موقعہ دیا کہ جس ساعت کے آنیکی سر سید علیہ الرحمۃ آخر دم تک آرزومند رہے اور جس کو قریب لانے میں نواب محسن الملک مرحوم اور مسٹر بیک مرحوم دم واپسین تک ساعی رہے اس کے قریب پہونچنے کی خوش خبری قوم کو میں سناؤں کہ اس زندگی بخش اور خوش آیند ندا سے اسلام کے خفتہ جوش اور قوم کے نیم مردہ دلوں میں تحریک اور تازگی پیدا کروں۔

جس مبارک ساعت کی طرف میرا اشارہ ہے وہ ہمارے شہنشاہ عالیجاہ کا ہندوستان تشریف لا کر اپنی تاجپوشی کی مبارک رسم کا ادا فرمانا ہے۔ اور جس مقصد اعظم کی تکمیل قادر مطلق نے اس موقع کیلئے قرار دی ہے۔ وہ قوم کے مرکزی کالج کو یونیورسٹی کے درجہ پر پہنچانا ہے۔ اور جس ممتاز رکن قوم کی زیر ہدایت قدرت اس کام کو انجام دینا چاہتی ہے۔ وہ ہز ہائینس سر آغا خان بہادر بالقابہ ہیں [illegible] مردان خدا کے جمہوری توجہ اور کوشش سے [illegible] ہونیوالا ہے وہ رسول پاک کی اُمت کے زندہ کرنے والے [illegible] ان کو دنیا میں معزز اور باثروت بنانے والے اصحاب ہیں۔ ہز ہائینس سر آغا خان بالقابہ کی تحریک ہے کہ دربار تاجپوشی کے وقت سے [illegible] مسلمان ہند بیس لاکھ روپیہ جمع کر کے شہنشاہ معظم سے استدعا کریں۔ کہ اپنی تخت نشینی کے مسعود اور مبارک تقریب کو ابدالاباد تک اور خاص کر مسلمانوں

کے موجودہ اور آیندہ نسلوں کی ممنون اور معترف دلوں میں تہا یادگار قایم کرنیکے لئے مجوزہ محمدن یونیورسٹی کے ابتدا فرماکر ہماری قومی زندگی اور اقبال کی بنیاد قایم فرمادیں جسکے واسطے مسلمان قرنوں سے آرزومند چلے آرہے ہیں۔ برادران ملت۔ یہ ساعت ہماری قوم کے لئے بہت بڑے امتحان اور آزمایش کا وقت ہے تمام مہذب اور بیدار دنیا کی نظر اب ہماری طرف ہے۔ جبکہ امریکہ میں ایک کارنیگی اڑہائی کروڑ اور انگلستان میں ایک [illegible] دو کروڑ۔ اور اسی طرح سینکڑوں فیاض طبع یورپین امراء تعلیم قومی کے نفع کے لئے لاکھوں کروڑوں روپیہ دیتے رہتے ہیں۔ تو کیا اُمّت محمدی کے سات کروڑ افراد اپنے دین اور قوم کی فلاح کیلئے ایسے بیش بہا اور نایاب موقعہ پر جیسا کہ موجودہ موقعہ قدرت سے ان کو حاصل ہوا ہے۔ بیس لاکھ روپیہ بھی جمع نہیں کرسکتے! جمہوری عزم اور مجموعی کوشش کی جو قابل یادگار مثالیں فرانس اور جاپان کے کارناموں میں ملتی ہیں وہ دلپر نقش کرنے کے لایق ہیں" جاپان کے باشندے تعداد میں چار کروڑ سے زاید نہیں ہیں۔ اور نہ مثل یورپ کے دولتمند تھے۔ لیکن جب انہوں نے تعلیم نسوان کا ارادہ کیا۔ تو چند روز میں ڈیڑھ کروڑ روپیہ جمع کر لیا یعنی فی کس ۳/ روپیہ کے حساب سے جمع کرلیا۔

اس ملک میں سات کروڑ کے قریب مسلمان ہیں۔ اور جس مقصد کے لئے اس وقت اُن سے اپیل کیا جاتا ہے وہ مسئلہ تعلیم نسوان سے بہت زیادہ اہم اور وسیع اور قوم کے لئے برکات پیدا کرنیوالا ہے۔ باایں ہمہ اگر صرف فی کس دو پیسے وصول کئے جاویں۔ تو بیس لاکھ کی رقم جمع ہو سکتی ہے۔ ۱۸۷۰ء میں جرمنی اور فرانس اور فرانس میں جنگ ہوئی۔ اور فرانس کو سخت شکست ہوئی۔ اور جرمنی نے فرانس سے تین ارب روپیہ تاوان کا مطالبہ کیا۔ کل یورپ سمجھتا تھا کہ یہ تاوان فرانس کو ہلاک کر دیگا۔ اور مدتوں تک ادا نہ ہو سکیگا۔ لیکن فرانس کے باشندوں کی قومی حمیّت اور جمہوری عزم نے ان خطرات کو غلط ثابت کردیا اور ملک کے ہر ایک باشندے نے یہانتک کہ عورتوں نے اپنے زیورات بیچکر اس قومی کام میں حصہ لیا۔ اور متفقہ کوشش سے کل تاوان ادا کردیا۔ اور ملک پر سے اس بار عظیم کو ہٹادیا اور جرمنی فوج کو جو اس تاوان عظیم کے ادا ہونے تک فرانس کے ملک میں قایم رکھی گئی تھی۔ جب تک اپنے ملک سے باہر نہ کرلیا۔ ان کو چین نہ پڑا۔ خود ہمارے ملک میں [illegible] مرحوم نے اپنی جیب سے تیس لاکھ روپیہ رفاہ عام کیلئے عطا کیا۔ اور ہم سات کروڑ مسلمانوں سے صرف بیس لاکھ کے خواہشمند ہیں ہمارے صوبہ کے ایک ہندو زمیندار راجہ صاحب آواگڑھ نے راجپوت کالج آگرہ کے لئے دو سال ہوئے گیارہ لاکھ روپیہ دیئے۔ جبکہ ایسی مثالیں خود ہمارے ملک میں موجود ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم بھی انکا ثبوت نہ دیسکیں۔ اور جن مثالوں پر مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد رکھی گئی ہے اور جن ایثار سے قرون اولے کے مسلمانوں نے کام لیا ہے۔ ان کے بیان کے واسطے تو دفتر کے دفتر درکار ہیں۔ اور اگر ان کی طرف ہم توجہ کریں تو ہم کو کسی دوسری قوم کے لوگوں کی مثالوں کے پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ قدرت کا

ہم کیا ثبوت ہے ہماری غرض [illegible] تعریف کا حاصل کرنا نہیں بلکہ ایسا وہم تو اخلاص اور صدق کے خلاف ہے۔ امر مقصد یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو بیدار کریں کہ تبلیغ اور اشاعت اسلام کے کام سے بیکار نہ ہوں "

زبردست ہاتھ پھر اشارہ کر رہا ہے کہ پردۂ غیب سے ہماری ترقیات کا آفتاب پھر طلوع ہونے والا ہے۔

جبکہ ہماری قومی سرپرستی اور پشت پناہی کے لئے ایسے عالیمقام اور معظم رئیس موجود ہیں۔ جیسے ہز ہائینس حضور پرنور نظام مدظلہ العالی۔ ہز ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال ہز ہائینس نواب صاحب رامپور۔ ہز ہائینس نواب میر صاحب خیرپور۔ دربار بہاولپور۔ و دیگر والیان ملک مسلمان رئیسان و سرداران قوم۔ تو پھر یاس کی کوئی وجہ نہیں۔ اور ناکامی کا کوئی سبب نہیں۔

اس رقم کو جمع کرنیکا طریقہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ اوّل ہز ہائینس سر آغا خان بالقابہ کلکتہ۔ لکھنؤ۔ رامپور۔ لاہور۔ کراچی۔ اور بمبئی ڈیپوٹیشن لیجاویں گے۔ اس کے علاوہ ہر ایک صوبہ کے بڑے بڑے مقامات پر سربرآوردہ اور با اثر مسلمانوں کے ڈیپوٹیشن جاویں گے۔ اور ہر ایک ڈویزن اور ضلع کے صدر مقام پر بھی اسی طرح پر تحریک کیجاویگی۔ اور ایک وقت خاص تک اس مقصد اعظم کے اہمیت اور ضرورت کی اشاعت کرنے کے بعد مختلف صوبجات کے ہر ایک شہر قصبہ اور قریہ میں چندہ جمع کرنے کا کام شروع کر دیا جاویگا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس قدر وسیع اور عظیم الشان کام بغیر جمہوری مدد کے ہو نہیں سکتا۔ اور اس کی عملی شکل یہی ہے کہ ہر ایک شہر اور قصبہ میں جسقدر ہمدرد اور باہمت اصحاب ہوں وہ اس کام میں حصہ لینے کے لئے تیار ہوں۔ اور جس مقام اور زمانے میں وہ کام کر سکیں اس سے خاکسار کو جلد سے جلد مطلع فرماویں۔ تاکہ ان کا نام نامی اس خاص مقام کے ڈیپوٹیشن میں شامل کر لیا جاوے۔ اس کام کو انجام دینے اور اس کے متعلق مکمل اہتمام کرنے کیلئے علیگڈھ میں ایک صدر کمیٹی بنام نہاد کمیٹی تکمیل محمڈن یونیورسٹی قایم ہوئی ہے۔ جس کے پریسیڈنٹ ہز ہائینس آغا خان صاحب بہادر بالقابہ ہیں۔ متعدد وائس پریسیڈنٹ ہر ایک صوبہ کے نامور اکابرین سے ہیں۔ اور سکرٹری یہ خاکسار ہے۔ اس کمیٹی نے اپنا ایک خاص صدر دفتر علیگڈھ میں قائم کیا ہے۔ جس سے براہ راست خط و کتابت ہونا چاہئے۔ جو صاحب روپیہ بھیجنا چاہیں وہ رجسٹرار صاحب کالج علیگڈھ کے پتہ سے روانہ فرمائیں۔ یہ کل روپیہ بنک آف بنگال آگرہ میں بطور علیحدہ فنڈ کے جمع کیا جاویگا۔ اور اس کی رسیدیں ہر ایک چندہ دہندہ کیخدمت میں بھیجی جاویں گی۔

برادران ملت

یہ پیام خاص ہے جو اس کی عاجزانہ اپیل کی صورت میں ہر ایک امت محمدی اور رکن قوم کیخدمت میں عرض کیا جاتا ہے۔ دلی توجہ اور کامل غور سے سمجھئے کہ یہ کوئی معمولی تحریک یا عامیانہ تجویز نہیں ہے۔ بلکہ یقین فرمائیے کہ خالق حقیقی کیطرف سے ایک ساعت مسعود قوم کی قسمت کے فیصلہ کیلئے مقرر کیگئی ہے اور اب ہر ایک زندہ دل اور روشن دماغ اپنی قومی بہبودی کی طرف متوجہ ہے کہ قوم اس وقت امتحان کی میزان میں کیسی اترتی ہے۔

مضطرب ہے روح پاک سرسید مرحوم کی جنت فردوس میں جنہوں نے اس پودے کو لگایا تھا۔ جس کے پھلنے پھولنے کا وقت اب آیا ہے۔ اور متفکر ہیں ارواح پاک نواب محسن الملک خان بہادر برکت علیخان خلیفہ محمد حسین صاحب اور دیگر سرسید کے احباب و بزرگان قوم کی جنہوں نے ابتدا سے اس پودے کی حفاظت اور ترقی میں حصہ لیا۔ پس اے برادران ملت اب وقت ہے کہ ہم سب دنیا اور اپنی محبان صادق کو دکھلاویں کہ دین کی حمایت اور قوم کی خدمت کے لئے جو ندا ہم کو دیجاتی ہے اس کا جواب ہم کیسے طرز عمل سے دیتے ہیں۔ اور بیس لاکھکی رقم جمع کر لینے کو ہم ادنیٰ خدمات قومی میں تصور کرتے ہیں۔ بزرگان قوم تقریباً دو ہفتہ ہوئے ہیں۔ کہ جو میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اس کی خوشی اب تک میرے دل میں ویسی ہی ہے۔ جیسی کہ خواب کے بعد آنکھ کھلتے وقت تھی۔ مگر مجکو چند سال قبل ایک خواب کے بیان کرتے وقت ایک نصیحت ہوئی تھی کہ حتی الامکان خواب کے بیان میں بہت احتیاط چاہیئے۔ لہذا میں تصریح اس کے بیان میں تامل کرتا ہوں اور اس قدر عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ اس خواب کا تمام تر راز محمدن یونیورسٹی کے لفظ محمدن میں ہے۔ جو سرور اور اطمینان مجکو اس خواب سے حاصل ہوا ہے اس سے مجکو تو کامل طور پر یقین ہو گیا ہے کہ اس وقت جس کام کا بیڑا قوم نے اوٹھایا ہے خداوند تعالےٰ جلشانہٗ اپنے فضل کرم سے اس کو پورا کرنے والا ہے۔ ہمارے اعمال کا نتیجہ تو وہ تھا جو اب تک ہمنے دیکھا۔ اور آئندہ جس امر کی ہم توقع کرتے ہیں۔ وہ محض فضل ایزدی سمجھنا چاہیئے۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ اول بصدق دل اپنے اعمال کی خداوند غفور الرحیم سے معافی چاہیں اور نہایت خشوع خضوع سے جناب باری میں عرض کریں کہ

ہر چند نیم لایق بخشایش تو
بر من منگر بر کرم خویش نگر

اور پھر بفحوائے اذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ کمر ہمت چست کر کے محمدن یونیورسٹی کے سرمایہ کو انہیں آئندہ چند مہینوں میں فراہم کریں اور خدا وہ دن لاوے کہ محمدن یونیورسٹی قایم ہو اور ہم یہ کہنے کے قابل ہوں کہ:۔ ھٰذا تاویل رؤیای۔ والسلام۔

خاکسار۔ مشتاق حسین آنریری سکرٹری علیگڈھ
۱۴ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء

کمیٹی تکمیل محمڈن یونیورسٹی

پریسیڈنٹ:۔ ہز ہائینس سر آغا خان بہادر۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔

وائس پریسیڈنٹ

آنریبل نواب سر محمد فیاض علی خانصاحب بہادر کے سی ایس آئی۔ (۲) آنریبل نواب محمد عبدالمجید صاحب بہادر (۳) آنریبل راجہ سر تصدق رسول خانصاحب کے سی ایس آئی تعلقہ دار جہانگیر آباد۔ (۴) آنریبل راجہ سر علی محمد خانصاحب بہادر کے سی آئی ای تعلقہ دار محمود آباد (۵) آنریبل نواب نواب فتح علی خانصاحب بہادر قزلباش سی آئی ای (۶) آنریبل خان بہادر میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹرایٹلا لاہور (۷) حاذق الملک حافظ حکیم اجمل خانصاحب دہلی (۸) آنریبل خواجہ سر سلیم اللہ خانصاحب بہادر کے سی ایس آئی ڈھاکہ (۹) نواب صاحب بہادر مرشدآباد (۱۰) سیٹھ عبدالکریم عبدالشکور جمال (۱۱) حاجی احمد ملا داؤد صاحب ملی (۱۲) خان بہادر ایچ ایم ملک صاحب ناگپور (۱۳) خان بہادر نواب سلام اللہ خانصاحب (۱۴) آنریبل سر کریم بہائی ابراہیم صاحب بیرونٹ (۱۵) سر آدم جی پیر بہائی (۱۶) ہز ہائینس پرنس آف آرکاٹ بہادر۔ (۱۷) آنریبل خان بہادر شیخ صادق علی صاحب وزیر خیرپور (۱۸) کرنیل حاجی حافظ محمد عبید اللہ خانصاحب بہادر فرزند دوم حضور ہز ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال (۱۹) خان بہادر مولوی رحیم بخش صاحب مدار المہام بہاولپور (۲۰) نواب عماد الملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی سی آئی ای۔ (۲۱) آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب بیرسٹرایٹلا (۲۲) مسٹر جی ایچ ٹول صاحب پرنسپل محمڈن کالج علیگڈھ۔

سکرٹری نواب وقار الملک بہادر۔

جائنٹ سکرٹری (۱) نواب خان بہادر محمد مزمل اللہ خانصاحب (۲) مسٹر شوکت علی صاحب بی۔ اے (۳) شیخ محمد عبداللہ (۴) حاجی محمد موسیٰ خانصاحب۔

انچارج صدر دفتر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب ایم اے کری۔ ایس سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔

جنرل سپرنٹنڈنٹ صدر دفتر مولوی ادریس احمد صاحب بی۔ اے۔

ممبران کمیٹی

(۱) جملہ ٹرسٹیان محمڈن کالج علیگڈھ (۲) جملہ ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس (۳) جملہ ممبران اولڈ بوائز ایسوسی ایشن (۴) جملہ ممبران کالج و اسکول اسٹاف علیگڈھ (۵) ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی آل انڈیا شیعہ کانفرنس (۶) جملہ اڈیٹران اخبارات و رسایل اسلامیہ (۷) جملہ ممبران مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء (۸) جملہ ممبران مجلس انتظامیہ مدرسہ عالیہ دیوبند (۹) جملہ ممبران مجلس انتظامیہ مدرسۃ الصبیات کانپور (۱۰) جملہ ممبران کمیٹی انتظامیہ طبیہ کانفرنس مدرسہ طبیہ (۱۱) و مدرسہ دائیان دہلی (۱۲) جملہ ممبران کمیٹی انتظامیہ مدرسہ تکمیل الطب لکھنؤ۔ (۱۳) جملہ ممبران کمیٹی انتظامیہ احمدیہ کانفرنس قادیان (۱۴) جملہ ممبران کمیٹی انتظامیہ انجمن حمایت اسلام لاہور (۱۵) جملہ ممبران اسٹاف اسلامیہ کالج لاہور (۱۶) جملہ ممبران کمیٹی انتظامیہ انجمن مفید اسلام مدراس (۱۷) جملہ ممبران کمیٹی انتظامیہ انجمن اسلام بمبئی (۱۸) کل اسلامی اسکولوں و مدارس عربیہ کے مینیجران و منتظمین و ہیڈ ماسٹران (۱۹) جملہ انجمنہائے اسلامیہ کے عہدہ داران (۲۰) جملہ کونسلوں کے اور ڈسٹرکٹ و میونسپل بورڈوں کے مسلمان ممبران۔ کل مسلمان بیرسٹران و وکلاء و مختاران و کل مسلمان زمینداران و تاجران۔

پانچ روپے سے دولاکھ روپے کس طرح ہو گئے؟

یہ کل کی بات ہے کہ میں ایک معمولی حیثیت کا انسان گنا جاتا تھا۔ آج ان سطروں کے پڑھنے والوں کے سامنے صرف ایک مفید ایجاد سے دس ہزار نہیں پچاس ہزار نہیں بلکہ پورے دو لاکھ روپے کی جائداد کا بلا شرکت غیرے مالک و مختار ہوں۔ میری کامیابی کا راز روح حیات کی ایجاد ہے۔ چند سال ہوئے کہ میں نے پانچ روپیہ کے سرمایہ سے روح حیات کی تجارت شروع کی تھی اور آج تک دس لاکھ روپیہ کا فروخت ہو چکا ہے۔ جس شخص نے ایکدفعہ میری اس ایجاد کا استعمال کیا ہے۔ وہ تمام عمر کیواسطے روح حیات کا مجسم اشتہار بن گیا ہے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لاہور میری یوم کی آمدنی ۸۸۰ روپے تصدیق کرتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک کوئی دوائی شرطیہ مفید نہ ہو اسکی اسقدر کثرت سے بکری ناممکن ہے۔ بقول حضرت داغ دہلوی کے کہ وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے جو آجتک روح حیات کے مجربہ فوائد اور شرطیہ تسلی سے محروم رہا ہے سنیئے روح حیات کیا چیز ہے؟ روح حیات میں وہ طاقت بھری ہے کہ ہاتھی اور شیر کا مقابلہ اس کے پینے والے کو آسان ہے۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ جناب ڈاکٹر معیری ماتھ صاحب بہادر لفٹنٹ سرجن انڈین میڈیکل سروس حضور شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم اور گورنمنٹ انگلشیہ کے معزز عہدہ داروں وغیرہ احباب نے روح حیات کو طاقت میں بے نظیر مانا ہے۔ روح حیات رگ و ریشہ میں تحریک و دیگر ہڈیوں کے گودے یا فاسفورس کو چمکا کر خون صالح پیدا کرکے اعصاب کی سستی کو اپنی بجلی کی لاگ سے چاق و چوبند کرکے ہر انسان کو صحیح و تندرست بنا دیتا ہے کہ جیسے جوان زمانہ اگر تلواریں بھی ماریں تو نہ ہٹ پر کر بے آب ہو جاویں۔ ہندوستان و افغانستان اور ممالک غیر کے بہتریں اور مانے ہوئے ڈاکٹروں میڈیکل کالج کے لیکچراروں۔ معزز عہدہ داران سلطنت کے سرٹیفکیٹ اور باوجود امتیاز زمانہ مدت کے استعمال ہونے پر بھی دن بدن ترقی کرتی ہوئی مانگ اور ۸۸۰ روپے کی روح حیات کی یومیہ بکری ہونا ہے جو یہ نتیجہ نہ نکلے کہ روح حیات اس وقت انسان کی دوبارہ زندگی کے لئے لاثانی دوا نہیں ہے۔ بچپن کے زمانہ یا جوانی کی بے پرواہ حالت میں بوجہ بے اعتدالیوں یا خلاف قاعدہ قدرت عادی ہونے سے جو لوگ امراض کمزوری اعصاب پیدا کرکے دنیا کی تمام لذتوں سے محروم ہو بیٹھے ہوں ان کے لئے روح حیات تریاق کامل تیر بہدف دوا ہے۔ یہ نہ صرف دوا ہی ہے۔ بلکہ اعصاب کی ایک طاقت افزا غذا ہے یا یوں مقوی روح ہے جو دو یوم میں ہی قوت رجولیت کو بڑھانا شروع کر دیتا ہے۔ چہرے میں رونق و آبداری حاصل ہوتی ہے۔ قوت باہ حالت طبعی پر آ جاتی ہے دیگر امراض جو کثرت نواحشات اور طفولیت کی نازیبا حرکات سے لاحق ہو گئی ہوں۔ ان کے دفعیہ کے لئے روح حیات اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ نامردی ضعف باہ۔ ضعف مثانہ۔ جریان۔ سرعت۔ رقت۔ ضعف اعصاب۔ ضعف معدہ ضعف دماغ۔ ضعف جگر۔ ذیابیطس۔ اور اختلاج قلب کیواسطے روح حیات بمنزلہ تریاق ہے۔ جسمانی کمزوری۔ لاغری۔ بے رونقی۔ اور زردی چہرہ کے لئے اگر اسے تمام مقوی دواؤں پر ترجیح دیجائے تو بجا ہے۔ حلق سے اترتے ہی اس کا اثر خاص ان اعصاب پر پڑتا ہے جن پر قوت باہ کا مدار ہے۔ بزدل کو جوانمرد۔ جوان کو ممتاز۔ اور بوڑھے کو صاحب کار بنانا اسی روح کا کام ہے اس کے استعمال سے عقیم العموم اولاد نرینہ پیدا ہوتی ہے۔ روح حیات کی حیرت انگیز شہرت اور کثرت خریداری کو دیکھ کر لوگ مجھے کیمیاگر کے نام سے پکارتے ہیں۔ قیمت فی شیشی روح حیات دو روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

روح حیات کے علاوہ ایک اور عجیب الاثر دوائی۔ روغن دافع سستی۔ موجود ہے۔ جو صرف بیرونی استعمال سے مردہ اعصاب کو زندہ کرتا ہے۔ رگوں پٹھوں کی سستی۔ اور لاغری بے رونقی وغیرہ دور ہو کر سوئی طاقت بحال ہو جاتی ہے مایوس مریضان نامردی کو مرد کامل بناتا ہے اور لطف یہ کہ پھر عمر بھر کسی اور دوائی کی استعمال کی ضرورت نہیں رہتی۔ قیمت روغن دافع سستی شیشی کلاں چار روپے۔ چار آنہ (للعہ) شیشی خورد دو روپیہ دو آنہ (عہ)

یہ دو دوائیں۔ حکیم محمد شریف آئی ڈاکٹر کیمیاگر پروپرائیٹر شفاخانہ عام لاہور سے طلب کریں +

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی۔

فصلی بخار۔ اور طحال کی دواء

یہ دوا چھبیس برسوں سے سارے ہندوستان میں استعمال کی جاتی ہے۔ اگر آپ بخار میں مبتلا ہوں اور سب قسم کے علاج کرکے تھک گئے ہوں۔ تو اس مجرب دوا کو ایک مرتبہ ضرور منگا کر آزمائش کیجیے۔ اس دوا میں چند فائدے لاجواب ہیں۔ یہ ملیریا کے کیڑوں کو مارتی ہے اس لئے اس کی چار یا پانچ خوراک پیتے ہی بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے۔ اور تلی کی خرابیوں کو مٹاتی ہے اور تلی کو گھلاتی ہے۔

قیمت بڑی شیشی چودہ آنہ (۱۴) محصولڈاک دو شیشی (۶/)
قیمت چھوٹی شیشی آٹھ آنہ (۸/) محصولڈاک دو شیشی (۶/)

داد کا مجرب مرہم

ایک مرتبہ کے لگانے سے کھجلی اچھی ہو جاتی ہے۔ دو تین مرتبہ کے لگانے سے ایک دم اچھا ہو جاتا ہے۔
قیمت فی ڈبیہ چار آنہ (۴/)
محصولڈاک ایک شیشی سے ۲ شیشی تک ۵/ بارہ ڈبیہ ۶/

المشتہر ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری مضمونوں کی تیز طراری مریضوں کی زاری آجکل وہ سماں دکھا رہی ہے کہ الاماں۔ لیکن ہمارا کام صرف باتوں ہی سے نہیں چلتا ہم پہلے وہ دوا دیتے ہیں اول آزماؤ پھر منگاؤ۔ بھلا اس میں بھی دھوکا ہے قوائے تناسل کے متعلق ان دنوں قسم قسم کی بدکاریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت ہے ہم نے اس مرض کے لئے یہ معجون تیار کی ہے۔ جسکے چند روز کے استعمال سے امراض متعلق قوائے تناسل انشاء اللہ دور رفع ہوتے ہیں۔ اور ہر قسم کی شکایت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ مفید ہو ہمارا کام یہ نہ تھا کہ لکھ ماریں کہ جواہرات سے طیار ہوتی ہے اول مفت منگائیے پھر اگر فائدہ ہو تو طلب فرمائیے۔ قیمت فی بکس (عہ)

طلاء طلسمی پیرانہ سالی کے اثر اور جوانی کی غلط کاریوں سے یہ امر لاحق ہوتے ہیں اور بعض اوقات خودکشی کی نوبت پہنچتی ہے ہم نے اس طلاء طلسمی سے فائدہ اٹھایا ہے اور معجون طلسمی کھائیں انشاء اللہ وہ اسکو پائیں۔ قیمت ۶ ماشہ (عہ) سرمہ سلیمانی آنکھوں کی کل بیماریوں کو رفع کرنیوالا اور قوت بصارت بڑھانیوالا قیمت فی تولہ ۱۰/ منجن دندان دانتوں کی کل بیماریوں کو رفع کرنیوالا دانت مثل گوہر آبدار بنانا اسی منجن کا کام ہے قیمت فی بکس ۴/

المشتہر: حکیم سرفراز حسین ملک کارخانہ احمدیہ بلبگڈھ ضلع دہلی

... پریس قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا۔

نظارہ کبھی خواب و خیال میں بھی پیدا نہ ہوتا۔ اور اس کے بعد ہمارے "ہندو دھرم" کے محافظوں اور رکھشکوں۔ ہندو دھرم کے بہادر اور وفادار سپوتوں کو جو کہ سکھ اور خالصہ کے خاص خاص ناموں سے خطاب کئے جاتے ہیں۔ ہرگز ایسی توفیق یا جرأت نہ ہوتی کہ وہ کھلم کھلا "ہندو قوم" سے علیحدگی کا اعلان کرتے۔ اور ہندوؤں میں شامل رہنے کو اپنے لئے خطرناک اور موجب ذلت یا رسوائی کا سمجھتے۔ جیسا کہ فی زمانہ دیکھنے میں آرہا ہے۔ اور اس نظارہ پر سچے محبان وطن دلی درد محسوس کر رہے ہیں۔ اور اسی درد کے مارے جو پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ اُسکی نوبت کیوں آئی؟ "ہندو سکھ ہیں یا سکھ بھی ہندو ہیں"۔ اس کا سوال فی زمانہ جو بدمزگی پیدا کر رہا ہے۔ اخبار خواں دنیا اس کو خوب جانتی ہے اور پنجاب کی برائے نام ہندو سبھاؤں اور کنفرنس میں زیادہ تر حضرات کن خیالات اور اعتقادوں کے کارکن ہیں۔ وہ وہ معززین ہیں جنکے ذاتی اعتقاد ہندوؤں کی بنیادی اور مسلمہ تمیزوں سے اس درجہ مختلف بلکہ برعکس ہیں۔ کہ جتنا اختلاف ہندوؤں اور مسلمانوں میں بھی نہیں ہے .... ہم حیران ہیں۔ کہ جو حضرات (آریہ) اوتاروں کے قائل نہیں ہیں اور برن آشرم کے قایل نہیں جو دیوی دیوتاؤں کے قایل نہیں جو تیرتھوں اور مندروں کے قائل نہیں جو بدھوا بیاہ کو ہی لازم قرار نہیں دیتے۔ بلکہ ایک عورت یا لڑکی کے لئے گیارہ تک خاوندوں کو جائز مانتے ہیں۔ جو غیر اقوام کے بھرشٹ اور گرے ہوئے لوگوں کو مایل کرنے اور ملا لینے میں ترقی سمجھتے ہیں۔ چھوت چھات ذات پات کے بندھنوں کے توڑنے کے درپے ہیں۔ اور اتنے پر بھی اکتفا نہ کرکے ان سب لوگوں کے عقاید کو کھلم کھلا بُرا کہتے ہیں۔ جو اُن کے ساتھ ان امور میں متفق ہونے پر تیار نہیں ہیں وہ کیسے ہندو بلکہ ہندوؤں کے لیڈر ہیں؟ وہ ہندو کے خطاب کے ہی علانیہ روادار نہیں ہیں۔ اور لطف یہ بھی ہندو سبھاؤں کی رہبری کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اتفاق کا شور مچاتے ہیں۔ اور اتفاق نفاق کا بیج بوتے ہیں۔ اسی بیج کا کرشمہ ہے کہ پہلے ہندو مسلمان الگ ہوگئے۔ اور اس کے بعد سکھ بھائیوں کو بھی علیحدگی کی سوجھی۔ اور کیسے افسوس اور ماتم کی بات ہے۔ کہ یہ کھاڑی یا خلیج علیحدگی کی ہر روز بڑھتی نظر آتی ہے۔

سکھوں کی نفاق کی خرابی

قابل غور ہے کہ اس تازہ نفاق کی صورت کس درجہ سنگین اور سنجیدہ ہوتی جاتی ہے اور "ہندو کنفرنس" کے ملتان والے جلسہ نے اس بارہ میں کیسی ماتم افزا نمود حاصل کی ہے۔ اس کا حوالہ دینا بے موقعہ نہ ہوگا۔ ہندو کانفرنس کے چلتے پرزے حضرات اپنے زمانہ کو یہ دکھلانے کیلئے کہ "ہندو" اور "سکھ" ایک ہی ہیں۔ جلسہ ملتان کی پریسیڈنٹی کی کرسی بابا گربخش سنگھ صاحب بیدی کو عنایت کی۔ اور محض اس لئے کہ بابا صاحب نے ایسی "ہندو کانفرنس" کی صدارت منظور کرکے خالصہ دھرم کو بٹہ لگا دیا ہے کہ جس کے اکثر کارکن اور چلتے پرزے حضرات سکھوں اور خالصہ دھرم کے جانی دشمن اور سخت بدخواہ اور شدت سے اس کے بدنام کرنے والے حضرات ہیں۔ اور ان حضرات سے مراد جس خاص فرقہ ہندوؤں کے قومی عقاید کا بھی جانی دشمن بلکہ اس سے بھی زیادہ بدخواہ عملی طور پر ہے۔ جیسا کہ محمود غزنوی یا شہنشاہ اورنگ زیب اس شورش سے مشہور کئے جاتے ہیں۔ غرضکہ جس بات کی شکایت بردربارہ "ہندو کنفرنس" کے اخبار عام پہلے سے بزور واویلا کرتا تھا۔ اسی کی خرابی کا قدرتی گل کھلایا گیا ہے۔ سکھوں کی "رنگ سبھا" کے جلسہ راولپنڈی میں زاں بعد جلسہ لاہور میں اور اب حال میں سنگھ سبھا لایلپور کے عام جلسہ میں بھی سری بابا صاحب ممدوح کی آڑے ہاتھوں خبر لی گئی ہے۔ اور اس کا جوش سکھوں میں اسقدر نمایاں ہے کہ سکھوں کی ایجوکیشنل کنفرنس کے سالانہ جلسہ میں بمقابلہ سری بابا صاحب کے انہیں کے برادر عزیز کنفرنس مذکور کی استقبالیہ کمیٹی کے پریسیڈنٹ مقرر کئے گئے ہیں۔ اور سکھ لوگ بظاہر اس بات پر ثابت قدم نظر آتے ہیں۔ کہ وہ ایسے ہندوؤں سے قطعی بیزار اور بالکل علیحدہ رہنا چاہتے ہیں جن کے کارکن ان کے عقاید کے شدت سے مخالف اور سخت بدخواہ ہیں۔ غرضکہ "ہندوؤں" کی انہیں حضرات کی بدولت کیسی شرمناک حالت ہو رہی ہے۔ کہ جن کو وہ خوشامد در آمد سے اپنا ظاہر کرتے ہیں۔ وہی اُنسے کنارہ کشی اور بے تعلقی کے دعوی دار ہیں۔ آخر یہ چالبازیاں کیسے کارگر ہو سکتی ہیں۔ اور ایسی حکمتوں سے ہندوؤں کا کیا حال ہوا چاہتا ہے۔ کاش! اس پر کوئی بندہ خدا غور کرے۔ اور اس خرابی سے ہندوؤں کو بچائے۔ جن گندم نما جو فروش حامیان و خادمان و کارکنان "ہندو کانفرنس" کی بدولت ہندوؤں کی میت کی یہ ذلت و خواری پیش آرہی ہے۔ لطف کی بات ہے کہ وہ بھی اپنی خاص منڈلی میں ہندوؤں کے نام سے چھپتے اور مرد میدان بنکر ہندو ہونے کا دعوے نہیں کرتے۔ اُن کی سماجوں کے مکھیا اخبار ہندو ہونیکا اعتراف نہیں کرتے۔ اور وہی حضرات ہندوؤں کے محافظ اور ہندوؤں کے کارگذار اور ہندوؤں کے قومی خادم ہونیکا فخر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اُنہوں نے ہندوؤں کی طاقت اور شہرت اور عظمت بڑھا دی ہے!!! اگر یہی خدمت فخر کے قابل ہے تو سری رام اور سری کرشن بھگوان اور مہاراج گورو صاحبان ہندوؤں کو ایسے بے غرض خادموں کی چالوں سے محفوظ رکھیں جن کی تاثیر سے آخرت کی تباہی کے علاوہ دنیا کی شہرت اور عزت اور پولیٹیکل فوائد کا بھی جو کچھ حال پیش آرہا ہے سراسر ناگفتہ بہ ہے۔ جسکا حوالہ دینا اس موقعہ پر باعث طوالت ہوگا۔

سکھ بھائیوں کی بیزاری کیوں؟

ممکن ہے کہ سنگھ سبھاؤں کے محولہ بالا ریزولیوشنوں پر بعض ناواقف لوگ ناک بھوں چڑھائیں کہ ان کی شکایت بالکل بیجا ہے کہ کارکنان ہندو سبھا یا "ہندو کانفرنس" سے سکھوں کی بیزاری فضول

ہے۔ ہمکو افسوس سے ماننا پڑتا ہے کہ خاص ہندوؤں کی طرح سکھوں کی بیزاری بھی اس امر خاص میں بیوجہ اور فضول نہیں ہے بلکہ سراسر منصفانہ اور جائز ہے۔ ہندوؤں کے مشہور دھرم کرم کی جو کچھ خاک ان سرگرم نو تعلیمیافتہ سماجیوں نے اڑائی ہے۔ اس سے قطع نظر مسلمان اور عیسائیوں اور جینیوں اور دیگر فرقہ کے بھائیوں کے مقدس اعتقادوں کی جیسی دل آزاری کیگئی ہے۔ اس کو بھی بالفعل ایکطرف چھوڑ کر یہ دیکھنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کہ ان حضرات کے مہاشے لوگ کس طرح سکھوں اور اُن کے مقدس بزرگوں واجب التعظیم گوروؤں کی توہین اور بدنامی کے پھریرے اُڑا رہے ہیں۔ اور اس کے بعد حیران ہو رہے ہیں کہ سکھ اُن کے برائے نام "ہندو کنفرنس" کے جال میں کیوں نہیں پھنستے ہیں۔ اور کیوں ایسے "ہندو کنفرنس" اور ہندو برادری کو دور سے سلام کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جن کے مُکھیا اور قائم مقام وہی حضرات آریا پنتھی ہیں۔ اس موقعہ پر صرف ایک مثال کا پیش کرنا کافی ہوگا۔ اور انصاف پسند ناظرین اسی ایک مثال سے نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ اخبار عام کا دعوے اور اس کا شور کہاں تک صحیح یا غلط ہے۔

دعوے کی مثال

اسی ایک مثال پر آجکا مضمون ختم کرنا کافی ہوگا۔ اس موقعہ پر ہم کو افسوس سے ایک ایسے اخبار کا مضمون نقل کرنا پڑتا ہے۔ جو انہیں سماجی حضرات کا مشہور اخبار ہے۔ جس کا نام "آریہ مسافر" ہے۔ جو ملکی ناچاقیوں کے ناگوار مضامین کے باعث حکام کے نزدیک بھی قابل اعتراض ہونیکی شہرت پا چکا ہے۔ جو اس کی ضمانت کے باعث کچھ ماہ تک رکا بند بھی تھا۔ پھر سماجی امداد کے زور سے رقم ضمانت داخل کر کے اب پھر ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ جسکے مالک وہی مسٹر بھوجدت ہیں کہ جنکی لیکھرام کلکتہ میں بحکم پولیس بند کئے گئے تھے۔ جو اپنی زندگی کا مشن یہ بنائے ہوئے ہیں کہ سماجیوں میں پرسالٹزم کی قابل اعتراض رسم چل نکلے۔ جو ہندوؤں کی مینیا دی ثواب کے سراسر خلاف ہے اور ان کے دھرم پاک کی بنیاد ڈھانے والی ہے۔ جسکو ہندو سبھا کا غیر ہندو سماجی فرقہ ہندوؤں کی ترقی کا لوازمہ سمجھتا ہے۔ یہی مسٹر بھوجدت "ہندو کنفرنس" کے موقعہ پر آگرہ سے چلکر ملتان آئے۔ اور کنفرنس کے ہجوم میں اسپات پر لکچر دیا کہ ہندوؤں کو ضرور بھرشٹ شدہ مسلمانوں اور عیسائیوں کو شامل کر کے اپنے برن آشرم کی خوبیاں روشن کرنی چاہیں !۔

انہیں مسٹر بھوجدت صاحب کا اخبار ضمانت کی رقم سرکار میں داخل کر کے اب پھر سماجی طمطراق سے جاری کیا گیا ہے۔ اور اب بجائے مسٹر بھوجدت صاحب کے انہیں کے پوت سپوت "مسٹر تارا دتہ صاحب" اس اخبار "آریہ مسافر" کے مدیر اور مہتمم قرار دیئے گئے ہیں۔ اور یہ اخبار "آریہ مسافر" ہنکاری پریس آگرہ سے شائع کیا گیا ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اخبار ہذا کی زیارت کا فخر ہم کو نصیب نہیں ہے۔ لیکن قادیانی اخبار "بدر" میں اسی قومی سماجی اخبار "آریہ مسافر" کے ایک مضمون کا اقتباس دیا گیا ہے۔

اس مضمون سے ظاہر ہے کہ آریہ بھائیوں کے اخبار "آریہ مسافر" آگرہ کی رائے سکھوں کے بارے میں کیا ہے۔ اس رائے کے اظہار میں سکھوں کے مقدس گوروؤں کی شان میں کس دریا دلی سے گل افشانی کیگئی ہے۔ اس تحریر کو بطور مشتے نمونہ از خروارے سمجھنا چاہئے اور دل ہی دل میں خیال کرنا چاہئے۔ کہ جب آریہ سماج کے ایسے مشہور اور مسلّم اخبار "آریہ مسافر" کی رائے سکھوں کے بزرگوں کے متعلق یہ ہے۔ ایسے سماج کے حضرات کی "ہندو کنفرنس" کے پریزیڈنٹ منتخب کئے جانے پر سردار بابا گوربخش سنگھ بیدی صاحب کی شورش کیوں دوبالا نہ ہو۔ غرض کہ ہندو کنفرنس کے غیر ہندو لیڈران کے برگزیدہ اخبار "آریہ مسافر" نے لکھا ہے کہ

"خالصہ جی ذرا سر پر ہاتھ رکھ کر سوچیں۔ کہ ایک بار کے بڑے زمانے کے بادشاہ کا باز پکڑ لیا اور اس کے برخلاف لڑائی کر کے ہزاروں آدمیوں کا خون کرا دیا گیا۔ یہ ہرگز بند صاحب نے ہندوؤں پر کیا ایکار کیا بلکہ ایمان فروشی جو پر گوبند صاحب نے اپنی غرض سے کئے۔ بجائے غریب ہندوؤں کے گلے ناحق کٹوائے۔ اور اسیطرح طرح کے ظلم کرائے ان واقعات سے دل میں ذرا بھی شک نہیں رہ سکتا کہ خالصہ جی کے گورو مہاراج کے پرتاب سے ہندو قوم کے گلے پر چھری پھری نہ کہ اسکی رکشا ہوئی۔ قاضی رستم خاں کے گھوڑے کی قیمت دبائی۔ جسکی وجہ سے قاضی اور بالے بڈھے کی گالی گلوچ تک نوبت پہونچی۔ یہ بھی ہندوؤں پر اُپکار۔ قاضی کی لڑکی کو لال کو لاہور سے امرتسر لے گئے یہ بھی ہندوؤں پر اُپکار۔ بادشاہ کا باز دبا لیا۔ جسکی وجہ سے لڑائی ہوئی۔ یہ بھی ہندوؤں پر اُپکار۔ ہرگوبند صاحب نے بدھی چند کی معرفت شاہی طویلہ میں سے گھوڑے نکلوا لئے۔ یہ بھی ہندوؤں پر اُپکار۔

(۲) گوبند صاحب نے جو جو کشت و خون کرائے وہ بھی ہندوؤں پر اُپکار۔ گوبند صاحب نے ورن آشرم کی مریادا کو نشٹ کر کے اورنگ زیب کیطرح ہندوؤں کے گلے سے یگیوپویت اُتروائے۔ یہ بھی ہندوؤں پر اُپکار۔ گوبند صاحب کے چیلوں نے مار دھاڑ کر کے دیش کا ستیاناش کیا یہ بھی ہندوؤں پر اُپکار۔

(۳) خالصہ قوم اور اس کے بزرگوں نے ہندوؤں کی سہائیتا کی یا ہندو دھرم کی رکشا کی۔ ہم بڑے زور سے کہنے اور ثابت کرنیکو طیار ہیں کہ خالصہ جی کا جنم کسی پر اُپکار یا ملکی بھلائی یا ہندوؤں پر احسان کے لئے نہیں ہوا۔ بلکہ اپنے باپ کا بدلہ لینے اور راج پاٹ کی ہوس میں تاریخوں سے ثابت ہے۔ اور اتہاس ساکشی دے رہے ہیں۔ کہ اگر تیغ بہادر صاحب نہ مارے جاتے تو گوبند صاحب اس شکل میں آپ کے سامنے نہ آتے۔ پلٹن رچا گیا۔ باپ کے بدلہ کے لئے لڑائیاں کی گئیں۔ باپ کے بدلے کے لئے بیراگی کو دکن دیش سے بھیجا گیا۔ باپ کے بدلے کے لئے کشت و خون اور لوٹ مار کی بنیاد ڈالی گئی۔ باپ کے بدلے کے لئے ہرگوبند صاحب نے جو کچھ کیا۔ اپنے آنند کیلئے تیغ بہادر صاحب نے پران دیئے۔ صرف اس لئے کہ مسلمانوں کے راج میں آفت پہونچانا چاہتا تھا۔ اس میں عام ہندوؤں کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی انکی اور ان کے دھرم کی کچھ رکشا کیگئی یا گیا۔ مطلب سدھی کے لئے آج تک یہ دھوکے کی ٹٹی [illegible]

آخری نویدن:- ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اس کے بعد بھی کسی کو سکھوں کی روش کے سمجھنے میں دقت ہوگی۔ کہ وہ ایسے "ہندو کنفرنس" اور ہندو سبھا کی برادری سے کیوں کنارہ کش ہیں۔ کیا یہی ہندؤوں کی ترقی اور اُن کی طاقت کے لچھن اور اہل ہند کی پولیٹکل ترقی اور امن پسندی کی مضبوطی کے کرشمے ہیں؟ ایسی حرکتوں کے بعد بھی کیا "اخبار عام" کے دعوے کے ماننے میں کسی انصاف پسند کو تامل ہوگا۔ کہ وہ کیوں "ہندو کنفرنس" کی صحیح اصلاح کا طلبگار رہتا ہے؟ کیا یہی ہندوؤں کے اتفاق کا راز ہے؟

خوشی کی بات ہے کہ سماجی بھائیوں کا سالانہ جلسہ انہیں ایام میں لاہور میں بڑی دھوم دھام کی نمائش سے کر رہے ہیں۔ کاش! اس جلسے میں توفیق ہو کہ اپنی روش پر غور کریں آنکھیں موند کر سینہ پر ہاتھ رکھیں اور اپنے نراکار پرمیشور کو حاضر و ناظر جان کر سوچیں کہ وہ کہتے کیا ہیں؟ اور کرتے کیا ہیں اور ہوتا کیا ہے؟ کاش! سماجی بننے سے پہلے ہندو ہونے کا ثبوت دیں۔ ورنہ ہندوؤں کے حال پر رحم کریں۔

بخشو بی بی بلّی۔ چوہا لنڈورہ ہی اچھا ہے۔ ؎
مراستی موجب رضائے خداست"۔

قومی بزرگو! کیا اب بھی سکھوں پر گلہ کروگے؟ سکھ سچے ہیں۔ سکھوں کا اس میں کچھ قصور نہیں۔ قوم اور ملک میں جتنا نفاق بڑھ رہا ہے اسکے ذمہ دار سماجی ہیں۔ اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ قوم اور دیش میں سچی محبت پیدا ہو۔ تو ہمت کرکے ان نفاق کے بانی چالبازوں کے جال کو توڑ ڈالو۔ جب تک آریہ سماجی موجود ہیں۔ سکھ تو درکنار۔ سناتن دھرمی ہندو بھائیوں کا ملاپ ہونا ہی کٹھن ہے۔ جب سے سوامی دیانند اور ان کے چیلے ہندوستان میں پیدا ہوئے ہیں۔ قوم اور دیش میں نفاق ہی نفاق نظر آرہا ہے۔ گورو نانک صاحب نے بھی تو ہندوستان کے علاوہ کابل قندھار مکہ مدینہ تک ست کا پرچار کیا تھا۔ لیکن ان لوگوں نے سدھار کی جگہ ایسا بگاڑ کیا ہے جو کئی دفعہ لٹھ چل چکی ہے مقدمے ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ آریہ سماجی اپنی کرنی کا ذرا افسوس نہیں کرتے۔ یہ لوگ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ اور بہت کو سبز باغ دکھلا کر اپنی شیخی کی ڈینگیں مارتے پھر لیکن اندر سے قوم کی جڑیں کٹ چکی ہیں۔ آخر میں اپنے ہندو بھائیوں سے پرارتھنا کرتا ہوں۔ اے ہندو بھائیو ہمت کرکے آریہ سماجیوں کے پھندے سے قوم اور دیش کو بچاؤ!!

ہندو قوم کا سچا خیر خواہ لکھمی داس ساہنی

نوٹ زکا ڈرائیں

گورو گوبند سنگھ کے صاحبزادوں کا اصلی قاتل کون تھا!

قاصد خبر لایا کہ دونوں چھوٹے صاحبزادے جو گنگا رام برہمن کی زیر نگرانی تھے۔ اس نے صوبہ سرہند کے حوالے کر دیئے۔ اور قاصد نے یہ بھی خبر دی کہ مالیر کوٹلہ کے مسلمان نواب کی سفارش پر نواب سرہند دونوں! صاحبزادوں کی جان بخشی کرنے کو تیار تھا۔ مگر دیوان سرہند جو مسلمان نہیں بلکہ ہندو قوم سے تھا کہا کہ:۔ افعی را کشتن و بچہ اش نگہداشتن کار خردمنداں نیست

(ماخوذ از ہندوستان)

دھرمپال آریہ ہے یا عیسائی!

اس سے پہلے پرکاش۔ ہندوستان اور مسافر آگرہ میں یہ خبر چھپی تھی۔ کہ "مہاشہ دھرمپال عیسائی ہونیکی تیاری کر رہا ہے۔ اب اس خبر کے متعلق مہاشہ دھرمپال خود اپنے رسالہ اندر باہ جنوری ۱۹۱۴ء یوں لکھتے ہیں:۔

مسیح کے بارے میں میں نے اپنے خیالات کو آکیلم کے لئے بھی پوشیدہ نہیں رکھا۔ آریہ سماج میں ہر قسم کی ذلّت اور اذیّت کے اندر اگر مجھ کو کسی چیز نے گرنے سے بچایا ہے تو وہ حضرت مسیح کی قربانی یا ایثار کا تصور تھا۔ مسیح کی قربانی میرے دشوار گذار راستہ میں بڑا بھاری سہارا ثابت ہوئی ہے"۔

گو مہاشہ دھرمپال کو جس چیز نے گرنے سے بچایا۔ وہ بقول اُن کے پنڈت دیانند کی مثال نہیں اور نہ ہی آریہ سماج کا اثر ہے۔ اور نہ ہی ویدک دھرم کی تعلیم بلکہ حضرت عیسےٰ نے آپ کو گرنے سے بچایا۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ مہاشہ دھرمپال نے دلی خیالات ویدک دھرم کی نسبت کیسے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ کی طرف سے کیسے۔

عیسائی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ گرجہ میں جاکر بپتسمہ حاصل کرنے سے ہی عیسائی بن سکتا ہے۔ بلکہ اصلی عیسائی وہ ہے جو دل سے حضرت عیسیٰ کا پیرو ہو۔ اور اسکی زندگی اور مثال کو اپنی زندگی کا رہبر جانتا ہو۔ اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ دھرمپال دل سے آریہ سماجی ہے یا عیسائی۔ بیشک یہ دیکھ کر آریہ سماج کف افسوس ملتا ہوگا کہ

ابھی تو ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا!
آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا؟

بس یہی بات!

ہم کئی دفعہ آریہ گزٹ کے فاضل ایڈیٹر لالہ دیوان چند ایم۔ اے کو یہ دوستانہ مشورہ دے چکے ہیں کہ آپ ازراہ کرم مذہبی میدان میں ذرا سوچ سمجھ کر آیا کریں۔ کیونکہ مہاشہ پہلے سوالات کا قرضہ آپکے سر پر جوں کا توں موجود ہے۔ مگر تازہ پرچہ میں آپ اپنی ہمہ دانی کا ثبوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"اسلام کی تاریخ کی طرح عیسائی مذہب کی تاریخ بھی بہت [illegible] لکھی ہوئی ہے"۔ مگر مہاشہ جی کو چاہیئے تھا کہ اور [illegible] پر اعتراض کرنے سے پہلے ذرا دیانند و دید بھاش [illegible] سوکرت ہو سو سمجھو دیانندی رگوید بھاش صفحہ [illegible] بھاش صفحہ ۴۹۹ وغیرہ اور پہلے رشی کی کل پرانتھوں کو [illegible] [illegible] اپنے سے تعلق خیالات کے لوگوں کو [illegible] طرح جلانا۔ اور ان کے اسباب وغیرہ کو لوٹنا۔ اور [illegible] اور دنیا کو ٹکڑے ٹکڑے [illegible] [illegible] ملک سے باہر کافر وغیرہ [illegible]

جلد ۱۵ نمبر

(قادیان دار الامان)

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینہ کی ۷۔ ۱۴۔ ۲۱۔ ۲۸ تاریخ کو شایع ہوتا ہے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام ... پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا۔

ایوانِ خلافت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلّہ العالی کی صحت بہت اچھی ہے۔ زخم بھرتا چلا آتا ہے۔ اور آپ بلا کسی شخص کے سہارے اٹھتے بیٹھتے کھڑے ہوتے اور چلتے پھرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین ہے کہ بہت جلد آپ کے فیوض کا سلسلہ پورے طور پر بدستور جاری ہو جائیگا۔

اپنی علالت پر آپ

۲۵ فروری ۱۹۱۶ء کو قبل عصر خاکسار ایڈیٹر الحکم نے عرض کی کہ آپنے اوایل علالت کے ایام ہیں۔ فرمایا تھا کہ اس بیماری سے جو منشاء الٰہی ہے۔ اور جو فواید ہیں وہ توفیق ملی تو بیان کرونگا۔ اب تو خدا کے فضل سے حضور کی طبیعت اچھی ہے تھوڑا تھوڑا اگر آپ لکھا دیں تو بہت اچھا ہو۔ فرمایا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہی سب کچھ موقوف ہے جب وہ توفیق دیگا تو لکھے جائیں گے بڑا فایدہ تو یہ ہے کہ جماعت میں دعا کے لئے توجہ پیدا ہو گئی۔ اور دعا ہی بڑی ضروری چیز ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ عبد الحکیم ایک طرف پیشگوئی موت کرتا ہے۔ اور دوسری طرف کے رات کو جو میری موت کیلئے مقرر کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے میرے لئے دعا کیطرف پھیر دیتا ہے۔ یہ تعجب کی بات ہے۔

(ناظرین یہ معمولی امر نہیں ہے احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے مخلص اور مومن بندے کی جان لینے میں بڑا تردد ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی ذات تو ہر قسم کے تردد اور فکر سے پاک ہے اسکا مطلب اور مفہوم وہی ہے جو ہمنے عملی رنگ میں حضرت خلیفۃ المسیح کی اس بیماری میں دیکھا کہ آپ پر کیسے کیسے جاں ستان حملے بیماری کے ہوئے مگر اللہ تعالیٰ نے ان سب سے آپ کو محفوظ نکالا۔ اور اس کے لئے عام قلوب میں دعاؤں کے لئے صدقات اور خیرات کے لئے ایک جوش ڈالدیا۔ اس فکر اور اضطراب نے جو ان ایام میں قوم کو لاحق رہا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی قدر و قیمت کو بتا دیا۔ کہ اس پاک وجود کی کسقدر ضرورت ہے۔ اور انہیں ایام میں خلافت کی اصل قوت اور شوکت کا اندازہ بھی ہوا۔ ایک دن جبکہ ڈاکٹر ہیرڈ کو بلانیکا مشورہ ہو رہا تھا۔ باوجودیکہ ڈاکٹر کا بلایا جانا ضروری اور نہایت ضروری سمجھا جاتا تھا۔ تاہم احباب کو جرأت نہیں ہوتی تھی۔ کہ بلا اطلاع حضرت خلیفۃ المسیح ایسا کیا جاوے۔ چونکہ طبیعت اس وقت سخت ناساز تھی اسلئے تشویش بڑھی اس کو رکھا گیا اور احباب کے اتفاق رائے سے ایسا کیا گیا۔ اور پھر بھی یہ گھبراہٹ قلوب سے دور نہیں ہوئی جب تک حضرت نے خود بھی اشارہ نہ فرمایا غرض خدا تعالیٰ نے جماعت کی اصلاح اور بھلائی کے لئے آپ کو بستر علالت پر لٹایا۔ اور معلوم ہو گیا کہ جو لوگ خلافت کا صرف اتنا ہی کام سمجھے بیٹھے تھے۔ اور بعض اوقات اپنی کمزوری سے یہ کہہ اٹھتے تھے۔ کہ چند طالبعلموں کو ایک بیٹھے رہتے ہیں۔ اور پڑھانا ہی ایک کام ہے۔ انہیں بھی معلوم ہو گیا کہ اس وجود کی کسقدر ضرورت ہے۔ اس خوفناک گھڑی کے تصور سے جو بالآخر تمام جان دار پر آنے والی ہے بھی جان کانپ جاتی تھی۔ اور ایک عظیم الشان خطرہ کا الارم ہوتا تھا۔

یہ ساری باتیں اس بیماری کے مفید سبق ہیں۔ کہ فی الواقعہ امام ہی ایک قوت ہے جو تمام مختلف مذاق اور مختلف طبقات کے لوگوں کو ایک امر پر جمع کر سکتا ہے۔ دنیا میں اتفاق اور اتحاد کی اگر کوئی سبیل ہو سکتی ہے تو وہ صرف امام مفترض الطاعۃ کا وجود ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں ایک خاص رعب اور قوت رکھدیتا ہے کہ ایک خلی الرسن شخص بھی جب اس کے اتباع میں آتا ہے تو وہ اپنی تمام راؤں کو چھوڑ کر اس کے پیچھے ہو لیتا ہے۔ ایڈیٹر)

غرض فرمایا: کہ یہ کیا کم فایدہ ہے۔ پھر میرا اپنا ایمان خدا تعالیٰ پر بہت بڑھ گیا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ بدون اسباب کس طرح میری پرورش کرتا ہے۔ اس کی غریب نوازیوں کے عجیب عجیب مشاہدات میں نے اس بیماری میں کئے ہیں۔ جن کو میں گن بھی نہیں سکتا۔

قرآن مجید پر میرا ایمان بہت بڑھا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت بہت بڑھ گئی ہے۔ بیماری میں بعض بعض وقت سخت گھبرا اور اضطراب ہوتا ہے۔ اور ہے بھی ہوا۔ ایسے وقتوں میں ایمان کا قایم رہنا صرف خدا تعالیٰ ہی کے فضل پر موقوف ہے۔ میں نے ان اضطراب کی گھڑیوں میں بھی خوب غور کی اور دیکھا تو میں نے اپنے آپ کو خدا کے فضل سے خوش پایا اس لئے کہ میں دیکھتا تھا۔

میرا دل اپنے مولی سے خوش ہے!

(یہ رضا بالقضا کا ایک عملی نمونہ ہے جو ہم نے دیکھا۔ ایوب صادق علیہ السلام کیطرح آپ جسمانی تکالیف میں سخت مبتلا ہوئے مگر آپ کی زبان سے حمدٌ اللہ۔ وشکرٌ اللہ ہی نکلا۔ سبحان اللہ ہی کہتے رہے۔ آپ کے اس فقرہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس ساعت عسر میں جبکہ تکالیف کا آپ نشانہ ہو رہے تھے۔ آپ محاسبہ نفس سے غافل نہیں ہوئے۔ اور اس حالت میں بھی اپنے ایمان کا اندازہ کرتے رہے۔ خدا کرے یہ کیفیت یہ استقلال اور یہ احساس ہم کو نصیب ہو آمین۔ ایڈیٹر)

اور وہ ان تکالیف میں بھی اس کے فضل کو محسوس کرتا ہے۔ ایمان کا دینا اور اس کا بڑھانا۔ اور پھر اسے قایم رکھنا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے فضل پر موقوف ہے۔ اسی نے مجھے ایمان دیا۔ اور اسی نے اس ذریعہ سے بڑھایا۔ اسی کے فضل سے میں یقین کرتا ہوں کہ وہ قایم رکھیگا۔

فرمایا:۔ اس بیماری میں اللہ تعالیٰ نے میرے رزق کو بہت کشادہ کیا۔ اور جینی لوگ جنکو کوئی تعلق نہیں انہوں نے بھی بدوں کسی تحریک اور تعلق کے روپیہ بھیجا۔ یہ سب خدا تعالیٰ کے فضل کے عجائبات ہیں۔ اور اس قدر ہیں کہ کوئی گن نہیں سکتا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عجیب عجیب کمالات میں نے مشاہدہ کئے ہیں۔ اور ان کو دیکھ دیکھ کر بے اختیار زبان سے نکلتا ہے۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

حسن معاشرت کا عجیب پہلو

اس سے پہلے بھی اسی سلسلہ مضامین میں میں نے حضرت خلیفۃ المسیح کے حسن معاشرت کے بعض نمونے پیش کئے تھے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ جسقدر زیادہ ہوں وہ کم ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے دل میں عورتوں کی ہمدردی۔ اور اصلاح کے لئے ایک خاص جوش ہے اور یہ امر آپ کے ان خطبوں سے جو نکاح کے موقعہ پر آپ پڑھتے ہیں۔ بخوبی ظاہر ہے۔ علاوہ

برس مختلف اوقات میں جب کبھی آپ کو کوئی موقعہ تقریر یا درس کا ملتا رہا ہے آپ نے کسی نہ کسی پیرایہ میں اس پہلو پر اپنی جماعت کو ضرور متوجہ کیا ہے اور اپنے عمل سے برداشت اور حسن سلوک کا ایسا عمدہ نمونہ دکھایا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق دے۔ بعض اوقات والدہ عبدالحی کی دلداری اور تسلی کے لئے ضروری علاج آپ نے نہیں کیا۔ مثلاً کسی اپریشن کی ضرورت ہے اور والدہ عبدالحی نے مخالفت کی ہے تو آپ نے روک ہی دیا اور خود سخت تکلیف اوٹھائی۔ مگر اس کو شکستہ خاطر نہیں ہونے دیا۔ کبھی غذا کے متعلق کوئی امر پیش آیا تو آپ نے والدہ عبدالحی کی تجویز کو مقدم رکھا۔ آج ۲۴ فروری ۱۹۱۱ء کو آپ نے قبل عصر پینے کے لئے جنجر طلب کیا۔ مگر اندر سے کہلا بھیجا کہ قہوہ اور کچھ کھانے کو دیں گے یا حضرت نے فرمایا۔ کہ اگر اس وقت کچھ کھایا۔ تو رات کو نہیں کھایا جائیگا۔ میں صرف تھوڑا سا پانی پینا ہوں۔ مگر والدہ عبدالحی نے جو تیار کیا تھا۔ اُسے پلانا چاہا۔ اور پھر کہا کہ نہیں کچھ قہوہ اور تھوڑا سا کیک کھالو۔ اس پر فرمایا اچھا۔ یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے۔ اور بعض دل دماغ اس کو غیر ضروری اور فضول سمجھیں۔ مگر نہیں اس میں کتنا بڑا قیمتی سبق اپنی بیوی کی دلدارئی کا ہے جسکے ذریعہ گھر جنت کا نمونہ ہو جاتا ہے۔ اسی ضمن میں مجھے یاد آیا کہ ایک مرتبہ حضرت نے مجھے فرمایا کہ میں عورتوں کو درس دے رہا تھا۔ اور میرے درس میں یہ آیت آئی۔ **یاآدم اسکن انت وزوجک الجنۃ** الآیۃ۔ فرمایا میرے دل میں اس وقت کی حسب حال اس کا یہ مفہوم ڈالا گیا۔ کہ میاں بیوی کو جنت میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کہ تم دونوں ملکر جنت میں رہو۔ اور یہ جنت اس وقت تک جنت رہ سکتا ہے۔ جب تک تم آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ جہاں میاں بیوی میں تنازعات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ پھر وہ گھر جنت نہیں۔ بلکہ دوزخ کا نمونہ ہو جاتا ہے اس لئے چاہیئے کہ میاں بیوی باہم نہایت خوشی اور آرام سے ملکر رہیں جھگڑا نہ کریں ایکدوسرے کی دل شکنی نہ کریں۔ اور مرد خصوصیت سے عورتوں کی بعض کمزوریوں پر برداشت اور حوصلہ سے کام لیں۔ غرض یہ واقعہ جو آپ کی زندگی میں حسن معاشرت کا نمونہ دکھلانیکے لئے لکھا ہے بہت سے دوستوں کو فائدہ دیگا۔

اخلاص کی قدر

فرمایا میں شروع سے دیکھتا رہا ہوں۔ کہ انگریزی ادویات نے مجھے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ اور نہ انگریزی غذائیں مفید ہوئیں ہر چند خدا تعالےٰ ہی کے فضل سے ہی مفید اور بابرکت ہوسکتی ہیں۔ مگر میں نے انگریزی ادویات کو ترک نہیں کیا اس واسطے کہ ڈاکٹر لوگ اخلاص اور ہمدردی سے دیتے تھے۔ اور فائدہ ہونا تو ان کے اختیار میں نہ تھا۔

یہ نمونہ ہے آپ کی قدر اخلاص کا۔ باوجودیکہ آپ کو ان ادویات نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ لیکن آپ نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بعض وقت ہم نے دیکھا ہے۔ کہ آپ کا پیٹ بھرا ہوا تھا اور طبیعت کسی چیز کو قبول نہیں کرتی تھی۔ تاہم جب کوئی غذا یا دوا ڈاکٹر لوگوں نے پیش کی تو آپ نے بلا عذر کھالی۔

ہم اور ہمارے مخالفوں میں فرق

علے العموم آجکل یہ سوال اٹھایا جاتا ہے۔ کہ احمدی اور غیر احمدیوں میں اختلاف اور فرق کیا ہے؟ بعض لوگ کہدیتے ہیں۔ کہ معمولی فروعی اختلاف ہے۔ اصولی اختلاف کوئی نہیں۔ یہ غلطی بعض اوقات احمدیوں کی بھی لگ گئی ہے۔ اور تحریروں یا عام لیکچروں میں بھی کہا گیا ہے۔ کہ ہمارے اور مخالفوں کے درمیان کوئی بڑا اختلاف نہیں مگر حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے اس سوال کو حل کردیا ہے ۲۷ فروری ۱۹۱۱ء کو قبل دوپہر آپ کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا کہ کیا احمدیوں اور غیر احمدیوں میں کوئی فروعی اختلاف ہے؟۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے جو کچھ اس کا جواب دیا۔ میں اس کے مفہوم کو اپنے حافظہ سے اپنے الفاظ میں لکھتا ہوں۔

فرمایا یہ بات تو بالکل غلط ہے۔ کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان کوئی فروعی اختلاف ہے کیونکہ جسطرح وہ نماز پڑھتے ہیں ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں۔ اور زکوٰۃ۔ حج۔ اور روزوں کے متعلق ہمارے اور ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے میری سمجھ میں ہمارے اور ان کے درمیان اصولی فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان ہو اس کے ملایکہ پر کتب سماویہ پر اور رسل پر خیر و شر کے اندازوں پر اور بعث بعدالموت پر۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے مخالف بھی یہی مانتے ہیں اور اسکا دعوےٰ کرتے ہیں لیکن بالرسل میں ہی ہمارا اور ان کا اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ **ایمان بالرسل** اگر نہ ہو تو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص عام ہو۔ خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے۔ ہندوستان میں ہوں۔ یا کسی اور ملک میں۔ کسی **مامور من اللہ کا انکار** کفر ہو جاتا ہے ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں۔ اب بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا۔ قرآن مجید میں تو لکھا ہے **لا نفرق بین احد من الرسل**۔ لیکن حضرت مسیح موعود کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں خاتم النبیین فرمایا۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ہمارا یہ مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہ کرے تو

بالاتفاق کافر ہے

یہ جدا امر ہے۔ کہ ہم اس کے کیا معنے کرتے ہیں۔ اور ہمارے مخالف کیا۔ اس خاتم النبیین کی بحث کو لانفرق بین احد من الرسل سے تعلق نہیں وہ ایک الگ امر ہے۔ اس لئے میں تو اپنے اور غیر احمدیوں کے درمیان اصولی فرق سمجھتا ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح کے اس بیان کے بعد امید ہے یہ معاملہ ہمیشہ کے لئے صاف ہو جائیگا۔ اور یہ غلطی رفع ہو جائیگی کہ ہمارے اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان کوئی فروعی اختلاف ہے۔

ارشاد الامیر

ذیل میں حضرت امیر المومنین کے ارشادات درج کئے جاتے ہیں جو برادرم ایڈیٹر بدر نے جمع کئے۔

گناہوں سے کسطرح بچ سکتے ہیں

فرمایا استغفار سے۔ اگر گناہ سے نہ بچ سکے تو لاحول بہت پڑھے۔ پڑھے جائے تھکے نہیں۔ **لا ملجأ ولا منجأ منک الا الیک** خدا سے پناہ خدا ہی دیوے تو بات بنتی ہے۔ طاعون کا کیڑا اتنا باریک ہوتا ہے۔ پھر کسقدر بڑھتا ہے وہی بچائے تو بچائے۔

استغفار اور لاحول سے بھی گناہوں سے نہ بچ سکے تو ہمت نہ ہارے استغفار اور لاحول اور دعا کئے جائے۔ استقامت کرے۔ گھبرائے نہیں شیخ محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں کہ ایک شخص پر مجھے بہت حسن ظن تھا۔ لوگوں نے کہا شراب پیتا ہے۔ میں نے نہ مانا۔ ایکدن وہ شراب پی رہا تھا کسی نے آکر خبر کی۔ میں نے کہا ہمیں دکھاؤ میں اس کے مکان پر گیا۔ نوکر نے اندر خبر کی۔ کہا کہ عرض کردو کہ اس وقت میں مل نہیں سکتا۔ میں نے کہا ہمنے ملنا ہے۔ کہا کہدو کہ شراب پی رہا ہے۔ میں نے کہا کچھ ہی ہو ہمنے ملنا ہے۔ غرض اندر گیا تو دیکھا کہ جام شراب منہ سے لگا ہے۔ مگر دیکھا کہ ہر گھونٹ کے بعد سچی توبہ دل سے نکلتی ہے۔ اور اس توبہ کیساتھ ایک نور اترتا معلوم ہوتا ہے۔ غرض صاحب ہمت گھبراتا نہیں وہ توبہ کئے جاتا ہے۔ کوشش کئے جاتا ہے۔

عشق کا لفظ قرآن اور حدیث میں نہیں۔ ایک حدیث صوفیا نے لکھی ہے مگر وہ کسی صوفی کا اپنا لفظ ہے۔

. . . . عشق کا لفظ اچھے معنے نہیں رکھتا۔ غیر اللہ سے حب کو کہتے ہیں۔ یہ کسی اعمال کی سزا ہولی ہو شرک ہوتا ہے۔ بصیرہ میں ایک لڑکا کسی عورت پر عاشق ہوگیا آخر میں مجنون ہوگیا۔ لوگوں نے کہا کہ خدا کے لئے اس لڑکی کو اسے دکھادو۔ دیکھ کر کہنے لگا۔ میں نہیں جانتا یہ کون چڑیل ہے لوگوں نے کہا یہ فلانی ہے۔ کہنے لگا ہرگز نہیں۔ اس کی ناک ایسی آنکھ ایسی وغیرہ وغیرہ نہ مانا۔ خیر میں نے علاج کیا اچھا ہوگیا۔ میں نے پوچھا تو تم نے اس وقت نہ پہچانا۔ کہنے لگا خیال میں تصویر باندھی تو باندھتے باندھتے کچھ اور کی اور ہی بن گئی تھی۔ یہ کسی بد اعمالی کی شامت کا نتیجہ ہوتا ہے اور شرک ہوتا ہے۔

انسان مختار ہے یا مجبور ہے اس بحث میں پڑنا احمق پن ہے قرآن اور حدیث میں یہ لفظ آیا ہی نہیں

ارشاد الامیر

مرتبہ ڈاکٹر صاحب

فرمایا بیوی کی غلطیوں کو بھول جانا چاہیئے اگر غلطیاں یاد رکھی جاویں۔ تو دل میں رنجش آجاتی ہے۔ اور یہ حسن معاشرت کے خلاف ہے فرمایا کہ جب روح جسم خاکی سے علیحدہ ہوتی ہے تو وہ اپنے ساتھ ایک نیا جسم لیکر نکلتی ہے جو ہر ہر عضو سے نکلتا ہے۔ میں نے ایسے جسم خود دیکھے ہیں۔ ایک شخص کو جو اس وقت زندہ موجود ہے اس کو میں نے دیکھا۔ اس کا جسم خنزیر کا ہے۔ ایک ہی وقت میں اس کا ظاہری جسم اور خنزیر والا جسم اپنے چار پیروں پر چلتا دیکھا ہے۔ پہلے میں اسکو نیک آدمی سمجھتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر خیال بدل گیا۔ بیماری کی حالت میں کلوروفارم سونگھانے سے جو بیہوشی ہوتی ہے اس میں اعصاب پر اثر پڑتا ہے اور احساس کا مادہ زائل ہو جاتا ہے

اس لئے ان باطنی اجسام کو دیکھ نہیں سکتا۔ مگر موت کی حالت جدا ہوتی ہے۔ اہل کشف لوگوں نے کسی شخص کی موت کیوقت ایسا جسم نکلتا مشاہدہ کیا ہے۔ مگر جب یہ نظارے خدا دکھاتا ہے تو ایسے لوگوں میں ستارے کی شان ہی رکھ دیتا ہے۔ پھر وہ میت کا پردہ فاش نہیں کرتے۔ ہر ایک کے جسم کی حالت جدا ہی دیکھی ہے اگر سناؤں تو بڑا وقت چاہتا ہے۔ خدا کی غریب نوازی اور رحمت بہت وسیع ہے وہ جس کو چاہے معاف کر دے۔ اس لئے ان باتوں کو بتانے میں احتیاط لازم ہونی چاہیئے۔

فرمایا: صحت کی دعائیں تو بہت ہوئی ہیں۔ اور صحت الحمدللہ حاصل ہوئی۔ صحت کی دعا کے ساتھ طاقت کی دعا بھی ہونی چاہئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

عذاب الٰہی سے بچو!

ناظرین!

اللہ تعالےٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے من اھتدٰی فانما یھتدی لنفسہٖ ومن ضل فانما یضل علیھا ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولًا یعنے جسنے ہدایت پائی پس جو وہ ہدایت پاتا ہے۔ اسی کی جان کیلئے ہے۔ اور جو گمراہ ہوا۔ پس جو اس نے گمراہی کی اسی کیلئے ہے اور یہ کہ کوئی اٹھانیوالا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ اور یہ کہ ہم عذاب نہیں کیا کرتے" مگر پہلے اس کے اپنا رسول بھیج لیتے ہیں۔ پس موجودہ زمانہ کی تباہیوں اور ہلاکتوں کو دیکھکر کیا یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ اس زمانہ میں بھی اللہ تعالےٰ کیطرف سے کوئی مامور ضرور آیا ہے۔ ہندوستان ہی نہیں ساری دنیا پر تباہی آ رہی ہے اور عذاب پر عذاب پہونچ رہا ہے۔ کبھی زلزلہ ہے تو کبھی طاعون اور کبھی ہیضہ ہے تو کبھی سیلاب نئی نئی بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں اور مختلف طریقوں سے نوع انسان ہلاک ہو رہی ہے ہندوستان میں تو خصوصًا زلزلہ اور سیلاب کے علاوہ طاعون نے ہلاکت کا دروازہ ایسا وسیع کر دیا ہے کہ گاؤں کے گاؤں اور قصبوں کے قصبے تباہ اور برباد ہو گئے ہیں۔ ہر سال پانچ سات لاکھ بلکہ بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ آدمی اس قہر الٰہی کی نذر ہو جاتے ہیں۔ ابتک لاکھوں عورتیں بیوہ اور لاکھوں بچے یتیم ہو چکے ہیں۔ اور ابھی یہ بیماری ختم ہوتی نظر نہیں آتی۔ بلکہ بڑھتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ اس سال بھی بڑی تیزی سے اپنا کام کر رہی ہے اور ہر ہفتہ میں بیس ہزار سے زیادہ آدمی اسکی وجہ سے مرتے ہیں۔ پس کیا کوئی دردمند دل ایسا نہیں کہ جو اس کے سبب کو دریافت کرے اور کوئی سعید روح نہیں جو اسکی وجہ معلوم کرے آخر وجہ کیا ہے کہ دنیا پر عذاب کا دروازہ کھولا گیا ہے۔ اور یک لخت ہلاکت کے اژدہا نے اپنا منہ پھاڑ کر ہزاروں لاکھوں انسانوں کو اگلنا شروع کر دیا ہے۔ لوگوں کی عقلوں کو کیا ہوا۔ کہ وہ اس آیت پر غور نہیں کرتے اور دنیا میں اس مامور اور مجدد کو تلاش نہیں کرتے کہ جسکے انکار کیوجہ سے اسقدر ہلاکت دنیا پر آ رہی ہے ابھی طاعون کا نام و نشان بھی نہ تھا کہ جب حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود حضرت مرزا غلام احمدؑ نے براہین احمدیہ میں شایع کر دیا تھا۔ کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا پر خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی کو دنیا پر ظاہر کر دیگا۔ اور یہ کہ الامراض تشاع ستاع والنفوس تضاع یہ وہ وقت تھا کہ دنیا آرام سے زندگی بسر کر رہی تھی۔ اور کوئی نہ جانتا تھا۔ کہ عنقریب ہلاکت کا بازار اسقدر گرم ہونیوالا ہے۔ لیکن جونہی کہ اس مامور من اللہ کا انکار شروع ہوا۔ اور لوگوں نے آپ کی مخالفت کی کہ آسمان کانپ اٹھا اور خدا نے اپنے قہری نشان دکھلانے شروع کئے طاعون آیا۔ قحط پڑے زلزلے آئے طاعون آئے غرض کہ بیسوں قسم کی بیماریوں نے دنیا کو گھیر لیا۔ آپ نے پہلے ہی سے پیش گوئی کر دی تھی کہ تیری جماعت نسبتًا محفوظ رہیگی۔ چنانچہ اس وقت تک سوائے چند ایک کیس کے اس جماعت میں بالکل امن رہتا ہے۔ پس کیوں لوگ اپنی جانوں پر رحم نہیں کرتے اور اس صدی کے مجدد کو قبول نہیں کرتے کیا یہ سچ ہے کہ پہلے زمانہ میں تو اللہ تعالےٰ لوگوں کی گمراہی کے وقت مامور بھیجتا تھا۔ لیکن اب نہیں بھیجتا۔ کیا اللہ تعالےٰ کا رسول اللہ سے وعدہ نہ تھا۔ کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آیا کریں گے۔ پھر اس صدی کے سر پر کیوں کوئی مجدد نہ آیا۔ آیا اور ضرور آیا۔ مگر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا نے اس کے لئے اپنی چمک دکھادی اور قہری تلوار کھینچکر دنیا پر حملہ کیا اور اس کے مخالفین کو تباہ اور برباد کیا اور جب تک لوگ اس کی سچائی کا اقرار نہ کریں گے اور طرح طرح کے گندوں اور فسق و فجور کو جو ان میں پڑے ہیں ترک نہ کریں گے تو خدا کے قہر کی کھینچی ہوئی تلوار برابر ان کو ہلاک کئے چلی جائے گی۔ خدا تعالےٰ بڑا غیور ہے وہ کب برداشت کر سکتا ہے۔ کہ اس کے مامور کا انکار کیا جائے۔ دنیاوی گورنمنٹیں اپنے وزیروں اور سفیروں کی ہتک نہیں برداشت کر سکتی۔ تو اللہ تعالےٰ اپنے مامورین کی ہتک کو کیونکر گوارا کرے۔ بس اے میرے دوستو میں آپ لوگوں کی خیر خواہی کے طور پر آپ کو متوجہ کرتا ہوں کہ خدا کے لئے اپنے بال بچوں پر رحم کرو۔ اور ملک کو اس تباہی اور ہلاکت سے بچاؤ۔ کیوں ایک مامور من اللہ کی مخالفت کرکے اپنے ساتھ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو بھی ہلاک کرتے ہو۔ طاعون ملک میں بڑھ رہی ہے اور کون جانتا ہے کہ کس کس کی موت ابکے سال مقدر ہے۔ پس پیشتر اس کے کہ موت توبہ کا دروازہ بند کر دے خدا کے مامور کے سایہ کے نیچے آ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ کو ڈھونڈو اور ضد اور ہٹ کو چھوڑ دو۔ دیکھو آسمان نے رمضان کے مہینہ میں بموجب حدیث صحیح سورج اور چاند کو گہن لگا کر مسیح کی آمد پر دلالت کر دی اور زمین پر طاعون اور زلزلوں نے اس کی سچائی پر مہر لگا دی۔ پھر بعض بندہ کیوں دیر لگاتے ہو اور حق سے کیوں منہ موڑ رہے ہو یاد رکھو کہ اگر اس مامور من اللہ کا دعوےٰ تم لوگوں نے خلوص دلسے نہ پرکھا۔ تو تمہارے عزیز و اقربا کی گمراہی کا گناہ بھی تمہارے ہی سر ہوگا ہمنے پکار پکار کر سنا دیا۔ اور آسمان و زمین نے ہماری تائید کی کہ اس زمانہ کا مسیح و مجدد و مہدی آگیا اور خدا نے اسکے لئے ہزاروں نشان دکھلائے۔ پس اگر اب بھی تم توجہ نہیں کروگے اور ٹھنڈے دل سے اسکے دعاوی پر غور نہیں کروگے تو قیامت کے دن خدائے وحدہٗ لاشریک کے حضور میں جوابدہی کرنی پڑے گی۔ اور اس وقت ٹھٹھے اور ہنسی سے کام نہیں چلیگا بلکہ اسبات کا [illegible] ابد سیاہ ہوگا۔ کہ جب احادیث میں بتائی ہوئی کل نشانیاں پوری ہو گئیں اور اس کے ہاتھ پر ہزاروں نشان دکھلائے۔ تو کیا سبب کہ تم نے میرے مامور کے دعاوی پر غور تک نہیں کیا۔ اور اس کی باتوں کو ٹھٹھے اور ہنسی میں اڑا دیا اور ہم تو عرض کر دیں گے کہ الٰہی ہمنے ہر طرح سے حق کی شناخت کیلئے ان کو بلایا مگر انہوں نے ہماری ایک نہ سنی۔ ابھی وقت ہے توبہ کرو۔ اور سستی نہ کرو اگر تم کو کچھ شکوک ہوں وہ ہم سے دریافت کرو اور خدا کے حضور میں دعا کرو کہ الٰہی اگر مرزا غلام احمد قادیانی واقعی سچا اور تیری طرف سے مامور ہے تو ہم کو اس کی شناخت عطا کر۔ آمین یارب العالمین * میں پھر بڑی عاجزی سے التجا کرتا ہوں کہ طاعون بڑے زور سے بڑھ رہی ہے للّٰہ سستی کو چھوڑ دو۔ اور خدا کے مامور کو قبول کرو۔ اور اپنے بال بچوں کے حال پر رحم کرو۔ خدا تعالےٰ کے قہر کا مقابلہ کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ انسان کا کیا بساط ہے کہ اس کے مقابلہ میں دم بھی مارے۔ پس بہتر ہے کہ اس کے حکم کے آگے سر جھکا دو اور تقوےٰ اور طہارت سے کام لو۔ تا خدا تم پر رحم کرے۔ فضول درستیوں کو ترک کرو کہ تا اللہ تعالےٰ تم کو اپنی پناہ میں رکھے ضد اور ہٹ کو چھوڑ دو۔ تا سلامت رہو۔ وما علینا الا البلاغ۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العلمین۔

(خاکسار مرزا محمود احمد قادیان ضلع گورداسپور پنجاب)

دارالامان کا ہفتہ

نہایت افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ کل ۲۷ فروری ۱۹۱۱ء کو قریب عشاء میاں محمد یٰسین مہاجر سہارنپوری نے پلیگ سے وفات پائی۔ مرحوم ایک مخلص مہاجر تھا جو اپنے بہت سے [illegible] اور رشتہ داروں کو محض خدا تعالےٰ کی رضا کے لئے چھوڑ کر مع اپنے بھائی محمد یامین کے چلا آیا تھا۔ مرحوم نے نہایت اطمینان اور استقلال کیساتھ اس جام موت کو پیا۔ ۲۸ فروری ۱۹۱۱ء کو حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد سے الوصیت [1] کے قواعد کے ماتحت امانتًا اسکو دوسری جگہ صندوق میں دفن کیا گیا ہے۔ مرحوم کا استقلال اور اخلاص قابل رشک تھا اس کی ہجرت اللہ تھی کے لئے تھی اور وہ آخر دم تک اسپر قایم رہا۔ خدا تعالےٰ اسپر اپنے برکات نازل کرے اور اسکے بھائی کو سکینت اور اطمینان دے (آمین) احباب اسپر جنازہ غائب پڑھ دیں (۲) قادیان میں کمیٹی کیطرف سے نالیاں بنانیکا کام شروع ہو گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ایک باقاعدہ کمیٹی اس مطلب کیلئے بنانا چاہتے ہیں۔ کہ کمیٹی کے متعلق اگر کبھی کوئی شکایت ہو یا کسی اصلاح کیطرف اسے متوجہ کرنا ہو تو کمیٹی مذکور کام کرے یہ ترقی کے آثار ہیں (۳) دارالضعفاء کے لئے حضرت نواب صاحب قبلہ نے ۲۲ مکانوں کے لئے ایک وسیع قطعہ زمین بہشتی مقبرہ کے قریب عطا فرمایا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالےٰ ان کے تمام کاموں میں وسعت اور فراخی عطا کرے۔ (آمین)
اب مکانات کا سلسلہ شروع ہونیوالا ہے۔ پہلا مکان نوں کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح نے حکم دیا ہے کہ ان کے خرچ سے بنوایا جاوے (جزاہ اللہ احسن الجزاء)

کامگار انظرے کن سوئے ناکامے چند!

وکیل مسلمانوں کو توجہ دلاتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی قومیت اسلام اور محض اسلام ہے۔ شرافت کا معیار صرف تقویٰ پر منحصر ہے۔ نسل یا پیشہ پر منحصر نہیں ہے۔ ایک ادنےٰ پیشہ ور کو بھی اسلام نے وہی حقوق دیئے ہیں۔ جو ایک قریشی النسب کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور دونوں میں کوئی تفاوت نہیں دکھایا گیا ہے لیکن افسوس ہے کہ ہندوستان کی سرزمین میں مسلمانوں سے یہ شاندار امتیاز بھی گم ہو چلا ہے۔ مردم شماری میں ہر ایک قوم کی گوت اور ذات لکھی جاتی ہے اور شیخ و سید و مغل و افغان کے علاوہ بقیہ جتنے اسلامی عناصر ہیں۔ کسی کو شریف نہیں سمجھا جاتا۔ یہ نہایت عبرت خیز امر ہے۔ کہ ہندو جن کی بنیاد بالکل غیر مساوات کے اصول پر مبنی ہے ادنیٰ ذاتوں کو اعلےٰ بنانے کی کوشش کر رہے ہوں۔ اور مسلمان جن کی ترکیب ہی مساوات پر واقعہ ہوئی ہے اس معاملہ میں ہندوؤں سے بھی پیچھے رہیں۔ کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم اپنے گمنام بھائیوں کو بیدار کریں انہیں اپنے برابر سمجھیں۔ ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کریں۔ اور ان کو اپنی قومیت متحدہ کا ایک مفید اور کار آمد جز بنائیں۔ کیا یہ امر رہبران قوم کے فرائض میں داخل نہیں ہے۔ اور کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ جن غریبوں کی کثرت تعداد نے ہماری اہمیت بڑھا رکھی ہے ہم یا ہماری تعلیمی کانفرنس بھی ان کے لئے کچھ نفع رساں ثابت ہو۔ پیشہ و ذات کے بیجا اصول فرق مراتب نے ذلت کا جو خیال ان عناصر کی نسبت پیدا کر رکھا ہے دور ہو جائے اور کامگاروں کی نظر عنایت سے ناکاموں کے دن بھی پھر جائیں۔"

آنریبل نواب ذوالفقار علیخانصاحب

یہ امر نہایت مسرت سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ ہمارے محترم مخدوم نواب محمد علیخان صاحب آف مالیرکوٹلہ کے برادر عزیز نواب ذوالفقار علیخان صاحب ریاست پٹیالہ کی صدارت عظمےٰ پر مامور کئے گئے ہیں۔ آنریبل نواب ذوالفقار علیخانصاحب اپنی خاندانی وجاہت اور مسلم کمیونٹی میں امتیازی حیثیت رکھنے کے علاوہ گورنمنٹ کے حضور خاص اعزاز اور اعتماد رکھتے ہیں پچھلے امپیریل کونسل میں نواب صاحب ممدوح صوبہ ہذا کے مسلمانوں کی طرف سے نائب منتخب ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کس قابلیت اور خوبیوں کے مالک ہیں۔ میں ریاست پٹیالہ کی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ ایسے قابل اور معاملہ فہم انسان کے ہاتھ میں اسکی وزارت عظمیٰ کی باگ دی گئی ہے۔ اس لئے مانتے ہی یہ کہنا بھی سراسر درست ہے۔ کہ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب پٹیالہ نے اس انتخاب میں اپنی زیرکی اور مدبرانہ دور بینی کا ثبوت دیا ہے آنریبل نواب ذوالفقار علیخانصاحب کے اس انتخاب پر تمام حصوں میں اظہار مسرت کیا جا رہا ہے۔ اور انکی شخصیت کو بالاتفاق بے تعصب اور معاملہ فہم تسلیم کر لیا گیا ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ ریاست اس انتخاب کی بہترین برکات کو حاصل کرے۔ میں اس انتخاب پر ریاست کو مبارکباد دیتا ہوں۔

سر آغا خان بالقابہ لاہور میں

ہز ہائینس سر آغا خان بالقابہ جو مسلم یونیورسٹی کے لئے قومی گداگر بنکر نکلے ہیں ۲۴ فروری ۱۹۱۱ء کی صبح کو لاہور پہونچے۔ لاہور پنجاب کا دار الصدر ہے۔ اور اس حیثیت سے پنجاب کے مسلمانوں کا اسے مرکز دینوی رنگ میں کہنا غلطی نہیں۔ پنجاب کے مسلمانوں نے ہز ہائینس سر آغا خان بالقابہ کے استقبال کی تیاریاں دلی جوش سے ایسے اعلےٰ پیمانہ پر کی تھیں کہ اسکی نظیر نہیں ملتی۔ لاہور میں اسلامی قومیت کا ایک سمندر موجیں مار رہا تھا۔ اور مسلمانوں میں زندگی کی روح کام کرتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ جسطرح ٹرکی کو یورپین سلطنتیں ہمیشہ مرد بیمار کہا کرتی تھیں۔ اور ٹرکی کی ترقیات نے بتا دیا کہ مرد بیمار کہلا کر وہ ایسی قوت اور طاقت اپنے اندر رکھتا ہے کہ یورپی سلطنتوں کو قابو نہیں پانے دیتا اسیطرح ہندی مسلمانوں کو مردہ قوم کہا جاتا تھا۔ اور اگر مردہ نہیں تو خواب گران میں سونیوالی قوم تو ضرور تھی۔ مگر مسلم یونیورسٹی کی تحریک نے مسلمانوں میں وہ جوش پیدا کر دیا ہے اور ان میں کچھ ایسی حرکت پیدا ہو گئی ہے۔ کہ مسلمانوں کو اب **مردہ قوم** کہتے ہوئے تامل کرنا پڑیگا۔ اگر یہی حرکت اس قوم میں باقی رہی۔ اور خدا کرے کہ باقی رہے اور اس کے فضل سے امید ہے۔ کہ اب جو قوم میں زندگی کے آثار پیدا ہو چلے ہیں تو کچھ شک نہیں کہ وہ وقت آتا ہے کہ مسلمانوں میں عملی روح پیدا ہو جائے گی۔

ہز ہائینس سر آغا خان بالقابہ نے اس قومی تحریک میں جو حصہ لیا ہے اس کی نظیر اس پوزیشن کے آدمیوں میں نہیں ملتی۔ میں بلا خوف لومتہ لائم کہونگا۔ کہ ہز ہائینس کی یہ قربانی اور ایثار کی مثال ایسی ہے۔ کہ وہ لوگ (جو ذرہ سا بھی کسی قومی کام میں حصہ لیکر قوم کے افراد سے اپنی شان میں مدحیہ قصائد سننے کے آرزومند رہتے ہیں) اس سے سبق لیں۔ اور محض اخلاص اور خدا کے لئے کام کرنے کی توفیق چاہئیں۔ **ہز ہائینس کا یہ کارنامہ** مسلمانان ہند کی تاریخ میں ہمیشہ سنہری حرفوں سے لکھا جائیگا اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ **مادی ترقی** کا زینہ ہے اور مسلمانوں نے مادی ترقی ہمیشہ **دین** کے ذریعہ کی تھی۔ اور بعض وقت خطرہ ہوتا ہے کہ مسلمان اس مادی ترقی کی رو۔ اور **دنیوی مقابلہ** کے میدان میں کہیں اتنے آگے نہ بڑھ جائیں کہ اصل غرض جو **دین** ہے بالکل فوت ہو جاوے۔ مگر نہیں ہم خدا کے فضل سے مایوس نہیں۔ بلکہ ان تمام باتوں کو دینی ترقی کے لئے بھی بطور راہ کے ہی سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ایک سلسلہ اس وقت قایم کیا ہے۔ اگر یہ زمانہ یہ ملک اس کی ترقی کے حسب حال ہوتا تو اُسے یہاں قایم ہی کیوں کیا جاتا؟ یونیورسٹی کے متعلق ہمارا پہلو مذہبی نقطہ خیال سے یا اپنے سلسلہ کی نوعیت اور اس کی بعثت کے اغراض کے لحاظ سے کچھ بھی ہو اس میں کوئی بھی کلام نہیں کہ ہم اس سے ہمدرد ہیں۔ ہمارے امام حضرت امیر المومنین سیدنا نورالدین ایدہ اللہ بنصرہ کا مکتوب جسمیں یونیورسٹی سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا ہے لاہور کے جلسہ میں پڑھا گیا۔ اس کے متعلق جو اثر مسلمانان پنجاب پر پڑا وہ نہایت قیمتی اور مفید ہے اور وہ یہ ہے کہ انہیں اس امر پر نہایت مسرت کا اظہار کرنا پڑا کہ یہ قوم ایک امام کے ماتحت ہے۔ اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ کوئی کام اپنے امام کی اجازت کے بدوں نہیں کر سکتی۔ مسلمانوں میں اگر یہ جذبہ پیدا ہو جاوے کہ انہیں ایک امام کے ماتحت رہنا ضروری ہے۔ تو یونیورسٹی کی اس تحریک کو ہم نہایت بابرکت سمجھیں گے۔ اور ہم خدا کے فضل سے یقین کرتے ہیں کہ یہ تحریک ہمارے لئے کوئی مفید راہ پیدا کرنے والی ہو گی۔ اپنی پوزیشن کے لحاظ سے احمدی قوم غالباً یہ کہنے میں مضایقہ نہیں کر سکتی کہ وہ اپنی یونیورسٹی علیحدہ اگر قایم نہ کرے گی تو مسلمانوں کے اندر وہ قومیت اور وہ ملیت جو اسلام پیدا کرتا ہے پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہماری یونیورسٹی جبکہ اسلامی یونیورسٹی کہلاتی ہے تو اس میں شان اسلام جلوہ گر ہونی چاہیئے۔ نہ کچھ اور بہر حال ہز ہائینس سر آغا خان بالقابہ نے مسلمانوں کیلئے بہت بڑی قربانی کی ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں بہترین جزا دے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ دل کھول کر اس تحریک میں حصہ لیں۔

سادہ سنگت کا سلسلہ تبلیغ

سادہ سنگت کی طرف سے

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی اجازت اور ارشاد کے ماتحت ممالک اسلامیہ میں تبلیغ سلسلہ کے لئے ایک بہت بڑا اشتہار عربی زبان میں لکھا گیا ہے۔ اور مطبع میں چھپنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اس اشتہار کی اشاعت پر تین سو روپیہ کے قریب خرچ آئیگا۔ جو لوگ چند پیسوں کے ذریعہ تبلیغ کے ثواب میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ وہ اس وقت تاک رہا ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ اور ایک وقت میں بھی اسی قسم کی رائے رکھتا تھا۔ کہ ایک ہی وقت مختلف قسم کی تحریکیں پورے طور پر کامیاب نہیں ہوتی ہیں۔ مگر یہ خیال غلط ثابت ہوا ہے۔ یہ تحریک ایسی ہے۔ کہ اس میں ہر شخص آسانی سے حصہ لے سکتا ہے۔ اس مد میں چالیس کے قریب روپیہ آچکا ہے صرف ۲۶۰ روپیہ اور مطلوب ہیں۔ اشتہار چھپ رہا ہے اور مارچ ۱۹۱۱ء میں امید کی جاتی ہے کہ خدا کے فضل سے شایع ہو جاوے۔ اس کی اشاعت کیلئے یہ سوچا گیا ہے۔ کہ بلاد اسلامیہ کے تمام مدارس اور مساجد اور ہر قسم کی مستقل انجمنوں۔ لائبریریوں۔ اور اخبارات کے نام اس کی متعدد کاپیاں بھیجی جاویں۔ کیا عجب اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو اس کے ذریعہ ہی بیدار کر دے اور کیا بعید

شاید کہ ہمیں بیضہ برآرد پر و بال

بہر حال یہ ایک عجیب عمدہ موقعہ ہے کہ ہر بھائی اپنے مقدور کے موافق اس میں شامل ہو جاوے۔ اگر کل احمدی انجمنیں کم از کم تین تین روپیہ اس مقصد کے لئے دیدیں تو یہ کام ہو جاوے۔ بہر حال اللہ تعالےٰ جن دلوں میں اس کے لئے تحریک پیدا کریگا وہ حصہ لیں گے۔ میرا کام تو فقط اتنا ہے کہ احباب تک اس نیک تحریک کو پہونچا دوں۔ اس غرض کے لئے احباب جو کچھ بھیجیں وہ ماسٹر عبدالرحمن صاحب سکرٹری سادہ سنگت کے نام بمقام قادیان روانہ کریں

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مِنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

چند دن کا ذکر ہے کہ صبح کے قریب میں نے دیکھا کہ ایک بڑا محل ہے اور اس کا ایک حصہ گرا رہے ہیں۔ اور اس محل کے پاس ایک میدان ہے۔ اور اس میں ہزاروں آدمی پتھیروں کا کام کر رہے ہیں۔ اور بڑی سرعت سے اینٹیں پاتھتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیسا مکان ہے اور یہ کون لوگ ہیں۔ اور اس مکان کو کیوں گرا رہے ہیں۔ تو ایک شخص نے جواب دیا کہ یہ جماعت احمدیہ ہے کہ اس کا ایک حصہ اس لئے گرا رہے ہیں تا پرانی اینٹیں خارج کی جائیں (اللہ رحم کرے) اور کچی اینٹیں پکی کی جائیں۔ اور یہ لوگ اینٹیں اس لئے پاتھتے ہیں۔ تا اس مکان کو بڑھایا جائے اور وسیع کیا جائے (یہ ایک عجیب بات تھی کہ سب پتھیروں کا منہ مشرق کیطرف تھا) اس وقت دل میں خیال گذرا تو یہ پتھیرے فرشتہ ہیں اور معلوم ہوا کہ جماعت کی ترقی کی فکر ہم کو بہت ہے۔ بلکہ فرشتے ہی اللہ تعالےٰ سے اذن پا کر کام کر رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ جو کوئی کسی کے کام میں اُسے مدد دیتا ہے تو وہ اسکا دوست اور پیارا بنجاتا ہے تو اگر ہم اس وقت ملائکہ کے کاموں میں مدد دیں گے جو خود اپنی ہی مدد ہے تو ضرور ہے کہ ملائکہ کا ہم سے خاص تعلق ہو جائے اور اس تعلق کیوجہ خود ہمارے نفوس کی کچی اصلاح ہو۔ اور ملائکہ ہمارے دلوں میں کثرت سے نیک تحریکیں شروع کر دیں چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں دو تحریکیں پیدا کیں کہ جن سے سلسلہ کی خدمت مدنظر ہے۔ ایک تو یہ کہ طاعون شروع ہے اور اب کے سال بہت بڑھیگا۔ اس لئے ایک اشتہار دیا جائے کہ جس میں لوگوں کو اس سلسلہ کی دعوت دیجائے۔ اور چونکہ اس موقعہ پر لوگوں کے دل نسبتاً زیادہ سخت نہیں ہوتے اس لئے اللہ تعالےٰ چاہے تو بہت فائدہ ہوگا۔ اور یہ اشتہار ہزاروں کی تعداد میں کثرت سے بلاد ہند میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ یہ اشتہار میں نے لکھکر چھپنے کیلئے دیدیا ہے جو چند دنوں تک ہی طیار ہو جائیگا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ احمدی احباب خصوصاً جن علاقوں میں طاعون کا زور ہو۔ اس اشتہار کی کثرت سے اشاعت کریں گے۔ اور جن کے دل میں اللہ تعالےٰ یہ تحریک پیدا کرے وہ مجھ سے اشتہار طلب کریں جو فوراً ان کی خدمت میں بھیجدیا جائیگا۔ دوسری تحریک جو اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے کہ ایک انجمن قایم کی جاوے۔ جسکے ممبران خصوصیت سے قرآن و حدیث اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کیطرف توجہ رکھیں اور افراد جماعت میں صلح اور آشتی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اور اس کے ممبران اپنا دنیاوی کام کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو دین کیلئے وقف کر دیں یعنے ہر ایک موقع سے جو تبلیغ حق کا ملے فایدہ اُٹھائیں اور گویا اسی فکر میں اپنے اوپر آرام و چین حرام کر دیں پس اس لئے میں اس اعلان کے ذریعہ سے ہر ایک اس روح کو جو اپنے اندر حق کے پہنچانے کا جوش رکھتی ہے بلاتا ہوں کہ وہ اس کام میں مدد دے اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کی امیدوار ہو۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کا منشاء تو پورا ہو کر رہیگا۔ یہ ایک موقعہ ہے۔ جو ہم کو دیا گیا ہے کیا تم خیال کرتے ہو کہ خدا نے ایک مامور کو دنیا کی ہدایت اور درستی کے لئے بھیجا وہ اس کے نور کو اور ہدایت کو دنیا میں نہیں پھیلائے گا۔ کیا دنیا باوجود ایک مامور من اللہ کے آنے کے تاریک کی تاریک ہی رہے گی۔ ہرگز نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ خدا تعالیٰ کی باتیں نہیں گرتیں۔ ہاں مبارک وہ جو اللہ تعالےٰ کے ارادوں میں اپنے ارادوں کو شامل کر دیتا ہے۔ اور جیتے جی اپنے مولا کی راہ میں اپنی خواہشوں اور اُمنگوں پر موت وارد کر لیتا ہے۔ یہ شخص ہے جو حقیقی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اس کی حیات سچی حیات ہے ورنہ وہ انسان جو باوجود اشرف مخلوقات ہونیکے سگ دنیا بنکر طمع و حرص کے مردار پر گرتا ہے۔ اور اپنے ہمسایہ اور پڑوسی سے لڑ اور جھگڑ کر اپنی زندگی بسر کرتا اس کی زندگی ہی کیا۔ اور اس کو جینے کا فایدہ ہی کیا بہتر ہوتا کہ وہ پہلے ہی نہ ہوتا کہ وہ پیدا ہی نہ ہوتا۔ اور وہ دن دور نہیں جبکہ اُسے کہنا پڑے کہ۔ یٰلیتنی کنت تراباً۔ پس یہ مت سمجھو کہ دنیا کی ترقیوں اور مال و جلال کے بڑھانے سے تم اپنے اصلی مقصد کو پہنچ گئے۔ بلکہ جب تک اپنی اپنے بھائی کی فکر نہ کرو اور دین کی فکر تمہیں سوہان جان ہو کر نہ لگے تم نے اپنی جان و عمر ضایع کر دی اور قیمتی وقت بیہودہ باتوں میں کھو دیا کاش تم اتنا سمجھتے کہ جس مسافر نے دور جانا ہو اور لمبی منزل طے کرنی ہو وہ جسقدر ممکن ہو بوجھ کو ہلکا کرتا ہے اور فضول اور زاید چیزوں کو نہیں اُٹھاتا۔ پس کیا افسوس ہے۔ اس پر جسنے نامعلوم کیسے دشوار گذار راستوں سے گذر کر میدان حشر میں پہونچنا ہے۔ اور ہر وقت فکر میں ہے کہ جو کچھ بھی ملے وہ اپنے کندھے پر اُٹھا لوں۔ دنیا کی آسایش اور عیش و عشرت کی زندگی ایک بوجھ ہے جو اس مسافر کو تھکا کر چور کر دیگا۔ اور جنت کے دروازہ پر پہونچنے سے پہلے ہی اس کی ہڈیاں توڑ دیگا۔ لیکن خدمت دین ایک ایسی سواری ہے جو ہر وقت اُسے بہشت بریں کیطرف اڑائے لئے جا رہی ہے کتنے دل ہیں جو اپنے بھائیوں کے لئے غمگین ہیں۔ اور کتنی آنکھیں ہیں جو دنیا کی گمراہی کو دیکھکر چشم پُر آب ہیں۔ ہاں کتنے جگر دین کی پراگندگی پر چاک چاک ہو رہے ہیں۔ اور کن کن کے گریبان ایسے پھٹے ہیں۔ کہ وہ پس سیئے ہی نہیں جاتے۔ ہمارے ہزاروں نہیں لاکھوں نہیں کروڑوں بھائی ہیں کہ جنہوں نے خدا کو بھی نہیں پہچانا۔ جو ملائکہ کے منکر ہیں جو کتب سماوی کے قایل نہیں جو رسولوں پر ٹھٹھا کرتے ہیں۔ جن کے زمانہ میں خدا کا ایک مامور آیا لیکن انہوں نے اس کی قدر نہ کی اور اپنی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اُتار کر اُسے نہیں دیکھا ہم نے ان کے لئے کیا کیا۔ اور ان تک اس مجدد دین کے پاک و شیرین کلمات کے پہنچانے میں کس قدر کوشش کی۔ کیا تم نے سنا نہیں کہ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار۔ ہم خود ہی سوتے رہے اور دُنیا کی جھوٹی چمک اور یورپ کی فریب دہ جلوہ آرائیوں پر مرتے رہے تو غیر کو جگانے سے پہلے بہتر ہے کہ اپنے آپ کو جگائیں اور دوسرے کی آنکھوں سے جہل کی پٹی اُتارنے سے پہلے اپنی ہی آنکھوں کا فکر کریں۔ ملائکہ اس کام میں لگے ہوئے ہیں پس بہتر ہے کہ ہم بھی لہو لگاکر شہیدوں میں ملجائیں کام کو اللہ ہی نے کرنا ہے۔ ہماری تو کوششیں ہی ہیں۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ کوشش کی توفیق بھی اللہ تعالےٰ ہی دیتا ہے ؎

ہمارا کچھ نہیں سب کچھ اُسی درگہ سے ملتا ہے

بلا حکم خدا کب ایک تنکا تک بھی ہلتا ہے

یہ مت سمجھو کہ ہم اس کام کے لایق نہیں اگر ہمت و استقلال ہو اور خدا تعالےٰ سے سچا تعلق ہو۔ تو پھر وہ خود ہی قرآن و حدیث کا علم سکھا دیتا ہے۔ حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک رات میں کئی ہزار عربی الفاظ کا مادہ سکھلا دیا گیا تھا۔ پس خدا کے خزانے وسیع ہیں۔ کمر ہمت کو چست کرو۔ اور دُنیا کو کان کھولکر سنا دو کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا۔ مگر خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دیگا۔ اسلام کا سورج گہن کے نیچے ہے خدا کے حضور میں تڑپو۔ آہ و زاری کرو تا وہ گہن دور ہو۔ اور دنیا خدا تعالےٰ کا چہرہ دیکھے اور قرآن اور رسول کریم کی عظمت اس پر ظاہر ہو اور حضرت مسیح موعود کی سچائی سے وہ تا کہ آگاہ ہو۔ صاف گو بنو اور پیچ اور دھوکے کو چھوڑ دو اور صاف صاف الفاظ میں دنیا پر وہ سچائیاں ظاہر کرو جو خدا نے تم کو دی ہیں تا قیامت کے دن سبکدوش ہو کہ ہم نے اپنی طرف سے تبلیغ کر دی تھی کون جانتا ہے کہ میں کل تک زندہ رہونگا۔ پس ہر ایک انسان کا فرض ہے کہ وہ کل کے آنے سے پہلے ہی اپنے خیالات کا دنیا پر اظہار کرے اور مولیٰ سے جو کچھ ہدایت پائے اس کو لوگوں پر پیش کرے۔ پھر جسکا دل چاہے مانے اور جو چاہے انکار کرے حضرت مسیح نے اس تبلیغ کے کام کے لئے اپنے حواریوں کو کہا تھا کہ من انصاری الی اللہ۔ آج میں بھی حضرت مسیح کے متبع کے طور پر اپنے دوستوں کے آگے یہی کلمہ دوہراتا کہ اپنی کمر ہمت باندھکر میرے ساتھ اس کام میں شامل ہو اور جہانتک ہو سکے اس کام کو کرو۔ تا خدا تعالیٰ کی درگاہ سے انعام کے مستحق ہو یہ سلسلہ تو ضرور پھیلیگا ہی۔ لیکن ہم نے سستی دکھائی تو ہم انصار کیونکر بنیں گے۔ لیکن یہ چونکہ ایک بڑا عظیم الشان کام ہے اس لئے یہ شرط لگانی پسند کرتا ہوں کہ جس نے اس کام میں حصہ لینا ہو وہ پہلے سات دفعہ استخارہ کرلے۔ تاکہ اللہ تعالےٰ اس کے کام کا ذمہ دار ہو جائے۔ اور اگر سات دفعہ استخارہ کر لینے کے بعد اس کے دل کو اللہ تعالےٰ اس طرف جھکا دے تو پھر شوق سے انجمن میں داخل ہو۔ چنانچہ میں نے بھی اس اعلان کے پہلے خود کئی دفعہ استخارہ کیا اور نہ صرف خود ہی کیا بلکہ کئی ایک نیک اور صالح دوستوں سے بھی استخارہ کروایا۔ اور کئی دوستوں کو اس کی نسبت اللہ تعالےٰ کیطرف سے بشارات بھی ہوئیں۔ تب جاکر یہ کام میں نے شروع کیا۔ اور استخارہ وغیرہ کرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح سے بھی اجازت لی۔ چنانچہ اس انجمن کے وہ قواعد جن کی پابندی ہر ایک ممبر کو لازمی ہوگی وہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور پیش کر کے اجازت حاصل کر لی گئی ہے۔ وہ قواعد یہ ہیں۔

(۱) اس مجلس کے ہر ایک ممبر کا فرض ہوگا۔ کہ حتی الوسع تبلیغ کے کام میں لگا رہے۔ اور جب موقعہ ملے۔ اس کام میں اپنا وقت صرف کرے۔ جو اپنے گاؤں یا شہر ہی میں کر سکیں۔ وہاں کریں۔ جنہیں زیادہ موقعہ ملے۔ اور علاقہ میں بھی۔

(۲) ہر ایک ممبر کا فرض ہوگا کہ قرآن شریف اور حدیث کے پڑھنے پڑھانے میں کوشاں رہے۔

(۳) ہر ایک ممبر کا فرض ہوگا کہ سلسلۂ عالیہ احمدیہ کے افراد کی آپس میں صلح اور اتحاد پیدا کرنے میں کوشاں رہے (۴) اور لڑائی اور جھگڑوں سے بچے۔ خصوصاً جبکہ آپس میں کوئی لڑائی یا جھگڑا ہو تو خود فیصلہ کریں ورنہ حضرت خلیفۃ المسیح سے دریافت کریں۔

(۵) ہر ایک قسم کی بدظنیوں سے بچے جو اتحاد اور اتفاق کو کاٹ دیتی ہیں۔

(۶) ہر ماہ کے آخر میں وہ مجھے یا جسکو اللہ تعالیٰ اس کام پر مقرر کرے اطلاع دیں کہ انہوں نے اس ماہ میں کیا کام کیا۔

(۷) ساتویں اس مجلس کے ممبر آپس میں رشتہ اتحاد پختہ کرنے کے لئے کوشاں رہیں۔ اور تعلق بڑھانے کیواسطے ایک دوسرے کے لئے دعائیں کریں۔ اور حدیث صحیح کے مطابق جو قریب کے دوست ہوں ایک دوسرے کی دعوت کریں۔ اور تحادوا تحابوا پر عمل کریں۔ اور عام طور سے عموماً اور ممبران سے خصوصاً ہمدردی ظاہر کریں اور بوقت مشکلات مدد کریں۔

(۸) آٹھویں تسبیح اور تحمید پر کوشش کریں اور چونکہ رسول کریم کے ہم پر لاکھوں کروڑوں احسانات ہیں۔ اس پر کثرت سے درود بھیجیں۔ اور نماز کے علاوہ درود پڑھنے کیوقت خلفائے کا لفظ بڑھا کر خصوصیت سے حضرت مسیح موعود کو مدنظر رکھیں۔

(۹) اس مجلس کے ممبر خصوصیت سے حضرت خلیفۃ المسیح کی فرمانبرداری کا خیال رکھیں۔

(۱۰) دسویں نمازیں پابندی اوقات سے ادا کریں اور نوافل صلوٰۃ و صدقہ اور روزہ کے لئے بھی کوشش کریں کیونکہ ترقیات روحانی نوافل سے ہوتی ہیں۔

جو صاحب اشتہارہ مقررہ کے بعد ممبر ہونا چاہیں مجھے اطلاع دیں تاکہ انکا نام درج کیا جاوے۔

آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(خاکسار مرزا محمود احمد قادیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جو دیوے گا وہ پائیگا خدا سے ہے ہمنے سنا یہ مصطفےٰ سے
تاصر کو عطا کر دو عزیزو بیزار ہو نہ اس گدا سے
صدقہ کرو تا بچو بلا سے ہر ایک طرح کے ابتلا سے
ہو نار غضب خدا کی ٹھنڈی
محفوظ ہو آتش و بلا سے

چونکہ ہمیں آج کل ضعفاء کے مکان اور ان کی دیگر ضروریات کے لئے روپیہ کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے ہر وقت یہی فکر دامنگیر رہتی ہے کہ کسی طرح کوئی ایسی سبیل ہو جس سے ان ضرورتوں کے لئے روپیہ ہاتھ آئے۔ تمام انسان برابر نہیں ہوتے۔ بعض تو خود بخود تلاش کر کے مستحقین کا حق پہونچا دیتے ہیں۔ بعض سوال پر سوالی کو رد نہیں کرتے۔ بعض تذکرہ کے محتاج ہیں۔ بعض دیگر نہایت درجہ زوردار مضامین اور مطالب کے بغیر کچھ نہیں عطا فرماتے۔ لہذا ان سب کا خیال پیش نظر رکھکر وقتاً فوقتاً کچھ لکھا جاتا ہے۔ اسی ضمن میں یہ مضمون بھی شائع کیا جاتا ہے۔ ہمارے احباب کو معلوم ہو کہ نماز پڑھنی بہت آسان ہے۔ لیکن خیرات دینی ذرا مشکل ہے اس کا میں نے علاج سوچا ہے کہ کسطرح دلوں کو خیرات کے لئے مایل کیا جاوے اور کس طرح دل سے بخل کم ہو اور خیرات کیلئے شرح صدر پیدا ہو۔ اس کا طریق یہ ہے کہ انسان غور کرے کہ گذشتہ زمانہ میں یہ کیا تھا جبکہ اسکا نام و نشان بھی نہ تھا۔ پھر اسکا کیا حال ہوا جب کہ یہ اپنے باپ کی پشت میں بطور نطفہ رہا اس وقت اس کے پاس کیا تھا۔ اور یہ اس حالت میں کس چیز کا مالک تھا۔ پھر ماں کے پیٹ میں جاگزین ہوا۔ تو کسقدر دولت مند تھا۔ پھر جب پیدا ہوا تو کسقدر روپیہ ساتھ لے نکلا تھا۔ اور جوان ہونے تک کسقدر خزانے اس نے جمع کر لئے تھے۔ پھر جب بڈھا بھوس ہو جاویگا (بشرط حیات) یہ کس چیز و جائداد کا مالک و مختار ہوگا۔ جبکہ اس کو لگنا موتنا اور کھانا پینا بھی دشوار ہوگا پھر جب مر کر قبر میں دفن ہوگا۔ اس وقت کتنے صندوق مال و دولت کے اس کے ساتھ دفن ہوں گے۔ جن کو یہ وہاں استعمال کریگا۔ افسوس! سب کچھ یہیں چھوڑ جاویگا۔ اور شاید وہ دولت جو اس نے عرق ریزی بلکہ بے ایمانی سے پیدا کی تھی اس کے جائز اور ناجائز ورثہ جائز اور ناجائز امور میں چند عرصہ میں اڑا کر برباد کر دیں گے۔ کاش لوگ اس بات کو سمجھ کر اکثر حصہ اپنی دولت کا بنام خدا دیکر اپنے ساتھ لے جاویں یا ہمیں دیں ہم ان کو ان کے مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں جمع کرا دیں گے جو ان کو مرتے ہی اُن کا مال سپرد کر دیگا۔ بلکہ دس گنا دیگا۔ اور زیادہ اخلاص سے دیں گے۔ تو سات سو گنا کر کے انہیں ملیگا۔ یا اس سے بھی زیادہ۔ باتیں تو یہ سچی ہیں بشرطیکہ خدا رسول اور قرآن پر ایمان ہو اور امام آخر الزمان مہدی دوران کی بیعت سچے دل سے کی ہو اور اس پر قائم بھی ہو۔ اس مضمون کے زیادہ زوردار بنانے کے لئے چند احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کرتا ہوں۔

مشکوٰۃ شریف شرح مظاہر حق:۔

(۱) روایت ہے ابی ہریرہ رضؓ سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں کوئی دن کہ صبح کرتے ہیں بندے اس میں، مگر کہ دو فرشتے اترتے ہیں پس کہتا ایک ان میں کا یاالٰہی دے خرچ کرنے والیکو بدل۔ یعنے جو کہ مال جائے اُسے خرچ کرتا ہے اس کو بہت سا بدلا دے۔ اور کہتا ہے دوسرا فرشتہ یاالٰہی دے بخیل کو تلف۔ یعنے اس کا مال برباد کر دے۔ نقل کی یہ بخاری اور مسلم نے۔

(۲) روایت ہے اسماء سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خرچ کر اور شمار نہ کر۔ پس شمار کریگا اللہ تجھ پر۔ اور نہ روک رکھ نفقہ سے مال کہ حاجت سے زیادہ ہو۔ پس روکیگا اللہ تجھ سے زیادتی اپنی اور دے جو ہو سکے۔ نقل کی بخاری اور مسلم نے۔

(۳) روایت ہے ابی ہریرہ رضؓ سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ خرچ کر اے بیٹے آدم کے۔ خرچ کرونگا میں تجھ پر۔ نقل کی یہ بخاری اور مسلم نے۔ خرچ سے مراد نیک جگہ میں خرچ ہے نہ کہ بری جگہ میں۔

(۴) روایت ہے ابی امامہ سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے بیٹے آدم کے خرچ کرنا تیرا مال کو کہ زیادہ ہو حاجت سے بہتر ہے تیرے لئے اور بند کر رکھنا تیرا اس کو برا ہے تیرے لئے۔ اور نہیں ملامت کیا جائے گا تو بقدر کفایت کے اور شروع کر خرچ کرنے میں اس مال کے کہ زاید ہو حاجت تیری سے ساتھ عیال اپنے کے۔ نقل کی یہ مسلم نے

(۵) روایت ہے ابی ہریرہؓ سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حال بخیل کا اور صدقہ دینے والے کا مانند حال دو شخصوں کے ہے کہ ہوں اوپر دو زرہیں لوہے کی۔ تحقیق چمٹائی گئی ہوں ہاتھ ان کے طرف چھاتی ان کی کے اور حسیر گردن ان کی کے بسبب تنگی زرہوں کے۔ پس شروع کیا صدقہ دینے والے جبکہ صدقہ کرتا ہے صدقہ کا کھل جاتی ہے وہ زرہ اس سے اور شروع کیا بخیل نے جبکہ صدقہ کرتا ہے صدقہ کا ملجاتی ہیں اور بھینچ جاتی ہیں سب حلقے جگہ اپنی پر روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے۔

(۶) روایت ہے ابی ہریرہؓ سے کہا کہ کہا ایک شخص نے یارسول اللہ کونسا صدقہ بڑا ہے۔ از روئے ثواب کے۔ فرمایا یہ کہ تصدق کرے تو اس وقت کہ تندرست ہو۔ حرص رکھتا ہو جمع کرنے مال کی ڈرتا ہو فقر سے اور امید رکھتا ہو دولت کی اور نہ ڈھیل کر یہانتک کہ جب وقت پہونچے جان حلق میں کہنے لگے کہ فلانے کو اتنا دینا اور فلانے کو اتنا۔ اور اس وقت مال ہو گیا ہے فلانے کا یعنے وارثوں کا۔ حاصل یہ کہ تندرستی میں دینا بہت ثواب ہے۔

(۷) روایت ہے ابی ذر رضؓ سے کہ کہا پہونچا میں حضرت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ اور وہ بیٹھے تھے کعبہ کے سایہ میں۔ پس جبکہ دیکھا مجھ کو فرمایا وہ نہایت ٹوٹے میں ہیں قسم ہے پروردگار کعبہ کی پس کہا میں نے قربان ہو تم پر باپ میرا اور ماں میری۔ کون ہیں وہ فرمایا کہ بہت جمع کرنے والے مال کے مگر جس شخص نے کہ خرچ کیا ادہر اودہر یعنے ہر طرف اپنے آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں اپنے اور کم ہیں وہ۔ نقل کی یہ بخاری اور مسلم نے۔

(۸) روایت ہے ابی ہریرہ رضؓ سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سخی قریب ہے اللہ سے۔ بہشت سے نزدیک ہے لوگوں سے دور ہے آگ سے۔ اور بخیل دور ہے اللہ سے دور ہے بہشت سے دور ہے لوگوں سے۔ نزدیک ہے آگ سے۔ اور البتہ جاہل سخی بہت پیارا ہے اللہ کو عابد بخیل سے۔ نقل کی یہ ترمذی نے۔

(۹) روایت ہے ابی سعید سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے البتہ للّٰہ دینا آدمی کا اپنی تندرستی میں ایک درہم بہتر ہے اس کے لئے للّٰہ دینے سو درہم کے سے نزدیک مرنے اپنے کے نقل کی یہ ابو داؤد نے۔

(۱۰) روایت ہے ابی بکر صدیق رضؓ سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ داخل ہوگا بہشت میں دغاباز اور نہ بخیل اور نہ للہ دیکر احسان رکھنے والا۔ نقل کی یہ ترمذی نے

(۱۱) روایت ہے عائشہ صدیقہ رضہ سے یہ کہ بعض بیبیوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نے کہا واسطے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کون سی ہم میں سے جلدی ساتھ آپ کے ملنے والی ہے۔ فرمایا جو لمبی ہے تم میں سے ہاتھ کی یعنے جو لذت بہت دیتی ہے پہلے مرے گی بعد میرے۔ پس لی کھیا پچ کر ناپتی تھیں (اس سے اور نہیں سوجھ کہ) بیوی تھیں حضرت کی لمبی ہاتھ والی۔ پھر جانا ہم نے پیچھے اس کے کہ مراد لمبائی ہاتھ سے صدقہ تھا اور نہیں جلد ملنے والی ہم میں سے ساتھ حضرت کے زینب اور نہیں زینب دوست رکھتی تھیں خیرات کو نقل کی یہ بخاری نے

(۱۲) روایت ہے ابی ہریرہ رضہ سے کہ نقل کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا اس وقت کہ کھڑا تھا ایک شخص جنگل کی زمین میں پس سنی ایک آواز ابر میں کہ کہتا ہے کوئی پانی دے فلان شخص کو باغ کو۔ پھر ایک طرف چلا ابر۔ پس ڈالا پانی اپنا پتھروں کی زمین میں پس ناگہاں ایک نالی نے ان نالیوں میں سے تحقیق جمع کیا پانی سارا پس پیچھے چلا وہ شخص پانی کے پس ناگہاں ایک شخص کھڑا ہوا اپنے باغ میں پھیرتا تھا پانی کو ساتھ بیلچہ اپنے کے پس کہا اس شخص نے واسطے اس کے۔ اے بندے خدا کے کیا ہے نام تیرا۔ کہا میرا نام فلانا ہے وہ نام لیا کہ سنا تھا ابر میں۔ پس کہا باغ والے نے پوچھنے والے کو۔ اے بندے خدا کے کیوں پوچھتا ہے مجھ سے نام میرا۔ پس کہا اس واسطے کہ سنی تھی میں نے آواز اس ابر میں کہ یہ پانی کہ اس ابر کا ہے کہ کہتی تھی وہ آواز اس ابر کو پانی دے فلانے باغ کو واسطے نام تیرے کے۔ پس کیا کرتا ہے۔ کہا لیکن اسوقت کہ کہا اور پوچھا تو نے یہ تو کہتا ہوں میں تجھ سے کہ پس تحقیق میں دیکھتا ہوں طرف اس چیز کی کہ حاصل ہوتی ہے باغ سے۔ پس اللہ دیتا ہوں میں تہائی اس کا اور کھاتا ہوں میں اور کنبہ میرا تہائی اور دگاتا ہوں میں تہائی اس باغ میں۔ نقل کی یہ مسلم نے۔

(۱۳) روایت ہے ابی ہریرہ رضہ سے کہ انہوں نے سنا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ فرماتے تھے کہ تحقیق تھے بنی اسرائیل میں تین شخص۔ ایک کوڑھی۔ دوسرا گنجا۔ تیسرا اندھا۔ پس ارادہ کیا اللہ تعالے نے یہ کہ آزماوے ان کو کہ شکر کرتے ہیں یا نہیں پس بھیجا طرف ان کی ایک فرشتہ پس آیا وہ کوڑھی کے پاس۔ پس کہا اس نے کونسی چیز بہت پیاری ہے طرف تیرے۔ کہا کوڑھی نے۔ رنگ اچھا اور پوست بدن کا اچھا اور جاتی رہے مجھ سے وہ چیز کہ گھنیاتے ہیں مجھ سے لوگ یعنے کوڑھ جاتی رہے۔ فرمایا حضرت نے۔ پس ہاتھ پھیرا فرشتے نے اس پر پس دور ہوئی اس سے گھن اس کی یعنے کوڑھ اور دیا گیا رنگ اچھا اور پوست اچھا۔ کہا فرشتے نے پس کونسا مال بہت محبوب ہے طرف تیرے کہا اونٹ یا کہا گائیں۔ شک کیا اسحٰق نے کہ راوی حدیث کا ہے مگر یہ کہ کوڑھی نے کہا ایک نے انمیں سے اونٹ اور کہا دوسرے نے گائیں یعنے شک فقط تعین ہے کہ اس نے کیا کہا۔ اور اس نے کیا کہا۔ فرمایا حضرت نے پس دیا گیا اونٹنیاں حاملہ۔ پھر کہا فرشتے نے برکت دے اللہ تعالے تیرے لئے اس میں فرمایا حضرت نے۔ پھر آیا فرشتہ گنجے کے پاس۔ پس کہا۔ کیا چیز بہت محبوب ہے طرف تیرے کہا بال اچھے اور دور ہو جاوے مجھ سے یہ چیز کہ گھن کھاتے ہیں مجھ سے لوگ۔ فرمایا حضرت نے۔ پس ہاتھ پھیرا فرشتہ نے اس کے سر پر۔ پس جاتا رہا اس سے گنج۔ فرمایا حضرت نے اور دیا گیا بال اچھے۔ کہا فرشتے نے۔ پس کونسا مال بہت پیارا ہے۔ طرف تیرے کہا گائیں۔ حمل والیاں۔ کہا فرشتے نے برکت دے اللہ تعالے تجھ کو ان میں۔ فرمایا حضرت نے پھر آیا فرشتہ اندھے کے پاس۔ پس کہا کونسی چیز بہت محبوب ہے طرف تیرے کہا یہ کہ دے اللہ طرف میرے بینائی میری۔ پس دیکھوں میں ساتھ اس کے لوگوں کو۔ فرمایا حضرت نے پس پھیرا فرشتے نے اس پر ہاتھ پس عنایت کی اللہ نے اس کو بینائی اس کی۔ کہا فرشتے نے پس کونسا مال بہت پیارا ہے طرف تیرے کہا بکریاں پس دیا گیا بکریاں بہت بچے دینے والیں پس بچے لئے کوڑھی نے اور گنجے نے اونٹوں کے اور گائوں کے۔ اور بچے لئے اندھے نے بکریوں کے پس ہوا کوڑھی کیلئے ایک جنگل اونٹوں کا۔ اور گنجے کے لئے ایک جنگل گائیوں کا اور اندھے کے لئے ایک جنگل بکریوں کا۔ فرمایا۔ پھر فرشتہ آیا کوڑھی کے پاس بیچ صورت اپنی کے اور ہیئت اپنی کے یعنے جس صورت و ہیئت میں پہلے اس پاس آیا تھا۔ اسی طرح پھر آیا۔ پس کہا اس فرشتے نے کہ میں مرد مسکین ہوں جاتا رہا مجھ سے اسباب سفر میرے میں۔ پس نہیں پہونچا ہو سکتا مجھ کو آج یعنے منزل مقصود کو۔ مگر ساتھ عنایت اللہ کے۔ پھر سبب تیرے مانگتا ہوں تجھ سے بواسطہ اس ذات کے کہ دیا تجھ کو رنگ اچھا اور جلد اچھی اور مال ایک اونٹ یعنے مانگتا ہوں اونٹ کہ پہونچوں میں بہ سبب اس کے اپنے سفر میں اپنے مقصود کو۔ پس کہا کوڑھی نے حق بہت ہیں تجھے ایک اونٹ نہیں پہونچ سکتا۔ اس نے یہ بات جھوٹ کہی اس کے ٹالنے کیلئے۔ پس کہا فرشتے نے تحقیق گویا کہ میں پہچانتا ہوں تجھ کو کیا نہ تھا تو کوڑھی کہ گھنیاتے تھے تجھ سے لوگ۔ اور محتاج تھا۔ پس دی تجھکو اللہ نے صحت و مال پس کہا کوڑھی نے سوا اس کے نہیں کہ وارث گردانا گیا ہوں میں اس مال کا باپ دادا سے۔ پس کہا فرشتے نے اگر ہے تو جھوٹا پس کردے تجھ کو اللہ طرف اس حالت کے کہ تھا تو یعنے کوڑھی محتاج۔ فرمایا حضرت نے کہ آیا فرشتہ گنجے کے پاس پہلی صورت اپنی میں پس کہا اس کو مانند اس چیز کے کہ کہا تھا کوڑھی کو۔ اور جواب دیا گنجے نے جیسا جواب دیا کوڑھی نے۔ پھر کہا فرشتے نے اگر ہے تو جھوٹا پس کردے تجھکو اللہ جیسا تھا تو۔ فرمایا حضرت نے اور آیا حضرت اندھے کے پاس بیچ صورت اپنی اور شکل اپنی پہلی کے پھر کہا کہ میں مرد مسکین ہوں مسافر ہوں جاتا رہا میرے پاس سے اسباب بیچ سفر میرے کے۔ پس نہیں پہنچ سکتا میں اب مگر ساتھ عنایت اللہ کے۔ پھر بہ سبب تیرے مانگتا ہوں میں تجھ سے بواسطہ اس ذات کے کہ دی تجھکو بینائی تیری بکری۔ یعنی ایک بکری مانگتا ہوں کہ پہونچوں میں بہ سبب اس کے سفر اپنے میں پس کہا اندھے نے تحقیق تھا میں اندھا پھر پھیری اللہ نے طرف میری بینائی میری۔ پس لے جو چاہے تو اور چھوڑ جو چاہے پس قسم ہے اللہ کی نہیں تکلیف دونگا۔ تجھ کو آج واسطے پھیر لے اس چیز کے کہ لے تو واسطے اللہ کے پھر کہا فرشتے نے رکھ تو مال اپنا یعنے اپنے پاس۔ پس سوا اس کے نہیں کہ آزمائش کئے گئے تم یعنے امتحان کیا اللہ تعالے نے تم کو کہ آیا تم کو اپنا حال یاد ہے یا نہیں اور شکر کرتے ہو یا نہیں۔ پس تحقیق رضا کی گئی تجھ سے اور غصہ کیا گیا اوپر دونوں یاروں تیرے کے۔ نقل کی یہ بخاری ومسلم نے۔

فقط اتنا لکھنا کافی ہے عقلمند آدمی اس سے نصیحت حاصل کر سکتا ہے اور حیلے کے لئے تو سارا قرآن شریف بھی کافی نہیں ان احادیث میں ہمارے احباب کو غور فرمانا چاہیئے۔ اور نصیحت حاصل کرنی چاہیئے۔ اور اللہ تعالے کا شکر بجالا کر ضعفاء قادیان کی دستگیری کے لئے کمر ہمت چست باندھنی مناسب ہے ہمت مرداں مدد خدا مثل مشہور ہے۔ ہمیں ضعفاء کے مکانوں کے لئے بہت تکلیف ہے۔ اللہ تعالے آسان فرما دیگا

ع بر رسولاں بلاغ باشد و بس

(ناصر نواب از قادیان)

نظم ناصر

آتا نہیں قرار دل بے قرار کو
جنگل میں جاتا ہے کبھی آتا ہے شہر میں
ناصر بتا کہ تجھکو یہ کیا ہو گیا ہے آہ!
لاہور میں کبھی کبھی پشاور میں ہے تو
بنگال میں کبھی کبھی مدراس میں ہے تو
دکن میں ہے کبھی کبھی بمبئی میں تو
کس کی تلاش ہے ترا دل کس سے ہے لگا
معلوم حال ہو تو کریں ہم بھی کچھ مدد
اے دوستو! تمہیں کیا میں بتادوں اپنا حال
درکار جسمیں زر ہے مجھے زر کی ہو تلاش
زر کی طلب میں پھرتا ہوں ہر سمت پا گیا
آئیگی ایکدن میرے مولا کی بس مدد
مسجد تو بن گئی ہے شفاخانہ بھی بنا
[illegible]
بیمار عورتوں کیلئے اک مکان ہو
ہوں میری زندگی میں یہ طیار کل مکان
مقدور ہے تو لاؤ روپیہ کرو مدد
تم دو نہ دو وہ دیویگا عاجز کو بالضرور
تم سے نہیں سوال میرا اس سے ہے سوال
مولا کے نام پہ میں سوالی بنا ہوں اب
اللہ کا جو ہے وہ مجھے دیگا اسکے نام
عاقل خدا کے نام پہ دیتے ہیں مال و زر
کوشش سے مجکو کام ہے کرتا ہوں میں جہاد
پروا طعن کی نہ ہے تعریف کی خوشی
مولا ہی کے ہے فضل کا ناصر کو انتظار

جبتک کہ دیکھ لیں [illegible] یار کو
دیوانہ وار دوڑ [illegible]
شہروں میں پھرتا [illegible]
جاتا ہے چھوڑ [illegible]
کرتا ہے تو تلاش کسی [illegible]
دریا کو دیکھتا [illegible]
اے دوست کچھ [illegible]
تدبیر سے نکالیں ترے دل کے خار کو
ہوا اختیار میں نے کیا ایسے کار کو
کرتا ہوں اس میں صرف میں لیل و نہار کو
تم دیکھتے رہو میرے صبر و سہار کو
پھر دیکھ لوگے تم میرے اس کاروبار کو
کر لوگے تم ملاحظہ میری بہار کو
دیکھو نہ اپنی آنکھ سے آنکھی قطار کو
[illegible] دار کو
ہیں باہر اور دیکھ لوں ان ہر حیدر کو
[illegible] کرو نثار کرو شاد یار کو
ٹھنڈا کریگا یار میرے دل کی نار کو
رکھا ہے میں نے طاق پہ سب ننگ و عار کو
کل جانتا ہوں میں راہ مولا میں خار کو
خالی نہیں خدا نے کیا روزگار کو
اور بیوقوف دیتے ہیں پیسے سونار کو
میں جیت ہی سمجھتا ہوں اس راہ میں ہار کو
اک دھن سی لگ رہی ہے اس خاکسار کو
وہ خود دکھائیگا دو راب اس انتظار کو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جملہ احباب اور سامعین پر واضح ہو کہ اس عاجز نے ۱۹۰۹ء میں چندہ مسجد و ہسپتال کے لئے پنجاب میں ایک طویل سفر کیا تھا جسکا ذکر میں لکھا ہے۔ جسکا نام سفرنامہ ناصر ہے پھر ۱۹۱۰ء میں ایک اور لمبا سفر ہندوستان کیطرف جو قادیان سے کلکتہ تک اور کلکتہ سے حیدر آباد دکن تھا۔ اور وہاں سے بمبئی ہو کر واپس ہوا جس کا حال سفرنامہ نمبر ۲ میں منظوم ہے۔ جو انشاء اللہ تعالےٰ یکم مارچ ۱۹۱۱ء تک شایع ہو جائیگا۔ لیکن ان دو طویل سفروں کے درمیان چند اور بھی چھوٹے چھوٹے سفر وصولی چندہ کے لئے اس عاجز نے کئے تھے۔ جن کو منظوم نہیں کیا انکا حال اس جگہ تحریر کرتا ہے۔ اول قادیان سے کپورتھلہ گیا اور وہاں سے کچھ چندہ وصول کر کے جالندھر پہنچا۔ وہاں اسوقت کچھ نہ ہوا۔ وہاں سے حاجی پور گیا۔ وہاں بھی حبیب الرحمٰن صاحب کی کوشش سے چندہ ملگیا۔ پھر وہاں سے لودہانہ گیا جہاں بعض احباب مجھ سے متفق نہ ہوئے اور نہ انہوں نے چندہ دیا۔ بلکان کے اثر سے اور لوگوں نے بھی سستی کی۔ بہر حال چندہ ہو گیا۔ وہاں سے بندہ مالیر کوٹلہ گیا۔ لیکن کوٹلہ کی مٹی میں جان نہیں وہاں سے کچھ وصول نہ ہوا۔ وہاں کے سکرٹری نے وعدہ کیا تھا لیکن ہنوز وفا نہیں فرمایا۔ غرضیکہ کوٹلہ سے ناکام لودہانہ واپس ہو کر انبالہ پہنچا۔ اور بابو عبدالرحمٰن صاحب کلرک خزانہ کے ہاں ٹھیرا۔ وہ نہایت خاطر سے پیش آئے۔ اور چندہ بھی حسب مقدور دیا۔ اور مجھے ساتھ لیکر دوسرے روز توپخانہ گئے۔ وہاں سے چندہ لیکر چھاؤنی میں شب باش ہوئے۔ وہاں سے بھی چندہ لیا۔ اور شب کو ایک احمدی ڈاکٹر صاحب کے ہاں مقیم ہوئے۔ اتفاقاً یہ عاجز اپنے قدیم آشنا بابو احمد ہارون صاحب سے ملنے گیا جو وہاں محکمہ نہر میں ہیڈ کلرک ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ عاجز چندہ عمارت مسجد و ہسپتال وغیرہ کے لئے نکلا ہے۔ انہوں نے فوراً پانچ روپے مجھے دیئے۔ حالانکہ صاحب موصوف احمدی نہیں ہیں۔ یہاں مجھے یاد آیا کہ لودہانہ میں بھی میاں عبدالکریم صاحب ہیڈ کلرک نہر نے جو عاجز کے پرانے ملاقاتی ہیں مبلغ دو روپیہ عنایت کئے تھے۔ اس سے لودہانہ کے نادہند صاحبان کو نصیحت اور عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ کہ بعض غیر احمدی بھی قادیان کے کاموں میں شریک ہوں اور وہ احمدی ہو کر دریغ فرما دیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

انبالہ چھاؤنی سے بندہ سہارنپور میں پہنچا۔ اور مولوی عبدالعزیز صاحب کے ہاں ٹھیرا ان سے چندہ لیکر سہارنپور کے مشہور باغ میں ایک احمدی کے ہاں گیا۔ کھانا کھا کر اور چندہ لیکر مظفر نگر گیا وہاں اتفاق سے دو تہائی نمبردار بھی آگئے تھے۔ وہاں سے چندہ وصول کر کے میرٹھ پہونچا وہاں مجھے لطف نہ آیا۔ سکرٹری صاحب گھر پر موجود نہ تھے۔ پنجابی احباب نے اچھا چندہ دیا۔ لیکن ہندوستانیوں نے تبرکاً کچھ دیا۔ جس سے میرا دل خوش نہیں ہوا۔ بلکہ افسوس ہوا [illegible] تو انہوں نے مہمیز بھی لگائیں۔ اور بڑا تکلف دکھلایا۔ لیکن [illegible] خدا جانے کیا ہو گیا۔ مجھے مثال یاد آئی۔ خوان بڑا خوان پوش بڑا بیچ میں دیکھو تو آدھا بڑا۔ بہر حال وہاں سے رخصت ہو کر دلی گیا۔ اور دلی میں کچھ تھوڑا چندہ ہوا۔ وہاں سے واپس لاہور آیا اس جگہ سے قصور گیا قصور کے احباب نے بھی خوشی سے چندہ دیکر رخصت کیا۔ پھر واپس لاہور آیا۔ اور کچھ میاں میر سے بھی لیا۔ اور لاہور سے بڈھیار میں گیا جو متصل اٹاری ایک گاؤں ہے۔ وہاں سے چندہ وصول کر کے سیدھا سنار علاقہ کپورتھلہ میں گیا۔ جہاں مولوی محمد علی صاحب سکرٹری صاحب صدر انجمن کا وطن ہے ان کے والد صاحب سے ملکر چندہ حاصل کیا۔ وہاں سے واپس ہو کر قادیان واپس آیا۔ یہاں جلسہ سالانہ میں شریک ہوا۔ تھوڑے عرصے کے بعد پشاور جانیکا اتفاق ہوا تو وہاں سے واپسی پر جموں کا ٹکٹ اور جموں پہنچا۔ وہاں سلسلہ جماعت درہم برہم پایا کچھ محبت نہ دیکھی۔ مگر مجھ سے احباب بمحبت پیش آئے اور مجھے کچھ بھی عنایت کئے۔ میں شیخ علی محمد صاحب کے مکان پر ٹھیرا تھا۔ وہاں مجھے بہت آرام ملا۔ واپسی کے وقت سیالکوٹ میں سید حامد شاہ صاحب و دیگر احباب کے ملنے کو اُترا ایک روز ٹھیرا وہاں سے مجھے بے طلب اس دفعہ ایک سو روپیہ مل گیا۔ میرا ارادہ مانگنے کا نہ تھا۔ اس پر مجھے یہ مثال یاد آئی۔

بے مانگے موتی ملیں اور مانگے ملے نہ بھیک

وہاں سے مڑ کر لاہور ہوتا ہوا قادیان پہونچا۔ اور یہ چھوٹے چھوٹے سفر ختم ہوئے۔

فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

میر ناصر نواب ۱۵ فروری ۱۹۱۱ء از قادیان دارالامان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی یونیورسٹی

حامداً و مصلیاً

ہم مسلمانان ہندوستان کیلئے ۱۹۱۱ء یا ۱۳۲۹ھ کیسا مبارک سال ہے۔ جس میں مرحوم سر سید احمد خان بہادر کے پرانے خواب (اسلامی یونیورسٹی) کی تعبیر کا آغاز ہو گیا۔ کون خیال کرتا تھا کہ مسلمان اس قدر دلی جوش کیساتھ ایک اسلامی یونیورسٹی قایم کرنے کے لئے اتنی جلد آمادہ اور مستعد ہو جائیں گے۔ مگر خداوند تعالےٰ جب کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو اس کے سامان ہی جدا نظر آتے ہیں۔ اسلامی یونیورسٹی کی ایسی عام تحریک جو اس وقت ہندوستان کی اسلامی آبادی میں پائی جاتی ہے۔ ہمیں بتاتی ہے کہ اسکا تعلق ارادۂ الٰہی کیساتھ ہے جو پورا ہو کر رہیگا۔ ہمیں اس نعمت عظمےٰ کے حاصل کرنے کیلئے پوری کوشش کرنی چاہیئے اور دنیا کو دکھا دینا چاہیئے کہ بعض قوم پرستی کا ہلی جہالت کے اعتراضوں کا اثبات ہے۔ وہ خدا کے فضل سے اب چست۔ چالاک اور علم دوست قوم بن رہی ہے۔ خداوند تعالےٰ نے جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو سب سے پہلے عام طور پر اس کے اسباب اس دنیا میں پیدا کرتا ہے (اذا اراد اللہ شیئاً ھیّأ اسبابہٗ) یعنے جب خدا کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ ٹھیک اسی سنت الٰہی کے مطابق اس وقت بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ ایک طرف تو حضور ملک معظم قیصر ہند کے جشن تاج پوشی کا غلغلہ بلند ہوا۔ اور دوسری طرف ہماری قوم کے پرنس ہز ہائینس سر آغا خان بالقابہ نے اسلامی یونیورسٹی کی تکمیل کا ارادہ کر کے کم سے کم بیس لاکھ روپیہ کے فراہم کرنے کیلئے تمام ہندوستان میں بذات خود سفر کرنا شروع کر دیا۔ جس سے تمام مسلمانان ہندوستان کے دلوں میں وہ روح چمک اٹھی جس کے دیکھنے کا شوق ہر ایک قوم کے بہی خواہ کے دل میں تھا۔ اور جسکے دیکھنے کی آرزو مرحوم سر سید افسوس ہے کہ اپنے ساتھ لیگئے۔ میرے عزیزو بزرگو! اب صرف کام کا وقت ہے۔ اٹھو اور اس ارادۂ الٰہی کو پورا کر کے دنیا کو دکھا دو کہ تم میں وہی روح ابتک باقی ہے جو تمہارے اسلاف میں تمہارے مقدس دین اسلام نے ودیعت کی تھی۔ اور ان قوموں کو جو آج دنیا میں زندگی کا دعوےٰ کرتی ہیں۔ اپنے طریق عمل سے یہ سمجھا دو کہ حجازی رسول (ارواحنا فداہ) کی پاک اور روحانی تعلیم جو ہر ایک مسلمان کے دل میں ہے۔ کس طرح مشکل سے مشکل کاموں کو آسان کر دیتی ہے۔

میرے بھائیو! میری آخری عمر کی صرف ایک بڑی تمنا یہ ہے کہ اب تم میں سے ہر ایک شخص اپنا یہ فرض سمجھ کر کہ اسلامی یونیورسٹی کو اسے تکمیل کرتا ہے اپنی پوری کوشش چندہ کی فراہمی میں صرف کرے۔ اور تاجپوشی کے مبارک جشن سے پہلے کم سے کم بیس لاکھ روپیہ فراہم کر کے اپنی قومی زندگی کا عملی ثبوت دیدے۔

ہر کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

خاکسار مشتاق حسین آنریری سکرٹری تکمیل محمڈن یونیورسٹی علیگڈھ
۱۱ فروری ۱۹۱۱ء

ذکر حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام

کبھی کبھی حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض ملفوظات اس عنوان سے الحکم میں درج ہو جاتے ہیں آج ۲۶ فروری ۱۹۱۱ء کو میں الحکم یادداشتیں کو دیکھ رہا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ اس مرتبہ ناظرین کو ذکر حبیب ہی سے خوش کر دوں (ایڈیٹر)

حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی تربیت

ابتدائی ایام میں جبکہ ابھی آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا تھا۔ ایک مرتبہ آپ لودہانہ میں مقیم تھے ایک مولوی صاحب نے آپ سے سوال کیا۔ کہ جس مقام پر آپ پہنچے ہیں۔ وہاں تک پہنچنے میں کس قدر منزلیں سلوک کی آپ نے طے کیں۔ اور ہر ایک منزل پر کیا دیکھا؟ فرمایا۔ اگر کوئی شخص ڈاک گاڑی میں سوار ہو اور کلکتہ سے پشاور پہنچ جاوے۔ اور اس سے پوچھا جاوے۔ کہ راہ میں کونسا قصبہ آیا اور تو نے کیا دیکھا وہ کیا بتائیگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے محض اپنے فضل سے اپنی طرف کھینچ لیا اور ایسے طور پر کھینچ لیا۔ کہ ریاضت اور مشقت سے اتنی جلدی یہ منزل طے نہیں ہو سکتی۔ یہ تو جذبہ الٰہی ہے۔

پھر اس نے پوچھا کہ اس منزل پر پہنچکر آپ کو کیا فائدہ حاصل ہوا فرمایا:۔ میرا ایمان اتنا قوی ہو گیا ہے۔ کہ میں تبلیغ حق میں کسی سے نہیں ڈر سکتا۔

یہ قوت ایمانی کیا ظاہر کرتی ہے؟ یہی کہ آپ مامور من اللہ تھے۔ کیونکہ کسی دوسرے کو یہ قوت نہیں ملسکتی اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ پر توحید کا اتنا غلبہ تھا کہ دوسری تمام ہستیاں فی الواقعہ ہیچ تھیں۔ اور کوئی طاقت اور قوت آپ کے اس جوش تبلیغ کو دبا نہیں سکتی تھی۔ پھر واقعات نے بتایا ہے۔ کہ آپ اس میدان کے کیسے مرد کامل ثابت ہوئے۔ اپنوں نے اور غیروں نے ہر قسم کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی کی کوشش کی۔ مگر آپ کا قدم آگے ہی بڑھتا گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ اور قومی ترقی

ایک مرتبہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے آپ کے حضور جاپان میں تبلیغ اسلام کا سلسلہ چھیڑا۔ ان ایام میں آریہ لوگ ایک مشن جاپان میں بھیجنا چاہتے تھے۔ اور ڈی اے۔ وی۔ کالج میں ایک جماعت جاپانی زبان کے لئے کھولی گئی تھی۔ ان تمام تحریکات کو پیش کر کے عرض کی گئی کہ اگر مناسب ہو تو سلسلہ حقہ کی اشاعت کے لئے جاپان میں تجویز کی جاوے۔ اس پر ایک لمبی تقریر فرمائی جس کے بعض حصے یہ ہیں۔

فرمایا:۔ ہر نبی اور رسول کا آخری زمانہ اس کے سلسلہ کی نصرت کا وقت ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پہلا بہت سا حصہ مصائب اور تکالیف میں گذرا اور فتوحات اور نصرت کا زمانہ آپ کی عمر کا آخری حصہ ہی تھا۔ ہم بھی اپنی عمر کا بہت سا حصہ طے کر چکے ہیں۔ اور زندگی کا کچھ اعتبار نہیں اب خدا کے وعدوں کے پورا ہونے کے دن ہیں ہماری حالت وہ ہے کہ عدالت میں مدت سے کسی کا مقدمہ پیش ہے۔ اور اب فیصلہ کے دن قریب ہیں۔ ہمیں مناسب نہیں کہ اور طرف توجہ کر کے اس فیصلہ میں گڑبڑ ڈالدیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس فیصلہ کو دیکھ لیں۔ اس ملک میں جو جماعت طیار ہوئی ہے۔ ابھی تک وہ بہت ہی کمزور ہے۔ بعض ذرا سے ابتلا سے ڈر جاتے ہیں اور لوگوں کے سامنے انکار کر دیتے ہیں۔

فرمایا:۔ فی الحال موجودہ معاملات میں ہی توجہ اور دعا کی بہت ضرورت ہے۔ اور ہم خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ کہ معاملہ ڈور جا بنوالا نہیں ایسے معاملات میں آریوں کے ساتھ ہماری کوئی مناسبت نہیں ہو سکتی۔ وہ قوم کو ٹھہرانا چاہتے ہیں اور

ہم دنیا میں تقویٰ اور نیکی کو قائم کرنا چاہتے ہیں

اگر ہم آریوں کی نقل کرنا چاہیں تو انکی پیروی ہمارے لئے منحوس ہوگی۔ اور ہم مسیحی کہلانے والے گویا وہی ٹھیریں گے۔ اگر خدا تعالیٰ نے جاپانی قوم میں کسی تحریک کی ضرورت سمجھی گا۔ تو خود ہم کو اطلاع دیگا۔ عوام کے واسطے امور پیش آمدہ میں استخارہ ہوتا ہے اور ہمارے واسطے نہیں۔ جب تک پہلے سے خدا تعالیٰ کا منشا نہو ہم کسی امر کیطرف توجہ کر ہی نہیں سکتے۔ ہمارا دارو مدار خدا تعالیٰ کے حکم پر ہے انسان کی اپنی کی ہوئی بات میں اکثر ناکامی ہی حاصل ہوتی ہے۔ اگر خدا چاہیگا تو اسی ملک میں طالب اسلام پیدا کر دیگا۔ جو خود ہماری توجہ کرالیگا۔ اب آخری زمانہ ہے۔ ہم فیصلہ سننے کے انتظار میں ہیں۔

ہاں سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے

کہ میں اپنی جماعت کے سب لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ دن بہت نازک ہیں۔ خدا سے ہراساں و ترساں رہو۔ ایسا نہ ہو کہ سب کیا ہوا برباد ہو جاوے۔ اگر تم دوسرے لوگوں کی طرح بنوگے۔ تو خدا تم میں اور انمیں کچھ فرق نہ کریگا۔ اور اگر تم خود اپنے اندر نمایاں فرق پیدا نہ کروگے۔ تو پھر خدا بھی تمہارے لئے کچھ فرق نہ رکھیگا۔ عمدہ انسان وہ ہے۔ جو خدا کی مرضی کیموافق چلے۔ ایسا انسان ایک بھی ہو تو اسکی خاطر ضرورت پڑنے پر خدا ساری دنیا کو بھی غرق کر دیتا ہے۔ لیکن اگر ظاہر کچھ اور ہو اور باطن کچھ اور تو ایسا انسان منافق ہے۔ اور منافق کافر سے بدتر ہے۔ سب سے پہلے دلوں کی تطہیر کرو۔ مجھے سب سے زیادہ اسبات کا خوف ہے۔ ہم نہ تلوار سے جیت سکتے ہیں۔ اور نہ کسی اور قوت سے

ہمارا ہتھیار صرف دعا ہے اور دلوں کی پاکیزگی

اگر ہم اپنے آپ کو درست نکریں گے تو ہم سب سے پہلے ہلاک ہونگے اگر خدا نہ چاہے تو جاپان میں کیا رکھا ہے۔ ہاں زبان سیکھنے میں کوئی ہرج نہیں۔ وہ [illegible] ایک [illegible] خدا کا حکم ہو تو بغیر زبان سیکھنے کے آج ہی چل پڑیں [illegible] ہم ایسے معاملات میں کسی مشورہ پر نہیں چلسکتے۔ خدا [illegible] کے قدم بقدم چلنا ہمارا کام ہے۔

رفع القرآن زمان المسیح

۸ [illegible] ۱۹۰[illegible]ء کو [illegible] حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک ترک صاحب نے [illegible] سوالات [illegible] کے ضمن میں فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے [illegible] کہ ایک [illegible] ہی آیا تھا کہ اسوقت قرآن مجید اُٹھایا جائیگا ایک صحابی نے آنحضرت صلعم سے پوچھا تھا کہ قرآن مجید کیسے اُٹھ جاویگا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں تو تجھے عقلمند سمجھتا تھا۔ اس وقت عام حالت جو ہے وہ نظر کر کے دیکھ لو کہ قرآن مجید اُٹھ گیا ہے یا نہیں؟ یہودیوں کی حالت بھی مسیح کے وقت ایسی ہی تھی۔ کہ ان میں قشر التوحید رہ گیا تھا۔ مغز نہیں تھا۔ اب مسلمانوں کی بھی وہی حالت ہو رہی ہے۔ توحید کے بھی مراتب ہوتے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں کہ لا الہ الا اللہ کہدیا اور سمجھ لیا کہ بس توحید کے تمام مراتب طے کر چکے۔ اتنا تو شیطان بھی کہدیتا ہے۔ توحید [illegible] اقرار [illegible] ثابت ہوتا ہے کہ کوئی امر اللہ کے قول [illegible] کے [illegible] اللہ تعالیٰ کی محبت میں فانی ہو جاوے۔

شرک کی دو قسمیں ہیں۔ شرک الجلی اور شرک الخفی۔ شرک الجلی کی مثال عام ہے بت پرستی وغیرہ۔ شرک الخفی یہ ہے کہ انسان کسی مخلوق کی تعظیم اللہ تعالیٰ کیطرح کرے اور اللہ تعالیٰ کیطرح محبت کرے یا خوف کرے یا اس پر توکل کرے غرض کوئی امر جو اللہ تعالیٰ کے لئے جائز اور درست ہے کسی مخلوق کیلئے تجویز کرنا یہ شرک ہے۔ شرک جلی کرنیوالے لوگ بتوں میں قدرت کا ایمان رکھتے ہیں مگر میتوں میں شفاعت کا مرتبہ یقین کرتے ہیں اور انہیں اذن کے ماتحت نہیں سمجھتے۔ پس بڑا بھاری نقص جو اس وقت مسلمانوں میں پیدا ہو گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رفع قرآن ہو گیا۔ وہ یہی ہے کہ توحید ٹھیک درست نہیں رہی اور ایمانی اور عملی حالت بالکل گر گئی ہے۔

توراۃ اور قرآن کریم کی تاثیرات

توراۃ کے ذریعہ کامل طور پر تزکیہ نفوس نہیں ہوا۔ یہودیوں کی سنگدلی اور انکی دوسری بد اخلاقیاں پورے طور پر دور نہیں ہوئیں۔ قرآن مجید نے تزکیہ نفوس کر کے دکھا دیا۔ اور آنحضرت صلعم کے متعلق یہ دعوےٰ قرآن مجید نے کیا و یزکیھم یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کو پاک کرتا ہے۔ اور اسی لئے یہ فرمایا کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یعنے اگر تم چاہتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو جاؤ تو اس کے لئے یہ راہ ہے کہ میری اتباع کرو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الرسل ہیں محض عناد اور حق پوشی ہے کہ آپ کی طرف توجہ نکی جاوے۔ پھر قرآن کریم کی تاثیرات دائمی ہیں۔ ہر زمانہ میں اسکے اثمار اور برکات پائے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ بھی اس غرض کیلئے اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ تاکہ ثابت ہو کہ قرآن مجید کے برکات جاری رہیں۔ کیا توراۃ کے برکات کا کوئی نمونہ اس وقت پایا جاتا ہے؟"

طاعون اور اسکا علاج

ملک میں طاعون پھر شدت سے پھوٹ نکلا ہے۔ مگر افسوس ہے اس پر بھی لوگوں میں وہی غفلت اور بے پرواہی پائی جاتی ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب مرزا بشیر الدین محمود احمد سلمہ الاحد کو اللہ تعالےٰ نے بعض رؤیا اور الہامات کے ذریعہ آگاہ کیا ہے۔ کہ ملک ہی نہیں دنیا کے مختلف حصوں میں خدا تعالےٰ کی یہ قہری تجلی اپنا رنگ دکھانے والی ہے صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ہر چند میں نے ایسی خوابوں کو چھپایا۔ اور صرف بعض اخص احباب کو اُن سے آگاہ کیا اس لئے کہ جو شخص مامور نہ ہو وہ اپنی خوابوں کے اظہار کے لئے مامور نہیں ہوتا۔ تاہم چونکہ اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی طاعون کے متعلق متواتر شایع ہو چکی ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی مسیح موعود کے زمانہ کا اسے نشان قرار دیا ہے۔ اسلئے میں دوستوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالےٰ سے اپنے تعلقات قرب کو مضبوط کریں اور دعاؤں اور استغفار میں لگ جائیں۔ اس مضمون پر ۲۴ فروری ۱۹۱۱ء کے جمعہ میں آپ نے ایک لمبا خطبہ پڑھا۔ اور نہایت درد دل اور اخلاص سے بتایا کہ طاعون کا علاج صرف یہی ہے کہ کثرت کیساتھ اللہ تعالےٰ کی تسبیح کرو۔ اور راتوں کو اٹھ کر قیام کرو۔ اور دعاؤں کے سلسلہ کو لمبا کرو تو وہ اسباب جو عذاب الٰہی کا موجب ہوئے ہیں جاتے رہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوا اور وہ اصل غرض جسکے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے پوری نہ ہو۔ تو پھر اللہ تعالےٰ کو کسی وجود کی حاجت نہیں۔ اس خطبہ کے مضمون کو انشاء اللہ العزیز پھر شایع کیا جائیگا۔

اس وقت میری غرض یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اشتہار کا کچھ حصہ یہاں درج کر دوں۔ جو طاعون کے علاج کے متعلق آپ نے دیا تھا۔ پبلک کا حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ اس کو تازہ کرنے کے لئے اس اعلان کی تجدید ضروری ہے۔ اس لئے امید کیجاتی ہے کہ ناظرین اسے پڑھ کر فائدہ اٹھائیں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے یہاں قادیان میں صدقات اور دعاؤں کیطرف بار بار احباب کو توجہ دلائی ہے اور خدام حضرت نے آپ کے ارشاد کے موافق قربانیوں اور دوسرے طریقوں سے صدقات و خیرات میں حصہ لیا ہے اور لے رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہارات طاعون کے بعض حصے یہاں درج کر دوں ناظرین دیکھ لیں گے کہ ۱۸۹۸ء میں ایسے وقت جبکہ طاعون پنجاب میں نہ تھا۔ یہ اعلان کیا گیا اور پھر جس شدت اور خوفناک طریق سے اللہ تعالےٰ کی اس قہری تجلی نے اپنا دامن دراز کیا اس کی داستان نہایت درد انگیز اور طول ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو محفوظ رکھے۔ اس اشتہار پر ہنسی کی گئی۔ اور ٹھٹھے اڑائے گئے۔ لیکن آخر خدا تعالےٰ کا زبردست ہاتھ سب پر غالب آیا۔ اس اشتہار کی صداقت آج بھی ویسی ہی [illegible] ہے۔ [illegible]

اور فائدہ کے لئے میں یہاں ایک ترتیب کے نیچے اس کے حصص کو درج کرتا ہوں۔

طاعون کے متعلق رؤیا۔ اور الہام

اور ایک ضروری امر ہے جسکے لکھنے پر میرے جوش ہمدردی نے مجھے آمادہ کیا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ جو لوگ روحانیت سے بے بہرہ ہیں اس کو ہنسی اور ٹھٹھے سے دیکھیں گے مگر میرا فرض ہے کہ میں اس کو نوع انسان کی ہمدردی کے لئے ظاہر کروں اور وہ یہ ہے کہ آج جو ۶ فروری ۱۸۹۸ء روز یکشنبہ ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالےٰ کے ملایک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ "یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے"۔ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آیندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا۔ یا یہ کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلیگا لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا جو میں نے دیکھا۔ اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارے میں الہام بھی ہوا۔ اور وہ یہ ہے۔ ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم۔ انہ اوی القریۃ۔ یعنے جب تک دلوں کی وباء معصیت دور نہ ہو تب تک ظاہری وباء بھی دور نہ ہوگی۔ اور درحقیقت دیکھا جاتا ہے کہ ملک میں بدکاری کثرت سے پھیل گئی ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی محبت ٹھنڈی ہو کر ہوا و ہوس کا ایک طوفان برپا ہو رہا ہے۔ اکثر دلوں سے اللہ جلشانہ کا خوف اُٹھ گیا ہے۔ اور وباؤں کو ایک معمولی تکلیف سمجھا گیا ہے۔ جو انسانی تدبیروں سے دور ہو سکتی ہے۔ ہر ایک قسم کے گناہ بڑی دلیری سے ہو رہے ہیں اور قوموں کا ہم ذکر نہیں کرتے۔ وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں ان میں سے جو غریب اور مفلس ہیں اکثر ان میں سے چوری اور خیانت اور حرام خوری میں نہایت دلیر پائے جاتے ہیں۔ جھوٹ بہت بولتے ہیں اور کئی قسم کے خسیس اور مکروہ حرکات ان سے سرزد ہوتے ہیں۔ اور وحشیوں کیطرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ نماز کا تو ذکر کیا کئی کئی دنوں تک منہ بھی نہیں دھوتے اور کپڑے بھی صاف نہیں کرتے۔ اور جو لوگ امیر اور رئیس اور نواب یا بڑے بڑے تاجر اور زمیندار اور ٹھیکیدار اور دولت مند ہیں۔ وہ اکثر عیاشیوں میں مشغول ہیں اور شراب خوری اور زنا کاری اور بداخلاقی اور فضول خرچی ان کی عادت ہے۔ اور صرف نام کے مسلمان ہیں اور دینی امور میں اور دین کی ہمدردی میں سخت لاپرواہ پائے جاتے ہیں۔

اصل علاج طاعون

اب چونکہ اس الہام سے جو ابھی میں نے لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقدیر معلق ہے۔ اور توبہ اور استغفار اور نیک عملوں اور ترک معصیت اور صدقات اور خیرات اور پاک تبدیلی سے دور ہو سکتی ہے۔ لہٰذا تمام بندگان خدا کو اطلاع دیجاتی ہے کہ سچے دل سے نیک چلنی اختیار کریں اور بھلائی میں مشغول ہوں اور ظلم اور بدکاری کے تمام طریقوں کو چھوڑ دیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ سچے دل سے خدا تعالےٰ کے احکام بجا لاویں۔ نماز کے پابند ہوں ہر ایک فسق و فجور سے پرہیز کریں۔ توبہ کریں۔ اور نیک بختی اور خدا ترسی اور اللہ تعالےٰ کے ذکر میں مشغول ہوں۔ غریبوں اور ہمسایوں اور یتیموں اور بیواؤں اور مسافروں اور درماندوں کے ساتھ نیک سلوک کریں اور صدقہ اور خیرات دیں اور جماعت کیساتھ نماز پڑھیں۔ اور نماز میں اس بلاء سے محفوظ رہنے کیلئے رو رو کر دعا کریں۔ پچھلی رات اٹھیں اور نماز میں دعائیں کریں۔ غرض ہر ایک قسم کے نیک کام بجا لائیں اور ہر قسم کے ظلم سے بچیں اور اس خدا سے ڈریں کہ جو اپنے غضب سے ایکدم میں ہی دنیا کو ہلاک کر سکتا ہے۔ میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ یہ تقدیر ایسی ہے کہ جو دعا اور صدقات اور خیرات اور اعمال صالحہ اور توبہ نصوح سے ٹلسکتی ہے۔ اس لئے میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ میں عام لوگوں اس سے اطلاع دوں۔ یہ بھی مناسب ہے کہ جو کچھ اس بارے گورنمنٹ کیطرف سے ہدائتیں شایع ہوئی ہیں۔ خواہ نخواہ ان کو بدظنی سے نہ دیکھیں بلکہ گورنمنٹ کو اس کاروبار میں مدد دیں۔ اور اس کے شکر گذار رہیں۔ کیونکہ سچ یہی ہے کہ یہ تمام ہدائتیں محض رعایا کے فایدے کے لئے تجویز ہوئی ہیں۔ اور ایک قسم کی مدد بھی ہے کہ نیک چلنی اور نیک بختی اختیار کر کے اس بلا سے دور کرنے کیلئے خدا تعالےٰ سے دعائیں کریں تا یہ بلا رک جائے یا اس حد تک نہ پہنچ کر اس ملک کو فنا کر دیوے۔ یاد رکھو کہ سخت خطرہ کے دن ہیں اور بلا دروازے پر ہے۔ نیکی اختیار کرو۔ اور نیک کام بجا لاؤ۔ خدا تعالےٰ بہت حلیم ہے۔ لیکن اسکا غضب بھی کھا جانیوالی آگ ہے۔ اور نیک کو خدا تعالےٰ ضایع نہیں کرتا۔ ما یفعل اللّٰہ بعذابکم ان شکرتم و اٰمنتم۔

بترسید از خدائے بے نیاز و سخت قہارے — نہ پندارم کہ بد بیند خداترسی نکوکارے
مرا باور نمی آید کہ رسوا گردد آں مردے — کہ می ترسد ازاں یکتے کہ غفار ست و ستارے
گر آں چیزے کہ می بینم عزیزاں نیز دیدندے — ز دنیا توبہ کردندے بچشم زار و خونبارے
خور تاباں سیہ گشت است از بدکاری مردم — زمیں طاعوں ہمی آرد پئے تخویف و انذارے
بہ تشویش قیامت ماند ایں تشویش گر بینی — علاجے نیست بہر دفع آں جز حسن کردارے
نشاید تافتن سر زاں جناب عزت و غیرت — کہ گر خواہد کشد در یکدمے چوں کرم بیکارے
من از ہمدردی گفتم تو خود ہم فکر کن بارے — خرد از بہر ایں روز است اے دانا و ہشیارے

طاعون کے ضمنی علاج

واضح رہے کہ اس مرض کی اصل حقیقت ابھی تک کامل طور پر معلوم نہیں ہوئی اسلئے اسکی تدابیر اور معالجات میں بھی ابتک کوئی کامیابی معلوم نہیں ہوئی مجھے ایک روحانی طریق سے معلوم ہوا ہے کہ اس مرض اور مرض خارش کا مادہ ایک ہے اور میں گمان کرتا ہوں کہ غالباً یہ بات صحیح ہوگی۔ کیونکہ مرض جرب یعنے خارش میں ایسی دوائیں مفید پڑتی ہیں جن میں کچھ پارہ کا جزو ہو یا گندھک کی آمیزش ہو۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی دوائیں اس مرض کیلئے بھی مفید ہو سکیں اور جبکہ دونوں مرضوں کا مادہ ایک ہے تو کچھ تعجب نہیں کہ خارش کے پیدا ہونے میں اس مرض میں کمی ہو جائے۔ یہ روحانی قواعد [illegible]

حاشیہ: یہ فقرہ کہ انہ اوی القریۃ ساتھ اس کے معنے سمجھ نہیں آئے کہ اور رؤیا مکالمہ وباء پر دلالت کرتی ہے۔ مگر بطور تقدیر معلق۔ منہ

ایک راز ہے۔ جس سے میں نے فائدہ اُٹھایا ہے۔ اگر تجربہ کرنیوالے اس امر کیطرف توجہ کریں اور ٹیکا لگانیوالوں کیطرح بطور حفظ ماتقدم ایسے ملک کے لوگوں میں جو خطرہ طاعون میں ہوں خارش کی مرض پھیلاویں۔ تو میرے گمان میں ہے کہ وہ مادہ اس راہ سے تحلیل پا جائے۔ اور طاعون سے امن رہے۔ مگر حکومت اور ڈاکٹروں کی توجہ بھی خدا تعالےٰ کے ارادے پر موقوف ہے۔ میں نے محض ہمدردی کی راہ سے اس امر کو لکھدیا ہے۔ کیونکہ میرے دل میں یہ خیال ایسے زور کیساتھ پیدا ہوا جس کو میں روک نہیں سکا۔

مرہم عیسیٰ

مرہم عیسیٰ کا استعمال بھی اس کے علاج میں داخل ہے یہ مرہم عیسےٰ۔ حضرت عیسےٰ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ اور اس میں ابتک وہ تاثیر زخموں اور پھوڑوں کے اچھا کرنے کی باقی ہے۔ اور یہ مرہم طاعون کو بہت فائدہ کرتی ہے اور طریق استعمال یہ ہے کہ ان مقامات پر اس کی مالش کیجائی جہاں اکثر طاعون کا دانہ نکلتا ہے۔ جیسا کہ کانوں کے آگے اور گردن کے نیچے اور بغلوں کے اندر اور کنج ران۔ اور ماسوا اس کے جدوار کی سرکہ کیسا گولیاں بناکر چہ رتی کے قریب ہر روز وہ گولیاں چباچبا کیساتھ کھایا کریں۔ اور سپرٹ کیمفر اور کلوروفارم اور وائنم اپیکاک باہم ملاکر جو ۲۰-۲۵ قطرہ سے زیادہ نہ ہو۔ سات تولہ اس میں پانی ڈالدیں۔ اور یاقوت رمّانی کی اس دوا کے ساتھ جسکا نام ہمنے تریاق رکھا ہے۔ تین وقت صبح دوپہر شام استعمال کریں۔ اور اگر تریاق الٰہی مل نہ سکے تو صرف ان عرقیات کو طریق مذکورہ بالا کے ساتھ پی لینا اور جدوار کی گولیاں بھی کھاتے رہنا انشاءاللہ تعالیٰ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اور بچے جن کی عمر دس بارہ سال تک ہے ان کے لئے تین تین قطرے کافی ہے۔

صفائی کی ہدایات

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ۔ یعنے خدا توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور ان کو بھی دوست رکھتا ہے جو جسمانی طہارت کے پابند رہتے ہیں۔ سو التوابین کے لفظ سے خدا تعالےٰ نے باطنی طہارت اور پاکیزگی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور متطہرین کے لفظ سے ظاہری طہارۃ اور پاکیزگی کی ترغیب دی۔ اور اس آیت سے یہ مطلب نہیں کہ صرف ایسے شخص کو خدا تعالیٰ دوست رکھتا ہے کہ محض ظاہری پاکیزگی کا پابند ہو۔ بلکہ توابین کے لفظ کو ساتھ ملاکر بیان فرمایا۔ تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ خدا تعالےٰ کی اپنے بندوں کے لئے اکمل اور اتم محبت جس سے قیامت میں نجات ہوگی اسی سے وابستہ ہے کہ انسان علاوہ ظاہری پاکیزگی کے خدا تعالیٰ کی طرف سچا رجوع کرے۔ لیکن محض ظاہری پاکیزگی کی رعایت رکھنے والا دنیا میں اس رعایت کا فائدہ صرف اس قدر اُٹھا سکتا ہے کہ بہت سے جسمانی امراض سے محفوظ رہے اور اگر چہ وہ خدا تعالےٰ کی اعلیٰ درجہ کی محبت کا نتیجہ نہیں دیکھ سکتا مگر چونکہ اس نے تھوڑا سا کام خدا تعالےٰ کے منشاء کے موافق کیا ہے یعنے اپنے گھر اور بدن اور کپڑوں کو ناپاکیوں سے پاک رکھا ہے۔ اس لئے اس قدر نتیجہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ جسمانی بلاؤں سے بچالیا جاوے۔ بجز اس صورت کے کہ وہ کثرت گناہوں کی وجہ سے سزا کے لائق ٹھہر گیا ہو کیونکہ اس صورت میں اسکے لئے یہ حالت بھی خدا تعالےٰ میسر نہیں کریگا کہ وہ ظاہری پاکیزگی کو کما حقّہٗ بجا لاکر اس کے نتایج سے فایدہ اُٹھا سکے۔ غرض بموجب وعدہ الٰہی کے محبت کے لفظ میں سے ایک خفیف ادرا دنےٰ سے حصہ کا وارث وہ دشمن بھی دنیا کی زندگی میں ہوجاتا ہے جو ظاہری پاکیزگی کے لئے کوشش کرتا ہو۔ جیسا کہ تجربہ سے رو سے یہ مشاہدہ بھی ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنے گھروں کو خوب صاف رکھتے ہیں اور بدررؤں کو گندہ نہیں ہونے دیتے اور اپنے کپڑوں کو دہوتے رہتے ہیں اور خلال کرتے اور مسواک کرتے اور بدن پاک رکھتے ہیں اور بدبو اور عفونت سے پرہیز کرتے ہیں۔ وہ اکثر خطرناک وبائی بیماریوں سے بچے رہتے ہیں۔ پس گویا وہ اس طرح یحب المتطہرین کے وعدہ سے فایدہ اُٹھالیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ طہارت ظاہری کی پرواہ نہیں رکھتے آخر کبھی نہ کبھی وہ پیچ میں پھنس جاتے ہیں۔ اور خطرناک بیماریاں ان کو آپکڑتی ہیں۔

اگر قرآن کو غور سے پڑھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ خدا تعالےٰ کے بے انتہا رحم نے یہی چاہا ہے کہ انسان باطنی پاکیزگی اختیار کرکے روحانی عذاب سے نجات پاوے اور ظاہری پاکیزگی اختیار کرکے دنیا کے جہنم سے بچا رہے جو طرح طرح کی بیماریوں اور وباؤں کی شکل میں نمودار ہوجاتا ہے۔ اور اس سلسلہ کو قرآن شریف میں اول سے آخر تک بیان فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ مثلاً یہی آیت اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ صاف بتلا رہی ہے کہ توابین سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو باطنی پاکیزگی کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ اور متطہرین سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو ظاہری اور جسمانی پاکیزگی کے لئے جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔ ایسا ہی ایک دوسری جگہ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ یعنے پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ اور پاک عمل کرو اس آیت میں حکم جسمانی صلاحیت کے انتظام کے لئے ہے جس کے لئے کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ کا ارشاد ہے۔ اور دوسرا حکم روحانی صلاحیت کے انتظام کے لئے ہے۔ جسکے لئے وَاعْمَلُوْا صَالِحًا کا ارشاد ہے۔ اور ان دونوں کے مقابلہ سے ہمیں یہ دلیل ملتی ہے کہ بدکاروں کے لئے عالم آخرت کی سزا ضروری ہے۔ کیونکہ جبکہ ہم دنیا میں جسمانی پاکیزگی کے قواعد کو ترک کرکے فی الفور کسی بلا میں گرفتار ہوجاتے ہیں۔ اس لئے یہ امر بھی یقینی ہے۔ کہ اگر ہم روحانی پاکیزگی کے اصول کو ترک کریں گے تو اسی طرح موت کے بعد بھی کوئی عذاب مولم ضرور ہمپر وارد ہوگا۔ جو وباکی طرح ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہوگا[1]۔

چنانچہ یہی طاعون اس بات کی گواہ ہے کہ جن شہروں اور گھروں میں جسمانی پاکیزگی کی ایسی رعایت نہیں کی گئی جیسی کہ چاہیئے تھی۔ آخر وبا نے ان کو پکڑ لیا۔ اگرچہ یہ عفونتی اجرام کم و بیش وقت بروقت موجود تھے۔ لیکن وہ اندازہ غلیان سمیت کا پہلے دنوں اکٹھا نہیں تھا۔ اور بعد میں اور اسباب کے ذریعہ سے پیدا ہوگیا یہ کس قدر مشکل بات ہے کہ جبکہ ہم جسمانی ناپاکی اور عفونت مہلکہ کا کوئی اندازہ قایم نہیں کرسکتے۔ جب تک وہ خود ہمپر وارد نہ ہو جائے پس کیونکر روحانی سمیت کا ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کب اور ہمیں ہلاک کرسکتی ہے۔ لہٰذا ہمیں لازم ہے کہ لاپرواہی اور غفلت سے زندگی بسر نہ کریں۔ اور دعا میں لگے رہیں۔ خدا سے اسکا فضل مانگنا اور دعا میں لگے رہنا اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں۔ یہی ایک راہ ہے جو نہایت ضروری اور واجب طریق ہے اسی وجہ سے قرآن شریف میں عذاب سے بچنے کے لئے دعا ہمیں سکھائی گئی ہے۔ اور وہ دعا سورہ فاتحہ کی دعا ہے۔ جو پنج وقت نماز میں پڑہی جاتی ہے۔ یہ دونوں قسم کے عذابوں سے بچنے کے لئے دعا ہے۔ کیونکہ آخری فقرہ دعا کا یہ ہے کہ "یا الٰہی ان لوگوں کی راہ سے بچا جن میں طاعون پھوٹی تھی"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا اس لئے ہے کہ تا ہم دنیا کے جہنم اور آخرت کے جہنم دونوں سے بچائے جائیں۔ لہٰذا میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص یہ دعا یعنے سورۃ فاتحہ دفع طاعون کے لئے اخلاص سے نماز میں پڑہتا رہے۔ تو خدا اس کو اس بلاء سے اور اس کے بدنتائج سے بچائیگا۔

آخری بات

اور ہم اس وقت تمام مسلمانوں کو اس امر کیطرف توجہ دلاتے ہیں کہ اب وہ یقینی طور پر یہ نہ سمجھ لیں کہ طاعون دور ہوگئی۔ اور اس خیال سے پھر غفلت اور گناہ اور معصیت کیطرف جھک نہ جائیں۔ کیونکہ جیسا کہ ہم اپنے پہلے اشتہار میں شایع کرچکے ہیں۔ ابھی ہم خطرات کے حدود سے باہر نہیں آئے جب تک دو جاڑے کے موسم خیر سے نہ گذر جائیں اور اس ملک کے کسی حصہ میں کوئی واردات کا نمونہ پایا نہ جائے اس وقت تک اندیشہ دامنگیر ہے۔ سو اگرچہ طبابت کی تدبیریں نہایت عمدہ چیزیں ہیں۔ اور جو کچھ ہمارے گورنمنٹ نے ہدایتیں پیش کی ہیں وہ قابل شکر و غمخواری ہیں۔ مگر تاہم تمام فلاح اور نجات کا مدار انہی تدابیر کو نہ سمجھو۔ **اپنے خدائے رحیم و کریم سے بھی صلح کرو** دیکھو کسقدر ملک میں گناہ اور فریب اور جھوٹھ اور ظلم اور حق تلفی اور بدکاری پھیل گئی ہے۔ یہ وہی معاصی ہیں۔ جن کی وجہ سے پہلی قومیں بھی ہلاک ہوتی رہی ہیں۔ سو اس غیور خدا سے ڈرو۔ جس کی غیرت ہمیشہ بدکاروں کو ہمیشہ نابود کرتی رہی ہے۔ اگر خداوند ذوالجلال سے خوف کروگے۔ اور اپنے دلوں میں اس کی عظمت بٹھالوگے تو وہ تمہیں ضایع ہونے سے بچالیگا۔ اور تم اور تمہاری اولاد بچ جائے گی اور خدا کا رحم تمہارا حامی ہوگا۔ اور ویسے اسباب پیدا کردیگا جن سے یہ [illegible] ہو جائیگا۔ اور اگر دنیا میں [illegible] خدا تعالےٰ [illegible] ترک کروگے۔ اور گناہوں سے باز نہیں آؤگے [illegible] کہ تمہاری تمام تدبیر [illegible]

نوٹ [1] اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کفارہ کچھ چیز نہیں [illegible] ہم اپنی جسمانی بد طریقوں [illegible] [illegible] قواعد کی پابندی [illegible]

نہیں بگڑے۔ کہ تمہیں معلوم نہ ہو۔ دیکھو یہود میں جب طاعون مصر اور کنعان کی راہ میں آئی تو لوگ اس وقت جنگل میں رہتے اور شہر کی عفونتوں سے بالکل الگ تھے۔ ترنجبین اور بٹیر ان کی غذا تھی۔ وہ یقین کر رہے تھے کہ اب کوئی بلا ہم پر نہیں آئے گی۔ مگر جب انہوں نے نافرمانی شروع کی اور فسق اور فجور میں مبتلا ہوئے۔ تو وہی ترنجبین اور بٹیر طاعون کا موجب ہو گئے یہ ایک باریک بھید خدا کی حکمتوں کا ہے کیونکہ اللہ جلشانہٗ جانتا تھا کہ یہ قوم عنقریب سرکشی اختیار کرے گی۔ اس لئے ان کے لئے دنوں کی غذا ترنجبین اور بٹیر مقرر کیا گیا۔ یہ دونوں چیزیں طب کے قواعد کے رو سے بالخاصیت طاعون پیدا کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے طبیب لوگ امراض جلدیہ میں جہاں پھوڑے اور پھنسیوں کی بیماریاں ہوں۔ ترنجبین سے پرہیز کرواتے ہیں۔ بدبخت یہود ایک طرف تو ارتکاب جرائم کر رہے تھے۔ اور دوسری طرف دن رات بٹیر اور ترنجبین کھا کر طاعون کا مادہ اپنے اندر جمع کر لیا۔ جب ان کے مواخذہ کا وقت آیا تو ایک طرف تو جرائم انتہاء کو پہنچ چکے تھے سزا کو چاہتے تھے۔ اور دوسری طرف طاعونی مادہ بٹیر اور ترنجبین کے استعمال سے اسقدر ان کے اندر جمع ہو گیا تھا کہ اب وہ تقاضا کرتا تھا کہ انہیں طاعون ہو جائے۔ سو اس ایک ہی رات میں جب یہودیوں کے لئے آسمان سے سزا کا حکم نازل ہوا۔ ساتھ اس کے مادہ طاعون کو بھی جو طیار بیٹھا تھا یہ حکم آیا کہ ہاں اب نکل اور اس شریر قوم کو ہلاک کر۔ تب وہ اسی جنگل میں کتوں کی طرح مرے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ان لوگوں کا بھی یہی حال ہو گا۔ کہ جو ہر ایک قسم کی زناکاری اور چوری اور خونریزی اور مال حرام کھانے اور نوع انسان کے دکھ دینے میں درندوں کی طرح دلیری سے قدم رکھتے ہیں۔ نہ خدا تعالیٰ کے حدود اور قوانین سے ڈرتے ہیں اور نہ گورنمنٹ کے مقرر کردہ قانون سے ان کو خوف ہے یہی بات تھی جو میرے پہلے اشتہار میں بطور الہام طاعون کے بارے میں مجھے معلوم ہوئی تھی اور وہ یہ ہے کہ ان اللہ

لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم انہ اوی القریۃ

یعنے خدا تعالیٰ اس نیکی یا بدی کو جو کسی قوم کے شامل حال ہے۔ دور نہیں کرتا۔ جب تک وہ قوم ان باتوں کو اپنے سے دور نہ کرے۔ جو اس کے دل میں ہیں۔ اس خدا نے اس قریہ کو جو اس کے علم میں ہے انتشار سے محفوظ رکھا۔"

تربیت گاہ اسلام

اشاعت اور حفاظت اسلام کے لئے صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ مصر میں بھی ایک زبردست تحریک ہو رہی ہے اور چونکہ مصر میں اور بلاد شام میں پادریوں کا فتنہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ اس لئے قدرت نے مسلمانوں کو اس ضرورت کے احساس کا موقعہ دیا ہے۔ کئی سال گذرتے ہیں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں بحیات عنصری موجود تھے۔ تو مصر کے ایک شیخ حبیب اللہ نام نے ایک خاص شکرگزاری کا عریضہ حضرت کی خدمت میں لکھا تھا۔ جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس علم کلام سے فائدہ اوٹھایا تھا۔ جو عیسائی فتنہ کے پاش پاش کرنے کیلئے ایک کاری اور زبردست حربہ ہے اب اخبارات مصر سے معلوم ہوا ہے کہ مفتی محمد عبدہ مفتی دیار مصریہ مرحوم کے نامور شاگرد سید محمد رشید رضا ایک تربیت گاہ اسلام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جسکا نام دار العلم والارشاد ہو گا اس کے ذریعہ وہ ایسے نوجوان پیدا کرنا چاہتے ہیں جو اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کریں۔ اور اشاعت اسلام کا کام کریں اس تربیت گاہ کے متعلق اخبار وکیل میں جو نوٹ نکلا ہے وہ نیچے درج ہے۔ ہم نے اس نوٹ کو بھی اس لئے درج کیا ہے تا احمدی جماعت کو معلوم ہو کہ سلسلہ عالیہ کی اشاعت اور تبلیغ کیلئے کس طرح میدان صاف ہو رہا ہے جو مقصد مصری لوگ دار العلم والارشاد کے ذریعہ پورا کرنا چاہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو مدرسہ احمدیہ قادیان اس مقصد کے لئے بہترین طالب علم پیدا کریگا۔ لیکن ممالک اسلامیہ میں جا کر تبلیغ کرنے کے لئے سردست ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو مصر اور دوسرے بلاد میں جا کر عربی زبان کی تکمیل کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسقدر لٹریچر اپنی تصنیفات میں درج کر گئے ہیں کہ ایک شخص ان کو اپنا خضر راہ بنا کر اخلاص اور توجہ سے اگر کام لے تو ملل باطلہ کو ہلاک کر سکتا ہے۔ مدرسہ احمدیہ مسلمانوں کی اس ضرورت کو انشاء اللہ العزیز پورا کرے گا۔ اس وقت ضرورت ہے کہ ہماری جماعت اس مدرسہ کے فنڈز کو مضبوط کرے اور اپنے بچوں کو اس مدرسہ میں بھیجے تاکہ وہ خدمت اسلام کے لئے طیار ہو سکیں۔ اس سے بہتر کوئی خدمت اسلام کی آج نہیں ہے

وہ نوٹ یہ ہے:۔

علامہ سید محمد رشید رضا کی جو مصر کے مفتی اعظم حضرت شیخ محمد عبدہ مرحوم کے نامور شاگرد اور شہرہ آفاق اسلامی مصلح ہیں۔ خواہش ہے کہ ایک عظیم الشان مرکزی تربیت گاہ اس غرض سے قائم ہو کہ علم و عمل دونوں حیثیت سے اس میں حقیقی اسلام کی تعلیم دیجائے اور اس کے تعلیم یافتہ تمام دنیا میں اشاعت اسلام کے فرائض ادا کریں۔ اور ہر ایک ملک میں پھیل کر اسلامی روح پھیلائیں۔ اس غرض کے لئے انہوں نے سلطنت عثمانیہ سے سلسلہ جنبانی کی تھی اور پچھلے سال (۱۹۱۱ء) اسی مقصد کے لئے برس دن تک قسطنطنیہ ہی میں مقیم رہے۔ ترکی سلطنت نے یہ تجویز منظور کرلی چنانچہ اس کے ابتدائی مصارف کیلئے اس سال پانچ ہزار پونڈ (۷۵ ہزار روپئے) کی رقم تجویز ہوئی ہے۔ مگر شرط یہ کی ہے کہ اس تربیت گاہ کی زبان ترکی ہو۔ اسکا نام انجمن علم و ارشاد ہو اور شیخ الاسلام کے ماتحت رہے۔ علامہ ممدوح نے تینوں شرطیں نامنظور کر دیں اس لئے کہ وہ اس تربیت گاہ کو سرکاری دباؤ سے آزاد رکھنا چاہتے ہیں۔ اور چونکہ یہ تمام دنیا کی مشترک تعلیمی مجلس ہو گی اس کی تعلیم عربی زبان میں ہونی چاہیئے۔ اور عربی ہی نام بھی ہونا ہے اور یورپ کے شبہات پین اسلام ازم سے بچانے کے لئے عثمانی حکومت کی ماتحتی بھی ناموزون ہے علامہ ممدوح آجکل مصر میں اس تجویز کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ اور سرمایہ بھی جمع ہو رہا ہے۔ اسکا نام دار العلم والارشاد ہو گا۔

دور الضعفاء

اسی اخبار میں حضرت میر ناصر نواب صاحب قبلہ قافلہ سالار [illegible] غرباء کا مضمون شائع کیا گیا ہے۔ حضرت میر ناصر صاحب کی توجہ آجکل بڑے زور کے ساتھ اس طرف ہو رہی ہے کہ ان بیکس ضعفاء کے لئے چند مکانات مختصر سے بنا دیئے جاویں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آستانہ پر پڑے ہوئے ہیں۔ اور مکانوں کے نہ ہونے کی وجہ سے سخت تکالیف برداشت کر رہے ہیں۔ میر صاحب نے اس مطلب کیلئے ایک زمین منتخب کی ہے۔ جو بہشتی مقبرہ کے راستہ میں ہے اس جمعہ کو حضرت میر صاحب بعد نماز جمعہ ایک کثیر جماعت کو لیکر وہاں گئے۔ اور دیر تک دعا کی۔ کہ اللہ تعالیٰ اس زمین کو ضعفاء کے مکانات کے لئے حاصل کرنے کے اسباب پیدا کر دے۔ اور پھر اسے مبارک کرے۔ اور رہنے والوں کے لئے موجب برکات ہو۔ ان لوگوں پر بھی خدا کے فضل اور بے شمار برکات ہوں جو اس کے دینے والے ہوں اور ان مکانات کے بنوا دینے میں مدد دیں۔ وہ نظارہ قابل دید تھا۔ دعا کے بعد اکثر احباب نے کچھ چندہ بھی لکھوایا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے ایک مکان بنوا دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ کام کتنا ضروری ہے سردست ۲۲ مکان زیر تجویز ہیں۔ جن پر ۶۵۰۰ ساڑھے چھ ہزار کے قریب خرچ ہو گا گویا ایک مکان پر تین سو روپیہ صرف آئیگا۔

اگر بائیس آدمی ہی ہمت کریں تو یہ مکان بن سکتے ہیں تین مکانوں کے لئے تو انتظام ہو چکا ہے۔ اب صرف ۱۹ مکانوں کا انتظام مدنظر ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کر دیگا جو اس کار خیر میں حصہ لیں گے۔ تمام رقوم میر ناصر نواب صاحب قبلہ کے نام آنی چاہئیں۔

اور اس معاملہ میں اس بات کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے کہ رقم تھوڑی ہے یا بہت۔ جو کچھ کوئی دے سکتا ہے دے اور جوش اور انشراح صدر سے دے اللہ تعالیٰ اسے بابرکت کریگا۔ یہ مکانات ایسے غریب لوگوں کے لئے ایک قسم کا صدقہ جاریہ ہوں گے اور ان میں رہنے والے ہمیشہ ان لوگوں کے لئے دعاؤں میں مصروف رہیں گے یہ کام چونکہ اب بہت جلد شروع کرنیکا ارادہ ہے۔ اور خدا کے فضل سے بہت کچھ امیدیں ہیں۔ اس لئے احباب توجہ فرماویں اور جلد اپنے عطیات ارسال کریں۔"

سرپرستان الحکم کا کالم

خدا کا شکر ہے کہ سرپرستان الحکم اپنے فرض کیطرف متوجہ ہیں اور میری حوصلا افزائی کے لئے ہر طرح کوشش کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ الہامات مرزا کے جواب کے لئے جسکا اعلان اسی صفحہ میں دوسری جگہ درج ہے۔ حوصلا افزا خطوط آرہے ہیں اور مفت تقسیم کے لئے بھی تحریک ہو رہی ہے۔ میں تصنیف کے دوسرے کام کو سردست ملتوی کرکے پہلے اسے ختم کرنے کی اللہ سے توفیق چاہتا ہوں۔ ناظرین بھی دعا کریں۔ کیونکہ ساری توفیقیں اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے اول منشی حبیب الرحمان صاحب رئیس حاجی پور کے صاحبزادہ نے پیش قدمی کی ہے۔ انکے بعد (۱) بابو عبد الرزاق صاحب سٹیشن ماسٹر ۱۳ جلدوں کی درخواست بھیجتے ہیں (۲) سکرٹری صاحب انجمن احمدیہ مونگیر ۱۰ جلدیں۔ دوسرے احباب بھی توجہ کریں اور جلد ایک ہزار جلد کی مفت اشاعت کا انتظام کریں سردست کوئی رقم نہیں بھیجنی چاہیئے۔ کتاب پریس میں جانے لگے گی تو اعلان کر دیا جائیگا۔

الحکم کی اشاعت و اعانت میں اس ہفتہ مندرجہ ذیل بزرگوں نے مربیانہ سعی فرمائی۔ (۱) چودہری غلام احمد صاحب انسپکٹر ڈاکخانجات الحکم کے اخص سرپرستوں میں سے ہیں۔ انہوں نے الحکم کی اشاعت میں ہمیشہ خاص انٹرسٹ لیا ہے۔ وہ حضرت خلافت مآب کی صحت کی خوشی میں الحکم کی اعانت میں پانچ روپیہ ادا کرنیکا وعدہ کرنیکے علاوہ تین خریدار بھیجتے ہیں۔ (۲) ایک معزز بزرگ جنکے نام کے اظہار کی اجازت نہیں عنقریب الحکم کے لئے ایک غیر معمولی اعانت کا ارادہ فرماتے ہیں۔ اور عجیب یہی کہ وہ فی الحال بظاہر غیر احمدی سمجھے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ارادہ میں برکت دے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں اپنی تجویز میں کامیاب کیا تو میں امید کرتا ہوں کہ الحکم کی موجودہ مشکلات کا خاتمہ ہو جائیگا یہ خدا ہی کے فضل پر موقوف ہے۔

کیا احمدی بزرگ توجہ کرینگے؟

(۳) منشی اکبر علی خانصاحب از یقہ سے الحکم کی خریداری کی درخواست بھیجتے ہیں (۴) میاں محمد جان لاہور سے جاری کرلتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں یہ ذکر کرنا بھی ناظرین و سرپرستان الحکم کے لئے خوشی کا موجب ہوگا۔ کہ اسی ہفتہ ترجمۃ القرآن کے لئے ایک بہت اچھی طرح کے بزرگ مسلمان نے جو غیر احمدی ہیں۔ اس کی سرپرستی فرمائی ہے اور ایک ہندو بزرگ نے جو آریہ نہیں اسے پسند کرکے باضابطہ اس کی خریداری کی ہے۔

وقت آجائیگا۔ جو اللہ تعالیٰ آپ کے ناچیز خادم کی ان خدمات کو شرف قبولیت بخشے گا۔

اس ہفتہ سید شاہنواز صاحب نے فیروز پور سے الحکم کا اجرا موقوف کیا۔

نشانات مرزا

امرتسری منکر کے رسالہ **الہامات مرزا** کے جواب کا اعلان ہوتے ہی احباب نے مسرت آمیز اور حوصلہ افزا خطوط لکھنے شروع کئے ہیں۔ **شیخ ہاشم علی صاحب** فدائے سلسلہ نے بڑے جوش سے خط لکھا ہے۔ ان کے اور بھی احباب ہر طرح سے مدد دینے کیلئے لکھ رہے ہیں میری رائے میں یہ کتاب مفت تقسیم ہونی چاہیئے مگر ایک سو احباب ایسے نکل آئیں۔ جو اس کی دس دس جلدیں لیکر مفت تقسیم کرنیکا وعدہ کریں تو ایکہزار کاپی مفت شائع ہو سکتی ہے۔ یعنے سردست دو ہزار کاپیاں اس رسالہ کی چھاپنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور میں خدا کے فضل سے یقین رکھتا ہوں۔ کہ یہ رسالہ **اخیر مارچ ۱۹۱۱ء** تک انشاء اللہ شائع ہو جائیگا۔ جو لوگ مفت تقسیم کیلئے طیار ہوں وہ اپنے ناموں سے **اطلاع دیں**۔ کوئی رقم اس مقصد کے لئے سردست میرے پاس نہ بھیجی جائے۔ جس وقت کتاب نصف کے قریب پریس میں جا چکی گی اسوقت میں انشاء اللہ العزیز اعلان کر دونگا۔

اب صرف درخواستیں بھیجنی چاہیئیں۔

الحکم

۷ مارچ ۱۹۱۱ء

نمبر ۹ جلد ۱۵

قادیان دار الامان

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

قادیان دار الامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شایع ہوتا ہے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک و ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا۔

قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے

یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت مومن کی سعادت ہے۔ اور ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ

تلاوت کی اصل غرض عمل ہے

عملی اور اعتقادی قوتوں کا نشوونما اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نہ کرے اور یہ آگاہی

قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے

اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ترجمۃ القرآن شروع کیا گیا ہے اس میں بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں اور اس ترجمہ اور نوٹوں کی

خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجاز قوت کو ظاہر کیا جاوے :-

یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں - اور

عاشق قرآن کریم حضرت مولانا مولوی حافظ نور الدین خلیفۃ المسیح (مدظلہ العالی)

کے درس سے لئے ہوئے نوٹ ہیں۔ آپ کی تحریروں اور ملفوظات اور حضرت مسیح موعود مغفور کی تحریروں ملفوظات و دیگر بزرگان ملت کے ملفوظات کو سے جمع کئے گئے ہیں۔ ان کو آپ نے ابتک نہیں پڑھا۔ تو ضرور پڑھیں۔ اس میں **نور۔ ہدایت** اور **شفا** ہے۔ ہدیہ فی پارہ صرف ایکروپیہ (عہ)

نوٹ سات پارے تیار ہیں ساتوں کے اکٹھے خریدار سے معہ محصولڈاک سات روپیہ (عہ)

دفتر الحکم قادیان ضلع گورداسپور سے طلب کرو:-

میلاد نمبر

ربیع الاول کے مہینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی اور اس طرح آفتاب صداقت کا طلوع اس مہینے میں ہوکر عالم کی رہنمائی اور بہبود کا موجب ہوا۔ اس مہینے میں عموماً میلاد کی محفلیں گرم ہوتی ہیں اور ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دلوں میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔ میں نے اس موقعہ پر مناسب سمجھا ہے کہ الحکم کا ایک معمولی میلاد نمبر شائع کروں۔ اس سے پہلے مجھے تحریک ہوتی تو میں اس نمبر کے لئے خاص اہتمام کرتا اور بڑی نفاست اور خوبی کے ساتھ اسے شائع کرتا۔ آئندہ اگر میری زندگی میں یہ موقعہ آیا تو انشاء اللہ العزیز الحکم کا میلاد نمبر خصوصیت کے ساتھ شائع کیا جاویگا۔ لاہور میں ایک بزرگ عید میلاد منانے کی تجویز اپنے اخبار میں شائع کرتے رہے ہیں۔ دلی سے خواجہ حسن نظامی صاحب رسول نمبر اپنے رسالہ کا شائع کرینگے۔ میری دانست میں آئندہ کل اسلامی اخبارات کو اپنا ایک میلاد نمبر شائع کرنا چاہئے۔ عید نمبر تو نکالے جاتے ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود دنیا کے لئے رحمت اور ہدایت کا موجب ہوا ہے۔ اور آپ نے دنیا میں وہ اصلاح کی ہے جس کی نظیر کبھی قائم نہیں ہوسکتی۔ بہرحال میں نے اس لحاظ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد کے بیان کے لئے یہ ایک موقعہ ہے میں یہ میلاد نمبر شائع کرتا ہوں اور اس ربیع الاول کے مہینے میں ہر نمبر الحکم کا ایسے مضامین کو لیکر شائع ہوگا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ذکر ہو۔ امید ہے کہ ناظرین اس کو دلچسپی سے پڑھینگے۔ اگر کوئی شخص اس سلسلہ میں کوئی مضمون بھیجیگا تو نہایت خوشی سے اسے درج کیا جائیگا۔ وباللہ التوفیق۔ (ایڈیٹر)

اعجاز محمدی

لیکھرام مقتول آریہ کے رنگ میں جو نشان آج کی تاریخ میں ظاہر ہوا تھا۔ (مارچ ۱۸۹۷ء) اس کے متعلق تفصیل کی حاجت نہیں یہ دن یادگار ہے ان اشعار پر غور کرو۔

عجب نوریست در جانِ محمدؐ ۔ عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
ز ظلمت ہا دلے آنگہ شود صاف ۔ کہ گردد از محبانِ محمدؐ
عجب دارم دلِ آں ناکساں را ۔ کہ رو تابند از خوانِ محمدؐ
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم ۔ کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ
خدا زاں سینہ بیزار است صد بار ۔ کہ ہست از کینہ داران محمدؐ
خدا خود سوزد آں کرمِ دنی را ۔ کہ باشد از عدوانِ محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس ۔ بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت ۔ بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ۔ محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ
سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ ۔ دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم ۔ نثارِ روئے تابانِ محمدؐ

مجلس مولود پر فتویٰ

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

مولود کی مجلسوں اور محفلوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا تھا آپ نے اس کا جو جواب دیا اس کو یہاں درج کرنا زیادہ مفید ہوگا (ایڈیٹر)

میرا اس میں یہ مذہب ہے کہ مصالح اعلاء کلمۂ اسلام تذکرہ نبوی کی نیت سے کوئی ایسا جلسہ کیا جائے کہ جس میں سوانح مقدسہ نبویہ کا ذکر ہو اور نہایت خوبی اور صحت و بلاغت سے اس تقریر کو سنا جائے کہ کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور کس طرح بے سامانی کی حالت میں تمام قوموں کا جور و جفا اٹھا کر بفضلہ تعالیٰ کامیاب ہوگئے اور کیسی خدا تعالیٰ نے اپنے اس مقبول بندے کی وقتاً فوقتاً تائیدیں کیں۔ اور آخر کس طور سے اس دین کو مشارق و مغارب میں پھیلا دیا۔ اور اس تقریر میں ہر ایک محل میں کچھ کچھ نظم بھی ہو۔ اور پُر درد اور موثر بیان ہو اور درمیان میں کثرت درود شریف کی سامعین کی طرف سے ہو اور کوئی عملِ بدعت درمیان نہ ہو تو ایسا جلسہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ میری نظر میں موجب ثواب عظیم ہے۔ کیونکہ اس میں یہ نیت کی گئی ہے کہ تا سوانحہ مقدسہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تازہ طور پر لوگوں کو سنائے جائیں اور مشتاقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھا دی جائے اور لوگوں کو عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حرکت دیجائے اور نادانوں پر عظمت اس انسان کامل اور مرد فانی فی اللہ کی کھول دیجائے۔ جسنے دنیا میں تنہا آکر اور تمام دنیا کو شرک اور غفلت میں گرفتار پا کر بڑی مردی سے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر ہر ایک قوم میں توحید کی صدا بلند کی اور ہر ایک کان میں لا الٰہ الا اللہ کی آواز پہنچا دی۔ غرض سوانح نبویہ کو خوش آوازی سے لوگوں پر ظاہر کرنا حقیقی مومنوں کا فرض ہے۔ وہ مومن ہی کاہے کا ہے جس میں سوانح نبویہ کی عزت نہیں۔ دوسرے لفظوں میں اسی جلسہ اظہار سوانح کا نام مجلس مولود ہے۔ اس جلسہ اظہار سوانح میں درحقیقت بڑے فوائد ہیں ان سوانح کے سننے سے محبان رسول کا وقت خوش ہوگا اور ہر ایک مرد طالب جب ان سوانح کے ذریعہ سے [illegible] اور صدق اور استقامت کے کام سنیگا تو اس کو بھی [illegible] اور صدق اور استقامت کی طرف شوق پڑھیگا اور اس کی طلب زیادہ ہوگی اور مسلمان کہلا کر جو کچھ دین کے راہ میں کسل اور ضعف اور بزدلی رکھتا ہے سوانحہ نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سنکر خوش ہوگا اور اپنے اسلام [illegible] کریگا اور خدا تعالیٰ سے چاہیگا کہ جیسے نبی [illegible] کو دعویٰ ہے اُن لیاقتوں کی سرگرمی اور اس کا عشق اور اُس کی [illegible] اس کو بھی نصیب ہو۔ اور جس طرح ایک شخص جو ایک [illegible] میں اکیلا بیٹھا ہو اور درندوں اور دوسری بلاؤں سے ڈرتا ہو اور ناگاہ اس کو ایک قافلہ نظر آیا جس میں [illegible] ہیں۔ اب دیکھنا چاہئے کہ وہ شخص اس قافلہ کو پاکر کس طرح قوی دل ہوجائیگا۔ ایسا ہی سوانحہ طیبہ نبویہ ایک لشکر مسلح کی مانند ہیں جن کے سننے سے دل قوی ہوجاتا ہے اور تخویفات شیطانی سے نجات ملتی ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ عند ذکر الصالحین تتنزل الرحمۃ یعنی ذکر صالحین کے وقت رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت کسقدر نازل ہوگی۔ ہاں اس جلسہ کو بدعات سے محفوظ رکھنا چاہئے تا بجائے ثواب کے گناہ پیدا نہ ہو صرف سوانح نبویہ کا ذکر اور درود شریف اور تسبیح ہو اگر کسی قسم کا شرک یا کسی قسم کی بدعت درمیان ہو تو یہ ہرگز جائز نہیں لیکن جو میں نے ذکر کیا ہے وہ نہ صرف جائز بلکہ میری سمجھ میں ضروریات سے ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر اجمالی نظر

(از حضرت خلیفۃ المسیح)

آپ قریش کے خاندان (جو قبائل عرب میں مکرم و معظم + اور جس کی عظمت کے سامنے تمام وحشی قومیں عرب کی ممکن نہ تھا کہ مکہ کی سرزمین میں کبھی کشت و خون کرسکیں بلکہ مکہ کو امن کی جگہ اور حرم کہتے تھے) بنو ہاشم کے گھرانے عبد المطلب کے بیٹے عبد اللہ کے گھر میں آمنہ کے شکم سے پیدا ہوئے۔

مشرکین عرب میں آپ کے والد کا نام عبد اللہ تھا آپ کی والدہ کا آمنہ نام بھی کچھ کم معجزہ نہیں۔ غور تو کرو یہ نام کیسے لطیف اور آپ کی تعلیم سے کیسے مناسب ہیں۔ آپ کے نجیب الطرفین ہونے میں کسیکو کلام نہیں +

آپ کی پیدائش کی پہلی برکت یہ ہے کہ ابتدا کے حبشی بادشاہ ہمیشہ حجاز پر چڑھائیاں کرتے تھے اور ان کے دانت مکہ پر لگے رہتے تھے حبشی قوم۔ [illegible] پیدا ہوئے کہ جس سال وجود باجود نے ظہور پایا خارجی [illegible] کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ ہمارے بادشاہ [illegible] رہنے والے۔ حزقیل ۳۹ باب ۷ آیت [illegible] ہجرت کے بعد [illegible] ۲۰ باب ۷ و ۸ [illegible] برطانیہ سے یہاں پہنچے پر الٰہی [illegible] رہی۔ عزیز شہر کو گھیرتا بھی [illegible] نصرت الٰہی بت پرستی کی حفاظت کے لئے نہ تھی) [illegible]

ہے۔ تعجب ہے کہ ترکی سلطان جو برائے نام [illegible] ہیں وہ بھی خادم الحرمین ہونا فخر سمجھے۔ دیکھو آپ کا وجود باجود عرب کے لئے کیسا نشان نبوت ہے۔ دنیا میں کوئی شخص قوم کا آزادی بخش اگر ایسا ہوا ہے تو اس کی نظیر پیش کرو۔ اگر تمام مخلوق میں ایسے وجود باجود کے پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے ہادی کا فعل یقیناً معجزہ اور خرق عادت سمجھو جنہے اپنے سامنے پوری کامیابی کو دیکھ لیا۔ آپ کا تمام ملک آپ کی تمام قوم آزاد ہو کر آپ کی فرمانبردار اور مکرم اور دنیا پر ممتاز ہوگئی۔ مسیح کی کامیابی جیسی ہوئی اس پر انجیل کی شہادت دیکھ لو۔ وید کے ملہم رشی (اگر ملہم ہیں) دشمنوں کی تباہی اور اپنے فتوحات ہی مانگتے رہے۔ ان کی الہامی دعاؤں کی برکت آریہ ورت پر الٹی ہی پڑی غور کرو ایسا ناکامی کا الہام کدھر سے ہوا۔

موسیٰ کا خیال مت کرو۔ اول تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مثیل ہیں۔ دوم موسیٰ نے اپنی قوم کو بیابان میں ہی چھوڑا۔ منزل مقصود تک نہ پہنچایا۔ بلکہ موسیٰ آپ بھی ملک موعود میں نہ پہنچے۔ محروم ہی رہے۔ تورات استثناء ۳۔ باب ۵۲۔ آیت

میرے اس مضمون کو قرآن سے تصدیق کرنا ہو تو پڑھو ابتدائے نعمت پر قرآن فرماتا ہے الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل ۔ الم یجعل کیدھم فی تضلیل (سورۂ فیل سیپارہ ۳۰ ۔ رکوع ۳۱) اور آخری نعمت پوری کامیابی پر جو سچائی کا معیار ہے فرمایا۔ الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوھم واخشون ۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (سورہ مائدہ سیپارہ ۶ ۔ رکوع ۵ ۔)

اے قوم کے حامیو ۔ قوموں کے مصلحین کے قدر کرنے والو ۔ اے قوم کو عروج کی طرف بلانے والوں کے قدر دانو ۔ اس محسن قوم ۔ حامی قوم ۔ فخر ملک کے خرق عادت پر قربان ہو جاؤ ۔ آؤ اسی کا اتباع کریں اسی کا طرز اختیار کریں ۔ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ نے یتیمی میں پرورش پائی ۔ ابتداً عبدالمطلب کے پاس جو آپ کے دادا تھے پھر اپنے چچا ابو طالب کے گھر ۔ تمام مورخ اسبات پر متفق ہیں کہ حضور کے اعلیٰ درجہ کے چال چلن سے چچا اور بھتیجے میں پرلے درجے کی محبت ہوگئی تھی اور آپ تمام شہر میں ہر دلعزیز سمجھے گئے تھے ۔

ابو طالب سیریا کے سفر میں آپ کو علیحدہ نہ کر سکے بلکہ ساتھ ہی لے گئے حالانکہ آپ کا سن اس وقت نو برس کا تھا ۔

[illegible] اس وقت تک [illegible] ایسا فراموشی کے قابل نہیں کیونکہ عیسائی کہتے ہیں کہ آپ نے [illegible] سے تعلیم پائی کیا نو برس میں ایسی تعلیم ۔ اور یہ وہ ہیں جو عیسائیوں میں اب تک الٰہی علم ہی کہا جاتا ہے ۔ ایسا ہے کہ اب تک یہود نے مسیح کو بھی نہ جانا اور عیسائیوں نے کبھی اللہ کو اللہ مجسم یقین کیا کبھی مریم کی تصویر پر گوٹے کناری کے کپڑے چڑھائے ۔ یہی علم ہے ۔

اس سفر میں بحیرہ نام راہب نے اپنی فراست سے ابو طالب کو کہا ۔ یہ لڑکا ایک نہایت ہی درجہ کا عظیم الشان ہونے والا ہے ۔ اور پرلے درجے کا روشن دماغ ہے حسن اخلاق اور فیاضی میں بے نظیر ہونے کے علاوہ یہ بے ریب قوم کو نجات دینے والا ہوگا ۔ اس کی سخت حفاظت کیجیو[1]

ہوازن کی خطرناک لڑائی میں جو ۵ برس تک رہی آپ نے اپنے آپ کو چودہ پندرہ برس کی عمر میں بڑا ہی لائق اور قوم کا محافظ ثابت کیا ۔ آپ کی لیاقت اور راستی اور سچی شرافت اور سادہ چال چلن کے باعث آپ کو قوم کی طرف سے امین کا خطاب ملا[2]

پچیس برس کی عمر میں خدیجہ نام ایک قریشیہ اور دولتمند بی بی کی جانب سے آپ تجارت کے طور پر شام کو تشریف لے گئے یہ سفر بھی چند روز اور تجارت میں گذرا ۔

یاد رہے کل دو ہی سفر حضور نے کئے ہیں سفر میں ایسی وفاداری اور لیاقت اور دیانت اور امانت کو عمل میں لائے کہ ان بی بی نے اس کے شکریہ میں آخر آپ کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے شادی کی تمام نامی اور گرامی روسا حجاز طرفین سے اس شادی میں جمع ہوئے ۔

اور بڑے لطیف اور پر زور فصاحت و بلاغت کے کئی خطبے پڑھے گئے یہ خطبہ ابن ہشام اور زرقانی اور ابن اثیر نے بیان کئے ہیں ۔

پھر آپ نے ۵۰ برس سے زیادہ عمر تک اسی ایک بی بی خدیجہ کے ساتھ زندگی بسر کی جس کے ساتھ آپ کا ۲۵ برس کی عمر میں نکاح ہوا اور وہ بی بی نکاح کے وقت ۴۰ برس عمر کی تھیں اور اس خوبی سے اس تعلق کو پورا کیا کہ وہ بلا تامل حضور کی دعوت اسلام پر پہلے ہی روز ایمان لائیں ۔

میں خدیجہ کی شہادت سے چشم پوشی نہیں کر سکتا جو انھوں نے آپ کے ابتدائی دعوے نبوت میں دی ہے حضور علیہ السلام نے جب ندائے الٰہی سنی اور دیکھا کہ تمام دنیا اس وعظ کی مخالفت کریگی ۔ جب آپ نے فرمایا ۔ خدیجہ مجھے اپنی جان پر خوف بن گیا ۔ تو وہ کہتی ہیں

لا[3] ابشر فواللہ لا یخزیک اللہ ابداً انک لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق

بخاری تفسیر سورہ اقراء

غور کرو پچپن سالہ بی بی آپ کی ہم شہر ہم قوم جو پندرہ سال سے آپ کے بیاہ میں ہے کیا گواہی دیتی ہے ۔ خدیجہ کی گواہی ایسے وقت میں جبکہ آپ غمگین اور مضطرب تھے غور کے قابل ہے ۔ اگر آپ میں یہ صفات نہ ہوتے تو خدیجہ کا بیان اس وقت ہرگز تسلی کا موجب نہ ہوتا ۔

حضور کی قوم میں کوئی دینی کتاب کوئی قانون نہ تھا کوئی سلطنت نہ تھی ۔ حضور نے نبوت سے پہلے ایک عجیب تحریک کی جس کو دیکھ کر اور سن کر انسانیت والے انسان عش عش کر جاویں ۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب بنو اسد ۔ بنو زہرہ ۔ تیم بن مرہ کے درمیان ایک معاہدے کی تحریک فرمائی اور معاہدہ یہ تھا کہ کمزور اور مظلوم پر ظلم نہ ہو اور ان کی حفاظت کیجاوے ۔ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۹

کعبے کی مرمت میں کونے کے پتھر حجر اسود کے رکھنے پر تمام قبائل حجاز میں اسبات پر نفاق شروع ہوا کہ اس کونے کے پتھر کو کون شخص اٹھا کر رکھے قریب تھا تمام قوم کٹ کر ہلاک ہو ۔ اس حقیقی کونے کے پتھر نے جس کی پیشگوئی کے لئے تصویری زبان میں دانیال ۲ باب ۴۴ ۔ ۴۳ ۔ متی ۲۱ باب ۴۲ ۔ یسعیاہ ۲۸ ۔ باب ۱۶ میں مذکور ہے (وہ پتھر قدیم سے عرب کے مقام مکہ معظمہ کے کونے میں دھرا تھا) اس کا ایسا فیصلہ کیا کہ قوم پر ثابت کر دیا ۔ میرے ہاتھ کے چھونے سے تم کو آرام و نجات ہے ۔ مجمل قصہ یوں ہے جب قوموں میں اس پتھر کے رکھنے میں اختلاف ہوا کہ اس پتھر کو کون رکھے تو ان لوگوں نے یوں ٹھانی جو پہلے دروازے سے اندر آوے وہی اس کا رکھنے والا ٹھہرے ۔ اتنے میں حضور آ نکلے آپ نے اپنی چادر بچھادی اور پتھر اس میں رکھ کر حکم دیا کہ تمام قومیں باتفاق اس چادر کو اٹھالیں اس سچے سبت اور سچے کونے کے پتھر نے اس آفت قتل و قتال سے قوم کو آرام بخشا ۔ یہ واقعہ آپ کی ۳۵ سال کی عمر میں ہوا ۔

ایک نہایت عجیب واقعہ سنائے بغیر ۔ ابتدائے ایام نبوت کے حال سے میں خاموش نہیں رہ سکتا ۔ عثمان بن ہویرہ ایک عرب عیسائی ہوگیا ۔ اس دشمن قوم نے قسطنطنیہ کے دربار میں قیصر روم سے جا کر وعدہ کیا کہ حجاز کا ملک میں آپ کے قبضہ میں کرا دیتا ہوں ۔ پھر اس شیطان نے یہاں مکہ معظمہ میں اپنا منشا پورا کرنے کے لئے کارروائی شروع کی مگر اس دشمن [illegible]

نہ تو نے دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں سے کیا نہ کر دیا ان کا داؤ غلط

آج ناامید ہوئے کافر تمہارے دین سے سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو ۔ آج میں پورا کر چکا تم کو دین تمہارا ۔ اور پورا کیا تم پر میں نے احسان ۔

[1] ابن ہشام ۱۱۴ ۔ ابن الاثیر ۲۲ ۔ طبری ۲۲۵

[2] ابن ہشام ۱۱۸ ۔

[3] طبری صفحہ ۳۸۰ ۔

لہ خوش ہو بس خدا کی قسم کبھی تجھے اللہ ذلیل نہ کریگا تو بیشک صلہ رحمی کرتا اور سچ بولتا ہے اور دکھ والے کا دکھ برداشت کرتا ہے اور مفلس کو دیتا اور مہمان نوازی کرتا اور بھلے کاموں میں وقتاً فوقتاً مدد دیتا ہے ۔ [illegible]

ملک کار از صرف حضور کی عاقبت اندیشی نے نکل گیا اور اُس شیطان دشمن قوم کو اس خسران کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا کہ خائب و خاسر ہلاک ہُوا - کاسن دی پرسوال جلد ۱ - صفحہ ۳۳۵ - میور جلد ۲ صفحہ ۴۴ -

سوالات ہرقل قیصر روم	جوابات ابوسفیان جبکہ ابوسفیان آپکا سخت منکر تھا
(۱) محمدؐ قوم کا کیسا ہے (انبیا اشراف ہوتے ہیں)	(۱) قوم کا بڑا شریف نجیب الطرفین ہے -
(۲) تمہاری قوم (قریش) میں کبھی کسی نے اسنے آگے بھی اسطرح نبوت کا دعویٰ کیا ہے (دعویٰ عادت ہو)	(۲) ایسا دعویٰ ہماری قوم میں کسی نے کبھی نہیں کیا -
(۳) اس کے بزرگوں میں کوئی ایسا بادشاہ گذرا ہے جس کی بادشاہت جاتی رہی ہو (بادشاہت کا خیال ہو -	(۳) ایسا کوئی بادشاہ اس کے آباؤ اجداد میں نہیں گذرا
(۴) امیر لوگ عموماً اس کے فرمان بردار ہوتے ہیں یا غریب	(۴) غالباً غربا اور مساکین لوگ اسکے تابع ہوتے ہیں (اکثر اتباع انبیا غربا)
(۵) دن بدن مسلمان بڑھتے جاتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں	(۵) دن بدن بڑھتے ہیں -
(۶) کوئی آدمی محمدؐ کے دین میں داخل ہوکر اندنوں مرتد ہوتا ہے یا (۷) اس دعویٰ سے پہلے یہ شخص جھوٹ کا عادی تھا یا نہیں	(۶) کوئی مرتد نہیں ہوتا محمدؐ کے دین کو بُرا مانکر اسے کوئی نہیں چھوڑتا (۸) آجتک اسنے عہد شکنی نہیں کی آگے دیکھئے کیا کرتا ہے -
(۹ - ۱۰) تمہارے اور اسکے لڑائی ہوتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو کون فتحیاب ہوتا ہے	(۹ - ۱۰) کبھی وہ غالب آتا ہے اور کبھی ہم غالب آتے ہیں -
(۱۱) تم کو کیا حکم دیا جاتا ہے - ان جوابات کے بعد ہرقل نے کہا مجھے یقین ہوگیا وہ سچا نبی ہے - یہی باتیں انبیاؑ کے نشان ہیں -	(۱۱) اللہ کی بندگی کرو ذرہ بھی شرک نہ کرو مشرکوں کی تقلید مت کرو - وہ حکم کرتا ہے نماز پڑھو سچ بولنے اور گناہوں سے بچنے اور صلہ رحمی کا -

جب مکہ کے روسا - جمع ہوکر آپ کے مربی چچا ابوطالب سے کہا کہ وہ محمدؐ صاحب کو سمجھائیں کہ وعظ سے رُک جاویں یا اس کی حفاظت سے دست کش ہو
ابو طالب نے بھی قومی غیظ و غضب کو پسند نہ کیا - اور چاہا کہ محمدؐ صاحب توحید کے وعظ سے رُک جاویں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا کہ اے چچا اگر یہ لوگ آفتاب کو میرے داہنے اور ماہتاب کو بائیں لائیں اور مجھے اس کام کے ترک کرنے کو کہیں تو یقیناً یقیناً میں باز نہ ہونگا - جب تک دین الٰہی ظاہر نہ ہو یا میں ہلاک نہ ہوجاؤں -
ایک بار اہل مکہ نے جمع ہوکر کہا کہ اگر تجھے دولت کی خواہش ہو تو ہم مال جمع کر دیتے ہیں - اگر ریاست کا خیال ہو تو ہم تجھے رئیس بنا لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ تو آپ نے سورہ حٰم تنزیل سنائی جس میں لکھا تھا

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد فاستقیموا الیہ واستغفروہ وویل للمشرکین -

اور یہ بھی فرمایا:-

ما اطلب اموالکم ولا الشرف فیکم ولا الملک علیکم

اور قرآن میں بار بار فرمایا

ما سالتکم من اجر فھو لکم ان اجری الا علی اللہ - سورۂ سبا سیپارہ ۲۲

بنو صعصعہ کے قبیلے سے ایک شخص نے مکے میں جب آپ کو سخت تکالیف لاحق تھے کہا اگر ہم تیرے معین و مددگار رہوں تو اپنے پیچھے ہم کو جانشین بنائیگا -
تو آپ نے فرمایا:-

الامر الی اللہ حیث شاء (ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۴۸)

اسپر وہ آدمی بگڑا مگر آپ نے کچھ پرواہ نہ کی مسلیمہ یمامہ کا رہنے والا جسکو اکثر اسلامی کتابوں میں مسلیمہ کذاب کہتے ہیں اور کذاب اس لئے کہ وہ بھی مدعی نبوت ہوا - مگر وہ ابوبکرؓ کے زمانہ میں قتل کیا گیا -
اور توراۃ اور نبیوں کی کتابوں میں لکھا تھا کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائیگا - یہ شخص بہت سے آدمی مدینہ میں لیکر آیا - لاکھ سے زیادہ لوگ اس کے مطیع تھے اور کہا اگر محمدؐ صاحب مجھے اپنا جانشین بنا دیں تو میں اُنکا حامی ہوا جاتا ہوں - پر آپ کو کسی کی اعانت سے کیا کام تھا - آپ نے جواب دیا - اور آپ کے ہاتھ میں اُسوقت کھجور کی شاخ تھی -

(لو سالتنی ھذہ القطعۃ) ما اعطیتکھا ولن تعدو امر اللہ فیک ولئن ادبرت لیعقرنک اللہ (بخاری نصف اول جلد ۲ صفحہ ۲۲۸)

غرض آپ کے تمام اس کارروائی سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی راستی پر خدا کی امداد پر پورا بھروسا تھا اور کچھ بھی دنیاوی لگاؤ نہ تھا
انس آپ کا خادم کہتا ہے میں نے دس برس آپ کی آخر ایام وفات تک خدمت کی مجھے کبھی آپ نے کاموں میں فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا - یا کیوں نکیا

اگر بی بی صاحبان میں سے کوئی بی بی بجبر کسی ایسے کام پر جو مجھ سے بگڑ جانا تھا ہوتیں تو آپ فرماتے -
فعل ما قدر اور اپنی تعظیم اور تکریم کی نسبت فرماتے ہیں -

لا تقوموا کما یقوم الاعاجم

ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ بیمار تھے - کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھ سکے - بیٹھ گئے - صحابہ جو پیچھے نماز کو کھڑے تھے اُنھیں اشارہ کیا تم سب بیٹھ جاؤ - ایسا نہو یہ بات میری خاص تعظیم خیال کیجاوے -
شرک کی گرفتار قومیں نئی نئی توحید میں داخل ہوئیں ایک نے آکر کہا شاہان فارس اور روم کو اُنکی رعایا سجدہ کرتی ہے کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں - آپ نے فرمایا سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو کرو کسی دوسرے کو سجدہ نہ کرو
وہی قومیں جن کے رگ و ریشہ میں شرک رچا ہوا تھا اور جو مافوق الفطرت طاقتیں مقربان بارگاہ حق کی ذات میں یقین کرتی تھیں اُنکو بار بار سنایا

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک

سورۃ الانعام - سیپارہ ۷ - رکوع ۱۱

قل لو ان عندی ما تستعجلون بہ لقضی الامر بینی وبینکم واللہ اعلم بالظلمین

سورۃ انعام سیپارہ ۷ - رکوع ۱۴ -

وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو

(سورۃ انعام سیپارہ ۷ -

ایک شخص نے صرف اتنا ہی کہا ما شاء اللہ وشئت تو آپ گھبرائے اور فرمایا اجعلتنی للہ ندا کیا تو نے مجھے خدا کا شریک ٹھہرایا شرک کے گرفتار توحید میں آتے ہیں - خدائی پیشوا آتے ہیں

صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ

(ترجمہ (رنگ اللہ کا اور کون اچھا ہے اللہ سے رنگ میں) میں رنگین ہوتے ہیں ایسا نہو اپنے ہادی کو نافع و ضار سمجھ بیٹھیں اُنکو حکم ہوتا ہے -

---

۱ یا ثابت خدا کی طرف سے ہے جیسا چاہے - ۲ اگر تو مجھ سے یہ کھجور کی شاخ مانگے تو میں تجھے نہ دوں - تو نہ بچ سکیگا خدا کے حکم سے جو تیرے حق میں ہو چکا اور اگر تو نہ مانے اور منہ پھیر لے تو ضرور خدا تیری کونچیں کاٹیگا -

۱ وہی ہوا جو مقدر میں تھا -
(۲) ایسے مت کھڑے رہو جیسے اور قوموں میں رواج ہے - ۱۲
(۳) تو کہہ میں نہیں کہتا تم سے کہ مجھ پاس ہیں خزانے اللہ کے نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں - ۱۲
(۴) تو کہہ اگر میرے پاس ہو جس کی شتابی کرتے ہو تو فیصل ہو چکے کام میرے تمہارے بیچ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں بے انصاف
(۵) اور اُسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا انکو کوئی اُس کے سوا -

وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا قل انما ادعو ربی ولا اشرک بہ احدا قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا قل انی لن یجیرنی من اللہ احد ولن اجد من دونہ ملتحدا (سورۃ جن سیپارہ ۲۹ رکوع ۱۱۔)

جس نے آکر نستشفع باللہ الیک کہا اُس پر غضب نازل ہوا۔

موجودہ زمانہ یوں گذرا۔ حالت مرض۔ موت میں آگے کی طیاری ہوتی ہے۔ اس میں دیکھو توحید کی طرف کیا توجہ ہے۔ لعن اللہ الیہود والنصٰری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد۔ لا تطرونی کما اطرت النصٰری عیسٰی ابن مریم

صحابہ نے توحید کا ایسا خیال رکھا کہ آپ کی قبر کو بالکل بند کر دیا۔ تاکہ نظر بھی نہ آوے۔ اور سجدہ گاہ نہ بنے۔

ذاتی منافع کا حال سنو

اپنے اور اپنی تمام قوم بنو ہاشم پر صدقات کو حرام کر دیا۔ مرنے کے ایام میں اتنا پاس نہیں کہ آخر عمر میں بقدر ایام مرض آرام سے کھائے پیئے۔ ان دنوں کے لحاظ سے ضروری اور نہایت ضروری سامان حرب زرہ ہوتی ہے۔ وہ بھی چند اثار جو کے دانے کے عوض میں ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ ایک صاع غلہ (آٹھ سیر کے قریب) گھر میں رات کو نہ رہتا۔ حالانکہ آپ کی نو بیبیاں تھیں کھلی اور سادہ چٹائی پر بستر تھا کھجور اور پانی پر بسر اوقات تھی باہمہ کثرت عیال اور کنبے کے باوجود اتنی فتوحات کے باوجود اس قدر شاکر و پیشہ کے بیبیوں کے واسطے قرآن میں حکم ہوتا ہے۔ یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحا جمیلا (سورۃ احزاب سیپارہ ۲۱)

اگر تعظیم کا خیال ہو تو نظر کرو۔ عباس آپ کے چچا فرماتے ہیں ماکان احد من الناس احب الیھم من رسول اللہ وکانوا اذا رأوہ لم یقوموا

---

[۱] اور یہ کہ سجدہ کے ہاتھ پاؤں حق اللہ کا ہے سو مت پکارو اللہ کے ساتھ کسیکو اور یہ کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ اُسکو پکارتا لوگ کرنے لگتے ہیں اُس پر ٹھٹھ تو کہہ میں تو یہی پکارتا ہوں اپنے رب کو اور شریک نہیں کرتا اُس کا کسیکو۔ تو کہہ میرے ہاتھ میں نہیں تمہارا برا اور نہ راہ پر لانا تو کہہ مجھکو نہ بچاویگا اللہ کے ہاتھ سے کوئی اور نہ پاؤنگا اُس کے سوا کہیں سرک رہنے کو جگہ [۲] اور حدیث میں آیا ہے جعلت لی الارض مسجداً۔ میرے لئے زمین مسجد بنائی گئی پس مساجد کے معنی زمین ہیں ۱۲۔ من سلت۔ [۳] سفارش لاتے ہیں اللہ کو تیری طرف ۱۲ [۴] یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنایا۔ میری بڑائی ایسی نہ کیجیو جیسے نصاریٰ نے مسیح بن مریم کی کی۔ ۱۲ [۵] اے نبی کہدے اپنی بیبیوں کو اگر ہو تم چاہتی دنیا کا جینا اور یہاں کی رونق تو آؤ کچھ فائدہ دوں تم کو اور رخصت کر دوں تم کو بھلی طرح سے

[۶] کوئی بھی صحابہ کرام کو محمد رسول اللہ سے بڑھکر پیارا نہ تھا اور صحابہ کا طرز یہ تھا کہ جب آپکو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے۔

دُنیا میں سب سے بڑا آدمی کون ہوا ہے؟

اَلْفَضْلُ مَا شَہِدَتْ بِہِ الْاَعْدَآءُ

(ایک عیسائی کے قلم سے)

بیروت (شام) کے اخبار "وطن" نے اپنے ملکی فاضلوں سے سوال کیا تھا کہ وہ بتائیں کہ دُنیا میں سب سے بڑا آدمی کون ہُوا ہے اور ملک شام کا سب سے بڑا شخص کون ہے جواب دلائل کے ساتھ ہو۔ اس سوال کے یوں تو بہت سے جواب موصول ہُوئے لیکن ان میں سے ایک نامور عیسائی اہل قلم داؤد آفندی مجاعض کا جواب اپنی نوعیت میں نرالا اور نہایت دلچسپ ہے۔ جس کا ترجمہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ فاضل مضمون نگار لکھتے ہیں:۔

"دُنیا میں سب سے بڑا آدمی کون ہوا ہے اور وہ کیوں بڑا آدمی مانا جاتا ہے؟ دُنیا میں سب سے بڑا آدمی وہ ہے جسنے صرف دس سال کے قلیل زمانہ میں ایک محکم دین اور اعلیٰ درجہ کا فلسفہ۔ طریق معاشرت اور قوانین تمدن وضع کئے۔ قانون جنگ کی کایا پلٹ دی اور ایک ایسی قوم اور سلطنت بنا دی کہ وہ عرصہ دراز تک دُنیا پر حکمران رہی اور آجتک زمانہ کا ساتھ دے رہی ہے اور لطف یہ ہے کہ وہ شخص باوجود ایسے عظیم اور بے مثل کام کرنے کے محض ناخواندہ تھا۔ وہ مرد گرامی اور رجل اعظم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ قرشی۔ عربی۔ مسلمانوں کے نبی ہیں۔" نبی (عربی صلعم) نے اپنے عظیم الشان کام اور مقصد کی تمام ضرورتیں فراہم کر رکھی ہیں جن کی وجہ سے ان کی اُمت اور پیرؤوں کو اور اُس سلطنت کو جس کا سنگ بنیاد نبی ممدوح نے رکھا تھا دُنیا میں دائم قائم رہنے اور پھلنے پھولنے کے اسباب نہایت وفور کے ساتھ میسر ہوئے۔ کیونکہ اگر ایک مُسلمان تمام باتوں سے قطع نظر کرکے اور اس کے ... اقوال کو چھوڑکر فقط قرآن اور حدیث صحیح کا مطالعہ اور اُن کے احکام و ہدایات کی سچی پابندی کرے تو اسے اپنے دین و دُنیا کے تمام اہم امور اُن ہی میں ملجاتے ہیں اور وہ اپنی دونوں حالتوں کو بخوبی سدھار سکتا ہے۔ نبی موصوف نے مُسلمانوں کے لئے ایک کانفرنس بھی مقرر کر دی جس کا سالانہ اجلاس ہر سال مکہ (مکرمہ) میں ہُوا کرتا ہے حج کا صرف اسی پر فرض کیا جانا جس کو سواری اور سامان سفر کی استطاعت ہے اور غیر مستطیع کے ذمہ سے حج کو اُتار دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ قوم کے مالدار اور ممتاز افراد سالانہ ایک جگہ مجتمع ہوکر اپنی سوسائٹی کے معاملات پر بحث اور اس کے سیاسی مجلسی اور باہمی اعانت۔ ہمدردی کے خیالات کو تازہ کریں۔ نبی (عربی صلعم) نے ہر مسلمان پر زکوٰۃ فرض کرکے فقیر کی پریشان حالی کا دفعیہ کر دیا ہے۔ اگر مُسلمان اس صدقہ کو مفروضہ پابندی سے ادا کرتے رہیں تو قوم میں فقیر دیکھنے کو بھی کہیں وجود ہی نہ رہے۔ اور آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھنے سے کفایت شعاری ہی خودبخود پیدا ہو جائے۔

قرآن کا عربی زبان میں ہونا اور ہر مُسلمان پر اُسکو عربی زبان ہی میں سمجھنے کی پابندی ہے۔ اس عظیم الشان آدمی نے اسلام کی ایک زبان بھی مقرر کر دی ہے۔ کیونکہ اگرچہ تمام مسلمانوں پر خود براہ راست عربی زبان حاصل کرکے قرآن کے فہم کا حصول لازمی نہیں۔ لیکن علماء اور مجتہد اماموں پر تو ضرور واجب ہے۔ اور اسی وجوب کو مسلمانوں کے لئے ایک عام زبان مقرر کرنے کا ذریعہ تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

نبی (عربی صلعم) نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر افضل ہونے کا ذریعہ صرف پاکبازی اور خدا ترسی کو قرار دیکر افراد قوم کے لئے ترقی کرنے اور نامآور ہونے کا راستہ بنا دیا ہے۔ اسلام کی حکومت اصل میں سچی جمہوری حکومت تھی۔ مُسلمان اپنے حاکم و سردار کو خود چن لیا کرتے تھے۔ جسکو خلیفہ کہتے ہیں کچھ عرصہ تک مُسلمان اس طریقہ کی پیروی کرتے رہے۔ چنانچہ خلافت کی بیعت اسی حاکم کے انتخاب کا ایک رمز اور جمہوری حکومت کا نشان ہے۔

نبی (عربی صلعم) نے یہ کہہ کر کہ کسی عرب کو غیر عرب پر اور غیر عرب کو عرب پر کوئی فضیلت نہیں"، غیر عرب آدمیوں کے لئے قبول اسلام میں آسانی پیدا کر دی اور یہ ارشاد کرکے کہ "تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے" اور جو شخص کنبہ الٰہی کو زیادہ نفع پہنچائے وہی خدا کا پیارا ہے" غیر مسلم اقوام کے لئے اسلامی ممالک اور حکومتوں میں بآرام زندگی بسر کرنے کا سامان کر دیا۔

نبی (عربی صلعم) نے انسان کی خانگی زندگی پر بھی گہری نظر ڈالی اور شادی بیاہ کے معاملات نسل بڑھانے اور ترکہ و میراث تقسیم کرنے کی ہدایتیں مرتب کیں اور عورت کی شان بڑھادی۔

معاملات دُنیا پر نظر فرماکر لوگوں کے کاروبار اور دعووں اور قضیوں کے فیصل کرنے کے قوانین وضع کئے اور حکمرانی کے آئین بنائے۔ اُنھوں نے سلطنت کے مالی صیغہ کو بھی چھوڑا اور اس غرض سے بیت المال (خزانہ عامرہ) کے قوانین وضع کئے۔ علم کی طرف ان کی توجہ بہت زیادہ مبذول تھی۔ اُنھوں نے علم و حکمت کو مومن کا گمگشتہ مال قرار دیا اور مسلمانوں کو ہدایت کی کہ علم ضرور طلب کریں خواہ اُس کے لئے اُنھیں اقصائے مشرق کا سفر کرنا پڑے۔ اس ہدایت کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں نے علم و ہنر کی ہر شاخ پر خوشہ چینی کی اور قصر علم و کمال کا کوئی دروازہ ایسا نہیں رہنے دیا جسکو اُنھوں نے نہ کھولا ہو۔

مسلمانوں کے ایام عروج میں علم کو جو فروغ حاصل ہوا ہے دُنیا اور دُنیا کی تاریخ اس کی شاہد ہے۔ اور بس۔ پس کیا جسنے یہ تمام کام کئے ہوں وہ دنیا میں سب سے بڑا نہوگا۔

سیرۃ النبیؐ کا ایک ورق

ایڈیٹر الحکم کا ایک لیکچر

برادران اسلام و عزیزان وطن! میں چاہتا ہوں۔ کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی **سیرۃ** پر کچھ بیان کروں۔ یہ مضمون میرے لئے جس قدر لذیذ اور دلچسپ بلکہ دل خوش کن ہے۔ اسی قدر زیادہ بحث طلب اور وسعت چاہتا ہے۔ اس تھوڑے سے وقت میں جو مجھے مل سکتا ہے۔ اس عظیم الشان کامل انسان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک **سیرۃ** کا میں بہت ہی مختصر حصہ آپ کو سنا سکتا ہوں۔

میں نہایت افسوس اور دلی رنج کے ساتھ اس امر کو ظاہر کرتا ہوں کہ مسلمانوں کی حالت علمی اور عملی پہلو سے ایسی گر گئی ہے۔ کہ وہ اپنے سید و مولیٰ۔ آقا اور محبوب کے حالات زندگی تک سے ناواقف ہیں۔ اور بہت ہی تھوڑے لوگ ہوں گے۔ جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک اور مطہر زندگی پر غور کن نظر کی ہو۔ اور اسے ایک قابل قدر مضمون سمجھ کر مطالعہ کیا ہو۔ اور اس سے بھی بڑھ کر افسوس آتا ہے ان لوگوں پر جنہوں نے **تصنیفات و تالیفات** کے اہم کام کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ مگر **سرور عالم** صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی کو سلیس **اردو** میں لکھ کر وہ اپنے بھائیوں کے ہاتھ میں دے سکے۔ اس کے بعد اس کی اشاعت کی طرف بھی جہاں تک میرا خیال ہے۔ توجہ نہیں ہوئی۔ بہر حال مسلمان (الا ماشاء اللہ) اپنے محبوب و مولا آقا کے حالات زندگی سے ناواقف ہیں۔ اور یہ امر میرے جیسے مذاق کے آدمیوں کے لئے سخت رنجدہ ہے۔ خصوصاً ان ایام میں جبکہ قسم قسم کے ناپاک حملے ہو رہے ہیں۔ اس وقت بھی اور ہمیشہ ضرورت رہی ہے اور رہے گی۔ کہ مسلمانوں کے بچے۔ ان کے جوان۔ ان کے بوڑھے ان کی عورتیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی سے واقف ہوں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی تمہارے لئے بہترین **نمونہ** ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جس رنگ میں رنگین کرنا چاہا ہے اور اسلام کی جو **غرض و غایت** ہے۔ اس کا اکمل اور اتم نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن اگر ہم آپ کے حالات سے ہی ناواقف ہیں۔ تو اس نمونہ سے کیا فائدہ اٹھا سکیں گے۔

صاحبان! اس دنیا کا جس میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنی مشیت سے رکھا ہے۔ نظام ہی ایسا بنایا ہے۔ کہ بغیر مل کر رہنے اور صحیح تمدن کے اس کا کارخانہ بارونق نہیں ہو سکتا۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا۔ کہ جنگلی جانوروں کی طرح ہماری فطرت بھی ایسی ہی بنا دیتا کہ ہر ایک کا سعود و زیاں اس کی اپنی ہی ذات سے وابستہ ہوتا۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ کہ حیوانات کی ضرورتیں ان کے پیٹ اور شرمگاہ سے آگے نہیں جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انہیں تمدن کی ضرورت نہیں۔ انسان کا باہم مل کر رہنا اور کہ متمدن ہستی ہونا ہی اس امر کی دلیل ہے۔ کہ اس کی خواہشوں اور تقاضوں کی کوئی حد بست نہیں ہے۔ فی الحقیقت یہی ایک ہستی ہے جس کی خواہشوں کا حلقہ مرئی اور مشہود چیزوں سے بہت آگے نکل گیا ہوا ہے۔ اور یہ ہمیشہ ان دیکھی خواہشوں اور غیب کی تلاش میں رہتا ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ کہ انسان مل کر رہیں۔ اور اس کا نام ہی انسان رکھا۔ جس کے معنے ہیں۔ دو **محبتوں** کا مجموعہ۔ ایک محبت اپنے **خالق** کے ساتھ اور دوسری اپنی نوع کے ساتھ۔ اسی فطرت کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے مذہب اسلام کو پسند کیا۔ جیسا کہ فرمایا۔

ان الدین عند اللہ الاسلام۔

اور **اسلام** کی حقیقت کیا ہے۔ مختصر الفاظ میں یہ کہ انسان قربانی کی طرح اپنی گردن اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے رکھ دے اور اس کے وجود کے تمام ذرے اور نفس کی تمام قوتیں اسی کام میں لگ جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ایک **وقف تام** اختیار کرے۔ ایک طرف یہ وقف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جس میں اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم پائی جاوے۔ اور دوسری طرف اس کی مخلوق کے لئے جس میں شفقت علیٰ خلق اللہ ہو۔ غرض **انسان** مختلف اخلاق اور طبیعتیں رکھتا ہوا بھی ایک **متمدن ہستی** بنایا گیا ہے اور باہم مل کر رہتا ہے اور رہنا چاہتا ہے۔ ایسی حالت اور صورت میں باہم تخالف طبائع کی وجہ سے **فساد** کا ہو جانا بھی ممکن نہیں ضروری تھا۔ اس لئے اس انتظام کو درست رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ایسے **نفوس قدسیہ** ارسال کئے ہیں۔ جن کا ایک حصہ اوپر سے تعلق رکھتا ہے اور ایک حصہ نیچے سے یعنے وہ خدا اور انسان میں بطور واسطہ ہوتے ہیں۔ اور وہ اس قسم کے انسان ہوتے ہیں جن کی فطرت نے کچھ حصہ صفات لاہوتی سے لیا ہو۔ اور کچھ حصہ صفات ناسوتی سے۔ تا باعث **لاہوتی** مناسبت کے خدا سے فیض حاصل کریں۔ اور بباعث **ناسوتی** مناسبت کے اس فیض کو جو اوپر سے لیا ہے نیچے کو یعنی بنی نوع کو پہنچا دیں۔ اس مقام پر **لاہوتی** اور **ناسوتی** اصطلاحوں کی کسی قدر شرح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ میں اس موقعہ پر **تصوف** کے اسرار بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اور نہ اس کو جیسے میں واقف۔ اس لئے جو کچھ میں نے اپنے اس مرحلہ اور مقام کے متعلق اپنے مرشد و آقا سے سمجھا ہے اور جو عام فہم ہے۔ ایسے ہی بیان کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔

انسان اپنی طبعی حالت میں سلوک کی پہلی منزل پر ہوتا ہے اور گرتا ہے پڑتا ہے چلتا ہے۔ سو اسی حالت میں ہوتا ہے۔ کہ ناگاہ حضرت باری کی نظر اس پر پڑتی ہے۔ اور وہ ایک **جذبہ قویہ** کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ اور ایک حافظ باطنی اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ مجذوب بھی کہلاتا ہے۔ اور **لاہوتی** حالت سالک کی انتہائی حالت ہوتی ہے۔ اس میں صرف یہی نہیں۔ کہ وہ اپنے ہوا و ہوس سے خلاصی پا لیتا ہے۔ بلکہ بکلی اپنی ہوا و ہوس اور تمیز اپنے ارادہ سے محو ہو جاتا ہے۔ تب انسان خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ایسا ہوتا ہے۔ جیسا مردہ بدست زندہ۔ اور **الوہیت** اس فانی پر اپنی **تجلیات تامہ** ڈالتی ہے۔ اور ارادات [illegible] وجہ البصیرۃ اس پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے صاحب علم صحیح ہوتا ہے۔ اور ہر ایک ابتلا اور آزمائش سے باہر آ جاتا ہے۔ اور یہ مرتبہ ملائک سے بھی برتر ہے۔ بلکہ وہ ملائکہ کا بھی **مسجود** ہو جاتا ہے۔ یہ اعلیٰ مقام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہوا ہے۔ اور **قرآن مجید** ان ہر دو مقامات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ **قل انما انا بشر مثلکم**۔ کہدو۔ میں تمہارے جیسا ایک بشر ہوں۔ یہ اسی **ناسوتی** تعلق اور مناسبت کا ذکر ہے اور پھر فرمایا یوحی الیّ۔ یہ اس **لاہوتی** مقام کی طرف اشارہ ہے۔ جہاں کامل بصیرۃ اور کامل **صلاحیت** عطا ہوتی ہے اور وجود بشری بالکل اٹھ جاتا ہے۔ اور کوئی حجاب اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان حائل نہیں رہتا۔ اور اس حالت میں **معرفت** کامل ہوتی ہے اور عارف کا اکل و شرب اور ہر ایک ما بہ الاحتظاظ اس کے شعور اور ارادہ سے نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک پودے کی طرح بے حس و حرکت ہوتا ہے۔ مالک خود اس کی **آبپاشی** اور نگہداشت کرتا ہے۔ اس کو اس طرف خیال بھی نہیں آتا کہ میں کیا کھاؤں گا اور کیا پیوں گا۔ بلکہ خود خدا [illegible] وجود کا جو **الٰہی محبت** کے سخت جذبہ سے [illegible] نفع و نقصان کے فکر سے کھویا گیا ہے۔ آپ متولی [illegible] یہاں تک کہ اس کے دوستوں کا آپ دوست اور اس کے دشمنوں کا آپ دشمن بن جاتا ہے۔ غرض اس کے سب کاموں کو آپ سنبھالتا ہے۔ اور آپ اس کی نگہداشت اور تربیت فرماتا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو یہ **مقام** جو قرب الٰہی کا سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ حاصل ہوا ہے۔ اور چونکہ مقام **شفاعت** یہی ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی حقیقی **شفیع** ہیں۔ **غرض** وہ **نفوس قدسیہ** جو انسان اور خدا میں واسطہ ہوتے ہیں۔ ان کو دو تعلق عطا کئے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی **محبت تامہ** کی وجہ سے اس فیض کو کھینچتے اور پھر مخلوق کی **محبت تامہ** کی وجہ سے وہ فیض ان تک پہنچاتے ہیں۔

اسی مقام کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ دنیٰ فتدلّیٰ فکان **قاب قوسین او ادنیٰ**۔ یعنے یہ رسول خدا کی طرف چڑھا۔ اور جہاں تک امکان میں ہے۔ خدا تعالیٰ سے نزدیک ہوا اور قرب سے تمام کمالات کو طے کیا۔ اور لاہوتی مقام سے پورا حصہ لیا۔ اور پھر ناسوتی مقام کی طرف رجوع کیا۔ یعنی عبودیت کے انتہائی نقطہ تک اپنے تئیں پہنچایا۔ اور بشریت کے پاک لوازم یعنی بنی نوع کی ہمدردی اور محبت سے جو **ناسوتی کمال** کہلاتا ہے پورا حصہ لیا۔ لہٰذا خدا تعالیٰ کی محبت میں ایک طرف کمال تام تک پہنچا۔ پس چونکہ وہ کامل طور پر خدا سے قریب ہوا۔ اور پھر کامل طور پر نوع انسان سے قریب ہوا۔ اس لئے دونوں طرف سے مساوی قرب کی وجہ سے ایسا ہو گیا۔ جیسے دو قوسوں میں ایک **خط** یعنے **وتر** ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ کمال محبت اور ارتباط اور **فنافی اللہ** ہی کا جذبہ تھا۔ جو آپ کے لئے قرآن مجید فرماتا ہے۔

ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ

اور دوسری طرف نوع انسان کے ساتھ شدید محبت اور مناسبت تھی جو آپ کے منہ سے نکلتا ہے۔ انما انا بشر مثلکم۔ مختصر یہ کہ ان لوگوں میں (جو انسان اور خدا کے درمیان بطور واسطہ

ہوتے ہیں۔ اور جو نوع انسان کے تزکیہ اور اصلاح کے لئے مامور ہو کر آتے ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بلند مقام اور مرتبہ پر ہیں۔ اور یہی وہ سر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام کمالات نبوت و رسالت ختم ہو گئے۔ اور نہ صرف نبوت و رسالت کے کمالات بلکہ کامل انسانیت بھی آپ ہی کی ذات والا صفات پر ختم ہو گئی۔ میں اسی کامل الانسان کامل مزکی معلم کی سیرۃ کی چند باتیں تمہیں سنانا چاہتا ہوں۔ اور میری غرض اس سے یہ ہے۔ تاہم میں اپنے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی معلوم کرنے کا جوش اور جذبہ پیدا ہو۔ اور پھر اس جوش سے ہم آپ کی کامل اتباع کی کوشش کریں۔ صاحبان! مجھے قرآن مجید کے ساتھ ایک خاص محبت ہے۔ اور میں اس امر کو تحدیث بالنعمۃ کے طور پر ظاہر کرتا ہوں کہ قرآن مجید کے سمجھنے کا ایک ذوق سلیم اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے والحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس لئے میں اپنے اس بیان کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کے متعلق ہے۔ قرآن کریم سے ہی مبرہن کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے اس مضمون کے شروع میں کہا ہے۔ کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر حرکت و سکون آپ کا ہر قول و فعل ہمارے لئے نہیں نہیں کل نوع انسان کے لئے ایک **کامل** اور عمدہ نمونہ ہے۔ جس سے بہتر اور ممکن ہی نہیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کا ایک ورق اور ایک واقعہ بھی ہمارے ہاتھ میں نہ ہوتا اور فقط اتنا ہی حصہ ایک آیت کا دنیا میں موجود ہوتا۔ تب بھی آپ کی سیرۃ کمال خوبصورتی کے ساتھ دنیا میں پیش ہو سکتی تھی۔ کیونکہ فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے الفاظ میں جو خوبصورتی اور مضمون بھرا ہوا ہے۔ [illegible] نہیں رکھتا۔ کہ اس وقت پوری وضاحت سے اس کو بیان کر سکوں اس سے پایا جاتا ہے کہ جس قدر آداب و اخلاق کی کتابیں حقوق و فرائض کے قوانین دنیا کی متمدن قوموں سے [illegible] قیامت تک ضرورت وقت کے لحاظ سے لکھی جائینگی۔ نیکی اور خوبی کے تمام پہلوؤں پر حاوی اور جامع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل ملیگا اور اس سے بہتر کبھی کوئی ہدایت نہ مل سکیگی۔

یہ معمولی بات نہیں۔ معمولی دعویٰ نہیں۔ جو ہر شخص کے منہ سے نکل سکے اور ہر شخص کے لئے کیا جا سکے۔ تیرہ سو سے زائد سال سے یہ تحدی خدا تعالیٰ کی مجید کتاب میں موجود ہے۔ زمانہ نے بہت بڑی ترقی کی ہے۔ تہذیب و شائستگی کا زمانہ اس زمانہ کا نام رکھا جاتا ہے (اگرچہ میری ذاتی رائے یہ ہے۔ کہ جاہلیت کی طرف زمانہ آگیا ہے) لیکن ابھی تک کوئی ایسی بات جو اعلیٰ درجہ کے اخلاق اور انسانی کمال اور روحانی ترقی کی ہمارے سامنے نہیں آئی۔ جس کی نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل میں نہ ملتی ہو۔

یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا آئینہ ہے۔ اور اس کی وقعت اور عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دائرہ ہدایت کسی خاص قوم یا [illegible] کے لئے نہیں کھینچا گیا تھا۔ یا آپ کسی خاص بدی اور برائی کی اصلاح کے لئے مبعوث نہیں ہوئے تھے قرآن مجید سے اور کتب سابقہ کے مطالعہ سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ سے پہلے جس قدر نبی آئے تھے۔ وہ کسی خاص قوم اور ملک کے لئے آتے تھے۔ اور بعض خاص خاص برائیوں کی اصلاح کے لئے آئے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دائرہ ہدایت بہت وسیع ہے۔ آپ کے لئے جو ماموریت کا پروانہ نازل ہوتا ہے۔ وہ

قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا

کے الفاظ اپنے اندر رکھتا ہے کہنے کو تو یہ چند لفظ ہیں۔ اور ایک اندھا حقائق سے ناآشنا محض کہہ سکتا ہے کہ معمولی بات ہے مگر جو دل رکھتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے اور جو کان رکھتا ہے۔ وہ سنتا ہے۔ اور جو آنکھیں رکھتا ہے وہ دیکھتا ہے۔ کہ یہ معمولی الفاظ نہیں [illegible] معمولی الفاظ تھے یا ہو سکتے ہیں تو بتاؤ موسیٰ ابن عمران علیہ الصلوۃ والسلام یا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کیوں یہی لفظ نہیں بولتے۔ کیوں ایک اولاد اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے رستگاری دینا اپنا مشن قرار دیتا ہے۔ اور دوسرا اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش اپنا کام بتاتا ہے؟ اس کی جڑ یہی ہے۔ کہ جس کو یہ **قوت** یہ طاقت اور منصب نہیں ملا۔ وہ کیونکر کہہ سکتا ہے۔ کہ میں **نوع انسان** کے لئے رسول ہو کر آیا ہوں۔ اس لئے بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھ یہ کہتا ہوں۔ کہ کسی نبی کو یہ قوت اور یہ شوکت [illegible] نہیں ملا۔ جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا۔ اس مشن اور رسالت کا بار گراں اٹھانے والا ایک ہی وجود تھا۔ جس کے دل و دماغ میں [illegible] موافق قوت اور [illegible] نہیں [illegible]۔ قرآن مجید میں دو عظیم الشان نبیوں کا ذکر آتا ہے۔ ایک کا نام موسیٰ علیہ السلام اور دوسرا خاتم [illegible] محمد مصطفیٰ [illegible]۔ موسیٰ ابن عمران دعا کرتے ہیں رب اشرح لی صدری [illegible] کھولا ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی [illegible] میں ذکر ہوا۔ الم نشرح لک صدرک۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہم نے تیرے سینہ کو کھول دیا ہے۔ موسیٰ کو دعا کی ضرورت تھی اس لئے کہ وہ عظیم الشان مشن پر مامور ہو کر نہ آئے تھے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت کے ساتھ ہی آپ کو وہ دل و دماغ اور وہ قوتیں اور طاقتیں عطا کی تھیں۔ جو کسی **انسان** کو دنیا میں کبھی نہیں ملی ہیں۔ اور نہ مل سکتی ہیں۔ یہ داد الٰہی ہے۔ جس کے دل و دماغ میں چاہے۔ اس قسم کی طاقتیں رکھدے۔ اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ اس **امانت حقہ** کا اصل حامل کون ہے۔ ہر ایک کا کام نہیں کہ اس راز کو سمجھ سکے۔ اور ہر ایک کے منہ میں ایسی زبان نہیں۔ جو انی رسول اللہ الیکم جمیعا کا دعویٰ کر سکے؟ یہ صرف ایک ہی شخص کا کام تھا۔ جو جائز اور بجا طور پر **محمد** کہلایا صلی اللہ علیہ وسلم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک نام بھی آپ کی سیرۃ کے معلوم کرنے کی ایک کلید ہے۔ دنیا میں بہت سے لوگ اپنے بچوں اور عزیزوں کے عجیب عجیب معنی خیز نام رکھتے ہیں مگر فی الحقیقت اس نام والے میں وہی کیفیت پیدا ہو جانا یہ آسان امر نہیں۔ بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل کی بات ہو سکتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کا **محمد** ہونا تو ایک اعجاز ہے۔ جس کو آنکھ کے اندھے اور حسن کا نشان [illegible] سمجھ بھی نہیں سکتے۔ محمد کے معنے ہیں بہت ہی تعریف کیا گیا۔ دنیا میں یہ عام قاعدہ ہے۔ کہ جس قدر کوئی قابل تعریف کام کرتا ہے۔ اسی قدر اس کی تعریف ہوتی ہے۔ پہلے نبی خاص قوموں اور خاص وقتوں کے لئے آتے تھے اور ان کی ذات سے کوئی عظیم الشان اصلاح وابستہ نہ ہوتی تھی۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح عظیم الشان اصلاح تھی۔ اور اسی لئے آپ ہی اس نام مبارک کے مستحق تھے۔ چونکہ اس وقت دنیا سے خدائے قدوس کی عبادت اور توحید گم ہو چکی تھی۔ اور دنیا کے ہر حصہ کی حالت بگڑ گئی تھی۔ اس لئے حمد الٰہی کو دنیا میں قائم کرنے والا ہی جائز حق رکھتا تھا۔ کہ وہ **محمد** کہلائے۔ یہ بالکل سچ ہے۔ اور دنیا کی تاریخ اس امر کی موید ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تاریکی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اور آپ نے ایک خارستان میں قدم رکھا تھا۔ ہم احمدی اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاوے۔ اور کل نبی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مبعوث ہو چکے تھے۔ سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور اصلاح کرنا چاہتے۔ جو حضرت خاتم الانبیاء کے ذریعہ ہوئی۔ تو ہرگز نہ کر سکتے۔ اس لئے کہ انہیں وہ دل اور وہ قوت نہ ملی تھی۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تھی۔ ہم تمام انبیاء علیہم السلام کی عزت اور تکریم اور ان پر ایمان لانا اپنا فرض یقین کرتے ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل انبیاء علیہم السلام کا سرتاج اور امام [illegible] ایمان سمجھتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جو ہمارے ایمان کا جزو اعظم اور ہمارے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ میرے دوستو! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات پیش آمدہ کا علم ہو۔ اور یہ معلوم ہو۔ کہ اس وقت دنیا کی کیا حالت تھی۔ اور آپ نے آ کر کیا تغیر کر دیا۔ تو انسان وجد میں آ کر اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک و سلم کہہ اٹھتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ یہ خیالی اور فرضی بات نہیں ہے۔ قرآن شریف اور دنیا کی تاریخ اس امر کی شہادت دیتی ہیں۔ کہ نبی کریم نے کیا کیا ورنہ وہ کیا بات تھی۔ جو آپ ہی کے لئے مخصوصاً فرمایا گیا

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنو صلو علیہ وسلمو تسلیما۔

صاحبان! یہ غور کرنے کا مقام ہے۔ اس سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان کا پتہ لگتا ہے۔ مجھے ہمیشہ ان نادانوں پر افسوس ہوا کرتا ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی کا مقابلہ ایسے لوگوں سے کرتے ہیں۔ جو ہیچ جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کوئی پوزیشن رکھتے ہی نہیں۔

جو دعویٰ سرور کائنات نے کیا کہ میں نوع انسان کا رسول ہوں۔ یہ کسی دوسرے کی زبان سے نہیں نکل سکا۔ ایسے شخص کی **اولوالعزمی** اور ہمت اور بلند نظری پر غور تو کرو۔ کہ وہ کس قدر زبردست اور کامل قویٰ کا مالک ہو گا۔ جو مختلف قوموں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا۔ جن میں مختلف طبیعت۔ مختلف عمروں۔ مختلف ملکوں

اور مختلف قویٰ اور مختلف خیال کے لوگ داخل ہیں۔ اُن کے لئے ایک ہی ہدایت نامہ دینا جو یکساں مفید اور مؤثر ہو۔ کیا آسان ہو سکتا ہے؟

اور پھر سب کی تربیت کر کے دکھا دینا اور تربیت بھی جسمانی نہیں روحانی تربیت خداشناسی اور معرفت کی باریک سے باریک باتوں اور اسرار سے پورا واقف بنا دینا اور نری تعلیم ہی نہیں۔ بلکہ عامل بنا کر دکھا دینا۔ یہ کوئی چھوٹی سی بات ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ دُنیوی اغراض و مقاصد کے لئے لوگ جمع ہو سکتے ہیں۔ مگر ہمیں اس کی نظیر بتاؤ کہ محض اللہ کے لئے۔ پھر ایسے وقت میں کہ اللہ تعالیٰ کے جلالی نام سے دُنیا ناواقف ہو۔ اور اس کا اقرار کرنا لاکھوں بلاؤں کو برسر لینا ہو۔ کیونکہ آپؐ یہ پیغام دُنیا کی اس برگزیدہ قوم کو دیتے ہیں۔ جو قتل و غارت میں عدیم المثل ہو۔ اور پیغام دینے والا اُن کی محبوب ترین چیز مذہب کو اُن کے ہاتھ سے لیتا ہو۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم الشان جذب نہ ہو۔ کہ بے اختیار لوگ کھیچے چلے آئیں۔ اور تمام تکالیف اور مصائب اپنے اندر ایک لذت نہ پیدا کر لیں۔ ہو نہیں سکتا۔ اب اس اصل کو مدنظر رکھکر تھوڑی دیر کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے وقت پر غور کرو۔ اور آپؐ نے جو جماعت اس حالت میں تیار کی۔ اُن کے حالات پر نظر کر جاؤ۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ فی الحقیقت آپ ہی اس قابل تھے کہ محمدؐ کہلاتے۔

میں آپ کو حضور کی کس کس اعجازی زندگی کا نقشہ کھینچکر دکھاؤں۔ میرے دوستو! آپ کی ہر حرکت اور ہر ادا ایک نور اپنے اندر رکھتی ہے۔ جن کے ذریعہ ہم ہزارہا قسم کی ظلمتوں اور تاریکیوں سے نکل آتے ہیں۔ مگر آہ! ہم اسے دیکھیں بھی۔

میں بڑی دلیری سے اس مجمع عام میں کہتا ہوں۔ کہ آپؐ کے صدق نبوت پر سب سے بڑا نشان آپ کی زندگی ہے۔ آپؐ کی زندگی کے دو پہلو تھے۔ جلالی اور جمالی۔ اور اسی وجہ سے آپؐ کے دو نام تھے۔ محمدؐ اور احمدؐ۔ ان دونوں ناموں میں دو کمال جُدا جُدا ہیں۔ محمدؐ جلالی نام ہے اور کبریائی کو چاہتا ہے جو نہایت درجہ تعریف کیا گیا۔ اور اس میں ایک معشوقانہ رنگ ہے۔ کیونکہ معشوق کی تعریف کی جاتی ہے۔ اور احمدؐ اپنے اندر عاشقانہ شان رکھتا ہے۔ کیونکہ تعریف کرنا عاشق کا کام ہے۔ اور وہ اپنے محبوب و معشوق کی تعریف کرتا رہتا ہے۔ اس لئے جیسے محمدؐ محبوبانہ شان میں جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے۔ اسی طرح پر احمدؐ عاشقانہ شان میں ہو کر غربت اور انکساری کو چاہتا ہے۔ اس میں سر یہ تھا۔ کہ آپ کی زندگی کی تقسیم دو حصوں پر مقدر تھی۔ ایک مکی زندگی جو تیرہ سال کی بعد بعثت کی ہے۔ دوسری مدنی زندگی۔ جو دس سال کی ہے مکی زندگی میں اسم احمدؐ کی تجلی تھی۔ اس وقت آپؐ کا کام دن رات اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری دبکا اور استعانت اور دعا میں گذرتی تھی۔ اگر کوئی شخص آپؐ کی بسر اوقات پر پوری اطلاع رکھتا ہو۔ تو اُسے معلوم ہو جائے۔ کہ جو تضرع و زاری آپؐ نے اس مکی زندگی میں کی ہے۔ وہ کبھی کسی عاشق نے اپنے محبوب و معشوق کی تلاش میں کبھی نہیں کی اور نہ کر سکے گا۔ پھر آپؐ کی تضرع اپنے لئے نہ تھی۔ بلکہ یہ تضرع دُنیا کی

حالت کی پوری واقفیت کی وجہ سے تھی۔ خدا پرستی کا چونکہ نام و نشان مٹ چکا تھا۔ اور آپؐ کی روح اور ضمیر میں اللہ تعالیٰ ہی میں ایمان رکھکر ایک لذت اور سرور آ چکا تھا اور فطرتاً دُنیا کو اسی لذت سے سرشار کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے دُنیا کی اس حالت پر گریہ و بکا تھا۔ یہاں تک کہ قریب تھا۔ کہ آپؐ کی جان نکل جاتی۔ اسی کی طرف قرآن مجید نے اشارۃً فرمایا۔

لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین

یہ آپؐ کی متضرعانہ زندگی تھی۔ اور اسم احمدؐ کا ظہور تھا۔ اس وقت آپؐ ایک عظیم الشان توجہ میں پڑے ہوئے تھے اس توجہ کا ظہور مدنی زندگی میں ہوا جبکہ اسم محمدؐ کی تجلی ظاہر ہوئی جیسا کہ اس آیت سے پتہ لگتا ہے۔

واستفتحوا وخاب کل جبار عنید

مکی زندگی میں آپؐ پر کس کس قسم کے مظالم روا رکھے گئے یہ داستان نہایت دردناک اور تیرہ برس کے مصائب کی لمبی داستان ہے۔ مگر یہ زمانہ مصائب اور مشکلات کا ان آئندہ فتوحات اور ترقیوں کے لئے بطور کلید تھا۔ القصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرۃ پر غور کرنے کے لئے آپؐ کے نام سے بھی استدلال ہوتا ہے۔ پھر اس عظیم الشان دعوے کی صداقت جو نوع انسان کی طرف مامور ہو کر آنے کا ہے۔ پھر ان امور کی وضاحت اس حالت سے ہوتی ہے۔ جب آپ کی بعثت ہوئی۔ ایک شخص ایک ایسے طبقہ اور حلقہ میں رہ کر جہاں اس کے جذبات کو اپیل نہیں ہو سکتا۔ جہاں کی صحبت اور سوسائٹی اعلیٰ درجہ کی ہو۔ ایک حد تک نیک اور خوش اطوار ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک شخص اس قوم میں پیدا ہوتا ہے۔ جو اپنی ہر قسم کی اسراف بدکاریوں اور خطاکاریوں میں بڑھی ہوئی تھی۔ جن کے ہاں کوئی گناہ گناہ نہیں سمجھا جاتا۔ کوئی شریعت اور ہدایت ان کے پاس نہیں ہے۔ اُن میں وہ اپنی زندگی کا ایک زمانہ گذارتا ہے۔ اور وہ زمانہ نہایت اعلیٰ درجہ کا قابل قدر اور قابل نمونہ ہے۔

میرے دوستو! میں ایک امر کی طرف تمہاری توجہ مبذول کرانی چاہتا ہوں۔ دُنیا میں جسقدر ہادی اور رہنما گذرے ہیں۔ اُن میں اور ہمارے نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاں اور عظیم الشان امتیاز اور فرق ہے۔ وہاں ایک بات ایسی عجیب ہے۔ کہ جس طرح پر آپؐ کے سوانح محفوظ چلے آتے ہیں۔ کسی دوسرے کے نہیں ملیں گے۔ اور علاوہ بریں اخلاق کی تکمیل کے لئے جس قدر قوتیں اور شعبے انسان کو دیئے گئے ہیں۔ ان سب کا عملی نمونہ جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پایا جاتا ہے۔ کسی دوسرے کی زندگی میں وہ اس مکمل رنگ میں نہیں ملے گا۔

میں اس امر کے مان لینے کے لئے تیار ہوں۔ کہ اگر ان ہادیوں اور رہنماؤں کو وہ اسباب اور مواقع ملتے تو کچھ شک نہیں ہو سکتا تھا۔ ان سے بھی اخلاق کا ویسا ہی صدور ہوتا۔ مگر میں کیا کروں۔ تاریخ اس امر کے بیان کرنے

سے عاری ہے اور پتہ نہیں دیتی کہ فی الواقعہ ان سے ایسے اخلاق کا صدور ہوا بھی یا نہیں؟ بالقوۃ ایک امر کا ہونا امر دیگر ہے اور بالفعل اس کا صدور ہونا شئے دیگر۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ کیسے عظیم الشان فخر اور فضل کی بات ہے۔ کہ آپؐ کو ایسے تمام اسباب میسر آئے کہ تمام انسانی کمالات اور اخلاق کا صدور آپؐ سے ہوا برخلاف دوسرے رہنماؤں کے۔ اور پھر یہ کیسی عجیب بات ہے۔ کہ آپؐ کے تمام واقعات زندگی ہم تک محفوظ چلے آتے ہیں۔ برخلاف دوسرے نبیوں اور پیغمبروں اور راستبازوں کے کہ ان کے حالات محفوظ نہیں۔ بلکہ ہم یہ فخر سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کا ان پر احسان نہ ہوتا۔ تو بعض کے حالات زندگی تو ایسے ملتے ہیں کہ شائد دُنیا کو ان کی نبوت تو ایک طرف ان کو اعلیٰ درجہ کا نیک انسان ماننے میں بھی تامل ہوتا۔ مثال کے طور پر میں حضرت مسیح علیہ السلام ہی کا نام لیتا ہوں۔ اگر قرآن مجید آپ کی تطہیر نہ کرتا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آپ کی نبوت کی تصدیق نہ ہوتی۔ تو موجودہ اناجیل کے ذریعہ تو کچھ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ غرض ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی اپنے اندر ایک اعجازی طاقت رکھتے ہیں۔ اور انہیں رکھنا بھی چاہئے تھا۔ اس لئے کہ آپؐ کل دُنیا کے لئے اور ہمیشہ کے لئے مبعوث ہو کر آئے تھے۔ اور پھر آپؐ ہی کے لئے فرمایا گیا تھا۔ کہ آپؐ ایک بہترین نمونہ ہیں اگر آپؐ کے سوانح محفوظ نہ ہوتے تو نمونہ کیسے ہو سکتے۔ اور جبکہ آپؐ کے آنے کی غرض و غائت یہ تھی۔ کہ دُنیا پر اس خدا کا جلال ظاہر کریں۔ جو مخلوق کی نظروں اور دلوں سے پوشیدہ ہو چکا تھا اور اس کی جگہ باطل اور بیہودہ معبودوں بتوں اور پتھروں نے لے لی تھی اور گولڈن انڈیا کے رہنے والے جو ناکھوں کروڑوں برس سے وید کے گیان کی لہروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور اب اس زمانہ میں توحید کے مدعی بنتے ہیں اس وقت وہ ایسی ذلیل حالت میں پہنچ چکے تھے۔ کہ یہی نہیں کہ ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کے پجاری تھے۔ بلکہ وہ کچھ ایسی بہیمی کی حالت میں گرے ہوئے تھے۔ کہ انسانی شرمگاہ بھی ان کی پوجا رہی تھی۔ اور اب تک بھی انڈیا کے [illegible] لنگ اور یونی کی پوجا ہوتی ہے۔ انسانی شرمگاہوں کو معبود بنا لینے والی قوم کے اخلاق اور حالت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے۔ یوں برا منانا تو امر دیگر ہے۔ مگر ایسی مکروہ حالت میں گری ہوئی قوم دُنیا کو گیان دینے کی مدعی ہو سکتی ہے۔ یہ فیصلہ خود سب [illegible] خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ اس وقت اور اس کے بعد بھی کسی جدید گیان اور الہام کی مدعی نہ ہو۔

یہ امر بطور جملہ معترضہ کے آگیا۔ میرا مطلب یہ تھا۔ کہ چونکہ اس وقت حالت بگڑی ہوئی تھی اس کی اصلاح کی لئے ضروری تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالی اور جمالی زندگی کا نمونہ دکھاتا پس آپ کو کامل نمونہ بنا کر بھیجا گیا۔ اس لئے جہاں آپ کو اسوۂ حسنہ فرمایا۔ دوسری جگہ یہ حکم دیا۔

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفرلکم ذنوبکم یعنی ان کو کہدو۔ کہ اگر تم چاہتے ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ کے محبوب بن جاؤ۔

اور تمہارے گناہ بخش دیئے جاویں یعنے گناہ آلود زندگی پر موت واقع نہ ہو جاوے۔ تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ میری اتباع کرو۔ اب غور کا مقام ہے۔ کہ یہ آئت آپ کی اعلیٰ درجہ کی مطہر زندگی کے لئے کیسی زبردست دلیل ہے۔ اگر آپ کا نمونہ کامل نہیں تہا تو پھر یہ حکم کیسے مل سکتا ہے۔ ایک ناواقف شخص کہہ سکتا ہے کہ خود ہی دے لیا۔ لیکن جب ہم تاریخی واقعات پیش کرتے ہیں۔ کہ کس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی متبع قوم کی کایا پلٹ دی اور اللہ تعالیٰ کے حضور عبد اللہ بنا کر پیش کر دیا۔ تو یہ دعویٰ خیالی نہیں رہ جاتا۔ بلکہ ایک فیکٹ اور ٹروتھ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔

اس آئت سے ایک اور عجیب بات بھی معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنی کسی خود تراشیدہ طریق ریاضت و مشقت اور جپ تپ اور مجاہدہ سے اللہ تعالیٰ کا محبوب اور قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ انوار و برکات الٰہیہ کسی شخص پر نازل نہیں ہو سکتے۔ جب تک وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں فنا اور گم نہ ہو۔ میں بلاخوف لومۃ لائم یہ کہنے کو تیار ہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح پر اپنی جماعت کو سلوک کی منزلیں طے کرائیں اور تمام مدارج طے کرا کر آخر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کے مقام پر انہیں جا کھڑا کیا۔ وہی طریق بابرکت اور مفید ہو سکتا ہے۔ اسے چھوڑ کر اگر کوئی اور امر اختراع کر لیا جاوے۔ تو تھوڑی دیر کے لئے ممکن ہے کہ انفرادی طور پر کسی کے لئے مفید ہو۔ مگر وہ بطور اصل اور امہات کے نہیں ہو سکتا۔ میں بعض کے اس بیان سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ کہ قرآن مجید سے ہر استنباط کرنے والا انسان حق پر ہو سکتا ہے؟ گویا قرآن کریم کیا ہوا؟ معاذ اللہ! ایک موم کی ناک ہوا۔ جس نے جدھر چاہا پھیر لیا وہ قول فصل ہے وہ نور ہے وہ ہدایت ہے۔ وہ شفا اور رحمت ہے۔ وہ حکم ہے اختلاف مٹانے کو آیا ہے۔ اس سے اختلاف پیدا نہیں ہوتا۔ جو لوگ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں۔ وہ غلطی کھاتے ہیں۔ ایسا ہی یہ سچ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی امور اصلاح کے لئے ایسے بھی رکھے ہوں کہ جو کسی خاص شخص کو بتا دیئے ہوں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ شریعت کا اتنا ہی کام ہے۔ کہ وہ بیرونی اصلاح کرے۔ میں اس کو قرآن مجید کے خلاف پاتا ہوں۔ قرآن مجید نے جو یگانہ فخر اسلام کو دیا ہے اور جسے ہم دوسری قوموں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ یہی ہے کہ اس نے ایسی شریعت ہمیں عطا کی ہے۔ جو تزکیہ نفوس کرتی ہے۔ قرآن مجید وحشیوں کو انسان اور انسانوں سے بااخلاق انسان اور پھر باخدا انسان بناتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرۃ اور لائف میں ادنے سے ادنے واقعات بھی محفوظ پاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک معمولی اور طبعی فعل کے وقت بھی ایک ہدائت دیتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص پاخانے جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دُعا پڑھو۔ اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث کیا کسی ہادی اور رہنما کی تعلیم میں یہ بات مل سکتی ہے۔ ایک

ظاہر بین انسان رموز شریعت پر غور نہ کرنے والا انسان شائد اس کو ہنسی میں اُڑا دے اور کہے یہ کیا بچوں یا اوہام پرستوں کی سی باتیں ہیں۔ مگر سُنو! اس کی تہ میں وہ فلسفہ ہے۔ جو کسی انسان کو نہیں دیا گیا۔ بجز اس کے جو اعلیٰ درجہ کے مقام تزکیہ نفس پر ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ انسان کے اندر پاخانہ کے خارج کرنے کے لئے ایک طبعی جذبہ ہے۔ اور وہ ایک گندگی ہے۔ ایسے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہدائت فرماتے ہیں۔ کہ اے اللہ جس طرح پر گندگی کے دور کرنے کے میرے اندر ایک جوش اور جذبہ رکھا ہے۔ اسی طرح پر تمام قسم کی گندگیوں اور آلودگیوں کو جو روحانی کثافت کا موجب ہوتی ہیں۔ دور کر دے۔ اسی طرح ہر موقع پر آپ نے کوئی نہ کوئی روحانی تعلیم دی ہے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور آپ کے نقش قدم پر چلنا ہی اللہ تعالیٰ کے قرب اور حصول محبت کا ذریعہ ہے۔ جو شخص آپ کی محبت میں گم ہو جاوے اور آپ کی اطاعت اور پیروی میں ہر قسم کی موت اپنی جان پر وار کر لے۔ اس کو وہ نور ایمان محبت اور عشق دیا جاتا ہے۔ جو غیر اللہ سے رہائی دلا دیتا ہے اور گناہوں سے رستگاری اور نجات کا موجب ہو جاتا ہے اسی دُنیا میں وہ ایک پاک زندگی پاتا ہے اور نفسانی جوش و جذبات کی تنگ و تاریک قبروں سے نکل آتا ہے۔ اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی یعنے میں وہ مُردوں کو اُٹھانے والا ہوں جس کے قدموں پر لوگ اُٹھائے جاتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ وہ علوم جو مدار نجات ہیں۔ یقینی طور پر بجز اس حیات کے حاصل نہیں ہو سکتے۔ جو بتوسط روح القدس انسان کو ملتی ہے۔ اور قرآن شریف کی یہ آئت پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ وہ حیات روحانی صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے ملتی ہے۔ پس اس آئت سے بھی آپ کی اعلیٰ درجہ کی مطہر زندگی کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر آپ کی اعلیٰ درجہ کی پاکیزہ زندگی پر وہ آئت دلیل ہے۔ جو آپ نے بطور تحدی پیش کی وقد لبثت فیکم عمراً فلا تعقلون یعنی تم میں میں نے اپنی عمر کا ایک حصہ گذارا ہے۔ تم کیوں نہیں سوچتے۔ کسی غیر ملک غیر قوم اور بے حس قوم کے سامنے کوئی شخص ممکن ہے۔ کہ اس قسم کا دعویٰ کرے اور خاموش رہے۔ مگر عربوں کی قوم میں جنہوں نے حریت اور بہادری کی آب و ہوا میں پرورش پائی ہو۔ ایک ایسا مدعی دعویٰ کرے۔ جو ان کے مذہب کو پاش پاش کرنے والا ہو۔ مگر پھر بھی وہ خاموش رہیں۔ اور کوئی الزام آپ پر نہ رکھ سکیں۔ یہ زبردست شہادت ہے۔ جس کا جواب کوئی مادہ پرست انسان بھی نہیں دے سکتا۔

غرض اس طرح پر قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں۔ بلکہ قرآن مجید آپ کی سیرۃ کا آئینہ ہے۔ جیسا کہ آپ کے حالات کی محرم اور واقف حضرت صدیقہ عارفہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بھی اس کی تصدیق کرتا ہے

وکان خلقہ القرآن۔

قرآن کریم کی تعلیم اور ہدائت پر آپ نے عمل کر کے دکھا دیا۔ اور اسی لئے فی الحقیقت آپ کے اخلاق اور سیرۃ کے لئے قرآن مجید سے بہتر کوئی آئینہ نہیں ہے۔

برادران میں نے شروع میں کہا تھا۔ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک متمدن ہستی بنایا ہے اور انسان اور خدا کے درمیان انبیا علیہم السلام بطور واسطہ ہوتے ہیں جن کے پاک نمونے سے ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو صلح کاری پھیلاتے ہیں اور اتباع حق سے ہنگامۂ ہستی کی رونق ہوتے ہیں۔ یہ پاک لوگ جب خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تو ایسے دُنیا سے منقطع اور متبتل ہوتے ہیں۔ گویا اس جہان سے قطعاً مر گئے ہیں۔

چنانچہ اسرار نبوت کی ایک ہی راز دان عورت صدیقہ طاہرہ کہتی ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی حالت کبھی وارد ہو جاتی تھی۔ کہ اس وقت مجھے نہیں پہچانتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبتل تام کی حقیقت اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ جس پر کج فہم اور حقیقت سے ناآشنا لوگوں نے اعتراض کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد پڑھا کرتے تھے اور بعض اوقات حضرت عائشہ آپ کے سامنے لیٹی ہوئی ہوتی تھیں۔ میں اس کے باریک اسرار پر بحث نہیں کرتا۔ مگر آپ کو اور ایسے معترضین کو یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ یہی وہ اعلیٰ درجہ کا مقام تھا۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اخلاص اور اپنے قویٰ پر پوری حکومت ایک طرف اور خدا تعالیٰ میں محویت اور فنا دوسری طرف ثابت ہوتی ہے۔ ظالم طبع معترض اس واقعہ کو آپ کی شہوت پرستی پر محمول کرتا ہے۔ مگر انصاف شرط ہے کہ وہ شخص جو تاریک رات کی سُنسان گھڑیوں میں اٹھتا ہے۔ اور ایسے وقت کہ کوئی اس کے متبعین میں سے اس کو دیکھتا نہیں۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حضور عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ کیا وہ معمولی انسان ہو سکتا ہے۔ کیسی رفارمر کی زندگی میں ایسی مثال پیش کر سکتے ہو جب تک اعلیٰ درجہ کی طہارت اور تزکیہ نفس اُسے حاصل نہ ہو۔ اور وہ بالکل باخدا اور مخلص اور مقام صدق پر نہ کھڑا ہو۔ ایسے وقت میں عبادت کے لئے کھڑا ہونا کیونکر ہو سکتا ہے۔ پھر اتنی ہی بات نہیں۔ جوان اور محبوب بیوی پاس ہو۔ اور وہ اُس کے حضور رقاب اور توجہ الی اللہ میں ذرا بھی مخل نہ ہو سکے یہ اعلیٰ درجہ کی روحانیت اور خدا پرستی کی دلیل ہے۔ یا شہوت پرستی کی۔ مگر افسوس کہ ان عقل کے اندہوں کو یہ کمالات دکھائے کس طرح جائیں۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی حقیقی تمدن کا نمونہ ہے۔ اور آپ کا چال چلن سچی تہذیب اور اس جہان کی روشنی ہے۔

پس سنو! ہماری اصطلاح میں معاشرت۔ تمدن۔ سیاست وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔ اور آپ کی

غرض وغایت ہی یہی تھی کہ تمدن اعلیٰ درجہ پر پہنچ جاوے حضور سرورِ عالم کی زندگی کامل انسان بننے کے لئے کافی سامان اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور درحقیقت کوئی انسان ایسا نہیں ہوا۔ کہ جس کی زندگی سے تمام انسانی ضروریات کے تمام شعبے تربیت پا سکیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کے واقعات کو سب سے زیادہ صاف اور روشن اور اکمل طور پر جہان میں رکھا ہے یہاں تک کہ آپ کے کھانے پینے۔ ضروری حاجات اور بیویوں تک سے معاشرت کے معاملات سب کے سب محفوظ ہیں۔ کسی ہادی کی زندگی میں ایسی نظیر مل سکتی ہے؟

ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

آپ کی پاکیزہ عظمت اور کمالات کا یہی ثبوت کافی ہے۔ کہ کوئی واقعہ اپنی زندگی کا آپ نے مخفی نہیں کیا۔ میں آپ کے کس کس اخلاق پر بحث کروں۔ آپ کامل خاوند ہیں۔ میاں بیوی کے تعلقات جس قسم کے ہونے چاہئیں۔ جو خدا تعالیٰ نے اس رشتہ میں مقصود رکھے ہیں وہ آپ کی معاشرہ میں دیکھو۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وعاشروھن بالمعروف۔ اس وقت اگر میں اس امر پر بحث کروں۔ کہ اسلام سے پہلے عورتوں کی کیا حالت تھی۔ اور عورت کے ساتھ دنیا نے کیا سلوک کیا تھا۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر کیا کیا اور کیا اصلاح فرمائی۔ تو یہ مضمون بجائے خود ایک مبسوط اور مستقل کتاب چاہتا ہے۔ اور میں نے بحمد اللہ اس پر ایک کتاب لکھی ہے۔ جو ابھی طبع نہیں ہوئی اور اس کا نام ہے "اسلام میں عورتیں" غرض قرآن مجید نے یہ حکم دیا اور آپ نے فرمایا خیرکم خیرکم لاھلہ اب اس حکم کی تعمیل اور تکمیل آپ کی زندگی میں دیکھو۔ ایک عام دنیادار جس کی ایک ہی بیوی ہو۔ بسا اوقات تنگ آجاتا ہے۔ لیکن یہ کامل انسان باوجودیکہ ایک نہیں نو بیویاں رکھتا ہے۔ لیکن جب دیکھو راحت و مسرت میں ہے۔ اور جب کسی بیوی کے پاس بیٹھتا ہے گویا بہشت میں ہے۔ کسی قسم کا تکدر اور ملال آتا ہی نہیں۔ کیا کوئی شخص گمان کر سکتا ہے۔ کہ ضعیف اور کمزور جنس کی طرف سے اتنے دراز عرصہ میں کوئی ایسی ادا یا حرکت خلاف طبع سرزد نہ ہوئی ہوگی تجربہ اور عرف عام گواہ ہے۔ کہ خانہ نشین ہم پہلو سے کبھی نہ کبھی کوئی امر خلاف مرضی صادر ہو جاتا ہے۔ مگر با ایں وہ ٹھنڈا دل اور بہشتی قلب قابل غور ہے۔ جس نے اتنی مدت میں کسی قسم کے رنج اور تنغص عیش کی آنچ تک نہ چھوئی ہو۔ جب تک وہ کڑوا گوشت کا ٹکڑا جو تمام زہر کا مخزن اور ہر قسم کے غل وحسد اور کینہ اور عداوت کا منشا ہے۔ اور جو اس عالم میں دوزخ در بغل ہے۔ اگر کسی شخص سے قطعاً مسلوب نہ ہو چکا ہو۔ اور خدائے قدوس کے دست خاص نے اس کا تزکیہ اور تطہیر اور شرح صدر نہ کیا ہو۔ یہ کیفیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اب سرورِ عالم کی زندگی کے واقعات پڑھ جاؤ کہ کس وقار اور سکون کے ساتھ حضور گھر میں رہتے ہیں۔

ایک شخص جس نے ساری عمر شادی ہی نہیں کی۔ وہ عورت اور مرد کو کیا ہدایات دے سکتا ہے۔ ہم اس کی اخلاقی اور معاشرتی زندگی کا نمونہ اگر بہ حیثیت ایک شوہر کے دیکھنا چاہیں تو کہاں سے لائیں۔ پنڈت دیانند جی کا تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ذکر کرنا بھی گناہ سمجھتا ہوں۔ اس شخص کی زندگی کی کوئی خصوصیت ہی نہیں رکھتی۔ کہ کتنے بڑے عظیم الشان انسان سے اس کا مقابلہ کیا جاوے لیکن بہ حیثیت نبی ہونے کے حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی میں اگر بہ حیثیت ایک شوہر کے کوئی نمونہ دیکھنا چاہیں تو وہ کہاں ہے؟ اسی طرح بہت سے دوسرے ریفارمر اور ہادیوں کی حالت ہے۔ جن کی زندگی کے واقعات محفوظ نہیں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دوست کی حیثیت سے دیکھو۔ صحابہ کے ساتھ عظیم الشان تعلق ہے اس تعلق میں بہت سی باتیں ہیں۔ منجملہ ایک یہ ہے۔ جس کی اللہ تعالیٰ کی مجید کتاب نے بھی گواہی دی ہے بالمومنین رؤف رحیم۔ اس سے یہ سبق نکلتا ہے۔ کہ مامور من اللہ کی شناخت کا یہ بھی ایک طریق ہے۔ کہ مومنین کے ساتھ رؤف اور رحیم ہو۔ میں اپنی بولی میں ایسا کوئی لفظ نہیں پاتا۔ جس سے رؤف کا مفہوم ادا کر سکوں۔ رؤف کے لفظ سے آپ کے پاک قلب کی تصویر نظر آتی ہے۔ اس لفظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صحابہ گواہی دے رہے ہیں۔ کہ آپ میں کیا رافت اور کرم ہے۔ اسی رافت اور کرم کا تقاضا ہے۔ کہ یہ رحیم کریم انسان رات دن مخلوق کی نفع رسانی میں کوشش کرتا ہے۔ ناتوانوں اور اپاہجوں کو کما کر کھلاتا ہے۔ مہمانوں کی مدارات اور مسافروں کی مواساۃ کرتا ہے۔ بیماروں کی خبر گیری کرتا ہے۔ دکھ درد میں جو مبتلا ہیں۔ ان پر آنسو بہاتا ہے۔ جو یتیم بچے رہ جائیں۔ یا جو قرض چھوڑ دیں۔ ان کے لئے کہتا ہے۔ کہ وہ میرے ذمہ ہیں۔ مگر ورثہ کے لئے کہتا ہے کہ وہ وارثوں کو ملے۔ بے تکلف ایسا کہ بازار میں اپنے ایک خادم سے پیچھے سے جا کر پیار کر لیتا ہے۔ آپ ایک باپ ہیں۔ آپ کے گیارہ بچے فوت ہوتے ہیں۔ کس کمال صبر سے خدا تعالیٰ کی قضا و قدر سے پوری موافقت کا اظہار کرتے ہیں۔ غزوات میں آپ نے دکھایا ہے۔ کہ ایسے وقت میں جبکہ غضب کی طاقتوں اور انتقام کش قوتوں کے کمال ہیجان کا وقت ہوتا ہے۔ اور پھر خونی دشمن کے مقابل میں جو ہر طرح کے قانون ملکی اور شرعی اور عرفی کی رو سے سخت سزا کے قابل ہیں۔ آپ کے نفس کی باگ بالکل خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ لا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکمل۔ اطہر اور احلم سیرۃ کی زبردست شہادت ہے۔ کیونکہ جب دشمن اور سفاک دشمن سے جنگ چھڑ جاوے اور طبیعتوں میں فوق العادت اشتعال ہو۔ تو اس صورت میں کیونکر ممکن ہے۔ کہ کوئی حد انتقام لینے اور سزا دینے کے لئے قائم رکھی جائے۔ اور اعتدا سے پرہیز ہو۔ مہذب سے مہذب قومیں (بزعم خود) آج موجود ہیں۔ اور باوجود پیس کانفرنسوں کے انعقاد کے اس وقت تک جنگ دنیا سے نہیں مٹ سکی۔ کہا جاتا ہے کہ طریق جنگ اور طور انتقام بدل گیا ہے۔ مگر خطرناک جنگوں میں اعدا کے ساتھ جو کچھ مشاہدہ میں آتا ہے۔ عیاں ہے

مگر ہمارے سید و آقا روح عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کی یہ اولو العزمی ہے اور ایسی ابتدائی میں اور ملکی دشمنوں کے ساتھ کہ جنگ میں جذبات نفس سے پاک ہوئی کوئی کارروائی نہ کرے ہر ایک کارروائی اس حد اعتدال تک ہو۔ جس سے امن قائم ہو جائے۔ اور فتنہ دور ہو۔ مخزن موجودات کی زندگی ایسے نمونوں سے بھری ہوئی ہے اور آخری کارروائی جو فتح مکہ پر وہاں کے واجب القصاص لوگوں سے کی ہے۔ آپ کی لانظیر عفو کو ثابت کرتی ہے اور وہ یہ کہ ان سب کو یکدم معاف کر دیا

لا تثریب علیکم الیوم

یہ ایسی مثالیں ہیں کہ دوسری جگہ پائی نہیں جاتی ہیں۔ حضرت مسیح کو وہ قدرت علی الانتقام میسر کب ہوئی۔ جو ہم اس کا نمونہ دیکھتے۔ غرض آپ واعظ ہیں۔ مقنن ہیں۔ امام ہیں۔ ہادی ہیں۔ مفتی ہیں۔ کمانڈر انچیف ہیں۔ قاضی ہیں۔ قصہ مختصر فضیلت کے ہر شعبے کے افسر ہیں۔ اور بات تو یہ ہے

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ایک دانشمند اور منصف مزاج آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور کمالات پر غور کرنے سے اچھی طرح معلوم کر سکتا ہے کہ آپ کا دلی ارادہ اور مقصود بالذات کیا تھا؟ صرف یہی کہ انسان کو باخدا انسان بناویں۔

چالیس سال تک کامل سچائی۔ راستی اور وفاداری اور ملک کی خیر خواہی سے زندگی بسر کی۔ عرب کی تاریخ اس امر کی گواہ ہے اس حالت میں بھی آپ امین اور مامون اور راستباز مشہور تھے۔ معاملہ کی صفائی اور دیانت اور امانت کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ خدیجۃ الکبریٰ نے آخر آپ کو اپنا شوہر منتخب کیا۔ اور پچاس برس سے زیادہ عمر تک آپ نے اسی ایک بیوی خدیجہ سے زندگی بسر کی۔ جس کے ساتھ آپ کا پچیس برس کی عمر میں نکاح ہوا۔ جبکہ وہ بی بی چالیس برس عمر کی تھی۔ خدیجۃ الکبریٰ نے جو شہادت آپ کے متعلق دی ہے۔ وہ آپ لوگوں سے مخفی نہیں۔ جب آپ نے پہلی ندائے الٰہی سنی۔ اور دیکھا کہ تمام دنیا اس وعظ کی مخالفت کرے گی۔ جب آپ نے خدیجہ سے فرمایا کہ مجھے اپنی جان پر خوف بن گیا۔ تو اس نے کیا جواب دیا

خوش ہو بخدا۔ کبھی تجھے اللہ ذلیل نہ کرے گا بے شک تو صلہ رحمی کرتا ہے اور سچ بولتا ہے اور دکھ والے کا دکھ [illegible] کرتا ہے۔ اور مفلس کو دیتا ہے اور مہمان نوازی کرتا اور بھلے کاموں میں وقتاً فوقتاً مدد دیتا ہے۔

اس قسم کی شہادتیں۔ جو آپ کی پاکیزہ زندگی کے متعلق ہیں وہ کثرت سے تاریخ کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ عیسائی مورخوں نے باوجودیکہ آپ کی مخالفت کی ہے۔ مگر انہوں نے بھی بالآخر آپ کی پاکیزہ سیرۃ کا اعتراف کیا ہے۔ یہ موقعہ نہیں۔ کہ میں یورپی مصنفوں کے حوالے آپ کو پڑھ کر سناؤں۔ خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ ایک لانظیر سیرۃ ہے۔ اور وہ ہمارے لئے ایک اسوہ نمونہ ہے۔ ہمارا فرض ہونا چاہئے۔ کہ ہم اس سے واقفیت پیدا کریں۔ اور عملدرآمد کے لئے اسے اسوہ قرار دیں۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

پرعمل کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کریں۔ مجھے افسوس ہے کہ ضیق وقت کی وجہ سے مجھے اس لذیذ مضمون کا تسلسل کھونا پڑا۔ اس وقت ایسے سید المعصومین کی شان پر حملے ہو رہے ہیں۔ اور ہم اپنی معمولی غفلت اور سہل انگاری سے انہیں دیکھ کر خاموش رہتے ہیں۔ اس وقت ضرورت ہے کہ ان حملوں کے **ذب اور دفاع** کے لئے پوری کوشش کریں۔ **آریوں** کا فتنہ دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ایک طرف ان کے حملوں کا جواب دیں اور دوسری طرف اسلام سے بھی واقفیت پیدا کریں۔

ایوانِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت یوماً فیوماً خدا کے فضل سے ترقی کر رہی ہے اور اس آیت کے مضمون کو عملی رنگ میں دکھا رہی ہے۔ اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔

اس میلاد نمبر کی خصوصیت کے لحاظ سے **ایوان خلافت** کے متعلق میں صرف ایک صفحہ ایوانِ خلافت کے متعلق نکال سکا ہوں۔ اور وہ بھی اس لئے کہ احباب اپنے مرشد و مولا امام کی باتیں سننے اور اس کی خبر صحت کے لئے گوش براہ رہتے ہیں۔

ہفتہ زیر اشاعت میں ایک شام کو حضرت کو سردرد کی سخت تکلیف ہوئی۔ اور اس نے آپ کو مضطر کر دیا۔ تکلیف کے طبی اسباب ڈاکٹر جانیں یا طبیب۔ مگر میں جو سمجھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ حضرت کو خاص **مطالعہ کتب** کا بہت شوق ہے اور یہ شوق آپ کی فطرۃ کا ایک جزو ہو گیا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں حضرت اقدس آپ کو بارہا ایسے موقعہ پر کہ آپ کو کوئی تکلیف ہو جایا کرتی۔ مطالعہ سے روکتے۔ مگر دوسری طرف کوئی نہ کوئی کتاب ہر روز آجاتی۔ اور پھر راتیں اسی شوق کے پورا کرنے میں گزرتی تھیں۔

لکھنے پڑھنے کا شوق اس درجہ آپ کی طبیعت پر **غالب** ہے کہ یہ فطرت بدل نہیں سکتی۔ بلکہ آپ کا ارشاد ہے کہ

تعلیم بذریعہ قلم ہونی چاہیئے

اور اسی طریق تعلیم پر آپ نے قرآن مجید سے استنباط کیا ہے **الذی علم بالقلم**۔ اس آیت سے آپ نے بلیک بورڈ کے استعمال اور کنڈرگارٹن کے طریق پر ہمیشہ استدلال کیا ہے غرض آپ کو لکھنے پڑھنے کا شوق درجہ کمال پر ہے۔ ان ایام میں بھی **مطالعہ کتب** ہوتا ہی رہتا ہے۔ آپ نے **نپولین** کی لائف منگوائی ہے۔ اسے پڑھتے رہتے۔ غالباً اسی وجہ سے سخت سردرد ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بالآخر اپنا فضل کیا۔ اس وقت جبکہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں (۶ مارچ ۱۹۱۱ء بعد دوپہر) آپ کی طبیعت بہت اچھی ہے۔

ان ایام میں آپ نے میری حاضری میں ضعیف اور **ناقص الخلق** بچوں کی پیدائش پر آریوں کے اعتراضات کے جواب کے سلسلہ میں بہت ہی عجیب تفسیر فرمائی۔ جو انشاء اللہ العزیز درج اخبار ہوگی۔ اس سلسلہ ہی ان عورتوں کے متعلق جن کو لوگ **کالمعلقہ** رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ "ایسی عورتیں دوسرا نکاح کر سکتی ہیں۔"

مجھے چونکہ خود اس ہفتہ میں کثرت پیشاب کا دورہ ہو گیا میں زیادہ حاضر خدمت نہ ہو سکا۔

کیا ہم صلح کل ہو سکتے ہیں؟

گذشتہ اتوار کو ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور بعض دوسرے دوست لاہور سے آئے ہوئے تھے۔ شاہ صاحب کے ایک سوال پر محمڈن یونیورسٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے اس مضمون پر چند اصولی باتیں بتائیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم ان معنوں میں جو عام لوگ سمجھتے ہیں۔ **صلح کل** نہیں ہو سکتے۔ اور دوسروں کے ساتھ مشترک امور میں مل کر کام تو کر سکتے۔ مگر **امتیاز** ضروری ہے۔ میں اس تقریر کے بعد پہنچا آپ نے از راہ کرم مجھے خطاب کر کے فرمایا کہ "آپ نے بھی سن لیا"۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور نے یونیورسٹی کے متعلق کوئی رائے دی ہے۔ اس پر ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب نے وہ نوٹ مجھے سنایا۔ جو درج ذیل ہے۔ اس تقریر کو پڑھ کر معلوم ہوگا۔ کہ آپ اپنی جماعت کے اندر کیا روح پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کی غرض یہ ہے کہ جماعت **سعی فی الدین** کرے۔ وہ دعاؤں سے کام لے۔ اور اس کے لئے تحریک اسی وقت ہوتی ہے جب **امتیاز** ہو۔ غرض فرمایا:۔

اشتراک کا ہم نے فیصلہ کر دیا ہے (اس فیصلہ کا اظہار عنقریب ہوگا) مشترک امور میں مل کر کام کرنا ضرور ہے۔ لیکن امتیاز قائم رکھنا بھی ضرور ہے۔ اس کے لئے [illegible] وجوہ ہیں:۔

(۱) امتیاز ترقی کا موجب ہوتا ہے۔ امتیاز نہ رہے تو قوم گھل مل کر تباہ ہو جاتی ہے۔

(۲) اگر کسی کے ماں باپ یا زمین کا مقدمہ کسی امام مسجد کے ساتھ ہو۔ تو لوگوں کا دستور ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ پس جب ہمارے مامور من اللہ کو یہ لوگ جھوٹا سمجھتے ہیں۔ تو تمہاری غیرت کس طرح برداشت کر سکتی ہے۔ کہ ان کو اپنا امام صلوٰۃ بنا لیں۔

(۳) جب تک تمیز نہ ہو۔ نہ امر بالمعروف ہی رہتا ہے نہ نہی عن المنکر۔ تمہارے لیکچروں کی عزت بھی احمدی نام سے ہی ہوئی ہے۔

(۴) خود نام رکھنا ہی ترقی کا موجب ہوتا ہے۔

(۵) جب کوئی قوم ممتاز ہوتی ہے۔ تو قوم اس کی مخالفت کرتی ہے۔ پھر جوں جوں مخالفت ہوتی ہے۔ اس ممتاز بننے والے کو سعی اور دعا کا موقعہ ملتا ہے۔ یاد رکھو۔ جب تک مشکلات پیش نہ آویں۔ دعا اور کوشش کا موقعہ نہ ملے ترقی نہیں ہو سکتی۔

سعی کوشش۔ جہاد دعا کے لئے ضرور ہیں۔ صلح کل میں نہیں ہو سکتا۔

ارشاد امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مرتبہ جناب ڈاکٹر [illegible] صاحب

خدا کی غریب نوازی اور رحمت بہت وسیع ہے۔ وہ جس کو چاہے معاف کر دے۔ اس لئے ان باتوں کو بتانے میں احتیاط لازم ہونی چاہیئے۔ چنانچہ میں نے ایک دفعہ ایک سررشتہ دار کو جو بڑا فاسق و فاجر تھا جنت میں دیکھا۔ میں نے بڑے تعجب سے حال پوچھا۔ تو کہا۔ کہ میری غریب الوطنی پر اللہ کریم کو رحم آگیا۔ بخش دیا۔ اس حالت کے بعد میں نے لوگوں سے پوچھا۔ کہ فلاں سررشتہ دار کا کیا حال ہے۔ کہا کہ وہ کچہری سے واپس آتے ہوئے غائب ہو گیا ہے۔ سال ڈیڑھ سال کے بعد ایک شخص حج کر کے واپس آیا۔ تو اس نے مجھ سے ذکر کیا کہ فلاں سررشتہ دار پاپیادہ مکہ کو جا رہا تھا۔ بمبئی کے قریب فوت ہو گیا۔ ایک گاؤں میں اس کو دفن کر دیا گیا۔ غرض خدا کی رحمت بھی بڑی وسیع ہے۔ مگر عذاب بھی بہت سخت ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک شخص کو عالم ارواح میں دیکھا کہ بہت بیمار ہے۔ میں نے کہا مر گیا ہے۔ اس نے کہا ہاں! پوچھا کہ مرنے کے بعد تو بیمار نہیں ہوا کرتے۔ اس نے پکڑ کر ایک لڑکی کو پیش کیا کہا۔ اس لڑکی پر میں عاشق تھا۔ اس کی وجہ سے مجھ پر ایسا عذاب ہوتا ہے۔ اس حالت کے بعد میں نے ایک دوست سے پوچھا۔ کہ فلاں شخص جس لڑکی پر عاشق تھا۔ اس کا ہمیں پتہ بتا دو۔ وہ کہنے لگا۔ کہ اس شخص کا دم میرے زانو پر نکلا ہے۔ اس کے اور میرے سوا کوئی تیسرا شخص واقف نہیں۔ آپ کو کہاں سے پتہ لگا۔ کہ وہ ایک لڑکی پر عاشق تھا۔ جب تک مجھے نہ بتاؤ گے۔ کہ آپ کو کہاں سے پتہ لگا۔ میں نہ بتلاؤں گا۔ میں نے اس کو کچھ نہ بتلایا۔ ایک دفعہ ایک قوم میں جو بہت ہی حسین قوم ہے شادی تھی۔ بہت سی عورتیں جا رہی تھیں۔ میں نے کہا مائیو! بہنو کھڑی ہو جاؤ۔ ان میں اس لڑکی کو میں نے پہچان لیا۔ اس کا نام میں نے دریافت کر لیا۔ بعد میں پتہ بھی معلوم ہو گیا۔ پھر متوفی کے دوست سے ملے۔ اور اس لڑکی کا نام و پتہ بھی بتلا دیا۔ حیران ہو گیا۔

ایک شخص نے عرض کی کہ حضور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں منافقوں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ اگر تو ستر بار بھی ان کے لئے استغفار کرے گا۔ تب بھی ان کو نہ بخشوں گا۔ اس سے میں نے یہ قیاس کیا۔ کہ کسی امر کے متعلق ستر بار استغفار کرنا ایک عظیم الشان چیز ہے۔ کیونکہ یہاں عظمت کے رنگ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ اس جب میں نے حضور کی شفا کے لئے دعا کی۔ تو پہلے اپنے گناہوں کے متعلق ستر بار استغفار کی۔ کہ میرے گناہوں کی شامت کی وجہ سے حضور جیسی نعمت ہم سے چھنتی ہے۔ تو ہم ستر بار معافی مانگتے ہیں حضرت نے فرمایا۔ کہ قرآن کریم سے بڑا لطیف استنباط کیا

اعلان ضروری

بہ تعلق

تکمیل تجویز محمڈن یونیورسٹی

چونکہ اس وقت ایک عام تحریک ایک اسلامی یونیورسٹی کے ہندوستان میں قائم کرنے کے لئے ہو رہی ہے۔ اور بعض احباب نے یہ دریافت کیا ہے۔ کہ اس چندہ میں ہمیں بھی شامل ہونا چاہئے یا نہیں۔ اس لئے ان سب احباب کی اطلاع کے لئے جو اس سلسلہ میں شامل ہیں۔ یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ اگرچہ ہمارے اپنے سلسلہ کے ضروریات بہت ہیں۔ اور ہماری قوم پر بہت بوجھ چندوں کا ہے۔ تاہم چونکہ یونیورسٹی کی تحریک ایک مفید اور نیک تحریک ہے۔ اس لئے ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ ہمارے احباب بھی اس میں شامل ہوں۔ اور قلمے۔ قدمے سخنے۔ درمے مدد دیں۔

نور الدین رضی

اشتہار نور الابصار

بسوگند گفتن کہ زر مغربی است
چہ حاجت مشک خود بگوید کہ چیست

اس لئے مختصراً عرض ہے۔ کہ میرے پاس اصلی ممیرا اور اس کا سرمہ عجیب موجود ہے۔ جس صاحب کو ضرورت ہو۔ ایک دفعہ منگا کر آزما کر دیکھے۔

ممیرا قسم اول۔ قیمت فی تولہ عنہ روپیہ
ممیرا قسم دوئم۔ قیمت فی تولہ صہ روپیہ
سرمہ ممیرہ قیمت فی تولہ عہ مقرر ہے

غربا کیلئے خاص رعائت ہوگی

المشتہر

حکیم محمد یمین از داتہ۔ مانسہرہ۔ ضلع ہزارہ

نشانات میرزا

امرتسری منکر کے رسالہ الہامات میرزا کے جواب کا اعلان ہوتے ہی احباب نے مسرت آمیز اور حوصلہ افزا خطوط لکھنے شروع کئے ہیں۔ میں شیخ ہاشم علی صاحب فدائے سلسلہ نے بڑے جوش سے خط لکھا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی احباب ہر طرح سے مدد دینے کے لئے تیار لکھ رہے ہیں۔ میری رائے میں یہ کتاب مفت تقسیم ہونی چاہئے۔ اگر ایک سو احباب ایسے نکل آئیں۔ جو اس کی دس دس جلدیں لیکر مفت تقسیم کرنے کا وعدہ کریں۔ تو ایک ہزار کاپی مفت شائع ہو سکتی ہے یعنی سردست دو ہزار کاپیاں اس رسالہ کی چھاپنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور میں خدا کے فضل سے یقین رکھتا ہوں۔ کہ یہ رسالہ اخیر فروری سنہ ۱۹۱۱ء تک انشاء اللہ العزیز شائع ہو جائیگا۔ جو لوگ مفت تقسیم کے لئے تیار ہوں۔ وہ ... ناموں سے اطلاع دیں۔ کوئی رقم سردست اس مقصد کے لئے میرے پاس نہ بھیجنی چاہئے۔ بلکہ جس وقت کتاب نصف کے قریب ... چھپ چکے گی۔ اس وقت میں انشاء اللہ العزیز اعلان کرونگا۔

اب صرف درخواستیں بھیجنی چاہئیں۔

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک و ایڈیٹر و پروپرائٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شایع ہوا۔

الحکم

نمبر ۱۰ جلد ۱۵

۱۴ مارچ سنہ ۱۹۱۱

(قادیان دار الامان)

ہفتہ وار

قادیان دار الامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شایع ہوتا ہے

الفور احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام ... چھپکر شایع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

احکام امیر

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے چند نہایت قیمتی ارشادات کو اس نیت سے شایع کرتا ہوں۔ کہ اگر احباب اس کو وقتاً فوقتاً پڑھ لیا کریں اور اس پر عمل کریں۔ تو انشاء اللہ اس سے بہت فایدہ اٹھائیں۔

(۱) گذشتہ سالانہ جلسہ کی پبلک تقریروں میں اور نیز ان خاص ہدایات میں جو حضرت نے انجمنوں کے پریزیڈنٹوں اور سکرٹریوں کو فرمائیں۔ حضور نے بہت زور اس بات پر دیا تھا کہ تمام احمدی احباب دنیا میں صلح اور آشتی کیساتھ رہیں باہمی تفرقہ سے بالخصوص بچیں اور اپنے دلوں کو ہر قسم کے تباغض اور کدورتوں سے صاف کریں۔ اور اگر کسی سے زیادتی بھی ہو جائے۔ تو دوسرا فریق صبر کرے۔ صبر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہت بڑا اجر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ان اللہ مع الصّٰبرین۔

(۲) ہر فرض نماز کے بعد کم از کم تین بار استغفر اللہ با آواز بلند پڑھو۔

(۳) ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ دفعہ سُبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ ۳۳ دفعہ اللہ اکبر اور اس کے بعد لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد وھو یحیی ویمیت وھو علےٰ کل شیٔ قدیر۔

(۴) وقتاً فوقتاً سبحان و بحمدہٖ سبحان العلّی العظیم پڑھ لیا کرو۔

(۵) چونکہ ہماری جماعت کے لوگ تعداد میں قلیل اور طاقت میں کمزور ہیں۔ اور مخالفین ہماری جماعت کی ایذا رسانی میں کوشاں رہتے ہیں۔ اس لئے تمام جماعت کیلئے دعا کیا کرو۔ ربنا لا تجعلنا فتنۃً للذین کفروا واغفر لنا ربنا انّک انت العزیز الحکیم ترجمہ۔ اے رب ہمارے ہمکو نہ بنا تختہ مشق واسطے منکر لوگوں کے اور بخش ہم کو اے ہمارے رب تحقیق تو غالب اور حکمت والا ہے۔

نوٹ:۔ یہ قرآنی دعا ہے قرآنی دعاؤں کا رکوع اور سجدہ کی حالت میں پڑھنا ممنوع ہے۔

شر دشمناں کے دفع کے لئے مندرجہ ذیل دعا کا حکم فرمایا کرتے ہیں۔ اللّٰھم انّا نجعلک فی نحورھم ونعوذ بک من شرورھم۔

(۶) سوتے وقت حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مندرجہ ذیل وظایف پڑھ لیا کرتے تھے۔ تسبیح و مندرجہ ذیل فقرہ نمبر ۳ اور آیۃ الکرسی۔ سورہ کافرون۔ سورۃ اخلاص۔ معوذتین یعنے سورۃ الفلق اور الناس۔ نیز مندرجہ ذیل دعا دائیں کروٹ پر لیٹ کر پڑھ لیا کرتے تھے۔ اللّٰھم اسلمت وجھی الیک والجأت ظھری الیک رغبۃً ورھبۃً الیک لا ملجأ ولا منجا منک الا الیک اللّٰھم امنت بکتابک الذی انزلت وبنبیّک الذی ارسلت (یہ دعا صحیح بخاری سے ماخوذ ہے)

(۷) اپنے مکان اور شہر کیلئے دعا کرنا سنت ابراہیمی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکّہ کے لئے دعا فرمائی تھی۔ رب اجعل ھذا البلد امنا وارزق اھلہٗ من الثمرات ہماری جماعت بھی اپنے مکانوں اور شہروں کیلئے مندرجہ ذیل دعا تین دفعہ صبح کو اور تین دفعہ شام کو پڑھ لیجاوے بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہٖ شیٔ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم اعوذ بکلمات اللّٰہ التّامات من شر ما خلق

(۹) باہم محبت اور اخوت قایم رکھنے کیلئے مندرجہ ذیل دعا ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین امنوا ربنا انّک رؤف رّحیم ٭ یہ بھی قرآنی دعا ہے۔

(۱۰) تمام غیر معمولی کاموں کے لئے حضرت نے استخاروں کے کرنے کی بہت تاکید فرمائی ہے (اہم کاموں میں مثلاً کسی کو دوکان یا کاروبار میں شریک بنانے میں۔ رشتے ناطے قایم کرنے میں۔ دوستی لگانے میں۔ کسی کو ہمسفر یا طالبعلم بنانے میں سات دفعہ استخارہ کر لیا کریں) اس کے لئے ہدایات درج ہیں حضرت نے فرمایا شیخ محی الدین بن عربی ایک استخارہ ہر روز آیندہ آٹھ پہر کے کاموں کیلئے کر لیا کرتے تھے۔

سوائے ان اوقات کے جنہیں نوافل کا پڑھنا ممنوع ہے۔ مثلاً صبح صادق کے پھٹنے سے طلوع آفتاب تک یا نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک غرض معلومہ کو مدنظر رکھکر کسی وقت دو رکعت نماز نفل پڑھی جائے۔ اسکے بعد دعا مندرجہ ذیل بعد فراغت از نماز ہاتھ اوٹھا کر پڑھ لیجاوے یا نماز میں ہی تشہد کے بعد پڑھ لیجاوے اللّٰھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علّام الغیوب اللّٰھم ان کنت تعلم انّ ھذا الامر خیرٌ لّی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری فاقدرہ لی ویسّرہ لی ثم بارک لی فیہ ان کنت تعلم انّ ھذا الامر شرٌّ لّی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثمّ ارضنی بہٖ ٭

ترجمہ:۔ یا الٰہی میں تیرے علم سے خیر مانگتا ہوں۔ تیری قدرت میں سے طاقت مانگتا ہوں۔ اور تیرے فضل عظیم میں سے فضل مانگتا ہوں۔ کیونکہ تو سب طاقتوں والا ہے۔ میں بیکس ہوں تو علیم ہے۔ میں جاہل ہوں تو غیب کا جاننے والا ہے۔ اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین دنیا اور عافیت کیلئے اچھا ہو تو میرے لئے اُسے مقدر کر دے اور میرے لئے آسان کر دے۔ پھر اس میں مجھے برکت عطا فرما۔ اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین و دنیا کیلئے برا ہو تو اس کام سے مجھے روک دے اور مجھے اس سے پھیر دے اور جیسے بھی یہ کام ہو مجھے اس میں خیر دے۔ اور مجھے اس سے راضی کر دے ٭

استخارہ کرنے سے انسان اللہ تعالےٰ کو اپنا مشیر بنا لیتا ہے۔ استخارہ کے معنے ہیں خیر و برکت طلب کرنا۔ اس کا نتیجہ یہ ضروری نہیں ہوتا جیسا عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس کام کے متعلق ضرور ہی کوئی اشارہ فرمائے۔ بلکہ یہ کہ اگر مجوزہ کام مفید ہو تو اس کے کرنے کی توفیق دے اور اس میں سہولت و برکت رکھدے۔ اور اگر کام مفید نہو۔ تو اس سے روک دے۔ اگر عربی دعا یاد نہو تو اپنی زبان میں اسکا مفہوم ادا کر دے۔

(۱۱) علاوہ استغفار درود شریف۔ لاحول اور سورۃ فاتحہ کے کلمہ طیّبہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کا کثرت کے ساتھ ورد کرو۔

(۱۲) صحبت نیک کے حصول کیلئے اللّٰھمّ یسر لی جلیساً صالحًا اور ترقی جماعت کیلئے رب ھب لی من الصٰلحین پڑھا کرو۔

(۱۳) حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی شفا یابی اور درازی عمر کیلئے دعا کرنے کی ضرورت کو اس وقت بالخصوص خاکسار اپنی طرف سے تمام جماعت میں پیش کرتا ہے۔ اور خود دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس سرچشمہ ہدایت کو عرصہ دراز تک قایم رکھے۔ اور ہمیں اس چشمہ سے فیض حاصل کرنے کی توفیق دے آمین اس کے علاوہ قدرت ثانیہ کے ظہور کیلئے دعائیں کرنا بھی جماعت کیلئے ازبس ضروری ہے۔ چاہیئے کہ اس معاملہ میں تغافل نہ کیا جاوے۔ اللّٰھمّ ارزقنا حیاتنا واعذنا من دبارھا اللّٰھم حبّبنا الیٰ اھلھا وحبّب صالحی اھلھا الینا۔

(۱۴) نماز میں تشہد کے بعد مندرجہ ذیل دعا کے پڑھنے کو حضرت خلیفۃ المسیح بہت ہی پسند فرماتے ہیں۔ فرمایا کرتے ہیں۔ کہ بعض آیمہ کرام نے اس دعا کے پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے اللّٰھم انی اعوذ بک من الھمّ والحزن واعوذ بک من العجز والکسل واعوذ بک من الجبن والبخل واعوذ بک من ضلع الدّین وغلبۃ الرّجال۔

(۱۵) ہر ایک نئے شہر یا بستی میں داخل ہونے سے پہلے جس وقت وہاں کے مکانات پر نظر پڑے تو دعائے ذیل پڑھ لینا بہت فائدہ اور برکت دیتا ہے۔ اللّٰھم رب السمٰوٰت السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الرّیاح وما ذرین ورب الشیاطین وما اضللن اللّٰھم اسئلک خیر ھذہ القریۃ وخیر اھلھا وخیر ما فیھا واعوذ بک من شرّ ھذہ القریۃ وشر اھلھا وشرّ ما فیھا اللّٰھم بارک لنا فیھا اللّٰھم بارک لنا فیھا اللّٰھمّ بارک لنا فیھا۔

خاکسار فرزند علی عفی عنہ ہیڈ کلرک قلعہ میگزین فیروزپور شہر

اطلاع

خریداران الحکم کے نام القایہ اور بقایا سالہائے ماسبق کی وصولی کیلئے وی پی جارہے ہیں۔ کارخانہ کی ضروریات کو مدنظر رکھکر احباب وصول کریں۔ کوئی دریافت طلب امر ہو تو امانت رکھکر دریافت کریں۔

وصولی قیمت کے لئے جو وی پی جاتے ہیں۔ ان میں پرچہ جارہے ہیں۔ تازہ پرچہ نہیں بھیجا جاتا۔ اور آیندہ یہ طریق رکھا گیا ہے۔

(ایڈیٹر)

الحق

رقیمہ جناب مولانا و بالفضل اولانا جناب مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

ترجمہ

وہ حق آگیا اور ہر قسم کا باطل دور ہوگیا۔ کیونکہ اُس حق کی آمد پر باطل کا دور ہونا ہی مقدر تھا

وہ حق کون ہے۔ وہ جناب مسیح کا "فارقلیط" اور "روح حق"۔ جناب داؤد کا "پہلوان"۔ جناب سلیمان کا "محمدیم" آل عدنان کا "فخر"۔ اور بنی آدم کے حق میں رحمت۔ محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس کے وجود باجود سے توریت اور انجیل کی محتاج تکمیل پیشگوئیوں کی تکمیل اور تصدیق ہوگئی۔ قرآن کریم کا عجیب اسلوب ہے۔ کہ ہر ایک دعوی اور اس کی تصدیق و دلیل واضح اور قطعی کو بیان کرنا اس کا لازمی خاصہ ہے۔ اور درحقیقت یہ اسی مقدس کتاب کا خاصہ ہے۔ دوسری تمام کتابیں جنہیں الہامی مانا گیا ہے۔ ایسے بادلیل دعوی سے خاموش ہیں۔ قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت دعوی پیش کیا۔ کہ وہ مرسل اللہ ہیں۔ لیکن چونکہ محض دعوی بلا دلیل سماعت اور قبولیت کے قابل نہیں ہوسکتا تھا اس لئے اس دعوی پر عجیب دلیل پیش کی۔ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا۔ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔ اور منکر کہتے ہیں تم مرسل نہیں ہو تو اس کے جواب میں کہہ۔ میں یقیناً مرسل ہوں اور میں اپنی رسالت کے ثبوت میں دو گواہ پیش کرتا ہوں۔ ایک اللہ۔ دوسرا وہ جو الہامی کتابوں کا علم رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ میری رسالت پر دو مستند گواہ موجود ہیں۔ ایک تو خود اللہ تعالیٰ اور اس کی گواہی یہ ہے۔ کہ وہ اپنی زبردست تائیدوں خرق العادت نصرتوں سے میرے جیسے بظاہر ضعیف۔ مسکین بے زر بے جاہ بے حشم۔ متروک القوم اور مبغوض خویش و بیگانہ کی ایسی باجلال شان اور عظمت ظاہر کریگا۔ کہ دشمنان حق کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔ وہ میرے ساتھ ہو کر میرے مقابل پر ہر متکبر اور صاحب نخوت کا سر توڑے گا۔ اور تمام مغرور اور گردن کش دنیا کی متفق اور مخالفانہ کوششوں کے خلاف وہ میرے وجود میں با بخلا ہونا ثابت کر دے گا۔ اور دکھلائے گا۔ کہ کیونکر وہ ایک چھوٹے ہوئے بچہ کو خود اپنی تربیت کی گود میں لیتا۔ اور کیونکر وہ ایک سرگردان کو جو دنیا کے زور اور قوت کی امداد سے مایوس ہو چکا تھا۔ کامیابی کا زرین تاج پہناتا ہے۔ اور ایک تنگدست و بیکس و بے یار کو کیسا غنی اور لاتعداد عیال کا خداوند بناتا ہے۔ اور عالم الکتاب کی گواہی یہ ہے۔ کہ وہ بول اٹھے۔ کہ یہ دعوی رسالت بلا تفاوت انبیائے سابقین کے دعاوی کا ہمرنگ اور اسی قسم کے ثبوتوں سے مؤید اور مزین ہے۔ جو اُن راستبازوں کی نبوت کے ثبوت میں دیئے گئے ہیں۔

قرآن شریف میں خداوند حکیم نے آنحضرت کی اثبات نبوت کے لئے علاوہ اور بہت سے ثبوت کے طریقوں کے دو نہایت عجیب اور زبردست طریق اختیار کئے ہیں۔ اور ان پر مفصل اور مبسوط کلام کیا ہے۔ پہلا طریق یہ کہ بیان کامل (جو بظاہر اشد ضعیف ہے۔ اور بالفعل اُس کی کامیابی اور غلبہ پر کوئی زیرک اور قیافہ حکم نہیں لگا سکتا) ضرور ضرور کامیاب ہوگا۔ اور یہ پتھر جواب حقارت سے روندا جارہا ہے۔ ضرور کونے کا سرا ہوگا۔ چنانچہ جو اس پر پڑا چور چور ہو جائے گا اور جس پر یہ گرا۔ اُسے پیس ڈالے گا۔ فرمایا يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ [illegible] ہیں۔ کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ قطعی فیصلہ کر چکا ہے۔ کہ وہ ضرور ضرور اپنے نور کو پورا کرے گا۔ اگرچہ تمام راستی کے دشمن اس کے خلاف زور لگاویں۔ نور اللہ سے مراد آنجناب پاک کی ذات مقدس ہے۔ اس کلمہ میں خود ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ کہ یہ انسان دوسرے مادی ضعیف انسانوں کی طرح نہیں۔ جن کی ہیئت کذائی اور ترکیب نوعی اس بات ممکن صلاحیت رکھتی ہے کہ ہلاکت کا عرضہ اور ہر قسم کی تباہیوں کا مورد بن سکے۔ بلکہ یہ قادر مطلق خدا خالق ارض و سما کا نور ہے۔ یعنی یہ کوئی مادی اور ارضی چراغ نہیں۔ جس کی کمزور روشنی کو ہوا کا ذرا سا جھونکا بجھا سکے۔

دوسرا طریق قرآن نے یہ اختیار کیا ہے۔ کہ انبیائے بنی اسرائیل کے قصص کا بیان کا التزام فرمایا ہے۔ اس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن تمام راستبازوں اور نبیوں کا کامل نمونہ اور مکمل مظہر ہیں جن پر الہام اور الہامی کتب کے ماننے والے ایمان لا چکے اور اُن کی نبوت کے لئے میزان اور محک قرار دے چکے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ۔ یعنی ہم تیرے ساتھ اسی طرح ہم کلام ہوئے ہیں جیسے نوح اور اس کے پیچھے آنے والے نبیوں سے ہوئے۔ مطلب یہ کہ تیری سیرت اور دوسرے نبیوں کی سیرت بالکل ہمرنگ ہے۔ تیری نبوت کے انکار سے دوسرے انبیا کی نبوتوں کا انکار اور تیری سیرت پر اعتراض کرنے سے دوسرے راستبازوں کی سیرت پر اعتراض لازم آئے گا۔

اس امر کی تائید کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک اور قرآن کریم کو مصدق بھی کہا ہے جس سے غرض یہ ہے۔ کہ انبیائے سابقین کی نبوت اور تعلیمات تکمیل و تصدیق کی محتاج تھیں۔ اور وہ [illegible] تقاضا کرتی تھیں کہ اُن کی سچی تاویل اور حقیقی مظہر [illegible] ہو۔ چنانچہ قرآن کی تجلی اور سیرت کی روشنی [illegible] ہمارے ہادی و مولا صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اُن کا واقعی [illegible] ہونا ایک عالم کو دکھا دیا۔

ہمارے اس بیان مذکور کو پڑھنے سے ایک سرسری دیکھنے والا شاید اس وہم میں پڑ سکتا ہے۔ کہ ہم نے اپنے پیشوا اور مسلم کتاب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے حق میں لاطائل اور غیر ضروری ثبوت دیئے ہیں۔ درحقیقت ہماری غرض اس مضمون میں یہ نہیں۔ کہ ہم خارجی دلائل سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کو ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ بلکہ ہماری غرض اس وقت یہی ہے۔ کہ جیسے ہماری مقدس کتاب نے اپنے حامل کی نبوت کے ثبوت میں قوت۔ شجاعت۔ طمانیت۔ سکینت اور راستقامت سے بھرے ہوئے دعوی کئے ہیں۔ ایسے کسی اور مسلم الہامی کتاب نے نہیں کئے۔ حالانکہ خود الہامی کتاب کا فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ خاموشی کی مہر کو توڑ کر اپنے زور بیان اور تیغ زبان سے اپنا منزل من اللہ ہونا اور اپنے منسوب الیہ کا ملہم و مکلم اللہ ہونا ثابت کرے۔ اور درحقیقت اگر بہ نظر غور و انصاف سوچا جاوے۔ تو یہ قوت یقین اور شجاعانہ دعوی اور تمام مخالفان حق کے مقابل پر بے نظیر جرأت سے یہ اظہار کرنا۔ کہ تمام انبیا کی نبوت اور خدا کی خدائی میری راستی اور صدق دعوی کی گواہ ہے۔ یہ زور قلب مدعی کی صداقت کی ایسی بڑی زبردست دلیل ہے۔ کہ کوئی فلسفی اور منطقی دلیل اس کا ہم پلہ نہیں ہوسکتی۔ ایک دل کا بودا جس کو اپنی ناتوانی اور بے سروسامانی کا پورا شعور اور بصیرت ہے۔ ایک معتمد کذاب جس کا سارا تار و پود محض دھوکا اور بناوٹ ہے۔ ہرگز اُس کے لب و لہجہ میں۔ اس کے اقوال میں اس کے افعال و حرکات میں۔ اُس کے اعضاء کے تحرکات میں وہ قوت وہ طلاقت وہ وقار۔ وہ خودداری اور استقامت نہیں ہو سکتی۔ جو ایک سچے راستباز میں ہوسکتی ہے۔ جسے کامل وثوق ہے کہ اُس کا سکہ کھوٹا نہیں۔ اور اس لئے اُسے ذرا بھی ہراس نہیں کہ وہ پوری دلیری سے صرافوں کے بازار میں کھڑا ہو کر اس کے کامل العیار ہونے کا دعوی کرے۔ سب سے بڑا دعوی اور درحقیقت کپکپا دینے والا دعوی۔ ایک عالم میں زلزلہ ڈالنے والا دعوی۔ تمام ایسے علما و حکماء کو جو کیفیات قلب اور اس کے پرزور جذبات و دواردات کے مطالعہ میں مصروف رہتے ہیں۔ پرزور کشش سے اپنی طرف متوجہ کرنے والا وہ دعوی ہے۔ جو ہماری اس آیت شریفہ میں مشتمل ہے۔ جسے ہم نے زیب عنوان کیا ہے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ یعنی وہ عظیم الشان حق جس کی تمام انبیا خبر دیتے چلے آتے تھے۔ وہ باجلال باکمال حق جو تمام حقوں اور صداقتوں کا مجموعہ ہے۔ آگیا اور اُس کے آنے پر الباطل۔ یعنی عظیم الشان باطل۔ شرک مع اپنے تمام اقسام کے نیست و نابود ہوگیا۔ اور اس عالمگیر باطل کے حق میں فتوی ازلی لگ چکا تھا۔ کہ اُس زور آور حق کے آنے پر اُس کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اس [illegible] پر ہم تھوڑی دیر کے لئے توقف کرتے اور ایک طالب حق [illegible] امیدوار کو توجہ دلاتے ہیں۔ کہ وہ اس دعوی [illegible] اور اس کے [illegible] عالم میں گونجنے والی صدا پر کان لگائے۔ اور پھر دل کو ہر قسم کے [illegible] سے خالی کرکے تامل کرے۔ کہ اس دعوی میں کس قدر شاندار قوت بھری ہوئی ہے

اور دعوٰی کرنے والا کس قلبی اعتماد اور تزلزل نہ کھانے والی جرأت سے مقابلے کے میدان میں اپنے تئیں کھڑا کرتا ہے۔ یہ بالکل الگ بحث ہے کہ آیا ایسے زبردست دعوٰی کے شایان و مناسب حال ویسا ہی درخشاں اور تسکین بخش ثبوت بھی پیش کیا گیا ہے؟ کم سے کم اتنا تو ہر عالم کتب مقدسہ کو غور کرنا چاہئے۔ کہ کسی الہامی کتاب میں اس قسم کے جلیل دعوٰی کی کوئی نظیر پائی جاتی ہے؟ رہا ثبوت دعوٰی وہ جدا مبحث ہے۔ ہمارا دعوٰی ہے اور ہمارا دعوٰی بھی کورانہ نہیں بلکہ علیٰ بصیرہ دعوٰی ہے۔ کہ قرآن کریم کا یہ دعوٰی حقاً و صدقاً لانظیر و لاعدیل ہے۔ اور پھر ہم اس بات کا دعوٰی کرنے بھی مطلق ہراساں و پشیمان نہیں۔ کہ جیسے ہماری مقدس و معصوم کتاب کا یہ دعوٰی اپنے لانے والے کی نسبت بے نظیر ہے۔ ویسے ہی ہمارے سید و مولا رحمت عالم و عالمیان کی عملی زندگی۔ آپ کی حیرت انگیز کارروائیاں بھی قاطع ثبوتوں اور سیری بخش حجتوں کے جلو رشک کے ساتھ لانظیر و لاسہیم ہیں۔ اس میں ذرا بھی کلام نہیں ہو سکتا۔ کہ جس طرح قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعاوی نبوت۔ نصرۃ و تائیدات الٰہیہ کے پرزور بیانات سے بھرا ہوا ہے۔ اسی طرح آپ کے سچے واقعات زندگی۔ آپ کی بلاکم و کاست سوانح عمری جو احادیث صحیحہ کی دواوین میں مسطور ہیں۔ ان دعاوی کا عملی ثبوت دینے کو ہر وقت تیار کھڑی ہیں۔ اور فی الحقیقت کون شخص اس بات سے انکار کر سکتا ہے سوائے ایسے شخص کے جس کی تاریخ عالم پر کبھی بھی نظر نہیں پڑی کہ مصلحان عالم میں سے جنہیں تاریخ کے دفتروں میں جگہ ملی ہے سوائے نبی عرب۔ مصلح بنی نوع انسان کے (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کوئی بھی ایسا نبی اور مصلح ہوا ہے۔ جس کے واقعات زندگی پر کچھ بھی یقینی روشنی پڑ سکے۔ بنی اسرائیل کا وہ صاحب عزم نبی۔ متکبر مصری کا سر توڑنے والا۔ بے مثل پہلوان جس کے قومی کارنامے اجمالی طور پر توریت سے ملتے ہیں۔ کوئی دلیری اور قطعیت سے دعوٰی کر سکتا ہے۔ کہ اس کے تمام واقعات زندگی جزءً و کلاً۔ کماً و کیفاً منضبط ہو گئے ہیں۔ تعجب اور نہایت تعجب کی بات ہے۔ کہ اتنی بڑی قوم دنیا میں باقی رہ جائے۔ جس کا یہ دعوٰی ہو کہ وہ اس کی فوق الفوق تعظیم کرنے والی ہے۔ اور کوئی نہیں بتا سکتا۔ کہ کبھی نہ تھکنے والا ابن عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر اس دنیا کی مرحلہ پیمائی سے تھک کر کہاں سویا۔ وہ اس ملعون و مغضوب قوم۔ ناشکر گذار قوم کے افتراؤں اور بہتانوں کا ہدف۔ عاجز اور مسکین آدم جسے مادہ پرست نادان دوستوں نے بزور خدائی کی گدی پر بٹھانے کی کوشش کی۔ حیرت پر حیرت ہے۔ کہ کوئی بھی تین برس کے (اور وہ شکی اور ظنی) واقعات زندگی کے سوا اس کی ابتدائی کارروائی کا کچھ بھی بیّن ثبوت نہیں دے سکتا۔ علیٰ ہذا سب مصلحان سلف کی لائف خواہ وہ مقنّنین کے زمرے سے مانی گئی ہو۔ خواہ کسی قوم نے انہیں کاذب کہا ہو بالکل دھندلی اور تاریک ہے۔ یورپ کے (بعض فاضل جن کی آنکھیں تعصب کے غبار سے کسی قدر صاف ہوئی ہیں۔ اس امر کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی سوانح عمری ہی ایسی ہے۔ جسے منضبط اور مدوّن اور سچی تاریخ کہنا بالکل سچ اور حق ہے۔ باقی سب گذشتہ نبیوں اور ریفارمروں کی زندگی کے واقعات دیو و پری کے افسانوں کے ہم رنگ ہو گئے ہیں۔

غرض یہ دعوٰی کہ حضور مقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام الحق تھے ہیں۔ یعنی عظیم الشان حق۔ اور ہر قسم کے حق و صدق اور جمیع انواع تعلیمات حقہ کا مجموعہ اور مظہر تام۔ اور وہ وہ حق لیکر اور اس حق کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ جو نہ یہودیت میں باقی رہا تھا۔ نہ عیسائیت میں۔ نہ صابئین اس کے متکفل رہے تھے۔ نہ زردشتی۔ نہ وہ ویدوں کے دفتر میں مذکور و مسطور تھا۔ نہ پورانوں میں۔ یہ ایسا دعوٰی ہے۔ کہ بالبداہت سننے والے کے دل میں ندرت پسندی اور تحقیق حق کا اشتعال پیدا کرنے کا قوی مادہ رکھتا ہے۔ اس دعوٰی الحق کی قدر و قیمت اس وقت معلوم ہوتی ہے۔ جب ہم اس ہمہ تن معجزہ اور سراسر اعجوبہ انسان اور نادرہ روزگار آدم کو دیکھتے ہیں۔ کہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے مدینہ طیبہ سے نکلا ہے۔ اور شاہانہ تجمل [illegible] میں بڑے جاہ و جلال فاتح کی صورت میں اس [illegible] سرزمین میں داخل ہوتا ہے۔ جس کا اسے بموجب اس صادق پیشگوئی کے (ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد) ہر وقت امید آمیز انتظار لگا رہتا تھا۔ اور بیت اللہ کے آستانوں پر کھڑے ہو کر کس زور اور کامیابی کے لہجہ میں اس آیت کو پڑھتا ہے۔ جاء الحق وزھق الباطل۔ ان الباطل کان زھوقاً اور زھق الباطل پڑھتے وقت ان مختلف معبودوں اور پرستش کے نشانوں کی طرف اشارہ فرماتا ہے جو مختلف اقوام کی امید و بیم کی مرجع و ماوا تھی۔ کتب سیر کے جاننے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ جہاں مشرکان عرب کے مسلم معبودوں کے نمونے اس بیت ایل میں تھے اس کے ساتھ یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ اقوام کے مشرکانہ عقائد کے مظہر اور نمونے بھی وہاں موجود تھے سو الحق کی تشریف آوری کے ساتھ یہودیت اور عیسائیت اور بت پرستی کے منحوس اور ناپاک عقیدے اور ان کے مظاہر نہ صرف ہمیشہ کے لئے اس پاک سرزمین ہی سے جلا وطن ہو گئے۔ بلکہ اس نور اللہ کے تجلی فرما ہونے پر تمام عالم کی آنکھوں میں ان کی مہیب اور زشت صورتیں آشکارا ہو گئیں۔ اور ایک عالم کے دل میں ان جہنمی زنجیروں اور دہکتی آگ سے خلاصی پانے کا مضطربانہ جوش پیدا ہو گیا اور بموجب اس زبردست پیشگوئی کے وما یبدئ الباطل وما یعید۔ یعنی اس الحق کے حریف و دشمن الباطل کو اس کے بعد پھر عود اور بحال ہونا نصیب نہ ہو گا۔ ہم صاف صاف دیکھتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کے نزول اور حضرت سید ولد آدم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد پھر شرک کے اقسام کو خواہ وہ عیسیٰ پرستی کی صورت میں ہوں۔ خواہ وہ اگنی [illegible] کی شکل میں وہ قوت اور سطوت نصیب نہیں [illegible] جو اس [illegible] پہلے اس کا کوئی [illegible] نہیں ہوا تھا۔ اور [illegible]

تھا۔ جو مختلف پیرایوں میں اس کے عیوب و قبائح کو دنیا پر واضح کرتا۔ اور قانون قدرت میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب کسی امر کے خلاف کوئی جوش اور اشتعال پیدا ہو جائے۔ اور وہ امر ہو بھی اپنی ذات میں بودا اور کمزور تو پھر اس کی وہ پہلے کی سی قوت اور جبروت باقی نہیں رہتی۔ اسلام نے جس قدر سر توڑ کوششیں اس ظلم عظیم اور شرک جسیم یعنی الوہیت مسیح کے ابطال میں ہر زمانہ کے اندر کی ہیں۔ وہ ایسی بار آور اور سرسبز ہوئی ہیں۔ کہ اس بات کا مشہودی ثبوت دینے میں ہمیں کوئی بھی دقت معلوم نہیں ہوتی۔ اگرچہ انسان پرست نصرانی دنیا نے بڑی جد و جہد سے اس ناشدنی گردن زدنی عقیدہ کے ارد گرد گھاس پھونس کی ٹٹیاں کھڑی کر کے اسے قلعہ بند اور متحصن بنایا۔ مگر بقول کارلائل صاحب کے اسلام کیا تھا۔ ایک چنگاڑی تھی۔ جو آسمان سے اتری۔ جس نے عرب کی سرزمین کو جو بارود کی طرح تھی۔ آناً فاناً مشتعل کر دیا۔ میں کہتا ہوں۔ اصناماً و ذاتاً عرب کو اور تبعاً مشرکان عرب کے کل [illegible] کے عقائد باطلہ کے خار و خس کو جلا کر راکھ کر ڈالا۔ وہ چنگاڑی جو اسلام کی باطن سوز آگ سے اٹھی۔ آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کیسی عیسائیت کے قلب و جگر پر جا کر پڑی ہے۔ اور پورے بھروسہ سے امید کی جاتی ہے۔ کہ انشاء اللہ عیسائی دنیا میں بہت جلد مذہبی انقلاب واقع ہونے والا ہے۔

الغرض اس ذوالجلال الحق کے ناقابل دفع حملوں کی زد سے بچنے کے لئے نہ صرف عیسائی بلکہ ان کے حقیقی بھائی آریہ ورت کے زنار بند۔ ضعیف القلب۔ مادہ پرست ابنائے دنیا بھی پکار اٹھے۔ کہ وہ مشرک نہیں ہیں۔ اب ہر ایک خدا ترس منصف سوچکر دیکھے کہ اس حیرت انگیز کامیابی کی کوئی نظیر بھی دنیا میں پائی جاتی ہے بجز ذوالقوۃ الحق کو نصیب ہوئی۔ درحقیقت ایک ہی مبارک اور مقدس کامل انسان ہوا ہے۔ جس نے پوری کامیابی کا تاج سر پر رکھا۔ اور اپنے ہاتھ کے لگائے ہوئے پودے کا اپنے جیتے جی پھل بھی کھایا۔ اور خوب سیر ہو کر کھایا۔ اور وہ الحق بشیر۔ نذیر۔ سراج منیر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ اے میرے خدا۔ میرے مولا مجھے اور میرے تمام احباب کو توفیق عنایت فرما۔ کہ اس الحق کے اتباع کے رنگ میں رنگین ہو کر باطل کے مرجوم لشکر کے مقابلہ میں ثابت قدم اور مستقیم ہو جائیں۔

در دلم جوشد ثنائے سرورے
آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشق یار ازل
آنکہ روحش واصل آن دلبرے
آنکہ مجذوب عنایات حق است
ہمچو طفلے پروریدہ در برے
آنکہ در بر و کرم بحر عظیم
آنکہ در لطف اتم یکتا درے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

صدائے ناصر

اما بعد جملہ احباب پر واضح ہو کہ یہ زمانہ ایسا ہے کہ اس میں مردے بھی زندہ ہو گئے ہیں۔ اور تم تو زندہ رسول زندہ کتاب کے پیرو ہو۔ اور تمہارا امام مسیح و مہدی ہے تمہیں بطریق اولےٰ زندہ دل اور ہوشیار ہونا اچھا ہے۔ دیکھو زمانہ جاگ رہا ہے۔ اور ہزاروں برس کی مری ہوئی قومیں بیدار ہو رہی ہیں۔ ہندو بت پرستی چھوڑ کر توحید کے دعوے دار ہو گئے ہیں۔ اور تمہاری خوشہ چینی سے تھوڑے بہت توحید الٰہی پر قایم ہوئے ہیں۔ عیسائی قومیں تثلیث کو ترک کر رہی ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ کی خدائی تزلزل میں ہے۔ غرضیکہ ہر طرف توحید کا ڈنکا بج رہا ہے۔ اور علم کی ندیاں بہ رہی ہیں۔ ترقی کا جوش دنیا میں پھیل رہا ہے اس کا سبب تمہارے امام کی آمد ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کیطرف سے نور نازل ہوا اور جب نور آتا ہے تو ظلمت ضرور دور ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس نور توحید اور نور علم کے اصلی وارث تمہیں ہو۔ تم پر یہ فضل کی بارش بالخصوص ہوئی ہے گو کہ اور لوگوں نے بھی اس سے بقدر اپنی لیاقت اور حوصلہ کے فایدہ اٹھا لیا ہے۔ چونکہ روح بغیر جسم کے قایم نہیں رہ سکتی یہ تجربہ اور مشاہدہ کی بات ہے۔ لہٰذا پہلے جسم کے لئے ہر چیز مہیا ہوتی ہے۔ پھر روح کی باری آتی ہے پہلے جسم انسانی بنتا ہے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ اسی طرح اس زمانہ میں پہلے انگریز دنیا کی اصلاح کے لئے دور دراز ملک سے آئے پھر امام وقت پیدا ہوا۔ تاکہ اس پُرامن سلطنت کے زیر سایہ اپنے مشن کو رونق دے۔ اور لوگ وعافیت سے خدا کے سلسلہ میں ہوں اور کوئی ظالم اور جابر لوگوں کو اس سلسلہ میں آنے سے نہ روک سکے۔ اب ترقی کے آثار چار جانب عیاں ہو رہے ہیں۔ اور اسی کا یہ بھی ایک کرشمہ ہے۔ کہ ۱۹۱۱ء میں مسلمانوں کو یونیورسٹی کا خیال پیدا ہوا۔ اور ہز ہائینس آغا خان صاحب بالقابہ جیسے معزز........ اس کے حامی اور سرپرست بنے۔ اور چند روز میں بیس لاکھ روپیہ مسلمانوں نے ہاتھوں ہاتھ جمع کر لیا ہے۔ امید ہے کہ ایک کروڑ روپیہ اس کام کے لئے انشاء اللہ تعالےٰ جمع ہو جاویگا۔ غور کرو کہ کجا مسلمانان ہند اور کجا کروڑ روپیہ ترقی علم کے لئے جمع کرنا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مسلمانان ہند کنگال ہیں۔ ان کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ بے شک روپیہ تو تھوڑا بہت ان کے پاس ہے مگر ترقی دین و دنیا کے لئے نہیں بلکہ عیش و آرام کیلئے۔ بدافعالیوں کیلئے۔ بیجا فیاضیوں کیلئے ناچ رنگ کیلئے۔ اس وقت سے پہلے کبھی کبھی (تیرہویں صدی سے لیکر آج تک) مسلمانوں نے کوئی کام نیک اتفاق اور محبت سے کیا تھا۔ یہ ہمارے امام کی برکت ہے خواہ کوئی مانے یا نہ ملنے ہم تو یہی کہیں گے۔ کہ یہ سب کچھ اسی امام عالیمقام کا طفیل ہے پھر خود سوچو کہ غیروں نے جب اس کی آمد سے اس قدر فایدہ حاصل کیا۔ تو تم جو اس کے بچوں کیطرح ہو کیوں پیچھے رہو۔ تم بھی کوشش کرو۔ کمربستہ ہو۔ قادیان جو تمہارا مرکز...... ہے اس کے آباد کرنے میں سرگرمی دکھاؤ۔ اور جو جو کام وہاں ادھورے پڑے ہیں۔ ان کو پورا کرو۔ ہائی سکول کی عمارت ابھی شروع بھی نہیں ہوئی۔ لوگ یونیورسٹی کے لئے روپیہ بہم پہونچا چکے ہیں۔ تم نے ہائی سکول کے لئے بھی سرمایہ جمع نہیں کیا۔ افسوس!

اس وقت میرا مطلب........ آپ صاحبان کو تکلیف دینے سے اور بھی ایک کام کیلئے کچھ مانگنا ہے۔ اور اوپر کی کل تحریر بطور تمہید کے تھی۔ وہ کام قادیان کے مہاجرین کیلئے چند مکان بنانے ہیں۔ جن کے لئے مجھے پریشانی ہے اور میرا دل دردمند ہے۔ قادیان میں لوگ دین سیکھنے کیلئے آتے ہیں۔ بعض انمیں سے یہیں رہ جاتے ہیں۔ کچھ تو ان میں سے مجرد ہوتے ہیں۔ اور کچھ ان میں سے بیوی بچہ بھی ہمراہ رکھتے ہیں۔ مجردوں کیلئے تو مہمان خانہ ہے۔ لیکن عیالداروں اور مہاجرین کیلئے کوئی سامان نہیں۔ وہ بیچارے تکلیف بھگت رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کی مدد کیلئے مجھے منتخب فرما دیا ہے اور میرے دلمیں ان کے لئے سچا جوش بخشا ہے۔ اس لئے میں پارہ کیطرح بیقرار رہتا ہوں۔ اور ایک عاشق کی مانند سرگرداں پھرتا ہوں۔ اے احمدی قوم تمہاری آنکھوں میں سر آغا خان صاحب بالقابہ سے کم نہیں ہے۔ ساری مسلمان قوموں نے ان کا ارشاد مان لیا اور متفرق فرقوں نے بغیر چون چرا روپیہ دینے کا وعدہ کر لیا۔ حالانکہ وہ آپس میں بالکل جُدا جُدا ہیں۔ لیکن تم ایک امام کے سلسلہ میں ہو۔ ایک خلیفہ کے ماتحت ہو۔ میں تمہارا روحانی بزرگ ہوں۔ تم مجھے اس نیک کام میں مدد دو اور دس ہزار روپیہ جو تمہارے نزدیک ایک ادنےٰ رقم ہے۔ بہم پہونچا دو۔ تاکہ یہ ضعفا آباد ہو کر تمہیں دعائیں دیں۔ اور اللہ تعالےٰ تمہیں اس نیک کام کا اجر بخشے اور دین و دنیا میں آباد و شاد فرمائے۔ نواب محمد علی خانصاحب نے ایک قطعہ زمین دار الضعفاء کے لئے عطا فرمایا ہے جسمیں ۲۲ مکان تیار ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ انہیں دین و دنیا میں کامیاب کرے حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک مکان بنا دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ایک مکان کا روپیہ اس عاجز کے پاس جمع ہے۔ اب کل بیس مکانوں کے واسطے روپیہ درکار ہے۔ اور اندازاً ہر مکان پر تین سو روپیہ خرچ ہوگا۔ اس حساب سے چھ ہزار روپیہ اور مطلوب ہے۔ اگر ہر ایک جماعت تین تین سو روپیہ عنایت فرمادے۔ تو جھٹ پٹ یہ کام اسی سال میں پورا ہو جائیگا اصل میں ہماری نظر تو خدا تعالیٰ ہی پر ہے وہی اس کام کو پورا کریگا اور جس پر اس کے کرم کی نظر ہوگی اس کے دل کو اس کار خیر کے لئے کھولدیگا۔ مضمون لکھنا بظاہر ہمارا کام ہے لیکن اس میں تاثیر ڈالنا اسی مالک الملک کا کام ہے۔

اس عاجز نے ایک نظم بھی امداد دار الضعفاء کی لکھی تھی جو ۲۳ فروری ۱۹۱۱ء کے بدر میں اور ۲۸ فروری ۱۹۱۱ء کے الحکم میں چھپ چکی ہے۔ اس سے بعض احباب کو کچھ تاثیر ہوئی۔ دلی سے ایک دوست کی بیوی اور بیٹے نے مبلغ پندرہ روپیہ فوراً ارسال کئے۔ احباب سے التجا ہے۔ اپنے گھروں میں بھی اس نظم کو سنا دیں۔ عورتیں نرم دل ہوتی ہیں۔ امید کہ اپنے نانا صاحب کی پریشانی پر رحم کریں گی۔ اور ضعفاء کو آباد کر کے خود بھی دونوں جہان میں آباد و شاد ہوں گی اور انکی اولاد و مال میں اللہ تعالےٰ برکت عطا فرماویگا۔

وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

میر ناصر نواب ۲ مارچ ۱۹۱۱ء قادیان

انصار اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میرے اشتہار من انصاری الی اللہ کے جواب میں چند دوستوں کی آواز آئی ہے جو کہ بڑی خوشی سے اس انجمن کے ممبر بننا چاہتے ہیں۔ لیکن اکثر احباب بلا استخارہ کے اپنا نام شامل کروانا چاہتے ہیں۔ اور زور دیتے ہیں کہ در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست میں ایسے احباب کو اور ان کے ہم خیال و دیگر دوسرے احباب کو اطلاع دیتا ہوں کہ سات دفعہ استخارہ کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ استخارہ ہمیشہ کار خیر میں ہی ہوتا ہے۔ استخارہ کے معنے ہیں۔ خیر طلب کرنا پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ برے کام میں انسان اللہ تعالےٰ سے خیر کا طالب ہو یہ تو نیک کام ہی ہیں جنکے متعلق اللہ تعالےٰ سے انسان نیکی کا طالب ہوتا ہے اور درمیان میں مصیبتوں اور بلاؤں سے نجات مانگتا ہے۔ اور دوسرے استخارہ کی شرط سے استقلال کی آزمایش بھی منظور ہے۔ بعض دوست ایسے بھی ہیں جنکو استخارہ پر زور دیا گیا ہے تو وہ چند دن کے بعد تھک گئے۔ اور سات دفعہ استخارہ نہ کر سکے۔ اور اس پر انجمن میں شامل ہونیسے رہ گئے۔ پس استخارہ کا ہونا بڑا ضروری ہے اور آئندہ جو احباب اس انجمن کی ممبری کی درخواست کریں وہ اول سات دفعہ استخارہ کر کے مجھے اطلاع دیں۔

اس جگہ میں ان دوستوں کی غلطی بھی دور کرنا چاہتا ہوں۔ جنکا خیال ہے کہ استخارہ پر خواب بھی ضرور آنی چاہیئے۔ بلکہ استخارہ سے خواب کا کوئی تعلق نہیں۔ استخارہ تو ایک دعا ہے کہ الٰہی اگر یہ کام میرے لئے مبارک ہے تو مجھے اس کے کرنے کی طاقت دے اور اگر برا ہے تو مجھے اس سے روک دے۔ اور اس کے بعد جو کچھ دلمیں آئے وہ کرے یہ ضروری نہیں کہ خواب ہی آئے۔

اس وقت تک کے درج شدہ ممبروں کی فہرست درج ذیل کرتا ہوں تاکہ وہ ایکدوسرے سے آگاہ ہو جاویں

(۱) مولوی سید سرور شاہ صاحب قادیان ضلع گورداسپور۔
(۲) حافظ روشن علی صاحب " " "
(۳) منشی احمد دین صاحب اپیل نویس گوجرانوالہ۔
(۴) منشی فرزند علی صاحب ہیڈ کلرک قلعہ میگزین فیروزپور
(۵) شیخ عبد الرحمٰن صاحب نومسلم لاہوری قادیان (گورداسپور)
(۶) سید صادق حسین صاحب مختار عدالت۔ اٹاوہ۔
(۷) شیخ غلام احمد صاحب واعظ قادیان (گورداسپور)
(۸) میاں خدا داد صاحب رسالدار ریمول کور نمبر ۳۰ کراچی چھاؤنی

علاوہ ان احباب کے چند اور دوست استخارہ میں مشغول ہیں۔ آخر میں اپنے دوستوں کو اس انجمن کی نسبت حضرت خلیفۃ المسیح کی رائے سے اطلاع دیتا ہوں کہ آپ نے اسے اسقدر پسند فرمایا ہے جب میرا مضمون بدر میں چھپا تو آپ نے باوجود بیماری کے شروع سے لیکر آخر تک اسے پڑھا۔ اور آخر میں مجھ سے فرمایا کہ میں بھی آپ کے انصار اللہ میں شامل ہوں۔ میرے خیال میں۔ میرے خیال میں

مضمون خاص

۱۲-ربیع الاوّل

(از مرزا محمد نذیر عرشی" مولوی فاضل منشی فاضل)

آج ۱۲-ربیع الاول ۱۳۲۹ھ کی صبح اس ۱۲-ربیع الاول کے مبارک دن کی یاد دلاتی ہے۔جس میں دنیا بھر کا سب سے عالی پایہ سب سے زیادہ اولوالعزم، سب سے زیادہ مبارک قدم، سب سے زیادہ نیک سیرت، اور سب سے زیادہ نیک نیت انسان پیدا ہؤا۔ **اور پورے ۶۳ سال** تک دنیا کو اعلےٰ شرافت اور سچی محبت کا نمونہ دکھا کر **۱۲-ہی ربیع الاوّل** کو اپنے رفیق اعلےٰ کے پاس چلا گیا۔

وہ عالی پایہ انسان جس کے ساتھ مقام اعلےٰ تک جلتے ہوئے فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں۔ وہ اولوالعزم انسان جو ایک یتیم خاک نشین کی حیثیت سے اٹھکر قصر قیصر اور ایوان کسرےٰ کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے والا ہے۔ وہ مبارک قدم انسان جس کے وجود باجود کے طفیل دنیا کی خزاں خوردہ کھیتی رحمت الٰہی کے چشمہ سے سیراب ہونے والی ہے۔ وہ نیک سیرت انسان جسکی کشادہ اور روشن پیشانی کی ٹھنڈی ٹھنڈی شعاعوں سے دشمنوں کی بھی تلخ کامی کی راتیں جگمگا جانے والی ہیں۔وہ پاک نیت انسان جس کے خالص ارادے اور سچے مقصود پر دنیا جہان کے خزانے نثار اور عالم بھر کی سلطنتوں کے تخت و تاج قربان ہونے والے ہیں۔کون؟

محمدؐ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم

اے احمد مجتبیٰ علیک الصلوٰۃ * مقصود زاہل تی علیک الصلوٰۃ

کازبود آکس کہ نگوئید باصدق * سا ہمشاہی دوسرا علیک الصلوٰۃ

آج ۱۲-ربیع الاول کی صبح زبان حال سے لوگوں کو پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ مسلمانو! آج اس سید المرسلین کی ولادت کا دن ہے۔جسکی سکھلائی ہوئی عبادات سے تم روحانی ثمرات حاصل کر رہے ہو جسکے قایم کردہ محکم اصولوں پر تمہارے دنیوی آرام و آسائش کا مدار ہے۔جس نے تم کو انسان بننے کا گر سکھلایا جسنے تم کو انسانوں کیساتھ سلوک کرنیکا طریقہ بتایا۔مسلمانو! آج اُس سید المرسلین کی ولادت کو تیرہ سو بیاسیواں سال ختم ہؤا ہے۔اور آج ہی اس کو اپنے رفیق اعلےٰ کیطرف روانہ ہوئے تیرہ سو انسٹھواں سال پورا ہو رہا ہے۔مسلمانو! آؤ مجلس منعقد کرو دنیا کے کاروبار تو روز ہوتے ہی رہیں گے۔ کچھ دیر تک اس محسن خلایق کی یاد تازہ کرنے کیلئے بھی بیٹھ جاؤ۔جس کے بار احسان سے قیامت تک دنیا سبکدوش نہ ہوگی۔

مولود کا ذکر ہو یا سانحہ کربلا۔ان میں واعظوں نے سامعین کی دلچسپی بڑھانیکے لئے موضوع اور ضعیف روایات کا بہت سا مسالہ شامل کر دیا ہے۔مگر سچ پوچھو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے صاف اور صحیح حالات بھی ایسی بلند شان رکھتے ہیں۔جس تک کسی انسان کیا بلکہ کسی فرشتہ کے خیالات بھی نہیں پہنچ سکتے۔ان پاک حالات کو تسخیر قلوب اور جذب طبایع کے لئے کسی رنگ آمیزی کی ضرورت نہیں ہے

چہ حاجت کہ نُہ کرسی آسمان

نہی زیر پائے قزل ارسلان

آں حضرتؐ کی پاک زندگی کے سیدھے سادے حالات اور سچے اور صاف واقعات میں بھی نبوت و صداقت کا وہ نور چمک رہا ہے جو لاکھوں انسانوں کے دلوں کو منور کر چکا ہے اور کریگا۔ان حالات کو اصلی روپ میں دکھانا کافی ہے۔ وہ حالات ہماری زبان آوری اور ہمارے مبالغہ اور ہماری فصاحت و بلاغت کے محتاج نہیں ہیں۔

نہ وصف ناتمام ما جمال یار مستغنی است

نہ آب و رنگ و خال خد چہ حاجت روئے زیبا را

آپ کے کون ہے جس کو اس کی سچائی اور راستبازی کی بدولت دشمن بھی صادق اور امین کے لقب سے پکارتے ہوں کون ہے جس کے فیصلے پر مخالف راضی ہو جاتے ہوں۔کون ہے جس نے سونے چاندی کے خزانوں اور ملک کی بادشاہی پر لات ماردی مگر اپنا عزم نہ چھوڑا ہو کون ہے جس نے سلاطین عالم کے دلوں پر اپنی عظمت کا سکہ بٹھا کر بھی ان لفظوں میں اپنی تواضع کا اظہار کیا ہو۔کہ میں کوئی بادشاہ نہیں۔بلکہ صرف ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جس کو کھانیکے خشک گوشت میسر آتا تھا۔کون ہے جسنے دینی معاملہ میں کسی رشتہ دار یا عزیز دوست کی کبھی پرواہ نہ کی ہو کون ہے جسنے دشمنوں کا استہزا جھیلا۔گالیاں کھائیں لے سختیاں برداشت کیں۔مگر اپنے ارادہ میں تزلزل نہ آنے دیا کون ہے؟ جو دشمنوں کے بڑے سے بڑے مظالم اٹھائے مگر کبھی ان سے انتقام لینے کا خیال تک دل میں نہ لائے۔کون ہے؟ جس کے پاس نہ فوج ہو نہ خزانہ ہو دوست دشمن بنگئے ہوں خویش و اقارب بیگانے بنگئے ہوں۔پھر بھی وہ ہمت نہ ہارے قاتل ننگی تلواروں کے ساتھ اس کو گھیرے کھڑے ہوں مگر وہ مایوس نہ ہوا ہو۔اور اسکے حوصلہ اور عزم میں سرمو فرق نہ آیا ہو۔کون ہے؟ جسکی زبان سے نکلنے والا کلام سامعین کے دلوں پر بیٹھتا ہو۔ اور اس کی سی فصاحت و بلاغت اور اثر کسی بشر کے کلام میں نہ پائی گئی ہو۔اور جسکو سنکر دشمنوں کے دل بھی موم ہو گئے ہوں۔قتل کی نیت سے آنیوالی شیدا بنکر گئے ہوں۔کون ہے؟ جس نے مدرسہ میں تعلیم پائی ہو نہ پڑھنا لکھنا سیکھا ہو نہ وہ شاعر ہو نہ مضمون نگار ہو۔نہ مصنف ہو مگر وہ ایسا کلام لوگوں کو سناتا ہو۔جس کے آگے روئے زمین کے فصحا و بلغا سر تسلیم خم کرتے ہوں۔کون ہے؟ جس نے ایک گاؤں میں پرورش پائی ہو۔مگر وہ خدا کے حکم سے ایک ایسے عالم تمدن کا بانی ہو۔جس پر روئے زمین کے بڑے بڑے شہروں کی رونق کی بنیاد قایم ہو۔کون ہے؟ جسکا زمانہ طفولیت یتیمی میں گذرا ہو۔اور ماں باپ نے اس کو تربیت نہ دی ہو۔مگر اسکی شرافت۔اخلاق۔سلیقہ کی باتیں مہذب دنیا کے بڑے بڑے تربیت یافتوں کیلئے اعلےٰ اصول کا کام دے رہی ہوں کون ہے جو ایک جاہل خاندان میں پیدا ہؤا ہو۔مگر اسکی خداداد ذات کی بدولت دنیا بھر سے جہالت کی تاریکی دور ہونے والی ہو کون ہے جسکی تصدیق اگلے نبیوں نے کی ہو۔اور اگلی کتابوں نے کی ہو۔ اور اگلی امتوں کے علماء نے کی ہو۔جسکی سچائی کے لئے معجزات شاہد ہوں۔کون ہے؟ جو باوجود اعلےٰ درجہ کے عظمت و شان رکھنے کے اپنے اصحاب کے ساتھ بھائیوں اور دوستوں کیطرح خندہ پیشانی پیش آتا ہو۔بیویوں کیساتھ نرمی اور تحمل کا برتاؤ رکھتا ہو۔بچوں پر نہایت پیار اور شفقت رکھتا ہو کون ہے؟ جسنے لوگوں کے جان و مال کے مالک ہوتے ہوئے بھی اپنی دنیوی زندگی میں آرام و آسایش کا سامان بڑھانیکی کبھی خواہش نہ کی ہو۔کون ہے؟ جس نے دم بھر میں نوّے ہزار روپیہ محتاجوں کو تقسیم کر دیا ہو۔مگر خود نان شبینہ گھر میں نہ ہونیکے باعث فاقہ کیا ہو۔ ان اوصاف کا انسان سوائے آں حضرتؐ کے کوئی نہیں ہو سکتا۔پس عالم دنیا میں آپکا امتیاز دکھانیکے لئے کسی مبالغہ کی ضرورت نہیں۔یہی سیدھے سادے کمالات کافی ہیں۔

صلے اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم۔ درود انہ علیہ اعتبارنا ہوں

ختم نبوت کا راز

(ملفوظات احمدؑ قادیانی)

پہلے نبی ایک ایک قوم کے لئے آیا کرتے تھے۔ اور اسی قدر سکھایا کرتے تھے۔جو اسی قوم کی استعداد کے اندازہ کے موافق ہو۔اور جن تعلیموں کی وہ لوگ برداشت نہیں کر سکتے تھے وہ تعلیمیں اسلام کی ان کو نہیں بتلاتے تھے۔اس لئے ان لوگوں کا اسلام ناقص رہتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ ان دینوں میں سے کسی دین کا نام اسلام نہیں رکھا گیا۔مگر یہ دین جو ہمارے پاک نبی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت دنیا میں آیا اس میں تمام دنیا کی اصلاح منظور تھی۔اور تمام استعدادوں کے موافق تعلیم دینا مد نظر تھا اس لئے یہ دین تمام دینوں کی نسبت **اکمل** اور اتم ہؤا سو اسی کا نام بالخصوصیت اسلام رکھا گیا۔ اور اسی دین کو خدا نے کامل کیا۔جیسا کہ قرآن شریف میں ہے **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا** یعنے آج میں نے دین کو کامل کیا۔اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کیا۔اور میں راضی ہؤا کہ تمہارا دین اسلام ہو۔قرآن کو تمام دنیا کی کامل اصلاح مد نظر تھی۔جن میں عوام بھی تھے۔اور خواص بھی تھے۔اور حکماء اور فلاسفر بھی اس لئے انسانیت کے تمام قویٰ پر قرآن نے بحث کی اور یہ چاہا کہ انسان کی ساری قوتیں خدا تعالےٰ کی راہ میں فدا ہوں۔اور یہ اسلئے ہؤا کہ قرآن کا مد نظر انسان کی تمام استعدادیں تھیں۔اور ہر ایک استعداد کی اصلاح منظور تھی۔اور اسی وجہ سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ٹھیرے۔کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر وہ تمام کام پورا ہو گیا۔جو پہلے اس سے کسی نبی کے ہاتھ پر پورا نہیں ہوا تھا۔

انتہیٰ بلفظہ الشریف مطبوعہ ۱۹۰۸ء ضیاء الاسلام پریس قادیان صفحہ ۱۴۹ لغایت ۱۵۲ +

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سالگرہ

وکیل لکھتا ہے کہ "آجکل ہر ایک تعلیم یافتہ وترقی پسند قوم اپنے بزرگوں کی سالگرہ مناتی ہے۔ افراد قوم کے دلوں میں اُن کی یادگار کو زندہ کرنے کے لئے اُن کے سوانح اور کارنامے بیان کئے جاتے ہیں۔ اور اس طرح ہر ایک شخص کو تعلیم دی جاتی ہے کہ ان بزرگوں کی اعلیٰ نظیر سے متاثر ہو۔ اُن کے طرز عمل کا تتبع کرے اور میدان زندگی میں اُن کے نقش قدم کو شمع راہ بنائے۔ ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ مصر میں تجارت پیشہ فرانسیسیوں نے اپنے نامور شاعر وکٹر ہیوگو کی سالگرہ منائی تھی۔ اسکندریہ کے فرانسیسی محلہ کی دل کھول کر آرائش کی گئی تھی اور شب کو ہر جانب چراغاں کا سماں نظر آرہا تھا۔ ایک نوعمر فرنچ لیڈی شام کو سیر کے لئے نکلی۔ ساتھ میں اُس کے چھوٹا سا بچہ بھی تھا جس کی عمر چھ برس سے زیادہ نہ تھی۔ گاڑی ایک موڑ پر پہونچی۔ جہاں وکٹر ہیوگو کی قدآدم تصویر لگی ہوئی تھی لیڈی نے دیکھتے ہی ایک لمحہ کے لئے گاڑی روک لی۔ اور ٹوپی اُتار کر مودب بن بیٹھی متعجب ہوکر پوچھا "اماں جان! یہ کیا ہے" لیڈی نے جواب دیا "یہ اس شخص کی تصویر ہے۔ جس نے تیرے وطن (فرانس) کو نجات دلوائی۔ عوام کو آزادی کے لئے اُبھارا ظلم کی حکومت توڑنے میں کوشش کی۔ اور تیرے ہموطنوں کے لئے باعث رحمت ہوا" بچہ نے بھی یہ سُنتے ہی ادب سے ٹوپی اُتار لی اور بے ساختہ بول اٹھا۔ "میں اس بڑے شخص کو پیار کرتا ہوں۔ اور میں بھی ایسا ہی بنوں گا"۔

یہ ایک جزوی بات ہے۔ لیکن اس میں سبق آموز امر یہ ہے کہ مہذب قومیں نادان بچوں کے دلوں میں ہی بزرگوں کی عظمت کا نقش دلوں میں بٹھا کر اُن کے کارناموں کی پیروی کرنے کا کیونکر شوق دلاتی ہیں۔ اور اُس پاک روح کو کس طرح نئی نسل میں وسیع کیا کرتی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ہماری یہ حالت ہے کہ کروڑوں مسلمانوں میں شائد چند نفوس ہی بمشکل ایسے نکل سکیں گے۔ جو بزرگان اسلام کی شریفانہ واعلیٰ مقاصد زندگی کی اسپرٹ کو قوم میں وسیع کرنے کی کوشش کرتے ہوں۔ بے شبہ ہمارے ہاں بھی بزرگوں کے عرس ہوتے ہیں برسی کی جاتی ہے۔ سالگرہ مناتے ہیں۔ مولود کی محفلیں ہوتی ہیں لیکن افسوس ہے۔ کہ یہ غرض کہیں بھی پیش نظر نہیں ہوتی۔ مجلس میلاد کی دہوم دہام سے تیاریاں ہوتی ہیں۔ نعتیہ غزلیں اور قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا معشوق ثابت کرنے کے لئے اُن تمام اوصاف پر زور دیا جاتا ہے۔ جو دُنیا میں عشق عاشقی کے لئے ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ اور جن کے بغیر ہماری سوسائٹی شان معشوقیت سے اثر پذیر نہیں ہوتی اور ہمارے مذاق شاعری کو معاملہ بندی میں مزہ نہیں آتا۔ خدا کا وہ مقدس پیغامبر جس کا خاص مشن یہ تھا کہ دُنیا کو تاریکی سے نکالکر روشنی میں لائے۔ اس کی پاک نظیر کو بالکل ہی فراموش کر رکھا ہے۔ اور اگر کچھ بھی متاثر ہوتے ہیں۔ تو صرف اسقدر کہ خدا اُس پر جان ودل سے عاشق تھا اور اسی لئے شب معراج کو اُسے اپنے پاس بُلایا۔ زمین وآسمان کی زمام اختیار اُس کے قبضہ میں دیدی اور اُس کو قدرت عطا فرمائی کہ نظام عالم کو جب اُسے جس طرح چاہے ایک اشارہ سے تبدیل کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ باتیں خواہ کیسی ہی درست ومسلّم ہوں۔ مگر عوام میں ان خیالات کو عام کرنے سے وہ روح نہیں پیدا ہو سکتی۔ جو ایک برگزیدہ و اولوالعزم پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصلاحی مشن کی جان تھی اور جس کی تقلید وپیروی کے بغیر مسلمان کبھی اُبھر نہیں سکتے۔

مصر میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مولود کی مجلسیں ہوتی ہیں۔ گورنمنٹ کی طرف سے ۱۲۔ ربیع الاول کو عام جشن منایا جاتا ہے۔ شہروں میں آئینہ بندی ہوتی ہے۔ فوج کا عظیم الشان جلوس نکلتا ہے۔ اور نقیب الاشرف حضرت سید توفیق آفندی البکری جو بزرگان صوفیہ کے شیخ المشائخ اور سادات بنی فاطمہ کے سب سے بڑے پیشوا ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی بیان کرکے عام رائے کو توجہ دلاتے ہیں۔ کہ دُنیا کے فائدہ کے لئے اُس ذات بابرکات نے کیا کیا کام کئے تھے۔ اور اب اہل دُنیا اس کی بابرکت زندگی کے طریق عمل کو مشعل طریقت بناکر کیا کیا فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ اس جشن میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ مسلمان اگر پیغمبر سمجھ کر عظمت کرتے ہیں۔ تو قبطی ویہودی وعیسائی قومیں اس لحاظ سے احترام کرتی ہیں۔ کہ یہ ایک جلیل القدر مصلح کی سالگرہ کا دن ہے۔ جس کے اصلاحات نے زمانہ کو نورانی وتابناک بننے میں مدد دی۔ اور جس کے حکیمانہ اصولوں پر موجودہ تمدن کی بُنیاد قائم ہوئی۔

آج کے تیسرے دن ربیع الاول کی بارہویں تاریخ ہوگی یہی وہ مقدس تاریخ ہے۔ جس کے مطلع سے آفتاب اسلام جلوہ گر ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار نے طلوع ہوکر دُنیا کے ہر ایک ذرہ میں یہ نورانی تعلیم وسیع کی تھی۔ کہ اس نور کی روشنی میں اگر ذرات بھی کوشش کریں تو آفتاب بن سکتے ہیں۔ آنحضرت سلام اللہ علیہ کی روشن تعلیمات کے جن سے زمانہ کی تاریکی روشنی سے تبدیل ہو گئی تھی۔ خاص خاص اصول یہ تھے۔

(۱) خدا کے ساتھ ہر ایک میں انسان کا تعلق نہایت محکم ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہی ایک بھروسہ ہے جس سے انسان کی زندگی کامیاب بن سکتی ہے۔

(۲) خدا کے علاوہ اور کسی کی پرستش نہ کرنی چاہئے اس لئے کہ جناب باری کے سوا اور کسی شخص میں کوئی ایسی طاقت نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے جو عام انسانی طاقتوں سے برتر ہو۔ یعنی سرسری نظر میں جن چیزوں کی معتقد ہیں۔ اگر کوشش کی جائے تو وہی برتری ان میں بھی خدا کے فضل سے پیدا ہو سکتی ہے۔ اور وہ بھی اسی جلالت وجبروت کو حاصل کر سکتی ہیں جو عوام میں عزت وعظمت کا معیار سمجھی جاتی ہیں

(۳) ہر شخص کو خدا کے بعد اپنی ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے کیونکہ دوسروں پر بھروسہ کئے بیٹھے رہنے کے نتائج ہمیشہ ناکامی کی صورت میں ظاہر ہوا کرتے ہیں (یا ایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم۔ یعنی اے مسلمانو! تم خود اپنے پر بھروسہ کیا کرو۔)

(۴) ہدایت وارشاد کو زمانہ میں عام کرنے کے لئے مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ اپنے تئیں نمونہ بناکر دُنیا کے روبرو پیش کریں اس صورت میں کسی کی گمراہی وضلالت سے مسلمانوں کو نقصان نہیں پہونچ سکتا (لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم مسلمانو! اگر تم خود راہ راست پر آگئے۔ تو کسی اور کی گمراہی تمہارے لئے مضرت رساں نہیں ہو سکتی)

(۵) جب کام کا قصد کرو۔ تو مذبذب نہ بنے رہو۔ بلکہ خدا پر بھروسہ کرکے شروع کردو۔ (واذا عزمت فتوکل علی اللہ جب کسی کام کا قصد کیا کرو۔ تو خدا پر توکل کر لیا کرو۔ کہ اس کو پورا کرنے اور حد انجام تک پہونچانے میں خدا بھی ہمارا شریک ہے۔

(۶) کوشش سے کسی حالت میں غافل نہ رہو۔ کیونکہ یہی ایک چیز ہے۔ جس کے ثمرات انسان کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ اپنے پرائے کی امید پر بیٹھے رہنا مسلمان کی شان کے خلاف ہے (لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ اے نور چشم من بجز از کشتہ ندرودی)

(۷) جو مذہب اسلام دُنیا کے روبرو پیش کیا جاتا ہے۔ وہ کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ تمام برگزیدہ بندوں کا یہی مذہب رہچکا ہے غرض یہ ہے کہ اس نور وہدائت پر لوگ قائم رہیں اور فرقہ بندی سے بچیں۔ (شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ۔ مسلمانو! تم لوگوں کے لئے وہ مذہب شروع ہوا ہے۔ جس کی وصیت ہم نے۔ یعنی خدا نے نوحؑ کو کی تھی۔ جسے اے پیغمبر ہم نے تم پر وحی بھیجا ہے۔ اور جس کے لئے ہم نے ابراہیمؑ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ کو وصیت کی تھی۔ کہ دین کو قائم رکھو۔ اور فرقہ بندی نہ کرو۔)

(۸) جو کام کرو مستقل مزاج بنکر کرو۔ کیونکہ خدا اُنہیں کے ساتھ ہے۔ جن میں استقلال ہو۔ (ان اللہ مع الصابرین حقیقت میں صبر کرنے والوں یعنے ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ خدا ہے۔)

(۹) انسان کے لئے شرافت کا معیار صرف تقویٰ ہے (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ تم میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ شریف وہی ہے۔ جو سب سے زیادہ متقی ہو)

(حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ نے تقویٰ کے معنے یہ بتلائے ہیں۔ کہ با اصول انسانی زندگی کے لئے جو چیزیں باعث مضرت ہوں۔ اُن سب سے بچتے رہنے کا نام تقویٰ ہے۔ لہذا متقی اصل میں وہ ہے۔ جو دین ودُنیا کی تمام تباہ کاریوں سے پرہیز کرتا ہو)

(۱۰) تقویٰ کے مشن میں اگر کسی کو دقتیں ہوں۔ تو ابتدائی ناکامیوں سے گھبرانا نہ چاہئے۔ اس لئے کہ انجام کار وہی کامیاب ہونگے جو متقی ہیں (العاقبۃ للمتقین۔ حسن انجام اہل تقویٰ ہی کے لئے ہے۔)

(۱۱) زمین اور اس کی نعمتیں اور برکتیں سب خدا کی ملکیت ہیں خدا ان چیزوں کا وارث انہیں کو بناتا ہے۔ جن میں اس کے حاصل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ لہذا مسلمانوں کو اگر ان نعمتوں اور برکتوں سے فائدہ اٹھانا اور روئے زمین کا وارث بننا منظور ہے۔ تو سب سے پہلے اُن کو اپنے آپ میں صلاحیت پیدا کرنی چاہئے (ان الارض للہ یرثھا عبادی الصالحون۔ زمین سچ مچ خدا ہی کی ہے۔ اُس کے وارث وہی بندگان خدا ہونگے جن میں صلاحیت ہوگی)

(۱۲) بڑے درجہ کی کامیابی حاصل کرنی ہو۔ تو جس چیز کو

سب سے زیادہ محبوب سمجھتے ہو۔ اسی کی قربانی دو (لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ تم کبھی بھلائی کو نہ پہونچوگے۔ جب تک کہ ان چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔ جنھیں محبوب سمجھتے ہو۔)

(۱۳) سلامت روی خوب چیز ہے۔ اور یہی ایک دولت ہے جو خدا کے دربار میں نفع دے سکتی ہے (یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔ وہ دن جبکہ نہ دولت نفع دے گی نہ اولاد۔ بجز اس کے جو قلب سلیم لیکر خدا کے پاس حاضر ہو۔)

(۱۴) پستی اور تنزل کی زندگی مسلمان کے لئے حد درجہ کی ذلیل اور شرمناک زندگی ہے۔ جو لوگ اس میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور اس سے ابھرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اُن سے زیادہ بڑے اور زیانکار کوئی نہیں (هل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیهم فی الحیوة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعاً۔ میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے زیادہ زیانکار کون لوگ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کی کوشش پست اور متنزل زندگی میں گمراہ ہوئی اور اس پر بھی وہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ ہم اچھے کارگذار ہیں۔)

(۱۵) مسلمان اگرچہ سچ مچ کے مسلمان بنیں۔ تو دین و دنیا کی ہر طرح کی سربلندی و عزت اُنہیں کے لئے ہے۔ (لا تهنوا ولا تحزنوا انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ ذلیل نہ بنو۔ اور رنجیدہ ہو۔ تم اگر ایماندار ہو۔ تو تمہیں سربلند ہوگے)

(۱۶) نظام عالم کی ہر ایک ادا سے دانشمندوں کو سبق لیتے رہنا چاہئے۔ (ان فی خلق السموات والارض و اختلاف الیل والنهار لآیات لاولی الالباب آسمان و زمین کی آفرینش اور دن رات کے مختلف ہونے میں دانشمندوں کے لئے نشانیاں ہیں) ۔

(۱۷) سب سے بڑی دولت علم ہے۔ جو بے علم ہے۔ وہ خواہ کتنا ہی بڑا مالدار ہو۔ ذی علم کے کبھی برابر نہیں ہو سکتا (هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ کیا جو لوگ تعلیم یافتہ ہیں۔ اور جو تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔ دونوں آپس میں برابر ہو سکتے ہیں۔)

یہ اور اسی قسم کے اور بہی بہت سے اصول ہیں۔ جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانی تعلیم کے مطابق زمانہ کو تلقین کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ جبتک اس تلقین پر عمل رہا۔ تمام زمانہ کی خوبیاں مسلمانوں ہی کے لئے مخصوص ہو گئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی اپنے مرقد مبارک میں زندہ ہیں۔ اس لئے کہ موت اگر ہے بھی تو جسم کے لئے۔ روح پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ آپ کی مقدس نگاہیں ہمہ تن چشم بنی ہوئی ہیں۔ کہ آپ کی سالگرہ کے دن ہم آپ کی نیک نظیر سے فائدہ اُٹھا کر اپنی حالت کو کس قدر درست کرلیتے ہیں اور جن اصول و ضوابط کی آپ نے تعلیم دی تہی ہمارا طرز عمل اُن سے کہاں تک مطابق ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ڈریپر جس جیسے آزادانہ خیالات اسلام تو کیا تمام دُنیا کے مذاہب سے بیگانہ ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتا ہے۔ تو سخت سے سخت انکار پر بھی آپ کی عظمت کا اُس کو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ "کیا یہ ممکن ہے۔ کہ ایسے شخص کا نام تعظیم و تکریم سے نہ لیا جائے؟ یہ شخص وہ ہے جس کے اصول آج کے دن بنی نوع انسان کے ایک ثلث حصّہ کے رہنما و پیشوا ہیں" (ملاحظہ ہو معرکۂ مذہب و سائنس صفحہ ۱۱) سوال یہ ہے۔ کہ جب اغیار بھی اُس ذات پاک کی تعظیم پر مجبور ہیں۔ تو کیا مسلمانوں کو اس کا احترام نہ کرنا چاہئے۔ اور اُس کی تعلیمات کو اپنی زندگی کا اصول نہ بنانا چاہئے۔ یاد رکھو سچی تعظیم و اکرام یہی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی و الہام کے ذریعہ سے ہماری فلاح و رفاہ کے لئے جو اصول قرار دیئے ہیں۔ ہم اپنی زندگی کو انہیں لائنوں پر لائیں۔ آپ کی سالگرہ کے دن آپ کی تعلیمات کو پھیلائیں اور عہد کریں کہ آئندہ سالگرہ کے موقع پر ہم میں ہر شخص ان مبارک اصول و ضوابط کا پابند نظر آئے گا۔ واللہ الموفق۔

غیر معمولی ضمیمہ الحکم قادیان دارالامان مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مبارک باد

---

۱۳ مارچ ۱۹۱۱ء کی صبح ساکنین الدار اور مہاجرین دارالامان کے لئے عموماً اور خاندان نبوّت کے لئے خصوصاً ایک خاص فضل اور بشارت کو لیکر آئی۔ کہ حضرت صاحبزادہ میرزا شریف احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد کے مشکوئے معلیٰ میں پہلا بیٹا پیدا ہوا۔ جو خاندان احمد میں دوسرا نافلہ (پوتا) اور چراغ ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت احمدؑ مغفور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے بہت سے وعدے برکات کے فرمائے۔ جن میں سے اکثر آپ کی زندگی میں پورے ہوئے۔ اور بعض کا ظہور آپ کے بعد ہو رہا ہے ان وعدہ ہائے برکات میں سے آپ کی ذریت طیبہ کے متعلق بھی بہت سے وعدے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تیری نسل نسل بہت ہوگی۔ اور میں تیری ذریت کو بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی۔ تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہیگی"۔

ان بشارتوں کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے خاندان احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خصوصاً اور احمدی جماعت کو عموماً اس نافلہ کی مبارک ولادت سے مسرت سے مالا مال کیا ہے۔

حضرت صاحبزادہ شریف احمد سلمہ اللہ الاحد اللہ جلشانہ کے نشانات میں سے ایک عظیم الشان نشان ہیں۔ اور آپ کی ذات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خاص انعامات کے وعدے فرمائے ہیں (خدا کرے ہم انہیں اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے دیکھیں) اس لئے آپ کی تمام تقریبیں بھی ایک نشان ہی ہیں۔ اس لئے ہم ان آیات اللہ کی تلاوت کے لئے اس مبارک تقریب پر اظہار مبارکباد کا موقع پاتے ہیں۔ اور صدق دل سے اولاً حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے حضور مبارک باد عرض کرتے ہیں۔ پھر حضرت ام المومنین علیہا السلام اور آپ کے نور نظر اور خاندان احمد مغفور کے لیڈر احمدی قوم کی خوشی آئندہ امید اللہ تعالےٰ کے بتائے ہوئے اولوالعزم حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد دامت برکاتہم کے حضور مبارک باد عرض کرتے ہیں۔

پھر حضرت قافلہ سالار ضعفاء میر ناصر نواب صاحب قبلہ اور حضرت نانی امّاں صاحبہ کی خدمت میں بہی مبارکباد دیتے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے یہ موقعہ عطا فرمایا۔ کہ اپنی اولاد کی تیسری پشت کو دیکھیں (خدا کرے۔ وہ اپنے بچوں کی طرف سے بھی ایسی خوشیاں دیکھیں۔ آمین) اللّٰھم زد فزد۔

پھر حضرت نواب صاحب قبلہ اور اُن کے خاندان کے حضور بہی مبارکباد عرض کی جاتی ہے۔ جن کے سلسلہ اولاد کے ساتھ آل اطہار کی زنجیر کو ملا دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے بابرکت کرے۔

بالآخر دعا ہے کہ ابن شریف ابن شریف اپنے بزرگوں کے سایۂ فضل و رحمت میں مدظلہ العالی کی نیم شبی دعاؤں کے ساتھ نہ صرف اپنے ماں باپ۔ نہ صرف اپنے خاندان و قوم بلکہ کل دُنیا کے لئے قرۃ العین اور نافع الناس ہونے کے واسطے، تربیت پائے بڑھے پہلے اور پھولے۔ دنیا کے لئے نور اور نشان ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کے فرشتے اس کی حفاظت کریں۔ اور اس کی آمد

اے آمدنت باعثِ آبادیٔ ما۔

کا موجب ہو۔

ہاں! وہ اللہ تعالیٰ کے کلام مجید اور اس کے حقیقی دین اسلام کا درخشاں خادم ہو روح الحق کا سایہ اس کے سر پر ہو۔ اور وہ رکن رکین ہو ان افراد و ارکان کا جو حضرت مغفور کی تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہونچانے والے ہوں گے آمین ثم آمین!۔ بالآخر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا پر اس کو ختم کر دیتا ہوں

شعر

کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت ۔۔۔ کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت

دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت ۔۔۔ یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو ۔۔۔ جاں پُر ز نور رکھیو دل پُر سرور رکھیو

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں ۔۔۔ حق پر نثار ہوویں مولا کے یار ہوویں

بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں ۔۔۔ یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

آمین!

ہاں! اے حریم قدس کے رہنے والو اس وقت تمہارے دلوں میں دعاؤں کے لئے خاص جوش ہے۔ اس حالت میں میں بھی ایک بات کہہ جاتا ہوں۔ کہ ان گھڑیوں میں جبکہ آپ کی جبین نیاز حضرت عزّت کے آستانہ پر ہو۔ اس عاجز اور اس کی ذریّت کو بھی یاد رکھیئے اور لڑکے کی لاج نہ بھولیئے۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند

آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

طالب دعا

احقر العباد یعقوب علی عفی اللہ عنہٗ ایڈیٹر الحکم قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خاتم النبیّین

(نوشتہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد مدفیوضہ)

ہمارا ایمان ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے تخلق در تخلق تعلقات الٰہیہ کی وجہ سے اس بلند مقام تک پہنچ گئے تھے کہ آپکے رتبہ کا سمجھنا تک نہایت مشکل امر ہے۔ بڑے بڑے عظیم الشان انسان دنیا میں گذرے ہیں۔ جنہوں نے اپنے نفسوں کو بھی پاک بنیر بنایا۔ قوموں کی قوموں کو سدھار دیا۔ اور رجہ خدا تعالیٰ کے احکام میں ایسے منہمک ہوئے کہ بس فنا ہی ہو گئے۔ لیکن جس مقام پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدم مارا اس تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔ انسانی زندگی کا کوئی سا پہلو بھی لے لیں آپ بے نظیر ہی معلوم ہوتے ہیں۔ بچپن سے لیکر بڑھاپے تک اور بیکسی و بے بسی کی حالت سے لیکر ایک ملک کے بادشاہ ہونے تک کی مختلف حالتوں میں کوئی پہلو بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ جس میں آپ کے طریق عمل پر کسی قسم کی حرف گیری کا موقعہ ملے بلکہ جہانتک غور کریں کمال ہی کمال نظر آتا ہے۔ اکثر لوگوں میں جنکو بلند ی نظر میں کامل سمجھا جاتا ہے غور کریں تو بہت سی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ لیکن یہ ایک رسول صلے اللہ علیہ وعلےٰ آلہ وسلم کی ہی ذات ہے کہ نظر کو کتنا ہی باریک کرتے چلے جاؤ آپکی کمزوریاں نہیں بلکہ آپکے کمال ہی کھلتے چلے جائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ:۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى یعنے آپ کبھی بھی ہوائے نفس سے کلام نہیں کرتے تھے۔ بلکہ منشائے الٰہی کے ماتحت ہی آپ کے سب کام تھے۔ پھر فرمایا کہ:۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى یعنے آپنے جو کچھ پھینکا وہ آپ کا پھینکا ہوا نہ تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا۔ اسی طرح ارشاد ہوا ہے کہ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یعنے کہدو کہ میری نماز اور میری قربانیاں اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے جو رب العلمین ہے۔ غرضکہ آپنے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے منشاء کے آگے اس طرح ڈالدیا تھا کہ آپ کی ساری زندگی میں ایک نمونہ بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ آپ نے کبھی اپنی بڑائی بھی چاہی ہو چنانچہ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کرکے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور آیندہ کے لئے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے ایک ہی دروازہ کھلا رکھا گیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلےٰ آلہ وسلم کی اتباع کا دروازہ ہے ایک زمانہ تھا۔ جبکہ مختلف ممالک میں مختلف قوموں کیلئے انبیاء آتے تھے۔ اور ایک کا دوسرے سے کچھ تعلق نہ تھا۔ لیکن آپ کی بعثت کے بعد کوئی شخص مامور نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس پر رسول اللہ کی تصدیق کی مہر نہ ہو صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلےٰ آلہ وسلم آپ کے کمالات اس حد تک پہنچ گئے کہ آپ کے بعد کوئی مامور من اللہ نہیں ہو سکتا جبتک کہ اسپر آپ کی اتباع کی مہر نہ ہو بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ آپ کے کمالات اعلےٰ سے اعلےٰ ترقیات کی ان منازل تک پہنچ گئے کہ آپکی اتباع ... ہو چکے ہیں۔ کہ جو بڑے بڑے انبیاء کا مرتبہ رکھتے تھے ... اللہ صلے اللہ علیہ وعلےٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل) اور آپ کا فیض قیامت تک اسی طرح جاری رہیگا۔ کسی نبی کا سو سال کسی کا دو سو سال کسی کا ہزار کسی کا دو ہزار سال تک سلسلہ جاری رہا۔ اور اس کے بعد ان کا نور تاریک دلوں کو روشن نہ کر سکا۔ لیکن آپکا نور جب تک کہ دنیا قایم ہے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے دلوں کو منور کرتے ہوئے سلوک کی اعلےٰ سے اعلےٰ راہوں کو طے کراتا رہیگا۔ آپکو دوسرے انبیاء ورسل پر ہزاروں فضیلتیں ہیں مثلاً یہ کہ آپ کے لائے ہوئے دین کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ اور یہ خصوصیت کسی اور مذہب میں موجود نہ تھی۔ بلکہ وہ خاص خاص حالات کے ماتحت ہوتے تھے۔ پھر آپ کے مبارک نام کو کلمہ توحید کے ساتھ شامل کیا گیا ہے جو فضیلت کسی نبی کو نہیں دی گئی۔ یہ بھی آپ کے ختم نبوت پر ایک دلیل ہے۔

آپ پر جس زبان میں کلام الٰہی اترا ہے وہ ابتک زندہ ہے۔ اور قیامت تک زندہ رہے گی یہ فضیلت بھی کسی اور مذاہب کے بانی کو نہیں ملی۔ موسیٰ ؑ۔ مسیح ؑ۔ زرتشت ؑ۔ بدھ ؑ۔ ویدوں کے رشی کسی مدعی رسالت کی زبان اب تک محفوظ نہیں۔ اور کسی ملک میں بھی نہیں بولی جاتی۔ جسکی وجہ سے نہ معلوم ان کی کتب میں اب تک کس قدر تغیر ہو چکے ہیں۔

آپ کو وہ صحابہ ملے کہ کسی اور کو نہیں ملے۔ جانثار سپاہی فرمانبردار مدبر۔ محتاط راوی۔ مخلص حافظ قرآن۔ پاک بیبیاں۔ نیک ذریت۔ کامل خلفاء کوئی چیز بھی تو نہیں کہ جس سے آپ محروم رہے ہوں۔ اور جو آپکی تعلیم کے پھیلنے میں رکاوٹ کا باعث ہوئی ہو۔

اس کی وجہ کہ آپ خاتم النبیین کیوں ہوئے؟ یہ ہے کہ آپ کل صفات الٰہیہ مظہر تھے۔ اور پہلے انبیاء ایسے نہ تھے۔ چنانچہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ:۔ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى یعنے آپ اللہ تعالیٰ سے ایسے قریب ہوئے کہ قوسیں جب ملائی جائیں تو جوان کے درمیان فاصلہ رہتا ہے اتنا فاصلہ آپ میں اور اللہ تعالیٰ میں رہگیا۔ (یعنے کوئی فاصلہ نہ رہا) یہانتک کہ وہ بھی نہ رہا اور آپ اس سے بھی قریب ہو گئے یعنے آپنے اپنی کمان رکھی ہی نہیں۔ خدا کی ہی کمان میں اپنی کمان کو داخل کر دیا۔ اور اس طرح جہاں خدا تعالیٰ کا تیر چلا وہیں آپکا چلا۔ اور جسکی ماہیت میں چلا آپکا تیر بھی اسی کی ماہیت میں چلا تو گویا کل صفات الٰہیہ کے آپ مظہر ہو گئے۔ چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے کہ:۔ اوتیت جوامع الکلم یعنے ہر قسم کے کمالات مجھے دیئے گئے ہیں۔ جس کی تائید قرآن شریف کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے کہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا پس آپ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے مظہر تھے۔ جنکا تعلق انسان کی ترقیات سے ہے۔ اور قرآن شریف سے ثابت ہے کہ خاص خاص زمانوں میں اور خاص خاص قوموں اور خاص خاص ملکوں میں خدا تعالیٰ کی خاص خاص صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ پس پہلے تو یہ ہوتا تھا کہ ایک خاص صفت الٰہیہ کے ظہور کے وقت اس زمانہ کے نبی کے کمالات اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اسلئے ایک اور نبی بھیج دیا جاتا تھا۔ لیکن اب خواہ کسی زمانہ میں کسی ملک یا قوم پر کسی صفت الٰہیہ کا ظہور ہوتا ہو۔ تو رسول صلے اللہ علیہ وعلےٰ آلہ وسلم کے کمالات اس صفت کو اخذ کرکے دنیا پر پھیلانے کے لئے موجود ہوتے ہیں۔ اور اس وجہ سے اب کسی الٰہی نبی یا رسول کے بھیجنے کی ضرورت نہیں رہی۔ جو آپ سے الگ ہو کر اپنا سلسلہ قایم کرے۔ بلکہ جو کمالات بھی کہ انسان حاصل کر سکتا ہے۔ وہ آپ ہی کے اتباع سے کر سکتا ہے۔

لیکن باوجود ان کمالات کے جو آپ میں پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عبودیت ظاہر کرنیکے لئے فرماتا ہے:۔ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تا ایسا نہ ہو کہ وہ کمزور فطرتیں جو آپ سے بہت ادنیٰ درجہ کے انسانوں کو بھی خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیتی رہی ہیں۔ آپ کی شان کو دیکھکر آپ کو بھی کوئی ایسا ہی خطاب نہ دیدیں۔ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم انک حمید مجید ۰

ملفوظات احمدؑ قادیانی علیہ السلام

ختم نبوت کے متعلق مہدی کا عقیدہ

اور اصل حقیقت جسکی میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں۔ یہی ہے۔ کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔ ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبی او رسول علیٰ وجہ الحقیقۃ والافتراء وترک القرآن واحکام الشریعۃ الغراء فھو کافر کذاب۔ غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کرکے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہے تو وہ ملحد بیدین ہے۔ اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائیگا۔ اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا۔ اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا۔ پس بلا شبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے۔ اور اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں۔ ایسے خبیث کی نسبت کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ قرآن شریف کو مانتا ہے۔"

ہمارا پیشوا

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا	نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر	لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے	اسپر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے	میں جاؤں اسکے وارے بس ناخدا یہی ہے

اعلان ضروری

بہ تعلق تکمیل تجویز محمڈن یونیورسٹی

چونکہ اس وقت ایک عام تحریک اسلامی یونیورسٹی کے ہندوستان میں قائم کرنے کے لئے ہو رہی ہے۔ اور بعض احباب نے دریافت کیا ہے۔ کہ اس چندہ میں ہمیں بھی شامل ہونا چاہیئے یا نہیں۔ اس لئے ان سب احباب کی اطلاع کے لئے جو اس سلسلہ میں شامل ہیں۔ یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ اگرچہ ہمارے اپنے سلسلہ کی ضروریات بہت ہیں۔ اور ہماری قوم پر بہت بوجھ چندوں کا ہے تاہم چونکہ یونیورسٹی کی تحریک ایک مفید اور نیک تحریک ہے۔ اس لئے ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ ہمارے احباب بھی اس میں شامل ہوں۔ اور قلمی۔ قدمی۔ سخنی۔ درمے مدد دیں۔

نورالدین

اشتہار نورالابصار

بسو گفتند کہ زر مغربی است
چہ حاجت محک خود بگوید کہ چیست

اس لئے مختصراً عرض ہے کہ میرے پاس اصلی ممیرا اور اس کا سرمہ موجود ہے۔ جس صاحب کو ضرورت ہو۔ ایک دفعہ منگا کر آزما دیکھے۔

ممیرا قسم اول۔ قیمت فی تولہ دس روپیہ ۱۰

ممیرا قسم دوم۔ قیمت فی تولہ پانچ روپیہ ۵

سرمہ ممیرا۔ قیمت فی تولہ دو روپیہ چار آنہ مقرر ہے۔ غرباء کیلئے خاص رعایت ہو گی۔

المشتہر

حکیم محمد یمین ازداتہ۔ مانسہرہ ضلع ہزارہ

نشانات میرزا

امرتسری ملنگ کے رسالہ السامات میرزا کے جواب کا اعلان

ہوتے ہی احباب نے مسرت آمیز اور حوصلہ افزا خطوط لکھنے شروع کئے ہیں۔ شیخ ہاشم علی صاحب خادم سلسلہ نے بڑے جوش سے خط لکھا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی احباب ہر طرح سے مدد دینے کے لئے تیار لکھ رہے ہیں۔ میری رائے میں یہ کتاب مفت تقسیم ہونی چاہیئے۔ اگر ایک سو احباب ایسے نکل آئیں۔ جو اس کی دس دس جلدیں لیکر مفت تقسیم کرنے کا وعدہ کریں۔ تو ایک ہزار کاپی مفت شائع ہو سکتی ہے۔ یعنی سردست دو ہزار کاپیاں اس رسالہ کی چھاپنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور میں خدا کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ یہ رسالہ اخیر مارچ ۱۹۱۱ء تک انشاء اللہ العزیز شائع ہو جائے۔ جو لوگ مفت تقسیم کے لئے تیار ہوں۔ وہ اپنے ناموں سے اطلاع دیں۔ کوئی رقم سردست اس مقصد کے لئے میرے پاس نہ بھیجنی چاہئے۔ بلکہ جس وقت کتاب نصف کے قریب پریس میں چلی جائے گی۔ اس وقت میں انشاء اللہ العزیز اطلاع کر دوں گا۔

اب نمونہ خواستیم بھیجنی چاہئیں۔

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک و ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا۔

الحکم

نمبر ۱۱ ۔ جلد ۱۵

قادیان

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شایع ہوتا ہے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب ... پرنٹر پبلشر چھپکر شایع ہوا۔

اور پھر انکی اجازت سے جو کچھ وہ حکم دیتے کرتے - میں مانتا ہوں کہ ان میں سے جو بھی شامل ہوئے ہوں وہ اعلائے کلمۃ الاسلام کے خیال سے ہوئے ہوں گے - لیکن کیا وہ اس سے پہلے بطور خود نکلیں کرتے تھے - جو زیادہ مفید اور مبارک تھا - پھر اس میں شمولیت کی کیا حاجت تھی؟

مولوی ثناء اللہ صاحب ہمارے سلسلہ کے بدگو دشمن ہیں - مگر انکی دشمنی یہ اجازت نہیں دیتی کہ اگر وہ بھلی بات کہیں تو اس کو بھی رد کر دیا جاوے - انہوں نے عید میلاد کے برخلاف اپنی آواز بلند کی ہے - اور ضرورت ہے کہ وہ خاموش نہ ہوں جب تک مسلمانوں کو اس کے بد نتائج سے آگاہ نہ کیا جاوے۔

بالآخر میں پھر کہتا ہوں کہ یہ عید میلاد اسی قسم کی بدعت ہو جیسے کسی مسلمان نے قرآن مجید کا اُردو ترجمہ بدوں اصل کلام مجید کے چھاپنا چاہا تھا - جیسے اسکے نتائج بالآخر نہایت نقصان رساں تھے - اس کا انجام بھی بہت برا ہوگا - اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے - (آمین)

عید میلاد کے مجوزین اگر مسلمانوں کے حقیقی بہی خواہ ہیں تو وہ آئندہ اس تحریک کو بند کریں - ورنہ ضرورت ہوگی - کہ اسکی عام مخالفت کیجاوے۔

مراد ما نصیحت بود کردیم

ہمارے دوست مجھسے ناراض نہ ہوں کہ میں نے انکا ذکر کیوں کر دیا - وہ میری شخصیت کو درمیان سے اٹھا کر یہ سوچیں کہ میں نے جو کہا ہے وہ درست ہے یا نہیں؟ ہمارے امام نے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا تھا - اور جسکی نسبت ہمارا ایمان ہے کہ وہ آپ کی اتباع کا کامل نمونہ تھا - کبھی عید میلاد نہیں منائی - اور اگر یہ کوئی عمدہ چیز ہوتی تو وہ سب سے پہلے اسکی تحریک کرتا -

پھر آپ کے بعد آپ کے جانشین اور خلیفہ بلافصل حضرت امیر المومنین سیدنا نور الدین جو اپنے آقا کی محبت میں فنا ہے - وہ کبھی اس کو نہ چھوڑتا مگر اس نے اس قسم کی تحریک کی خبر سن کر

سخت اظہار ناپسندیگی کیا ہے

اور یہی شعر پڑھا جو میں نے کسی دوسری جگہ سعدی کا لکھا ہے۔

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

ہمارا امام میرا منا ر یا مولوی ممتاز علی صاحب نہیں ہے کہ ان کے منہ سے ایک بات نکلے تو اسے بدوں غور کئے یا اپنے امام کے حضور عرض کئے بغیر ہم اس کو اختیار کر لیں حالانکہ ہم اس کو صریح دیکھتے ہوں کہ اسلام میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ لوگ مذہب کو دنیا کا خادم بنانا چاہتے ہیں - سچا لیکن یہ دنیا دین کی خادم ہے - پھر وہ قوم جو دنیا پر دین کو مقدم کرنیکا عہد کرتی ہے ان چمکیلی تحریکوں میں کیوں شریک ہو - مسلمانوں کے امور دنیا کیلئے اور ہیں - اور اگر ان میں شامل ہو کر مذہب کو صدمہ پہنچتا ہو تو خوب یاد رکھو کہ

آواز اسکی مخالفت میں قادیان سے اُٹھے گی!

اور کوئی روک اس کے لئے نہ ہوگی - میں جانتا ہوں کہ یہ نئی روشنی کے لیڈر اس رائے کے اظہار پر بہت کچھ تلملائیں گے - مگر وہ یاد رکھیں اور پھر یاد رکھیں کہ

وہ مسلمانوں کے مذہبی امام نہیں ہیں

عام مسلمانوں کی بڑی غلطی ہوگی اگر وہ انہیں مجتہد سمجھ بیٹھیں جو قربانی کے بجائے حجاز ریلوے میں روپیہ دیدینا کافی سمجھ لیں - یا جو پانچ نمازوں کی بجائے دو ہی کافی سمجھیں - اور جمعہ کی بجائے اتوار کو موزون خیال کریں - ان کے کوٹ اور پتلونیں ہماری نظروں میں کوئی رعب نہیں پیدا کر سکتیں ہیں - اور نہ انکے لمبے چوڑے نام اور القاب ہمیں اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں - ہاں دنیا کے امور میں انہیں "تم دنیا کے امور خوب جانتے ہو" کہکر آنکی بات مان لینے میں مضایقہ نہیں کرتے - مگر دین کے معاملہ میں

رہنمائی کا منصب نہیں دیسکتے

اسی لئے بار بار کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو ایک امام کے ماتحت آنا چاہیئے - جب تک وہ ایسا نہیں کریں - انکی کوئی کل سیدھی نہیں ہونے کی۔

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور کی توجہ طلب

ہمارے ضلع کے ہردلعزیز ڈپٹی کمشنر آجکل میجر الیٹ صاحب ہیں جو اس سے پہلے بھی اس ضلع میں رہ چکے ہیں - میجر الیٹ رعایا کے ساتھ خصوصاً ہمدردی رکھنے والے ہیں - اور ہر شخص انکے حضور اپنی شکایات اور تکلیفات کو آسانی سے بیان کرنیکا موقعہ پا سکتا ہے آپ نے آتے ہی بعض خاص انتظام کئے ہیں - اور تمام قصبات میں منادی کرادی ہے کہ جو شخص انہیں ملنا چاہے وہ ایکدن مقررہ مل سکتا ہے - کونین کی تقسیم کے متعلق بعض بے اعتدالیاں ہوئیں تھیں آپ نے فوراً اسپر نوٹس لیا - اور جو لوگ نہیں لینا چاہتے تھے - اور انہیں جبراً دی گئی تھی انکو قیمت واپس دلگئی - غرض وہ ایک غور کن طبیعت کے مالک ہیں - اور الحکم پہلی دفعہ انہیں بحیثیت ڈپٹی کمشنر گورداسپور اپنے ناظرین سے انٹروڈیوس کرتا ہے -

میجر الیٹ کی خدمت میں سب سے پہلے جس امر کو میں پیش کرتا ہوں وہ بٹالہ سے قادیان تک کی سڑک کی درستی ہے - اور سڑک سی لیکر قادیان تک جو ٹکڑا ہے وہ تو ایسی ناگفتہ بہ حالت میں ہے کہ اگر اس پر فوری توجہ نہ کی گئی تو کسی جانی نقصان کا اندیشہ ہے بارشوں کی کثرت کیوجہ سے یہ حصہ بالکل خراب ہو گیا ہے اور پہلے ہی اسکیطرف بہت کم توجہ ہے - یہ ٹکڑا جگہ جگہ سے ٹوٹ کر ایسی حالت میں ہو گیا ہے کہ خشکی کی حالت میں اس پر یکوں کا چلنا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا - اور اب جبکہ وہ زیر آب ہے پتہ ہی نہیں چلتا کہ کسطرح یکہ چلے - چونکہ قادیان احمدیہ سلسلہ کا مرکز ہے - اور یہاں کے ہائی سکول اور اخبارات کی کثرت اشاعت اور ہر قسم کے تجارتی امور کیوجہ سے آمد و رفت بہت زیادہ ہے - ڈاک کی آمد بھی یکہ کے ذریعہ ہوتی ہے - اسلئے اگر اس سڑک کو درست نہ کرایا گیا - تو سخت نقصان ہوگا - ڈسٹرکٹ بورڈ نے بھی ابھی تک کوئی توجہ نہیں کی اسلئے مجبوراً میں اسے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے نوٹس میں لاتا ہوں اور استدعا کرتا ہوں کہ حضور بہ نفس نفیس اس حصہ کو ملاحظہ فرماویں - بدوں اس کے اسکی اصلاح کی بہت کم توقع ہے کیونکہ اس کیساتھ ایک ضروری امر اور بھی ہے اور وہ اس پانی کے نکاس کا انتظام ہے جو بارش کیوجہ سے ہمیشہ قادیان کے گرد محیط رہتا ہے - مجھے ایک مرتبہ اپنے بعض احباب کیساتھ مسٹر سی ایم کنگ سابق ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے حضور اس معاملہ پر گفتگو کرنیکا موقعہ ملا تھا - اور صاحب ممدوح نے پانی کے نکاس کیطرف توجہ کرنیکا وعدہ کیا تھا - مگر وہ کثرت کار یا دوسری مصروفیتوں کی وجہ سے نہیں آسکے - اور شاید قدرت نے یہ کام میجر الیٹ کیلئے رکھا ہو - قادیان اس ضلع میں کیا تو تعلیمی اور رفاہ عام کاموں کا مرکز ہونیکیوجہ سے اور کیا اس لحاظ سے کہ وہ گورنمنٹ کی ایک مسلم وفادار مذہبی تحریک کا مرکز ہے خاص اہمیت رکھتا ہے - ان تمام امور کو مدنظر رکھکر میرا یہ عرض کرنا بیجا نہیں کہ قادیان کی مقامی ضروریات حضور کے نوٹس میں آنی چاہئیں - اور ان تکلیفات کو دور کیا جاوے - جو بحیثیت ضلع کے ذمہ وار افسر کے آپکا فرض ہے میں امید کرتا ہوں کہ میجر الیٹ کی بیدار مغزی اور رفاہ عام کاموں میں دلچسپی قادیان کے رہنے والوں کو شکر گذاری کا خاص موقعہ دیگی۔

سادہ سنگت کی تبلیغ اسلامی دنیا میں

ناظرین الحکم کو معلوم ہے کہ ایک اشتہار عربی اور فارسی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق عنقریب شایع ہونیوالا ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی منظوری اور ارشاد کے ماتحت لکھا گیا ہے - یہ بہت بڑا اشتہار ہے اور دس ہزار چھاپا جا رہا ہے اسکی اشاعت اور طبع کیلئے تین سو روپیہ کے قریب خرچ ہوں گے - احباب کو مناسب ہے کہ اس کار خیر میں بقدر اپنی ہمت اور توفیق کے حصہ لیں اس قسم کے کام صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتے ہیں - اگر ایک سعادتمند روح نے بھی اسے پڑھ کر فایدہ اٹھایا تو آپ جانتے کہ اسکے اعمال نیک کے آپ ہی وارث ہونگے - حضرت کا الہام ہے کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہونچا دونگا - پس مبارک ہیں وہ انسان جو اس الہام کے پورا کرنے والوں میں ہوں -

ہر قسم کا چندہ اس اشتہار کے لئے سکرٹری سادہ سنگت قادیان کے نام آنا چاہیئے +

اور پھر انکی اجازت سے جو کچھ وہ حکم دیتے کرتے - میں مانتا ہوں کہ ان میں سے جو بھی شامل ہوئے ہوں وہ اعلائے کلمۃ الاسلام کے خیال سے ہوئے ہوں گے - لیکن کیا وہ اس سے پہلے بطور خود نیکی کرتے تھے - جو زیادہ مفید اور مبارک تھا - پھر اس میں شمولیت کی کیا حاجت تھی؟

مولوی ثناء اللہ صاحب ہمارے سلسلہ کے بدگو دشمن ہیں - مگر انکی دشمنی یہ اجازت نہیں دیتی کہ اگر وہ بھلی بات کہیں تو اس کو بھی رد کر دیا جاوے - انہوں نے عید میلاد کے برخلاف اپنی آواز بلند کی ہے - اور ضرورت ہے کہ وہ خاموش نہ ہوں جب تک مسلمانوں کو اس کے بد نتائج سے آگاہ نہ کیا جاوے -

بالآخر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ عید میلاد اسی قسم کی بدعت ہے جیسے کسی سلطان نے قرآن مجید کا اُردو ترجمہ بدوں اصل کلام مجید کے چھاپنا چاہا تھا - جیسے اسکے نتائج بالآخر نہایت نقصان رساں ہوتے - اس کا انجام بھی بہت برا ہوگا - اللہ تعالےٰ ہم سب کو محفوظ رکھے - (آمین)

عید میلاد کے مجوزین اگر مسلمانوں کے حقیقی بہی خواہ ہیں تو وہ آئندہ اس تحریک کو بند کریں - ورنہ ضرورت ہوگی - کہ اسکی عام مخالفت کیجاوے -

مراد ما نصیحت بود کردیم

ہمارے دوست مجھ سے ناراض نہ ہوں کہ میں نے انکا ذکر کیوں کر دیا - وہ میری شخصیت کو درمیان سے اٹھا کر یہ سوچیں کہ میں نے جو کہا ہے وہ درست ہے یا نہیں؟ ہمارے امام نے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا تھا - اور جسکی نسبت ہمارا ایمان ہے کہ وہ آپ کی اتباع کا کامل نمونہ تھا - کبھی عید میلاد نہیں منائی - اور اگر یہ کوئی عمدہ چیز ہوتی تو وہ سب سے پہلے اسکی تحریک کرتا -

پھر آپکے بعد آپ کے جانشین اور خلیفہ بلافصل حضرت امیر المومنین سیدنا نور الدین جو اپنے آقا کی محبت میں فنا تھے - وہ کبھی اس کو نہ چھوڑتا - مگر اس نے اس قسم کی تحریک کی خبر سن کر

سخت اظہار ناپسندیدگی کیا ہے

اور یہی شعر پڑھا جو میں نے کسی دوسری جگہ سعدی کا لکھا ہے -

زہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

ہمارا امام میرا عنا ریا مولوی ممتاز علی صاحب نہیں ہے کہ ان کے منہ سے ایک بات نکلے تو اسے بدوں غور کئے یا اپنے امام کے حضور عرض کئے بغیر ہم اس کو اختیار کرلیں حالانکہ ہم اس کو صریح دیکھتے ہوں کہ اسلام میں اس کی نظیر نہیں جو لوگ مذہب کو دنیا کا خادم بنانا چاہتے ہیں - بجائے اسکے کہ دنیا دین کی خادم ہے - پھر وہ قوم جو دنیا پر دین کو مقدم کرنیکا عہد لئے ہے ان چمکیلی تحریکوں میں کیوں شریک ہو - مسلمانوں کے امور اشتراکیہ اور ہیں - اور اگر ان میں شامل ہوکر مذہب کو صدمہ پہنچتا ہو تو خوب یاد رکھو کہ

آواز اسکی مخالفت میں قادیان سے اٹھے گی!

اور کوئی روک اس کے لئے نہ ہوگی - میں جانتا ہوں کہ یہ نئی روشنی کے لیڈر اس رائے کے اظہار پر بہت کچھ تلملائیں گے - مگر وہ یاد رکھیں اور پھر یاد رکھیں کہ

وہ مسلمانوں کے مذہبی امام نہیں ہیں

عام مسلمانوں کی بڑی غلطی ہوگی اگر وہ انہیں مجتہد سمجھ بیٹھیں جو قربانی کے بجائے حجاز ریلوے میں روپیہ دیدینا کافی سمجھ لیں - یا جو پانچ نمازوں کی بجائے دو ہی کافی سمجھیں - اور جمعہ کی بجائے اتوار کو موزوں خیال کریں - ان کے کوٹ اور پتلونیں ہماری نظروں میں کوئی رعب نہیں پیدا کر سکتیں ہیں - اور نہ انکے لمبے چوڑے نام اور القاب ہمیں اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں - ہاں دنیا کے امور میں انہیں "تم دنیا کے امور خوب جانتے ہو" کہہ کر انکی بات مان لینے میں مضایقہ نہیں کرتے - مگر دین کے معاملہ میں

رہنمائی کا منصب نہیں دیسکتے

اسی لئے بار بار کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو ایک امام کے ماتحت آنا چاہیئے - جب تک وہ ایسا نہیں کرتے انکی کوئی کل سیدھی نہیں ہونے کی -

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور کی توجہ طلب

ہمارے ضلع کے بیدار مغز ڈپٹی کمشنر آجکل میجر السٹ صاحب ہیں جو اس سے پہلے بھی اس ضلع میں رہ چکے ہیں - میجر السٹ رعایا کے ساتھ خصوصاً ہمدردی رکھنے والے ہیں - اور ہر شخص انکے حضور اپنی شکایات اور تکلیفات کو آسانی سے بیان کرنیکا موقعہ پاسکتا ہے آپ نے آتے ہی بعض خاص انتظام کئے ہیں - اور تمام قصبات میں منادی کرادی ہے کہ جو شخص انہیں ملنا چاہے وہ ایکدن مقرر مل سکتا ہے - کونین کی تقسیم کے متعلق بعض بے اعتدالیاں ہوئی تہیں آپ نے فوراً اسپر نوٹس لیا - اور جو لوگ نہیں لینا چاہتے تھے - اور انہیں جبراً دی گئی تھی انکو قیمت واپس دیگئی - غرض وہ ایک غور کن طبیعت کے مالک ہیں - اور الحکم پہلی دفعہ انہیں بہ حیثیت ڈپٹی کمشنر گورداسپور اپنے ناظرین سے انٹروڈیوس کرتا ہے - میجر السٹ کی خدمت میں سب سے پہلے جس امر کو میں پیش کرتا ہوں وہ بٹالہ سے قادیان تک کی سڑک کی درستی ہے - اور سڑک سری لیکر قادیان تک جو ٹکڑا ہے وہ تو ایسی ناگفتہ بہ حالت میں ہے کہ اگر اس پر فوری توجہ نہ کی گئی تو کسی جانی نقصان کا اندیشہ ہے بارشوں کی کثرت کیوجہ سے یہ حصہ بالکل خراب ہوگیا ہے اور پہلے ہی اسکیطرف بہت کم توجہ ہے - یہ ٹکڑا جگہ جگہ سے ٹوٹ کر ایسی حالت میں ہوگیا ہے کہ خشکی کی حالت میں اس پر یکوں کا چلنا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا - اور اب جبکہ وہ زیر آب ہے پتہ ہی نہیں چلتا کہ کسطرح یکہ چلے - چونکہ قادیان

احمدیہ سلسلہ کا مرکز ہے - اور یہاں کے ہائی سکول اور اخبارات کی کثرت اشاعت اور ہر قسم کے تجارتی امور کیوجہ سے آمد و رفت بہت زیادہ ہے - ڈاک کی آمد بھی یکہ کے ذریعہ ہوتی ہے - اسلئے اگر اس سڑک کو درست نہ کرایا گیا - تو سخت نقصان ہوگا - ڈسٹرکٹ بورڈ نے بھی ابھی تک کوئی توجہ نہیں کی اسلئے مجبوراً میں اسے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے نوٹس میں لاتا ہوں اور استدعا کرتا ہوں کہ حضور بنفس نفیس اس حصہ کو ملاحظہ فرماویں بدوں اس کے اسکی اصلاح کی بہت کم توقع ہے کیونکہ اس کیساتھ ایک ضروری امر اور بھی ہے اور وہ اس پانی کے نکاس کا انتظام ہے جو بارش کیوجہ سے ہمیشہ قادیان کے گرد محیط رہتا ہے مجھے ایک مرتبہ اپنے بعض احباب کیساتھ مسٹر سی ایم کنگ سابق ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے حضور اس معاملہ پر گفتگو کرنیکا موقعہ ملا تھا اور صاحب ممدوح نے پانی کے نکاس کیطرف توجہ کرنیکا وعدہ کیا تھا - مگر وہ کثرت کار یا دوسری مصروفیتوں کی وجہ سے نہیں آسکے - اور شاید قدرت نے یہ کام میجر السٹ کیلئے رکھا ہو - قادیان اس ضلع میں کیا تو تعلیمی اور رفاہ عام کاموں کا مرکز ہونیکیوجہ سے اور کیا اس لحاظ سے کہ وہ گورنمنٹ کی ایک مسلم وفادار مذہبی تحریک کا مرکز ہے خاص اہمیت رکھتا ہے - ان تمام امور کو مدنظر رکھکر میرا یہ عرض کرنا بیجا نہیں کہ قادیان کی مقامی ضروریات حضور کے نوٹس میں آنی چاہئیں - اور ان تکلیفات کو دور کیا جاوے - جو بہ حیثیت ضلع کے ذمہ دار افسر کے انکا فرض ہے میں امید کرتا ہوں کہ میجر السٹ کی بیدار مغزی اور رفاہ عام کاموں میں دلچسپی قادیان کے رہنے والوں کو شکر گذاری کا خاص موقعہ دیگی -

سادہ سنگت کی تبلیغ اسلامی دنیا میں

ناظرین الحکم کو معلوم ہے کہ ایک اشتہار عربی اور فارسی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق عنقریب شایع ہونیوالا ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی منظوری اور ارشاد کے ماتحت لکھا گیا ہے - یہ بہت بڑا اشتہار ہے اور دو ہزار چھاپا جاویگا اسکی اشاعت اور طبع کیلئے تین سو روپیہ کے قریب خرچ ہوں گے - احباب کو مناسب ہے کہ اس کار خیر میں بقدر اپنی ہمت اور توفیق کے حصہ لیں اس قسم کے کام صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتے ہیں - اگر ایک سعادتمند روح نے بھی اسے پڑھ کر فایدہ اٹھایا تو آپ جانتے ہیں کہ اسکے اعمال نیک کے آپ بھی وارث ہونگے - حضرت کا الہام ہے کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہونچا دونگا - پس مبارک ہیں وہ انسان جو اس الہام کے پورا کرنے والوں میں ہوں -

ہر قسم کا چندہ اس اشتہار کیلئے سکرٹری سادہ سنگت قادیان کے نام آنا چاہیئے +

مُنکر امرتسری اور منصور جماعت

رہا ظہیر با مثال پیش کرشدم
کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا

امرتسری مُنکر کی عادت میں یہ امر داخل ہوگیا ہے۔ کہ وہ پبلک کو مغالطہ دینے میں اپنا کمال سمجھتا ہے۔ پچھلے دنوں حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشادات کے ضمن میں ایک امرتسری دوست کے اس سوال کا جواب شایع کیا گیا تھا۔ کہ اشاعت اسلام کے نام سے لوگ جو ہم سے چندہ مانگتے ہیں۔ دیا جائے یا نہ حضرت خلیفہ نے اس سوال کا جو جواب دیا اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے اموال ان لوگوں کے ہاتھ میں دینے چاہئیں جو منصور اور مؤید من اللہ ہوں۔ اور تائیدات ہمارے منکروں اور مخالفوں کے شامل حال نہیں ہیں۔ اس میں خصوصیت سے آپ نے امرتسر اور بٹالہ کے منکرین کا ذکر کیا۔ اب امرتسری منکر نے اس پر تین صفحے زاید کا محض ایک فضول آرٹیکل لکھدیا جس کو نفس مضمون سے کوئی تعلق نہیں۔ میں ناظرین کی دلچسپی اور توجہ کے لئے پہلے حضرت کی تقریر درج کرتا ہوں

ایک خادم امرتسر سے عیادت کیلئے آیا۔ اس نے عرض کیا کہ اشاعت اسلام کے نام سے لوگ ہم سے چندہ مانگتے ہیں کیا کیا جاوے۔ فرمایا اشاعت اسلام تو ایک **مبارک اور مفید کام ہے۔ اور اس کے لئے ہمیں بہت تڑپ ہے اور ہم یہی چاہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں پھیلے**۔ مگر جو لوگ ہمارے سلسلہ کے دشمن ہیں۔ اور اشاعت اسلام کرنا چاہتے ہیں۔ انکے متعلق قابل غور یہ امر ہے کہ

کیا وہ مؤید من اللہ اور منصور ہیں یا نہیں؟

اسلئے تم اپنے ہی شہر میں دیکھو جہاں ہمارے پانچ دشمن ہیں۔ اور وہ اشاعت اسلام کے مدعی ہیں۔ **اوّل غزنوی گروہ۔ دوئم ثناء اللہ۔ سوم احمد اللہ۔ چہارم اہل فقہ۔ پنجم مولوی محمد حسین کے ساتھ** والے لوگ۔ اب غور کرنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انکی تائید اور نصرت کہانتک کی۔ حضرت اقدس علیہ السلام کی مخالفت میں انہوں نے فرداً فرداً ناخنوں تک زور لگایا۔ مگر نتیجہ کیا ہوا کیا کوئی جماعت مستقل طور پر ان کو ملی۔ اوّل تو باہم ان پانچوں میں بغض و عداوت ہے۔ اور ایک نے دوسرے کو مٹا دینے اور ذلیل و رسوا کرنے کی کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ ایک نے دوسرے کے خلاف اشتہاروں کے ذریعہ وہ باتیں مشتہر کیں جنمیں سے بعض کو شرفا پڑھ بھی نہیں سکتے۔ پھر موجودہ حالت میں غزنویوں کی جماعت جو ایک امام کے ماتحت تھی ان کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ خود انکی اپنی ہی نسل کے لوگ اپنی سلسلہ امامت الگ ہو رہے ہیں۔ اور اس گروہ کا ثناء اللہ اور احمد اللہ سے جو بغض ہے۔ وہ ظاہر بات ہے ثناء اللہ اشاعت اسلام کا مدعی ہے اس کی جو حالت امرتسر میں ہوئی وہ ظاہر ہے اُسے بھی کوئی جماعت نہ ملی۔ جو اس کو اپنا امام یقین کرلیتی۔ پھر اہل فقہ تھا۔ اس نے بھی حضرت صاحب کی بڑی مخالفت کی لیکن اسکا انجام یہ ہوا۔ کہ اہل فقہ کا نام بھی نہیں۔ مولوی محمد حسین کے ماننے والے بھی کچھ لوگ امرتسر میں تھے۔ مگر اس کی حالت بھی اب ظاہر ہے۔ کہ خود ثناء اللہ نے اسکی مخالفت میں بڑے بڑے مضمون لکھے۔

اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انکی تائید اور نصرت نہیں کی اور کوئی جماعت انہیں عطا نہیں کی۔ بلکہ خود ان میں پھوٹ ڈالدی ان واقعات نے جو تجارب صحیحہ ہیں۔ بتا دیا ہے کہ یہ لوگ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ پھر جب خدا تعالےٰ کی نصرت انکے ساتھ نہیں تو ہم اپنے مال ان کے سپرد کیوں کریں۔ جناب الٰہی کا منشا یہ نہیں۔ کہ ان کو مؤید کرے۔ برخلاف اس کے اس سلسلہ کو اللہ تعالےٰ نے اشاعت اسلام کا ذریعہ بنایا ہے۔ تم جانتے ہو کہ شروع سے لیکر ابتک کس قدر مخالفت اس کی کی گئی۔ شہر والوں نے دشمنی کی۔ برادری نے مخالفت کی۔ ہندوؤں نے۔ آریوں نے۔ عیسائیوں۔ سکھوں نے اور بالآخر مسلمانوں نے ایسی دشمنی کی کہ وہ چاہتے تھے کہ اس سلسلہ کا نام مٹا دیں۔ مگر اللہ نے کیسی نصرت فرمائی۔ اور کسطرح ان کو نابود کر دیا۔ ہر مخالفت اور ہر حملہ اس کی ترقی کا موجب ہوا۔ اور ایک جماعت کثیر کو اللہ تعالےٰ نے پیدا کر دیا۔ اور ہر قسم کے لوگ اسکی خدمت کیلئے جمع ہو گئے یہ تائید الٰہی کا ایک ایسا ثبوت ہے کہ اسکا انکار نہیں ہو سکتا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اشاعت اسلام کے لئے خدا تعالےٰ نے اس سلسلہ کو پیدا کیا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ یہ کام ہوگا" (الحکم ۷ جنوری ۱۹۱۴ء صفحہ ۸)

اس مضمون پر سہولت فہم کے لئے میں نے نمبر دیدیئے ہیں۔ اور اس پر کچھ بھی اضافہ کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ صاف الفاظ میں اصل مفہوم بیان کر دیا گیا ہے۔ مگر امرتسری منکر کی نیک نیتی دیکھئے کہ بجائے اس سے فائدہ اٹھانے کے اپنے اس بُرص کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے جسکا ذکر اس تقریر میں ہے کہ یہ لوگ نہ مؤید اور منصور نہیں ہیں۔ چونکہ اس کی عادت ہے کہ وہ ہر شہرت اور نمود کے موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ اور اس کے لئے **چیلنج** کرنا ایک آسان طریق اس نے سمجھ رکھا ہے اسلئے اس موقعہ پر بھی **مناظرہ** اور لیکچر بازی کا **چیلنج دیدیا**۔ جسکی بابت وہ جانتا ہے **منظور** نہیں کیا جائیگا۔

معزز ناظرین! خدا کے لئے غور کرو کہ کیا جو کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ واقعات نہیں ہیں؟

کیا یہ صحیح نہیں کہ ان پانچوں نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخالفت میں ناخنوں تک زور لگایا۔ گندے اشتہارات نکالے۔ باقاعدہ رسالے نکالے! فتاوی تکفیر شایع کئے! الزامات کی بنا پر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالا۔ مگر کیا سلسلہ عالیہ احمدیہ کو ان باتوں سے نقصان پہونچا؟ خاص امرتسر میں **ایک مستقل جماعت** احمدی قایم ہو گئی ہے جو باقاعدہ اس سلسلہ کی خادم اور اسکی ضروریات میں **دامے۔ درمے۔ سخنے۔ قدمے** حصہ لیتی ہے۔ اور کیا یہ درست نہیں کہ ان پانچوں میں خطرناک عداوت **اور بغض رہا ہے**۔ اگر آج ان میں برائے نام صلح اعلان کیا گیا ہے تو یاد رکھو یہ صلح

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

کی مصداق ثابت ہونی والی ہے۔ **اول** تو غزنوی جماعت کیطرف سے کوئی باقاعدہ اعلان ابھی تک شایع نہیں ہوا۔ اور جب تک ایسا اعلان نہ ہو معلوم نہیں ہو سکتا کہ صلح ہوئی یا نہیں خود اہلحدیث نے جو مضمون شایع کیا ہے اس پر بھی مولوی عبد الجبار صاحب کے دستخط نہیں۔ بہر حال اس مرحوم اور برائے نام صلح کو مان بھی لیا جاوے تو اصل بات یہ ہے کہ کیا ان پانچوں نے **کسی کو امام تسلیم کر لیا**۔ اور وہ اشاعت اسلام میں اس کے مقلد یا مؤید ہو گئے ہیں؟ اگر یہ نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس صلح پر اترانا محض حماقت ہے۔

امرتسری منکر کو اس پر بحث کرنے سے پہلے یہ بتانا چاہیئے تھا کہ یہ واقعات درست نہیں ہیں۔ ایکدوسرے کے خلاف اشتہارات اور شرمناک اشتہارات شایع نہیں ہوئے۔ پھر البتہ معاملہ سنجیدہ پہلو اختیار کر لیتا۔ خود مولوی ثناء اللہ نے تسلیم کیا ہے کہ انہیں **زندیق۔ ملحد۔ شیطان۔ دجّال** کہا گیا۔ اور وہ اشتہارات تو ابتک میرے پاس ہیں۔

اب مولوی عبد الجبار صاحب کی تحریر اول امرتسری منکر **شایع کرے** کہ انہوں نے ثناء اللہ کے خلاف جو فتوے دیا تھا۔ وہ واپس لے لیا ہے اور ایسا ہی اپنے **روحانی دادا** شیخ بٹالوی کی اشاعۃ کی جلدوں کو جلوائیں۔ جنمیں نصیحت نامے اور الہٰی صحیفے چھپے ہوئے ہیں۔ جب تک وہ طلب نہیں ہوتے۔ اور انکے بیانات شایع نہیں ہوتے کہ انہوں نے غلطی سے ایسے فتویٰ دیئے تھے۔ اور اب ہمنے انہیں واپس لیکر ثناء اللہ کو اپنا امام بنالیا ہے اسوقت تک یہ باتیں محض فضول ہیں۔ اگر وہ امرتسری منکر کو اپنا **امام** نہیں مانتے تو پھر کسی اور کا ہی اعلان کریں۔

بٹالوی کی غزنوی گروہ سے اگر مصالحت ہوئی ہے تو وہ **محض** امرتسری منکر کی مخالفت کیلئے والا **جبّاری پارٹی** سے جو انکا تعلق ہے وہ ان کے اس مضمون سے ظاہر ہے جو خصوصاً انہوں نے غزنوی گروہ کے متعلق لکھا ہے۔

میری غرض یہ نہیں کہ میں اس وقت ان جھگڑوں کی تفصیل کروں اگر ان میں صلح اور صفائی ہو تو چشم ما روشن دل ماشاد۔ اس اختلاف اور باہمی عداوت سے اس امر کا اظہار مقصود تھا۔ کہ انہیں کوئی جماعت نہیں ملی۔ اسکی تردید تو امرتسری منکر سے ہو نہیں سکی۔ اسکے جواب میں یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ

کیا شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نصب العین دین حق تہا یا دنیاوی

مکرم بندہ مولوی محمد عظیم صاحب! السلام علیکم - میلاد نمبر کے متعلق آپکا ارشاد وقت کی تنگی سے تنگ وقت میں پہنچا لیکن اس کار خیر میں حصہ لینا آپ کی خوشنودی نہیں - بلکہ خدا و رسول کی خوشنودی کو حاصل کرنا ہے - اسلئے خدا سے استمداد کرکے قلم اٹھاتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سطور میں خیر و برکت ڈالے - میں مضمون میں ایک دو امور اپنی کتاب اسوۂ حسنہ سے بھی اقتباس کرونگا - لیکن آپ اطمینان رکھیں وہ ابھی زیر طبع ہے - اور اس کی پہلی جلد شاید ایک ماہ تک پبلک میں آجائے - یہ کتاب انشاء اللہ مختلف جلدوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس سوانح اور پاک حالات کو مغربی اصول تاریخ و تنقید پر پیش کرے گی

سوال مندرجہ عنوان بالا نے عموماً مختلف شکلوں اور پیرایوں میں پبلک کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کیا ہے - اور دراصل یہ سوال ہی ایسا اہم سوال ہے کہ آنحضرت صلعم کیا بلکہ ہر ہادی مذہب یا ریفارمر کے متعلق بھی یہی سوال پیدا ہوا کرتا ہے - اور اسی ایک سوال کے انفصال پر کسی ہادی مذہب یا ریفارمر کی صحت نیت یا اس کے مشن کی حقانیت کا فیصلہ ہو جاتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کا ہمپر یہ خاص فضل اور احسان ہے کہ اس سوال پر غور کرنیکے لئے اسوہ صلعم کی ذات والا صفات کے متعلق جو آسانیاں ہمیں حاصل ہیں یا وہ دنیا کے کسی ہادی یا ریفارمر کے متعلق کسی اور کو میسر نہیں - حافظ حقیقی نے جسطرح آنحضرت صلعم کے کل سوانح دنیا میں محفوظ کر دیئے ہیں - اس نے اس طرح کسی اور ہادی کے متعلق یہ امر پسند نہیں کیا - کسی مقدس معلم روحانی کے حالات کا تفحص کر دیکھو - اوراق تاریخ اس کی تفصیل سے بالکل خالی پاؤ گے - لیکن آنحضرت صلعم کو خدا تعالیٰ نے یہ اعجازی فضیلت بخشی ہے - کہ آپ کے تمام چھوٹے سے چھوٹے واقعہ سے لیکر بڑے سے بڑے مہتم بالشان امر تک سارے کے سارے آثار میں موجود و محفوظ ہیں - اسلئے آنحضرت صلعم کے متعلق کوئی سوال ہو تو اسکا فیصلہ واقعاتی شہادت کا محتاج نہیں

سوال مندرجہ عنوان یہ ہے کہ آپ کی مقدس مشن کی غرض حصول دنیا و لوازمات دنیا تھی - یا آپ کی تمام و کمال مساعی جمیلہ کا محرک وہ خدا کا دین تھا - جسکی تکمیل اشاعت کیلئے آپ حسب دعوے خود مبعوث و مامور کئے گئے تھے - اس امر کے طے کرنیکے واسطے آنحضرت صلعم کی زندگی میں ہمیں ایکطرف ان واقعات پر غور کرنا ہو گا - جب آپ دنیا اور لوازمات دنیا سے سخت تہیدست تھے اور آپ کو یہ باتیں صرف اعلاء کلمہ حق ہی کے چھوڑنے پر میسر آسکتی تھیں - لیکن آپ نے تہیدستی کو دنیائے دنی اور اس کے لذائذ پر ترجیح دی - دوسری طرف آپ کی زندگی کا وہ حصہ غور طلب ہے کہ جب دنیا اور محبوبات دنیا آپ کے قدموں کے تلے آگئیں - اور آپ نے انپر لات ماری یہی دو وقت انسان کی زندگی میں امتحان کے ہوتے ہیں - اور یہی دو وقت آپ پر بھی آئے - اور جب ان دونوں وقتوں میں آپ دنیا کیطرف متوجہ نہ ہوئے تو پھر بجز رضائے الٰہی آپکی زندگی کا مقصد اور کیا ہو سکتا تہا؟

امر اول کی تشریح صرف اس ایک واقعہ کا ذکر کر دینا کافی ہوگا جب قریش عرب اپنے معبود بتوں کی حمایت میں ہر طرح کی جان توڑ کوششیں کرکے ہار گئے - وہ چاہتے تھے کہ آں حضرت صلعم ان کے بتوں کے خلاف کچھ نہ فرمائیں - اس لیئے انہوں نے آپ کو اور آپ کے صحابہ کو جسمانی - مالی - ذہنی تکالیف پہنچائیں - آپ کی جماعت نے ہر طرح کی اذیتیں اٹھائی - گالیاں سنیں - ماریں کھائیں - سختیاں برداشت کیں - مال و دولت جایداد - روزگار - بیوی بچے - عزیز و اقارب سب کچھ گنوا دیئے لیکن اس پاک مذہب کی اشاعت اور تبلیغ نہ چھوڑی - جس کیلئے وہ خدا کا رسول مبعوث کیا گیا تہا - جب قریش مکہ ان تمام کوششوں میں ناکام رہے تو ان کے عمائد ان امور کے تفحص اور تلاش میں ہوئے - جو متولیان بتکدہ کعبہ کے خاندان میں کے ایک نونہال کو اس بتکدہ کی تخریب پر آمادہ کر رہا تہا - جس کے ساتھ اس کے سارے خاندان اور قبیلے کی وجاہت ثروت اور عزت وابستہ تھی - وہ (عمائد مکہ) کوئی روحانی بندے تو تھے ہی نہیں اور نہ انکی نگاہ اسقدر بلند تھی جو نبی کریم کے پاک جذبات کو سمجھ سکتے علاوہ ازیں انہوں نے اپنے وقت میں اور اپنے سے پہلے (اور ایسا ہی بعد بھی) اہل دنیا کا نصب العین اور ان کی کوششوں کا محرک دنیا اور اس کے لوازمات ہی دیکھا - اور سمجھا ہوا تہا - اسلئے انکا یہ اقرار دینا اس مذاق پر غلط نہ تہا - کہ ابن عبداللہ کی تمام کوششوں کی غرض بھی آخر یہی ہو گی - جو اوروں کی ہوا کرتی ہے - پس انہوں نے ارادہ کر لیا کہ ابن عبداللہ کو ہم ہی وہ امور بہم پہونچا دیں - اور اس طرح اس کے ہاتھ سے اپنے بتوں کی خلاصی کرائیں - یہ امر ہمارے روز کے مشاہدے میں آتا ہے کہ ہم سب کی پہلی غرض اس دنیا میں یہ ہوتی ہے کہ ہماری زندگی آسایش سے گذر جائے - اور آسایش کی چیزیں ہمیں بآسانی میسر آجایئں - اور یہ بات مال و دولت کے حصول پر منحصر ہے اس کے بعد ہمارا دل بقائے نام و نوع کو چاہتا ہے - جو ایک دل پسند بیوی کے میسر آجانے سے وابستہ ہے - یہی دو باتیں جو تمام اہل زمانہ کو خواہ وہ اچھے ہوں یا برے کسی نہ کسی کام کرنے پر آمادہ کرتی ہیں - ہاں جب یہ ہر دو امور حاصل ہو جائیں تو پھر ایک تیسری بات یہ ہوتی ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ اپنے ہم جنسوں میں معزز و مقتدر اور صاحب امتیاز ہو جائے اس میں وہ بات پیدا ہو جائے جو اوروں میں نہ ہو - اور جس کے ذریعہ وہ دوسروں کے آراء و خیالات اور افعال کو جس نہج پر چاہے چلا سکے - اس امتیاز کا کمال حکومت یا سلطنت ہے - یہی تین باتیں ہیں - جو ہم سب کا نصب العین ہوا کرتی ہیں - انہی تین باتوں کے مجموعہ کا نام دنیا ہے - اور یہی ہیں جنکو ہمارے محاورہ نے زر - زن - زمین کے نام سے موسوم کیا ہے - کیونکہ سلطنت کا مالک ہونا دراصل ایک اعلےٰ پیمانہ پر زمین کا مالک ہونا ہوا کرتا ہے - عمائد عرب نے بھی یہی سمجھا کہ جب کل دنیا کی جد و جہد کی علت غائی یہی تین باتیں ہیں - تو بہتر ہوگا - کہ یہ باتیں ہم محمد کو بہم پہونچا دیں - چنانچہ قریش کے مقتدر لوگ آپ کے حضور میں حاضر ہوئے - اور ان میں کا ایک سردار عتبہ نام آپ سے یوں ہمکلام ہوا -

اے میرے بھائی کیا حسب و نسب اور کیا ذاتی چال چلن کے رو سے تو ہم سب میں ممتاز ہے - تو الامین ہے - اور ایک مدت تک ہم میں امن کا باعث ہو چکا ہے - لیکن اب چند سالوں سے تو نے جو یہ نئی بات شروع کر دی ہے - اس سے ہم میں سخت فساد پیدا ہو گیا ہے - تیری تعلیم نے بھائی بھائی میں، اور باپ بیٹے میں تفرقہ ڈالدیا ہے - تو اور تو سب طرح اچھا ہے لیکن یہ جو ہمارے دیوتاؤں اور دیویوں کو سخت سست کہتا ہے اس سے ہم سخت تکلیف میں ہیں - آخر اس سے تیری کیا غرض ہے جو غرض ہو سکتی ہے وہ ہم تیرے لئے بہم پہونچانے کو حاضر ہیں اگر آپ کو مال و دولت کی ضرورت ہو تو ہم جسقدر آپ چاہیں مال لاکر آپ کے حضور پیش کر سکتے ہیں - اگر کسی حسینہ جمیلہ بی بی کی خاطر ہو - یا پسند خاطر آگئی ہو تو وہ بھی حاضر ہو سکتی ہے - اور اگر آپ حکومت چاہتے ہیں - تو یہ آپ کو معلوم ہے کہ جب سے ہماری نسل اس عرب میں آباد ہوئی ہے - ہم کسی کی حکومت کے نیچے نہیں آئے لیکن ہم اپنے بتوں کی خاطر آپ کی حکومت بھی برداشت کریں گے مگر حضور آیندہ ہمارے بتوں کی مراعات مد نظر رکھیں -

قریش کا یہ ڈیپوٹیشن کسی حیلہ و مکر کی بنا پر نہ تہا - اور نہ ہی اس حیلہ سازی سے کوئی فایدہ ہو سکتا تہا - کیونکہ آنحضرت صلعم اس وقت مال و دولت - طاقت - دینوی وجاہت سے تہیدست تھے - وہ کونسی خطرناک طاقت نبی کریم کے پاس تھی جو آپ قریش مکہ کے خلاف استعمال کرینگے کہ عمائد قریش اس حیلہ سازی کے ذریعہ آپ سے بچنا چاہتے تھے؟ اس لیئے جیسا آثار میں آیا ہے - یہ وفد قریش کا بالکل صحت نیت اور صداقت کو لیکر آیا تہا - اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا وہ شخص جو ان تینوں پیش کردہ امور سے بالکل تہیدست ہے اور یہ وہ امور ہیں جن کے حصول کیلئے دنیا بھر کی انسانی کوششیں لگی ہوئی ہیں قبول کرتا ہے یا نہیں - اگر تو اس کی نصب العین دنیائے دنی ہو گی تو وہ ضرور قبول کریگا - اور اگر اس کی نگاہ اس دنیا سے بہت اونچی چلی ہے اور محض دین حق کی اشاعت ہی مد نظر ہے تو اس کا جواب وہی ہو گا جو آپ نے دیا آنحضرت صلعم نے پہلے تو بجواب حٰمٓ کی چند ابتدائی آیات پڑھیں - جن میں قرآن مجید کی حقانیت کا بیان ہے - اور پھر سورہ محمد کی آیات ذیل تلاوت فرمائیں -

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ

یعنے جو لوگ منکر ہو کر خدا کی راہ سے اوروں کو بیراہ کر رہے ہیں - ان کے اعمال سب کے سب ہی اکارت جائیں گے اور جو ایمان لاکر نیک کام کرتے ہیں اور محمد پر نازل شدہ صداقتوں کو قبول کرتے ہیں - اور وہ حق ہیں - کیونکہ پروردگار کیطرف سے ہیں

ان کی سب کمزوریاں اور بدیاں ان سے دور ہو جائیں گی اسکی وجہ یہ ہے کہ منکرین امور باطلہ کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اور ایمان لانے والے اس صداقت کو اختیار کرتے ہیں۔ جو اس نے بھیجی ہے جو رب ہے۔ اور جو وہی باتیں بتلائیگا کہ جن سے انسان کی حقیقی ربوبیت منصور ہے۔ یہ آیات آپ نے پڑھیں۔ اور عتبہ سے کہا کہ یہ دو راہ تمہارے سامنے ہیں۔ جس راہ کو چاہو قبول کر لو۔ اب کوئی سلیم دل ان امور ثلثہ پر غور کرے جو وفد قریش نے معہ نیت اور صدق دل سے پیش کئے۔ اور پھر اس جواب پر غور کرے جو بلا تامل دیا جاتا ہے۔ اور پھر اس خطرناک محتاجی بیکسی بے زری بے یاری پر غور کرے جو اس وقت آں حضرت کے شامل حال تھی۔ اور جو قریش کی استدعا قبول کرنے پر دور ہو سکتی تھی۔ پھر یہ بھی غور کرے کہ اہل وفد کس دل و گردہ اور عزت کے انسان تھے۔ اور ان کے سوال کو رد کر دینا کسقدر خطرناک نتایج کا باعث ہے۔ پھر یہ بھی دیکھے کہ آنحضرت صلعم نے دفع الوقتی کے طور پر یہ نہیں کہا کہ اچھا میں غور کروں گا۔ بلکہ اسی وقت جواب دیا۔ اور جواب کیا دیا؟ ان کی بدعملیاں ان کو جتلا کر اور اس کے نتیجے سے بھی آگہی دیدی۔ اور پھر ساتھ ہی حکیمانہ دلایل بھی دیئے۔ فرمایا یہ تمام چیزیں جو تم نے پیش کیں یہ انسانی پرورش کے لئے ضروری تو ہیں۔ لیکن ان کے حصول کے لئے ان صداقتوں سے انکار کرنا جو انسان کی حقیقی پرورش کے لئے نازل ہوں صریح گمراہی ہے۔ اس لئے جو بالنہار کے بتلائے ہوئے طریق سے منہ موڑتے ہیں ان کے اعمال تو ضایع ہی جائیں۔ ہاں جنہوں نے اس پروردگار کے بتلائے ہوئے طریقوں سے استفادہ کیا۔ ان کی سب کی سب کمزوریاں لازمًا دور ہو جائیں گی۔ اور ان کے حالات بھی اچھے ہو جائیں گے۔ اور زمانہ نے دکھلا دیا کہ یہ پیشینگوئی آنحضرت کی بالکل سچی ہے۔ اس مقابلہ کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کل کے کل قریش برافروختہ ہو گئے۔ اور انہوں نے چاہا کہ جس نے اکابرین قریش کی استدعا کو رد کر کے انہیں ذلیل کر دیا ہے۔ اب اس کا خاتمہ ہی کر دیا جائے۔ آپ کا حامی اس وقت سوائے ابو طالب کے اور کوئی نہ تھا۔ وہ سب کے سب ابو طالب کے پاس گئے اور اس کو اطلاع دی کہ ہم تیرے بھتیجے کے ہاتھ سے اب تنگ آ چکے ہیں اور تیرے پاس اب آخری فیصلہ کیلئے آئے ہیں۔ یا تو اس کا ساتھ چھوڑ دے یا ہم سے برسر جنگ آمادہ ہو جا۔ ابو طالب اس دھمکی کے معنے سمجھتا تھا۔ اس نے آنحضرت صلعم کو بلایا اور کہا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے اب میں ضعیف ہو گیا مجھ پر اسقدر بوجھ نہ ڈال۔ کہ جس کو میری ضعیف اور بوسیدہ ہڈیاں نہ اٹھا سکیں۔ تیرا دین سو تیرا دین۔ لیکن تو ظاہر طور پر ان کے معبودوں کی مخالفت چھوڑ دے۔ اللہ اللہ کیا وقت ہے اور کیا بیکسی ہے آئی ہوئی دنیا تو اس طرح گنوا دی۔ اور جو برائے نام رہی سہی ہے بھی وہ اب جاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہ ایک سخت سے سخت اور کڑے سے کڑا امتحان ہے۔ آپ کی نصب العین اگر دنیا ہوتی تو خطرہ نہ ہوتا۔ وہاں نگاہیں کسی اور ہی امر پر تھیں۔ آپ نے نہ صرف سادے لفظوں ہی میں جواب دیا بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ وہ چیزیں جن کے وجود سے کل دنیا کی آسائشیں وابستہ ہیں۔ میں خدا تعالیٰ کے لئے ان کو بھی چھوڑ دینے پر مستعد ہوں۔ فرمایا:۔

"اے چچا اگر تو آفتاب میرے داہنے اور ماہتاب میرے بائیں طرف رکھکر مجھے روکنا چاہے تو بھی میں نہیں رک سکتا۔ یا تو خدا تعالیٰ میری صداقت کو دنیا پر قایم کر دیگا یا میں اس راہ میں فنا ہو جاؤنگا۔"

ایک نادان اس جواب میں آفتاب و ماہتاب کا ذکر کرنا شاید حسن بیان کا ایک انداز سمجھے۔ لیکن اگر وہ ماہیت اشیاء پر غور کرے تو اس کو سمجھ آ جائیگی کہ نبی کریم نے اس جواب کے وقت عتبہ کی پیش کردہ باتوں کو ذہن نشین کر لیا تھا۔ کون نہیں جانتا کہ کل کائنات کا وجود حضور شمس ہے اور اس میں جو کچھ ہو رہا ہے اسکا وجود ایک آفتاب کے وجود سے کہاں تک وابستہ ہے۔ ہماری تمام اغذیہ ملبوسات اور جملہ سامان آسائش و آرام آفتاب کی روشنی اور حرارت سے ہی ایک حد تک پیدا ہوتی ہیں۔ اور نشو و نما پاتی ہیں۔ اور ایسا ہی ماہتاب کو بھی ان کے قیام اور نشو و نما میں ایک حد تک تعلق ہے۔ امور صحیفہ قدرت میں نیرین کو بہت بڑا دخل ہے۔ اسی لئے تو یہ نیرین درخشاں بعض اقوام کا معبود ٹھہرائے گئے ہیں۔ اور تو اور ہندو بھائی گائتری میں بھی جو ہر شام کو ایک مذہبی ہندو بھائی کے ورد زبان ہر شام کو ہوا کرتی ہے۔ وہ منتر سورج دیوتا کی تعریف میں ہیں۔ جن میں سورج کو تمام مظاہر قدرت کا بڑا سردار اور افسر مانا گیا ہے۔ اور اسی لئے صبح کے وقت سورج کو پانی بھی دیا جاتا ہے۔ الغرض ہماری تمام دنیا کی تمام آسائشوں اور راحتوں اور کل کی کل دنیوی محبوبات و مطلوبات کا سرچشمہ آفتاب و ماہتاب ہے۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دنیا اور دنیا کی چیزیں کیا۔ اگر دنیوی چیزوں کے سرچشمے بھی میرے حوالے کر دیئے جائیں تو بھی میں اس امر کو نہ چھوڑونگا۔ جس کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔

آں حضرت صلعم کی زندگی کا یہ واقعہ ایک منصف مزاج کیلئے سوال زیر بحث کے فیصلہ کیواسطے کافی ہے۔ لیکن ایک متشکی طبیعت اس موقعہ پر یہ کہہ سکتا ہے کہ نبی کریم کوئی عالم الغیب تو نہ تھے [illegible] کی نیت پر کب آگاہ ہو سکتے تھے۔ اول تو [illegible] جال ہی ہو اور نبی کریم اس سے کسی طرح آگاہ ہو گئے ہوں۔ اور اگر جال نہ بھی ہو تو آپ نے اسے جال ہی سمجھا ہو اور خیال کیا ہو کہ اگر میں نے ان کی بات مان کر ان سے وعدہ کر لیا کہ میں آئندہ بتوں کے خلاف نہ بولونگا۔ اور [illegible] پوری نہ کی۔ تو پھر اصلی غرض بھی گئی۔ اور ذات کی ذلت بھی ہوگی۔ واقعات و حالات پیش آمدہ کے مقابل یہ قیاس ایک از دل قیاس ہے۔ لیکن ہم اس کے امکان سے انکار نہیں کرتے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ اگر آن حضرت کی کوشش کی غرض دنیا اور اس کے لوازمات کا حصول تھا اور عتبہ کے ڈیپوٹیشن پر یہ موقعہ آپ نے بالفرض غلطی سے کھو دیا یا فی الواقعہ وہ جال ہی تھی جسے آپ سمجھ گئے۔ تو جب بعد میں دنیا خود آپ کے قدموں میں آ گئی تو اس وقت آپ نے کیوں اس کی عزت و قدر نہ کی۔ واقعات مندرجہ بالا پر چند ہی سال گذر جاتے ہیں اور آپ کی فتح و نصرت شروع ہو جاتی ہے۔ قوموں کی قومیں آپ کا مشن قبول کرتی ہیں۔ ہر طرف سے زر و جواہر کے خزانے مدینہ کیطرف آ رہے ہیں۔ خوبصورت سے خوبصورت عورتیں ہزیمت خوردہ قوموں کی غلامی میں حاضر ہیں۔ کل کے کل صحابہ رضہ کیا مہاجر کیا انصار خزائن دنیا سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ ایسے وقت میں دیکھنا یہ ہے کہ آنحضرت صلعم خود اور اس کے خاص اقربا کہاں تک دنیا اور لوازمات دنیا سے متمتع ہو رہے ہیں۔

ایک دن مال غنیمت میں نقد و جنس لونڈیاں غلام کثرت سے آئے اور خدا کے رسول کو انہیں مستحقین میں تقسیم کرتے ہوئے دن گذر گیا۔ جناب علی بھی یہ سیر دیکھتے دیکھتے آخر کار اپنے گھر کو گئے۔ آگے سیدۃ النساء بنت رسول ص اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھ رہی ہیں۔ اور اپنی تکلیف کی شکایت کر رہی ہیں۔ علی فرماتے ہیں کہ کیوں اپنے باوا جان کے پاس نہیں جاتیں۔ آج تو وہاں مال غنیمت کی کمی نہیں بہت سے غلام و لونڈیاں بھی غنیمت میں آئی ہیں۔ جاؤ کچھ لے آؤ۔ اور آئے دن کی تکالیف کا خاتمہ کرو۔ آخر جب اوروں کو دیا جاتا ہے تو ہم اہلبیت سے ہیں۔ سیدۃ النساء خوش یہ سنکر آں حضرت کے گھر تشریف لیجاتی ہیں۔ لیکن آپ کو گھر میں نہ پاکر اپنا پیغام عائشہ صدیقہ رضہ کو دے آتی ہیں۔ آں حضرت واپس آئے اور صدیقہ رضہ سے اطلاع پیغام پاکر سیدھا جناب فاطمہ کے پاس چلے گئے۔ چارپائی پر ایکطرف فاطمہ اور ایک طرف علی کو لئے بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ بنت رسول لونڈیاں اور مال تو جن کے لئے آتا ہے اور جن کو ان کی ضرورت ہوتی ہے انہیں دیدیا جاتا ہے۔ ہاں میں تم کو ایک بات بتلاتا ہوں کہ جس سے تجھے ان لونڈیوں وغیرہ کی کوئی ضرورت و حاجت باقی نہ رہے۔ تم نماز تو پڑھا ہی کرتی ہو ہر نماز میں فرضوں کے بعد ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔

ایک نادان اور ناواقف انسان اس فرمانے کو شاید طفل تسلی ہی کہے۔ لیکن الہیات و روحانیات سے واقف خوب سمجھیں گے کہ آن حضرت ص نے اپنی بیٹی کو وہ گر بتلا دیا۔ کہ جس سے یا تو وہ ان امور مطلوبہ کی مالک ہو جائے یا انکی احتیاج سے ہی آزاد ہو جائے۔ تسبیح و تحمید و تکبیر ہی کا ورد مسلمان کو رہتا ہے اور جن میں ان تعلقات کا اظہار رہتا ہے کہ جو ایک عاجز انسان اپنے خالق اور رب سے رکھتا ہے۔ اگر اس پر غور کیا جائے اور ساتھ ہی تخلقوا باخلاق اللہ کے حکم کے ماتحت اس بات کو بھی سوچا جائے کہ ایک انسان کا فرض ہے۔ کہ ان اخلاق کو اپنے اندر بحیثیت انسانی پیدا کرے جو خدا کے اخلاق ہیں اور اس کے لئے دست بدعا رہے تو سے آنحضرت کے اس فرمانے کی حقیقت سمجھ میں آ جائیگی۔ ہم کو قرآن نے یہ سکھایا ہے کہ جب ہم خدا تعالیٰ سے کوئی چیز مانگیں تو اپنی دعا میں خدا کی اس صفت کا ذکر کریں جو ہمارے سوال سے تعلق رکھتی ہو۔ اور پھر انسانیت عبدیت کے مناسب حال صفات اللہ کا ظہور اپنے اندر ہونے کے بھی ملتجی ہوں۔

یہ امر ظاہر ہے کہ جن جن احتیاجوں کے دفعیہ میں ہم کو روپیہ پیسہ لونڈی غلام اور دیگر لوازمات خانگی کی ضرورت

ہوتی ہے - خدا تعالیٰ کی ذات ان سب سے پاک ہے اس سے آنحضرت صلعم اپنے نور العین کو فرماتے ہیں کہ جن جن جسمانی تکالیف میں تو ہے اور جو جو احتیاجیں تجھکو اسوقت لاحق ہیں اور جن کے دفعیہ کے لئے مجھ سے لونڈی غلام کا مطالبہ ہے ان سب سے خدا پاک ہے اس لئے تو سبحان اللہ پڑھ اور اس تسبیح کے ساتھ جناب خدا میں بصورت حال یہ عرض کر کہ مولا تو تو ان احتیاجوں سے پاک ہے کچھ ایسے اسباب ہمیں بھی مہیا کر دے کہ ہم بھی ان احتیاجوں سے پاک ہو جائیں - اور سبحان اللہ کے بعد الحمد للہ کہکر ان حالات کے پیدا ہونیکی دعا خدا تعالیٰ سے کر کہ جن کے موجود ہو جانے پر انسان کے دل سے سچی الحمد نکلے - اور مولا تو تو اکبر ہے اور باقی کل دنیوی چیزیں چھوٹی چھوٹی ہیں یہ رنگ ہم میں بھی پیدا کر دے کہ یہ کل چیزیں جنہیں مہمات دنیا کا متکفل سمجھا جاتا ہے ہماری نگاہ میں اصغر ہو جائیں اور ایک اللہ اکبر ہی ہمارا مدعا اور نصب العین ہو -

الغرض اگر دنیا اس لئے کمائی جاتی ہے کہ اس سے انسان اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو آسائش میں رکھے - تو اسوقت وہ دنیا تو ہاتھ میں آ گئی ہے - اس دنیا کو خود ہی مستحقین میں تقسیم کر رہے ہیں - اور ساتھی بھی اس قسم کے ہیں کہ اگر وہ کل کا کل مال اپنے یا اپنے متعلقین کے مصرف میں لے آئیں تو انہیں اعتراض کیا عین راحت ہو - مال غنیمت کی عورتیں کیا اگر وہ اپنے ان کی عورتیں مانگے تو فوراً طلاق دیکر اس کے حوالے کر دیں - ان حالات پر بھی اس کی عزیز سے عزیز لڑکی احتیاج میں ہے - اور وہ اسے وہ چیز نہیں دینی چاہتا جس کو وہ خود اپنے لئے پسند نہیں کرتا - خیر یہ اپنے لخت جگر معاملہ ہے - اس کے اپنے گھر کا نقشہ ان ایام میں دیکھو تو جب اس کے سب رفقا مالا مال ہو رہے ہیں - اس امر کا شاہد حضرت عائشہ سے معتبر اور کون ہو سکتا ہے - جنہنے ایک صحابی کے سوال پر فرمایا کہ خیبر سے فصل پر کچھ جو آ جاتے ہیں جن کو آنحضرت مختلف گھروں میں تقسیم کر دیا کرتے ہیں - ان جوؤں کو ہم خود کوٹ کر پیس کر آٹا بنا لیتے ہیں - اور منہ کی پھونک اور چوکر سے بھوسی کو دور کر لیا جاتا ہے - کہیں کھجوریں سرکہ یا شہد میسر آ گیا تو وہ سالن کا کام دے جاتے ہیں - والا خیر نان جویں پر ہی گذارا ہو جاتا ہے - یہ گذر ہے اس گھر کی جس کا مالک جب مسجد اقصیٰ میں آتا ہے تو اس کے سامنے سونے چاندی کا ڈھیر ہوتا ہے - اس میں شک نہیں کہ وہ اس ڈھیر میں سے ایک خمس اپنے لئے الگ کر کے باقی کل نقد و جنس مستحقین میں تقسیم کر دیتا ہے - لیکن وہ تو مسجد اقصیٰ کو چھوڑتا ہی نہیں جب تک اس خمس کو بھی وہیں نہیں بانٹ لیتا - تو وہ ایک ایسے ہی موقعہ پر ابن عباس کو کہتا ہے - اچھا جسقدر تم خود اٹھا سکو سیم و زر اٹھا کر گھر لیجاؤ - ابن عباس اپنی ایک چادر بچھا کر ایک بار کی گٹھڑ سیم و زر کا تیار کرتا ہے - لیکن جب اس کے اٹھانے کیلئے کسی اور کی مدد مانگتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ یہ شرط نہیں تم نے تو خود ہی بلا امداد غیرے اٹھانا ہوگا - خیر دو چار دفعہ اپنے بوجھ کو ہلکا کر کے ابن عباس جو کچھ لیجاتا ہے - وہ کسی کو امیر الامرا بنا سکنے کے لئے کافی ہوتا ہے - ایک دن ایک یہودی بھی کہیں سے آ نکلتا ہے - اور سامنے ایک پہاڑ کو دیکھتا ہے - جسے اونٹ بھیڑ بکری مویشی نے معمور کر رکھا ہے - حسرت سے کہتا ہے کہ محمد تو بڑا مالدار ہو گیا ہے جس پر آنحضرت صلعم فرماتے ہیں - کہ جا یہ سب مال و املاک تجھکو بخشدیا - اس بے نفسی اور فیاضی کا لازمی نتیجہ یہ تو ضروری تھا کہ وہ یہودی فوراً مسلمان ہو گیا - لیکن ہمارا مطلب اس مال و دولت کا اندازہ کرنا ہے جو آں حضرت صلعم کے خزانہ میں ہر روز آ رہی ہے - اور اس کا ایک پانچواں شرعاً اور عرفاً آپ کا ہے - لیکن گھر کی حالت یہ ہے کہ آرد جو سے بھوسی کو اڑانے کیلئے چھلنی تک بھی میسر نہیں - بیویاں اپنے مقدس شوہر کی اس داد و دہش کا حال سنکر ایکدن عرض کرتی ہیں - کہ حضور کچھ ہمیں بھی ملنا چاہیئے آپ فرماتے ہیں کہ اگر خدا اور خدا کا رسول تمہارے لئے کافی نہیں تو تم سب مجھ سے بطریق معروف رخصت ہو سکتی ہو -

یہ آسائش تو آنحضرت کی زندگی میں رہی - اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس جہان سے رخصت ہونے پر وہ کس قسم کی جائیداد ورثہ میں اپنے ورثا کے لئے چھوڑتا ہے - آپ نے حضرت عائشہ کے گھر میں وفات پائی - گھر کے اسباب میں علاوہ کھانے پکانے کے برتنوں کے جن میں اکثر ظروف گلی ہیں ایک بوسیدہ بوریہ بھی ہے جو اس وقت مرض الموت میں بستر کا کام دے رہا ہے - ہاں ایک زرہ اور ڈھال بھی ہے - لیکن وہ تو ایک یہودی کے ہاں گروی ہے - انتقال فرمانے سے کچھ وقت پہلے آپ پوچھتے ہیں کہ کچھ نقد گھر میں ہے - عائشہ جواب میں فرماتی ہیں - کہ ہاں چند درہم ہیں - آپ کہتے ہیں کہ

نحن معاشر الانبیاء لا نوارث ولا نورث

ہم انبیاء کا گروہ نہ دنیوی ورثہ کچھ پاتے ہیں - اور نہ دنیوی ورثہ کسی کے لئے چھوڑتے ہیں - ان درموں کو راہ خدا میں دیدو بعد اللہ یہ خاتمہ ہے اس شہنشاہ کا جسکے فوت ہونیسے پہلے پہلے کے سال مال و دولت نقد و جنس اس کے قدموں میں نثار ہو رہا تھا - اور دن آگے آگے جاتا تھا - دولت پیچھے پیچھے قدم چومنے کو آتی تھی - اور جس نے جسطرح عالم تہیدستی میں دنیا اور لوازمہ دنیا کو آتے ہوئے دیکھکر خدا کے مقابل لینے سے انکار کیا [illegible] طرح جب خدا نے اس دنیا کا مالک اسے کر دیا تو اس نے اس وقت بھی اس سے کنارہ کیا -

اب خدارا کوئی منصف مزاج نقاد ہمکو بتلا دے کہ ان واقعات کے ہوتے ہوئے آپ نبی کریم کی مساعی جمیلہ کا محرک دین ربانی کی اشاعت تھی یا دنیا - اور اس کی شوکت - اگر خدا کا نام دنیا میں قائم کرنا آپ کے مدنظر نہ تھا - اور صرف حصول جاہ و دولت ہی آپ کا نصب العین تھا تو پھر دنیا تو اسے وقت ملنی تھی - جب آپ تنہا تہیدست تھے اور جسکے بعد متواتر بارہ پندرہ سال تک آپ نے جد و جہد کی اور تکالیف شاقہ برداشت کیں - کیوں نہ [illegible] اس وقت اس دنیا کو لیکر آئندہ کی تکالیف کا خاتمہ کر دیا - [illegible] اگر اس وقت تم کہیں غلطی ہوئی تھی تو پھر جب دنیا آ گئی تو اسے کیوں اپنے پر حرام کر لیا کیوں بطور حصہ رسدی جو میسر آتا تھا اسے بھی قبول نہ کیا معاذ اللہ کیا آپ کو جنون تھا - آپ کی حکیمانہ تعلیم اور اس کے علمی اور حکمیہ نتائج جو دنیا پر ظاہر ہوئے - آپ کو دنیا کے فرزانوں کا سرتاج قرار دیتے ہیں - پھر یہ کیوں ہوا - اسی لئے کہ دنیا آپ کے نصب العین نہ تھی - آپ کی دنیا تو یہ تھی - کہ خدا کا نام دنیا میں روشن کر دنیا سے عناصر پرستی - اجرام پرستی - اصنام پرستی - انسان پرستی - اور اوہام پرستی کا خاتمہ ہو - یہ ساری باتیں آپ نے کیں اور آپ کو وہ دنیا ملگئی تو پھر اس ہیچکارہ دنیا سے آپ کو کسطرح کا تعلق ہوتا -

کمال الدین احمدیہ بلڈنگ لاہور

شان محمدی

بہت یونہی دنیا کو گذری تھیں صدیاں — کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں
یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت — بڑھا جانب بو قبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت — چلے آتے تھے جسکی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا — دعائے خلیل اور نوید مسیحا
ہوئے محو عالم سے آثار ظلمت — کہ طالع ہوا ماہ برج سعادت
نہ چھٹکی مگر چاندنی ایک مدت — کہ تھا ابر میں ماہتاب رسالت
یہ چالیسویں سال لطف خدا سے — کیا چاند نے کھیت غار حرا سے
وہ نبیوں میں رحمت لقب پانیوالا — مرادیں غریبوں کی بر لانیوالا
مصیبت میں غیروں کے کام آنیوالا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانیوالا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ — یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگذر کرنے والا — بد اندیش کے دل میں گھر کرنیوالا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا — قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا — اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
مس خام کو جس نے کندن بنایا — کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
جہاں جسپہ تھا جہل قرنوں سے چھایا — پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا — ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی — اک آواز میں سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے — کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے
کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر — وہ دکھلا دیئے ایک پردہ اٹھا کر
اچھوتا تھا توحید کا جام اب تک — خم معرفت کا تھا منہ خام اب تک
یہ سنتے ہی تھرا گیا گلہ سارا — یہ راعی نے للکار کر جب پکارا
کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق — زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق — اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اپنی اس سے لگاؤ — جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ
اسی پر ہمیشہ بھروسا کرو تم — اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم — اسی کی طلب میں مرو جب مرو تم
مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی — کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی
پتہ اصل مقصود کا پا گیا جب — سماں ان پہ توحید کا [illegible] جب
محبت سے دل ان کا گرما گیا جب — نشاں گنج دولت کا ہاتھ آ گیا جب
سکھائے معیشت کے آداب ان کو — پڑھائے تمدن کے سب باب ان کو
جتائی انہیں وقت کی قدر و قیمت — دلائی انہیں کام کی حرص و رغبت
کہا چھوڑ دینگے سب آخر رفاقت — ہر فرزند و زن [illegible]
نہ چھوڑے گا پر ساتھ ہرگز تمہارا — بھلائی [illegible] گزارا
غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے — فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے — اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے
فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت — جو کرنا ہے کر لو [illegible]

کیا ہم غیر احمدیوں میں ملسکتے ہیں؟

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار

مندرجہ عنوان سوال مختلف رنگوں سے پھر ہماری جماعت کیلئے قابل غور سوال ہو گیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ پچھلے دنوں ہمارے مکرم بھائی ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی سے ایک سوال کیا تھا جسکے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ ہمارے اور مخالفین کے درمیان اصولی اختلاف ہے۔ اس پر المنیر جھنگ میں ایک مخالفانہ سلسلہ مضامین شایع کرنے کی دھمکی دی گئی ہے۔ ایسی دھمکیوں کی نہ ہمیں پرواہ ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قایم کیا۔ بہتوں نے اس کی مخالفت میں کمر باندھی بہت سے راہ میں ہلاک ہو گئے۔ کتنے ہی توبہ کر کے ساتھ آملے اور بعض تھک کر رہ گئے۔

اخبار وطن نے اس سے بھی بڑھکر جرأت کی۔ اور اسکا نام خطرناک اجتہاد رکھکر لکھتا ہے کہ "یہ خبر بڑے افسوس سے سنی جائیگی کہ قبلہ حکیم نور الدین صاحب مقتدائے جماعت احمدیہ نے پچھلے دنوں پیہم دو دفعہ بصراحت تمام ظاہرا اور عام طور پر اعلان کیا کہ احمدی دوسرے مسلمانوں کو اصولاً کافر سمجھنے پر مجبور ہیں۔ اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں اور نہ ان کو مسلمان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ عیاز مند ایڈیٹر وطن اس از حد مضر اجتہاد کی نہایت خوفناک مضرت کیطرف نہ صرف قبلہ حکیم صاحب بلکہ لاہور کے بزرگترین احمدی احباب خواجہ کمال الدین سید ڈاکٹر محمد حسین۔ اور مرزا یعقوب بیگ صاحبان کو بھی باادب خاص توجہ دلا کر التماس کرتا ہے کہ جسطرح یونیورسٹی تسلیم کے متعلق انکی جماعت نے خالص اسلامی وسیع النظری سے کام لیا ہے اسی طرح عبادات و معاملات اور باہمی میل جول کے معاملہ میں بھی صحیح اسلامی اخوت سے کام لیں۔ اس اجتہاد نے قبلہ حکیم صاحب کے کئی سچے مداحوں کو بھی متردد بنا دیا ہے"

وطن کی یہ رائے نہایت ناعاقبت اندیشی پر مبنی ہے اور ہمارے معزز دوستوں کیلئے اس ایمان اور اخلاص کے مقابلہ میں جو وہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح سے رکھتے ہیں گویا ہتک آمیز ہے۔ ان کی رائے ان کے ارادے حضرت امیر المومنین کے حضور مٹ چکے ہیں۔ اور وہ اپنے تئیں ایک پتلی تصور کرتے ہیں جس طرح پر چاہا ان سے کام لے لیا۔ مگر وطن انہیں گویا اس حیثیت میں سمجھتا ہے کہ وہ امیر المومنین کو اپنے کسی اجتہاد کو واپس لینے کے محرک ہو سکتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کسی احمدی کی کوئی توہین نہیں ہو سکتی۔ ہمارے محترم دوست ایک منٹ کیلئے بھی روا نہیں رکھ سکتے۔ کہ انکے متعلق وطن ایسی خطرناک رائے ظاہر کرے یا وہ اپنے امام کے اجتہاد کو مضر اجتہاد کہہ سکیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح کو اسبات کی کیا پرواہ ہے کہ انکے مداح ان سے متردد ہوں اور وہ بھی امر حق کے اظہار پر کیا انکے لئے یہ پہلا تجربہ ہے۔ انہوں نے اپنے ہزار ہا مداحوں کو اسوقت دشمن بنا لیا جب وہ کمبل پوش ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آستانہ پر آبیٹھے تو اب اگر کوئی ان سے بگڑے تو

کیا وہ حق کو چھوڑ دیں گے؟

این خیالست و محالست و جنون۔ وطن کو اپنا معاملہ یاد کرنا چاہیئے جب اس نے ریویو کے متعلق ایک معاہدہ کرنا چاہا تھا اور اسکی اشاعت کیلئے بھی تحریک کی گئی تھی۔ اسوقت احمدی سلسلہ کے محترم بانی نے

کیا نمونہ دکھایا تھا؟

اس نے بتا دیا تھا کہ سلسلہ کو پیش کرنیکے بغیر وہ تبلیغ کے حق میں نہیں ہے اور اسکی ذات کو پیش کرنا اسلام کو پیش کرنا ہے۔ ہم منافقانہ زندگی بسر نہیں کر سکتے کہ محض نمایش کیلئے اپنے مخالفوں سے ملیں۔ اور اپنے امام کی ایسی بین نظیر کو سامنے رکھتے ہوئے احمدی قوم اس خطرناک غار میں نہیں گر سکتی

جہاں اس کی ہستی مٹ جاوے

مسلمانوں میں اتفاق اور اتحاد کی ضرورت ہے اور سب سے زیادہ اس اتحاد کیلئے تڑپ رکھنے والے ہم ہیں۔ لیکن اتفاق کیلئے جو صورت ہو سکتی ہے وہ یہی ہے کہ کل مسلمان

ایک امام کے پیچھے ہوں

جب تک وہ ایک امام کے ساتھ اپنا تعلق پیدا نہیں کرتے اور اسکے حکم و اجتہاد کو قطعی اور درست نہیں مانتے۔ اس وقت تک انمیں اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یگفتن ہوگا بھی تو وہ نہایت مضر اور خطرناک ہوگا۔ جو انکی عصبیت اور حمیت دینی کے جذبات کو خاک میں ملا دیگا اور پھر اسکا اثر یہ ہوگا۔ کہ محض قومی تعصبیت کے خیال سے انہیں غیر مسلم لوگوں کے سامنے بھی اپنے مذہبی معتقدات کے اظہار کی جرأت نہ ہوگی وطن اگر یورپی طریق پر ایک نیشن بنانا چاہتا ہے تو اس کے معنے دوسرے الفاظ میں یہ ہوں گے کہ وہ گویا (نعوذ باللہ) اسلام ہی کو مٹا دینا چاہتا ہے۔ احمدی سلسلہ مسلمانوں میں اس سپرٹ کے پیدا کرنے [illegible] نہیں وہ انکی مذہبی حمیت کو موثر بنانا چاہتا ہے۔ اور یہ نہیں ہو سکتی۔ جب تک انکے اور غیروں میں امتیاز نہ ہو۔ انکی مساعی جمیلہ اور اشاعت اسلام کا جوش اسی وقت تک رہ سکتا ہے [illegible]۔ احمدی سلسلہ مسلمانوں کو اپنی [illegible] کرنا چاہتا ہے۔ وطن اور اس کے ہم خیال [illegible] حوصلہ ہیں۔ تو وہ کیوں ہم میں آکر جذب نہیں ہو جاتے۔ کیونکہ جب وہ ہمیں مسلمان سمجھ کر اپنے ساتھ ملاتے ہیں تو خود انہیں [illegible] ملنے میں کیا دقت ہے؟

احمدی قوم اصرار [illegible] اور امام خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسی غلطی نہیں کر سکتے کہ وہ اپنے امام اور مطاع مغفور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

پچیس برس کی کوششوں کو خاک میں ملا دیں

اللہ تعالیٰ وہ دن ہم پر نہ لائے کہ ہم اس [illegible] اپنے ہاتھ سے لگائے ہوئے پودے کو اس پانی سے [illegible] جو اس کے لئے زہر ہلاہل ہے۔ مسلمانوں نے ہمیں آپ الگ کیا۔ ہم کب ان سے جدا ہوتے؟ انہوں نے آپ کفر کے فتوے دیئے۔ اور یہاں تک دشمنی کی کہ مردوں کو ہمیں گورستان میں دفن کرنے سے منع کیا۔ مسجد جو خدا کا گھر ہے اور ساری زمین مسجد کا حکم رکھتی ہے اس سے بھی نکال دیا۔ لاہور میں تو تازہ مثال موجود ہے۔ اور ہمیں کافر کہنے والوں کو کافر کہا۔ اور جو جو اذیتیں دی ہیں وہ گذشتہ ربع صدی کی تاریخ ہیں

خون سے لکھی ہوئی ہیں؟

اب ہم ان تمام باتوں کو بھول کر پھر اسی گڑھے میں گریں جہاں سے ہمیں خدا کے فضل نے نکالا تھا۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ ہم محض ان تکلیفات کیوجہ سے مخالفین سے جدا نہیں ہونے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے ہمیں الگ کیا ہے اب انکا ہی فرض ہے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کریں۔ اور جس زور سے کفر کا فتویٰ دیا تھا اب اسی جوش کے ساتھ وہ اعلان کریں کہ احمدی جماعت کو

کافر کہنے والا خود کافر ہے اور احمدی جماعت مسلمان ہے، حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود ماننے یا مسیح کی وفات ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا

جب یہ اعلان وہ لوگ جنہوں نے کفر کا فتویٰ دیا تھا دیدیں گے تو پھر احمدی اور دوسرے مسلمان آپ ہی مل جائیں گے۔ اور جب تک ایسا اعلان نہ ہو ناممکن ہے کہ احمدی ملسکیں۔ اغراض مشترکہ میں شریک ہونا کسی تحسین کے لئے نہیں اور نہ عوام کی ہمدردی حاصل کرنے کیواسطے۔ بلکہ

محض خدا کی رضا کیلئے

پس وطن اور اسکے ہمصفیر یاد رکھیں کہ وہ حضرت امیر المومنین کے اجتہاد کو مضر یا خطرناک اجتہاد کہہ کر ہمارے دل نہ دکھائیں۔ وہ اپنا کام کرتے جائیں اور

ما اریکم الا ما اریٰ

پر عمل کرتے رہیں۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ اس سوال کو بار بار چھیڑا کیوں جاتا ہے؟ اور جب چھیڑا جاتا ہے تو ایسے رنگ میں کہ اسکا الزام احمدیوں پر ہو۔ گویا احمدی ہی تفرقہ اور نفاق چاہتے ہیں۔ بحالیکہ احمدی قوم اپنا نمونہ پیش کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ اصل اتحاد کی وہ محرک ہے اور وہی ایک

قوت رکھتی ہے

جو ملا سکتی ہے۔ کیا احمدی قوم میں مقلد غیر مقلد شیعہ اور دوسرے مختلف فرقوں کے مسلمان نہیں آئے؟ اور پھر ان میں کوئی جنگ باقی رہا؟ وہ سب کے سب ایک ہی باپ کے روحانی فرزند کہلاتے ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں رہا۔ جو احمدیت سے پہلے خطرناک اختلاف تھا۔ اسی طرح جسقدر لوگ بھی احمدیت میں داخل ہوتے جائیں گے وہ اپنے سارے اختلافوں کو مٹا دیں گے۔

گویا احمدیت صلح کا دروازہ ہے

جو اگرچہ تنگ ہے لیکن جو اس دروازہ سے داخل ہوتا ہے وہ تمام اختلافات کے بوجھ سے ہلکا ہو کر گذر جاتا ہے۔ اسلئے وطن اگر صلح کی تحریک کرنا چاہتا ہے تو اسکے لئے بہتر راہ یہ ہے کہ وہ کافر قرار دینے والوں کی غلطی کا اعلان کرلے۔ اور ان سے رجوع کرانے کے بعد وہ احمدیوں سے کہے کہ اب کیا عذر ہے؟ ہم اپنے امام کے اسوہ حسنہ کو نہیں چھوڑ سکتے اور نہ ضرورت ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ باطل مختلف رنگوں سے اپنا سر نکالنے لگا ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پر تکمیل بحث کیجاوے۔ لیکن ۲۹ مارچ کے الحکم میں کل مضامین اس قسم کے ہوں گے۔ اور اس سوال کے

الحکم

قادیان دارالامان

نمبر ۱۲ جلد ۱۵

۲۸ مارچ ۱۹۱۱ء

ہفتہ وار

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

قادیان دارالامان سے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک و ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا۔

کیا ہم ابھی سے اسقدر گر سکتے ہیں؟

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں جو مضمون غیر احمدیوں کے متعلق ہماری پوزیشن کے اظہار میں شایع ہوا ہے اسکی مزید توضیح کیلئے میں آجکے اخبار میں سیر کن بحث کرنیکا ارادہ رکھتا تھا۔ جو مجھے معلوم ہوا کہ عالیجناب فخر قوم حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد اس پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب فی الواقع حق رکھتے ہیں کہ وہ ایسے اہم معاملہ پر بحث کریں چنانچہ جن لوگوں نے سالانہ جلسہ کی تقریب پر صاحبزادہ صاحب کے خطبہ کو سنا ہے جو انہوں نے

تبلیغ سلسلہ کی نوعیت

پر دیا تھا۔ انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ احمدیت کی ترقی میں یہ ایک روک پیدا ہو گئی تھی کہ ہمنے اپنی تبلیغ و اشاعت کے کام کو باوجود مایہ اشاعت کے وسیع کرنے کے ایک خاص امر تک محدود کر دیا اور سلسلہ کی کھلی اشاعت کو خلاف موقعہ و خلاف مصلحت سمجھا۔ اور جب تک اس روک کو اٹھایا نہ جائیگا۔ ترقی کی راہ میں ایسی چٹانیں پیدا ہو جائینگی جو پھر عبور کرنی مشکل ہونگی۔ اسلئے ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ ہم کھلے طور پر اس سلسلہ کی اشاعت کریں۔

خود میری ایک وقت تک یہ رائے تھی کہ سلسلہ کی اشاعت ایسے طریق پر ہو کہ ہم صرف حقایق قرآن کریم اور فضیلت نبوی پر تقریریں کریں۔ اور مخالفین اسلام کا جواب دیں۔ عامۃ المسلمین کے اندر ہمارے لئے ہمدردی پیدا ہو جائیگی۔ مجھے یہ خیال دہلی کے سفر میں ان لیکچروں اور تقریروں کو دیکھ کر پیدا ہوا۔ جو مجھے اور میرے دہلوی مکرم بھائی میر قاسم علی صاحب کو دہلی میں کرنیکا اتفاق ہوا۔ اور جنہے دہلی کی اسلامی پبلک کو ہمارے ساتھ کر دیا۔ دہلی کے بعض اکابران قوم اس وقت اس فکر میں ہیں کہ تبلیغ اسلام علیگڈہ کا مرکز تبدیل کرکے دہلی کر دیا جاوے اور ہم لوگ اسمیں لیڈنگ پارٹ لیں۔ یہ رنگ تبلیغ میں انکی تعریف اور رجوع نے پیدا کر دیا جو ہمیں وہاں حاصل ہوئی۔ اس وقت مجھے الحکم کے ذریعہ اس طریق تبلیغ پر بہت کچھ کہنے کی ضرورت پیش آئی مگر میں آج

شرح صدر سے اس غلطی کا اعتراف کرتا ہوں

اور ہر ایسی تقریر اور تحریر کو جو حضرت مسیح موعود کی تعلیم تبلیغ کے بدوں ہو

فاش غلطی قرار دیتا ہوں!

اس کا نام خواہ کوئی ڈانگ مارنا رکھ لے اور خواہ موعظہ حسنہ کے خلاف قرار دے۔ ہم عام مسلمانوں کیساتھ مشترکہ سچائیوں کے پیمانہ پر جب صلح کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ پھر دوسرے مذاہب کے ساتھ مشترکہ سچائیوں پر ہماری صلح نہ ہو جاوے۔ اور محض اس خیال سے کہ دل آزاری ہوگی

انکی غلطیوں کا ذکر ترک کر دیں!

لیکن میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی مجید کتاب نے خود یہ طریق اختیار نہیں کیا۔ ایک طرف تو اس نے فیہا کتب قیمہ فرمایا اور دوسری طرف اس میں باطل کی پر زور تردید کی۔ اور کہیں بھی باطل کی طرفداری نہیں کی۔ جس امر کو حق سمجھا گیا ہے اس کے پہونچانے میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جو تکالیف اٹھائیں اور جسقدر قربانیاں اپنے خدام کی آپ نے پیش کی ہیں ان کے بیان کی ہمیں طاقت نہیں پھر اگر جود لفظی صلح کوئی چیز ہو سکتی ہے تو اسقدر تکالیف کے برداشت کرنیکی کیا حاجت تھی میں نفس مضمون سے دور چلا جاونگا۔ اگر اسلامی تبلیغ کی تاریخ پر بحث کروں + غرض تبلیغ کے طریق کے سلسلہ میں اب یہ

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو کیا درجہ دیں؟ فیروزپور سے ایک مکرم بھائی کا خط آیا اور وہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے حضور پیش ہوا کہ ایک بزرگ نے غیر احمدیوں کی پوزیشن کے متعلق فیصلہ کیا کہ وہ مسلمان ہیں۔ یہ مفہوم اور خلاصہ تھا اس خط کا۔

سب سے اول جس امر پر ہمیں غور کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ کیا ہم میں سے کسی کو حق حاصل ہے کہ وہ مجتہدانہ رائے پیش کرے جو حضرت مسیح موعود مغفور اور خلیفۃ المسیح کے ارشاد اور اجتہاد کے خلاف ہو ہرگز نہیں۔ اجتہاد کرنا برا نہیں مگر اجتہاد ایسے امور میں ہو سکتا ہے جہاں امام کا صریح اور ناطق فیصلہ موجود نہ ہو۔ اجتہاد ایسے امور میں ہو سکتا ہے جہاں انسان کو موقع حاصل ہو کہ وہ امام سے دریافت کر سکے۔ ہمارے لئے یہ دونوں مشکلات نہیں ہیں۔ خدا کے فضل سے ہمارا امام زندہ آمام ہے۔ اور وہ بوجہ راستوں کی سہولت بوجہ ذرایع خط و کتابت کی آسانی کے ہر وقت ہمارے قریب کا حکم رکھتا ہے۔ اور ہر امر ہم اس سے دریافت کر سکتے ہیں۔ پھر ہمکو اپنے اجتہاد کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اور اگر ایسی حالت میں بھی ہم یہ کوشش کریں تو یہ مستحسن امر نہیں ہو سکتا۔ میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ وہ بازار فتاوی تکفیر دوسرے رنگ میں گرم کیا جائے۔ جسکو پہلے ہی مسلمانوں نے عام عادت کے لحاظ سے قابل الزام قرار دیا گیا ہے اور ہماری قبول کیلئے اسی قسم کے مسایل باقی رہ گئے ہیں؟ بلکہ سب سے زیادہ ضرورت

اصلاح نفس

کی ہے۔ لیکن جو امر قوم کی اس حالت پر اثر انداز ہو۔ جو اس کی ترقی کی راہ میں ایک روک ہو۔ اور اس سے عام غلط فہمی پیدا ہونیکا احتمال ہو اس سے [illegible] رنا

اخبار نویس کا کام ہے

اور مشکل یہ ہے کہ یہ رائے جو غیر احمدیوں کے متعلق پیش کی گئی ہے کہ وہ **مسلمان ہیں البتہ گنہگار ہیں**۔ اس کو حضرت خلیفۃ المسیح سے بھی منسوب کر دیا جاتا ہے۔ کہ آپ نے اس کے متعلق ایک مضمون کی پسندیدگی کا اظہار فرمادیا ہے جس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور یہ سوال بھی پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ہم تو اس مضمون کے عنوان کے لحاظ سے ان مخالفوں کو اہل کتاب کہہ سکتے ہیں کیونکہ جو آیت اوپر لکھی گئی تھی وہ یہی تھی تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم اب اگر اہل کتاب باوجودیکہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منکر اور مکذب ہیں اور اب تک چلے آتے ہیں۔ محض اس وجہ سے مسلمان کہلانیکا حق رکھتے ہیں کہ وہ اس کتاب اور رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ جس کو ہم بھی خدا کا نبی

یعنی حضرت مسیح و موسی علیہما السلام

اور خدا کی کتاب کہتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکر اور مکذب ہیں۔ محض اس وجہ سے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونیکا اقرار کرتے ہیں مسلمان کہنے میں کیا شبہ ہے۔ لیکن اگر یہ بات نہیں تو ہمارے ان دوستوں کو جو دوسروں کی دلجوئی کے پہلو سے اس امر کو تو حضرت خلیفۃ المسیح کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ خدا سے ڈرنا چاہیئے

تعجب کی بات ہے کہ ہمارے خطرناک مخالف تو حضرت خلیفۃ المسیح کے ان تازہ ارشادات کی بناء پر اس سوال کو حل کرتے (جو ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے استفسار پر فرمائے اور اب ہی [illegible] ارشادات جو آپ نے اس سوال کے جواب میں کہ غیر احمدیوں کے متعلق ہمارا کیا خیال ہے فرمایا) چنانچہ **اہلحدیث** کی تازہ اشاعت میں **حکیم الامت کا فیصلہ** کے عنوان سے ایک دو صفحہ کا لیڈنگ آرٹیکل لکھا اور صاف طور پر یہ تاہ [illegible] کہ ہم اسکو مذہبی اختلاف نہیں کہہ سکتے اور نہ انہیں مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ مگر ہم خواہ مخواہ اس بحث کے کیوں ایسے پہلو نکالکر لوگوں کو شبہ میں ڈالیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد پر تقدم اور تقول کا رنگ رکھتے ہیں۔

خدا نہ کرے کہ ہم ابھی ایسے گر جائیں کہ دو سال کے اندر ہی اندر حضرت **مسیح موعود** علیہ السلام کی ان تمام تحریروں پر پانی پھیر دیں جو آپنے خون جگر کہا کر لکھی ہیں۔ کیا ہم اتنے زیادہ دجال۔ اسے زیادہ تفرقہ کے دشمن اتنے زیادہ شماتت اعداء سے خائف ہیں؟ ہرگز نہیں۔ [illegible] کے اندر روح حق اور روح صدق بولتی تھی۔ وہ دنیا کے لئے وہ درد اور تڑپ رکھتا تھا۔ کہ ہم اسے سمجھ بھی نہیں سکتے وہ اسی لئے آیا تھا کہ سب کو دین حق

واحد پر جمع کرے۔ مگر خدا کیلئے بتاؤ کہ پھر وہ کیا بات تھی کہ اس نے باوجودیکہ

وہ شہزادہ امن تھا!

باوجودیکہ وہ رؤف الرحیم تھا۔ باوجودیکہ وہ غلیظ القلب نہیں بنایا گیا تھا۔ آتے ہی باپ کو بیٹے سے اور بیٹے کو باپ اور بھائی کو بھائی سے جدا کر دیا۔ اور دوسرے الفاظ میں مسیح ناصری کے ان الفاظ کو عملی رنگ میں دوہرایا۔ کہ میں صلح کرانے نہیں بلکہ آگ لگانے آیا ہوں۔ اس کی جنگ روحانی جنگ تھی وہ تفرقہ کو دور کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس اتحاد کیلئے پہلے ایک تفرقہ کی ضرورت تھی وہ امن قائم کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس کا امن اس کلیہ سے مستثنیٰ نہ تھا۔

کہ امن کیلئے جنگ لازمی ہے۔

اس نے کیا کیا؟ اس کا طرز عمل ہمارے سامنے ہے۔ اگر ہمارا اور ہمارے مخالفوں کا اختلاف معمولی اختلاف تھا۔ اور اگر اسکا نہ ماننا محض ایک خفیف سا گناہ تھا۔ تو اسکے لئے اسقدر شور و شر کیوں کیا گیا؟ قوم کے کتنے افراد کو ایسی تکالیف برداشت کرنی پڑی ہیں کہ آج امن کے زمانہ میں بھی وہ دل کو ہلا دیتی ہیں؟ کیا ایسے لوگ ہمارے سامنے نہیں آئے۔ جن کی بیویاں چھین لی گئیں؟ اور کیا کتنے ہی بیدرد باپوں نے احمدیت اور غیر احمدیت کے سوال پر اپنے بچوں کو الگ نہیں کر دیا۔ کتنے ہی مقدمات کے شکنجہ میں کھینچے گئے۔ اور بعض کو اپنی شہادت سے سلسلہ کی حقانیت پر مہر کرنی پڑی۔ اور خود اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حبّ بلاول کیلئے سینہ سپر کر دیا۔ آنیوالی نسلیں ان دکھوں کے واقعات کو یاد کر کے

کربلا کے واقعہ کو بھول جائینگے!

ان تمام دکھوں اور تکلیفوں کا انجام اگر اس قدر تھا کہ ہم اپنے مخالفوں سے صلح کرنیکے لئے اسقدر گر جائیں گے تو پھر نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود نے ان تمام تکالیف کے خود برداشت کرنے اور قوم کو ان میں ڈال لینے میں غلطی کھائی۔ کسقدر ظاہر بات تھی کہ آپ پر تفرقہ پردازی کا الزام لگایا گیا۔ مگر آپ نے اپنی جماعت کو احمدی ہی نام سے موسوم کر دیا۔ ذرا تامل نہ کیا۔ سوشل پہلو سے صاف اور کھلے الفاظ میں حکم دیا کہ اپنی لڑکیاں غیر احمدیوں کو نہ دو۔ اس پر عملدرآمد بھی ہوگیا۔ احمدیوں کو اپنے غیر احمدی اور مکذب رشتہ داروں کے جنازوں تک کے پڑھنے سے روکا گیا۔ لیکن آج ہم اگر ان تمام باتوں کو بھول جائیں تو ہم پر افسوس ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تبلیغ کے معاملہ میں وطن کے طریق اشاعت اسلام کو بند کر دیا اور بتا دیا کہ وہ طریق جسمیں آپ کا ذکر نہ ہو۔ اور اس علم و کلام سے بحث نہ ہو جو آپ لیکر آئے ہیں وہ لغو ہے اور ہمارے لئے وہ رہنما نہیں ہو سکتا۔ اور عام مخالفین اور منکرین کیلئے کھلے الفاظ میں کہدیا کہ ہر شخص جس کو میری دعوت پہونچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔ جو شخص تیری پیروی نہ کریگا۔ تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہیگا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنیوالا اور جہنمی ہے۔

ایسے صاف اور صریح فیصلہ کے بعد میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ہم اس کے خلاف کرنیکے لئے کیوں جرأت پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دکھا دیا ہے کہ اس نے اپنے برگزیدہ بندے کیخاطر لاکھوں انسانوں کو محض اس وجہ سے ہلاک کر دیا تا اس کی سچائی زور آور حملوں سے ظاہر ہو۔ پھر اگر یہ معمولی امر تھا تو اس تباہی اور ہلاکت اور استیصال نشانات کی اشاعت کی کیا ضرورت تھی؟ خدا کیلئے غور کرو۔ اور ٹھوکر نہ کھاؤ۔ مرتد ڈاکٹر اسی تجویز کو پیش کر کے ٹھوکر کھا چکا ہے اس کی ٹھوکر سے عبرت پکڑو۔

اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں میں اتفاق کی ضرورت ہے لیکن وہ اتفاق کسی کام کا نہیں جو دین کے پہلو سے گرا ہوا ہو۔ اور جس میں خدا کی رضا نہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کریگا چنانچہ حضرت مسیح موعود کا یہ الہام کہ "مسلمانوں کو دین واحد پر جمع کر" اس خوشگوار نسیم کی خبر دیتا ہے۔ مگر یہ اتحاد اس وقت ہوگا جبکہ پہلے ایک تفرقہ عظیم ہو لے گا۔ جب تک وہ تفرقہ نہیں ہوتا۔ اتحاد کیا وقعت رکھیگا۔ اور اسی رنگ میں ہوگا جو ہمیشہ سے سنت اللہ ہے یعنی ایک امام کی ماتحتی میں ہوگا۔ وہ امام اسوقت موجود ہے۔ ہمارے مخالف اگر اپنے لئے ہم سے غیر مسلم کا لفظ سنن پسند نہیں کرتے تو اپنی زبان سے ہمارے امام کو اپنے دعاوی میں کاذب (نعوذ باللہ) کہنے کی کیوں جرأت کرتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ ہمیں تو اپنی مسجدوں میں نماز پڑھنے سے بھی روکدیں جب کہ ابھی لاہور کی مسجد گنج کے متعلق سلوک کیا گیا کہ ہم سے مسجد لی گئی۔ اور کہا کہ ہم چندہ کر دیتے ہیں۔ تم دوسری مسجد بنالو۔ مگر اس قسم کے سلوک کرتے ہوئے بھی اگر ہم محض اس بنا پر کہ خدا کے برگزیدہ موعود نے اپنے منکروں کے متعلق فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہم سے ناراض ہوں تو یہ انکی غلطی ہے قطع نظر ان تمام صراحتوں اور تفصیلوں کے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے منکروں کے متعلق کی ہیں۔ ایک اور امر قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے مخالف ہی بتائیں کہ وہ مہدی اور مسیح موعود جو ان کے خیال میں آنے والا ہے۔ جب آئیگا۔ تو جو لوگ مسلمانوں میں سے ہی اس کی مخالفت کریں گے اور یہ کہیں گے کہ

کہ اس شخص نے ہمارا مذہب بدل دیا!

اور اس پر کفر کا فتوے دیں گے۔ کیا وہ اس انکار کی وجہ سے کافر کہلائیں گے یا نہیں؟ جب کہ وہ کسی صورت میں مسیح موعود کا انکار کر کے مومن اور مسلمان نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صریح احادیث اور آیات قرآنیہ کے مکذب ہوں گے تو پھر ہم اپنے مخالفین کو مسلمان کس طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اسکا فیصلہ کر دیا ہے حضرت مسیح موعود کو یہ وحی ہو چکی ہے

یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک

من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ

اسی وحی میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دو جماعتوں کا پتہ دیا ہے۔ ایک وہ جو حضرت مسیح موعود کے متبع ہے۔ اور دوسری کافر۔ اب ناظرین خود فیصلہ کر لیں۔ ہم تو اس وحی پر ایمان لاتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود کے متبعین میں داخل ہوتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ وہی ہیں جو کفروا کے نیچے ہیں۔

پھر ایک اور بات قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ جبکہ مسیح موعود کی بعثت اور آمد اس وقت کے لئے مخصوص ہے جبکہ امت محمدیہ کی حالت یہود سے مشابہ ہو جائیگی اور اسلام صرف رسم اور اسم کے طور پر رہ جائیگا۔ پھر یہ جھگڑا الٰہی کیوں ہے۔ مسیح موعود کی آمد ہی بتاتی ہے کہ حالت بگڑ چکی ہے۔

ان تمام شواہد کے ہوتے ہوئے ہمیں اس قسم کی بحثوں میں پڑنے کی کیا حاجت ہے؟ اور ان لوگوں میں جا کرنے کی کیا ضرورت جو ہم سے قطع تعلق کر چکے ہیں۔ وہ اگر ہم سے ملنا چاہیں تو ہمارے امام میں ہو کر ملیں۔ نہ یہ کہ ان کی شوکت اور مادی ترقی ہمارے لئے اس امر کا محرک ہو جائے کہ خواہ نخواہ ہم ان کی تعریفیں کرتے پھریں۔

بہرحال ہماری جماعت کو اپنے مسلک کو نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ اور اپنے مرکز سے ہٹنے کی کوشش سے ڈرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو۔ اور ہم کو اس گراوٹ سے بچا دے۔ (آمین)

یاد حبیب

اے شوخ زناتواں چہ جوئی	از خستہ و نیم جاں چہ جوئی
رفتیم و فنا شدیم و مردیم	از گم شدگاں نشاں چہ جوئی
یار است قریب تر ز جاں ہم	اے ابلہ تو از بتاں چہ جوئی
پیراں نکنند توبہ از عشق	اے محتسب از جواں چہ جوئی
دنیا کہ دنی است چند روزہ	زور است جاوداں چہ جوئی
زیبا لبتاب آہنید ست	از مزبلہ ارمغاں چہ جوئی
تیرش ز کسی خطا نہ کردست	از ناوک او اماں چہ جوئی
بر کاخ ملک ترا بخوانند	از خار و خس آشیاں چہ جوئی
فرح در یار را فرا گیر	پیراہن ایں و آں چہ جوئی

کا خون ہوتا ہے۔ پہلے جنگوں کو مذہبی جنون ہوتا ہے۔ دنیا کے معاملات میں بڑے ہوشیار بڑے لایق فایق بڑے موجد بڑے صناع بڑے سوداگر بڑے امیر بڑے مدبر بڑے مصنف۔ مگر دین کے معاملہ میں بڑے نادان بڑے کمزور بڑے پست .... بڑے بودے بڑے ناقص بڑے لاپروا ع ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا مناسب تو یہ تھا کہ دین کا نام ہی لیتے۔ اس کا ذکر بھی درمیان نہ لاتے۔ نہیں بلکہ دنیا سے زیادہ انکی یاوردی دین کی منادی میں سرگرم ہیں۔ کروڑوں روپیہ پانی کی طرح لٹاتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ امیروں کو غریبوں کو ہندوؤں کو مسلمانوں کو چوہڑوں کو چماروں کو عیسائی بنالیں۔ اور اسی طرح انسان پرستی پر قایم کریں۔ اصل غرض یہی عیسائی بنانا ہے اور کوئی مطلب نہیں۔ عیسے لیسے بول پتر کیا لگیگا مول یہ ان عقلمندوں کا وظیفہ ہے ان کے منہ سے خدا کا نام کہیں نہیں سنا خدا کو چھوڑ کر مسیح کے نام کے گیت گانے پڑتے ہیں۔ اور اس کا ملال سناتے پھرتے ہیں۔ پھر اپنی نجات کیلئے حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے مقدس و مطہر انسان کے لئے ملعون ہونا اور تین دن کیلئے دوزخ میں رہنا قبول کرتے ہیں۔ خدا سے نہیں شرماتے۔ خدا تعالیٰ ہدایت دے۔

آریہ صاحبان جنہوں نے چالیس سال سے ہندوؤں کے گھر میں جنم لیا ہے۔ جب سے ان آرین مہاشوں نے رشی دیانند کے وید بھاش کو پڑھا ہے اور پھیر لی سبھا کا مطالعہ کیا ہے تب سے ان لوگوں کے دلوں میں ایک خاص ولولہ اور جوش پیدا ہو گیا ہے جس کے باعث یہ لوگ اپنے غیر مذاہب والوں کو عموماً نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جسکی وجہ سے مذہبی طبقہ میں ارزدگی اور کشیدگی کی کہانی وسیع ہوتے جا رہی ہے۔ .... اپنے نئے مذہب کی تائید میں اخبار نکالتے ہیں۔ رسالے چھاپتے ہیں۔ سماجیں بناتے ہیں۔ سکول اور کالج بناتے ہیں لڑکوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنیکے لئے کوشش کرتے ہیں۔ خدا اور رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔ بزرگوں اور پیشواؤں کی ہجو کرتے ہیں۔ جھوٹے الزام مسلمانوں کے بزرگوں پر لگاتے ہیں۔ مسلمانوں کو بھی اکساتے ہیں۔ کہ ہمارے ساتھ ہوں۔ سکھوں کو بھی ورغلاتے ہیں۔ شدھیاں دو چند کر چکے ہیں۔ جس میں بجز ندامت کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اور شدہ ہو نیوالے بھی اکثر بڑے بھرے نکلے انہیں مردم شناسی بھی نہیں۔ ایک شخص کو جو مسلمان نہیں تھا مسلمان مشہور کر کے آریہ بنایا۔ اس نے عجیب گل کھلائے مگر انہوں نے سبق حاصل نہ کیا اور ایک انگریز کو آریہ بنایا۔ وہ کہا بیکر میرٹ ہوا۔ ایسا گیا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اور ایک شخص کو مولوی اور سید بنا کر مسلمانوں کو اسکے نام سے گالیاں دیں۔ آخر اس کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اور معلوم ہو گیا۔ کہ یہ سب آریہ صاحبان کی صنعت تھی۔ وہ شخص پڑھا لکھا بھی معمولی تھا۔ چہ جائیکہ مولوی۔ معلوم نہیں کہ اصل میں آریہ صاحبان کا کیا قصد ہے

ان کے دین میں جنگ جہاد کا حکم ہے۔ لیکن اب وہ زمانہ نہیں۔ ہمارے امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آجکل جہاد کے حرام ہونے میں نظم لکھی ہے جسکا پہلا شعر یہ ہے۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور جدال

اب زمانہ بدل گیا ہے یہ علم و عقل کا زمانہ ہے۔ دنیا نے کایا پلٹ لی ہے۔ آج یہ پادری اور آریہ دونوں اسلام کے برخلاف کھڑے ہوئے ہیں۔ اور ہم پر چڑھتے آتے ہیں۔ اور کچھ نہ کچھ جھپٹ کر لے بھاگتے ہیں۔ لڑائیاں شروع ہیں (یعنی مذہبی مناظرے اور مباحثات ایڈیٹر) آخر اسلام کی فتح ہوگی جتنا اسلام نے گھٹنا تھا گھٹ چکا۔ اب یہ بڑھے گا۔ خوش نصیب اور عقلمند اسلام میں داخل ہوں گے۔ اور بیوقوف اور بے عقل پست حالت میں گر جائیں گے۔ اور لاجواب ہو کر شرمندہ ہوں گے۔ اسلام کا باغ پھولے گا پھلے گا اور کانٹے دار جھاڑ بال کاٹی جائیں گی۔ اور جلائی جائیں گی۔ خدا کے فضل کی ہوا چلے گی۔ اور آنکھوں سے پردہ اڑا دے گی۔ کانوں کے بوجھ دور ہو جاویں گے۔ عقلیں اور ذہن مصفا و معطر ہو جائیں گے۔ اندھاپن اور بہرہ پن دور ہو جائیگا۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود کی تصانیف لوگ غور سے پڑھیں گے۔ اور فائدہ اٹھائیں گے۔ اور قرآن شریف و رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے۔ جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کفار تلوار اٹھا کر خود قتل کئے گئے تھے اسی طرح اسلام کے برخلاف قلم اٹھانیوالے قلم سے ذبح ہوں گے۔ کچھ اسلام میں داخل ہوں گے اور کچھ چپ چاپ ہو جائیں گے۔ اسلام سربلند ہوگا سچے مسلمان اقبال مند ہوں گے۔ سارے جھگڑے مٹ جائیں گے۔ امن امان ہو جائیگا۔ یا اللہ وہ زمانہ جلد لا اور ہمیں ہماری آنکھوں سے قدرت ثانیہ کا تماشا دکھا۔ آمین یا رب العالمین۔

تبلیغ رسالت

قُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

یہ ضروری نہیں کہ میں یہاں بحث کروں کہ فی نفسہٖ تبلیغ کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ مذہبی سوشیل اور قانونی رنگ میں ضرورت تبلیغ بہت کم تسلیم کی گئی ہے۔ جو لوگ مذہب اور امور سوشیل سے آزاد بھی ہیں۔ انہیں بھی کسی نہ کسی حد تک ضرورت تبلیغ سے اعتراف ہے۔ صرف اس زمانہ میں اس کا اعتراف نہیں کیا جاتا بلکہ دنیا ہمیشہ سے اسے تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ جدا بات ہے۔ کہ ہر زمانہ میں بہ الوان مختلف اسکی تعبیر کیجاتی رہی ہے۔ کوئی شخص ایک حکیم کے نام سے تبلیغ کنندہ گزرا ہے۔ اور کوئی باسم فلاسفر۔ کوئی بحیثیت نبی یا اوتار کے آیا اور کوئی برنگ پارشد یا سلطان۔

دنیا ہمیشہ ایسے لوگوں کے وجود سے مستفیض رہی اور ہر رنگ میں اسکا اعتراف کیا جاتا رہا۔

ایسے لوگوں کی تبلیغات اور تعلیمات اور تنبیہات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے فرائض اور مناصب جداگانہ تھے کوئی دنیا کیطرف گیا۔ اور کوئی قوانین اصلاحی کیجانب معطوف ہوا کسی نے اخلاقی پہلو لیا۔ اور کوئی روحانیات اور مذہبی امور کیطرف متوجہ ہوا یا یہ کہ فطرت اور نیچر نے جسکے مناسب کسی کو بنا دیا وہی خدمت اس کے ذمہ ہمت بہ لگ گئی۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند

اس کے ساتھ ہی قدرتاً ایسے ریفارمروں کے درجوں اور ذمہ داریوں میں بھی فرق رکھا گیا کہ کسی کے ذمہ ہمت پر اصولی اصلاحیں رکھی گئیں۔ اور کسی کے متعلق صرف فروعات جس کسی کی ذہانت کسی بار کے قابل تھی اس پر وہی بار ڈالا گیا۔

اس اصول کے مطابق میرے خیال میں کوئی شخص یا کوئی متنفس صرف ریاضت یا عبادت سے نبی یا مرسل نہیں بن سکتا۔ بلکہ اسی کی طبع اس کا ضمیر بھی قدرتاً اسی ذمہ داری اور اس احترام کے قابل پہلے ہی سے بنایا گیا ہوتا ہے۔ ایک نبی خلقتاً ہی نبی ہوتا ہے۔ جو نبی ہوتا ہے جو رسول ہوتا ہے وہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی بلکہ شکم مادر میں ہی نبی اور رسول ہوتا ہے۔ اگر وہ کسی قوم میں اور کسی ملک میں پیدا ہو۔ اور اس کے ماں اور باپ کوئی ہوں وہ نبی یا رسول کی حیثیت سے جنم لیتا ہے۔

جسطرح ایک حسین جنین ماں کے پیٹ میں ہی حسین ہوتا ہے۔ جسطرح ایک موتی صدف میں ہی رفتہ رفتہ ایک خوش آئند اور بھلے شکل اختیار کرتا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک سعید مدرج ماں کے پیٹ میں [illegible] نبوت اور لباس رسالت سے مزین اور ملبس ہوتی ہے۔

جسطرح ایک حسین کے ظاہری نقوش اور اعضاء ماں کے پیٹ میں ہی موزون ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک نبی اور ایک رسول کا ضمیر۔ دماغ۔ ماں کے پیٹ میں ہی جذبات نبوت تولئے رسالت اور ضروریات ہدایت سے مکمل کیا جاتا ہے۔ ایک رسول اور ایک نبی بطن مادر سے ظہور پذیر ہو کر صرف دنیاوی رنگ میں دنیاوی نشوونما پاتا ہے۔ ورنہ روحانی رنگ میں اس کی تکمیل تولید سعید سے پہلے کی ہو چکی ہوتی ہے۔

قدرت کی مخلوقات مختلف کے دیکھنے سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ہر خلقت کی کوئی نہ کوئی غرض خلقت ہوتی ہے۔ باہم مختلف اور جداگانہ اغراض کے نتائج افراد مخلوق پاتے ہیں۔ یہ بات یاد دلاتی ہے کہ ہر خلقت کوئی نہ کوئی غرض رکھتی ہے۔ اور جن اغراض میں سے کوئی کوئی غرض خاص خاص اور خاصہ بھی ہوتی ہے۔ دنیا کی ہر خلقت مساوی الحیثیت اور مساوی الاغراض نہیں بلکہ یہ اصول بھی نبیوں اور رسولوں کی غرض خلقت کے جداگانہ ہونے پر ایک قوی دلیل ہے۔

اگر ہم غور سے ہر نبی کی خلقت اور اغراض خلقت کا مطالعہ کریں گے تو ہمیں پتہ لگ جائیگا کہ خود نبیوں

اور رسولوں کی غرض خلقت میں بھی نسبتاً کچھ ... فرق ہوا۔ کوئی نبی کسی رنگ میں آیا۔ اور کوئی کسی میں۔ کسی نے کسی رنگ میں تبلیغ کی۔ اور کسی نے کسی میں۔

ہر کسے تبلیغ میدار د جدا

لحاظ اپنے رنگ اور ضرورت کے تبلیغ کی دو قسمیں ہیں

(الف) تبلیغ عامہ ؛

(ب) تبلیغ خاصہ ؛

مشروع دنیا سے جس قدر نبی آئے ہیں۔ اور جسقدر تبلیغات ہوئیں۔ وہ سب تبلیغات عامہ ہیں۔ تبلیغات عامہ سے یہ مراد ہے کہ بغیر کسی اخیر فیصلہ یا قطعی تنبیہ کے عام طور پر تبلیغ کیجاتی رہی عہد عتیق کی کتابوں یعنے مجموعہ توریت سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں گویا شہر بشہر نبی موجود رہتے۔ اور عموماً اخلاقی رنگ میں مخلوق کو تبلیغ کیجاتی تھی۔ تھوڑی سی غلطی پر ایک نبی کا نزول ہو جاتا تھا۔

ایسا ہی ہندوؤں کی کتابوں اور شلوکوں سے بھی پایا جاتا ہے کہ ہندوستان میں اوتاروں اور رشیوں کی نسبتاً کثرت تھی ان سب بزرگان مذہب کی کوششیں چھوٹی چھوٹی سی اصلاحیں بھی ہوئی تھیں باوجود اس کثرت کے ریفارمروں کی اصولی باتوں اور مسایل کی بابت آئے دن گڑبڑ مچ جاتی تھی۔ اور لوگ توہمات میں مصروف ہو جاتے تھے۔ بنی اسرائیل باوجود کثرت نبیوں رسولوں کے بار بار مین توہمات اور بت پرستیوں میں منہمک رہتے تھے دہ توریت کے مطالعہ سے ظاہر ہے بنی اسرائیل کا ہر نبی سات دن کوششوں کے بعد اسی فکر میں رہتا تھا کہ قوم راہ توحید سے بے راہ نہ ہو جاویں۔ ہندوؤں کے بزرگوں اور رشیوں کی بھی یہی حالت تھی۔ باوجود اس قدر تگ و دو کہ خدا پرستی اور مسئلہ توحید کے بھی ہندوستان کی مخلوق کسی نہ کسی رنگ میں مخلوق پرستی میں کوتاہی نہ کرتی تھی۔ میرا یہ اعتقاد نہیں کہ ہندوستان کے ریفارمر یا نبی ... نعوذ باللہ بت پرست یا مشرک تھے۔ میرا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ہندوستان کے مذہبی ریفارمر خدا پرست اور موحد تھے۔ چونکہ ان کے اور بنی اسرائیل رسولوں کے ذمہ ہمت پر ساتھ ہی عام اصلاحیں بھی لگی ہوئی تھیں۔ اسی واسطے باوجود اعلان **کلمۃ اللہ** کے لوگ رہ رہ کر جادہ توحید سے بہک جاتے تھے۔ یہ زمانہ ساری دنیا میں بہت عرصہ تک رہا۔ اور ہر ایک قوم اور ملک کے بزرگوں نے تبلیغ خاصہ کے واسطے سات دن کی کوششوں سے ایک عام راہ کی بنیاد ڈالی۔ اور ہر بزرگ اپنا اپنا وقت پورا کر کے وصال پاتا رہا۔

دنیا اور دنیا کی مخلوق بہت درست ہو گئی

اور اصلاح عامہ کی راہوں میں سے گزر کر انسانیت کی منزل پر رفتہ رفتہ پہونچنے لگی۔ اور دوسری طرف رسالت یا نبوت کے سلسلہ عامہ میں بھی کمی آ گئی۔ کیونکہ اصلاح عامہ کیواسطے جن نبیوں کی ضرورت تھی۔ انکا کام اور ان کے فرائض بوجہ احسن ختم ہو چکے۔ اور قدرت نے تھوڑی دیر کیواسطے اصلاح عامہ کی حالت اور نشوونما پر غور کرنا شروع کیا۔ ایک وقفہ قدرت پر کھل گیا۔ کہ اصل عامہ کے بعد اصلاح خاصہ کی بھی ضرورت ہے۔ لوگ اصلاح عامہ کے خوگر ہو گئے ہیں کہ بوقت اصلاح خاصہ گیا تھا وہ بالکل مدہم پڑ گیا ہے۔ نظام قدرت کا ہمیشہ قاعدہ ہے کہ

چند وقفوں کے بعد دوسرا دور شروع کرتا ہے۔ جو ضما ئبر اور جو دماغ اور جو دور دھیں تبلیغ عامہ کیواسطے مخصوص ہیں انکا کام ختم ہو گیا۔ اور وہ پاک باکمال روحیں اپنا اپنا وقت پورا کر کے چلی گئی ہیں۔

اب اُس روح اس ضمیر کی باری آئی۔ جسکے ذمہ ہمت پر تبلیغ ثانی یا اصلاح ثانی کا بار عظیم رکھا گیا تھا۔ جسکے ذمہ ہمت پر یہ ڈالا گیا کہ

"وہ پہلے بھائیوں کی تصدیق اور تائید کرے۔
"ان کی عظمت اور صداقت کا لوگوں کے دلوں پر نقش کرے۔
"ان کے جانیکے بعد مخلوق میں جو غلطیاں اور ستم روحانی رنگ میں پیدا ہو گئے ہیں۔ انکا ازالہ کرے۔
" لوگوں کو وہ بات یا وہ باتیں یاد دلائے جو سلسلہ تبلیغ خاصہ میں داخل ہیں۔
" ان کی اس طرح پر تبلیغ کرے کہ پھر آگے صرف تبلیغ عامہ ہی کا سلسلہ باقی رہے۔ اور لوگ اُسے بھول نہیں۔ تبلیغ خاصہ کی ضرورت نہ پڑے۔

اس تبلیغ خاصہ کے واسطے عرب کے ملک میں محمد یا احمد (جانم فدا) مبعوث ہوئے اور ان کے دوش ہمت پر بار عظیم رکھا گیا۔

محمد کیوں اس بڑے کام کے واسطے مخصوص ہوئے

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

اگر کوئی شخص کسی اور ملک یا سرزمین میں سے خاص ہوتا تو اس کی نسبت بھی یہی سوال ہوتا۔ کہ وہ یا اس سرزمین سے کیوں ہوا۔ تخصیص عرب کی اس واسطے کی گئی تا کہ دنیا پر حجت رہے کہ خواہ کنندہ اس گوشہ ملک سے اٹھایا گیا ہے جو آباد ملک اور سرسبز قوموں کی نگاہوں میں بالکل ہیچ اور بحالت کس مپرسی تھا۔ تا کہ پہلی قوموں پر یہ نشان ہو کہ مذہبی رنگ میں کوئی قوم اور کوئی ملک باوجود اپنی فارغ البالی اور فلاحت کے بھی بغیر لطف رکن مذہب کے فوقیت نہیں پا سکتا اس وقت کی مہذب قومیں نشہ اقبال اور غرور دولت میں توحید اور خدا پرستی سے قریباً الگ رہ کر اس بات پر نازاں تھیں کہ انکی موجودہ دولت اور ثروت ہی کافی ہے اور خدا کے سامنے انہیں کوئی مخاطب نہیں کر سکتا۔

تخصیص خطہ عرب سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مذہبی رنگ میں وہ لق و دق جنگل اور ریگستان بازی لیجانے والا ہے جو پیشتر ازیں دنیا کی نگاہوں میں کچھ بھی نہیں تھا اس صورت اور اس بعثت سے دراصل پہلی قوموں کا شرک قومی توڑنا تھا۔ اور یہ دکھانا تھا کہ عرب ایسا ملک بھی ایک ممتاز ضمیر کی بدولت کس درجہ اور کس عظمت مذہبی تک پہنچ سکتا ہے۔ جس سرزمین کے کوچہ کوچہ میں رسول اور نبی مبعوث ہوتے رہے ان کا شرک قومی توڑنے کیلئے سرزمین عرب خاص کی گئی اور ایک امی لقب سے یہ بڑا کام لیا گیا۔

و غرض معنوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم امی ہیں۔ یا انہیں اُمّی کہا جاتا ہے۔ روحانی رنگ میں اُمّی نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ فطرتاً اور طبعاً نبی اور رسول ہیں۔ اور بطن مادر میں انہیں سامان نبوت اور سرمایہ رسالت عطا کیا گیا تھا۔ اور وہ مواد ان کے ضمیر اقدس اور دماغ اعلے میں بھر دیا گیا تھا۔ جنکی تبلیغ ثانی کے واسطے انہیں فی الواقع ضرورت تھی۔

دنیا کے سامنے ایک ایسا جری شخص پیش کیا گیا جو باوجود نہ ہونے ظاہری درس و تدریس کے علوم روحانی میں کامل اور مکمل تھا۔ اور ان تمام ضروریات سے ماہر اور واقف جنکی ضرورت اس کٹھن راہ میں تھی۔

جب کوئی معصوم بچہ جسکی والدین کے گھر میں کوئی ذہانت کی بات کرے یا اس کے بشرہ سے ذہانت کے آثار نمایاں ہوں تو عموماً تعجب کی نظروں سے اُسے دیکھا کرتے ہیں۔ اور اسکی فطانت اور طبیعت و جودت کی نظیر لاتے ہیں۔ اور رسول عربی کی نظیر ذہانت اور فطنت کیطرف جب دیکھتے ہیں۔ تو غور نہیں کرتے کہ قدرت نے یہ ضمیر کس مراد سے بنایا تھا۔

اب یہ پوچھو کہ احمد یا محمدؐ نے دنیا میں آ کر اور عرب ایسے دور افتادہ صوبہ سے نکل کر دنیا کو کیا کچھ سکھایا۔ اور دنیا اسوقت کن اصول پر چل رہی تھی۔ وہ وہ تبلیغ خاصہ یا تبلیغ ثانی کیا تھی جو جانب خدا رسول عربی کے ذمہ ہمت پر رکھی گئی تھی۔

اس رسول عربی نے پیدا ہوتے یا ہوش سنبھالتے ہی کیا اعلان اور کس مشرب کا اظہار کیا۔؟ **اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ**

اور یہ اعلان کس وقت کیا؟ جب ساری دنیا میں بعد از عامہ اصلاحوں کے توحید مغلوب اور بت پرستی یا الحاد غالب ہو رہا تھا۔ جب دنیا میں یہ شور مچ رہا تھا کہ باوجود اس قدر کوڑی کوڑی رسولوں اور اوتاروں کے آنے پر بھی یہ دنیا پر سنگ پرستی گوسالہ پرستی۔ اور شرک ترقی پا رہا ہے

ساری دنیا؟ ہاں اس وقت کی مذہبی دنیا کے اعمال اور خیالات یہ ثابت کر رہے تھے کہ اس سے اول دنیا میں جسقدر نبی رسول اور ریکھی یا اوتار آئے تھے۔ کسی حد تک ان کی ساری کوششیں عبث اور بے سود تھیں۔ اور انکی تعلیم کا حسب دلخواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا تھا۔"

محمدؐ کی زبان اور منہ سے یہ کلمۃ اللہ کب نکلا؟ جب ساری دنیا اس سے اجنبی اور ناراض یا کشیدہ ہو چکی تھی۔ اور وہ پیغام کیمیا کی طرح فراموش کر چکی تھی۔ جو مختلف وقتوں میں مختلف مذہبی ریفارمروں نے ان تک پہونچایا تھا۔ یونان میں بت پرستی تھی اور یورپ میں الحاد۔ ہندوستان میں سنگ پرستی۔ اور چین و جاپان میں مادہ پرستی۔ عرب میں اصنام کا بول بالا۔ محمدؐ مکہ کی دیواروں میں سے نکلکر بولا۔

"پہلے نبی اور پہلے رسول یا اوتار سب کے سب صادق اور خدا پرست و موحد تھے۔"

قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

یہی تبلیغ تھی۔ جس سے محمدؐ کا ضمیر روشن تھا۔ اور کلمۃ اللہ تھا جسکا اعلان زمانہ کے مطابق ضروری تھا۔ اس تعلیم اور تبلیغ

کے واسطے نہ تو کسی ظاہری تعلیم اور تدریس کی ضرورت تھی اور نہ کسی زمینی استاد اور سرچشمہ کی ہستی واجب۔ یہ تمام تعلیم ضمیر اور روح سے وابستہ تھی۔ اور محمد کا ضمیر اور روح بطن مادر میں ہی اس سے آشنا کی گئی تھی۔

اگرچہ زمانہ رسالت حضرت احمدؐ میں کوئی شخص یا کوئی فرقہ جلد تر اس مرحلہ نہ پہنچا ہو کہ اس اعلان کلمۃ اللہ کی کہاں تک ضرورت تھی۔ یا ضرورت ہے۔ لیکن اس بیسویں صدی میں دنیا عملی رنگ میں اس بات کو تسلیم کر چکی ہے کہ فی الواقع یہی تبلیغ ثانی اور اصلاح ثانی ہے۔ اور اس کی ضرورت تھی +

اب ہندو عیسائی۔ پارسی۔ زردشتی۔ جاپانی۔ چینی شامی رومی۔ یورپین اسی لئے میں کوشاں اور ساعی ہیں۔ کہ دنیا سے شرک اور بت پرستی کی ہستی اٹھ جائے۔ گو بعض یا اکثر لوگ احمدی تبلیغ کا اعتراف نہ کریں۔ مگر زمانہ یہ کہہ رہا ہے کہ جو آواز مکہ سے آئی تھی اسکی تصدیق اور تائید اب ساری دنیا کر رہی ہے ہر مذہب اس نقش قدم پر آنے کی کوشش کر رہا ہے جو

لا الٰہ الا اللہ

کی منزل تک پہنچاتا ہے۔"

جو شخص اسکا قائل اور معترف نہیں اسکا کوئی مذہب ہی نہیں۔ اور جو شخص اسکا اعتراف کرتا ہے وہ کوئی نہ کوئی مذہب رکھتا ہے۔ دنیا اس کلمۃ اللہ کو فراموش کر چکی تھی۔ اور پہلے سارے نبیوں اور شامی۔ ہندی۔ اوتاروں کی محنت اور تبلیغ کا ملیامیٹ ہو گیا تھا۔ محمد دنیا میں آئے اور انہوں نے پورے وثوق پورے اعتقاد پورے زور پورے جوش کے ساتھ اعلان کیا۔ نہ صرف توحید کا ہی اعلان کیا بلکہ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ثابت کیا کہ اس سے اول جو جو نبی اور اوتار اس مشن کے اعلان یا پورا کرنے کیواسطے مبعوث ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب اقدس صادق من اللہ تھے۔ ان کے ذمہ جو جو برائیاں اور غلطیاں منسوب کی گئیں ہیں وہ ایک الزام اور اتہام ہے۔ چاہے کوئی شام میں مبعوث ہوا ہو۔ اور چاہے کوئی فلسطین اور دمشق میں سے اٹھا۔ اور چاہے متھرا اور لنکا میں اترا۔ وہ صادق اور مذہبی ریفارمر ہے +

محمدؐ کی تمام مذاہب اور بانیان مذاہب پر یہ دوسرا احسان تھا۔ جس سے کبھی کوئی قوم عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ چونکہ محمدؐ رسول عربی سب کے بعد آئے تھے۔ اسلئے انکا یہ فرض اور ڈیوٹی یا کام تھا کہ ان سب مغالطوں کو دور کریں جو ان کے آنے سے اول روحانی سلسلہ میں جگہ لے چکے ہیں۔

میں نہیں جانتا کہ رسول عربی ؐ پر یہ کیا ضروری تھا کہ وہ اعلان کلمۃ اللہ کے ساتھ دوسروں کی تائید اور تصدیق بھی کرتا۔ روحی فداہ۔ یہ اس واسطے کہ اس ازلی نبی اور رسول کی بعثت ہی صرف اس واسطے ہوئی تھی کہ ان دونوں مغالطوں کا ازالہ کرے۔ طریق تبلیغ میں یہی دو باتیں یا دو بحثیں پیچیدہ تھیں اور انہیں دو پر ساری اسلامی تبلیغ کا مدار اور انحصار تھا۔

اسلام دنیا میں کیوں آیا؟

"اس لئے کہ توحید کی یاد دلا کر اسکی بنیاد از سر نو، پختہ کرے"

"اگلے تمام صادقوں کی صداقت کا اظہار ہو"

اس تبلیغ خاصہ کا امت پر کیا اثر ہوا؟

(الف) یہ کہ ہر ایک قسم کے شرک سے تائب ہو کر سچے موحد ہو جائیں"

(ب) نہ کسی صادق سابق سے بغض اور نہ کسی سے کینہ رکھیں!"

(ج) سب کے مصدق اور سب کے معترف ہوں!"

(۱) یہودی سوائے دو نبیوں عیسٰے اور محمدؐ کے اور سب کا حدود توریت کے اندر اعتراف کرتے ہیں +

(۲) عیسائی حدود توریت یا بائیبل و انجیل کے اندر سوائے حضرت محمدؐ کے سب رسولوں کو مانتے ہیں +

(۳) ہندو صاحبان صرف اپنے ہی ملک یا قوم کے بزرگان کی تصدیق کرتے ہیں +

(۴) پارسی اور زردشتی بشرح صدر +

(۵) مسلمان بہ تبعیت تبلیغ احمدی سب مذاہب کے بزرگان ملت اور نبیوں اور رسولوں یا اوتاروں کی بپابندی اصول توحید تقدیس کرتے ہیں۔ اور کسی کی شان میں بے ادبی نہیں کر سکتے!

اس تبلیغ کرنے والے (روحی فداہ) حضرت احمدؐ نے ان تمام اعلانات اور تعلیمات کے معاوضہ میں دنیا سے کیا چاہا اور کیا درخواست کی؟

"مجھے صرف عبدہ کہو!"

"میں صرف اسی کا بندہ ہوں!"

"اور صرف اسی کا پرستار ہوں!"

میری سب تبلیغات اور تعلیمات کا مصداق ان اجری الا علے اللہ خدائے لایزال معاوضہ دینے والا ہے!

راست بازی اور انصاف سے کہو۔ کیا دنیا میں کوئی اور بھی ایسا راست باز ایسا آئین ایسا منصف ایسا حلیم ایسا امن پسند ایسا صلح جو آیا ہے؟ کیا دوسرے کسی نے بھی باوجود ان دعاوی اور اس شان اور عظمت کے اپنی ذات کیواسطے اسقدر خاکساری اور انکساری کو پسند کیا ہے؟ جو رسول کا حق ہوتا ہے۔ اور جو اس کے فرائض ہیں۔ انکا ایفا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جن الفاظ اور جس خوبصورتی سے کیا ہے الحق وہ اسی کا حق تھا +

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ان دونوں اعلےٰ تبلیغات پر خالصاً للہ چلنے سے کیا پردہ دنیا پر کوئی باہمی مخاصمت باقی رہ سکتی ہے؟ اور کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ طریق تبلیغ یا طریق تعلیم اصولاً دنیا کے حق کسی صورت میں بھی مضر تھا اور مضر ہے؟

تمدنی اغراض اور سوشلی مقاصد کے واسطے جن اعلےٰ اصولوں کی ضرورت ہے وہ ان دونوں تعلیمات میں سربستہ ہیں۔ باقی تمام تبلیغات فروعی اور شرعی ہیں یا یہ کہ حدود مذہبی +

ان روحانی خدمات کے معاوضہ میں دنیا کے بعض گوشوں سے رسول عربی کی شان میں گالیاں سنائی جاتی ہیں۔ اور کیا کیا کہا جاتا ہے۔ رسول عربی کہتا اور تعلیم دیتا ہے جو نیک جو سعید جو خدا پرست مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں۔ انکی شان میں نیک ظن رکھو اور انکی تقدیس کرو۔ اور دوسری طرف سے یہ صدا آتی ہے کہ

"رسول عربی کی شان میں گستاخی کرنا گستاخی نہیں ہے"

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

آخر یہ احمدی طریق تبلیغ دنیا پر ثابت کر دیگا کہ دنیا کو اسی کی فی الواقع ضرورت تھی۔ اور اسی سے دنیا طریق امن پر چل سکتی ہے۔ ملکی اور قومی معاملات اور منافرتوں سے الگ ہو کر رسول عربی کی تبلیغ پر غور کرو۔ اور سوچو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

سلطان احمدؐ (بہاولپور سٹیٹ)

آریہ سماج کی اشتعال انگیز پولیسی

عالیجناب پنڈت رام بھجدت صاحب پلیڈر نے آریہ سماج لاہور کے ایک خاص جلسہ میں جو پنڈت لیکھرام آریہ مقتول کی یادگار میں کیا گیا تھا۔ مضمون مندرجہ عنوان پر تقریر کرتے ہوئے۔ اس امر کی تردید کی کہ آریہ سماج کی پولیسی اشتعال انگیز ہے۔ پنڈت رام بھجدت صاحب نے جس اسلوب پر اس بحث کو اٹھایا ہے وہ نہایت مغالطہ دہ ہے۔ اور اس سے آریہ سماج اور بھی زیر الزام آتا ہے۔ کیا پنڈت رام بھجدت صاحب کو یہ معلوم نہیں ہے کہ آریہ سماج کے مسلمہ لیڈروں نے ان سے پہلے اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ آریہ سماج کے لٹریچر میں جو اس نے دوسرے مذاہب کے متعلق شایع کیا ہے اشتعال بخش میٹریل موجود ہے۔ اور ذیل گنگا پرشاد ورما ایڈیٹر ہندوستانی نے بھی اس امر کی تائید کی۔ ایسی صورت میں وہ آریہ سماج کے مندر میں محض اپنے دوستوں کے سامنے اس الزام سے بریت حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن جب واقعات مسلمہ کی رو سے بحث کیجاوے تو انہیں اگر ہٹ دھرمی نہو۔ آریہ سماج کی اشتعال انگیز تحریروں کا اقبال کرنا پڑیگا۔

مجھے سخت تعجب ہوتا ہے کہ پنڈت رام بھجدت صاحب کی پوزیشن کا آدمی واقعات کو غلط بیان کرنے کی جرأت کرے۔ **آریہ سماج** کی بنیاد اور آریہ سماج کے لٹریچر کی بنیاد

ستیارتھ پرکاش اور پنڈت دیانند صاحب

کے وجود سے پڑتی ہے۔ اور یہ پہلی کتاب ہے۔ جو آریہ سماج کیطرف نکلی۔ اس کتاب پر یہی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کہ آیا وہ کسی مذہب کے حملوں کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ یا بطریق حملہ لکھی گئی ہے۔ اگر انصاف [illegible] ہو تو ماننا پڑیگا۔ کہ یہ کتاب اپنے اندر افینسو رنگ رکھتی ہے۔ پھر اس

کتاب میں جسقدر ناپاک اور شرر انگیز حملے جملہ مذاہب پر کئے گئے ہیں اس کی نظیر دوسری کتابوں میں نہیں پائی جاتی۔ یہی کتاب ہے جس سے جھگڑے کی بنیاد شروع ہوتی ہے۔ اس سے پہلے کسی ایسی کتاب کا نام لینا چاہیئے۔ جو آریہ سماج پر حملہ کرنے کی غرض سے لکھی گئی ہو۔

پھر پنڈت رام بھجدت صاحب کے معلومات کی داد دینی چاہیئے جو سرمہ چشم آریہ کو تکذیب براہین احمدیہ کا جواب لکھتے ہیں۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ سرمہ چشم آریہ تو وہ مباحثہ ہے جو لالہ مرلی دھر صاحب نے بمقام ہشیارپور حضرت مسیح موعود سے کیا۔ اور اس مباحثہ کی ابتدا خود انہوں نے کی۔ آپ حضرت مسیح موعود کو جا کر اس مباحثہ کیلئے آمادہ کیا۔ اگر وہ آمادہ نہ کرتے اور خواہ نہ خواہ شور نہ مچاتے تو اس مباحثہ کی ضرورت نہ تھی جبکہ پنڈت رام بھجدت صاحب واقعات کو ایسے غلط پیرایہ میں بیان کرتے نہیں ڈرتے۔ تو پھر اگر وہ آریہ سماج پر سے اشتعال انگیز پالیسی کا الزام آریہ مندر میں اٹھا دیں اور ان کے دوست سن کر خوش ہو جائیں تو تعجب کیا ہے۔

پنڈت رام بھجدت صاحب نے تقریری مباحثوں کے ضمن میں قادیان کا بھی ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ اور افسوس ہے وہ بھی غلط یا تو استعداد زمانہ کی وجہ سے انہیں یاد نہیں رہا۔ یا سرمہ چشم آریہ کی طرح انہوں نے اس کو بھی ناواقفی سے ایسا بیان کر دیا۔

آپ لکھتے ہیں کہ ایڈیٹر الحکم نے انہیں گالیوں سے بھرا ہوا تحفہ دیا۔

"کیا مدعو کنندگان کو ساتھ میزبان یہی سلوک کیا کرتے ہیں"

پنڈت رام بھجدت صاحب ذاتی طور پر میری کرم فرما ہیں مگر افسوس ہے کہ انہیں جوش میں اتنا بھی یاد نہیں رہا۔ کہ انہیں مرزا صاحب نے وہاں نہ بلایا تھا۔ اگرچہ مدعو کنندگان سے انکی مراد صرف "مدعو شدگان" ہے اور میں انکی قابلیت پر نکتہ چینی کرنی نہیں چاہتا۔ تاہم یہ امر واقعہ کے خلاف ہے کہ انہیں مرزا صاحب نے مدعو کیا ہو؟ بلکہ انہوں نے خود گلا پھاڑ پھاڑ کر مرزا صاحب کو پکارا کہ آؤ مباحثہ کرو اور اب فیصلہ کرو۔ اس جلسہ کی پروسیڈنگ رنجی رام نام ایک ہیڈ کنسٹیبل نے جو ان کے مکان کے قریب ہی ٹھیرا ہوا تھا۔ لکھی تھی۔ اس پتہ لگ سکتا ہے کہ آریہ سماج چیلنج پر چیلنج دے رہا تھا ہمیں چونکہ فساد کا اندیشہ تھا۔ اور اس قسم کی مذہبی قمار بازیوں سے کوئی فایدہ نہیں ہوتا۔ ان تمام اشتہاروں اور چیلنجوں کے جواب میں نہایت سرعت کے ساتھ ایک کتاب

نسیم دعوت

لکھی گئی اسکا مضمون بتا رہا ہے کہ وہ کن گندے اشتہاروں کا جواب ہے۔ وہ کتاب جوابًا لکھی گئی ہے۔ اور پھر نہایت نرم متین۔ اور معقول پیرایہ میں۔ کاش ہمارے دوست سمجھیں وہ بجائے اس کے دوسروں کو مطعون کریں کیوں

وہ اپنی اصلاح نہیں کرتے غرض پنڈت صاحب کا یہ طرز ترحم افترام کا الزام کو ثابت کرنیوالا ہے۔

عذر نامعقول ثابت میکند الزام را

آئندہ اس مضمون کو اگر کہول کر بیان کرنے کی ضرورت پڑی تو انشاء اللہ پھر لکھیں گے۔ مگر مجھے امید ہے کہ پنڈت رام بھجدت ایسی طبیعت کا انسان اپنی غلطیوں کے اعتراف میں کشادہ پیشانی سے آگے بڑھے گا"

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

مُراد آباد میں مؤتمر الانصار متعلقہ جمعیۃ الانصار مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند کا

پہلا اجلاس

مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند کے قدیم تعلیم یافتہ اور انکی ہم خیال اہل علم کی انجمن جمعیۃ الانصار نے علمی اور مذہبی معاملات میں عمومًا اور مدارس و مساجد کے متعلق خصوصًا اہل علم و صلحا کی عام رائے حاصل کرنیکیلئے ایک بنام مؤتمر الانصار (جسکا اجلاس سال میں ایکبار کسی مناسب مقام پر ہوا کریگا) قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے اعلان ہو چکا ہے۔ یہ جلسہ اہل مراد آباد کے ایک باحمیت جماعت کی دعوت پر اس سال بتاریخ ۱۵-۱۶-۱۷- ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ - مطابق ۱۵-۱۶-۱۷- اپریل ۱۹۱۱ء مراد آباد میں منعقد ہوگا۔ اس اجلاس میں ایسے مدارس اسلامیہ جنکا باہمی ارتباط جمعیۃ کی کوشش سے یکساں ممکن ہے ان کے ایک مرکز پر جمع ہونے اور متفقہ سعی سے اہل اسلام کے ہر حلقہ کو (جدید تعلیم یافتہ ہوں یا اہل دیہات) ضروریات مذہبی کے پابند بنانے کے متعلق مختلف حیثیات سے بحث ہو گی۔ اور علاوہ نامور اہل علم کے مواعظ اور اردو عربی نظموں اور تقریروں کی حقیقت اسلام اشاعت اسلام۔ وحی اور الہام۔ عقل و نقل۔ تعدد ازدواج۔ جزا و سزا کے متعلق مضامین سنائے جائینگے امور مذکورہ کے متعلق جن حضرات کو کوئی تجویز یا تحریر پیش کرنیکا ارادہ ہو انکی خدمت میں نہایت ادب سے گزارش ہے کہ یکم اپریل تک دفتر جمعیۃ میں بھیجدیں تاکہ جلسہ انتظامیہ سے منظوری حاصل کر کے وقت دیا جا سکے۔ اور بغیر اس پابندی کے اجازت نہ ملنے پر ملال نہ فرمائیں۔ جمعیۃ کی رائے بلحاظ مصالح عدیدہ یہی ہے کہ شرکاء جلسہ اپنے قیام و طعام کا خود انتظام کریں۔ لیکن استقبالیہ کمیٹی نہایت شدت سے اصرار کر رہی تھی۔ کہ تمام مہمانوں کے مصارف اپنی ذمہ لیں بالآخر ان کی پاس خاطر بالخصوص اہل علم کی دعوت قبول کرینگی۔ عام شرکا کے لئے مکان کا انتظام مفت ہوگا اور قیام گاہ کے متصل ہر قسم کی ضروریات بہم پہنچانیکیلئے بہت اچھی دکانیں ہوں گی۔ بعض دکاندار چار آنہ فی وقت پر نہایت عمدہ کھانا پہنچانیکے ذمہ دار ہیں۔ مناسب ہے کہ تشریف لانیوالے حضرات اپنی تشریف آوری سے یکم اپریل تک جناب منشی فضل حسین صاحب ناظم مجلس استقبالیہ ایڈیٹر ضیاء الاسلام مراد آباد کو مطلع فرمائیں

اس جلسہ کو مناظرہ یا مخالفت سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور گورنمنٹ کی وفاداری کے نتایج حسنہ سے عوام کو مطلع کرنیکا اچھا ذریعہ ہوگا الحمد للہ کہ مؤتمر الانصار کی صدارت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی مدظلہ نے قبول فرمائی ہے۔ جناب قاضی شوکت حسین صاحب رئیس مراد آباد کا صدر (پریزیڈنٹ) مجلس استقبالیہ ہونا انتظام کے اطمینان دلانیکے لیے کافی ہے۔ امید ہے کہ ہر طبقہ کے اہل اسلام مغتنم موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیں گے۔ اور اس متبرک جلسہ میں شریک ہو کر سعادت دارین حاصل فرمائیں گے

تجاویز

جن پر مؤتمر الانصار مراد آباد میں خصوصیت سے بحث ہو گی

(۱) انگریزی مدارس (گورنمنٹ اسکول اور کالج) میں مسلمان طلبا کی مذہبی تعلیم اور ان کے دار الاقامہ (بورڈنگ ہاؤس) میں مسلمان طلبا کی مذہبی تربیت کیلئے جمعیۃ الانصار کے (جو مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند کے انصار (ارکان و اعوان) وقف ہوں اور ان کی ضروریات کی جمعیۃ کفیل ہو

(۲) ہر انگریزی مدارس (اسکول و کالج) میں کم از کم ۷۵ فی صدی طلبہ جن کی دوسری زبان (سکنڈ لنگویج) عربی ہو ان کے لئے جمعیۃ الامتحانی وظایف جاری کرے۔ اور انتظام میں سہولت پیدا کرنے کیلئے لایق استاد بہم پہنچائے۔

(۳) ایسے منتہی (گریجویٹ یا انڈر گریجویٹ) طلبہ جنکی دوسری زبان (سیکنڈ لنگویج) عربی ہو اُن کے لئے مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند میں تعلیم دینیات کا خاص انتظام ہو۔ اور جمعیۃ [illegible] للعہ ماہوار کے وظایف جاری کرے۔

(۴) جمعیۃ مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند میں دو سال کیلئے ایک ایسی جماعت کھولے۔ جو قرآن شریف پر مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب دے سکے۔ اور جسقدر تالیفات اس وقت تک اس باب میں لکھی جا چکی ہیں۔ انکی زیر مطالعہ رکھے لئے اسکے لئے [illegible] سے [illegible] تک وظیفہ دیا جاوے۔

(۵) مساجد کے انتظام میں جہاں کہیں ضرورت ہو اور وہاں کے مسلمان جمعیۃ سے خواہش کریں تو جمعیۃ انکیلئے لایق عالم امامت و وعظ کے بہم پہنچائے۔

(۶) جمعیۃ اپنے اراکین و معاونین سے امید کرتی ہے کہ قرآن شریف احادیث کتب کی طبع و تجارت میں مسلمانوں کو غیر قوموں کا محتاج نہ رہنے دیں گے۔

(۷) جمعیۃ ایسے چھوٹے چھوٹے رسایل بکثرت مفت شایع کرے گی۔ جسمیں عقاید اسلامیہ کی تعلیم آریہ کے جوابات گورنمنٹ کی وفاداری کی ہدایات ہونگی۔ فقط

خاکسار حبیب اللہ عفی عنہ ناظم جمعیۃ الانصار

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب مالک ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا۔

شرح قیمت چندہ سالانہ پیشگی لیجائیگی
الحکم
نمبر ۱۳ - جلد ۱۵
(قادیان دارالامان)
ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی
قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ - تاریخ کو شائع ہوتا ہے
عمدہ یونانی اور ویدک ادویات
ہندوستانی دواخانہ کی کافی شہرت ہو چکی ہے اور اسنے قلیل عرصہ میں معتد بہ اعتبار اور وقار حاصل کر لیا ہے نہ صرف عوام بلکہ خواص یہانتک کہ طبیب اسی دواخانہ کی ادویات کو برتتے ہیں
اس دواخانہ کی عظیم کامیابی کا راز محض اخلاص اور صداقت ہے
جو ادویات اس کارخانہ میں بنتی ہیں وہ ہماری طب کی بہتریں ادویات ہیں صدہا سال سے ان کی خوبیوں کے اظہار کا سلسلہ جاری ہے آج بھی ہر ایک آزمائش پر اپنا اصلی اثر دکھاتی ہیں
کیونکہ ہندوستانی دواخانہ میں جو ادویات بنائی جاتی ہیں -
اصلی اور پورے انتظام سے دواسازی اس میں پورا اہتمام ہے - اصلی اجزا خواہ قیمتی ہو خواہ سستے ہوں ڈالنے پر بھی قیمتیں وہی لیجاتی ہیں - کیونکہ
یہ دواخانہ شخصی اغراض سے علیحدہ ہے اور اسکی آمدنی مدرسہ طبیہ وشفاخانہ کو دی جاتی ہے
اس دواخانہ میں تمام امراض کی ایک سے ایک اعلے اور مفید دوائیں بنتی ہیں
اس دواخانہ کے جناب حاذق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خانصاحب رئیس اعظم دہلی سرپرست ہیں
اور انہوں نے اپنے اور اپنے زندہ جاوید بزرگوں کی بعض خاص خاص مجرب دوائیں لوجہ اللہ اس دواخانہ کو دی ہیں -
نوٹ جن پر اثر اور مفید تر ادویات کے سبب اس دواخانہ نے شہرت حاصل ہوئی ہے وہ صرف اسی دواخانہ سے مل سکتی ہیں - اور کسی جگہ اس دواخانہ کی کوئی شاخ نہیں -
فہرست ادویات درخواست کرنے پر مفت
(خط کا پتہ) :- بالکل یہی الفاظ لکھیئے :- مینیجر ہندوستانی دواخانہ دہلی
(تار کا پتہ) ہندلیبسنر دہلی

گذشتہ تین ہفتے

مجھکو اوائل اپریل میں قادیان سے باہر جانا پڑا اور میری اس سفر سے غرض کے لئے ان تجاویز کو زیر عمل لانے کی کوشش تھی جو اس کی اعانت کے لئے مفید ہو سکتی ہیں اس لئے کہ الحکم کو جاری رکھنے کے لئے میں حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے حضور بیعت کر چکا ہوں۔ اور میرا فرض ہے کہ جہاں تک میرے امکان میں ہے۔ میں اس کی اصلاح کی فکر کروں۔ ناظرین الحکم اس بات سے بے خبر نہیں کہ جب مشین پریس جاری کیا گیا تھا۔ اس کی وجہ سے کارخانہ کو ایک کثیر نقصان اٹھانا پڑا جس کی تلافی اس وقت تک نہیں ہوئی۔ اس میں کلام نہیں کہ بعض احباب نے میری حوصلہ افزائی اور ہمت بڑھانے میں ہر طرح کوشش کی۔ مگر اسباب کے سلسلہ میں جو کام سب کے کرنے کا ہو۔ وہ ایک دو سے نہیں ہو سکتا۔ ہاں میں شرح صدر سے اس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے جہاں مجھ سے الحکم سے الگ نہ ہونے کا عہد لیا۔ وہاں الحکم کی اعانت میں واجب التعلیہ حصہ لیا۔

صرف آپ کی خلافت کا عہد الحکم کی زندگی میں ایسا دور ہے کہ آپ نے متعدد مرتبہ اس کی مدد نقد روپیہ سے کی۔ پھر الحکم کے ذمہ کی بعض مطالبات کو ایسے طور پر ادا کر دیا کہ مجھے خبر بھی نہیں ہوئی اور ایک عرصہ بعد جا کر پتہ لگا۔ ایک ہمارے احباب ہیں۔ جو اس قسم کی نکتہ چینی کرتے ہیں۔ کہ الحکم فلاں مطالبہ کے نیچے ہے۔ اور فلاں ذمہ داری کا جوابدہ ہے۔ اور ایک ہمارا امام ہے۔ کہ اسے علم ہوتا ہے۔ کہ ایک مطالبہ الحکم کے ذمہ ہے وہ اپنی مقدرت میں پاتا ہے۔ کہ اسے ادا کر دے۔ قبل اس کے کہ مجھے ان سے اس کے متعلق کچھ کہنے کا موقع ملے وہ خود اسے ادا کرتا ہے۔ اور مجھے اطلاع بھی نہیں دیتا۔

یہ ذکر تو ذوق سخن اور جوش شکر گذاری نے درمیان میں لا ڈالا۔ میری غیر حاضری میں الحکم کا بند رہنا اس وجہ سے ضروری تھا کہ آجکل پریس ایکٹ کی وجہ سے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ بلکہ اس پلیگ اور فصل ربیع کی کٹائی کا اضافہ ہو گیا۔ کارخانہ الحکم کا ایک پریس مین بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ اور مزدور کٹائی فصل میں مصروف ہو گئے یہ اسباب مل کر اتنے دنوں تک الحکم کے بند رہنے کا موجب ہوئے اس اثناء میں بہی خواہان الحکم نے حسب معمول تردد کے خطوط لکھے اور چونکہ میں دفتر سے غیر حاضر تھا۔ اس لئے ان کے جواب پہنچنے پر انہیں اور بھی حیرت ہوئی۔ میں نے اپنے سفر سے ایک عام اطلاع پرچہ میں شائع ہونے کے واسطے بھیجی تھی مگر وہ معلوم نہیں کیوں چھپ نہیں سکی بعض لوگوں نے اس تعویق کے متعلق عجیب افواہ اڑائی جو میں نے لاہور میں جا کر سنی جبکہ بعض آدمیوں نے خود مجھ سے دریافت کیا۔ اور وہ افواہ یہ تھی۔ کہ اخبار الحکم کا پچھلا نمبر حضرت خلیفۃ المسیح رض نے جلوا دیا ہے۔ اور ایڈیٹر الحکم بھاگ گیا ہے۔ میں اس خبر کو سن کر اتنا حیران ہوا کہ میری زندگی میں یہ پہلا موقعہ تھا۔ اس لئے کہ اخبار خود میں نے شائع کیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح رض نے ایسا کوئی حکم کبھی دیا ہی نہیں تھا۔ پھر یہ گپ کیوں اڑائی گئی۔ میں ایسے لوگوں کو نہایت درد دل سے کہتا ہوں کہ ایسی باتوں سے کچھ حاصل نہیں۔ وہ ایسے مشغلہ کو ترک کر دیں۔ الحکم کا ایڈیٹر خدا کے فضل سے کسی بات کو چھپانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ وہ تو اس بات کا موید ہے۔ کہ واقعات کو تاریکی میں نہ رکھا جاوے اور نہ کوئی اصول اتفاق سے انہیں پھیلانے کی کوشش کی جاوے۔ حضرت خلیفۃ المسیح رض اگر ایسا حکم دیتے۔ تو وہ بڑی خوشی سے بحمد للہ اس پر عمل کرتا۔ اور اس کا اعلان کر دیتا۔ اس لئے کہ حضرت کے ارشادات ہمارے لئے نعمت غیر مترقبہ اور آپ کی ہدایات ہمارے لئے موجب سعادت ہیں۔

بدبخت ہے وہ انسان جو آپ کی نصیحت کو سن کر برا منائے ایسا شفیق ناصح صدیوں کے بعد بھی پیدا ہونا ممکن نہیں اور میں تو اپنے آپ کو مریض یقین کرتا ہوں اور اس کے دست شفا کا محتاج اپنے آپ کو پاتا ہوں۔ میں آپ رض کے کلمات طیبات کی اشاعت کا شوقین ہوں۔ پھر اگر ایسی بات ہوتی۔ تو وہ سب سے پہلے الحکم ہی میں نکلتی۔ ایسے مفتریوں کو جو حضرت خلیفۃ المسیح رض پر افترا کرتے ہیں۔ توبہ کرنی چاہئے۔ ایسی باتوں سے الحکم کو انشاء اللہ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو اپنا بازو قرار دیا ہے۔ اب جو چاہتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت کا بازو ٹوٹ جاوے۔ وہ زور آزمائی کرے مگر خدا سے ڈرے۔ ایسی افواہوں سے میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔

کیا ایسی افواہوں کے مرتکب جرأت کر سکتے ہیں۔ کہ وہ علانیہ اپنی غلطی کا اقرار کریں؟ واقعات اس کا جواب دینگے۔

پس میں ناظرین کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ وہ ہمیشہ کے لئے جب تک کہ ان کا الحکم سے تعلق ہے۔ یاد رکھیں۔ کہ الحکم یا ایڈیٹر الحکم کے متعلق اگر کوئی افواہ پھیلائی جاوے۔ تو وہ مجھ سے براہ راست دریافت کرلیں۔ اور ایسے آدمی کی تحریر حاصل کریں تاکہ میں اسے حضرت امام کے حضور پیش کر سکوں۔ الحکم کی اشاعت میں اگر کبھی کوئی روک ہو۔ تو وہ ان اسباب کے ماتحت ہوگی۔ جو میرے اختیار اور مقدرت سے باہر ہوں۔ الحکم اپنی کسی غلطی کے اظہار میں خدا ہی کے فضل و کرم سے شرم نہیں کریگا۔ اور نہ کسی ایسے امر میں جو اس کی سمجھ میں حضرت مسیح موعود یا آپ کے جانشین کے صریح ارشادات اور ہدایات کے خلاف ہو۔ اس پہلو کو لینے کا حوصلہ کر سکتا ہے۔ جو سلسلہ کے اغراض کے منافی ہو۔ وہ خدا تعالی سے حق کی اشاعت اور تائید کی توفیق چاہتا ہے۔ اور اسی کے لئے ناظرین سے دعا کی درخواست کرتا ہے۔ یہ سطور مجھے محض غلط فہمی کے رفع کرنے کے لئے لکھنی پڑی ہیں ورنہ

یعلم اللہ کہ بکس نیست غبارے ما

ایوانِ خلافت

اللہ تعالی کے فضل و کرم سے حضرت امام ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت قابل شکر گزاری ہے۔ اللہ تعالی نے یہ ایک عجیب نشان ہمیں دکھایا ہے۔

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

احمدی قوم نے اس مرد خدا کی اس بیماری میں بہت سے نشانات کا مطالعہ کیا۔ اول تو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ جو حضرت کے گھوڑے سے گرنے کے متعلق کی گئی تھی۔ پھر بعض اور بھی نشانات پورے ہوئے جن میں سے ایک مرتد ڈاکٹر کی پیشگوئی کے خطرہ کا دور کرنا بھی تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ جو خطرہ شیطانی کسی کے لئے موجب ٹھوکر ہو سکتا تھا حضرت خلیفۃ المسیح رض کے مقابلہ میں پیشگوئی کے کاذب **دجال** کا نامراد رہنا اس امر کی دلیل ٹھہرا کہ اسے خدا تعالی سے کوئی تعلق نہیں۔

پھر اس علالت نے احمدی قوم کے مستقبل پر خود حضرت خلیفۃ المسیح رض کو اندر ہی اندر غور کرنے کا عجیب موقعہ دیا۔ اور آپ کو دعاؤں کے لئے مخصوص کر لیا۔ اس پانچ ماہ کے عرصہ میں جسقدر دعائیں آپ نے کی ہیں۔ میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ پہلے ایسا موقعہ نہیں ملا ہوگا۔ ہر سانس آپ کا دعاؤں کے ساتھ آتا جاتا تھا۔

اللہ تعالی پر ایمان بڑھانے کے لئے ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ ان کی تفصیل بہت وقت چاہتی ہے۔ خدا کرے کہ وہ لوگ جنہیں اس علالت میں آپ کے پاس کثرت سے رہنے کا اتفاق ہوا ہے وہ ان تمام واقعات کو قلمبند کریں۔

ایام علالت میں آپ تبلیغ حق کے لئے بہت حریص رہے اور تمام ایسے اوقات میں جبکہ آپ کی حالت نازک سمجھی جاتی رہی۔ آپ نے بار بار فرمایا

کہ مجھے اپنے مولی پر بڑی امیدیں ہیں۔

صدقات اور خیرات کی کثرت سے آپ نے دکھایا کہ امراض اور مشکلات میں صدقات کی طرف توجہ کرنا فضل رب کو جذب کرتا ہے۔ اپنی بیماری میں آپ نے باوجود تکلیف و تقاضائے سن کبھی بھی کسل سے کام نہیں لیا۔ اور طبعی ضرورتوں کے لئے خود بڑی جرأت اور حوصلہ سے اٹھتے رہے اب جبکہ آپ کی طبیعت بہت درست ہو چکی ہے اور زخم بہت ہی کم باقی ہے۔ آپ نے اپنے وقت کو

درس تدریس کی نذر کر دیا

اور عرصہ سے بخاری شریف کا درس شروع ہے اور خدا کا شکر ہے۔ کہ شیخ محمد تیمور صاحب ایم۔ اے اسے ختم کر چکے۔ مجھے گذشتہ تین ہفتہ آپ کی صحبت سے الگ رہنے کا اتفاق ہوا۔ اور اس اثنا کے اُن واقعات کو (جو ہمارے لئے رشد اور ہدایت کا موجب ہو سکتے ہیں) میں درج نہ کر سکنے کی وجہ سے افسوس کرتا ہوں۔

اور اب جو مجھے معلوم ہوا۔ اسے دوسروں تک پہنچانے کی توفیق پاتا ہوں

خضر کی تحقیقات

۱۲ اپریل ۱۹۱۱ء کو جس دن کہ میں قادیان سے باہر جاتا ہوں۔ بٹالہ کے ایک منصف صاحب اور ایک مختار عدالت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مختار صاحب نے

آپ سے دریافت کیا کہ خضر کیا ہے؟

فرمایا - جب کوئی قوم حق سے دور جا پڑتی ہے اور اس طرح پردہ گرجاتی ہے - تو اُس کے عقائد میں فرق آتا ہے - پھر اس کا اثر اعمال پر پڑتا ہے - اور رفتہ رفتہ حوصلے پست اور ہمتیں کمزور ہو جاتی ہیں وہ روحانی ترقیوں سے ہی نہیں رُکتی - بلکہ دُنیوی رنگ میں بھی پستی کی طرف چلی جاتی ہے - چونکہ میں اس بات پر سچے دل سے یقین رکھتا ہوں اور یہ میرا ہی نہیں تمام راستبازوں کا تجربہ ہے کہ تمام ترقیات کی جڑ

سچے عقائد اور اعمال صالحہ ہیں -

اس حالت تنزل میں اس کی علمی اور عملی کمزوریاں عجیب عجیب ایجادیں کراتی ہیں - آجکل مسلمانوں کی حالت بہت گر گئی ہے - اس لئے کہ ان میں خدا تعالیٰ کی کتاب کی عظمت اور اس پر عمل کرنے کا جوش نہیں رہا - اور وہ خدا کی کتاب کو ترک کرکے خود ہر طرف سے گر رہی ہے - اس واسطے اس پستی کے دور میں ایسی تحقیقات کی طرف متوجہ ہو چلی ہے - جو اس کے اعمال پر مؤثر نہیں - مثلاً کہتے ہیں کہ آدم کو پیدا ہوئے کتنا عرصہ گذرا - اس کے ہاں دن کے پہلے حصہ میں لڑکی اور دوسرے میں لڑکا پیدا ہوتا تھا تو ان کے نکاح کیونکر ہوتے تھے - لیکن اگر غور کیا جاوے اور آپ بھی فکر کریں کہ کیا ان تحقیقاتوں سے کوئی روحانی ترقی یا اصلاح نفس وابستہ ہے - یا یہ کوئی علمی ترقی کا ذریعہ ہے - عملی رنگ میں اگر دیکھیں تو شریعت ہی اور ہو رہی ہے ایسے وظائف اور اوراد لوگوں نے تجویز کر لئے ہیں - کہ خدا تعالیٰ کی کتاب ہی چھوٹ گئی ہے - اس قسم کی بحثوں اور تحقیقاتوں میں سے خضر کی بحث ہے -

میں آپ کو اس کے متعلق اپنی تحقیقات ابھی بتاؤں گا جس پر خدا کے فضل سے میں ایمان رکھتا ہوں - مگر میرا کام چونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے - اس لئے میں نے اس درد دل کا اظہار آپ سے کیا ہے - جو مسلمانوں کی حالت کو دیکھکر دل میں پیدا ہوتا ہے اور آپ کو اس واسطے سُنا دیا ہے - کہ شائد کسی کو نفع پہنچے -

صرف خضر ہی کی بحث نہیں - بلکہ ہمارے ہاں تو تین بزرگ ایسے ہیں ایک خضر دریاؤں کے اور الیاس جنگلوں کے اور جھنڈا باتنی مشہور ہے اور ان تینوں کو زندہ سمجھا جاتا ہے - جن بحثوں کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے - اسی سلسلہ میں اصحاب کہف کے کتے کی بھی ایک بحث ہے - کہ وہ نر تھا یا مادہ اس کا رنگ کیا تھا - اور ایسا ہی بنی اسرائیل کی گائے کی بحث ہے - غرض اس قسم کی بحثیں قوم کی پست ہمتی اور حقائق سے دوری کا ثبوت ہیں - قوم کے ادبار کے وقت ایسی ہی حالت ہوتی ہے ہر کام میں سُست بات کریں گے - **دولت ہوگی تو شراب خواری** اور عیاشی کریں گے - حکومت ملیگی - تو ظلم اور سختی کے علاوہ رشوتیں لیں گے [illegible] حقوق کریں گے - یہ امراض ہیں - جو قوم میں سو وقت بھی پیدا ہوں [illegible] میں آپ کے سوال کا جواب دیتا ہوں -

خضر لفظ قرآن مجید میں نہیں ہے اور نہ یہ نام آیا ہے - نہ احادیث صحیحہ میں ذکر ہے - ہاں بطور کہانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ خضر کا نام لیتے ہیں - اب خضر کی وسعت دیکھو - کہ فضل شاہ میرا لالا بھی [illegible] خضر نے میرے منہ میں اپنا لب ڈالا ہے - نور احمد کاتب کے خط کا نام خضری خط ہے -

اولیاء کرام کی کتابوں میں خضر [illegible] کا ذکر آیا ہے - اب سوال ہوتا ہے کہ خضر کیا چیز ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ ایک نبی کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ایک ولی کا نام ہے - صوفی کہتے ہیں کہ جس کے ذریعہ ہدایت ملی وہ خضر ہے - چنانچہ ایک شعر آپ نے بھی سُنا ہوگا کہ

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

یہاں ہر ہادی کا نام خضر رکھا ہے - تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ کہا گیا ہے کہ خضر فرشتہ کا نام ہے - جیسے جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا خضر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا - کتب سابقہ میں معراجنامہ موسیٰ ایک کتاب ہے - اُس میں فرشتہ کا نام حضر لکھا ہے اور میری تحقیقات میں حضر ہی صحیح ہے اور اسی کو خضر بنا لیا - بعض علاقوں میں ح کو خ سے تلفظ کر لیتے ہیں - جیسے راولپنڈی کے ضلع میں حضر کے معنے جبرئیل کے ہیں - جو اللہ تعالیٰ کے حضور رہے - وہ ایک فرشتہ ہے خواہ وہ متمثل ہو کر نظر آوے یا کسی آدمی کے ذریعہ تحریک کردے - میری تحقیقات میں ایسی تحریک فرشتہ ہی کا کام ہے - چونکہ ہر ہادی اور رہبر اس کی تحریک سے کام کرتا ہے اس لئے وہ خضر کہلاتا ہے اور وہ تین طرح ملتا ہے یا تو متمثل ہو جاتا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ کلبی کی شکل میں دیکھا بعض کہتے ہیں کہ کوئی بزرگ جو ہدایت کا موجب ہوا تو اسے کہدیا کہ خضر ہے میرا ایک دوست تھا وہ کسی زمانہ میں فسق میں مبتلا تھا - ایک مرتبہ ضلع ہوشیارپور میں کسی ندی کے کنارے جا رہا تھا کہ ایک شخص ملا - اور اس نے یہ آیت پڑھی الم یان للذین آمنوا - الآیۃ - ایسی چوٹ دل پر لگی - کہ فوراً توبہ کر لی - اس کا یقین تھا کہ وہ خضر ہے غرض میرا یقین ہے - کہ وہ فرشتہ ہے یا اس کا متمثل اور رہبر کامل -

ریا کا علاج اور ملامتی فرقہ کی حقیقت

۲۸ راپریل ۱۹۱۱ء کو حضرت کی خدمت میں میرے ایک مخلص اور مکرم بھائی نے ایک عریضہ پیش کیا - جس میں اُنہوں نے ایک روحانی مرض کا علاج چاہا تھا - حضرت نے اس کے متعلق ایک مختصر سی تقریر فرمائی - آپ کی طبیعت میں بے حد جوش تھا - حضرت اس میرے مخلص بھائی سے خصوصاً محبت کرتے ہیں - اور اُس کی قدر آپ کے دل میں ہے - بوجہ اس اخلاص کے جو اس کو حضرت سے ہے - حضرت کے سر میں ضعف تھا - مگر کچھ ایسا جوش تھا کہ بہت کچھ اس مضمون پر کہنا چاہتے تھے اور اس جوش کو روک نہ سکتے تھے - اس لئے نہایت محبت سے فرمایا کہ آپ سب تشریف لیجائیں آپ کو دیکھ کر بہت تحریک بولنے کی ہوتی ہے اور وہ میرے لئے اس وقت مضر ہے - یہ آپ کے جوش **اصلاح** کا ایک نمونہ تھا - جو دیکھنے والے ہی دیکھ سکتے تھے - میرے مخدوم بھائی نے فائدہ عام کے لئے اجازت دی ہے - کہ میں اُن کے سوال اور آپ کے جواب کو شائع کر دوں - خدا کرے - اپنی اصلاح کے لئے ایسا جوش ہمارے اندر بھی پیدا ہو - اور ہم اپنی کمزوریاں حضرت امام کے حضور عرض کرنے میں کبھی شرم نہ کریں میں تو اسے اعلیٰ درجہ کی خوبی سمجھتا ہوں - ایڈیٹر

نامۂ مریض

گر تو دستگیر شوی اے خضر پے خجستہ کہ من
پیادہ میروم وہمرہان سوار انند

السلام علیک یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ وطیب صلاتہ وتائیداتہ وعونہ وصونہ - رات دن - صبح شام ہر وقت کی جلوت ہے - کوئی موقعہ خلوت کا مجھکو میسر نہیں ہے - اونچی جماعتوں کے سمجھدار بچوں میں رہتا ہوں جن کے لئے میرا نیک نمونہ اور میری عملی زندگی ہی زیادہ مفید اور اثر انداز ہو سکتی ہے - ایک کئی روز سے میں اپنی ایک کمزوری سے مطلع ہو کر سخت خلجان میں گرفتار ہوں سو وہ کمزوری یہ ہے - کہ میرے اعمال نیک کی کسی کو اطلاع ہوتی ہے تو اس سے میرے دل میں عجب ورِیا پیدا ہوتا ہے - یعنی میرا قلب دراصل ریا کے پلید مرض سے ماؤف ہے - اپنے اس مرض کی اطلاع پاکر مجھکو سخت کرب اور تکلیف ہے - کبھی جی چاہتا ہے کہ ملامتیہ فرقہ کے اعمال بجالاؤں - لیکن اس میں دوسروں کے ابتلا کا اندیشہ ہے - احیاء العلوم میں بھی ریا کا باب مطالعہ کیا - لیکن میں تو اسقدر کمزور ہوں - کہ اُس کے علاج پر بھی کاربند نہیں ہو سکتا - میری روح تحلیل ہوئی جاتی ہے - حضور کوئی علاج بھی بتائیں اور دعا بھی بہت فرمائیں - حضور سے یہ عرض کرنا بھی درحقیقت ریا سے خالی نہیں - لیکن اُمید ہے کہ اس طرح میرے درد کی دوا ہو جائیگی - انشاء اللہ تعالیٰ ؎

مرا شیشہ بر دوش و باران سنگ
نہ یارائے رفتن نہ جائے درنگ

حضرت کا جواب فرمایا بعض غلطیاں مسلمانوں میں ہیں - جو خدا تعالےٰ کے فضل سے دور ہو سکتی ہیں نادان فلاسفروں نے معیار صداقت پر کتابیں لکھی ہیں - مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے - اگر وہ کوئی ایسا معیار صداقت قائم کر دیتے - یا قائم ہو جاتا - تو پھر اختلاف اُٹھ جاتا - دو بھائی ہوتے ہیں - ایک ریاضی سے دلچسپی رکھتا ہے - دوسرا لٹریچر سے - میں نے ایک مرتبہ مولوی محمد علی سے کہا - کہ فلسفہ کا ایک مسئلہ بتاؤ - اُس نے کہا کہ مجھے دلچسپی نہیں - حالانکہ وہ ایم - اے ہیں -

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں - کہ مذہب کے معاملہ میں ایک شخص خود ایک پتھر کو تراشتا ہے اور باوجود اس کا خالق ہونے کے اس کے آگے سجدہ کرتا ہے - دوسرا درخت کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور تیسرا قبر کو معبود بنا لیتا ہے -

میں نے ایک رئیس کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ سے مٹی کا عضو تناسل بنا کر آپ ہی اس کی پوجا کرتا تھا - کیا یہ عقل و فکر کی بات ہو سکتی ہے غرض معیار صداقت قائم نہیں ہو سکتا - وہ معیار صرف خدا کا فضل ہے - اس پر ہی کام چلتا ہے - ملامتی فرقہ کے اعمال اختیار کرنے سے اصلاح کا خیال غلطی ہے - یہ فرقہ کم عقلی سے پیدا ہوا - اور شیطان کے پنجہ میں گرفتار رہے -

سب سے زیادہ ملامتی انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں ان سے بڑھکر ملامت کیا کسی کو ہوئی؟ کبھی ہمیں کسی امیر کو نہ فقیر کو - حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ ملامت ہوئی کہ ملک چھوڑنا پڑا - حضرت لوط اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو بھی ملک چھوڑنا پڑا اور اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع کو کسقدر ملامت ہوئی - اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صاحب کو جس قدر گالیاں دی گئی ہیں - کیا کسی تکئے کے فقیر کو بھی دی گئی ہیں - ایسے فقیر جو ملامتی بنتے ہیں - انہیں تو مجذوب کہدیتے ہیں اور وہ پھر اس قدر بڑھ جاتے ہیں - کہ شراب پیتے ہیں اور زنا کرتے ہیں -

اور لوگ کہدیتے ہیں کہ خلقت اندھی ہے۔

اصل فرقہ ملامتی انبیاء علیہم السلام اور ان کے اتباع کا ہے جسقدر انسان نیک ہوگا۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریگا اسیقدر ملامت بڑھ جائیگی اور خلقت دشمن ہو جائیگی اپنی تبلیغ میں جب تم کھول کر سلسلہ کا ذکر کروگے یا عیسیٰ کی خدائی اور بتوں کو خدا بنانے اور گورونانک کو اوتار قرار دئے جانے کی مخالفت کروگے۔ خواہ نخواہ ملامت ہوگی۔ اور لوگ دشمنی کرینگے حق گو سے بڑھ کر ملامتی کون ہوسکتا ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام کی مخالفت ہوئی اور ان کے خلاف خطرناک منصوبے ہوئے اور انہیں ایذائیں دی گئیں۔ یہاں تک کہ ترک وطن کرنا پڑا۔ یہ ملامت ہی کا نتیجہ تھا اور یہ ملامت خلاف شریعت افعال سے پیدا نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے سے

اندھی دُنیا نے ان کی مخالفت کی

مجھے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے محبت ہے ایک مرتبہ میں سیالکوٹ حضرت صاحب کے ساتھ گیا۔ لوگوں نے کہا کہ کچھ سناؤ میں نے یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد پر وعظ کیا شام ہوگئی لوگ چلے گئے ایک آدمی نے ایک شخص سے پوچھا کہ آج نورالدین نے کیا وعظ کیا اس نے کہا کہ یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ پر تقریر کی ہے۔ وہ بولا کہ نورالدین منافق ہے اس نے مرزا صاحب کا ذکر نہیں کیا لوگوں نے یہ بات مجھے پہنچائی میں نے کہا کہ میں تو نبی نہیں ہوں۔ اس نے ایسا کہا تو کیا ہوا ممکن ہے اس کے دوستوں نے ملامت کی ہوگی۔ وہاں تو سب احمدی تھے پھر اگر میں نے مرزا صاحب کا ذکر نہیں کیا تھا تو کس کے خوف سے مگر نہیں انبیاء علیہم السلام کے سچے اتباع ملامتی ہوتے ہیں۔ ان کی غرض لوگوں کو خوش کرنا اور اپنی تعریف سننا نہیں ہوتی۔ میں نے انہیں یہ بھی کہا کہ اسے یہ آیت سنا دو۔

اذا ذکر اللہ وحدہ الآیۃ و اذا ذکر الذین من دونہ الآیۃ

کیا مطلب کہ اگر جناب الٰہی کا ذکر کیا جاوے تو بعض بے ایمان دل برا مناتے ہیں کشمیر میں اگر واعظ شیخ ہمدانی اور سید عبدالقادر جیلانی کا ذکر نہ کریں تو لوگ دشمن ہو جاتے ہیں وہاں خطبہ میں بھی یہ ذکر لازمی ہے چشتی ہوں تو خواجہ معین الدین چشتی کا اور نقشبندیوں میں خواجہ نقشبند کا اور قادریوں میں عبدالقادر اور شیعہ میں امام حسینؓ کا ذکر ہو تو یہ لوگ خوش ہوتے مگر یہ خوشی تو اللہ کے سوا مخلوق کے ذکر سے ہوئی ایسے کو کہیں گے کہ یہ بڑا مومن ہے۔ ان کی عظمت اس کے دل میں ہے۔ مگر مومن حقیقی امر بالمعروف کرنا چاہتا ہے۔ اس کے دل میں محض خدا تعالیٰ کی عظمت ہوتی ہے غرض ملامتی اس کو نہیں کہتے جو ننگ دھڑنگ پھرے نبیوں کی اتباع کئے جاؤ۔ اسی کی ضرورت ہے سادہ نبی کی اتباع ہی کا حکم ہے۔ رہی ریا اس کے متعلق میں تمہیں دو فقیروں کا واقعہ سناتا ہوں جن کو میری آنکھوں نے دیکھا ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو بھی ریا آتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ کیا ان جانوروں بیلوں اور گھوڑوں کے سامنے نماز پڑھتے ہوئے تمہیں ریا آتی ہے اس نے کہا نہیں پھر انہوں نے کہا کہ ہماری نماز کے وقت لوگوں کی حقیقت بیلوں سے زیادہ نہیں تو ہمیں ریا کیوں آئے؟

ایک سرکاری حکم ہے مثلاً یہ کہ نماز پڑھو پس تمہارا کام یہ ہے کہ اسکی تعمیل کرو نفس کہتا ہے لوگ دیکھتے ہیں۔ بہت اچھا دیکھیں ہمیں اس سے کیا ہم نے صرف تعمیل ارشاد ربانی کرنی ہے۔ شیخ غزالی صاحب بڑا التحمد کرتے ہیں ان کی کتابوں کو دیکھا جاوے تو وہ بہت ڈراتے ہیں شیخ محی الدین ابن عربی ایسی امید دلاتے ہیں کہ بہشت میں ہی چلے جاتے ہے۔ قرآن مجید کو آپ پڑھیں اور اس پر عمل کریں اور تدبر کریں۔ اول وقت نماز پڑھنی چاہئے اور کبھی اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے کہ کوئی دیکھتا ہے یا کیا کہتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑھکر ملامتی انبیاء ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کچھ کہا گیا۔ کاہن۔ شاعر۔ مجنون۔ ساحر۔ یریدون ان یتفضل علیکم۔ پھر اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا حضرت صاحب کے حق میں لوگوں کے فتوے دیکھے اور سامنے ان کو کہتے سنا پھر اپنے حق میں گالیاں سنیں اور فتوے دیکھے مگر میں اس راہ کو مبارک سمجھتا ہوں کیونکہ یہ انبیاء کی اطاعت کی راہ ہے اور نبی کی اتباع میں سب سے بڑی ملامت ہے۔ برخلاف اس کے جو ملامتی آپ بنے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ پوجے گئے ہیں۔ میرے سامنے جب کوئی شخص نذر رکھتا ہے۔ تو میرا دل کانپ جاتا ہے کہ خدا جانے یہ مجھے کیا سمجھتا ہے۔ اس کو یہ خیال ہوگا۔ کہ خدا کے ایجنٹ بنے ہوئے ہیں اور یہاں یہ حال ہے کہ ۶ ماہ سے پڑے ہیں بوجہ بیماری کے معذور ہیں۔ مصرف نہیں دیا جا سکا۔ میرا خدا کھانے کے لئے تو عجیب طور سے بھیجوا تا ہے۔ یاغستان سے دو روپیہ کچھ آئے جو نہایت اطیب تھے اس نے بھجوا دیئے۔ مجھے سکھوں اور ہندوؤں نے بھی دیا۔ جن کو مجھ سے کچھ تعلق نہ تھا۔

ہمارے ایک بزرگ ہوئے ہیں۔ ان کے ایک بھائی شیخ محمد تھے۔ ان کی بی بی کا نام ام حبیبہ تھا۔ وہ اس قدر ذکر شغل میں بڑھیں۔ کہ انہوں نے ذکر الٰہی کے لئے نوافل کو چھوڑ دیا پھر اور ترقی کی تو سنت غیر موکدہ کو چھوڑا۔ پھر جو اور لذت بڑھی تو سنن موکدہ میں فرق آنے لگا۔ خاوند کو فکر ہوئی۔ کہ بیوی ترقی کر رہی ہے انہوں نے جو دریافت کیا تو کہا کہ ذکر الٰہی میں اس قدر ذوق شوق ہے کہ سنن اور نوافل نہیں پڑھتی میاں نے کہا کہ آپ لاحول کا بھی ذکر کریں۔ وہ لاحول پڑھنے لگی دیکھا کہ مصلے پر ہنومان آگیا ہے۔ تو بی بی صاحبہ نے اسے دھتکار دیا اور کہا کہ یہ کیوں؟ ہنومان نے کہا کہ یہاں تو ہمارا ہی دخل تھا۔ یہ اب کیا کرتوت شروع کردی۔ تم تو ہمارے قابو میں آگئی تھیں اتنے میں میاں بھی آگئے۔ اور انہوں نے پوچھا کہ کیا حال ہے تو کہا کہ اب تو نوافل اور سنن پڑھا کریں گے غرض یہ خوب یاد رکھو

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

ہمیں کافی دین مل گیا ہے۔ نفس ریا کرے کرنے دو ہم فرمانبرداری کرتے ہیں اسے کہدو کہ تو خود سزا پائیگا۔ ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ ہر شیطانی وسوسہ کا علاج لاحول ہے۔ ہم نے شیطان کو دیکھا ہے۔ اور اس کے بھگانے کا بھی تجربہ کیا ہے۔ نوردین کے پہلے صفحہ پر استغفر اللہ تین مرتبہ لکھا ہے اور لاحول تین مرتبہ۔ جب میں اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے نوردین لکھتا تھا تو میں نے دیکھا کہ ہندوؤں کے گھر میں میری شادی ہوئی ہے۔ وہ ساس کہتی ہے کہ آخری پوجا ایک مندر میں کراؤ۔ تو پھر لڑکی کو لے جاؤ۔ وہ مجھے ایک مندر میں لے گئے۔ وہاں دو بڑے بڑے بت تھے ان کے منہ جنوب کو ہیں میرا منہ شمال کی طرف ہے۔ مجھے ان کو سجدہ کرنے کو کہا۔ مگر مجھے یاد آگیا۔ کہ اسلام اور بت کو سجدہ میں نے بڑے زور سے استغفار شروع کیا۔ جب تیسری مرتبہ پڑھا۔ تو وہ بت دھڑام سے گر گیا۔ پھر دوسرے کی طرف توجہ کی۔ تو وہ استغفار سے نہیں گرا۔ میں نے سمجھا کہ یہ انسانی فعل ہے اس کیلئے زبردست ہتھیار چاہئے۔ اور وہ لاحول ہے۔ تیسری مرتبہ جب لاحول پڑھا۔ تو وہ بھی گر گیا اور بائیں طرف سے شیطان آیا۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کا بڑا چمٹا تھا۔ دونو ہاتھوں سے پکڑ کر میرے سر پر مارنا چاہا تو میں نے لاحول پڑھا اور وہ بھی بھاگ گیا۔ تو میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ شیطانی وساوس کے لئے **لاحول** زبردست ہتیار ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع بڑی بہادری ہے باقی سب نفس کے دھوکے ہیں۔ میں چاہوں تو اس مضمون پر کئی گھنٹے لیکچر دوں اور مشاہدات سناؤں۔ یہ سب کچھ اس کے فضل سے ہی ہوسکتا ہے۔ زیادہ لاحول پڑھو۔ شریعت کی پابندی کرو۔ محمد رسول اللہ نے بڑی تلوار ماری ہے۔

میں بڑے نبیوں کے علم جانتا ہوں۔ بائیبل تو نوک زبان ہو رہی ہے۔ ویدوں کو بھی بڑے عالموں سے سنا ہے۔ اور ژند وستا۔ گاتھ۔ دساتیر ہمارے گھر میں ہیں۔ ان کو پڑھا ہے اور خوب پڑھا ہے۔ جو کچھ بھی ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی ہے باقی سب اوٹ پٹانگ ہے اسے حوالہ بخدا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی دستگیریاں کی ہیں میرے لئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہی دلربا ہیں۔ اور کسی کی عظمت ہی نبی کریم صلعم کے مقابلہ میں سمجھ میں نہیں آتی۔

احمدی اور غیر احمدی کے سوال کا قطعی فیصلہ

الحکم کی گذشتہ اشاعتوں میں اس سوال پر بحث ہو چکی ہے۔ جو آجکل غیر احمدیوں کے متعلق پیدا ہوا ہے۔ میں نے لکھا تھا کہ حضرت صاحبزادہ بشیرالدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ الاحد نے اس پر ایک مبسوط مضمون لکھا ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ وہ مضمون اب حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے ارشاد اور تصویب کے ماتحت پبلک ہوتا ہے۔ بدر میں تو اسی ہفتہ شائع ہو جائیگا۔ الحکم کی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ تمام و کمال اسے چھاپ دیا جائیگا۔ تشحیذ میں بھی چھپ رہا ہے۔ با ایں اس کی کثرت سے اشاعت کی ضرورت ہے۔ اس مضمون کے بعد اس بحث کا انشاء اللہ خاتمہ ہو جائیگا اور ضرورت نہ رہیگی کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کی پوزیشن کے متعلق پھر سوال اٹھایا جاوے۔ اس سے ان فتوؤں کی حقیقت بھی کھل جائیگی جو احمدی قوم کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے شائع ہوئے ہیں اور جن سے ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ الحکم کی اسی اشاعت میں فرقہ ملامتی کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ جب کہ ہم ایک نبی کے متبع ہیں۔ تو کیا ضرورت ہے۔ کہ خواہ نخواہ لوگوں کی عام ہمدردی یا تعریف کو حاصل کرنے کے لئے اپنے عقائد کو صفائی سے بیان نہ کریں بہرحال حضرت صاحبزادہ صاحب کا مضمون قابل غور ہے۔

ایڈیٹر

علم فلسفہ

معیار الخیالات

اس عالمانہ کتاب کا مطالعہ کرنے سے ہی پتہ لگ سکتا ہے کہ فاضل مصنف نے مضامین میں مفصلہ ذیل مثلاً

روحانی سیر۔ خدا۔ فعل خالق۔ عبادت پرستش یعنی پوجا۔ خیرات۔ مذہب جیو آتما بمراد روح انسانی۔ تعلیم۔ دولت۔ عشق۔ ادب۔ دوستی۔ رحم۔ حمل میں آنے سے تا موت قواعد حفاظت جسم۔ نشہ بازی۔ استغراق۔ موت۔ حیات بعد موت کے اوپر کن عالمانہ دلایل سے بحث کی ہے۔ اور ہر ایک مذہب و ملت کے انسان کو کتاب ہذا کا مطالعہ کرنا کن کن معلومات کا ذخیرہ پیدا کرتا ہے۔

چونکہ فاضل مُصنف نے اس کتاب کو کئی ہزار کی لاگت سے باعلم سوسائٹی میں بالکل مفت بلکہ محصول ڈاک بھی اپنی طرف سے پاس کر کے تقسیم کیا ہے اس لئے نوٹس ہذا کا مطالعہ فرماتے ہی بذریعہ ڈاک کارڈ نہایت جلد اطلاع دیں۔ کیونکہ یہ رسالہ روزمرہ ہزار ہا کی تعداد میں معززین و عالمان کی خدمت میں روانہ ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اس لئے تاکہ جلدی ختم نہ ہو جاوے اور پھر جناب کے حکم کی تعمیل نہ ہو سکے۔ اور رسالہ پلیگ بھی چھپ گیا ہے جو کہ بغیر قیمت اسی رسالہ کے ہمراہ روانہ ہوگا۔

سکرٹری لائبریری رسالہ معیار الخیالات جگادھری ضلع انبالہ پنجاب

آریہ سماج اشتعال انگیز پالیسی کی بانی ہے

۱۸ تا ۱۷ مارچ ۱۹۱۱ء کے اخبار ہندوستان لاہور میں صفحہ پر شریمان پنڈت رام بھجدت صاحب بی۔ اے پلیڈر لاہور کی وہ تقریر درج ہوئی ہے۔ جو صاحب موصوف نے مقتول لیکھرام کی برسی کے دن آریہ سماج کے جلسہ میں کی تھی۔ چونکہ اس تقریر میں پنڈت صاحب مہاراج نے تعصب کی بنا پر حق و باطل کا خیال نہیں رکھا۔ اس لئے عوام کو غلط فہمی کے خطرناک مرض سے بال بال بچانے کے لئے ہمنے مناسب سمجھا کہ ذیل میں اسپر کسیقدر خامہ فرسائی یا ریویو کیا جاوے۔

وھو ھذا

سب سے پہلے جناب پنڈت صاحب نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ آریہ سماج ان بزرگوں کو جن کو سناتنی بھائی اوتار کی پدوی (خطاب) دیتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی اوتار اور دیوتا تو نہیں مانتی۔ لیکن بحیثیت بزرگ ضرور مانتی ہے۔ مثلاً رام چندر جی اور سری کرشن جی مہاراج کہ جن کو ہندو اوتار مانتے ہیں۔ اور اسی لئے جہاں کہیں ان بزرگوں کی ہتک ہوتی ہو یا کوئی بدزبان آدمی انپر گالیوں کی بوچھار کرتا ہو۔ تو آریہ سماج ان نظارہ کو دیکھکر چپ نہیں رہ سکتی۔

اس کے بعد "مسلمانوں کے پاک بننے کی کوشش" کے عنوان کے ذیل میں بعض مغلیہ خاندان کے آخری بادشا ہوں[1] کی عیش پسندی کے حالات کا ذکر اس نکتہ خیال کی بنا پر کیا ہے کہ جس سے معاذ اللہ اسلام کو ایسا نقصان پہونچا کہ جس کے باعث بعض مسلمانوں کو انگریزوں کے پورے طور پر تسلط نہ ہو جانے کے باوجود قومی اصلاح اور دین اسلام کو از سر نو زندہ کرنے کے خیال نے دوسرے مذاہب کی عیب جوئی اور خصوصاً ہندو دہرم پر بیجا حملے کر کے ہی اسلام کی ترقی پاکیزگی اور از سر نو زندگی کا جامہ پہنانا نظر آیا۔ چنانچہ بقول پنڈت صاحب مسلمانوں نے ہندو مذہب پر بے جا اللہ فحش حملے محض مذہبی اور اخلاقی ترقی کا ضروری حصہ سمجھکر کئے ہیں۔ حالانکہ یہ خیالات پنڈت صاحب کے واقعات حقہ مثبتہ کے سراسر خلاف ہیں۔ کیونکہ مقدس اسلام کو نہ کبھی اس صورت میں ترقی نصیب ہوئی ہے۔ اور نہ وہ اس قسم کی حرکات کو ترقی کا راہ قرار دیتا ہے۔ اور نہ مسلمان اس کے کبھی روادار ہو سکتے ہیں۔ ہاں عہدی راجوں مہاجوں کی زندگی کے کارناموں اگر غور کیا جاوے۔ اور انکی ہسٹریز کی ورق گردانی کیجائے۔ تو لامحالہ اس قسم کے نظارے پائے جاتے ہیں یعنے ان کی نکتہ خیالی میں مذہبی اور اخلاقی ترقی کا ضروری حصہ دوسروں پر فحش حملے کرنے کے سوا اور کچھ نہ تہا۔ چنانچہ اسی بنا پر مہاراج بھیشم پتامہ نے کاشی کے راجہ کی لڑکیوں کو زبردستی چھین کر اپنے بہائیوں کی بیویاں بنانے کے لئے اس پر حملہ کیا تہا (ملاحظہ ہو اردو مہابھارت صفحہ ۱۹ تا صفحہ ۲۵)۔ ایسے ہی راجہ پرتھی راج نے مہاراج جے چند جیسے غیور اور حیا مجسم پر فحش حملہ کر کے ان کی راج کماری سنجوگتا کو محل شاہی میں سے نکالکر اپنی عورت بنایا تہا۔ حالانکہ از روئے ہندو دہرم وہ اسپر مباح نہیں تھی۔ کیونکہ پرتھی راج صاحب جے چند مہاراج کے خالہ زاد بھائی ہونیکے باعث سنجوگتا کے چچا تھے جسکے ساتھ از روئے ہندو دہرم و عقائد سنجوگتا کا بیاہ نہیں ہو سکتا تہا غالباً مہاراج جے چند نے اسی باعث اس تعلق کو ناپسند فرمایا تہا۔ جسپر پرتھی راج صاحب نے فحش حملہ کو اپنی فلاح اور راکھش بیاہ کے آدرش عمل درآمد کرنیکا ذریعہ یقین کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ جناب پنڈت صاحب نے مسلمانوں پر فحش حملوں کا الزام لگانے سے پہلے اپنے مذہب کے گریبان میں منہ ڈالکر نہیں دیکھا اور نہ ویدکی راجوں مہاراجوں کی حرکتوں کی بھیانک تصویر کے پہلو کو سامنے رکھکر زبان شریف کو حرکت دینے کا حوصلہ کیا۔ ورنہ انپر علے وجہ البصیرت واضح ہو جاتا کہ فحش حملے کرنیکی تعلیم دینے والا یا مجوزہ ہندو دہرم ہو سکتا ہے جسنے راج رشیوں کو بھی ذیل کا اقرار کرنے پر دلیر کیا ہو کہ "عقلمندوں نے کہا ہے کہ جو شخص زبردستی لڑکی کو اوٹھا کر لیجاتا ہے اور مقابلہ کر نیوالوں کے خون سے اپنی تلوار کو رنگین کرتا ہے وہ لڑکی کی سب سے زیادہ قیمت ادا کرتا ہے"۔ (از راج رشی بھیشم تپا ملاحظہ ہو اردو مہابھارت صفحہ ۳۰)

پنڈت صاحب کا فرض تہا کہ وہ پہلے اپنی گہر کی بیخ اپنے دہرم کی پڑتال کرتے اور اگر اس میں ہزاروں نقص نظر نہ آتے۔ تو شوق سے دوسروں پر بے بنیاد حملے کرنے یا الزام لگانے کیلئے ٹوٹ جاتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ حالانکہ یہ انپر فرض تہا۔ اور کم سے کم سوامی دیانند جی مہاراج کے ارشادات تو زیر نظر رکھنے از حد ضروری تھے جنہوں نے ہندوؤں کے قابل قدر بزرگوں کی بجائے عزت قائم کرنے کے ان کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں کہ جسکو کوئی غیور قابل تعریف انصاف کو لحاظ سے قرار دیسکتا ہے نہیں بلکہ وہ شرح صدر سے اس امر کے آگے سر تسلیم خم کر سکتا ہے۔ کہ واقعی سوامی مہاراج نے ہندوؤں کے بزرگوں پر نہایت ظلم و ستم کی راہ سے فحش حملے کئے ہیں۔ مثلاً مہاتما بیاس جی جیسے پوتر انسان کی نسبت ذکر جنہوں نے محض ایشور کی پراپتی نقائی الہی ووصال الہی کیلئے) دنیا کا تیاگ کیا تہا۔ اور تحصیل علم کیطرح تارک سفر اختیار کیا تہا یہ بیان کرنا۔ کہ انہوں نے اپنی چھوٹی بیاہ جوں اور انکی باندی سے بغیر علانیہ نکاح یا پنر ودواہ کرنے کے تعلق پیدا کر کے اولاد پیدا کی تہی۔ ایسے ہی مہاراج پانڈو کی استریوں کنتی اور مادری کی نسبت قابل نفرت طریقہ سے اولاد پیدا کرنے کا ذکر کرنا واقعی تحقیق سے فحش حملے ہیں۔ جسکو کوئی شریف ہندو برداشت نہیں کر سکتا۔ (ملاحظہ ہو اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۳۹)

جب ہم پنڈت صاحب کے اس سراسر بے بنیاد خیال کیطرف توجہ کرتے ہیں کہ جو وہ سوامی صاحب کی کاروائیوں کو نظر انداز کر کے مسلمانوں پر لگاتے ہیں۔ تو ہم کو سخت تعجب ہوتا اور ماننا پڑتا ہے کہ واقعی دیانندی تعلیم حق و باطل کے پہچانے کے بالکل ناقابل کر دیتی ہے۔ ورنہ بات تو بالکل سہل اور آسان سی ہے کہ مسلمانوں نے جو کچھ ہندوؤں کی نسبت ان کتابوں میں لکھا ہے کہ جنکا ذکر پنڈت صاحب نے کیا ہے وہ دراصل انہیں خیالات کے متعلق ہے جنکا دیانندی صاحبان آئے دن کہنڈن کرتے ہیں۔ اور ان کو گپوڑے قرار دیکر قابل نفرت اور بائیکاٹ کرنے کے لایق بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ پنڈت صاحب نے خود اقرار کیا ہے کہ "آریہ سماج خود پرانوں کا کہنڈن کرتا ہے اور گپوڑوں کی تردید میں مسلمانوں عیسائیوں سے کم نہیں"۔ جب یہ بات ہے تو مسلمانوں کو ملزم گردانتا ہرگز درست نہیں۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کے متعلق اگر کچھ لکھا ہے تو محض اسی نکتہ خیال سے جس کو پنڈت صاحب اور سماجی تہاشے بائیکاٹ کے قابل بیان فرماتے ہیں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ جو امور پنڈت صاحب اور سماجی مہاشوں کے نکتہ خیال میں قابل نفرت ہوں اور وہ ان کا کہنڈن کرنا اپنا پرم دہرم یقین کرتے ہوں اس کو قابل نفرت قرار دینے کیلئے جد و جہد کرنا اشتعال انگیز مواد کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہ فحش حملوں کے ذیل میں ہی شمار ہو سکتا ہے۔ ہاں مہاراج پانڈو کی استریوں اور مہاتما بیاس جی کی نسبت ان کی پوزیشن اور حیثیت کے خلاف ذکر اذکار واقعی فحش حملے اور اشتعال انگیز تعلیم کے ذیل میں شمار ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ساتھ کسی شریف فطرت کا اتفاق کرنا امر محال ہے۔

اگر پنڈت جی مہاراج انصاف کو کام فرما کر غور کرتے۔ تو لامحالہ ان کو ماننا پڑتا۔ کہ بعض مسلمانوں نے پرانوں کے بے بنیاد اور خطرناک گپوڑوں کا جسقدر بھی کہنڈن کیا ہے۔ وہ دیانند صاحب اور دیانندی مہاشوں کیطرح ہرگز ہرگز اشتعال انگیز نہیں۔ ہاں جن ہندوؤں اور دیانندیوں نے پرانوں کے بے بنیاد گپوڑوں کی حمایت میں اسلامی معتقدات کے سراسر خلاف ہرزہ درائی کی ہے وہ واقعی اشتعال انگیز تعلیم کے ذیل میں بیان کرنیکے لایق ہے۔ اس لئے اگر کچھ مسلمانوں کو کرنا پڑا تو واقعی وہ ضروری تہا۔ ہماری تو سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ پنڈت صاحب نے باوجود اس اقرار کے صحیح کہ آریہ سماج مثل مسلمانوں اور عیسائیوں کے گپوڑوں کی تردید کرتی ہے۔ کیوں اندرمن جی کی ان تحریروں کی حمایت

---

[1] اس پر ہم مزید ار مضمون لکھنا چاہتے ہیں جس میں اس امر کا محققانہ اور تنقیدانہ پہلو کے لحاظ سے اظہار کیا جائیگا۔ (بفضل اللہ) کہ بعض مسلمان بادشاہوں کے اندر اسلام کی تعلیم کے خلاف امراض کن وجوہات سے موجود ہوسکے۔ منہ

حمایت کی [illegible] ہے ایک تو گپوڑوں کی حمایت میں شائع
کی ہیں۔ [illegible] اپنے بڑھاپے کے داغ سے بےخبر ہو کر دوسرے
کو نامحرم امر وہمی قرار دینے کیلئے نہایت شوخی اور شرارت
سے سیدھی باتوں پر سرزدر آئی کرکے خطرناک قرار دیا۔ اور
گندی گالیوں کی بوچھاڑ سے طوفان بےتمیزی برپا کیا تھا۔ پھر
اس سے زیادہ تعجب اس امر پر ہے کہ سوامی مہرشی نے ان امور
کی تائید کرنیوالی تحریریں کیں کہ جنکا خود بدولت کھنڈن کرتے رہے۔
مدد کرنیکے لئے اعلان کرکے ہزاروں [illegible] کے [illegible] باعث
ملال خاطر ہیں۔ بذریعہ اشتہارات دنگا و فساد بھی برپا ہوں
کیا سنت [illegible] اسلام کا بنیادی امر یہ محرک ہے کہ
جسکی تردید [illegible] اٹھایا جائے۔ اسکی تائید کرنیوالا محض
[illegible] رہا ہے کہ اس سے دوسری قوم کا مقابلہ
پڑ جائے؟ انصاف! انصاف!! انصاف!!!

یہ سچ ہے کہ منشی اندرمن کی مدد کرنا یا ان کی مدد کیلئے اعلان
کرنا ایسی صورت میں واقعی خطرناک اور سیاہ غلطی ہے۔
کہ جب آریہ سماج حقیقتاً گپوڑوں کا کھنڈن کرنے والی ہو لیکن
مشکل تو یہ ہے کہ شری یت پنڈت صاحب بہادر نے شدھ
چنتا ہے اس دستہ پر کلام نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ منہ آیا وہ بغیر
انصاف کرنے کے بیان فرمانے لگے۔ آریہ سماج کی اصل
پوزیشن کے اظہار کیلئے جہاں ستیارتھ پرکاش کافی سے
زیادہ ہے۔ وہاں اسکے اپدیشکوں اور لیکچراروں کی حرکتیں
بھی اس لئے اس کے خلاف بیان جتانے کے گلے پر اپنی چھری
پھیرنے کا کام ہے۔ ہم شریان پنڈت جی مہاراج کے اس
ارشاد کو سویکار کرنے کو تیار ہیں۔ کہ آریہ سماج ہندوؤں
کی حمایت کرتی ہے۔ اگر ہم کو اس بات کے خلاف پنڈت
صاحب اور سوامی صاحب اور دوسرے دیانندی مہاشے
ثبوت نہ دیں۔ تعجب کہ ایک طرف تو پنڈت صاحب
ہندوؤں کے مسلمہ اوتار کے مسئلہ کے سراسر خلاف آریہ سماج
کو تعلیم دینے کا اقرار کرتے ہیں۔ دوسری طرف ہندوؤں کے
مسلمہ علمائید۔ دیوی دیوتا اور مورتی پوجن کا کھنڈن والا
ظاہر کرتے ہیں۔ تیسری طرف انکی خاص کتابوں پرانوں
کو گپوڑوں کا ذخیرہ قرار دیتے ہیں۔ ہاں ان سب امور کی
تردید کرنا آریہ سماج کا پرم دھرم بیان فرماتے ہیں۔ تو پھر
کونسے وہ وجوہات ہیں کہ جس کے باعث آریہ سماج کو ہندوؤں
کی حمایت کرنے والی پشتیبان قرار دیا جائے؟

ستیارتھ پرکاش سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ سوامی
صاحب اور آریہ سماج ہندوؤں کو اپنے نکتہ خیال سے اسی
طرح قابل نفرت یقین کرتے ہیں کہ جسطرح دوسرے مذاہب
والوں کو چنانچہ اسی لئے اس میں جہاں سوامی مہرشی نے ایکطرف
مسلمانوں اور عیسائیوں کی تردید میں تہذیب متانت اور عقل
وخرد کو بالائے طاق رکھکر اعتراض کئے ہیں۔ تو دوسری طرف
ہندوؤں کے ہر ایک فرقہ کی دل کھولکر ویسی ہی بلکہ اس سے
کسی قدر زیادہ ہی تردید کرکے ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ مسلمانوں
اور عیسائیوں کیطرح ہندوؤں کو بھی قابل نفرت یقین کرتے
ہیں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ شریان پنڈت جی مہاراج نے ستیارتھ
پرکاش کی تحریروں اور سوامی مہاراج کے عملی نمونوں کے
خلاف کیوں آریہ سماج کو اشتعال انگیز پالیسی سے [illegible]
اور پرے پرے رہنے والا بیان فرمایا۔

بات یہ ہے کہ سوامی مہرشی کو نیا فرقہ بنانیکا شوق تھا۔ اور
اسی لئے انہوں نے نہ صرف ہندوؤں کے خلاف ہی علم بلند کیا
بلکہ دوسروں پر بھی بغیر صحیح علم کے ناجائز نکتہ چینی کرنا پڑ گئے
گئے خصوصاً ہندوؤں کے بزرگوں کے خلاف تو انہوں نے
یہانتک قدم اٹھائے کہ جن امور کے وہ پہلے صریحاً منکر
تھے انہیں کو قابل تعریف بیان کرنے لگے۔ مثلاً تناسخ
اور نیوگ۔ چنانچہ نیوگ جیسے افعال کی تردید کا حال اس
اشتہار سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو سوامی مہاراج نے بزبان
سنسکرت کاشی میں "اشٹ سنم اور اشٹ گیم" کے
عنوان سے دیا تھا۔ جیسے کہ اس میں یہ موجود ہے کہ "دوسرے
کی عورت سے مجامعت کرنا جیسی گپ ہے" (ملاحظہ ہو
سوامی صاحب کی سوانحعمری مولفہ رادھا کشن صاحب بہت
صفحہ ۸۷ و ۸۸)

سمجھ میں نہیں آتا کہ باوجود اس اقرار صحیح کے سوامی
مہاراج نے نیوگ کے لئے کیوں دوسروں کو ترغیب
دی۔ اور کیوں مہرشی جی بیاس جی جیسے پوتر انسان اور
کنتی و مادری جیسے نیک بختوں اور ہندو قوم کی قابل
قدر عورتوں پر نیوگ کے جائز ٹھہرانے کیلئے محض سے
محض حملے کئے ہیں؟ اس کا صحیح جواب سوامی پنڈت صاحب
کے اور کوئی شاید ہی دے سکے۔ بہرکیف حقیقت حال تو یہ ہے کہ
ہندو قوم پر نکتہ حملے کرنا۔ اور کرانے کے محرک دراصل یا
تو پرانوں کے پڑھنے والے ہیں۔ اور یا سوامی صاحب کی
تحریریں۔ مسلمان اگر کچھ لکھتے ہیں تو وہ صرف انکی نقلیں
ہی ہوتی ہیں۔ اسلئے وہ اشتعال انگیز مادہ کے پھیلانے
والے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتے۔

یہ بالکل سچ ہے کہ آریہ سماج میں جنکی سرشت کی ہر سبب
ہی سے پھیلنی ہے کہ جب سے اس کے افراد نے ستیارتھ
پرکاش پر عمل درآمد کرنا شروع کیا اور سوامی جی مہاراج
کو باوجود پرانوں اور گپوڑوں کا کھنڈن کرنے کے اندرمن
جی مدد کیلئے۔ ہاں گپوڑوں کی حمایت میں خامہ فرسائی کرنے
کا خیال سوجھا۔ چنانچہ اسی لئے انہوں نے اور ان کے ارشد
دیانندیوں نے بجائے گپوڑوں کی تردید میں شامل ہونے
کے انکا گپوڑوں کی حمایت کرنے کو قابل مدد قرار دیا۔ نتیجہ یہ
نکلا کہ مقتول لیکھرام اور اس کے دل دادہ جیسے بیہودہ
یقین کر بیٹھے کہ دوسروں پر غیر مستند کو پیش نظر رکھکر بیہودہ
اعتراض کرنا۔ اور خواہ مخواہ کی زبان درازیاں کرنا آریہ
سماج کی [illegible] کرنا ہے۔ پھر کیا تھا مقتول لیکھرام اور ایسے
دیگر متعصب جنسے مرد میدان بنکر نکلے اسلام اور مسلمانوں
کے خلاف اسلامی اصول کی نکتہ چینی اور لایعنی اعتراض کرنے
جسکے جواب کے لئے مسلمانوں کو بھی اشہب عہد اور سمند باد
رفتار کو حرکت دینی پڑی تاکہ دیانندیوں کے ہوش ٹھکانے
رہیں۔ اور وہ یہ سمجھ لیں کہ دیانندیوں کے خیالات ناقصہ
دھجیاں بکھیرنے والے معدوم کا عدم نہیں ہیں۔

یہ تو بالکل سچ ہے کہ مقتول لیکھرام نے تکذیب براہین
احمدیہ اور اپنے خبط میں جو کچھ خامہ فرسائی کی ہے۔ وہ
جہاں مستند اسلامی معتقدات کے سراسر خلاف بیانی سے
پُر ہے۔ وہاں دیانندی خیالات کی دھجیاں بکھیرنے والا
بھی اچھا خاصہ مجموعہ ہے۔ جسکا ثبوت دینے کیلئے بفضل
اللہ کریم ہم موجود ہیں۔ لیکن یہ بالکل غلط اور سیاہ شرارت
ہے کہ تقدس مآب قبلہ جناب مرزا صاحب علیہ السلام نے
اپنی مقدس کتاب براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ
میں آریوں کو یا ماسٹر مرلی دھر صاحب کو بےنقط گالیاں
سنائی ہیں۔ اگر پنڈت صاحب کے نکتہ خیال میں دلائل لاقابل
سے مخالف و معاند کا ناطقہ بند اور قافیہ تنگ کرنا بے نقط
گالیاں ہیں تو ہم پنڈت صاحب کو مجبور سمجھنے کے وجوہات رکھتے
ہیں۔ اور اگر اس لحاظ سے انہوں نے نسیم دعوت کو بھی گالیوں
کا مجموعہ قرار دیا ہے تو لاریب وہ قابل رحم ہیں۔

الغرض

آریہ سماج کا وجود حق بات تو یہ ہے کہ اشتعال انگیز
پالیسی کا ہر طرح سے موجب ہے۔ خواہ مسلمانوں۔
عیسائیوں۔ جینیوں۔ سکھوں۔ سناتن دھرم۔ ہندوؤں
اور پرانوں کی قدر کرنے والوں پر بے بنیاد اور نامعقول
پیرایہ میں اعتراض کرنے کے لحاظ سے غور کرو۔ خواہ مسلمانوں
ہندوؤں۔ عیسائیوں۔ اور سکھوں وغیرہ کے قابل تعظیم بزرگوں
پر فحش سے فحش الزام لگانے کے لحاظ سے۔

یہ بالکل سچ ہے کہ دیانندی آریہ اور ہندو ایک نہیں بلکہ دو
ہیں۔ اسلئے آریوں نے جو لکھا ہے کہ وہ ہندوؤں کیطرف سے بطور
ڈیفنس کے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اور جو کچھ مسلمانوں نے ہندوؤں
کے عقائد مسلمہ کے متعلق لکھا ہے اسکا ایک دیانندی آریہ صاحبان
بھی ویسے ہی [illegible] کرنیوالے ہیں۔ پھر پنڈت
صاحب کا یہ [illegible] بالکل [illegible] کہ جب دو چار کتابیں آریوں
اور ہندوؤں کے خلاف مسلمانوں کیطرف سے نکل چکی تھیں
تب آریہ سماج نے بطور جواب اور ڈیفنس کے ایک کتاب
کا نکالنا ضروری سمجھا تھا۔ وجہ یہ کہ آریہ سماج نے نہ تو کوئی
کتاب ہندوؤں کیطرف سے بطور ڈیفنس کے شایع کی۔ اور
نہ مسلمانوں نے ہی ستیارتھ پرکاش سے پہلے کوئی کتاب
دیانندی خیالات کی تردید میں شایع کی۔ پنڈت صاحب اگر
صداقت کی پابندی کے [illegible] برابر بھی قدر کرنے والے ہیں تو
مرد میدان بنکر ثابت تو کریں کہ آریہ سماج کے خلاف ستیارتھ
پرکاش سے پہلے فلاں کتاب مسلمانوں نے شایع کی تھی۔ اور
اس کے جواب میں آریہ سماج کو ستیارتھ پرکاش لکھنی پڑی۔
بدحق تو یہ ہے کہ جب سوامی صاحب نے مسلمانوں اور دوسرے
مذاہب کی تردید میں بیہودہ طور پر بہت ہی سر اٹھایا تو جناب
مولانا مولوی حضرت محمد قاسم علیہ الرحمۃ المقدس بانی مدرسہ

صاحب علیہ السلام نے قلم اور زبان سے کام لینا فرض سمجھا۔ اس لئے یقیناً اشتعال انگیزی کی مجرم ہر طرح سے آریہ سماج ہے۔

پھر پنڈت صاحب کا قادیان کے آریہ سماج کے جلسہ میں مرزا صاحب قبلہ کیطرف سے بسم دعوت کتاب کے بطور تحفہ دیئے جانیکو گالیوں کی بوچھاڑ اور مہمان نوازی کے خلاف بیان کرنا سراسر غلطی ہے۔ وجہ یہ کہ جناب مرزا صاحب نے تو پنڈت صاحب کو بلایا ہی نہ تھا۔ اور نہ پنڈت صاحب میرزا صاحب کے پاس ہی گئے تھے۔ لیکن خوش فہمی جب تعصب کے ساتھ مرکب ہو جائے تو سوچنے سمجھنے کے لائق بھی انسان کو نہیں رکھتی۔ واقعات حقہ اس امر کا ثبوت دیتے ہیں کہ اشتعال انگیزی کا پارٹ ہمیشہ آریہ سماج نے ہی لیا ہے اور مسلمانوں نے جو کچھ کیا ہے۔ وہ بطور ڈفینس کے چنانچہ کئی آریہ سماج کے اپدیشک کئی جگہ کھلم کھلا اسلام کے خلاف اشتعال انگیز ہرزہ درائی کرتے ہوئے دیکھے گئے اور دیکھے جاتے ہیں۔ پنڈت صاحب کی سراسر غلطی ہے کہ وہ آریوں کے ساتھ ہندوؤں کو لپیٹے ہوئے مسلمانوں کے حملوں کا ذکر کرتے اور مسئلہ نیوگ کی بیہان بین کرنیکا موجد قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ ہندو صاحبان نیوگ کو خطرناک فعل قرار دیکر مثل مسلمانوں کے اس کے منکر ہیں۔ اگر آریہ سماج واقعی ان کے نکتہ خیال میں عالمگیر مذہب ہے اور آریہ سماج ساری دنیا کو شکوک رفع کرنے کیلئے چیلنج دیتا ہے تو براہ کرم پنڈت صاحب اپنے اخبار ہندوستان میں اس کیلئے چند صفحے کھولکر اس خاکسار کے شکوک متعلقہ آریہ سماج رفع کرنے اور آریہ سماج کو عالمگیر مذہب ثابت کرنیکیلئے کوشش کریں۔ تاکہ یقین کیا جاسکے۔ کہ واقعی آریہ سماج سب کو خوش آمدید کہتا ہے۔ اگر یہ نہ کہا جائے تو صاف ظاہر ہوگا۔ کہ آریہ سماج کی ایسی تعریف قابل قدر نہیں۔ جب سوامی صاحب مسئلہ نیوگ کے ذریعہ دل کھولکر فحش داستان چھوڑ گئے ہیں تو مسلمانوں کو کیا غرض ہے کہ وہ دل آزار حملے کریں کیونکہ اول تو یہ امر مسلمانوں کی پوزیشن کے خلاف ہے۔ دوسرے آریہ سماج مسئلہ نیوگ پرلے دیکر نہ پر چون و چرا کر بھی نہیں سکتی اور نہ اس کے ذکر اذکار بحث اور دل آزار حملے ہی قرار دے سکتی ہے۔ رہا مسئلہ نیوگ کے ذکر اذکار کے وقت آریوں کا اُف تک نہ کرنا اول تو محض غلط اور واقعات حقہ کے خلاف ہے۔ دوسرے سوامی صاحب کے ارشادات کیوجہ سے آریہ سماجی اُف تک کرنے کے قابل ہی نہیں اور چار و ناچار انکو یہ ناگوار پیالہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اور اس معاملہ میں انکی بفرض محال اگر برداشت مان بھی جائے تو بھی وہ اس اشتعال انگیزی کے الزام سے بری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ سماج کی تعلیم نے ان کو اس معاملہ میں دلیری کرنے کی جرأت دی ہے۔

القصہ

ہم پنڈت صاحب کی خدمت میں بادب التماس کرتے ہیں کہ وہ واقعات حقہ کے خلاف زبان شریف کو حرکت دینے سے باز رہا کریں۔ ہم ان کو لیکھرام اور سوامی صاحب کی تعریف کرنیسے منع نہیں کرتے۔ لیکن وہ مسلمانوں کو خواہ مخواہ الزام لگانے کی صورت میں آریہ سماج کو اشتعال انگیز پالیسی سے بری ٹھیرانے کیلئے جد و جہد کریں گے تو ان کی اس مغالطہ دہی کی تردید کیلئے مسلمان لنگر لنگوٹے کس کر ڈٹ جائیں گے ؎

سمجھانے سے ہے ہمیں سروکار

اب مانیں نہ مانیں وہ مختار

(راقم آریوں کا قدیم نیاز مند محمد حسین از لاہور چھاؤنی)

ناصر کی نصرت کرو

خواہ تم جاگو نہ جاگو میں جگاؤں گا تمہیں
سنو نہ سنو میں تو سناؤں گا تمہیں

اے میرے پیارے احمدی احباب یہ تو ناممکن ہے کہ ایک کسی شخص کی بات کل زمانہ مان لے۔ مگر میرا تمہارا ایسا رشتہ ہے کہ میری التجا تمہیں منظور فرمانی ہی مناسب ہے۔ خصوصاً ایسی عرض جس میں سراسر تمہاری بہلائی ہے۔ قادیان کے اصحاب صفہ جنکا ذکر حضرت صاحب کے الہام میں ہے۔ اور جن کے لئے فرشتہ روٹی لایا تھا۔ جو لنگر خانہ میں کھاتے ہیں۔ مگر جو ان میں سے عیال والے ہیں۔ وہ بے در و بے گھر ہونے کے سبب سے سخت تکلیف پا رہے ہیں۔ ان کے مکانوں کے لئے حضرت نواب محمد علیخانصاحب نے ایک قطعہ زمین عطا فرمایا ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک گھر بنوا دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ جنہیں سے ایک سو روپیہ پیشگی بھی عنایت فرما دیا ہے۔ اس زمین میں ۲۲ گھر تیار ہوں گے۔ اور ہر ایک گھر پر تین سو روپیہ اندازاً خرچ آئیگا۔ اس حساب کل چھ ہزار تین سو روپے کیضرورت ہے۔ سب دوست توجہ فرماویں۔ تو کچھ مشکل نہیں ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

دو دل یک شود بشکند کوہ را ✣ پراگندگی آرد انبوہ را

تم تو ماشاء اللہ ہزاروں لاکھوں ہو۔ اگر متفقہ کوشش کرو تو ایکدن میں یہ روپیہ بہم پہونچا سکتے ہو۔ حضور نے بعض احباب ایسے بھی ہیں کہ ضلع سے ہنوز کچھ چندہ عطا نہیں فرمایا۔ بعض بفضل خدا ایسے ہی ہیں جیسے کہ ہمارے حضرت صاحب کو بڑے مخلص شیخ رحمت اللہ صاحب سوداگر ہیں اگر چاہیں تو ایک مکان با آسانی بنا سکتے ہیں۔ اور حیدر آباد کے محمد رضوی صاحب۔ سیالکوٹ کے چوہدری نصر اللہ خاں صاحب شیخ محمد حسین صاحب و برادران مینیجر کاٹن ملز لائلپور و سرگودہا و محمد حسین خانصاحب افسر انہار ریاست جے پور۔ و ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب اسسٹنٹ سرجن احمدیہ بلڈنگ لاہور۔ اسماعیل آدم صاحب سوداگر بمبئی۔ میاں چراغدین صاحب رئیس لاہور۔ خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر۔ مرزا سلطان صاحب... ڈاکٹر محمد صاحب رئیس لاہور۔ اور بھی کئی صاحب ہیں۔ جنکا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے مجھے مفصل معلوم نہیں۔ چند آدمی حضرت خلیفۃ المسیح کیطرح ایک ایک گھر بنوا دیں۔ دوسرے حسب حیثیت نصف یا چوتھا حصہ مکان کا بنوا دیں۔ اور جو ان سے بھی کم مالدار ہیں وہ آٹھواں حصہ سولھواں حصہ بنوا دیں لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعہا۔ اور بھی کم استطاعت ہیں۔ وہ دس پانچ ہی عنایت فرما کر ممنون کریں اور جو غریب ہیں وہ بھی کچھ نہ کچھ دے کر ثواب حاصل کریں۔ غرضیکہ قطرہ قطرہ سیشود دریا۔ کو مد نظر رکھکر تھوڑا تھوڑا اس کار خیر میں دیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کے امیدوار رہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نیتوں کو دیکھتا ہے لن ینال اللہ لحومها و لا دماؤها و لکن یناله التقوی منکم متقی بننے کیلئے جیسے نماز پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح حسب حیثیت کچھ لِلّٰہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ جنکے نام اوپر لکھے گئے ہیں۔ ان میں سے بہت سے احباب نے مجھے چندہ دیتا ہوا دیا بھی ہے۔ اور آئندہ ان کی مہربانی کی امید ہے کہ اور بھی مصفا قادیان کیلئے عطا فرماویں گے۔ کسی نے کیا خوب مصرع کہا ہے

ع :۔ نام ہو آپکا اور کام ہمارا ہو جائے۔

لیکن ہماری جماعت کے لائق یوں ہے ع :۔

اجر ہو آپ کو اور کام ہمارا ہو جائے

کلام امیر (از بدر)

بدعات سے بچو ایک دوست کا خط آیا کہ میں اپنے بچہ کا ختنہ کرانا چاہتا ہوں۔ ہماری قوم میں اس کے متعلق بڑی بڑی رسمیں ہیں۔ حضور کوئی ایسی ہدایت فرماویں کہ جس سے ان رسوم کی پابندی ٹوٹ جاوے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا میں کوئی اور دستور العمل قائم کرنا نہیں چاہتا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جو حکم ہے۔ وہ تو اس سے زیادہ نہیں کہ ختنہ میں جو چمڑا کاٹنے کے لائق ہے وہ کاٹ دیا جاوے اور کوئی بات اس موقعہ پر ثابت نہیں جسکا میں حکم دوں۔

فرمایا ختنہ کی رسوم کا ایک نتیجہ میں نے خود دیکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ مالیر کوٹلہ میں ایک قوم نے اخراجات رسوم کے میسر نہ ہونے کیوجہ سے ختنہ کرنا ترک کر دیا تھا۔ پہلے ایک شخص نے اخراجات کے نہ ہونے کیوجہ سے ختنہ نہ کرایا۔ اور پھر آہستہ آہستہ تو ہر اور لوگوں نے بھی اسی کی تقلید کی۔ آخر ان کے ایک مجتہد کو ان سب کا ختنہ کرنا پڑا۔ درمیان میں

ایک اور دوست نے ذکر کیا کہ ایک قوم کے بعض آدمیوں نے مجھے بیان کیا۔ کہ ہماری برادری کے ہمیشہ دو حصے رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے۔ کہ ساری برادری کا اتفاق نہ ہو جائے۔ بلکہ اگر کوئی موقعہ شادی غمی کا آجاوے تو کثیر اخراجات کے خوف سے عمداً (اتفاق ہو تو) تو ایک حصہ برادری سے پھوٹ کر بیٹھ رہتی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے نہایت قریبی رشتہ کے گھر میں ایک موقعہ شادی کا تھا۔ انہوں نے ادائے رسوم کا خیال کیا۔ تو میں نے کہا اگر ایسا کرو گے تو میں کبھی شریک نہ ہونگا۔ انہوں نے جب نہ مانا تو میں نے اتنے روز انکا کھانا ہی چھوڑ دیا اور گھر میں میری بیوی الگ کھانا پکاتی تھی۔ اس موقعہ پر میری مخالفت ہوئی۔ مگر بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ تمام برادریاں جنکی خاطر رسمیں ادا ہوئی تھیں سب کی سب ٹوٹ پھوٹ گئیں۔ اور ان رسموں نے

حضور نے فرمایا تھا۔ مرزا صاحب کا انکار ہمارے اور مخالفوں کے درمیان بغاوت کا مقدمہ ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ غیروں نے جان بوجھ کر نہیں۔ اُن کو کس طرح ملزم کیا جاوے۔

فرمایا گورنمنٹ کے قانون کو نہ جاننا کوئی عذر نہیں ہے۔ ایک دوست نے عرض کیا۔ گورنمنٹ کو چونکہ لوگوں کا پورا علم نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ سزا دینے میں معذور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو علیم ہے۔ فرمایا۔ اگر یہی بات ہے۔ تو پھر تلوار مظلوم کو کیوں کاٹتی ہے۔

ایک شخص نے ذکر کیا کہ حضرت اقدس نے غیر احمدیوں سے متعلق مقامات پر ایسی تحریریں لکھی ہیں۔ جن کو اُن کی نسبت پڑھنے سے دل ڈر جاتا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر فرمایا ہے۔ تمام سعید لوگ خدا کی اس آواز کو سن کر قبول کر لیں گے۔ سوائے اُن کے جو دوزخ کے بھرنے کے واسطے ہیں۔ ... بمخالف اُن عیسائیوں کو جو ملادیو ... امریکہ میں رہتے ہیں ... کہتے ہیں۔ اگر خدا میں رحم ہوتا تو چھوٹے بچے نہ مرتے۔ ... اُن کو مصیبتیں ہوتیں جن میں چھوٹی عمر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پس اس قسم کے ترس کے لفظوں کا نتیجہ دہریت ہے۔ یا مرزا کا انکار کر دیا جاوے۔ تناسخ کا مسئلہ بھی ایسے ہی خیالات سے پیدا ہوا ہے۔ فیثا غورث کو انہی مشکلات نے تناسخ کا قائل کر دیا تھا۔

ہمیں ان فتووں کی پرواہ نہیں

ذکر تھا کہ مولوی محمد حسین نے لکھا ہے۔ کہ اگر احمدی مرزا صاحب کو نبی کہنا چھوڑ دیں۔ تو ہم کفر کا فتویٰ واپس لے لیں گے فرمایا۔ ہمیں اُن کے فتووں کی کیا پرواہ ہے۔ اور وہ حقیقت ہی کیا رکھتے ہیں۔ جب سے مولوی محمد حسین نے فتویٰ دیا ہے۔ وہ دیکھے کہ اس کے بعد آج تک اس کی عزت کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اور مرزا صاحب کی عزت نے کس قدر ترقی کی ہے۔

مرزا صاحب کی تعلیم عالم ارواح میں

برادرم منشی محبوب عالم صاحب احمدی گوجرانوالہ کا ایک خط حضرت خلیفۃ المسیح رضی کی خدمت میں پیش ہوا۔ جس میں برادر موصوف نے اپنا ایک خواب لکھا ہے۔ دیکھا کہ "دار الامان میں حضور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مرحوم و مغفور تقریر فرما کر اور تھک کر ایک چارپائی پر تشریف فرما ہیں۔ چارپائی پر حضور کی راست جانب نیاز مند حضور کے پاؤں دبانے لگ گیا۔ فرمایا۔ جزاک اللہ۔ دوسری جانب اخویم منشی احمد الدین صاحب بیٹھے ہوئے پاؤں دبا رہے ہیں۔ میں نے طاعون زدہ لاشوں کا نظارہ جو پہلے دیکھا تھا عرض کیا۔ فرمایا۔ استغفر اللہ"

اس خواب کی تعبیر میں حضرت خلیفۃ المسیح رضی نے فرمایا کہ استغفار بہت کرنا چاہئے۔ یہ طاعون کا علاج ہے۔ خدا تعالیٰ سے اپنے گناہ بخشوانے چاہئیں اور صدقہ دینا چاہئے۔

فرمایا کہ ہمارا مرزا تو عالم ارواح میں بھی استغفار سکھاتا ہے وہ جاہل لوگ ہیں۔ جو ہمیں بے ایمان کہتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ اپنے ایمان کی فکر کریں۔

عید میلاد سے متعلق لاہوری خط

عید میلاد کے متعلق جو آرٹیکل الحکم میں لکھا گیا تھا خدا کا شکر ہے۔ کہ وہ مؤثر اور بروقت ثابت ہوا۔ اور یہ تسلیم کر لیا گیا۔ کہ عید میلاد ایک نرالی بدعت ہے۔ اور ہماری قوم اس میں شمولیت کو پسند نہیں کرتی۔ اور نہ اس کے مجوزین میں شامل ہو سکتی ہے۔

اسی مضمون میں میں نے یہ ظاہر کیا تھا۔ کہ ہمارے بعض دوستوں نے بھی غلطی کھائی جو وہ عید میلاد میں شامل ہوئے۔ اس حصہ کی تردید میں جناب خواجہ صاحب نے ایک چٹھی ۲۶ اپریل ۱۹۱۱ء کو بتوسل سیکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان میرے پاس بغرض اشاعت ارسال فرمائی ہے۔ جس کو میں نہایت شوق اور عزت سے درج کرتا ہوں اگرچہ یہ وہی خط ہے۔ جو جناب خواجہ صاحب بذریعہ بدر شائع کر چکے ہیں اور میں حیران تھا کہ مجھے یہ چٹھی کیوں نہیں بھیجی گئی۔ جب کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ میرے نام بھی بھیجی گئی ہے۔ مگر میری حیرانی دور ہو گئی۔ کیونکہ خواجہ صاحب نے مجھے براہ راست بھیجنے کے بجائے پسند کیا کہ وہ سلسلہ کی مرکزی کمیٹی کے قابل سیکرٹری صاحب کے ذریعہ مجھے پہنچی ہیں۔

کسی غلط فہمی کی اصلاح کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ کہ جس ذریعہ سے وہ پیدا ہوئی ہو۔ اسی سے اس کو دور کیا جاوے۔ یہ چٹھی امر حق کے اظہار کے لئے لکھی گئی ہے۔ اور چونکہ اس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ "کہ میں نے **غلط واقعات لکھ کر جماعت میں ایک گونہ ابتلا پھیلائی**" اس لئے میرا فرض ہے۔ کہ میں اخبار الحکم کی وقعت کو مدنظر رکھتا ہوا اس الزام کو دور کروں میں یہ تسلیم کرتا ہوں۔ کہ میں انسان ہونے کی وجہ سے غلطی کا ارتکاب کر سکتا ہوں۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ میں غلط واقعات لکھ کر جماعت میں ابتلا پھیلاؤں۔ الحکم آج تک سلسلہ کے صحیح واقعات بہم پہنچانے کا مسلم اور زبردست ذریعہ رہا ہے اور وہ ایک صحیح تاریخ سلسلہ کی کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ اس میں پرنٹنگ کی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ مگر خدا کے فضل سے واقعات غلط نہیں۔ اور اگر کوئی ایسا موقع ہوا ہو۔ تو اس کی تردید ضرور موجود ہو گی۔ بشرطیکہ اس کی اصلاح یا تردید واقعات مسلمہ کی بنا پر پیش کی گئی ہو۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ مجھ پر ابتلا پھیلانے کا الزام صحیح نہیں اور میں اس کو اپنے لئے محض الزام قرار دیتا ہوں۔

عید میلاد میں شامل ہونے والے احباب کی میں نے تخصیص نہیں۔ کہ کہاں شامل ہوئے اور کہاں نہیں۔ اس لئے مجھے تعجب ہے کہ خواجہ صاحب نے اسے اپنی ذات یا جماعت لاہور کے ساتھ کیوں مخصوص کر لیا؟ میں اپنی جماعت کے بعض افراد کے عید میلاد میں شامل ہونے کا نتیجہ ان تحریروں سے نکالنے پر مجبور تھا۔ جو پیسہ اخبار میں شائع ہوئی تھیں۔ ان سے ترغیب اور تحریص پائی جاتی تھی چنانچہ ۹ مارچ ۱۹۱۱ء کے پیسہ اخبار میں جناب سید محمد حسین شاہ صاحب نے بارہ وفات اور انگریزی خوان مسلمان کے عنوان سے جو مضمون شائع کیا۔ اس میں جناب شاہ صاحب نے لکھا ہے:۔

"امسال نہایت خوشی کا مقام ہے۔ کہ اس لیکچر کے علاوہ تمام مسلمانان لاہور کی طرف سے ایک اور عظیم الشان جلسہ بھی ہو گا جس میں مولود شریف اور آنحضرت صلعم کی سیرۃ پاک کا ذکر ہو گا۔ پرانے مسلمان تو ان امور کو سعادت دارین سمجھ کر شریک جلسہ ہوں گے۔ لیکن ان سطور کے مخاطب ہمارے انگریزی خوان احباب ہیں۔ جن کی خدمت میں ہماری عرض ہے کہ وہ ان **جلسوں** میں بالضرور شریک ہوں ... **عصبیت** اور **قومیت** کا ثبوت ... "

شاہ صاحب کی اس تحریر سے عید میلاد میں شمولیت کی تحریک ... کا استنباط کر لینا میرے جیسے کمزور طبیعت آدمی ہی کا کام نہ تھا۔ بلکہ پیسہ اخبار کے مضامین سے شملہ کی معزز جماعت کو بھی مغالطہ لگا اور انہوں نے عید میلاد ... سمجھا کہ لاہوری دوست اس میں شریک ہوئے۔ چنانچہ ان کا خط بدر کے اسی نمبر میں چھپا ہے۔ جس میں خواجہ صاحب کا وہ خط ... نامہ ہے۔ درج ہوا۔

پھر عید میلاد ہی کے مقام پر یہی بارہ وفات کے جلسے کا ... اعلان سے یہ سمجھ لینا کہ یہ اس سے الگ کوئی چیز ہے ناممکن تھا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ اگر الحکم اس غلطی کا اظہار نہ کرتا۔ تو کبھی اس سے یہ مفہوم پیدا ہی نہ ہوتا۔ جو اب کیا گیا۔ خود ایڈیٹر صاحب بدر نے بھی محسوس کیا ہے۔ کہ ایک ہی مقام پر اس جلسہ کے انعقاد سے غلط فہمیاں پیدا ہوئیں پھر پیسہ اخبار میں اس جلسہ میلاد کی جہاں روئیداد دی گئی ہے وہاں اس نے صاف لکھا ہے:۔

"کہ ہر فرقہ و طبقہ کے با اثر اصحاب سے اس کو کامیاب بنانے میں مدد لی گئی تھی" ...... شرکاء کی تعداد تین چار ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ جن میں ہر فرقہ و جماعت کے لوگ نظر آتے تھے"

پھر اسی سلسلہ روئیداد میں وہ لکھتا ہے:۔

"اس کے بعد جلسہ عام نماز مغرب کے لئے برخاست ہوا۔ اور بعد انجمن احمدیہ کی زیر سرپرستی اسی مقام پر دوسرے جلسہ کی کارروائی شروع کی گئی"

اس اور دوسری قسم کی تحریروں کی بنا پر میں اس جملے کے لکھنے کے لئے مجبور تھا۔ جس کی تردید آج خواجہ صاحب کرتے ہیں۔ اور شملہ کی جماعت اسی قسم کی تحریروں سے اس ابتلا میں مبتلا ہو گئی۔ جو انہوں نے عید میلاد کے منانے سے ایک بدعت کا ارتکاب کیا۔

میرے اس مضمون کے لئے اور اور وجوہات نہ بھی ہوتے تو بھی جماعت شملہ کا پیسہ اخبار کی تحریروں سے اس نتیجہ پر آنا کہ لاہوری دوست عید میلاد میں شامل ہوئے۔ ایک ضروری پہلو تھا۔ کہ میں اس بدعت سے جماعت کو آگاہ کرتا۔

چنانچہ عزیز بدر نے جماعت شملہ کے خط کا خلاصہ یوں دیا ہے:۔

"کہ پیسہ اخبار میں یہ خبر پڑھ کر کہ عید میلاد کے دن لاہور میں احمدیہ جماعت کے ایک جلسہ میں خواجہ صاحب لیکچر دیں گے۔ ہم نے **عید میلاد** کا جلسہ منعقد کیا۔ اس کے متعلق حضور کا کیا حکم ہے"

اب خواجہ صاحب خود سمجھ لیں۔ کہ ابتلا میرے ذریعہ پھیلا۔ یا اُن کے ذریعہ۔ میں نے تو اس بدعت کی اشاعت سے جماعت کو بچا لیا جس میں اگر وہ مبتلا ہو جاتی۔ تو اس کا وبال خواجہ صاحب پر ہوتا۔

میرا مقصد حاصل ہو گیا اور خواجہ صاحب نے جیسا کہ ظاہر کیا ہے کہ وہ عید میلاد کے مجوزین اور شرکاء میں نہیں۔ آئندہ کے لئے امید

دالادی ہے۔ کہ احمدی قوم خدا کے فضل سے آئندہ اس میں شامل ہوگی میرا مقصد تو اسی قدر تھا نہ کسی ابتلا کو پھیلانا۔

پس اس قدر غلط فہمی رفع کرنے کے بعد میں خواجہ صاحب کے خط کو شائع کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں۔ کہ اگر میری تحریر سے کوئی غلط فہمی واقعہ ہوئی ہوگی۔ تو اب خدا کے فضل سے رفع ہو جائے گی۔

خواجہ صاحب نے یہ بھی ہدایت فرمائی ہے۔ کہ کیوں میں نے اس تحریر سے پہلے ان سے صحیح واقعات دریافت کئے۔ اور آئندہ بھی جو کچھ واقعات لاہور کے متعلق میں لکھوں۔ ان سے دریافت کرلیا کروں۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں معلوم ہوتا۔ مگر بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اگر لاہور میں کوئی ایسی کارروائی ہو۔ جس کا اثر جماعت پر پڑتا ہو تو وہ اس کے صحیح حالات بغرض اندراج خود بھیجدیا کریں۔ تاکہ میں اپنے ذرائع سے بہم پہنچائے ہوئے حالات سے ان کا مقابلہ کرلیا کروں اور اگر کوئی امر پھر قابل دریافت ہو۔ تو میں خوشی سے ایسا کروں گا۔ اور ایسا کرنا اخبار نویسی کے فرائض میں داخل سمجھتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس مضمون کے متعلق میری پوزیشن صاف ہو گئی ہے۔ اور آئندہ اس پر لکھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ جلسوں کے اعلان شائع کرنے کی ضرورت نہیں صرف خواجہ صاحب کا خط کافی ہے۔ ایڈیٹر

جناب شیخ صاحب! السلام علیکم ذیل کے سطور اپنے اخبار میں درج فرماویں۔

الحکم نمبر ۱۱ جلد ۱۵ کے صفحہ ۳ کالم ۲ میں بعنوان "عید میلاد یا مذہب برنگ فیشن" آپ نے ذیل کی سطور لکھی تھیں۔

"ہمارے بعض دوستوں نے بھی غلطی کھائی ہے۔ جو وہ عید میلاد میں شامل ہوئے۔ انہیں قبل از وقت حضرت امام مفترض الطاعۃ کے حضور اس کو پیش کرنا چاہیئے تھا۔ اور پھر آپ کی اجازت سے جو کچھ وہ حکم دیتے کرتے میں مانتا ہوں کہ ان میں سے جو بھی شامل ہوئے ہوں۔ وہ اعلائے کلمۃ الاسلام کے خیال سے ہوئے ہوں گے لیکن کیا وہ اس سے پہلے بطور خود نہیں کرتے تھے۔ جو زیادہ اور مفید اور مبارک تھا۔ پھر اس میں شمولیت کی کیا حاجت تھی؟"

کاش! قلم اٹھانے سے پہلے آپ مجھ سے تحقیق کر لیتے۔ تو پھر آپ کو ان سطور کے لکھنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ افسوس ہے کہ آپ نے غلط واقعات لکھ کر جماعت میں ایک گونہ ابتلا پھیلائی۔ ہم نے وہی کیا جو آپ کے الفاظ میں زیادہ مفید اور مبارک تھا۔ نہ ہم عید میلاد کے مجوز تھے نہ ہم شریک ہوئے۔ آپ اگر پیسہ اخبار کے اعلانوں کو دیکھ لیتے تو آپ کو معلوم ہوتا۔ کہ اس نے (پیسہ اخبار) جہاں عید میلاد کا اشتہار دیا ہے۔ وہاں ہمارے جلسہ کا اشتہار اسی عنوان سے الگ دیا ہے۔ جس عنوان سے ہمارا جلسہ اول حضرت مسیح الموعود علیہ الصلوۃ والسلام کی اجازت سے آپ کی زندگی میں ہوا۔ اور پھر حضور کے وصال کے بعد حضرت آقا خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کی اجازت سے شروع ہوا۔ ایسے جلسوں کی تائید میں جو خود حضور مغفور علیہ السلام نے اپنی زندگی میں تقریر فرمائی۔ وہ چند دن ہوئے۔ کہ الحکم کے میلاد نمبر میں شائع ہوئی۔ اور اسی تقریر کی اطاعت میں ہمارے جلسے ہوتے رہے ہیں۔ ہمارا پہلا جلسہ ۱۹۰۶ء میں حضرت اقدس مسیح الموعود کی زندگی میں ہوا۔ پھر ۱۹۰۹ء کو وہ عظیم الشان جلسہ باجازت حضرت خلیفۃ المسیح ہوا۔ جو دو دن ہوتا رہا۔ اور جس کی پریذیڈنٹی کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب کو اور حضرت نواب صاحب کو بھیجا تھا۔ اور اس جلسہ میں مولوی صدرالدین صاحب اور حضرت صاحبزادہ صاحب بھی قادیان سے باجازت حضرت خلیفہ جری اللہ صاحب تشریف فرما ہوئے تھے۔ اور جس محترم جلسہ میں بعنوان "بارہ وفات" حضرت صاحبزادہ صاحب نے بھی تقریر فرمائی تھی۔ پھر یہ جلسہ ۱۹۱۰ء کو محمڈن ہال میں ہوا۔ اس ۱۹۱۱ء میں ہماری دیکھا دیکھی غیر احمدیوں کو بھی جوش آیا۔ اور انہوں نے عید میلاد منائی جس کا اشتہار نے بدلا ہے۔ ہم نے حسب معمول اپنا جلسہ بارہ وفات الگ کیا۔ جس کا اشتہار بھیجتا ہوں۔ اس اشتہار کا عنوان بھی وہی تھا۔ جو برابر عرصہ چار سال سے ہو رہا ہے۔ آپ ان ہر دو اشتہارات کی نقول بھی شائع فرماویں۔ اور آئندہ آپ جو کچھ واقعات لاہور کے متعلق ارقام فرمائیں۔ ان کی پہلے تحقیق کر لیں۔

احمدیہ بلڈنگس لاہور مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۱۱ء

خواجہ کمال الدین

مختصر نوٹ

بٹالوی کا الزام خواجہ صاحب پر

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے ۸ اپریل ۱۹۱۱ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں ایک مضمون "مختلف فرقہ ہائے اسلام میں اتفاق کی جائز و ممکن صورت" کے عنوان سے چھپوایا ہے۔ اس مضمون پر اس وقت میں بحث نہیں کرونگا۔ بلکہ میں شیخ بٹالوی کے اس الزام کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ جو اس نے خواجہ صاحب پر لگایا ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے سیالکوٹ کے کسی لیکچر میں یہ بیان کیا۔ کہ ہم مرزا صاحب کو نبی اور رسول نہیں مانتے اور محض اسی وجہ سے بٹالوی نے ان سے میل جول اور سلام کلام شروع کیا۔ یہ خلاصہ ہے اس الزام کا جو بٹالوی نے خواجہ صاحب پر لگایا ہے۔ اگرچہ اس کا مسکت جواب خود خواجہ صاحب شائع کریں گے اور انہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس میں ان کے عقیدہ پر سخت حملہ کیا گیا ہے۔ تاہم میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ بٹالوی کا یہ خواجہ صاحب پر افترا ہے۔ کیونکہ کوئی احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رسالت یا نبوت (جس کی کیفیت پر اس وقت بحث نہیں) کا انکار کرکے احمدی نہیں رہ سکتا۔ خواجہ صاحب ایسی بات منہ سے نہیں نکال سکتے جو حضرت مسیح موعود کے [illegible] کے خلاف ہو۔ اور بٹالوی کا میل جول اور سلام پیام و قعت [illegible] بتلاتا ہے۔ کہ محض اس کی خاطر ہم اپنے عقیدہ کو چھپائیں۔ وہ اپنے کفر کے ترکش کے تمام تیر ہم پر چلا چکا۔ انی مھین من اراد اھانتک کا خمیازہ اب تک بھگت رہا ہے۔

بٹالوی کو لازم ہے۔ کہ وہ اپنے اس بیان کی فوراً تردید کرے کیونکہ ایک احمدی کی اس سے بڑھ کر کوئی ہتک نہیں ہو سکتی کہ اس کے عقائد پر حملہ کیا جاوے۔ اور خواجہ صاحب بھی جلد تردید کردیں۔

غیر احمدیوں کے پیچھے نماز ناجائز ہے

معزز ہمعصر بدر نے ۲۰ اپریل کی اشاعت میں ایک نوٹ اس عنوان سے لکھا ہے۔ کہ "سنا گیا ہے کہ کسی جاہل بیوقوف نے یہ مشہور کیا ہے کہ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے کوئی ایسا فتویٰ جاری ہوا ہے۔ کہ احمدی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔ یہ محض افترا ہے۔"

ایسے مفتریوں کا پتہ لگانا چاہیئے۔ جو جماعت کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں۔ امید ہے کہ احمدی احباب ایسے فتوے دینے والوں کے نام سے آگاہ کریں گے۔

معزز بدر نے آخر میں لکھا ہے کہ "ہم جناب خواجہ صاحب کو متوجہ کرتے ہیں۔ کہ وہ اس پر ایک مضمون لکھ کر بدر میں شائع فرماویں تاکہ لوگوں کی غلط فہمی دور ہو۔" میں اس تجویز سے موافقت نہیں کرتا کیونکہ اس کے معنی دوسرے الفاظ میں یہ ہوں گے۔ کہ نعوذ باللہ خواجہ صاحب کی کسی تحریر یا تقریر سے غلط فہمی پیدا ہوئی۔ علاوہ بریں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے صاف ارشادات اس بارے میں شائع ہو چکے ہیں۔ تو کسی اور کی کیا حاجت ہے؟ یہ ایک قسم کا تقدم علی الامام ہے۔ جس سے ہمیں بچنا چاہیئے۔

قومی نظام

معزز ہمعصر ملت رقمطراز ہے۔ کہ جب کسی قوم کی قوت امتیاز میں فتور آجائے۔ تو سمجھو کہ اب یہ قوم چند دن ہی کی مہمان ہے۔ دنیا میں فائز المرام ہونے کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے۔ کہ ہر شخص اپنا اور دوسروں کا درجہ پہچانے۔ قدرتی آزادی کو برقرار رکھنے اور اپنی قوتوں سے پورا پورا کام لینے کے لئے قوت امتیاز بڑی قابل قدر مدد دیتی ہے۔ جس قوم کا ہر فرد ہیچ من دیگرے نیست کی غلطی کا مرتکب ہوتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ خواہ ایسے افراد بظاہر کسی اخلاقی روحانی یا تمدنی رشتے سے منسلک معلوم ہوتے ہوں۔ مگر حقیقت میں وہ قوم کہلانے کا کوئی استحقاق نہیں رکھتے۔ قومیت کو قائم و برقرار رکھنے کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے۔ کہ قوم کی ساری قوتیں اور طاقتیں ایک مرکز پر مجتمع ہوں۔"

معزز ہمعصر کی یہ رائے نہایت قابل قدر اور واجب العمل ہے۔ قوم کی مختلف قوتوں کا مرکز ہمیشہ امام ہوا کرتا ہے۔ جو شیرازہ قومی کو قائم رکھتا ہے۔ اخوت یا وحدت ارادی قائم نہیں ہو سکتی جب تک امام کے ساتھ تعلق نہ ہو۔ اور خدا کے محض فضل سے اسی مفید اور کارآمد [illegible] کو سلسلہ احمدیہ نے پیش کیا ہے۔ ورنہ محض انجمنوں یا سوسائٹیوں کا وجود مختلف قوتوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوا۔ بنیادی طور پر یہ چیزیں مفید ہو سکتی ہیں۔ وہ لوگ سخت غلطی کریں گے۔ جو میری اس رائے کو جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی سند سے لکھی ہے۔ کسی انجمن یا سوسائٹی کے سے

منسوب کریں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فتح اسلام کے صفحہ ۔۔ پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے ۔ غرض میرا مطلب اجتماعی نظر سے امام کے ساتھ تعلق شدید پیدا کرنے کی طرف توجہ دلانا ہے اور یہ بتانا ہے کہ

اصلی فلاح کا یہی ذریعہ ہے۔

غلط خبر کے ذریعہ ایذا رسانی

اہلحدیث نے میرے مکرم مخدوم سید مختار احمد صاحب مختار شاہجہانپوری اور ان کے اقربا کی جھوٹی خبر وفات شائع کرکے احمدی قوم کو سخت شرمناک ایذا رسانی کا ارتکاب کیا ہے ۔ سید صاحب خدا کے فضل و کرم سے زندہ ہیں ۔ میری دانست میں انہیں امرتسری منکر کی خدمت کرکے اپنی زندگی کا شکریہ ادا کرنا چاہئے ۔

نظم

از حضرت صاحبزادہ محمود احمد صاحب

درد ہے دِل میں مرے یا خار ہے
کیا ہے آخر اس کو کیا آزار ہے ؟
اُف گناہوں کا بڑا انبار ہے
اور میری جان نحیف و زار ہے
جلوۂ جانان و دید یار ہے
خواب میں جو ہے وہی بیدار ہے
اپنی شوکت کا وہاں اظہار ہے
اپنی کمزوری کا یاں اقرار ہے
گو مجھے مدت سے یہ اصرار ہے
مُنہ دکھانے سے انہیں انکار ہے
کوئی خوش ہے شاد ہے سرشار ہے
کوئی اپنی جان سے بیزار ہے
میرے دل پر رنج و غم کا بار ہے
ہاں خبر لیجے کہ حالت زار ہے
میرے دشمن کیوں ہوئے جاتے ہیں لوگ
مجھ سے پہنچا اُن کو کیا آزار ہے
میری غمخواری سے ہیں سب بے خبر
جو ہے میرے درپئے آزار ہے
فکر دیں میں گھل گیا میرا جسم
دل مرا اک کوہ آتش بار ہے
کیا ڈراتے ہیں مجھے خنجر سے وہ
جن کے سر پر کھنچ رہی تلوار ہے
میری کمزوری کو مت دیکھیں کہ میں
جس کا بندہ ہوں بڑی سرکار ہے
بادشاہوں کو غرض پردہ سے کیا
ہم نے کھینچی آپ ہی دیوار ہے
وہ تو بے پردہ ہیں پر آنکھیں ہیں بند
کام آسان ہے مگر دشوار ہے

مُسلم یونیورسٹی اور مسلمانوں کی مذہبی تعلیم و تربیت

(نوشتہ نواب وقار الملک بالقابہ)

دیباچہ

رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب بالقابہ کا ایک مضمون (جو سالہا سال پہلے کا ہے ۔ اور جس میں نماز روزہ کے متعلق بھی بحث کی گئی ہے) مسلم یونیورسٹی کے متعلق بطور اسکیم کے جب سے اخباروں میں چھپا ہے ۔ متعدد مقامات سے اس کے متعلق خطوط آئے ہیں ۔ جن سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ لوگوں میں اُس سے ایک طرح کی بے چینی محسوس ہوتی ہے ۔ اور وہ خیال کرتے ہیں ۔ کہ اسی قسم کا کوئی انتظام مسلم یونیورسٹی میں (جس کی تحریک آجکل پیش ہے) اس غلط فہمی کا رفع کیا جانا نہایت ضروری تھا ۔ چنانچہ علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۱۱ء میں خاص اس بحث پر ایک مضمون لکھا گیا ہے ۔ جس کو اب پمفلٹ کی صورت میں علیحدہ بھی چھپا لیا گیا ہے ۔ تاکہ جہاں کہیں اس قسم کی بے چینی محسوس ہوئی ہے یا آئندہ ہو ۔ تو یہ پمفلٹ وہاں بھیجدیا جاوے ۔

خاکسار
مشتاق حسین
آنریری سکرٹری

حال میں بعض اخبارات نے رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی صاحب کی ایک اسکیم متعلقہ مجوزہ مسلم یونیورسٹی شائع کی ہے ۔ اور اخبار ملت مورخہ ۲ مارچ ۱۹۱۱ء میں اس کا ترجمہ درج ہوا ہے ۔ اس اسکیم میں مسلمانوں کی نماز ۔ روزہ کے متعلق جناب ممدوح نے چند ایسے فقرے تحریر فرمائے ہیں جن پر بعض مسلمان اخبارات معترض ہیں ۔ اور اندیشہ ہے ۔ کہ اُس پر کوئی عام غلط فہمی مسلم یونیورسٹی کے مقاصد کی نسبت پیدا نہ ہو جائے ۔

رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب کے وہ فقرات اخبار ملت سے نقل کرکے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ۔

"روزانہ نمازوں میں سے ایک یا دو نمازوں کے باجماعت پڑھنے پر زور دیا جاوے گا ۔ اور یہ تعمیل کالج ڈسپلن کے طور پر کرائی جاوے گی ۔ مگر ہر نماز سے قبل اخلاقی وعظ سُنایا جاوے گا ۔ میں روزہ پر بطور کالج ڈسپلن کے زور نہیں دونگا کیونکہ روزہ کے متعلق طلبا کی جسمانی حالت کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے ۔ اور ہندوستان میں نشو و نما کی حالت میں کسی لڑکے کو روزہ رکھنے پر مجبور نہیں کرنا چاہئے ۔ مگر ماہ رمضان میں وعظوں کا اہتمام خاص اہتمام کے ساتھ کیا جاوے گا ۔"

مذکورہ بالا بیان میں دو باتیں ہیں ۔ جن پر مسلمان اعتراض کر سکتے ہیں :- (اول) ایک یا دو جماعتوں کے باجماعت پڑھنے پر زور دیا جاوے گا اور یہ تعمیل کالج ڈسپلن کے طور پر کرائی جاوے گی ۔ (دوسری) روزہ پر بطور کالج ڈسپلن کے زور نہیں دیا جاوے گا ۔

یہ دونوں باتیں ایسی ہیں ۔ کہ اگر صاف طور سے اُن کی نسبت بیان نہ کیا جاوے ۔ تو پبلک کو اُس پر بجا طور سے معترض ہونے کا حق ہے ۔ اور جس مقصد کے لئے اس وقت اس قدر جد و جہد ہو رہی ہے ۔ اُس کو اس سے سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے ۔

رائٹ آنریبل سید صاحب ممدوح کی تحریر بالکل ان کی ہمخیال رائے ہے ۔ جواب سے ایک قرن پہلے موصوف نے ظاہر نہ کی تھی کسی نے اور خود بانی کالج سرسید مرحوم و مغفور نے بھی اس کا خیال نہیں کیا ۔ اس وقت کالج قوم کے سامنے ایک چھوٹا سا نمونہ مسلم یونیورسٹی کے انتظامی کا موجود ہے ۔ قوم کو صرف یہ دیکھنا چاہئے کہ اُس میں شروع ہی سے انتظام نماز روزہ کی پابندی کا کیا گیا ہے ۔ کالج میں جب تک مسجد تعمیر بھی نہیں ہوئی تھی ۔ تو اُس وقت بھی نماز کے لئے ایک خاص چبوترہ تھا ۔ جہاں پانچوں وقت نماز جماعت سے ادا ہوتی تھی ۔ جب بارش وغیرہ کے سبب سے اُس میں تکلیف معلوم ہونے لگی ۔ تو جہاں اب اسٹریچی ہال بنا ہے ۔ وہاں سالہا سال تک ایک لمبا چھپر ڈال کر نماز باجماعت ادا ہوتی تھی ۔ سُنی اور شیعہ دونوں کی جماعتیں چند لمحوں کے فصل سے اُسی ایک چھپر میں ہوتی تھیں ۔ جب مسجد بن گئی ۔ تو اب پانچوں وقت مسجد میں جماعتیں ہوتی ہیں ۔ گذشتہ زمانہ میں کچھ عرصہ تک یہ انتظامی نقص تھا ۔ کہ بعض نمازوں کے وقت طلبہ کی حاضری لکھی جاتی تھی اور بعض وقت نہیں ۔ لیکن تجربہ سے چونکہ اس طرز عمل میں خرابی معلوم ہوئی ۔ لہذا اب ایک عرصہ دراز سے ہر پانچوں وقت حاضری قلمبند ہونے کا اہتمام اور غیر حاضری پر مواخذہ ہوتا ہے ۔ یہاں تک کہ منتظمان کالج ایسے طلبہ کو جن پر اور کسی قسم کی تاکید اثر نہ کرتی ہو ۔ کالج یا بورڈنگ ہاؤس سے خارج کرنے میں بھی تامل نہیں کرتے ۔ کالج کے قانون میں ابتدا سے جب سے کہ قانون بنا ہے ۔ نماز اور روزہ کے متعلق صاف احکام موجود ہیں ۔ ملاحظہ ہو دفعہ ۲۸۱ جو حسب ذیل ہے :۔

"(نماز و روزہ) کل مسلمان بورڈروں کو پنجگانہ نماز کا ادا کرنا اور رمضان میں بجز حالت عذر کے روزوں کا رکھنا اور جن لڑکوں کی نسبت قرآن مجید پڑھنا تجویز ہوا ہو ۔ اُن کو وقت معین پر قرآن مجید کا پڑھنا لازم ہوگا ۔"

رائٹ آنریبل سید صاحب موصوف خود تسلیم کرتے ہیں ۔ کہ یونیورسٹی کا اہم مقصد طالب علم کا کیرکٹر بنانا ہے ۔ بیشک اُن کا یہ ارشاد بالکل بجا ہے اور اس لئے کیرکٹر بنانے کے واسطے جو چیزیں لازمی ہیں ۔ اُن کو ضرور اختیار کرنا پڑیگا ۔ طالب علمی کے زمانہ میں اگر طلبا اتنی تکلیف بھی اپنے اوپر گوارا نہ کریں گے کہ پانچوں وقت نماز جماعت سے ادا کریں ۔ تو آئندہ کاروباری دُنیا میں اُن سے کیا کوئی کیا توقع کر سکے گا ۔ خدا کے فرائض ادا کرنے کے وقت اگر بندہ کاہل ہے ۔ تو وہ اپنے دوسرے فرائض ادا کرنے میں جو قوم اور گورنمنٹ کے اور خود اپنے اُس پر ہوتے ہیں ۔ کبھی مستعدی کا اظہار نہیں کر سکتا اور جسقدر ان فرائض کے اہتمام میں کمی رہیگی ۔ اُسی قدر طالب علموں کے اسلامی کیرکٹر میں کمی رہجاوے گی ۔

پنجگانہ نماز کی عادت بچوں کو اگر شروع ہی میں اُس حد تک نہ پڑ جاوے گی ۔ کہ وہ اُن کی طبیعت ثانیہ ہو جاوے ۔ (یعنی اگر کسی وقت اُن کی نماز قضا ہو جاوے ۔ تو اُن کو اُس کی وجہ سے الم ۔۔۔ ہو) تو جوان ہونے کے بعد اُن سے نماز کی پابندی کی امید بہت مشکل ہے ۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی کے ساتھ ساتھ بلاشبہ اُن کو اسلام کے اخلاق حسنہ کی تعلیم دی جاوے ۔ اور اسلام نے جو کچھ مسلمانوں پر فرض کیا ہے ۔ اُس کی خوبیاں رفتہ رفتہ عقلی دلائل سے اُن کے

ذہن نشین کی جاتی رہیں تاکہ جو کچھ وہ بطور عادت کے ادا کرتے ہیں اس کی عظمت شروع ہی سے اُن کے دل میں اُتر جاوے۔

روزہ کی نسبت جو کچھ جناب ممدوح نے لکھا ہے۔ اس سے بھی زیادہ قابل اعتراض ہے جو نماز کے متعلق موصوف نے تحریر فرمایا ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں :-

روزہ کے متعلق طلباء کی جسمانی حالت کا خیال رکھنا نہائت ضروری ہے اور ہندوستان میں نشو ونما کی حالت میں کسی لڑکے کو روزہ رکھنے پر مجبور نہیں کرنا چاہئے" اس کے متعلق اگر مجھکو موقع ملتا۔ تو میں جناب ممدوح کی خدمت میں عرض کرتا۔ کہ ہندوستان کے مختلف اقطاع میں مختلف موسم رہتے ہیں۔ یہاں یورپ کا بھی موسم ہے اور افریقہ کے ریگستانی قطعات کا بھی۔ جناب عالی کون سے قطعات ہندوستان میں روزہ کو مضر صحت تجویز فرماتے ہیں۔ اور ہندوستان کے علاوہ دوسرے کن کن بلاد میں اس کو مضر اور کن کن بلاد میں غیر مضر خیال فرماتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مزید غور و فکر کے بعد شائد کوئی ملک بھی اور ہندوستان کا کوئی قطعہ بھی ایسا متحقق نہ ہوگا۔ جہاں جناب ممدوح کے نزدیک روزہ مضر صحت نہ سمجھا جاوے۔ نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہندوستان غریب کو کیوں بدنام کیا جاوے۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ جن حضرات پر خود روزہ شاق ہے وہ اپنی اولاد کو بھی اس تکلیف میں مبتلا کرنا پسند کرتے ہیں نہ دوسروں کی اولاد کو۔ ہم دور ہی سے اس قسم کی ہمدردیوں کے جواب میں "نو تھنکس" عرض کرتے ہیں۔ اور اُن سے معافی چاہتے ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ اس مسئلہ پر بھی جناب رائٹ آنریبل ممدوح نے کافی طور پر غور نہیں فرمایا۔ اور ناحق مسلمانوں کو پریشان اور اسلام کو بدنام کیا ہے۔ آج وہ زمانہ ہے۔ جبکہ یورپ کے محقق بڑے بڑے نامی فلاسفر مسلمانوں کے روزہ کو سراسر عین علت اور مفید صحت سمجھتے ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ کوئی بیمار ہے۔ یا دوسرا کوئی عذر شرعی موجود ہے۔ تو اس پر خود شارع نے روزہ فرض نہیں کیا ہے۔ پھر جناب ممدوح (جو ہندوستان سے بخوبی واقف ہیں) کیا یہ فرما سکتے ہیں۔ کہ ہندوستان کے مسلمان اپنی دوسری اُن ہمسایہ قوموں سے جو روزہ نہیں رکھتے جسمانی قوت میں کم ہیں؟ یا ترک سپاہی یا افغان سپاہی اپنے ہمسایوں سے کمزور ہیں۔ برخلاف اس کے واقعہ یہ ہے۔ کہ ان قوموں کی فوجیں جو روزہ رکھنے کی خوگر ہیں غیر روزہ دار قوموں کی فوجوں کے مقابلہ میدان جنگ میں بہت زیادہ محنت اور مشقت برداشت کر سکتی ہیں۔ روزہ کے خوگر بھوک اور پیاس میں بھی اپنے فرائض اس خوبی سے ادا کرتے ہیں۔ کہ غیر روزہ دار اس کے نصف مشقت بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ رائٹ آنریبل ممدوح جنگ کریمیا کے اس تاریخی واقعہ سے ناواقف نہیں ہیں۔ کہ جب ترکوں کی فوج کو ایک موقع پر کئی دن تک رسد نہ پہنچ سکی۔ اور انگریزی فوج کے جرنیل نے مہربانی سے ایک گلہ سوروں کا ترکوں کے فوجی افسر کے پاس بھیجدیا اور انہوں نے اُس کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔ یہ کیا بات تھی۔ وہی اُن کا اسلامی کیرکٹر تھا۔ اور یہ روزہ رکھنے کی عادت کے سبب سے تھا۔ کہ ترک سپاہیوں نے ایسے گوشت کے کھانے سے صاف انکار کر دیا۔ یہ تھا سچا اسلامی کیرکٹر اور مسلمانوں کو ایسے ہی کیرکٹر کی ضرورت ہے۔ مگر یہ کیرکٹر اسی وقت بن سکتا ہے۔ جب ابتدا ہی سے مسلمان نوجوان اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کے خوگر ہوں گے۔ مگر قوم کو اطمینان رکھنا چاہئے کہ اُن کے کالج میں وہ شرع جاری ہے۔ جو اس کو خدا اور رسول کی طرف سے ملی ہے۔ نہ زید۔ عمرو بکر کی شرع۔ جن لوگوں کو اس سے زیادہ اطمینان حاصل کرنا منظور ہو۔ ان سے میں بہ منت درخواست کروں گا۔ کہ وہ کالج میں تشریف لاویں اور دیکھیں کہ اُن کے کالج میں نماز کے ساتھ روزہ کا بھی کس قدر اہتمام ہوتا ہے۔

کیسے چھوٹے چھوٹے بچے (سوائے کسی عذر شرعی کے) کس طرح نہائت خوش خوش اور خندہ پیشانی سے روزہ رکھتے ہیں اور افطار کے وقت اُن کو کیسی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ اور دن بھر کی طالب علمانہ محنت اور روزہ کی مشقت برداشت کرنے کے بعد کس شوق سے وہ تراویح سُننے کے لئے جماعت میں شریک ہوتے ہیں۔ آپ تمام اُن بورڈنگ ہوسوں میں جو مسجد سے فاصلہ پر ہیں۔ خاص کمرے نماز کے واسطے مخصوص ہیں۔ جہاں موذن اور امام دونوں مقرر ہیں۔ اور ہر ایک جگہ تراویح کا انتظام ہوتا ہے۔ اکثر جگہ خود وہ طالب علم جو حافظ قرآن ہوتے ہیں۔ قرآن شریف سُناتے ہیں۔ اور ختم قرآن شریف کی شب کو جو چہل پہل کہ کالج میں دیکھنے میں آئے گی۔ ایسا نظارہ شائد کسی اور جگہ کم دیکھنے میں آئیگا۔ دینیات اہل سنت والجماعت وشیعہ اثنا عشریہ کی کمیٹیوں کے قواعد جہاں کالج کے قانون میں بیان ہوئے ہیں۔ وہاں دفعہ ۱۸ کے ضمن ہائے ذیل خصوصیت کے ساتھ قابل ملاحظہ ہیں :-

"(د) اس بات کی نگرانی کرنا کہ بورڈنگ ہوس کے تمام طالب علم اپنے اپنے مذہب کے مطابق نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں یا نہیں"

"(ہ) سُنی کمیٹی کے ممبروں کو بالتخصیص سُنی طالب علموں کی نسبت اس بات کی کوشش کرنا اور اس کے لئے ضروری سامان کا مہیا کرنا۔ کہ وہ سب نماز پنجگانہ جماعت سے ادا کریں"

(نوٹ) شیعہ طلباء کے واسطے بھی جب سے پیش نماز عالم کا تقرر ہو گیا ہے۔ وہ بھی جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اس انتظام کو بھی ایک عرصہ دراز ہو چکا ہے۔

"(و) اسی کمیٹی کے ممبروں کو رمضان شریف میں سُنی بورڈروں کے لئے نماز وتراویح کے ادا کرنے کا انتظام کرنا"

چند روز ہوئے کہ ایک مسلمان صاحب نے کالج کے اسکول میں اپنے ایک کمسن لڑکے کو بھیجنا چاہا۔ اور یہ فرمائش کی کہ مذہبی تعلیم اور نماز روزہ وغیرہ کی اُس پر کوئی تاکید نہ ہو۔ کالج کے منتظموں نے اُس لڑکے کے داخل کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔

ممکن ہے کہ رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب کے ہمخیال کچھ اور لوگ بھی ہوں۔ یا زمانہ آئندہ ایسے مسلمان جو سرے سے نماز روزے کو جزو ایمان نہ سمجھیں۔ لیکن جب تک مسلمانوں میں غالب تعداد اُن لوگوں کی موجود ہے (اور خدا چاہے تو وہ قیام قیامت تک موجود رہیگی) جو نماز اور روزہ کو اسی طرح ادا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جس طرح کہ خدا اور اس کے رسول نے اُن پر فرض کیا ہے۔ اس وقت کسی ایک کی بھی انشاء اللہ تعالیٰ پیش نہ چلے گی۔

پس مسلمانوں کو خود اپنے اوپر بھروسہ کرنا چاہئے اور زید عمرو بکر کی رائیوں سے کوئی خوف نہ کرنا چاہئے۔

بے شبہ قوم کے لیڈروں کو یہ حق ہے۔ اور اُن کا فرض ہے کہ اگر وہ قوم کو کسی غلط راستہ پر جاتا ہوا دیکھیں۔ تو حتی الامکان اس سے قوم کو روکیں۔ لیکن اس فرض کے ادا کرتے وقت اُن پر کچھ پابندیاں بھی ہوتی ہیں۔ انہیں پابندیوں میں سے ایک اہم پابندی یہ بھی ہے۔ کہ اگر وہ اپنے آپ کو ایک مذہب میں شمار کرتے ہیں۔ تو ایسی کوئی ہدائت نہ کریں۔ جو قوم کے دین و مذہب کے خلاف ہوں اور جس سے قوم کے مذہبی کیرکٹر میں فرق آتا ہو۔ ہمارا تو دعوی یہ ہے کہ دُنیا میں جسقدر خوبیاں ہو سکتی ہیں۔ وہ سب مذہب اسلام میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اور اسلام کا ایک خادم اپنی ذات اور دوسرے تمام بنی نوع انسان کے واسطے آیہ رحمت ہے۔

مسلمان پبلک پورے اطمینان کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہے اور اسی طرح اسے مصروف رہنا چاہئے۔ ہر مذہب کے علماء اور مشائخ نے جابجا اپنا پورا اطمینان ظاہر کیا ہے۔ اور اپنے پیروں کو ترغیب دلائی ہے۔ کہ وہ مسلم یونیورسٹی کی تکمیل کے کام میں دامے۔ درمے۔ قدمے۔ قلمے۔ مدد دیں۔

آخر میں یہ عرض کرنا بھی میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ عالی جناب رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب نے جس قدر خدمات قوم کی فرمائی ہیں۔ اور جس قدر دلیری سے ہمیشہ اسلامی پالٹکس میں حصہ لیا ہے۔ اور خصوصاً جو کامیابی جناب ممدوح اور ہز ہائی نس سر آغا خان بہادر بالقابہ کی مساعی جمیلہ کی بدولت جدید پولٹیکل رفارم میں ہندوستان کے مسلمانوں کو ہوئی ہے۔ اور جو توجہ جناب ممدوح نے مسلمانوں کے مسئلہ وقف علی الاولاد پر مبذول رکھی ہے۔ یہ تمام وہ امور ہیں جن کو اُن کے ہموطن ہمیشہ احسانمندی اور شکر گذاری سے یاد رکھیں گے۔

ایک اعجازی نشان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پس از شرح آرزوے ملاقات امنح خواطر مبارک میدارد۔ اینکہ بتاریخ ۱۲ اپریل ۱۹۱۱ء یوم چہار شنبہ ارباب فیض اللہ خان منیجر انجمن تجارت الاسلام برائے ملاقات نزد بندہ آمدہ بود و درہمیں ملاقات ذکر حضرت مسیح موعود پیش آمد و ارباب صاحب موصوف نہائت سخن ہائے ناجائز درباب حضرت اقدس بیان نمود۔ چونکہ من از جملہ کمترین فدویان آنحضرت میباشم۔ نہائت طبیعتم برخورد و در دلم یک جوش پیدا شد اقلاً بخواطرم آمد کہ درحق ارباب مذکور دعاءِ موت بکنم باز گفتم کہ اگر ایں شخص بمیرد پس سخت تزلزل بہ انجمن تجارت الاسلام پدید خواہد آمد و چونکہ من پریزیڈنٹ انجمن ہستم۔ برائے من نیز تکلیف خواہد شد۔ لہذا دعاء موت نکردم وبعد ازاں دست برداشتم وبجوش دل دعا کردم کہ خدا وندا اگر حق بجانب جماعت احمدی ہست وحضرت میرزا صاحب واقعی مسیح موعود است پس ارباب فیض اللہ را در عرصہ سہ یوم نہائت سخت بیمار بکن و اگر جماعت احمدی برحق نیست و راہ غلط اختیار نموداند۔ پس اے باری تعالیٰ خود من را نہائت بہ خطرناک بیماری گرفتار بکن۔ درہمیں عرصہ سہ یوم حق وباطل را ظاہر بکن وبعد از دعا بسیار مخالفین با از دعا خود اطلاع دادم کہ ایشان بطور شاہد باشند وجملہ اہل بیت خود را نیز شاہد ساختم وجملہ اہل بیت من سخت مخالف سلسلہ احمدی ہستند ازیں جہت ایشان را از دعا خود خبر دادم کہ شائد خدا ایشان را ہدائت فرماید آمین۔ پس الحال قدرت ایزدی را ملاحظہ فرمایند کہ عین ایام ...

قرآن مجید کا نیا اُردو ترجمہ مسمی بہ فتح الحمید

قرآن مجید کے اسوقت تک جتنے ترجمے ہوئے ہیں وہ سب ایسے ہیں کہ بعض سے تو عوام بخوبی مستفید نہ ہوسکتے تھے اور بعض خواص کے نزدیک صحیح اور معتبر نہیں مانے جاتے تھے۔ کیا فتح الحمید ایسا ترجمہ ہے جسکے صحیح اور مستند اور بامحاورہ اور عوام فہم اور لطیف اور بے نظیر ہونے پر تمام اہل علم و فہم کا اتفاق ہے۔ اسلئے وہ ملک میں نہایت مقبول ہوا ہے اور کیا خاص اور کیا عوام سب نے اسکو پسند کیا ہے۔ ہم ان تمام تحریروں سے جو اس ترجمے کے متعلق لکھی گئی ہیں قطع نظر کر کے صرف جناب مولوی محمد علی صاحب ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کے اس فقرہ پر اکتفا کرتے ہیں جو انہوں نے اس ترجمہ پر ریویو لکھتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ "میں نے جہانتک اس ترجمہ کو پڑھا ہے میں دوسرے ترجموں پر اسے ترجیح دیتا ہوں" اس فقرہ میں فتح الحمید کا گویا تمام موجودہ تراجم سے مقابلہ ہے اور اس کو ان سب سے بہتر مانا گیا ہے۔ جس ترجمے کی نسبت بالاتفاق تسلیم کر لیا گیا ہے کہ لاجواب ہے ظاہر ہے کہ اس میں وہ خوبیاں ہیں۔ جو خدا کے پاک کلام میں ہونی چاہئیں۔ جو خوبیاں اس ترجمہ میں ہیں وہ ہر ایک اہل نظر کے دیکھنے کے لائق ہیں۔ عشاق کلام ربانی کو یہ ترجمہ ضرور پڑھنا چاہیئے۔ ہدیہ بلاجلد تین روپیہ محصولڈاک علاوہ بہ نشان ذیل طلب کیجئے

نذیر محمد خان شہر جالندھر کوٹ اچھی (پنجاب)

اشتہار نور الابصار

بوگند گفتن کہ زر مغربی است
چہ حاجت محک خود بگوید کہ چیست

اس لئے مختصر عرض ہے کہ میرے پاس اصلی ممیرا اور اس کا سرمہ عجیب موجود ہے جس صاحب کو ضرورت ہو ایک دفعہ منگا کر آزما دیکھے۔

ممیرا قسم اول قیمت فی تولہ دس روپیہ عہ
ممیرا قسم دویم قیمت فی تولہ پانچ روپیہ (صہ)
سرمہ ممیرا قسم [illegible] فی تولہ ہر مقرر ہے

غرباء کیلئے خاص رعایت ہوگا

المشتہر اردانہ ۔ مانسہرہ ضلع ہزارہ

فہرست کتب موجودہ قمر الحکم

نماز پر تقریر اور مسئلہ وحدت وجود پر خط حضرت مسیح موعود نے نماز کے اسرار پر لطیف تقریر فرمائی ہے اور وحدت وجود کے اعتقاد کا لاجواب رد کیا ہے۔ یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے قیمت ۲ر

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب قیمت ۲ر

نور القرآن حصہ دوم۔ عیسائیوں کا عجیب رد ۴ر

فیصلہ آسمانی قیمت ۲ر

ایڈیٹر الحکم کی تالیفات تفسیر ان پارہ اول و دوم سورہ بقر کی تفسیر فی پارہ عہ

۷ پارہ قرآن (شریف) سہ طیاں ہیں فی پارہ ۸ر

سلک مروارید: حصہ اول سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اپنی طرز کا پہلا رسالہ جو مستورات کی اصلاح کیواسطے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق ناولکے طور پر لکھا گیا ہے۔ قیمت ۴ر

حصہ دویم ۴ر حضرت اقدس کی پرانی تحریریں ۲ر براہین الحق ۳ر۔ مجاہد المسیح ۳ر [illegible] ۲ر تفسیر سورہ والعصر ۲ر نمونہ قرآن ۳ر

گذشتہ تین ہفتے

مجھکو اوائل اپریل میں قادیان سے باہر جانا پڑا۔ اور میری اس سفر سے الحکم کے لئے ان تجاویز کو زیر عمل لانے کی کوشش تھی۔ جو اس کی اعانت کے لئے مفید ہوسکتی ہیں۔ اس لئے کہ الحکم کو جاری رکھنے کے لئے میں حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے حضور بیعت کرچکا ہوں۔ اور میرا فرض ہے۔ کہ جہاں تک میرے امکان میں ہے۔ میں اس کی اصلاح کی فکر کروں۔ ناظرین الحکم اس بات سے بیخبر نہیں۔ کہ جب مشین پریس جاری کیا گیا تھا۔ اس کی وجہ سے کارخانہ کو ایک کثیر نقصان اٹھانا پڑا جس کی تلافی اس وقت تک نہیں ہوئی۔ اس میں کلام نہیں کہ بعض احباب نے میری حوصلہ افزائی اور بہت بڑھانے میں ہر طرح کوشش کی۔ مگر اسباب کے سلسلہ میں جو کام سب کے کرنے کا ہو۔ وہ ایک دو سے نہیں ہوسکتا۔ ہاں میں شرح صدر سے اس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے جہاں مجھ سے الحکم سے الگ نہ ہونے کا عہد لیا۔ وہاں الحکم کی اعانت میں واجب التقلید حصہ لیا۔

صرف آپ کی خلافت کا عہد الحکم کی زندگی میں ایسا دور ہے کہ آپ نے متعدد مرتبہ اس کی مدد نقد روپیہ سے کی۔ پھر الحکم کے ذمہ کی بعض مطالبات کو ایسے طور پر ادا کر دیا کہ مجھے خبر بھی نہیں ہوئی۔ اور ایک عرصہ بعد جاکر پتہ لگا۔ ایک ہمارے احباب ہیں۔ جو اس قسم کی نکتہ چینی کرتے ہیں۔ کہ الحکم فلاں مطالبہ کے نیچے ہے۔ اور فلاں زیر باری کا جوابدہ ہے۔ اور ایک ہمارا مطاع ہے۔ کہ اسے علم ہوتا ہے۔ کہ ایک مطالبہ الحکم کے ذمہ ہے وہ اپنی مقدرت میں پاتا ہے۔ کہ اسے ادا کردے۔ قبل اس کے کہ مجھے ان سے اس کے متعلق کچھ کہنے کا موقعہ ملے وہ خود اسے ادا کرتا ہے۔ اور مجھے اطلاع بھی نہیں دیتا۔

یہ ذکر تو ذوق سخن اور جوش شکر گذاری نے درمیان میں لا ڈالا۔ میری غیر حاضری میں الحکم کا بند رہنا نہ اس وجہ سے ضروری تھا کہ آجکل پریس ایکٹ کی وجہ سے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ بلکہ اس پلیگ اور فصل ربیع کی کٹائی کا اضافہ ہوگیا۔ کارخانہ الحکم کا ایک پریسمین بیمار ہوکر فوت ہوگیا۔ اور مزدور کٹائی فصل میں مصروف ہوگئے یہ اسباب مل کر اتنے دنوں تک الحکم کے بند رہنے کا موجب ہوئے اس اثناء میں بہی خواہان الحکم نے حسب معمول تردد کے خطوط لکھے اور چونکہ میں دفتر سے غیر حاضر تھا۔ اس لئے ان کے جواب نہ پہنچنے پر انہیں اور بھی حیرت ہوئی۔ میں نے اپنے سفر سے ایک عام اطلاع پریس شائع ہونے کے واسطے بھیجی تھی مگر وہ معلوم نہیں کیوں چھپ نہیں سکی بعض لوگوں نے اس تعویق کے متعلق عجیب افواہ اڑائی جو میں نے لاہور میں جاکر سنی جبکہ بعض آدمیوں نے خود مجھ سے دریافت کیا۔ اور وہ افواہ یہ تھی کہ اخبار الحکم کا پچھلا نمبر حضرت خلیفۃ المسیح رضؓ نے جلوا دیا ہے۔ اور ایڈیٹر الحکم بھاگ گیا ہے۔ میں اس خبر کو سنکر اتنا حیران ہوا کہ میری زندگی میں یہ پہلا موقعہ تھا۔ اس لئے کہ اخبار خود میں نے شائع کیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح رضؓ نے ایسا کوئی حکم کبھی دیا ہی نہیں تھا۔ پھر یہ گپ کیوں اڑائی گئی۔ میں ایسے لوگوں کو نہایت درد دل سے کہتا ہوں کہ ایسی باتوں سے کچھ حاصل نہیں۔ وہ ایسے مشغلہ کو ترک کردیں۔ الحکم کا ایڈیٹر خدا کے فضل سے کسی بات کو چھپانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ وہ تو اس بات کا مویہ ہے۔ کہ واقعات کو تاریکی میں نہ رکھا جاوے اور نہ گول مول الفاظ سے انہیں چھپانے کی کوشش کی جاوے۔ حضرت خلیفۃ المسیح رضؓ اگر ایسا حکم دیتے۔ تو وہ بڑی خوشی سے بحمد للہ اس پر عمل کرتا۔ اور اس کا اعلان کر دیتا۔ اس لئے کہ حضرت کے ارشادات ہمارے لئے نعمت غیر مترقبہ اور آپ کی ہدایات ہمارے لئے موجب سعادت ہیں۔

بدبخت ہے وہ انسان جو آپ کی نصیحت کو سنکر برا منائے ایسا شفیق ناصح صدیوں کے بعد بھی پیدا ہونا ممکن نہیں اور میں تو اپنے آپ کو مریض یقین کرتا ہوں اور اس کے دست شفا کا محتاج اپنے آپ کو پاتا ہوں۔ میں آپ کے کلمات طیبات کی اشاعت کا شوقین ہوں۔ پھر اگر ایسی بات ہوتی۔ تو وہ سب سے پہلے الحکم ہی میں نکلتی۔ ایسے مفتریوں کو جو حضرت خلیفۃ المسیح رضؓ پر افترا کرتے ہیں۔ توبہ کرنی چاہئے۔ ایسی باتوں سے الحکم کو انشاء اللہ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو اپنا بازو قرار دیا ہے۔ اب جو چاہتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت کا بازو ٹوٹ جاوے۔ وہ زور آزمائی کرے مگر خدا سے ڈرے۔ ایسی افواہوں سے میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔

کیا ایسی افواہوں کے مرتکب جرائت کرسکتے ہیں۔ کہ وہ علانیہ اپنی غلطی کا اقرار کریں؟ واقعات اس کا جواب دینگے۔

پس میں ناظرین کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ وہ ہمیشہ کے لئے جب تک کہ ان کا الحکم سے تعلق ہے۔ یاد رکھیں۔ کہ الحکم یا ایڈیٹر الحکم کے متعلق اگر کوئی افواہ پھیلائی جاوے۔ تو وہ مجھ سے براہ راست دریافت کرلیں۔ اور ایسے آدمی کی تحریر حاصل کریں تاکہ میں اسے حضرت امامؑ کے حضور پیش کرسکوں۔ الحکم کی اشاعت میں اگر کبھی کوئی روک ہو۔ تو وہ ان اسباب کے ماتحت ہوگی جو میرے اختیار اور مقدرت سے باہر ہوں۔ الحکم اپنی کسی غلطی کے اظہار میں خدا ہی کے فضل و کرم سے شرم نہیں کریگا۔ اور نہ کسی ایسے امر میں جو اس کی سمجھ میں حضرت مسیح موعود یا آپ کے جانشین کے صریح ارشادات اور ہدایات کے خلاف ہو۔ اس پہلو کو لینے کا حوصلہ کرسکتا ہے۔ جو سلسلہ کے اغراض کے منافی ہو۔ وہ خدا تعالیٰ سے حق کی اشاعت اور تائید کی توفیق چاہتا ہے۔ اور اسی کے لئے ناظرین سے دعا کی درخواست کرتا ہے۔ یہ سطور مجھے محض غلط فہمی کے رفع کرنے کے لئے لکھنی پڑی ہیں ورنہ

یعلم اللہ کہ بکس نیست غبارے ما

ایوانِ خلافت

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت امام ایدہ اللہ بنصرہٖ کی صحت قابل شکر گزاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ایک عجیب نشان ہمیں دکھایا ہے۔

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

احمدی قوم نے اس مرد خدا کی اس بیماری میں بہت سے نشانات کا مطالعہ کیا۔ اول تو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ جو حضرت کے گھوڑے سے گرنے کے متعلق کی گئی تھی۔ پھر بعض اور بھی نشانات پورے ہوئے جن میں سے ایک مرتد ڈاکٹر کی پیشگوئی کے خطرہ کا دور کرنا بھی تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ جو خطرہ شیطانی کسی کے لئے موجب ٹھوکر ہوسکتا تھا حضرت خلیفۃ المسیح رضؓ کے مقابلہ میں پیشگوئی کرکے کانے **دجال** کا نامراد رہنا اس امر کی دلیل ٹھہرا کہ اسے خدا تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔

پھر اس علالت نے احمدی قوم کے مستقبل پر خود حضرت خلیفۃ المسیح رضؓ کو اندر ہی اندر غور کرنے کا عجیب موقعہ دیا۔ اور آپ کو دعاؤں کے لئے مخصوص کرلیا۔ اس پانچ ماہ کے عرصہ میں جسقدر دعائیں آپ نے کی ہیں۔ میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ پہلے ایسا موقعہ نہیں ملا ہوگا۔ ہر سانس آپ کا دعاؤں کے ساتھ آتا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان بڑھانے کے لئے ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ ان کی تفصیل بہت وقت چاہتی ہے۔ خدا کرے کہ وہ لوگ جنہیں اس علالت میں آپ کے پاس کثرت سے رہنے کا اتفاق ہوا ہے وہ ان تمام واقعات کو قلمبند کریں۔

ایام علالت میں آپ تبلیغ حق کے لئے بہت حریص رہے اور تمام ایسے اوقات میں جبکہ آپ کی حالت نازک سمجھی جاتی رہی۔ آپ نے بار بار فرمایا

کہ مجھے اپنے مولیٰ پر بڑی امیدیں ہیں۔

صدقات اور خیرات کی کثرت سے آپ نے دکھایا کہ امراض و مشکلات میں صدقات کی طرف توجہ کرنا فضل رب کو جذب کرتا ہے۔ اپنی بیماری میں آپ نے باوجود تکلیف و تقاضائے سن کبھی کسل سے کام نہیں لیا۔ اور طبعی ضرورتوں کے لئے خود بڑی جرائت اور حوصلے سے اٹھتے رہے اب جبکہ آپ کی طبیعت بہت درست ہوچکی ہے اور زخم بہت ہی کم باقی ہے۔ آپ نے اپنے وقت کو

درس تدریس کی نذر کردیا

اور عرصہ سے بخاری شریف کا درس شروع ہے اور خدا کا شکر ہے۔ کہ شیخ محمد تیمور صاحب ایم۔ اے اسے ختم کرچکے۔ مجھے گذشتہ تین ہفتہ آپ کی صحبت سے الگ رہنے کا اتفاق ہوا۔ اور اس اثنا کے ان واقعات کو (جو ہمارے لئے رشد اور ہدایت کا موجب ہوسکتے ہیں) میں درج نکرسکنے کی وجہ سے افسوس کرتا ہوں۔

اور اب جو مجھے ملا۔ اسے دوسرے دل تک پہنچانے کی توفیق پاتا ہوں

خضر کی تحقیقات

۲۸ اپریل ۱۹۱۲ء کو جس دن کہ میں قادیان سے باہر جاتا ہوں۔ بٹالہ کے ایک منصف صاحب اور ایک مختار عدالت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مختار صاحب نے

آپ سے دریافت کیا کہ خضر کیا ہے؟

فرمایا۔ جب کوئی قوم حق سے دور جا پڑتی ہے اور اس طرح پردہ گر جاتی ہے۔ تو اس کے عقائد میں فرق آتا ہے۔ پھر اس کا اثر اعمال پر پڑتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ حوصلے پست اور ہمتیں کمزور ہو جاتی ہیں وہ روحانی ترقیوں سے ہی نہیں رُکتی۔ بلکہ دُنیوی رنگ میں بھی پستی کی طرف چلی جاتی ہے۔ چونکہ میں اس بات پر سچے دل سے یقین رکھتا ہوں اور یہ میرا ہی نہیں تمام راستبازوں کا تجربہ ہے کہ تمام ترقیات کی جڑ

سچے عقائد اور اعمال صالحہ ہیں۔

اس حالت تنزل میں اس کی علمی اور عملی کمزوریاں عجیب عجیب ایجادیں کرتی ہیں۔ آجکل مسلمانوں کی حالت بہت گر گئی ہے۔ اس لئے کہ ان میں خدا تعالیٰ کی کتاب کی عظمت اور اس پر عمل کرنے کا جوش نہیں رہا۔ اور وہ خدا کی کتاب کو ترک کرکے خود ہر طرف سے گر رہی ہے۔ اس واسطے اس پستی کے دور میں ایسی تحقیقات کی طرف متوجہ ہو چلی ہے۔ جو اس کے اعمال پر مؤثر نہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ آدم کو پیدا ہوئے کتنا عرصہ گذرا۔ اس کے ہاں دن کے پہلے حصہ میں لڑکی اور دوسرے میں لڑکا پیدا ہوتا تھا تو ان کے نکاح کیونکر ہوتے تھے۔ لیکن اگر غور کیا جاوے اور آپ بھی فکر کریں کہ کیا ان تحقیقاتوں سے کوئی روحانی ترقی یا اصلاح نفس وابستہ ہے۔ یا یہ کوئی علمی ترقی کا ذریعہ ہے۔ عملی رنگ میں اگر دیکھیں تو شریعت یہی اور یہی ہے ایسے وظائف اور اور لوگوں نے تجویز کر لئے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کی کتاب ہی چھوٹ گئی ہے۔ اس قسم کی بحثوں اور تحقیقاتوں میں سے خضر کی بحث ہے۔

میں آپ کو اس کے متعلق اپنی تحقیقات ابھی بتاؤں گا جس پر خدا کے فضل سے میں ایمان رکھتا ہوں۔ مگر میرا کام چونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اس لئے میں نے اس درد دل کا اظہار آپ سے کیا ہے۔ جو مسلمانوں کی حالت کو دیکھکر دل میں پیدا ہوتا ہے اور آپ کو اس واسطے سُنا دیا ہے۔ کہ شاید کسی کو نفع پہنچے۔

صرف خضر ہی کی بحث نہیں۔ بلکہ ہمارے ہاں تو تین بزرگ ایسے ہیں ایک خضر دریاؤں کے اور الیاس جنگلوں کے اور جھنڈا بابا تینی مشہور ہے اور ان تینوں کو زندہ سمجھا جاتا ہے۔ جن بحثوں کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں اصحاب کہف کے کتے کی بھی ایک بحث ہے۔ کہ وہ نر تھا یا مادہ اس کا رنگ کیا تھا۔ اور ایسا ہی بنی اسرائیل کی گائے کی بحث ہے۔ غرض اس قسم کی بحثیں قوم کی پست ہمتی اور حقائق سے دوری کا ثبوت ہیں۔ قوم کے ادبار کے وقت ایسی ہی حالت ہوتی ہے ہر کام میں سست بات کریں گے۔ **دولت ہوگی تو شراب خواری** اور عیاشی کریں گے۔ حکومت ملیگی۔ تو ظلم اور سختی کے علاوہ رشوتیں لیں گے ... مشغول کریں گے۔ یہ امراض ہیں۔ جو قوم میں اس وقت بھی پیدا ہو رہے ہیں ... میں آپکے سوال کا جواب دیتا ہوں۔

خضر لفظ قرآن مجید میں نہیں ہے اور نہ یہ نام آیا ہے۔ نہ احادیث صحیحہ میں ذکر ہے۔ ہاں بطور کہانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ خضر کا نام لے لیتے ہیں۔ اب خضر کی وسعت دیکھو۔ کہ فضل شاہ میرا لالا بھی ... خضر نے میرے منہ میں اپنا لب ڈالا ہے۔ نور احمد کاتب کے خط کا نام خضری خط ہے۔

اولیاء کرام کی کتابوں میں خضر کی ملاقات کا ذکر آیا ہے۔ اب سوال ہوتا ہے کہ خضر کیا چیز ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ ایک نبی کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ایک ولی کا نام ہے۔ صوفی کہتے ہیں کہ جس کے ذریعہ ہدایت ملی وہ خضر ہے۔ چنانچہ ایک شعر آپ نے بھی سُنایا گو

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

یہاں ہر ہادی کا نام خضر رکھا ہے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ کہا گیا ہے کہ خضر فرشتہ کا نام ہے۔ جیسے جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا خضر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا۔ کتب سابقہ میں معراجنامہ موسیٰ ایک کتاب ہے۔ اس میں فرشتہ کا نام حضر لکھا ہے اور میری تحقیقات میں حضر ہی صحیح ہے اور اسی کو خضر بنا لیا۔ بعض علاقوں میں ح کو خ سے تلفظ کر لیتے ہیں۔ جیسے راولپنڈی کے ضلع میں حضر کے معنے جبرئیل کے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے حضور رہے وہ ایک فرشتہ ہے خواہ وہ متمثل ہو کر نظر آوے یا کسی آدمی کے ذریعہ تحریک کر دے۔ میری تحقیقات میں ایسی تحریک فرشتہ ہی کا کام ہے۔ جو شخص ہادی اور رہبر اس کی تحریک سے کام کرتا ہے اس لئے وہ خضر کہلاتا ہے اور وہ ... یا تو متمثل ہو جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ کلبی کی شکل میں دیکھا بعض کہتے ہیں کہ کوئی بزرگ جو ہدایت کا موجب ہوا تو اسے کہدیا کہ خضر ہے میرا ایک دوست تھا وہ کسی زمانہ میں فسق میں مبتلا تھا۔ ایک مرتبہ ضلع ہوشیارپور میں کسی ندی کے کنارے جا رہا تھا کہ ایک شخص ملا۔ اور اس نے یہ آیت پڑھی الم یان للذین آمنوا۔ الآیۃ۔ ایسی چوٹ دل پر لگی۔ کہ فوراً توبہ کر لی۔ اس کا یقین تھا کہ وہ خضر ہے غرض میرا یقین ہے۔ کہ وہ فرشتہ ہے یا اس کا متمثل اور رہبر کامل

ریا کا علاج اور ملامتی فرقہ کی حقیقت

۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء کو حضرت کی خدمت میں میرے ایک مخلص اور مکرم بھائی نے ایک عریضہ پیش کیا۔ جس میں انہوں نے ایک روحانی مرض کا علاج چاہا تھا۔ حضرت نے اس کے متعلق ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔ آپ کی طبیعت میں بے حد جوش تھا۔ حضرت اس میرے مخلص بھائی سے خصوصاً محبت کرتے ہیں۔ اور اس کی قدر آپ کے دل میں ہے۔ بوجہ اس اخلاص کے جو اس کو حضرت سے ہے۔ حضرت کے سر میں ضعف تھا۔ مگر کچھ ایسا جوش تھا کہ بہت کچھ اس مضمون پر کہنا چاہتے تھے اور اس جوش کو روک نہ سکتے تھے۔ اس لئے نہایت محبت سے فرمایا کہ آپ اب تشریف لیجائیں آپ کو دیکھ کر بہت تحریک ہونے کی ہوتی ہے اور وہ میرے لئے اس وقت مضر ہے۔ یہ آپ کے جوش **اصلاح** کا ایک نمونہ تھا۔ جو دیکھنے والے ہی دیکھ سکتے تھے۔ میرے مخدوم بھائی نے فائدہ عام کے لئے اجازت دی ہے۔ کہ میں اُن کے سوال اور آپ کے جواب کو شائع کر دوں۔ خدا کرے۔ اپنی اصلاح کے لئے ایسا جوش ہمارے اندر بھی پیدا ہو۔ اور ہم اپنی کمزوریاں حضرت امام کے حضور عرض کرنے میں کبھی شرم نہ کریں میں تو اسے اعلیٰ درجہ کی خوبی سمجھتا ہوں۔ ایڈیٹر

نامۂ مریض

تو دو شہر شد آنے خضر پے خجستہ کہ من
پیادہ میروم و ہمرہان سوار انند

السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ وطیب صلاتہ وتائیداتہ وعونہ وصونہ۔ رات دن۔ صبح شام ہر وقت کی جلوت ہے۔ کوئی موقعہ خلوت کا مجھکو میسر نہیں ہے۔ اُونچی جماعتوں کے سمجھدار بچوں میں رہتا ہوں۔ جن کے لئے میرا ایک نمونہ اور میری عملی زندگی ہی زیادہ مفید اور اثر انداز ہو سکتی ہے۔ آج کئی روز سے میں اپنی ایک کمزوری سے مطلع ہو کر سخت خلجان میں گرفتار ہوں۔ وہ کمزوری یہ ہے۔ کہ میرے اعمال نیک کی کسی کو اطلاع ہوتی ہے تو اس سے میرے دل میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ یعنی میرا قلب دراصل ریا کے پلید مرض سے ماؤف ہے۔ اپنے اس مرض کی اطلاع پاکر مجھکو سخت کرب اور تکلیف ہے۔ کبھی جی چاہتا ہے کہ ملامتیہ فرقہ کے اعمال بجالاؤں۔ لیکن اس میں دوسروں کے ابتلا کا اندیشہ ہے۔ احیاء العلوم میں بھی ریا کا باب مطالعہ کیا۔ لیکن میں تو اس قدر کمزور ہوں۔ کہ اُس کے علاج پر بھی کاربند نہیں ہو سکتا۔ میری روح تحلیل ہوئی جاتی ہے۔ حضور کوئی علاج بھی بتائیں اور دعا بھی بہت فرمائیں۔ حضور سے یہ عرض کرنا بھی درحقیقت ریا سے خالی نہیں۔ لیکن امید ہے کہ اس طرح میرے درد کی دوا ہو جائیگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

مرا شیشہ بر دوش و باران سنگ
نہ یارائے رفتن نہ جائے درنگ

حضرت کا جواب

فرمایا بعض غلطیاں مسلمانوں میں ہیں جو خدا تعالیٰ کے فضل سے دور ہو سکتی ہیں نادان فلاسفروں نے معیار صداقت پر کتابیں لکھی ہیں۔ مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اگر وہ کوئی ایسا معیار صداقت قائم کر دیتے۔ یا قائم ہو جاتا۔ تو پھر اختلاف اُٹھ جاتا۔ دو بھائی ہوتے ہیں۔ ایک ریاضی سے دلچسپی رکھتا ہے۔ دوسرا لٹریچر سے۔ میں نے ایک مرتبہ مولوی محمد علی سے کہا۔ کہ فلسفہ کا ایک مسئلہ بتاؤ۔ اُس نے کہا کہ مجھے دلچسپی نہیں۔ حالانکہ وہ ایم۔ اے ہیں۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مذہب کے معاملہ میں ایک شخص خود ایک پتھر کو تراشتا ہے اور باوجود اس کا خالق ہونے کے اس کے آگے سجدہ کرتا ہے۔ دوسرا درخت کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور تیسرا قبر کو معبود بنا لیتا ہے۔

میں نے ایک رئیس کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ سے مٹی کا عضو تناسل بنا کر آپ ہی اس کی پوجا کرتا تھا۔ کیا یہ عقل و فکر کی بات ہو سکتی ہے غرض معیار صداقت قائم نہیں ہو سکتا۔ وہ معیار صرف خدا کا فضل ہے۔ اس پر ہی کام چلتا ہے۔ ملامتی فرقہ کے اعمال اختیار کرنے سے اصلاح کا خیال غلطی ہے۔ یہ فرقہ کم عقلی سے پیدا ہوا۔ اور شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہے۔

سب سے زیادہ ملامتی انبیاء علیہم السلام ہوئے ہیں ان سے بڑھ کر ملامت کیا کسی کو ہوئی؟ کبھی نہیں نہ کسی میسر کو نہ فقیر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ ملامت ہوئی کہ ملک چھوڑنا پڑا۔ حضرت لوط اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو بھی ملک چھوڑنا پڑا اور اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع کو کسقدر ملامت ہوئی۔ اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صاحب کو جس قدر گالیاں دی گئی ہیں۔ کیا کسی تکئے کے فقیر کو بھی دی گئی ہیں۔ ایسے فقیر جو ملامتی بنتے ہیں۔ انہیں تو مجذوب کہدیتے ہیں اور وہ پھر اس قدر بڑھ جاتے ہیں۔ کہ شراب پیتے ہیں اور زنا کرتے ہیں۔

اور لوگ کہدیتے ہیں کہ خلقت اندھی ہے۔

اصل فرقہ ملامتی انبیاء علیہم السلام اور اُن کے اتباع کا ہے جسقدر انسان نیک ہوگا۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریگا اسیقدر ملامت بڑھجائیگی اور خلقت دشمن ہوجائیگی اپنی تبلیغ میں جب تم کھول کر سلسلہ کا ذکر کروگے یا عیسیٰ کی خدائی اور بتوں کو خدا بنانے اور گورونانک کو اوتار قرار دیئے جانے کی مخالفت کروگے۔ خواہ نخواہ ملامت ہوگی۔ اور لوگ دشمنی کرینگے حق گوسے بڑھ کر ملامتی کون ہوسکتا ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام کی مخالفت ہوئی اور اُن کے خلاف خطرناک منصوبے ہوئے اور انہیں ایذائیں دی گئیں۔ یہانتک کہ ترک وطن کرنا پڑا۔ یہ ملامت ہی کا نتیجہ تھا اور یہ ملامت خلاف شریعت افعال سے پیدا نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے سے

اندھی دُنیا نے اُن کی مخالفت کی

مجھے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے محبت ہے ایک مرتبہ میں سیالکوٹ حضرت صاحب کے ساتھ گیا۔ لوگوں نے کہا کہ وعظ کرو میں نے یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد پر وعظ کہا۔ شام ہوگئی لوگ چلے گئے ایک آدمی نے ایک شخص سے پوچھا کہ آج نورالدین نے کیا وعظ کیا اُس نے کہا۔ یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ پر تقریر کی ہے۔ وہ بولا کہ نورالدین منافق ہے اُس نے مرزا صاحب کا ذکر نہیں کیا لوگوں نے یہ بات مجھے پہنچائی میں نے کہا کہ میں تو ملامتی ہوں۔ اُس نے ایسا کہا تو کیا ہوا ممکن ہے اُس نے دوستوں نے ملامت کی ہوگی۔ وہاں تو سب احمدی تھے پھر اگر میں نے مرزا صاحب کا ذکر نہیں کیا تھا تو کس کے خوف سے۔ مگر نہیں انبیاء علیہم السلام کے سچے اتباع ملامتی ہوتے ہیں۔ غرض لوگوں کو خوش کرنا اور اپنی تعریف سننا نہیں ہوتی۔ میں نے انہیں یہ بھی کہا کہ اسے یہ آیت سُنا دو۔

اذا ذکر اللہ وحدہ الآیۃ و اذا ذکر الذین من دونہ الآیۃ

کیا مطلب کہ اگر جناب الٰہی کا ذکر کیا جاوے تو بعض بے ایمان دل برا مناتے ہیں کشمیر میں اگر واعظ شیخ ہمدانی اور سید عبدالقادر جیلانی کا ذکر کریں تو لوگ خوش ہوجاتے ہیں وہاں خطبہ میں بھی یہ ذکر لازمی ہے چشتی ہوں تو خواجہ معین الدین چشتی کا اور نقشبندیوں میں خواجہ نقشبند کا اور قادریوں میں عبدالقادر اور شیعہ میں امام حسین کا ذکر ہو تو یہ لوگ خوش ہوتے مگر یہ خوشی تو اللہ کے سوا مخلوق کے ذکر سے ہوئی ایسے کو کہینگے کہ یہ بڑھا ہوا ہے۔ ان کی عظمت اس کے دل میں ہے۔ مگر مومن حقیقی امر بالمعروف کرنا چاہتا ہے۔ اس کے دل میں محض خدا تعالیٰ کی عظمت ہوتی ہے غرض ملامتی اس کو نہیں کہتے جو ننگے دھڑنگے پھرے نبیوں کی تعلیم کئے جاؤ۔ اسی کی ضرورت ہے۔ اور نبی کی اتباع ہی کا حکم ہے۔ رہی ریا اس کے متعلق میں تمہیں دو فقیروں کا واقعہ سُناتا ہوں جن کو میری آنکھوں نے دیکھا ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو کبھی ریا آتی ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ کیا ان جانوروں بیلوں یا اور گھوڑوں کے سامنے نماز پڑھتے ہوئے تمہیں ریا آتی ہے اس نے کہا نہیں انہوں نے کہا کہ ہماری نماز کے وقت لوگوں کی حقیقت بیلوں سے زیادہ نہیں تو ہمیں ریا کیوں آئے؟

ایک سرکاری حکم ہے مثلاً یہ کہ نماز پڑھو پس تمہارا کام یہ ہے کہ اس کی تعمیل کرو نفس کہتا ہے لوگ دیکھتے ہیں۔ بہت اچھا دیکھیں ہمیں اس سے کیا ہم نے صرف تعمیل ارشاد ربانی کرنی ہے۔ شیخ غزالی صاحب بڑا تشدد کرتے ہیں اُن کی کتابوں کو دیکھا جاوے تو وہ بہت ڈرا تے ہیں شیخ محی الدین ابن عربی ایسی امید دلاتے ہیں کہ بہشت میں ہی چلے جاتے ہے۔ قرآن مجید کو آپ پڑھیں اور اس پر عمل کریں اور تدبر کریں۔ اول وقت نماز پڑھنی چاہئے اور کبھی اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے کہ کوئی دیکھتا ہے یا کیا کہتا ہے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ سب سے بڑھکر ملامتی انبیاء ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کچھ کہا گیا۔ کاہن۔ شاعر۔ مجنون۔ ساحر۔ یرید ان یتفضل علیکم۔ پھر اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا حضرت صاحب کے حق میں لوگوں کے فتوے دیکھے اور سلطان کو کہتے سُنا پھر اپنے حق میں گالیاں سُنیں اور فتوے دیکھے مگر میں اس راہ کو مبارک سمجھتا ہوں کیونکہ یہ انبیاء کی اطاعت کی راہ ہے اور نبی کی اتباع میں سب سے بڑی ملامت ہے۔ برخلاف اس کے جو ملامتی آپ بنے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ پوجے گئے ہیں۔ میرے سامنے جب کوئی شخص نذر رکھتا ہے۔ تو میرا دل کانپ جاتا ہے کہ خدا جانے یہ مجھے کیا سمجھتا ہے۔ اس کو یہ خیال ہوگا۔ کہ خدا کے ایجنٹ بنے ہوئے ہیں اور یہاں یہ حال ہے کہ ۶ ماہ سے پڑے ہیں بوجہ بیماری تذکرہ کے۔ مصرف نہیں دیکھ سکا۔ میرا خدا اکھانے کے لئے تو عجیب طور پر بھیجوا تا ہے۔ پاغستان سے دو روپیہ گھوڑے نے جو نہایت اطیب تھے اس نے بھجوا دیئے۔ مجھے سکھوں اور جینیوں نے بھی دیا۔ جن کو مجھ سے کچھ تعلق نہ تھا۔

ہمارے ایک بزرگ ہوئے ہیں۔ ان کے ایک بھائی شیخ محمد تھے۔ اُن کی بی بی کا نام ام حبیبہ تھا۔ وہ اس قدر ذکر شغل میں بڑھیں۔ کہ اُنہوں نے ذکر الٰہی کے لئے نوافل کو چھوڑ دیا پھر اور ترقی کی تو سنت غیر موکدہ کو چھوڑا۔ پھوجو اور لذت بڑھی تو سنن موکدہ میں فرق آنے لگا۔ خاوند کو فکر ہوئی۔ کہ بیوی ترقی کر رہی ہے اُنہوں نے جو دریافت کیا تو کہا کہ ذکر الٰہی میں اس قدر ذوق شوق ہے کہ سُنن اور نوافل نہیں پڑھتی۔ میاں نے کہا کہ آپ لاحول کا بھی ذکر کریں۔ وہ لاحول پڑھنے لگی۔ دیکھا کہ مصلے پر ہنومان آگیا ہے۔ تو بی بی صاحبہ نے اسے دھتکار دیا اور کہا کہ یہ کیوں؟ ہنومان نے کہا کہ یہاں تو ہمارا ہی دخل تھا یہ اب کیا کرتوت شروع کر دی۔ تم تو ہمارے قابو میں آگئی تھیں اتنے میں میاں بھی آگئے۔ اور اُنہوں نے پوچھا کہ کیا حال ہے تو کہا کہ اب تو نوافل اور سنن پڑھا کریں گے غرض یہ خوب یاد رکھو

> بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
> ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

ہمیں کافی دین مل گیا ہے۔ نفس ریا کرے کرنے دو ہم فرمانبرداری کرتے ہیں اُسے کہدو کہ تو خود سزا پائیگا۔ ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ ہر شیطانی وسوسہ کا علاج لاحول ہے۔ ہم نے شیطان کو دیکھا ہے۔ اور اس کے بھاگنے کا بھی تجربہ کیا ہے۔ نوردین کے پہلے صفحہ پر استغفر اللہ تین مرتبہ لکھا ہے اور لاحول تین مرتبہ۔ جب میں اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے نوردین لکھتا تھا تو میں نے دیکھا کہ ہندوؤں کے گھر میں میری شادی ہوئی ہے۔ وہ ساس کہتی ہے کہ آخری پوجا ایک مندر میں کرآؤ۔ تو پھر لڑکی کو لے جاؤ۔ وہ مجھے ایک مندر میں لے گئے۔ وہاں دو بڑے بڑے بُت تھے اُن کے مُنہ جنوب کو ہیں۔ میرا منہ شمال کی طرف ہے۔ مجھے ان کو سجدہ کرنے کو کہا۔ مگر مجھے یاد آگیا۔ کہ اسلام اور بت کو سجدہ میں نے بڑے زور سے استغفار شروع کیا۔ جب تیسری مرتبہ پڑھا۔ تو وہ بُت دھڑم سے گر گیا۔ پھر دوسرے کی طرف توجہ کی۔ تو وہ استغفار سے نہیں گرا۔ میں نے سمجھا کہ یہ انسانی فعل ہے اس کے لئے زبردست ہتیار چاہئے۔ اور وہ لاحول ہے۔ تیسری مرتبہ جب لاحول پڑھا۔ تو وہ بھی گر گیا اور بائیں طرف سے شیطان آیا۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کا بڑا چمٹا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر میرے سر پر مارنا چاہا تو میں نے لاحول پڑھا اور وہ بھی بھاگ گیا۔ تو میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ شیطانی وساوس کے لئے لاحول زبردست ہتیار ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع بڑی بہادری ہے باقی سب نفس کے دھوکے ہیں۔ میں چاہوں تو اس مضمون پر کئی گھنٹے لیکچر دوں اور مشاہدات سُناؤں۔ یہ سب کچھ اس کے فضل سے ہی ہوسکتا ہے۔ زیادہ لاحول پڑھو۔ شریعت کی پابندی کرو۔ محمد رسول اللہ نے بڑی تلوار ماری ہے۔

میں بڑے نبیوں کے علم جانتا ہوں۔ بائیبل تو نوک زبان ہو رہی ہے۔ ویدوں کو بھی بڑے عالموں سے سُنا ہے۔ دیر ژند وستا۔ گاتھا۔ دساتیر ہمارے گھر میں ہیں۔ ان کو پڑھا ہے اور خوب پڑھا ہے۔ جو کچھ بھی ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے باقی سب اوٹ پٹانگ ہے اسے حوالہ بخدا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی دستگیریاں کی ہیں میرے لئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہی دلربا ہیں۔ اور کسی کی عظمت ہی نبی کریم صلعم کے مقابلہ میں سمجھ میں نہیں آتی۔

احمدی اور غیر احمدی کے سوال کا قطعی فیصلہ

الحکم کی گذشتہ اشاعتوں میں اس سوال پر بحث ہوتی رہی ہے۔ جو آجکل غیر احمدیوں کے متعلق پیدا ہوا ہے۔ ہم نے لکھا تھا کہ حضرت صاحبزادہ بشیرالدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ الاحد نے اس پر ایک مبسوط مضمون لکھا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ مضمون اب حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے ارشاد اور مشورہ کے ماتحت پبلک ہوتا ہے۔ بدر میں تو اسی ہفتہ شائع ہوجائیگا الحکم کی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ تمام و کمال اسے چھاپ دیا جائیگا۔ تشحیذ میں بھی چھپ رہا ہے۔ باایں اس کی کثرت سے اشاعت کی ضرورت ہے۔ اس مضمون کے بعد اس بحث کا انشاء اللہ خاتمہ ہوجائیگا اور ضرورت نہ رہیگی کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کی پوزیشن کے متعلق پھر سوال اٹھایا جائے۔ اس سے ان فتووں کی حقیقت بھی کھل جائے گی جو احمدی قوم کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے شائع ہوتے ہیں اور جن سے ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ الحکم کی اسی اشاعت میں فرقہ ملامتی کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر غور سے پڑھنے کے قابل ہے جب کہ ہم آنحضرت نبی کے متبع ہیں۔ تو کیا ضرورت ہے۔ کہ خواہ نخواہ لوگوں کی عام ہمدردی یا تعریف کو حاصل کرنے کے لئے اپنے عقائد کو صفائی سے بیان نہ کریں بہرحال حضرت صاحبزادہ صاحب کا مضمون قابل غور ہے۔

ایڈیٹر

علم فلسفہ

معیار الخیالات

اس عالمانہ کتاب کا مطالعہ کرنے سے ہی پتہ لگ سکتا ہے کہ فاضل مصنف نے مضامین میں مفصلہ ذیل مثلاً
روحانی سیر۔ خدا۔ فعل خدائی۔ عبادت پرستش یعنی پوجا۔ خیرات۔ مذہب
جیو آتما بمراد روح انسانی۔ تعلیم۔ دولت۔ عشق۔ ادب۔ دوستی۔ رحم۔ حمل
میں آنیسے ناموس۔ قواعد حفاظت جسم۔ نشہ بازی۔ استفراغ۔ موت۔ حیات ما بعد
موت کے اوپر کن عالمانہ دلایل سے بحث کی ہے۔ اور ہر ایک مذہب و ملت کے
انسان کو کتاب ہذا کا مطالعہ کرنا کن کن معلومات کا ذخیرہ پیدا کرتا ہے۔

چونکہ فاضل مصنف نے اس کتاب کو کئی ہزار کی لاگت سے با علم سوسائٹی میں بالکل مفت بلکہ محصول ڈاک بھی اپنی طرف سے ادا کر کے تقسیم کیا ہے اس لئے نوٹس ہذا کا مطالعہ فرماتے ہی بذریعہ ڈاک کارڈ نہایت جلد اطلاع دیں۔ کیونکہ یہ رسالہ روز مرہ ہزارہا کی تعداد میں معززین و عالمان کی خدمت میں روانہ ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اس لئے تاکہ جلدی ختم نہ ہو جاوے اور پھر جناب کے حکم کی تعمیل نہ ہو سکے۔ اور رسالہ پلیگ بھی چھپ گیا ہے جو کہ بغیر قیمت اسی رسالہ کے ہمراہ روانہ ہوگا۔

سکرٹری لائبریری رسالہ معیار الخیالات جگادھری ضلع انبالہ پنجاب

حضور نے فرمایا تھا۔ مرزا صاحب کا انکار ہمارے اور مخالفوں کے درمیان بغاوت کا مقدمہ ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی غیر جن کا انکار جان بوجھ کر نہیں۔ اُن کو کس طرح ملزم کہا جاوے۔

فرمایا گورنمنٹ کے قانون کو نہ جاننا کوئی عذر نہیں ہے۔ اس دوست نے عرض کیا۔ گورنمنٹ کو چونکہ دلوں کا پورا علم نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ سزا دینے میں معذور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو علیم بذات الصدور ہے فرمایا۔ اگر یہی بات ہے۔ تو پھر تلوار مظلوم کو کیوں کاٹتی ہے۔

ایک شخص نے عذر کیا کہ حضرت اقدسؑ نے غیر احمدیوں کے حق میں بعض مقامات پر ایسی تحریریں لکھی ہیں۔ جن کو اُن کی نسبت پڑھنے سے دل ڈرتا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر فرمایا ہے۔ تمام سعید لوگ خدا کی اس آواز کو سن کر قبول کریں گے۔ سوائے اُن کے جو دوزخ کے بھرنے کے واسطے ہیں۔ فرمایا ہمارے مخالف اُن عیسائیوں کو جو ملاد یورپ امریکہ میں رہتے ہیں۔ کیا سمجھتے ہیں۔ دہریہ کہتے ہیں۔ اگر خدا میں رحم ہوتا تو چھوٹے بچے نہ مرتے۔ اور نہ اس قدر اُن کو مصیبتیں ہوتیں جن میں چھوٹی عمر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پس اس قسم کے ترس کے لفظوں کا نتیجہ دہریت ہے۔ یا مرزا کا انکار کر دیا جاوے۔ تناسخ کا مسئلہ بھی ایسے ہی خیالات سے پیدا ہوا ہے۔ فیثا غورث کو انہی مشکلات نے تناسخ کا قائل کر دیا تھا۔

ہمیں ان فتووں کی پرواہ نہیں

ذکر تھا کہ مولوی محمد حسین نے لکھا ہے۔ کہ اگر احمدی مرزا صاحب کو نبی کہنا چھوڑ دیں۔ تو ہم کفر کا فتویٰ واپس لے لیں گے فرمایا۔ ہمیں ان کے فتووں کی کیا پرواہ ہے۔ اور وہ حقیقت ہی کیا رکھتے ہیں۔ جب سے مولوی محمد حسین نے فتویٰ دیا ہے۔ وہ دیکھے کہ اس کے بعد آج تک اس کی عزت کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اور مرزا صاحب کی عزت نے کس قدر ترقی کی ہے۔

مرزا صاحب کی تعلیم عالم ارواح میں

برادرم منشی محبوب عالم صاحب احمدی گوجرانوالہ کا ایک خط حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی خدمت میں پیش ہوا جس میں برادر موصوف نے اپنا ایک خواب لکھا ہے۔ دیکھا کہ "دارالامان میں حضور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مرحوم و مغفور تقریر فرما کر اور تھک کے ایک چارپائی پر تشریف فرما ہیں۔ چارپائی پر حضور کی دائیں جانب نیاز مند حضور کے پاؤں دبانے لگ گیا۔ فرمایا۔ جزاک اللہ۔ دوسری جانب اخویم منشی احمد الدین صاحب بیٹھے ہوئے پاؤں دباتے ہیں۔ میں نے طاعون زدہ لاشوں کا نظارہ جو پہلے دیکھا تھا عرض کیا۔ فرمایا۔ استغفر اللہ"۔

اس خواب کی تعبیر میں حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے فرمایا کہ استغفار بہت کرنا چاہئے۔ یہ طاعون کا علاج ہے۔ خدا تعالیٰ سے اپنے گناہ بخشوانے چاہئیں اور صدقہ دینا چاہئے۔

فرمایا کہ ہمارا مرزا تو عالم ارواح میں بھی استغفار سکھاتا ہے وہ جاہل لوگ ہیں۔ جو ہمیں بے ایمان کہتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ اپنے ایمان کی فکر کریں۔

عید میلاد کے متعلق لاہوری خط

عید میلاد کے متعلق جو آرٹیکل الحکم میں لکھا گیا تھا خدا کا شکر ہے۔ کہ وہ مؤثر اور بروقت ثابت ہوا۔ اور تسلیم کر لیا گیا۔ کہ **عید میلاد** ایک نرالی بدعت ہے۔ اور ہماری قوم اس میں شمولیت کو پسند نہیں کرتی۔ اور نہ اس کے مجوزین میں شامل ہو سکتی ہے۔

اسی مضمون میں میں نے یہ ظاہر کیا تھا۔ کہ ہمارے بعض دوستوں نے بھی غلطی کھائی جو وہ عید میلاد میں شامل ہو گئے۔ اس حصہ کی تردید میں جناب خواجہ صاحب نے ایک چٹھی ۲۶ اپریل ۱۹۱۱ء کو بتوسل سکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان میرے پاس بغرض اشاعت ارسال فرمائی ہے۔ جس کو میں نہایت شوق اور عزت سے درج کرتا ہوں اگرچہ یہ وہی خط ہے۔ جو جناب خواجہ صاحب بذریعہ بدر شائع کر چکے ہیں اور میں حیران تھا۔ کہ مجھے یہ چٹھی کیوں نہیں بھیجی گئی۔ جب کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ میرے نام بھی بھیجی گئی ہے۔ مگر میری حیرانی دور ہو گئی۔ کیونکہ خواجہ صاحب نے مجھے براہ راست بھیجنے کے بجائے پسند کیا کہ وہ سلسلہ کی مرکزی کمیٹی کے قابل سکرٹری صاحب کے ذریعہ مجھے پہنچائیں۔

کسی غلط فہمی کی اصلاح کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ کہ جس ذریعہ سے وہ پیدا ہوئی ہو۔ اسی سے اس کو دور کیا جاوے۔ یہ چٹھی امر حق کے اظہار کے لئے لکھی گئی ہے۔ اور چونکہ اس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے "کہ **میں نے غلط واقعات لکھ کر جماعت میں ایک گونہ ابتلا پھیلائی**"۔ اس لئے میرا فرض ہے۔ کہ میں **الحکم** کی وقعت کو مدنظر رکھتا ہوا اس الزام کو دور کروں میں یہ تسلیم کرتا ہوں۔ کہ میں انسان ہونے کی وجہ سے غلطی کا ارتکاب کر سکتا ہوں۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ میں غلط واقعات لکھ کر جماعت میں ابتلا پھیلاؤں۔ الحکم آج تک سلسلہ کے صحیح واقعات بہم پہنچانے کا مسلم اور زبردست ذریعہ رہا ہے اور وہ ایک صحیح تاریخ سلسلہ کی کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ اس میں پرنٹنگ کی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ مگر خدا کے فضل سے واقعات غلط نہیں۔ اور اگر کوئی ایسا موقع ہوا ہو۔ تو اس کی تردید ضرور ہوتی رہی ہو گی۔ بشرطیکہ اس کی اصلاح یا تردید واقعات مسلمہ کی بنا پر پیش کی گئی ہو۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ مجھ پر ابتلا پھیلانے کا الزام صحیح نہیں اور میں اس کو اپنے لئے محض الزام قرار دیتا ہوں۔

عید میلاد میں شامل ہونے والے احباب کی میں نے تخصیص نہیں۔ کہ کہاں شامل ہوئے اور کہاں نہیں۔ اس لئے مجھے تعجب ہے کہ خواجہ صاحب نے اسے اپنی ذات یا جماعت لاہور کے ساتھ کیوں مخصوص کر لیا؟ میں اپنی جماعت کے بعض افراد کے عید میلاد میں شامل ہونے کا نتیجہ ان تحریروں سے نکالنے پر مجبور تھا۔ جو پیسہ اخبار میں شائع ہوئی تھیں۔ ان سے ترغیب اور تحریص پائی جاتی تھی چنانچہ ۹ مارچ ۱۹۱۱ء کے پیسہ اخبار میں جناب سید محمد حسین شاہ صاحب نے بارہ وفات اور انگریزی خوان مسلمان کے عنوان سے جو مضمون شائع کیا۔ اس میں جناب شاہ صاحب نے لکھا ہے۔

"امسال نہایت خوشی کا مقام ہے۔ کہ اس لیکچر کے علاوہ تمام مسلمانان لاہور کی طرف سے ایک اور عظیم الشان جلسہ ہو گا جس میں مولود شریف اور آنحضرت صلعم کی سیرۃ پاک کا ذکر ہو گا۔ پرانے مسلمان تو ان امور کو سعادت دارین سمجھ کر شریک جلسہ ہوں گے۔ لیکن ان سطور کے مخاطب ہمارے انگریزی خوان احباب ہیں۔ جن کی خدمت میں ہماری عرض ہے کہ وہ ان **جلسوں** میں بالضرور شریک ہوں۔ ورنہ اپنی **عصبیت** اور **قومیت** کا ثبوت نہ دیں"۔

شاہ صاحب کی اس تحریر سے عید میلاد میں شمولیت کی تحریک ورنہ کا استنباط کرنا میرے جیسے کمزور طبیعت آدمی ہی کا کام نہ تھا۔ بلکہ پیسہ اخبار کے مضامین سے شملہ کی معزز جماعت کو بھی مغالطہ لگا اور انہوں نے عید میلاد اور یہ سمجھا کہ لاہوری دوست اس میں شریک ہوئے۔ چنانچہ ان کا خط بدر کے اسی نمبر میں چھپا ہے۔ جس میں خواجہ صاحب کا وہ خط جو میرے نام ہے۔ درج ہوا۔

پھر عید میلاد ہی کے مقام پر ہی بارہ وفات کے جلسے کے محض اعلان سے یہ سمجھ لینا کہ یہ اس سے الگ کوئی چیز ہے ناممکن تھا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ اگر الحکم اس غلطی کا اظہار نہ کرتا۔ تو کبھی اس سے یہ مفہوم پیدا ہی نہ ہوتا۔ جو اب کیا گیا۔ خود ایڈیٹر صاحب بدر نے بھی محسوس کیا ہے۔ کہ ایک ہی مقام پر اس جلسہ کے انعقاد سے غلط فہمی پیدا ہوئی۔

پھر پیسہ اخبار میں اس جلسہ میلاد کی جہاں روئیداد دی گئی ہے۔ وہاں اس نے صاف لکھا ہے:-

"کہ ہر فرقہ و طبقہ کے با اثر اصحاب سے اس کو کامیاب بنانے میں مدد لی گئی تھی"...... شرکاء کی تعداد تین چار ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ جن میں ہر فرقہ و جماعت کے لوگ نظر آتے تھے"

پھر اسی سلسلہ روئیداد میں وہ لکھتا ہے:-

"اس کے بعد جلسہ عام نماز مغرب کے لئے برخاست ہوا۔ اور بعد انجمن احمدیہ کی زیر سرپرستی اسی مقام پر دوسرے جلسہ کی کارروائی شروع کی گئی"۔

اس اور دوسری قسم کی تحریروں کی بنا پر میں اس جملے کے لکھنے کے لئے مجبور تھا۔ جس کی تردید آج خواجہ صاحب کرتے ہیں۔ اور شملہ کی جماعت اسی قسم کی تحریروں سے اس ابتلا میں مبتلا ہوئی۔ جو انہوں نے عید میلاد کے منانے سے ایک بدعت کا ارتکاب کیا۔

میرے اس مضمون کے لئے اور اور وجوہات نہ بھی ہوتے تو بھی جماعت شملہ کا پیسہ اخبار کی تحریروں سے اس نتیجہ پر آنا کہ لاہوری دوست عید میلاد میں شامل ہوئے۔ ایک ضروری پہلو تھا۔ کہ میں اس بدعت سے جماعت کو آگاہ کرتا۔

چنانچہ عزیز بدر نے جماعت شملہ کے خط کا خلاصہ یوں دیا ہے:-

"کہ پیسہ اخبار میں یہ خبر پڑھ کر کہ عید میلاد کے دن لاہور میں احمدیہ جماعت کے ایک جلسہ میں خواجہ صاحب لیکچر دیں گے۔ ہم نے **عید میلاد** کا جلسہ منعقد کیا۔ اس کے متعلق حضور کا کیا حکم ہے"

اب خواجہ صاحب خود سمجھ لیں۔ کہ ابتلا میرے ذریعہ پھیلا۔ یا اُن کے ذریعہ۔ میں نے تو اس بدعت کی اشاعت سے جماعت کو بچا لیا ہے اگر وہ مبتلا ہو جاتی۔ تو اس کا وبال خواجہ صاحب پر ہوتا۔

میرا مقصد حاصل ہو گیا اور خواجہ صاحب نے جیسا کہ ظاہر کیا ہے کہ وہ عید میلاد کے مجوزین اور شرکاء میں نہیں۔ آئندہ کے لئے امید

دلادی ہے۔ کہ احمدی قوم خدا کے فضل سے آئندہ اس میں شامل نہ ہوگی میرا مقصد تو اسی قدر تھا نہ کسی ابتلا کو پھیلانا۔

پس اس قدر غلط فہمی رفع کرنے کے بعد میں خواجہ صاحب کے خط کو شائع کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں۔ کہ اگر میری تحریر سے کوئی غلط فہمی واقعہ ہوئی ہوگی۔ تو اب خدا کے فضل سے رفع ہو جائے گی۔

خواجہ صاحب نے یہ بھی ہدایت فرمائی ہے۔ کہ کیوں میں نے اس تحریر سے پہلے ان سے صحیح واقعات دریافت کیے۔ اور آئندہ بھی جو کچھ واقعات لاہور کے متعلق میں لکھوں۔ ان سے دریافت کر لیا کروں۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں معلوم ہوتا۔ مگر بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اگر لاہور میں کوئی ایسی کارروائی ہو۔ جس کا اثر جماعت پر پڑتا ہو تو وہ اس کے صحیح حالات بغرض اندراج خود بھیج دیا کریں۔ تاکہ میں اپنے ذرائع سے بہم پہنچائے ہوئے حالات سے ان کا مقابلہ کر لیا کروں اور اگر کوئی امر پھر قابل دریافت ہو۔ تو میں خوشی سے ایسا کروں گا۔ اور ایسا کرنا اخبار نویسی کے فرائض میں داخل سمجھتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس مضمون کے متعلق میری پوزیشن صاف ہو گئی ہے۔ اور آئندہ اس پر لکھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ جلسوں کے اعلان شائع کرنے کی ضرورت نہیں صرف خواجہ صاحب کا خط کافی ہے۔ ایڈیٹر

جناب شیخ صاحب! السلام علیکم ذیل کے سطور اپنے اخبار میں درج فرماویں۔

الحکم نمبر ۱۱ جلد ۱۵ کے صفحہ ۳ کالم ۲ میں بعنوان "عید میلاد یا مذہب برنگ فیشن" آپ نے ذیل کی سطور لکھی تھیں۔

"ہمارے بعض دوستوں نے بھی غلطی کھائی ہے۔ جو وہ عید میلاد میں شامل ہوئے۔ انہیں قبل از وقت حضرت امام مفترض الطاعۃ کے حضور اس کو پیش کرنا چاہئے تھا۔ اور پھر آپ کی اجازت سے جو کچھ وہ حکم دیتے کرتے میں مانتا ہوں کہ ان میں سے جو بھی شامل ہوئے ہوں وہ اعلائے کلمۃ الاسلام کے خیال سے ہوئے ہوں گے لیکن کیا وہ اس سے پہلے بطور خود نہیں کرتے تھے۔ جو زیادہ اور مفید اور مبارک تھا۔ پھر اس میں شمولیت کی کیا حاجت تھی"

کاش! قلم اٹھانے سے پہلے آپ مجھ سے تحقیق کر لیتے۔ تو پھر آپ کو ان سطور کے لکھنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ افسوس ہے کہ آپ نے غلط واقعات لکھ کر جماعت میں ایک گونہ ابتلا پھیلائی۔ ہم نے وہی کیا جو آپ کے الفاظ میں زیادہ مفید اور مبارک تھا۔ نہ ہم عید میلاد کے مجوز تھے نہ ہم شریک ہوئے۔ آپ اگر پیسہ اخبار کے اعلانوں کو دیکھ لیتے تو آپ کو معلوم ہوتا۔ کہ اس نے (پیسہ اخبار) جہاں عید میلاد کا اشتہار دیا ہے۔ وہاں ہمارے جلسہ کا اشتہار اسی عنوان سے الگ دیا ہے۔ جس عنوان سے ہمارا جلسہ اول حضرت مسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے آپ کی زندگی میں ہوا۔ اور پھر حضور کے وصال کے بعد حضرت آقا خلیفۃ المسیح رض کی اجازت سے شروع ہوا۔ ایسے جلسوں کی تائید میں جو خود حضور مغفور علیہ السلام نے اپنی زندگی میں تقریر فرمائی۔ وہ چند دن ہوئے۔ کہ الحکم کے میلاد نمبر میں شائع ہوئی۔ اور اسی تقریر کی اطاعت میں ہمارے جلسے ہوتے رہے ہیں۔ ہمارا پہلا جلسہ ۱۹۰۶ء میں حضرت اقدس مسیح الموعود کی زندگی میں ہوا۔ پھر ۱۹۰۹ء کو وہ عظیم الشان جلسہ با جازت حضرت خلیفۃ المسیح ہوا۔ چھ دن ہوتا رہا۔ اور جس کی پریزیڈنٹی کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح رض نے حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب کو اور حضرت نواب صاحب کو بھیجا تھا۔ اور اس جلسہ میں مولوی صدر الدین صاحب اور حضرت صاحبزادہ صاحب قادیان سے باجازت حضرت خلیفہ جری اللہ صاحب تشریف فرما ہوئے تھے۔ اور جس محترم جلسہ میں بعنوان "بارہ وفات" حضرت صاحبزادہ صاحب نے بھی تقریر فرمائی تھی۔ پھر یہ جلسہ ۱۹۱۰ء کو محمڈن ہال میں ہوا۔ اس سال ۱۹۱۱ء میں ہماری دیکھا دیکھی غیر احمدیوں کو بھی جوش آیا۔ اور انہوں نے عید میلاد منائی۔ جس کا اشتہار الف بدلا ہے۔ ہم نے حسب معمول اپنا جلسہ بارہ وفات الگ کیا۔ جس کا اشتہار بھیجتا ہوں۔ اس اشتہار کا عنوان بھی وہی تھا۔ جو برابر عرصہ چار سال سے ہو رہا ہے۔ آپ ان ہر دو اشتہارات کی نقول بھی شائع فرماویں۔ اور آئندہ آپ جو کچھ واقعات لاہور کے متعلق ارقام فرمائیں۔ ان کی پہلے تحقیق کر لیں۔

احمدیہ بلڈنگس
لاہور۔ مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۱۱ء

خواجہ کمال الدین

مختصر نوٹ

بٹالوی کا الزام خواجہ صاحب پر

مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے ۸ اپریل ۱۹۱۱ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں ایک مضمون "مختلف فرقہائے اسلام میں اتفاق کی جائز و ممکن صورت" کے عنوان سے چھپوایا ہے۔ اس مضمون پر اس وقت میں بحث نہیں کرونگا۔ بلکہ میں شیخ بٹالوی کے اس الزام کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ جو اس نے خواجہ صاحب پر لگایا ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے سیالکوٹ کے کسی لیکچر میں یہ بیان کیا۔ کہ ہم مرزا صاحب کو نبی اور رسول نہیں مانتے اور محض اسی وجہ سے بٹالوی نے ان سے میل جول اور سلام کلام شروع کیا۔ یہ خلاصہ ہے اس الزام کا جو بٹالوی نے خواجہ صاحب پر لگایا ہے۔ اگرچہ اس کا مسکت جواب خود خواجہ صاحب شائع کریں گے اور انہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس میں ان کے عقیدہ پر سخت حملہ کیا گیا ہے۔ تاہم میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ بٹالوی کا یہ خواجہ صاحب پر افترا ہے۔ کیونکہ کوئی احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رسالت یا نبوت (جس کی کیفیت پر اس وقت بحث نہیں) کا انکار کر کے احمدی نہیں رہ سکتا۔ خواجہ صاحب ایسی بات منہ سے نہیں نکال سکتے جو حضرت مسیح موعود کے الہامات کے خلاف ہو۔ اور بٹالوی کا میل جول اور سلام پیام وقعت ... بتلاتے۔ کہ محض اس کی خاطر ہم اپنے عقیدہ کو چھپائیں۔ وہ اپنے کفر کے ترکش کے تمام تیر ہم پر چلا چکا۔ انی مھین من اراد اھانتک کا خمیازہ اب تک بھگت رہا ہے۔

بٹالوی کو لازم ہے۔ کہ وہ اپنے اس بیان کی فوراً تردید کرے کیونکہ ایک احمدی کی اس سے بڑھ کر کوئی ہتک نہیں ہو سکتی کہ اس کے عقائد پر حملہ کیا جاوے۔ اور خواجہ صاحب بھی جلد تردید کر دیں۔

غیر احمدیوں کے پیچھے نماز ناجائز ہے

معزز ہمعصر بدر نے ۲۰ اپریل کی اشاعت میں ایک نوٹ اس عنوان سے لکھا ہے۔ کہ "سنا گیا ہے کہ کسی جاہل بیوقوف نے یہ مشہور کیا ہے۔ کہ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے کوئی ایسا فتویٰ جاری ہوا ہے۔ کہ احمدی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔ یہ محض افترا ہے"

ایسے مفتریوں کا پتہ لگانا چاہئے۔ جو جماعت کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں۔ امید ہے کہ احمدی احباب ایسے فتوے دینے والوں کے نام سے آگاہ کریں گے۔

معزز بدر نے آخر میں لکھا ہے کہ "ہم جناب خواجہ صاحب کو متوجہ کرتے ہیں۔ کہ وہ اس پر ایک مضمون لکھ کر بدر میں شائع فرماویں تاکہ لوگوں کی غلط فہمی دور ہو" میں اس تجویز سے موافقت نہیں کرتا کیونکہ اس کے معنی دوسرے الفاظ میں یہ ہوں گے۔ کہ نعوذ باللہ خواجہ صاحب کی کسی تحریر یا تقریر سے غلط فہمی پیدا ہوئی۔ علاوہ بریں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح رض مدظلہ العالی کے صاف ارشادات اس بارے میں شائع ہو چکے ہیں۔ تو کسی اور کی کیا حاجت ہے؟ یہ ایک قسم کا تقدم علی الامام ہے۔ جس سے ہمیں بچنا چاہئے۔

قومی نظام

معزز ہمعصر ملت رقمطراز ہے۔ کہ جب کسی قوم کی قوت امتیاز میں فتور آ جائے۔ تو سمجھو کہ اب یہ قوم چند دن ہی کی مہمان ہے۔ دنیا میں فائز المرام ہونے کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے۔ کہ ہر شخص اپنا اور دوسروں کا درجہ پہچانے۔ قدرتی آزادی کو برقرار رکھنے اور اپنی قوتوں سے پورا پورا کام لینے کے لئے قوت امتیاز بڑی قابل قدر مدد دیتی ہے۔ جس قوم کا ہر فرد ہمچو من دیگرے نیست کی غلطی کا مرتکب ہوتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ خواہ ایسے افراد بظاہر کسی اخلاقی روحانی یا تمدنی رشتہ سے منسلک معلوم ہوتے ہوں۔ مگر حقیقت میں وہ قوم کہلانے کا کوئی استحقاق نہیں رکھتے۔ قومیت کو قائم و برقرار رکھنے کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے۔ کہ **قوم کی ساری قوتیں اور طاقتیں ایک مرکز پر مجتمع ہوں**"

معزز ہمعصر کی یہ رائے نہایت قابل قدر اور واجب العمل ہے۔ قوم کی مختلف قوتوں کا مرکز ہمیشہ امام ہوا کرتا ہے۔ جو شیرازۂ قومی کو قائم رکھتا ہے۔ اخوات یا وحدت ارادی قائم نہیں ہو سکتی جب تک امام کے ساتھ تعلق نہ ہو۔ اور خدا کے محض فضل سے اس مفید اور کار آمد گر کو سلسلہ احمدیہ نے پیش کیا ہے۔ ورنہ محض انجمنوں یا سوسائٹیوں کا وجود مختلف قوتوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوا۔ بنیادی طور پر یہ چیزیں مفید ہو سکتی ہیں۔ وہ لوگ سخت غلطی کریں گے۔ جو میری اس رائے کو جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی سند سے لکھی ہے۔ کسی انجمن یا سوسائٹی سے

منسوب کریں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فتح اسلام کے صفحہ ۔ پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ غرض میرا مطلب اجتماعی نظر سے امام کے ساتھ تعلق شدید پیدا کرنے کی طرف توجہ دلانا ہے اور یہ بتانا ہے کہ

اصلی فلاح کا یہی ذریعہ ہے۔

غلط خبر کے ذریعہ ایذا رسانی

اہلحدیث نے میرے مکرم مخدوم سید مختار احمد صاحب مختار شاہجہانپوری اور ان کے اقربا کی جھوٹی خبر وفات شائع کر کے احمدی قوم کو سخت شرمناک ایذا رسانی کا ارتکاب کیا ہے۔ سید صاحب خدا کے فضل و کرم سے زندہ ہیں میری دانست میں انہیں امرتسری منکر کی خدمت کر کے اپنی زندگی کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

نظم

از حضرت صاحبزادہ محمود احمد صاحب

دردہے دِل میں مرے یا خار ہے
کیا ہے آخر اس کو کیا آزار ہے ؟
اُف گناہوں کا بڑا انبار ہے
اور میری جان نحیف و زار ہے
جلوۂ جانان و دید یار ہے
خواب میں جو ہے وہی بیدار ہے
اپنی شوکت کا وہاں اظہار ہے
اپنی کمزوری کا یاں اقرار ہے
گو مجھے مدت سے یہ اصرار ہے
مُنہ دکھانے سے انہیں انکار ہے
کوئی خوش ہے شاد ہے سرشار ہے
کوئی اپنی جان سے بیزار ہے
میرے دل پر رنج و غم کا بار ہے
ہاں خبر لیجے کہ حالت زار ہے
میرے دشمن کیوں ہوئے جاتے ہیں لوگ
مجھ سے پہنچا اُن کو کیا آزار ہے
میری غمخواری سے ہیں سب بے خبر
جو ہے میرے درپئے آزار ہے
فکر دیں میں گھل گیا میرا جسم
دل مرا اک کوہ آتش بار ہے
کیا ڈراتے ہیں مجھے خنجر سے وہ
جن کے سر پر کھنچ رہی تلوار ہے
میری کمزوری کو مت دیکھیں کہ میں
جس کا بندہ ہوں بڑی سرکار ہے
بادشاہوں کو غرض پردہ سے کیا
ہم نے کھینچی آپ ہی دیوار ہے
وہ تو بے پردہ ہیں پر آنکھیں ہیں بند
کام آساں ہے مگر دشوار ہے

مُسلم یونیورسٹی اور مسلمانوں کی مذہبی تعلیم و تربیت

(نوشتہ نواب وقار الملک بالقابہ)

دیباچہ

رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب بالقابہ کا ایک مضمون (جو سالہا سال پہلے کا ہے۔ اور جس میں نماز روزہ کے متعلق بھی بحث کی گئی ہے) مسلم یونیورسٹی کے متعلق بطور اسکیم کے جب اخباروں میں چھپا ہے۔ متعدد مقامات سے اس کے متعلق خطوط آئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگوں میں اُس سے ایک طرح کی بے چینی محسوس ہوتی ہے۔ اور وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اسی قسم کا کوئی انتظام مسلم یونیورسٹی میں (جس کی تحریک آجکل پیش ہے) اس غلط فہمی کا رفع کیا جانا نہائت ضروری تھا۔ چنانچہ علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۱۱ء میں خاص اس بحث پر ایک مضمون لکھا گیا ہے۔ جس کو اب پمفلٹ کی صورت میں علیحدہ بھی چھپوا لیا گیا ہے۔ تاکہ جہاں کہیں اس قسم کی بے چینی محسوس ہوئی ہے یا آئندہ ہو۔ تو یہ پمفلٹ وہاں بھیجدیا جاوے۔

خاکسار
مشتاق حسین
آنریری سکرٹری

حال میں بعض اخبارات نے رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی صاحب کی ایک اسکیم متعلقہ مجوزہ مسلم یونیورسٹی شائع کی ہے۔ اور اخبار ملت مورخہ ۲ مارچ ۱۹۱۱ء میں اس کا ترجمہ درج ہوا ہے۔ اس سکیم میں مسلمانوں کی نماز۔ روزہ کے متعلق جناب ممدوح نے چند ایسے فقرے تحریر فرمائے ہیں۔ جن پر بعض مسلمان اخبارات معترض ہیں۔ اور اندیشہ ہے کہ اُس پر کوئی عام غلط فہمی مسلم یونیورسٹی کے مقاصد کی نسبت پیدا نہ ہو جائے۔

رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب کے وہ فقرات اخبار ملت سے نقل کر کے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

"روزانہ نمازوں میں سے ایک یا دو نمازوں کے باجماعت پڑھنے پر زور دیا جاوے گا۔ اور یہ تعمیل کالج ڈسپلن کے طور پر کرائی جاوے گی۔ مگر ہر نماز سے قبل اخلاقی وعظ سُنایا جاوے گا۔ میں روزہ پر بطور کالج ڈسپلن کے زور نہیں دونگا۔ کیونکہ روزہ کے متعلق طلبا کی جسمانی حالت کا خیال رکھنا نہائت ضروری ہے۔ اور ہندوستان میں نشوونما کی حالت میں کسی لڑکے کو روزہ رکھنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر ماہ رمضان میں وعظوں کا اہتمام خاص اہتمام کے ساتھ کیا جاوے گا۔"

مذکورہ بالا بیان میں دو باتیں ہیں۔ جن پر مسلمان اعتراض کر سکتے ہیں:۔ (اول) ایک یا دو جماعتوں کے باجماعت پڑھنے پر زور دیا جاوے گا اور یہ تعمیل کالج ڈسپلن کے طور پر کرائی جاوے گی۔ (دوسری) روزہ پر بطور کالج ڈسپلن کے زور نہیں دیا جاوے گا۔

یہ دونوں باتیں ایسی ہیں۔ کہ اگر صاف طور سے اُن کی نسبت بیان نہ کیا جاوے۔ تو پبلک کو اُس پر بجا طور سے معترض ہونے کا حق ہے۔ اور جس مقصد کے لئے اس وقت اس قدر جدوجہد ہو رہی ہے۔ اُس کو اس سے سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

رائٹ آنریبل سید صاحب ممدوح کی تحریر بالکل ان کی ذاتی رائے ہے۔ جو آج سے ایک قرن پہلے موصوف نے ظاہر کی تھی کسی نے اور خود بانی کالج سرسید مرحوم و مغفور نے بھی اس کا خیال نہیں کیا۔ اس وقت کالج قوم کے سامنے ایک چھوٹا سا نمونہ مسلم یونیورسٹی کے انتظامی کا موجود ہے۔ قوم کو صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ کالج میں شروع ہی سے انتظام نماز روزہ کی پابندی کا کیا گیا ہے۔ کالج میں جب تک مسجد تعمیر بھی نہیں ہوئی تھی۔ تو اُس وقت بھی نماز کے لئے ایک خاص چبوترہ تھا۔ جہاں پانچوں وقت نماز جماعت سے ادا ہوتی تھی۔ جب بارش وغیرہ کے سبب سے اُس میں تکلیف معلوم ہونے لگی۔ تو جہاں اب اسٹریچی ہال ہے۔ وہاں سالہا سال تک ایک لمبا چھپر ڈال کر نماز باجماعت ادا ہوتی تھی۔ سُنی اور شیعہ دونوں کی جماعتیں چند لمحوں کے فصل سے اُسی ایک چھپر میں ہوتی تھیں۔ جب مسجد بن گئی۔ تو اب پانچوں وقت مسجد میں جماعتیں ہوتی ہیں۔ گذشتہ زمانہ میں کچھ عرصہ تک یہ انتظامی نقص تھا کہ بعض نمازوں کے وقت طلبہ کی حاضری لکھی جاتی تھی اور بعض وقت نہیں۔ لیکن تجربہ سے چونکہ اس طرز عمل میں خرابی معلوم ہوئی۔ لہذا اب ایک عرصہ دراز سے کہ پانچوں وقت حاضری قلمبند ہونے کا اہتمام اور غیر حاضری پر مواخذہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ منتظمان کالج ایسے طلبہ کو جن پر اور کسی قسم کی تاکید منتج نہ کرتی ہو۔ کالج یا بورڈنگ یا بورڈنگ ہوس سے خارج کرنے میں بھی تامل نہیں کرتے۔ کالج کے قانون میں ابتدا سے جب سے کہ قانون بنا ہے۔ نماز اور روزہ کے متعلق صاف احکام موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو دفعہ ۲۸۱ جو حسب ذیل ہے:۔

"(نماز و روزہ) کل مسلمان بورڈروں کو پنجگانہ نماز کا ادا کرنا اور رمضان میں بجز حالت عذر کے روزوں کا رکھنا اور جن لڑکوں کی نسبت قرآن مجید پڑھنا تجویز ہوا ہو۔ اُن کو وقت معین پر قرآن مجید کا پڑھنا لازم ہوگا۔"

رائٹ آنریبل سید صاحب موصوف خود تسلیم کرتے ہیں۔ کہ یونیورسٹی کا اہم مقصد طالب علم کا کیرکٹر بنانا ہے۔ بیشک اُن کا یہ ارشاد بالکل بجا ہے اور اس لئے کیرکٹر بنانے کے واسطے جو چیزیں لازمی ہیں۔ اُن کو ضرور اختیار کرنا پڑیگا۔ طالب علمی کے زمانہ میں اگر طلبا اتنی تکلیف بھی اپنے اوپر گوارا نہ کریں گے کہ پانچوں وقت نماز جماعت سے ادا کریں۔ تو آئندہ کاروباری دُنیا میں اُن سے کیا کوئی کیا توقع کر سکے گا۔ خدا کے فرائض ادا کرنے کے وقت اگر بندہ کاہل ہے۔ تو وہ اپنے دوسرے فرائض ادا کرنے میں جو قوم اور گورنمنٹ کے اور خود اپنے اُس پر ہوتے ہیں۔ کبھی مستعدی کا اظہار نہیں کر سکتا اور جسقدر ان فرائض کے اہتمام میں کمی رہیگی۔ اُسی قدر طالب علموں کے اسلامی کیرکٹر میں کمی رہجاوے گی۔

پنجگانہ نماز کی عادت بچوں کو اگر شروع ہی میں اُس حد تک نہ پڑ جاوے گی۔ کہ وہ اُن کی طبیعت ثانیہ ہو جاوے۔ (یعنی اگر کسی وقت اُن کی نماز قضا ہو جاوے۔ تو اُن کو اُس کی وجہ سے تکلیف محسوس ہو) تو جوان ہونے کے بعد اُن سے نماز کی پابندی کی امید بہت مشکل ہے۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی کے ساتھ ساتھ بلاشبہ اُن کو اسلام کے اخلاق حسنہ کی تعلیم دی جاوے۔ اور اسلام نے جو کچھ مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ اُس کی خوبیاں رفتہ رفتہ عقلی دلائل سے اُن کے

ذہن نشین کی جاتی رہیں تاکہ جو کچھ وہ بطور عادت کے ادا کرتے ہیں اُسکا عظمت شروع ہی سے اُن کے دل میں اُتر جاوے۔

روزہ کی نسبت جو کچھ جناب ممدوح نے لکھا ہے۔ اس سے بھی زیادہ قابل اعتراض ہے جو نماز کے متعلق موصوف نے تحریر فرمایا ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں:-

روزہ کے متعلق طلباء کی جسمانی حالت کا خیال رکھنا نہائت ضروری ہے اور ہندوستان میں نشو و نما کی حالت میں کسی لڑکے کو روزہ رکھنے پر مجبور نہیں کرنا چاہئے" اس کے متعلق اگر مجھکو موقع ملتا۔ تو مَیں جناب ممدوح کی خدمت میں عرض کرتا۔ کہ ہندوستان کے مختلف اقطاع میں مختلف موسم رہتے ہیں۔ یہاں یورپ کا بھی موسم ہے اور افریقہ کے ریگستانی قطعات کا بھی۔ جناب عالی کون سے قطعات ہندوستان میں روزہ کو مضر صحت تجویز فرماتے ہیں۔ اور ہندوستان کے علاوہ دوسرے کن کن بلاد میں اُس کو مضر اور کن کن بلاد میں غیر مضر خیال فرماتے ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اس مزید غور و فکر کے بعد شائد کوئی ملک بھی اور ہندوستان کا کوئی قطعہ بھی ایسا متحقق نہ ہوگا۔ جہاں جناب ممدوح کے نزدیک روزہ مضر صحت نہ سمجھا جاوے۔ نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہندوستان غریب کو کیوں بدنام کیا جاوے۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ جن حضرات پر خود روزہ شاق ہے وہ نہ اپنی اولاد کو کبھی اس تکلیف میں مبتلا کرنا پسند کرتے ہیں نہ دوسرں کی اولاد کو۔ ہم دور ہی سے اس قسم کی ہمدردیوں کے جواب میں "نو تھنکس" عرض کرتے ہیں۔ اور اُن سے معافی چاہتے ہیں۔

اور حقیقت یہ ہے۔ کہ اس مسئلہ پر بھی جناب رائٹ آنریبل ممدوح نے کافی طور پر غور نہیں فرمایا۔ اور ناحق مسلمانوں کو پریشان اور اسلام کو بدنام کیا ہے۔ آج وہ زمانہ ہے۔ جبکہ یورپ کے محقق بڑے بڑے نامی فلاسفر مسلمانوں کے روزہ کو سراسر عین حکمت اور مفید صحت سمجھتے ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ کوئی بیمار ہے۔ یا دوسرا کوئی عذر شرعی موجود ہے۔ تو اس پر خود شرعاً روزہ فرض نہیں ہے۔ پھر جناب ممدوح (جو ہندوستان سے بخوبی واقف ہیں) کیا یہ فرما سکتے ہیں۔ کہ ہندوستان کے مسلمان اپنی دوسری اُن ہمسایہ قوموں سے جو روزہ نہیں رکھتے جسمانی قوت میں کم ہیں؟ یا ترک سپاہی یا افغان سپاہی اپنے ہمسایوں سے کمزور ہیں۔ برخلاف اس کے واقعہ یہ ہے۔ کہ ان قوموں کی فوجیں جو روزہ رکھنے کی خوگر ہیں غیر روزہ دار قوموں کی فوجوں کے مقابلہ میں میدان جنگ میں بہت زیادہ محنت اور مشقت برداشت کر سکتی ہیں۔ روزہ کے خوگر بھوک اور پیاس میں بھی اپنے فرائض اس خوبی سے ادا کرتے ہیں۔ کہ غیر روزہ دار اس کے نصف مشقت بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ رائٹ آنریبل ممدوح جنگ کریمیا کے اس تاریخی واقعہ سے ناواقف نہیں ہیں۔ کہ جب ترکوں کی فوج کو ایک موقع پر کئی دن تک رسد نہ پہنچ سکی۔ اور انگریزی فوج کے ہمدرد جرنیل نے مہربانی سے ایک گلہ سوروں کا ترکوں کے فوجی افسر کے پاس بھیجدیا اور انہوں نے اُس کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔ یہ کیا بات تھی۔ وہی اُن کا اسلامی کیرکٹر تھا۔ اور یہ روزہ رکھنے کی عادت کے سبب سے تھا۔ کہ ترک سپاہیوں نے ایسے گوشت کے کھانے سے صاف انکار کر دیا۔ یہ تھا سچا اسلامی کیرکٹر اور مسلمانوں کو ایسے ہی کیرکٹر کی ضرورت ہے۔ مگر یہ کیرکٹر اسی وقت بن سکتا ہے جب ابتدا ہی سے مسلمان نوجوان اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کے خوگر ہوں گے۔ اگر قوم کو اطمینان رکھنا چاہئے کہ اُن کے کالج میں وہ شرع جاری ہے۔ جو اُس کو خدا اور رسول کی طرف سے ملی ہے۔ نہ زید۔ عمرو بکر کی شرع۔ جن لوگوں کو اس سے زیادہ اطمینان حاصل کرنا منظور ہو۔ ان سے میں بہ منت درخواست کروں گا۔ کہ وہ کالج میں تشریف لاویں اور دیکھیں کہ اُن کے کالج میں نماز کے ساتھ روزہ کا بھی کس قدر اہتمام ہوتا ہے۔

کیسے چھوٹے چھوٹے بچے (سوائے کسی عذر شرعی کے) کس طرح نہائت خوش خوش اور خندہ پیشانی سے روزہ رکھتے ہیں اور افطار کے وقت اُن کو کیسی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ اور دن بھر کی طالب علمانہ محنت اور روزہ کی مشقت برداشت کرنے کے بعد کس شوق سے وہ تراویح سُننے کے لئے جماعت میں شریک ہوتے ہیں اب تمام اُن بورڈنگ ہوسوں میں جو مسجد سے فاصلہ پر ہیں۔ خاص کمرے نماز کے واسطے مخصوص ہیں۔ جہاں موذن اور امام دونوں مقرر ہیں۔ اور ہر ایک جگہ تراویح کا انتظام ہوتا ہے۔ اکثر جگہ خود وہ طالب علم جو حافظ قرآن ہوتے ہیں۔ قرآن شریف سُناتے ہیں۔ اور ختم قرآن شریف کی شب کو جو چہل پہل کہ کالج میں دیکھنے میں آئے گی۔ ایسا نظارہ شائد کسی اور جگہ کم دیکھنے میں آئیگا۔ دینیات اہل سنت والجماعت و شیعہ اثنا عشریہ کی کمیٹیوں کے قواعد جہاں کالج کے قانون میں بیان ہوئے ہیں۔ وہاں دفعہ ۸ کے ضمن ہائے ذیل خصوصیت کے ساتھ قابل ملاحظہ ہیں:-

"(ج) اس بات کی نگرانی کرنا کہ بورڈنگ ہوس کے تمام طالب علم اپنے اپنے مذہب کے مطابق نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں یا نہیں"

(د) سُنی کمیٹی کے ممبروں کو بالتخصیص سُنی طالب علموں کی نسبت اس بات کی کوشش کرنا اور اُس کے لئے ضروری سامان کا مہیا کرنا۔ وہ سب نماز پنجگانہ جماعت سے ادا کریں"

(نوٹ) شیعہ طلبا کے واسطے بھی جب سے پیش نماز عالم کا تقرر ہو گیا ہے۔ وہ بھی جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اس انتظام کو بھی ایک عرصہ دراز ہو چکا ہے۔

"(و) اسی کمیٹی کے ممبروں کو رمضان شریف میں سُنی بورڈروں کے لئے نماز و تراویح کے ادا کرنے کا انتظام کرنا"

چند روز ہوئے کہ ایک مسلمان صاحب نے کالج کے اسکول میں اپنے ایک کمسن لڑکے کو بھیجنا چاہا۔ اور یہ فرمائش کی کہ مذہبی تعلیم اور نماز روزہ وغیرہ کی اُس پر کوئی تاکید نہ ہو۔ کالج کے منتظموں نے اُس لڑکے کے داخل کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔

ممکن ہے کہ رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب کے ہم خیال کچھ اور لوگ بھی ہوں۔ یا زمانہ آئندہ ایسے مسلمان ہو سرے سے نماز روزے کو جزو ایمان نہ سمجھیں۔ لیکن جب تک مسلمانوں میں غالب تعداد اُن لوگوں کی موجود ہے (اور خدا چاہے تو وہ قیام قیامت تک موجود رہیگی) جو نماز اور روزہ کو اسی طرح ادا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جس طرح کہ خدا اور اس کے رسول نے اُن پر فرض کیا ہے۔ اُس وقت کسی ایک کی بھی انشاءاللہ تعالیٰ پیش نہ چلے گی۔

پس مسلمانوں کو خود اپنے اوپر بھروسہ کرنا چاہئے اور زید عمرو بکر کی رایوں سے کوئی خوف نہ کرنا چاہئے۔

بے شک قوم کے لیڈروں کو یہ حق ہے۔ اور اُن کا فرض ہے کہ اگر وہ قوم کو کسی غلط راستہ پر جاتا ہوا دیکھیں۔ تو حتی الامکان اس سے قوم کو روکیں۔ لیکن اس فرض کے ادا کرتے وقت اُن پر کچھ پابندیاں بھی ہوتی ہیں۔ انہیں پابندیوں میں سے ایک اہم پابندی یہ بھی ہے۔ کہ اگر وہ اپنے آپ کو ایک مذہب میں شمار کرتے ہیں۔ تو ایسی کوئی ہدائت نہ کریں۔ جو قوم کے دین و مذہب کے خلاف ہو اور جس سے قوم کے مذہبی کیرکٹر میں فرق آتا ہو۔ ہمارا تو دعوی یہ ہے کہ دُنیا میں جسقدر خوبیاں ہو سکتی ہیں۔ وہ سب مذہب اسلام میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اور اسلام کا ایک خادم اپنی ذات اور دوسرے تمام بنی نوع انسان کے واسطے آیہ رحمت ہے۔

مسلمان پبلک پورے اطمینان کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہے اور اسی طرح اسے مصروف رہنا چاہئے۔ ہر مذہب کے علما اور مشائخ نے جا بجا اپنا پورا اطمینان ظاہر کیا ہے۔ اور اپنے پیروں کو ترغیب دلائی ہے کہ وہ مسلم یونیورسٹی کی تکمیل کے کام میں دامے۔ درمے۔ قدمے۔ سخنے۔ مدد دیں۔

آخر میں یہ عرض کرنا بھی مَیں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ سادات جناب رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب نے جس قدر خدمات قوم کی فرمائی ہیں۔ اور جس قدر دلیری سے ہمیشہ اسلامی پالیٹکس میں حصہ لیا ہے۔ اور خصوصاً جو کامیابی جناب ممدوح اور ہز ہائی نس سر آغا خاں بہادر بالقابہ کی مساعی جمیلہ کی بدولت جدید پولٹیکل رفارم میں ہندوستان کے مسلمانوں کو ہوئی ہے۔ اور جو توجہ جناب ممدوح نے مسلمانوں کے مسئلہ وقف علی الاولاد پر مبذول رکھی ہے۔ یہ تمام وہ امور ہیں جن کو اُن کے ہموطن ہمیشہ احسانمندی اور شکر گذاری سے یاد رکھیں گے۔

ایک اعجازی نشان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بس از شرح آرزوے ملاقات لامع خواطر مبارک میدارد۔ اینکہ بتاریخ ۱۲ اپریل ۱۹۱۱ء یوم چہار شنبہ ارباب فیض اللہ خان منیجر انجمن تجارت الاسلام برائے ملاقات نزد بندہ آمدہ بود و در بین ملاقات ذکر حضرت مسیح موعود پیش آمد و ارباب صاحب موصوف نہائت سخن ہائے ناجائز در باب حضرت اقدس بیان نمود۔ چونکہ من از جملہ کمترین فدویان آں حضرت میباشم۔ نہائت طبیعتم مغموم دود در دلم یک جوش پیدا شد اگلی بخواطرم آمد کہ در حق ارباب مذکور دعاءِ موت بکنم باز گفتم کہ اگر ایں شخص بمیرد پس سخت تزلزل بہ انجمن تجارت الاسلام پدید خواہد آمد و چونکہ من پریذیڈنٹ انجمن ہستم برائے من نیز تکلیف خواہد شد۔ لہذا دعائے موت نکردم و بعد ازاں دست برداشتم و بجوش دل دعا کردم کہ خداوندا اگر حق بجانب جماعت احمدی ہست و حضرت میرزا صاحب واقعی مسیح موعود است پس ارباب فیض اللہ را در عرصہ سہ یوم نہائت سخت بیمار بکن و اگر جماعت احمدی برحق نیست و راہ غلط اختیار نمودہ اند۔ پس اے باری تعالیٰ خود من را نہائت بہ خطرناک بیماری گرفتار بکن۔ در عرصہ سہ یوم حق و باطل را ظاہر بکن و بعد از دعا بسیار مخالفین را از دعا خود اطلاع دادم کہ ایشان بطور شاہد باشند و جملہ اہل بیت خود را نیز شاہد ساختم و جملہ اہل بیت من سخت مخالف سلسلہ احمدی ہستند ازیں جہت ایشاں را از دعا خود خبر دادم کہ شائد خدا ایشاں را ہدائت فرمایند آمین۔ پس الحال قدرت ایزدی را ملاحظہ فرمایند کہ عین یوم جمعہ

مسلمان وہی ہے جو سب ماموروں کو مانے

دیباچہ

چند دنوں سے وطن اور المنیر میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیحؓ پر اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ آپ نے احمدیوں اور غیر احمدیوں میں ایک قدرہ سے فرق بہ اختلاف ڈلوا دیا اور لکھدیا کہ ہم میں اصولی فرق ہے۔ اسی طرح پیسہ اخبار میں کسی شیخ حشم نے ایک مضمون دیا کہ امید ہے حضرت خلیفۃ المسیحؓ اس فیصلہ کو واپس لیکر حضرت مرزا صاحب کے الہامات کو باطل کر دیں گے۔ اور ان پر کفر کا فتویٰ واپس لے لیں گے۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ ان لوگوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم لوگ جب حضرت مسیح موعودؑ کو نبی اللہ مانتے ہیں۔ تو پھر کیوں کر آپ کے فتویٰ کو رد کر سکتے ہیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیحؓ تو آپ کے خلیفہ اور آپ کے کاموں کو پورا کرنے والے ہیں آپ کیونکر آپ کے کاموں کو رد کر سکتے ہیں۔ اصل میں یہ لوگ ماموریں انبیاء کی مخالفت کی حقیقت کو سمجھتے ہی نہیں۔ تبھی تو کہتے ہیں۔ کہ حضرت کے مخالف کیونکر کافر ہوئے۔ یا کم سے کم نیک نیتی سے نہ ماننے والے کیا سب کے سب بد نیت ہیں اور کیا سب پر حجت قائم ہو چکی ہے۔ سوئٹزرلینڈ کے جارڈا میں کون تبلیغ کرنے گیا تھا۔ لیکن باوجود اس کے اسلام کی رو سے وہ کافر ہیں باقی یہ رہا کہ ان کو سزا ملے گی یا نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ جانتا ہے۔ شریعت کا فتویٰ تو ظاہر پر ہے۔ سو ہم سے تو ہم ان کو کافر کہیں گے۔ پس جب تبت اور سوئٹزرلینڈ کے باشندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ماننے پر کافر ہیں۔ تو ہندوستان کے باشندے مسیح موعودؑ کو نہ ماننے سے کیونکر مومن ٹھہر سکتے ہیں۔ غرض کہ یہ خیال بالکل بیہودہ اور عقل سے بعید تھا۔ اس لئے اس کی تردید لازمی آئی۔ تاکہ احمدی بھائی دھوکہ نہ کھاویں۔ لیکن چونکہ حضرت خلیفۃ المسیحؓ کا فتویٰ بھی ضروری تھا۔ اس لئے یہ مضمون بہ تمام و کمال دکھایا گیا۔ پھر پروف پڑھایا گیا۔ اور آپؓ نے تحریر فرمایا ہے کہ مجھے اس مضمون سے مخالفت نہیں اور ہرگز مخالفت نہیں۔ اور تحریر فرمایا ہے کہ اسے چھاپ دو۔ اب اسے عامہ مخلوق کی ہدایت کے لئے شائع کرتا ہوں۔ احمدی بھائیوں کو چاہئے۔ کہ اس کی خوب اشاعت کریں۔ اور یہ مضمون دوسرے دوستوں کو جا کر سنائیں کیونکہ غیر احمدی اس وقت پورے زور سے ہم کو اپنے اندر ملانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ جب حضرت کی مخالفت کے باوجود انسان مسلمان کا مسلمان ہی رہتا ہے۔ تو پھر آپؑ کی بعثت کا فائدہ ہی کیا ہوا۔

والسلام۔ خاکسار مرزا محمود احمد ولد حضرت مسیح موعودؑ

نعوذ باللہ من شرور انفسنا من سیئات اعمالنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

آیات صراط الذین انعمت علیہم اور تشابہت قلوبہم سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انبیاء کی جماعتوں اور ان کے مخالفین کا ایک ہی طریق ہوتا ہے۔ نبیوں کی مشابہت نبیوں سے۔ ان کی جماعتوں کی مشابہت اپنے سے پہلی جماعتوں سے اور ان کے منکرین کی مشابہت ان سے پہلے منکرین سے ہوتی ہے جس طرح نبی اور ان کی جماعتیں ایک ہی راستہ پر قدم مارتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کے مخالفوں کے پیرو بھی اپنے پیش رووں کی سنت پر عامل ہوتے ہیں خصوصاً جن انبیاء کی آپس میں مشابہت اور مماثلت ہو۔ تو ان کے حالات تو آپس میں بہت ہی کچھ ملتے جلتے ہیں۔ ان پر اور ان کی جماعتوں پر ایک ہی سے ابتلا آتے ہیں۔ ایک ہی سے شیطانی حملے ان پر ہوتے ہیں۔ اور ایک ہی راہ سے ان کو پھسلانے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ ہمارے حضرت کو چونکہ حضرت مسیحؑ سے مشابہت تھی۔ اور آپؑ ان کے مثیل تھے۔ آپ کے واقعات بھی بہت کچھ ان سے ملتے جلتے ہیں جیسے وہاں ایک امن و امان کی سلطنت تھی۔ یہاں اس سے بڑھکر امن و امان کی حکومت ہے جیسے وہاں ایک غیر ملک کے باشندوں کی حکومت تھی۔ یہاں بھی غیر ملک کے باشندوں کی حکومت ہے۔ جیسے وہاں تقریر و تحریر سے تبلیغ کی جاتی تھی ویسے ہی یہاں بھی کی جاتی ہے۔ جس طرح ان پر خون کا مقدمہ کیا گیا اور آخر میں آپؑ کی نجات ہو گئی۔ اسی طرح یہاں بھی ایک خون کا مقدمہ ہوا۔ جس میں آخر میں آپؑ کی نجات ہوئی۔ جس طرح وہاں کفر کے فتوے چلے۔ یہاں بھی ملے۔ جس طرح آپؑ کے مخالف مولوی آپؑ کے پیچھے پھرتے تھے۔ اسی طرح اب بھی پھرتے رہے۔ پس ضرور تھا کہ آپؑ کی وفات کے بعد آپؑ کی جماعت پر ابتلا آتے۔ اسی طرح حضرت صاحب کی وفات کے بعد بھی جماعت پر اسی طرح ابتلا آئے۔ چنانچہ ایک مدت سے بلکہ شاید میں غلطی پر نہ ہوں گا۔ اگر کہوں کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی زندگی کے زمانہ سے مجھے یہ خیال تھا۔ اور خوف تھا۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ ایک مدت سے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ لیکن چونکہ حضرت مسیح موعودؑ صرف مثیل مسیح ہی نہ تھے۔ بلکہ مہدی مسعود بھی تھے۔ اس لئے امید بلکہ یقین ہے۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت ان ابتلاؤں کے زمانہ سے صاف اور بے عیب نکل جاوے گی چنانچہ اگر میں بھولتا نہیں۔ تو میں نے خود حضرت خلیفۃ المسیحؓ کے منہ سے یہ سنا ہے۔ کہ ایک دفعہ آپؓ نے حضرت صاحب سے پوچھا کہ آپؑ مثیل مسیح ہیں اس لئے ان واقعات سے خوف آتا ہے جو مسیحؑ کی جماعت کو پیش آئے۔ فرمایا کہ ہاں خوف تو ہے۔ لیکن چونکہ میں مہدی بھی ہوں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ انجام نیک کریگا۔ پس گو خوف ہے۔ لیکن نیک انجام کی بھی بڑی بڑی امیدیں لگی ہوئی ہیں۔

اب میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں اور بیان کرتا ہوں کہ وہ ابتلا کیا تھا جو حضرت مسیحؑ کی وفات کے بعد آپ کی جماعت کو غیر قوموں نے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا اور حالات ہی کچھ ایسے پیدا ہوتے گئے کہ جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیحی لوگ ان میں مل گئے۔ اور جس طرح سیر بھر نجاست میں پڑکر تولہ بھر پانی بھی ناپاک ہو جاتا ہے ان مٹھی بھر آدمیوں پر وہ کثرت غالب آئی۔ اور یونانی اور رومی مشرکانہ خیالات اور مداہنت ان میں پیدا ہو گئی۔ بعض حواری جو الگ رہے

بقیہ خاتم النبیین رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تا بیوم الدین کے وقت تک چلا۔ لیکن چونکہ اصل توحید آ گئی۔ اس لئے ان کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا پر سے اٹھا لیا۔ اور وہ اپنا کام کر کے خاموشی کے ساتھ اس دنیا سے گذر گئے چنانچہ سلمان فارسی بھی انہیں لوگوں کے بتائے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے تھے۔

ہمارے حضرت کی زندگی کے آخری ایام میں اور بعد وفات کے بھی اس قسم کی تحریکات مخالفین سلسلہ کی طرف سے ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ ایک وہ وقت تھا۔ کہ ہمارے برخلاف چاروں طرف سے کفر کے فتوے شائع ہوتے تھے۔ ہمارے سلسلہ کے کمزور اور ضعیف انسانوں کو بے طرح کچلا جاتا تھا۔ وہ مارین کھاتے تھے۔ گالیاں سنتے تھے۔ عدالتوں میں گھسیٹے جاتے تھے۔ مگر یہ سب کچھ کس لئے ہوتا۔ صرف اس لئے کہ ہمارا ایمان تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ بڑا قادر ہے۔ اور رسول اللہ صلعم کی پیشگوئی کے مطابق اس نے اس امت میں سے ایک مامور بھیجا ہے۔ جو دنیا کو گمراہی سے بچائے اور اس کا نام اس نے مسیح موعود اور مہدی معہود رکھا ہے۔ گویا ہم پر فرد جرم اس لئے لگائی گئی۔ کہ ہم نے خدا کے حکم کیوں مانا اور کیوں نہ اسے کہدیا کہ ہم کہاں تک تیرے احکام کو مانتے چلے جاویں۔ آج تک بہت سے انبیاء کو تو مان لیا۔ اب بس کرو۔ اور ہم کو ان اطاعت سے معاف کرو۔ ہاں۔ ہم اس لئے واجب القتل قرار دیئے گئے ہم حقیقی بادشاہ کے فرمانبردار ہوئے اور ان باغیوں کے ساتھ نہیں ملے۔ جنہوں نے اس کے مامور کا انکار کیا اور اگر یہ واقعی ایسا جرم تھا۔ کہ جس کی سزا ہم کو یہ ملنی چاہئے تھی۔ تو خدا کی قسم ہم اس جرم کے مرتکب ضرور ہوئے ہیں۔ اور جس طرح ہمارے حضرت نے رسول اللہ کی نسبت فرمایا ہے؎

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر خدا کے ماموروں اور رسولوں کا انکار اور ان کی اطاعت کفر ہے۔ تو خدا کی قسم ہم اس قسم ہم اس قسم کے کافر ضرور ہیں اور اگر اسی کا نام کفر رکھا جاتا ہے۔ تو اس کفر کو ہم ذریعہ نجات یقین کرتے ہیں۔

اس کے بعد وہ زمانہ آیا۔ خدا تعالیٰ نے ہم کو فتوحات دیں اور ہماری جماعت کو روز بروز ترقی ہونی شروع ہوئی اور جوں جوں مخالفین سلسلہ نے شور مچایا یہ سلسلہ اور بھی بڑھا۔ اور بیسیوں ہیں جو مخالفین ہی کی کتب کو پڑھ کر اس سلسلہ میں داخل ہوئے۔ اور جس قدر عذاب ہم کو دیئے گئے۔ ان سے بجائے ہماری ذلت و کمزوری کے ترقی اور عزت ہی ہوتی گئی۔ جس قدر ہمارے مخالفین نے ہمیں چاہ گمنامی میں پھینکنا چاہا۔ خدا نے اسی قدر ہم کو شہرت کے ٹیلہ پر بلند کھڑا کیا اور ہماری جماعت کا رعب مخالفین کے دلوں میں بیٹھ گیا اور خدا کی دی ہوئی نصرت و فتح کو انہوں نے مشاہدہ کیا۔ اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اسلام کے دشمنوں کی فوجیں ہمارے آگے سے فرار ہو گئیں۔ اور انہوں نے سن لیا کہ دجال اس مسیح کے مقابل میں ٹھہر نہیں سکتا۔ اور ملائکہ کی ہیبت ناک آوازیں ان کے کانوں میں پہنچیں تب ان کو یقین ہو گیا کہ اب یہ سلسلہ بڑھے گا۔ اور ہر ایک سبز وادی اور ویران جنگل اور اونچے پہاڑ اور وسیع سمندر پر اس کی آواز بلند ہو گی۔ اور وہ اسلام کا نشان جس میں مشرکانہ خیالات کی وجہ سے بے رونقی اور زنگ پیدا ہو گیا تھا۔ یعنی کلمہ شہادت وہ پھر

اپنی اصلی رونق سے دُنیا پر ظاہر ہوگا۔ اور وہ دن دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمودہ کے مطابق دُنیا دیکھ لیگی کہ "دُنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دُنیا نے اُسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو دُنیا پر ظاہر کریگا"۔ جب حق کھل گیا اور بات صاف ہوگئی۔ تو شیطان نے وہی حربہ کرنا چاہا۔ جس سے کہ حضرت مسیحؑ کی جماعت کو دق کیا تھا۔ اور ان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو توڑ دیا تھا۔ یعنے اُس نے مولویوں اور گدی نشینوں سے کام بگڑتا ہوا دیکھ کر امراء اور تعلیم یافتہ گروہ کو چُنا اور چونکہ یہ لوگ یا تو لامذہب ہوتے ہیں یا دین کی حقیقت سے غالباً ناواقف۔ اور عملی حصہ میں تو فیصدی بہت ہی کم نکلیں گے۔ جو باجماعت نماز بلکہ صلوٰۃ وصوم و زکوٰۃ کے پابند ہوں اس لئے ان کے ہاتھوں میں وہی حربہ دیا۔ جو حواریوں کے مقابلہ میں غیر قوموں کو دیا تھا۔ یعنی وہ صلح کے لئے بڑھے ہے۔ اور اُنہوں نے اپنے چہرے ایسے بنالئے۔ گویا اسلام کے غم نے ان کی کمر توڑ دی ہے۔ اور مختلف فرقوں کا تفرقہ دیکھ کر اُن کے اوپر کھانا اور پینا تک حرام ہوگیا ہے۔ اور اسلام کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے اُن کے دل پراگندہ اور آنکھیں پُرغم ہیں اور یہ ایسا بوجھ ہے کہ جس سے ان کی پشت خم ہو رہی ہے۔ اور مسلمانوں کی تباہی کو دیکھ کر وہ بے موت مر رہے ہیں۔ اور اسی حالت بناکر وہ ہمارے پاس آئے۔ اور اپنی خطاؤں کا اقرار کیا اور کہا کہ ہماری غلطی تھی کہ ہم آپ لوگوں سے الگ ہوئے۔ اور بزرگوں کا کام ہمیشہ خطاؤں سے چشم پوشی کرنا ہوتا ہے۔ پس آپ ہماری غفلت سے نظر اندازی کریں اور ہم کو اپنا خیر خواہ تصور کریں اور آج سے ہم اور آپ یک رنگ ہو جاویں اور ہم ایک ہو کر اسلام کو دشمنوں سے بچائیں۔ اور اس کے بعد ایک عاشق مفتون کی طرح انہوں نے ہم سے گلہ شروع کیا اور کہا کہ جب ہم میں اور آپ میں کوئی اصولی فرق نہیں۔ اور ہمارا ایک ہی خدا اور ایک ہی رسول ہے۔ تو آپ ہم سے الگ کیوں ہوئے۔ اور ہمارے پیچھے نمازیں پڑھنی کیوں چھوڑ دیں۔ اور کیا ضروری تھا کہ اگر ہمارے جہال سے کوئی خطا ہوئی تھی۔ تو آپ اس کا نوٹس لیتے اور اس پر بگڑ بیٹھتے۔ آپ کو تو بڑے حلم اور وسعت نظر سے کام لینا چاہئے۔ اور صرف اس بات پر کہ ہم مرزا صاحب کو مامور من اللہ نہیں مانتے۔ ہم کو کافر قرار دینا آپ کی شان سے بہت بعید تھا۔ اور ہم تو مرزا صاحب کو ایک بڑا راستباز انسان اور اسلام کا سچا خادم تصور کرتے ہیں۔ اور صرف اس قدر آپ سے اختلاف ہے۔ کہ ہم آپ کے بعض ان دعاوی کو نہیں مانتے۔ جن میں وہ اپنے آپ کو خدا کی طرف سے رسول اور مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔ اور مختلف موقعوں پر مختلف لوگوں کے سامنے ان باتوں پر زور دیا۔ کہ قریب تھا کہ بہت سے لوگوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے اور وہ مادرت کے بچھڑے ہوؤں کی طرح ان سے لپٹ جاتے اور آپس کے اختلافات کو بھلا کر مل جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوا اور حضرت صاحب کا مہدی ہونا غالب رہا اور عین مصیبت میں پڑنے کے وقت اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت کی اور کئی لوگوں کو یہ بات سمجھ میں آگئی۔ کہ ہر ایک مامور کو بھیجنے کے بعد یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اور ... ہم ... سا ہی ہوتا ہے اور باوجود اس کے انکار کے پھر بھی انسان خدا تعالیٰ کا پیارا ہی رہتا ہے۔ تو ہم کو اس قدر مشکلات میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور کیوں خدا نے ایک مامور کو بھیجکر خواہ مخواہ ہم کو مصیبتوں میں ڈالا اور اپنوں اور بیگانوں کی نظروں میں حقیر کیا۔ اور کافر ٹھہرایا۔ اور اُنھوں نے خیال کیا کہ اگر مامور کا انکار ایسا ہی چھوٹا سا انکار تھا اور خفیف بات تھی تو خدا نے یہ کیوں کہا کہ میں اس کے انکار کے بدلہ میں دُنیا کو ہلاک و برباد کر دوں گا۔ اور طرح طرح کے عذاب اس نے دُنیا میں بھیجا اور لاکھوں انسانوں کو دیکھتے دیکھتے ہلاک کر دیا۔ اور کیوں اتنی مدت تک ملک کے علماء و فضلاء اس کی مخالفت کی وجہ سے ذلت کی مار مارتا رہا۔ اور کیا وجہ ہوئی کہ آج سے ہزاروں سال پہلے نبیوں کی زبان پر اس کی خبر دی اور انجیل میں اس کا ذکر کیا اور قرآن شریف میں اس کی بعثت کی نسبت پیشگوئی کی۔ اور اگر یہ ایک معمولی بات تھی۔ اور ایک فروعی سا فرق تھا۔ تو کیوں اس نے خود اس کو الہام کے ذریعہ سے کہا کہ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ۔ یعنی وہ مسلمان جو تیرا انکار کرتے ہیں۔ اور تیرے منکر ہیں۔ ان کو رفتہ رفتہ کمزور کر دونگا۔ اور تجھے وہ عظمت دوں گا کہ تیرے پیرو ہمیشہ ان سے معزز رہیں گے اور ان باتوں کے سوچنے کے بعد ان کے دل بشاش ہوگئے اور اُنہوں نے جان لیا کہ عین گڑھے میں گرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے ہماری رہبری کی۔ لیکن یہ شور بڑھتا گیا۔ اور اب میں دیکھتا ہوں۔ کہ ہمارے مخالف کھلے طور پر اخباروں میں اس بات پر زور دے رہے ہیں۔ کہ اس جُدائی کو جانے دو۔ اور ہم سے آملو۔ گو مرزا صاحبؑ سے دعاوی میں غلطی ہوئی۔

ایسے موقعہ پر میں نے ضروری جانا کہ ایسے لوگوں کی دہوکہ دہی کو ظاہر کروں۔ اور اس خطرہ سے جو اس تعلق کے نیچے مخفی ہے دوستوں کو آگاہ کروں۔ اور اس معاملہ میں حضرت صاحبؑ کی جو رائے ہے۔ اس سے بھی اُن کو مطلع کروں۔ تاکہ وہ اپنے قدموں پر مضبوط ہو کر جم جائیں۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں یہ سب کچھ سچے دل اور نیک نیتی سے کہتا ہوں کہ میرے دل میں اس بات کے لکھنے پر کوئی نفاق کا شعبہ نہیں۔ اگر میں نفاق کو پسند کرتا تو سب سے پہلے غیر احمدیوں کی عظیم الشان جماعت میں ملنے کی کوشش کرتا۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ اس طرح حضرت صاحبؑ کو جو گالیاں دی جاتی ہیں وہ کم ہو جائیں۔ اور کون نہیں چاہتا کہ اس کے باپ کو گالیاں نہ دی جائیں اور اس کے والد کی نسبت فحش الفاظ استعمال نہ کئے جاویں۔ پس اگر آپ لوگ ان کو پیر سمجھکر دشمنوں کے حملہ سے بچانا چاہتے ہیں۔ تو میرا ان سے دو رشتہ ہیں۔ وہ میرے والد بھی ہیں اور آقا اور پیر بھی۔ لیکن میں نفاق پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔ اور اس وقت سے پناہ مانگتا ہوں۔ جب میں وہ بات کہوں۔ جو میرے دل میں نہیں۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی اس معاملہ میں نصرت چاہتا ہوں۔ اور میں اس سے مدد مانگتا ہوں۔ کہ وہ مجھے گناہوں میں پڑنے سے بچائے۔ میں جانتا ہوں کہ کوئی مجھکو گناہوں کی کھائی سے نہیں بچا سکتا مگر اللہ تعالیٰ۔ اور میں خوب سمجھتا ہوں۔ کہ کوئی مجھے غلطیوں کے میدان کے میدان میں بھٹکنے سے نہیں بچا سکتا مگر اللہ تعالیٰ۔ اور مجھے کامل یقین ہے کہ من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ پس اسی سے ہر قسم کی شرارت نفس اور خبث باطن سے پناہ مانگتے ہوئے میں نے اس کام کو کیا ہے۔ اور میں اسی سے امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ مجھے ضرور بچائیگا اور ہر قسم کے ابتلاؤں سے محفوظ رکھیگا۔

غرضیکہ اے عزیزو! ہمارا ایمان ہے۔ کہ حضرت صاحب خدا کے مرسل تھے اور مامور من اللہ تھے۔ اور ہمارا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء ہمیشہ بھیجتا رہتا ہے اور نہ معلوم اور کتنے انبیاء آگے بھیجیگا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہمارا ایمان ہے۔ کہ حضرت نبی کریم محمد رؤف رحیم رسول اللہ خاتم النبیینؐ کے بعد کوئی تشریعی نبی نہیں آئے گا اور آپؐ ہر قسم کی نبوتوں کے خاتم ہیں۔ اور آئندہ جس کو اللہ تعالیٰ تک رسوخ ہوگا۔ وہ آپؐ ہی کی اطاعت کے دروازہ سے گذر کر ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا کہ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ اور اسی میں آپ کی عزت ہے۔ کیونکہ کیا وہ شخص معزز کہلا سکتا ہے۔ جس کے ماتحت کوئی بھی افسر نہ ہو۔ بلکہ معزز وہی ہوتا ہے۔ جس کے ماتحت بہت سے افسر ہوں۔ دُنیا میں بھی دیکھ لو۔ کہ تم بادشاہ کے لقب کو زیادہ معزز جانتے ہو۔ یا شہنشاہ کے لقب کو پس جیسے شہنشاہ کا لفظ اس لئے کہ اس میں بادشاہوں پر حکومت پایا جاتا ہے۔ بادشاہ پر معزز ہے ادنیٰ نہیں۔ اسی طرح ایسی نبوت جس کے ماتحت اور نبوتیں بھی ہوں۔ اس نبوت سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ جس کے ماتحت اور کوئی نبوت نہ ہو۔ کیا وہ شخص زیادہ معزز ہوگا۔ جو دربار شاہی تک انسان کو پہنچا دے یا جو دروازہ پر ہی لے جاکر چھوڑ دے۔ پس ہمارا یقین ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت میں سے لوگوں کو اُٹھا کر اعلیٰ مقامات پر پہنچا دیتے ہیں۔ اور آپؐ کے ماتحت ہزاروں نبی ہوں گے۔ جو آپؐ کے ایک ایک لفظ کو قابل اطاعت جانیں گے۔ اور آپؐ کی محبت اور فرمانبرداری کو ذریعہ نجات یقین کریں گے۔ کیا یہ زیادہ معزز درجہ ہے یا وہ جو ہمارے مخالف پیش کرتے ہیں۔ پس ہم اسی اصل کے ماتحت حضرت مسیح موعودؑ کو بموجب احادیث صحیحہ نبی اور مامور مانتے ہیں۔ اور اس اعتقاد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرق نہیں آتا۔ بلکہ اور بھی اعلیٰ ثابت ہوتی ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے۔ کہ جیسے اور انبیاء کے منکرین اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے بعید کئے جاتے تھے۔ آپ کے منکرین کا بھی یہی حال ہے۔ اور اس کا نمونہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ پس کیسے تعجب کی بات ہوگی اگر ہم باوجود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے پھر اس بات سے انکار کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے مخالفین کو سخت ذلت دی ہے اور دُنیاوی عزت کو دیکھ کر ہماری آنکھیں چُندھیا جاویں۔ ابھی وہ وقتیں اور مشکلات پیش نہیں آئے۔ جو صحابہ کو پیش آئے تھے۔ پھر ہماری بزدلی کیا ایمان کی کمزوری پر دال نہ ہوگی۔ ہم مخالف کافر باللہ نہیں۔ لیکن اس میں کیا شک ہے۔ کہ وہ کافر بالمامور ہیں۔ کافر کے معنے منکر کے ہیں۔ یہ کیسا جھوٹ ہے۔ کہ اگر ہم باوجود ان کے انکار کے پھر ان کو مومن کا مومن ہی سمجھیں مومن تو وہ تب ہو سکتے ہیں کہ جب اپنے عقائد باطلہ سے رجوع کریں اور حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ جو حقیقت میں منکر ہیں۔ ایسے ہم کیونکر مومن کہہ سکتے ہیں۔ پس جو لوگ کہ باوجود ہزاروں نشانوں کے دیکھنے کے انکار کرتے ہیں ان کے

کافر یا المامور ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے احکام کے توڑنے والے ہیں۔ اور اس سے کیا انکار ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی ایک ذرہ بھر بھی عزت نہیں۔ کیونکہ اگر وہ خوف خدا رکھتے اور ان کے دل میں نور ایمان ہوتا۔ تو وہ ایک مامور کی بے قدری اس قدر کیوں کرتے۔

تعجب ہے کہ یہ لوگ اس موعود ذہنی کو تو اس قدر درجہ دیتے ہیں کہ اس کے منکر کافر ہوں گے۔ اور جو اس کی مخالفت کریگا وہ دجال ہوگا اور ہلاک کیا جاویگا۔ پھر جب حضرت مسیح موعودؑ اس بات کے مدعی ہیں۔ کہ میں وہی ہوں۔ تو پھر آپؑ کی مخالفت کے باوجود ہم سے کسی اور فتوے کے کیوں امیدوار ہیں۔ جو کچھ اس آنے والے موعود کے مخالفین کی نسبت ان کا خیال ہے۔ ہم تو اس سے ان لوگوں کو کم ہی جانتے ہیں۔

حضرت صاحب کے زمانہ میں بھی بار بار اس مسئلہ کو اُٹھایا گیا ہے۔ اور ہمیشہ آپؑ نے اس کو خوب واضح کرکے بیان کیا ہے۔ اور ایسا کھول دیا ہے۔ کہ اس کا انکار سوائے اس کے کہ کوئی ان فتووں کو نظر انداز کردے اور کسی طرح سے نہیں ہو سکتا۔ پھر ہمارے مخالف کیوں بار بار ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ زمانہ یاد کریں۔ جب کہ کفر کی بوچھاڑ ہم پر پڑتی تھی۔ اور ملامت کے تیروں سے ہمارا بدن زخمی کیا جاتا تھا۔ اور تمام لوگوں کی آنکھیں اس طرف لگی ہوئی تھیں کہ کب یہ سلسلہ تباہ ہوتا ہے۔ اور ایسے وقت میں بھی خدا نے ہماری تائید کی۔ اور ہر ایک دُکھ اور درد سے ہم کو بچایا اور ہر ایک شر سے محفوظ رکھا۔ تو ہم کیسے ناشکر گذار ہوں گے۔ کہ جب خدا نے ہم کو ہر مصیبت سے بچا کر امن کی زندگی عطا فرمائی۔ تو ہم اس وقت لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار کی نہی کو پس پشت ڈال دیں۔

ہاں۔ سوچو تو سہی کہ جس کے باپ کو کوئی جھوٹا سمجھتا اور مفتری خیال کرتا ہے۔ تو وہ اس سے تعلق توڑ دیتا ہے اور اس سے دوستی اور محبت پیدا نہیں کر سکتا۔ پس کس طرح ہم ان لوگوں سے جو ہمارے والد سے زیادہ معزز اور محبوب انسان کی ہتک کریں۔ اور اسے جھوٹا خیال کریں صلح کر سکتے ہیں۔ اگر ہم ایسا کریں۔ تو ہم سے زیادہ بے شرم کون ہو سکتا ہے۔ اسلام نے دُنیا کے معاملات میں تعصب اور مخالفت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ پس ہم جہاں تک دنیا کا تعلق ہے۔ ان لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کر سکتے ہیں۔ لیکن دین کے معاملہ میں یہ اور راہ پر قدم زن ہیں۔ اور ہم اور راہ پر۔ اور یہ ایسا ہی معاملہ ہے۔ جیسا کوئی شخص مسلمان ہو کر اپنے والدین سے ہر قسم کا نیک سلوک کرتا ہے اور شرعاً اس کی ممانعت نہیں بلکہ حکم ہے۔ لیکن ان کے پیچھے نمازیں پڑھنے میں ہم کو تامل ہے اور اس کے ذمہ وار خود یہی لوگ ہیں۔ کفر کی ابتدا انہوں نے کی نہ ہم نے۔ اوّل اوّل تو خدا نے رحم کیا اور کوئی حکم نہ دیا۔ لیکن جب مخالفت حد سے بڑھ گئی۔ تو خدا نے چاہا کہ ان کو اس فیض سے محروم کردے۔ جو ان کو اس مامور من اللہ سے برائے نام تعلق سے تھا۔ اور اس نے فیصلہ کر دیا کہ اب ان لوگوں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں تو اب کس طرح ممکن ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے فیصلہ کو توڑ کر ان سے مل جائیں۔

اور ہمارے مخالف اپنے دل میں اتنا تو سوچیں کہ جب وہ حضرت مسیح موعودؑ کو راستباز مانتے ہیں۔ تو کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر وہ جھوٹ بولتے رہے ہیں۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں ہم ان کو جھوٹا نہیں۔ بلکہ غلطی خوردہ جانتے ہیں۔ وہ الہام کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں اور درحقیقت اس سے منکر ہیں۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ ایک شخص روز اس بات کا مدعی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کلام کیا اور کہا کہ تو مامور ہے اور مُرسل ہے اور پھر بھی وہ غلطی پر ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہوگا۔ جیسے زید روز ہم کو کہے کہ میں آج عمر سے ملا ہوں۔ اور ہم باوجود یہ کلام اس سے روزمرہ سُننے کے پھر یہ کہیں کہ اس کو غلطی لگی ہوئی ہے۔ ایسے شخص کی نسبت کوئی عقلمند غلطی کا فتویٰ نہیں دیتا۔ بلکہ یا تو اُسے جھوٹا سمجھا جاتا ہے یا سچا۔ پھر کس طرح ممکن ہے۔ کہ تیس سال تک حضرت کا اس بات کا دعویٰ کرتے رہے کہ قریباً روز خدا تعالیٰ مجھ سے کلام کرتا ہے۔ اور ہزاروں عبارتیں پیش کردیں کہ یہ مجھ پر نازل ہوئی ہیں اور اصل حقیقت یہ تھی کہ وہ محض دھوکے میں پڑے ہوئے تھے (نعوذ باللہ من ذلک) پس جو شخص کہتا ہے کہ میں حضرت مرزا صاحب کو راستباز اور اسلام کا سچا خیر خواہ یقین کرتا ہوں اور پھر آپؑ کے الہامات کو نہیں مانتا۔ وہ یا تو منافق ہے کہ اپنے دل کے خبث کو ظاہر نہیں کرتا۔ اور اصل میں پورے طور سے منکر ہے۔ اور یا پاگل ہے کہ اس میں اتنی بھی تمیز نہیں کہ وہ سمجھ سکے کہ کوئی شخص تیس سال تک اس بات میں دھوکا نہیں کھا سکتا کہ خدا تعالیٰ روز مجھ سے کلام کرتا ہے۔ حالانکہ بات کچھ بھی نہیں۔ پس دونوں صورتوں میں اس سے ہمارا تعلق نہیں اور وہ ہم میں سے نہیں ہو سکتا۔

اب میں وہ عبارتیں درج کرتا ہوں کہ جو حضرت صاحب نے مختلف کتب میں لکھی ہیں۔ تاکہ میرے دوستوں کو معلوم ہو کہ حضرت اقدسؑ کا منشا کیا تھا۔ سب سے پہلے میں وہ عبارت درج کرتا ہوں۔ جو کہ حضرت صاحب نے الہام کی بنا پر لکھی ہے اور جس کا کوئی احمدی انکار نہیں کر سکتا یہ اُس خط میں درج ہے۔ جو آپؑ نے عبدالحکیم کے جواب میں لکھا ہے۔ وہو ہذا:۔

"اگر آپ کا یہ خیال ہے۔ کہ ہزارہا آدمی جو میری جماعت میں شامل نہیں کیا راستبازوں سے خالی ہیں۔ تو ایسا ہی آپ کو یہ بھی خیال کر لینا چاہئے۔ کہ وہ ہزارہا یہود اور نصاریٰ جو اسلام نہیں لائے۔ کیا وہ راستبازوں سے خالی تھے۔ بہرحال جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے۔ کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچتی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے۔ خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس سے سہل تر بات یہ ہے۔ کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت میں سے خارج کر دیا جاوے۔ اس لئے میں آج کی تاریخ سے آپ کو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں۔ ہاں اگر کسی وقت صریح الفاظ سے آپ اپنی توبہ شائع کریں اور اس خبیث عقیدہ سے باز آجاویں۔ تو رحمت الٰہی کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ لوگ جو میری دعوت کے رد کرنے کے وقت قرآن شریف کی نصوص صریحہ کو چھوڑتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے کھلے کھلے نشانوں سے مُنہ پھیرتے ہیں۔ ان کو راستباز قرار دینا اسی شخص کا کام ہے۔ جس کا دل شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہے۔"

اب اس عبارت سے مفصلہ ذیل باتیں نکلتی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ حضرت صاحب کو اس بات کا الہام ہوا ہے۔ کہ جس کو آپؑ کی دعوت پہنچی اور اُس نے آپؑ کو قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس الزام کے نیچے وہی لوگ نہیں ہیں کہ جنہوں نے تکفیر میں جدوجہد کی ہے۔ بلکہ ہر ایک شخص جس نے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔ اور تیسرے یہ کہ وہ خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے اور سزا کا مستحق ہے۔ چوتھے یہ کہ اس عقیدہ کی وجہ سے کہ حضرت صاحب کے منکر کافر نہیں بلکہ ناجی ہیں عبدالحکیم مرتد کو آپ نے جب تک وہ اس عقیدہ سے توبہ نہ کرے اپنی جماعت سے خارج کردیا۔ پانچویں یہ کہ آپؑ فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ خبیث ہے۔ چھٹے یہ کہ جو شخص حضرت صاحب کے منکرین کو اور آپ کے دعویٰ کے نہ ماننے والے کو راستباز قرار دیتا ہے۔ اُس کا دل شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ یہ باتیں میں نے اپنے پاس سے نہیں بنائیں۔ بلکہ حضرت صاحب کے لفظ ہیں جو نقل کئے ہیں۔ جو چاہے قبول کرے اور جو چاہے رد کرے۔

اس عبارت میں جو آتا ہے کہ یہ بات مجھے الہامًا بتائی گئی ہے۔ اس کی تائید ان الہامات سے بھی ہوتی ہے۔ جن میں منکرین حضرت کو کافر کہا گیا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ قل عندی شہادۃ من اللہ فھل انتم مومنون۔ قل عندی شہادۃ من اللہ فھل انتم مسلمون۔ وقل اعملوا علی مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون۔ عسیٰ ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا وجعلنا جہنم للکافرین حصیرا۔ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ قل جاءکم نور من اللہ فلا تکفروا ان کنتم مؤمنین۔ ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ رد علیھم رجل من فارس۔ شکر اللہ سعیہ۔ قل یا ایھا الکفار انی من الصادقین۔ وعندی من شہادۃ من اللہ وانی اُمرت وانا اوّل المؤمنین۔ لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا۔ غرض جیسا کہ حضرت صاحب نے مذکورہ بالا عبارت میں فرمایا ہے۔ کہ مجھے الہام سے بتایا گیا ہے۔ کہ نہ ماننے والے خواہ مکفر ہوں۔ یا خاموش مسلمان نہیں ہیں۔ اور خدا کے حضور سزا کے مستحق ہیں۔ اور یہ کہ ان کو راستباز جاننے والا شیطانی خیال کے درپے ہے۔ جب تک توبہ نہ کرلے۔ ان باتوں کی تصدیق مذکورہ بالا الہامات سے بھی ہوتی ہے۔

پس جبکہ ہم کو سچائی کے ملنے کا دعویٰ ہے۔ تو کیا ہمارا نفاق نہ ہوگا۔ اگر ہم ان باتوں کو چھپاویں۔ کیا کوئی مسلمان برداشت کرتا ہے۔ کہ اس کا کوئی دوست ہندوؤں سے بھی کچھ کچھ تعلق رکھے اور کبھی کبھی اُن کو یہ سُنا دے۔ کہ ہم آپ کو ناجی اور پسندیدہ اللہ تعالیٰ سمجھتے ہیں۔ وہاں کیوں اس اعتقاد کو بُرا کہا جاتا ہے۔ اسی لئے کہ نفاق ہے۔ پس اس جگہ بھی وہی نفاق ہوگا۔ بلکہ اگر ہم مخالف کے سامنے دلی زبان سے اس کے حق پر ہونے کا بھی کچھ اقرار کریں گے۔ تو اس کے دو بُرے نتیجے ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ تھوڑے دنوں بعد جب ہمارا عقیدہ دشمن کو معلوم ہوگا۔ تو اس کے دل میں ہماری طرف سے سخت نفرت بیٹھ جائیگی۔ اور وہ یہ سمجھیگا کہ یہ اول درجے کے جھوٹے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ جب حضرت صاحب نے ایسا صاف فتویٰ دیا ہے۔ تو لوگ مروڑ تروڑ کر کچھ کے کچھ معنے کر لیتے ہیں۔ تو اگر اس موقعہ پر ذرا بھی غفلت سے کام لیا گیا۔ تو اس سے آئندہ کے لئے سخت بُرے نتیجے پیدا ہوں گے۔ اور آئندہ اس خاموشی کو اجماع قرار دیا جاکر اس سے نہ معلوم کیا کیا نتیجے نکالے جاویں گے اور آئندہ زمانہ میں نیک لوگ ہماری نسبت وہی الفاظ استعمال کریں گے۔ جو آج ہم

پولوس وغیرہ کی نسبت استعمال کرتے ہیں۔ اور بجائے نیک دعاؤں کے بد دعاؤں کے نشانہ ہوں گے اور اس ذمت کی ہماری کوتاہی آئندہ زمانہ کے لئے نمونہ بد ہوگی، کیونکہ کسی مامور کے قرب کے زمانہ کے لوگوں کے افعال بھی بطور سند کے پکڑے جاتے ہیں۔

اور یہ خیال کرنا کہ مخالف زیادہ ہیں۔ اس لئے ہم کو ڈر کر قدم رکھنا چاہئے ایک خیال باطل ہے۔ کیونکہ حضرت صاحبؑ کے زمانہ کی نسبت ہم اس وقت زیادہ ہیں۔ اور حضرت صاحبؑ نے کبھی ڈرنے کی تعلیم نہیں دی۔ بلکہ صاف مقابلہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم کو کچھ نقصان نہیں پہنچا اور ہماری جماعت آگے سے بہت زیادہ ہے اور بڑھ رہی ہے۔

مذکورہ بالا عبارت میں ایک لفظ قابل تشریح ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جس کو میری دعوت پہنچ گئی اور اس نے نہ مانا۔ تو وہ مسلمان نہیں۔ اور دعوت پہنچنے کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ ایسے رنگ میں پہنچے۔ کہ جس کو وہ قبول کرے۔ لیکن مخالفین کو ابھی ایسے رنگ میں دعوت نہیں پہنچی اور یہ اعتراض عبدالحکیم نے بھی کیا ہے۔ جس کا جواب میں حضرت صاحب کی کتاب سے دیتا ہوں۔ آپ حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:-

دعوت پہنچنے سے کیا مراد ہے؟

دو امر ضروری ہیں وہ شخص جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ وہ لوگوں کو اطلاع دیدے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ اور ان کو ان غلطیوں پر متنبہ کر دے کہ فلاں فلاں اعتقاد میں تم خطا پر ہو یا فلاں فلاں حالت میں تم سست ہو۔ دوسرے یہ کہ آسمانی نشانوں اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے اپنا سچا ہونا ثابت کر دے۔

کیا آپ نے دعوت پہنچا دی؟

میں نے پنجاب ہندوستان کے بعض شہروں میں خود جا کر خدا تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا اور ساٹھ کے قریب کتابیں عربی اور فارسی اور اردو اور انگریزی میں حقانیت اسلام کے بارے میں جن کی جلدیں ایک لاکھ کے قریب ہوں گی۔ تالیف کر کے ممالک اسلامیہ میں شائع کی ہیں اور اسی مقصد کے لئے کئی لاکھ اشتہار شائع کیا ہے اور ہمارے سلسلہ سے غیر ملکوں کے لوگ بے خبر نہیں ہیں۔ بلکہ ممالک امریکہ اور یورپ کے دور دراز ملکوں تک ہماری دعوت پہنچ گئی ہے۔

جن پر اتمام حجت نہیں ہوا اُن کا حکم

اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذب اور منکر ہے۔ تو گو شریعت نے جس کی بناء ظاہر پر ہے اس کا نام بھی کافر رکھا ہے۔ اور ہم بھی بہ اتباع شریعت اس کو کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں۔ وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا قابل مواخذہ نہیں ہوگا۔

مندرجہ بالا عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اول تو کہ جن پر اتمام حجت نہیں ہوا اور جسے دعوت [illegible] حضرت نے نہیں کی [illegible] نہیں پہنچی۔ بلکہ اتنا کافی ہوگا۔ کہ وہ نبی لوگوں کو اطلاع دیدے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ نشانات ہوں اور بس۔ اتمام حجت ہوگئی اور دعوت پہنچ گئی۔ اور بات بھی یہی درست ہے۔ کیونکہ جب اس شخص نے لوگوں کو کھول کھول کر سنا دیا اور نشانات آسمانی ظاہر ہو گئے۔ تو پھر کسی کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں کو ابھی دعوت نہیں پہنچی کیسا غلط مسئلہ ہے۔ اگر یہ اصول لیا جائے گا۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ کسی مامور کی دعوت سوائے ان لوگوں کے جو اس کی بیعت میں داخل ہوئے کسی کو نہیں پہنچی۔ اور قرآن شریف اور رسول اللہ اور دیگر اولیاء نے جو لوگوں کو کافر کہا ہے یہ سب جھوٹ ہو جائیگا۔

دوسری بات یہ نکلتی ہے۔ کہ حضرت صاحبؑ نے پوری طرح تبلیغ کر دی ہے اور ہندوستان میں تبلیغ ہو چکی ہے۔ بلکہ بعض دیگر ممالک میں بھی۔

تیسری یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن پر تبلیغ نہیں ہوئی ان کا حساب خدا کے ساتھ ہے۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ تبلیغ ان کو ہو چکی ہے یا نہیں۔ کیونکہ کسی کے دلی خیالات پر آگاہ نہیں اس لئے چونکہ شریعت کی بناء ظاہر پر ہے۔ ہم ان کو کافر کہیں گے۔ گو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ سزا کے لائق ہیں یا بموجب حدیث صحیحہ پھر موقعہ دیئے جانے کے لائق ہیں۔

پھر حضرت صاحبؑ فرماتے ہیں:-

جو حضرت صاحبؑ کو نہیں مانتا اور کافر بھی نہیں کہتا اُس کی نسبت

یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والوں کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں حالانکہ خدا کی نزدیک ایک ہی قسم کے ہیں۔ کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا۔ کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افترا کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳) حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ "سو جو شخص مجھے نہیں مانتا۔ وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے" پھر فرماتے ہیں اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن شریف کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے۔ وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۴)

اب جبکہ میں حضرت صاحب کی ایک ایسی عبارت نقل کر چکا ہوں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے ایک ہی قسم کے لوگ ہیں۔ اور دونوں میں کوئی فرق نہیں اور جس طرح کافر کہنے والا ایک مسلمان کو کافر کہہ کر کافر بنتا ہے۔ اسی طرح ایک نبی کو نہ ماننے والا اسے نہ ماننے کی وجہ سے کافر ٹھہرتا ہے۔ میں ایک اور حوالہ درج کرتا ہوں۔ جس میں آپ نے اس شخص کو بھی جو آپ کو سچا جانتا ہے مگر مزید اطمینان کے لئے ابھی بیعت میں توقف کرتا ہے کافر ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ آپ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۴۸ میں اس سوال کے جواب میں کہ "جو شخص حضرت کی ابتک کوئی تاثیر روشن طور پر ظہور میں نہیں آئی ہے۔ اور دو تین لاکھ آدمی کا حضرت کے سلسلہ میں داخل ہونا گویا دریا میں سے ایک قطرہ ہے۔ پس اگر تاثیرات کے ظہور تک کوئی بغیر انکار کے داخل سلسلہ ہونے میں توقف اور تاخیر کرے تو یہ جائز ہوگا یا نہیں۔

فرماتے ہیں کہ توقف اور تاخیر بھی ایک قسم انکار کی ہے

اب ہر ایک دانا اور عقلمند انسان دیکھ سکتا ہے۔ کہ سائل نے اپنے سوال میں کسقدر شرائط لگائی ہیں۔ کہ ایک شخص آپ کو جھوٹا بھی نہیں مانتا اور آپکا انکار بھی نہیں کرتا۔ اور محض مزید اطمینان کے لئے بیعت میں ابھی توقف کرتا ہے۔ تو اس کی نسبت کیا فتویٰ ہے۔ جس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ اس کا بھی وہی حال ہے جو منکر کا حال ہے۔ اور منکر کا حال اوپر کے فتویٰ میں جو حقیقۃ الوحی سے نقل کیا گیا ہے درج ہے۔ یعنے اسے کافر قرار دیا گیا ہے۔ اور وہی درجہ دیا گیا ہے۔ جو اس شخص کو دیا گیا ہے۔ جو آپؑ کو کافر کہتا ہے۔ یا جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا ہے۔ مگر آپؑ کے دعویٰ کو نہیں مانتا۔ کافر قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ وہ بھی جو آپؑ کو دل میں سچا قرار دیتا ہے۔ اور زبانی بھی آپؑ کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن ابھی بیعت میں اُسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے۔ پس سوچنے کا مقام ہے کہ حضرت صاحبؑ نے اس معاملہ میں کس قدر تشدد سے کام لیا ہے۔ اور عقل بھی یہی چاہتی ہے۔ کیونکہ اگر ایک ہندو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا مان لے اور دل میں اقرار بھی کرے اور ظاہر طور پر انکار بھی نہ کرے۔ ہاں بعض واقعات کی وجہ سے ابھی کھلم کھلا اسلام لانے سے پرہیز کرے۔ تو ہم اسے کبھی بھی مسلمان نہیں کہتے بلکہ اُسے کافر ہی سمجھتے ہیں۔ اور شریعت اسلام کبھی اس کے ساتھ ناطہ رشتہ کو جائز نہیں رکھتی یعنے اس کے ساتھ کسی مسلمان عورت کے بیاہ دینے کی ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ پس اسی طرح اس غیر احمدی کا حال ہے۔ جو حضرت صاحبؑ کو دل میں سچا جانتا ہے۔ لیکن ابھی بیعت کرنے میں متردد ہے اور جو آپ کو کافر جانتے ہیں۔ ان کا حال بھی ظاہر ہے۔ جس کی نسبت میں حضرت صاحبؑ کی عبارتیں اوپر نقل کر آیا ہوں۔

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے۔ اس لئے ہم منکر کو مؤمن نہیں کہہ سکتے ہیں۔ اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ مواخذہ سے بری ہے اور کافر منکر کو ہی کہتے ہیں کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے اور کفر دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ وہ مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا۔ اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے۔ اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے کے خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتا۔ وہ بموجب نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کے خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا اور اس میں شک نہیں۔ کہ جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اول قسم

کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے۔ وہ قیامت کے دن مؤاخذہ کے لائق ہوگا۔"

ان عبارتوں سے یہ نتائج نکلتے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ مکفر اور خاموش ایک ہی گروہ میں سے ہیں۔ کیونکہ جو مانتا ہے۔ اُسے مؤمن کہتے ہیں اور کافر مؤمن کے مقابل میں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو نہیں مانتا خواہ مکفر ہو یا خاموش ہو۔ کافر ہے۔ اور یہ دونوں گروہ ایک ہی قسم کے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جو آپ کو نہیں مانتا۔ وہ ضرور آپ کو مفتری قرار دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جو آپ کو نہیں مانتا۔ اُس کا ایمان درحقیقت خدائے تعالیٰ پر بھی نہیں ہے اور نہ رسول اللہ صلعم پر ہی ہے۔ چوتھے یہ کہ چونکہ وہ شخص آیات اللہ کا منکر ہے اس لئے مؤمن نہیں ہو سکتا۔ پانچویں یہ کہ چونکہ شریعت کی بنیاد و ظاہر پر ہے۔ اسے ہم مؤمن نہیں کہہ سکتے۔ اور چھٹے یہ کہ وہ مؤاخذہ سے بری نہیں۔ ساتویں یہ کہ کفر دو قسم کا ہے۔ ایک اللہ اور رسول کا کفر۔ اور ایک دیگر آیات کا کفر۔ جس میں حضرت کا کفر بھی شامل ہے۔ آٹھویں یہ کہ اصل میں یہ سب کفر ایک ہی ہے۔ جس نے آپ کا کفر کیا۔ اُس نے خدا اور رسول کا کفر بھی ساتھ ہی کیا۔ نویں یہ کہ جس پر ان دونوں قسم کے کفروں میں سے کوئی قسم کفر کی ثابت ہو جائے۔ وہ قیامت کے دن زیر مؤاخذہ ہوگا۔

اس بات کے ثبوت میں کہ حضرت صاحب نے کل اُن لوگوں کو جن پر اتمام حجت ہو چکا ہے اور دعوت پہنچ چکی ہے۔ شرعاً قابل مؤاخذہ ٹھہرایا ہے۔ یہ عبارت کافی ہے۔

"میں یہ کہتا ہوں کہ چونکہ میں مسیح موعود ہوں اور خدا نے عام طور پر میرے لئے آسمان سے نشان ظاہر کئے ہیں۔ پس جس شخص پر میرے مسیح موعود ہونے کے بارے میں خدا کے نزدیک اتمام حجت ہو چکا ہے اور میرے دعویٰ پر وہ اطلاع پا چکا ہے۔ وہ قابل مؤاخذہ ہوگا۔ کیونکہ خدا کے فرستادوں سے دانستہ منہ پھیرنا ایسا امر نہیں ہے کہ اس پر کوئی گرفت نہ ہو۔ اس گناہ کا دادخواہ میں نہیں ہوں۔ بلکہ ایک ہی ہے جس کی تائید کے لئے میں بھیجا گیا ہوں یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ میرا نہیں بلکہ اس کا نافرمان ہے جس نے میرے آنے کی پیشگوئی کی (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳)

پھر اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۲ میں فرمایا۔ کہ ایسا ہی آیت واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا۔ اور ان سب فرقوں میں سے وہ فرقہ نجات پائے گا۔ کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔" اور اسی طرح براہین احمدیہ حصہ پنجم میں فرماتے ہیں۔ کہ "انہیں دنوں میں آسمان سے ایک فرقہ کی بنیاد ڈالی جائے گی۔ اور خدا اپنے منہ سے اس فرقہ کی حمایت کے لئے ایک کرنا بجائے گا۔ اور اس کرنا کی آواز سے ہر ایک سعید اس فرقہ کی طرف کھینچا آئے گا بجز ان لوگوں کے جو شقی ازلی ہیں۔ جو دوزخ کے بھرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔"

اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح رض کا ایک حلفیہ بیان بھی نقل کرتا ہوں جو آپ نے حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد تحریر کیا۔ عصر جدید نے ایک مضمون نکالا تھا۔ جس میں کہ نامہ نگار نے بڑے زور سے پیشگوئی کی تھی۔ کہ اب چونکہ حضرت مرزا صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ اور ان کے حضرت مولوی صاحب جانشین ہوئے ہیں۔ اور آپ کے عقائد اصل میں مرزا صاحب کے خلاف ہیں۔ اور آپ درحقیقت تمام ان باتوں کو نہیں مانتے۔ جو مرزا صاحب نے بیان کی ہیں اور اس لئے عنقریب وہ دن آنے والا ہے۔ کہ جب مولوی صاحب تمام جماعت احمدیہ کو پھر مسلمانوں میں لا شامل کریں گے۔ اور میں نے اس کے جواب میں ایک مضمون لکھا تھا جس پر آپ نے یہ عبارت تحریر فرمائی جو کہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۸ میں شائع ہو چکی ہے۔ وہو ہذا۔

"میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اعلان کرتا ہوں۔ کہ میں مرزا صاحب کے تمام دعاوی کو دل سے مانتا اور یقین کرتا ہوں۔ اور ان کے معتقدات کو نجات کا مدار ماننا میرا ایمان ہے۔

نورالدین۔ دستخط حضرت خلیفۃ المسیح رض"

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کے معتقدات بھی نجات کا ایک مدار ہیں۔

اسی طرح ڈاکٹر عبدالحکیم مرتد کو ایک خط میں حضرت خلیفۃ المسیح رض فرماتے ہیں۔

"پھر ان انبیاء کی خلاف ورزی کے متعلق ہم آپ کو ایک آیت سناتے ہیں۔ ولقد ارسلنا الی امم من قبلک فاخذناھم بالبأساء والضراء لعلھم یتضرعون فلولا اذ جاءھم بأسنا تضرعوا ولکن قست قلوبھم وزین لھم الشیطان ما کانوا یعملون فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناھم بغتۃ فاذا ھم مبلسون۔ اس آیت پر غور کرو۔" انتہی تحریر حضرت خلیفۃ المسیح رض

اسی طرح اسی خط میں حضرت مسیح موعود کے مخالفین کی نجات کی نسبت عبدالحکیم کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"پھر آپ نے تیرہ کروڑ مسلمانوں پر رحم فرمایا ہے۔ اور ذکر کیا ہے کہ تیرہ سو سال تیرہ کروڑ مسلمان تیار ہوئے ہیں۔ سب کو نجات حاصل کرنا چاہئے۔ حکیم و ڈاکٹر صاحب دوارب اللہ کی مخلوق اس وقت موجود ہے۔ تیرہ کروڑ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باعث تیار ہوئے ہیں۔ تو دوارب اللہ کی مخلوق ڈارون کے طریق سے لاکھوں برس اور منادم نہیں کب سے جو تیار ہوئی۔ ان سب نے اگر نجات نہ پائی۔ تو تیرہ کروڑ چیز ہی کیا ہیں۔"

اس مندرجہ بالا عبارت میں حضرت خلیفۃ المسیح رض اس سے سالہا سال پہلے [illegible] اور فرماتے ہیں۔ کہ جس طرح رسول اللہ کی نفی دیا جاوے۔ اسی طرح اب کی وجہ سے دوارب انسان غیر ناجی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اب اللہ تعالیٰ کی منشا کے ماتحت مرزا صاحب کی وجہ سے تیرہ کروڑ غیر ناجی ہو سکتا ہے اور ان مندرجہ بالا اقتباسات سے حضرت خلیفۃ المسیح کا اعتقاد خوب ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور پھر آگے چل کر فرماتے ہیں۔ کہ نجات فضل سے ہے اور فضل کا جاذب تقویٰ ہے اور تقویٰ کا بیان لیس البر والی آیت میں ہے اور اس میں شاید مرزا صاحب کا بھی کہیں ذکر آیا ہو۔" اس میں آپ نے آیت کے اس حصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ جس میں نجات کے مدار میں نبیوں پر ایمان لانا بھی ضروری قرار دیا ہے۔

اب میں حضرت صاحب کی وہ عبارت نقل کرتا ہوں جس میں کہ آپ نے خاموش لوگوں کی نسبت فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"اگر دوسرے لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے اور وہ منافق نہیں ہیں تو ان کو چاہئے کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع کر دیں کہ یہ سب کافر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا تب میں ان کو مسلمان سمجھ لوں گا۔ بشرطیکہ ان میں کوئی نفاق کا شعبہ نہ پایا جاوے۔ اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے مکذب نہ ہوں۔"

پھر اخیر پر آپ لکھتے ہیں۔ "دو سو مولوی کے کفر کی نسبت نام بنام ایک اشتہار شائع کر دیں۔ بعد اس کے حرام ہوگا کہ میں ان کے اسلام میں شک کروں۔ بشرطیکہ کوئی نفاق کی سیرت ان میں نہ پائی جاوے۔" پھر حاشیہ پر ارشاد فرماتے ہیں۔ "میں دیکھتا ہوں جس قدر لوگ میرے پر ایمان نہیں لاتے۔ وہ سب کے سب ہیں کہ ان تمام لوگوں کو وہ مؤمن جانتے ہیں جنہوں نے مجھے کافر ٹھہرایا ہے۔ پس میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا لیکن جن میں خود انہیں کے ہاتھ سے ان کی وجہ کفر پیدا ہو گئی ہے۔ انہیں کیونکر مؤمن کہہ سکتا ہوں (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۵)

اب ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب ان لوگوں کو بھی جو آپ کو کافر نہیں کہتے اور نہ ان مولویوں کو کافر کہتے ہیں جنہوں نے آپ کو کافر قرار دیا ہے۔ کافر قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ جو لوگ مجھے کافر نہیں کہتے۔ وہ میرے مکفرین کو بھی کافر نہیں کہتے اور اس طرح خود انہیں کے ہاتھ سے وجہ کفر پیدا ہو گئی ہے۔ اس طرح آپ کے مکفرین کو کافر نہ کہنے کو بھی آپ نے وجہ کفر قرار دیا ہے۔ پس جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے اور ساتھ ہی آپ کے مکفرین کو بھی کامل مسلمان ہی جانتے ہیں۔ وہ کسی صورت میں مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ اور صرف یہی کافی نہیں رکھا گیا۔ کہ وہ اُن کو کافر کہیں بلکہ نام بنام اُن لوگوں کے کفر کا اعلان اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعے سے شائع کریں جنہوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ اور جو فتویٰ کہ ہزاروں کی تعداد میں ہندوستان میں شائع ہو چکا ہے۔

اور وفات کے چند ہی دن پہلے مسٹر فضل حسین صاحب بیرسٹر کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے

فرمایا "جو ہمیں کافر نہیں کہتے ہم انہیں بھی اس وقت تک ان کے ساتھ ہی سمجھیں گے (یعنی مکفروں کے ساتھ) جب تک [illegible]"

صفحہ ۶ مورخہ ۲۶ مئی [illegible] یاد رہے کہ یہ فقرہ اس تقریر کا آخری فقرہ ہے۔ یہی وہ حوالے ہیں۔ کہ جن کو ہمارے مخالف بار بار پیش کرتے ہیں۔ اور اصرار کرتے ہیں کہ تمہارے امام نے جب لکھ دیا ہے۔ کہ ہم ان لوگوں کو جو ہمارے معاملہ میں خاموش ہیں۔ کافر نہیں سمجھتے۔ تو اب تم ہم لوگوں سے مل جاؤ۔ لیکن ایسے لوگوں کی عقلوں پر سخت تعجب اور افسوس آتا ہے۔ کیا انہیں اس عبارت میں یہ بات نظر نہیں آتی۔ کہ اس میں بڑی بڑی شرائط لگائی گئی ہیں۔ اور کیا کوئی ایسا شخص ہے جس نے اُن شرائط کو پورا کر دیا ہے۔ اگر ہے تو اس شخص کا نام تو بتاؤ جس نے بموجب حضرت صاحب کی تحریر کے دو سو مولوی کا نام لے کر انہیں کافر قرار دیا ہو۔ کہ حضرت صاحب کے معجزات ٹھیک نکلے۔ اور آپ راستباز تھے۔ اور یہی نہیں بلکہ اس کے ایمان میں نفاق کا کوئی شعبہ نہ ہو۔ پس جب ایسا کوئی شخص نہیں۔ اور کسی نے ان شرائط

کو پورا نہیں کیا۔ تو ہم کس طرح اُن کو الگ سمجھ لیں۔ اور گھر بیٹھے زبانی قول سے ہو سکتے ہیں۔ جائیں۔ جب ہمارے امام نے صریح الفاظ میں انہیں سے نہ جو ہمیں کا فر نہیں کہتے۔ ہم انہیں بھی اس وقت تک اس طرح کے ساتھ سمجھیں گے۔ جب تک وہ ان سے الگ ہونے کا اعلان بذریعہ اشتہار نہ دیں۔ اور ساتھ ہی نام بنام یہ نہ لکھیں۔ کہ ہم ان مکفرین کو بموجب حدیث صحیحہ کافر سمجھتے ہیں۔ پس ہم کیونکر اس شخص کی اطاعت سے نکل جائیں۔ جس کو ہم نے سچا یقین کیا۔ اور جس کے معجزات ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور جس کا خدا سے تعلق ہم نے مدتوں مشاہدہ کیا ہم اپنے اس سردار و رہنما کی بات کو کیونکر رد کر دیں۔ جس کے ہاتھ پر ہم نے اپنے آپ کو بیچ دیا اور اپنے خیالات اور اپنی خواہشات اس کے لئے قربان کر دیں۔ ایسی جرأت تو وہ شخص کر سکتا ہے۔ جس کے دل میں ایمان نہ ہو جو نور یقین سے کورا ہو۔ اور جس کو خدا نے معرفت کی آنکھیں نہ دی ہوں

اور یہ قطعاً خیال نہ کرو۔ کہ اس قول کا پہلے قول سے کچھ اختلاف ہے۔ اور اس میں حضرت صاحبؑ نے پہلے کی نسبت نرمی کر دی ہے کیونکہ انبیاء اپنے الہاموں کے سب سے زیادہ قائل اور مومن ہوتے ہیں۔ دیکھو حضرت صاحبؑ اپنی کتاب اربعین میں تحریر فرماتے ہیں۔ "مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے۔ جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن شریف پر"۔ پس یہ خیال سخت گندہ ہوگا۔ اگر ہم یہ کہیں کہ حضرت صاحبؑ نے اس پہلی الہامی بات کو رد کر دیا۔ بلکہ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم ان میں تطبیق کریں اور بہر حال ہمیں اس عبارت کو پہلی عبارت کے ماتحت کرنا پڑیگا۔ کیونکہ وہ الہامی ہے۔ اور اس کے معنے بھی ہم نے نہیں۔ خود حضرت صاحبؑ نے کئے ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص غور سے دیکھے۔ تو اس جگہ حضرت صاحبؑ نے تعلیق المحال بالمحال سے کام لیا ہے۔ کیونکہ جو شخص حضرت صاحبؑ کے منکرین کو نام بنام کافر قرار دیگا اور باوجود حضرت صاحبؑ کے ان دعاوی کے آپؑ کو سچا قرار دیگا اور آپؑ کے الہامات اور معجزات پر یقین لائیگا۔ اور پھر آپؑ کی بیعت نہ کریگا۔ تو ایسا شخص دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ منافق ہوگا۔ کہ لوگوں کے ڈر سے سچ کو قبول نہیں کرتا۔ اور یا حکم الٰہی کا صریح منکر ہوگا۔ کیونکہ حضرت صاحبؑ نے بیعت الہام کے ذریعے شروع کی ہے اور قرآن شریف میں انبیاء کے منکرین کو کافر کہا گیا ہے۔ پس ایسا شخص جس پر حق کھل گیا اور اس نے حضرتؑ کے راستباز ہونے کو [illegible] ایسا شخص منافق کبھی نہ ہو۔ پس جو شخص ان شرائط پر عمل کریگا۔ اس کے لئے تو بیعت ضروری ہو جاوے گی۔ اور اگر بیعت نہ کرے گا تو منافق ہوگا پس جو شخص ایسا اشتہار دے بھی دے جس میں مخالف مولویوں پر کفر کا فتویٰ دے اور پھر بھی بیعت نہ کرے۔ تو ایسا شخص منزور منافق ہے پس حضرت صاحبؑ نے تو ایک محال بات پیش کر کے مخالفین پر حجت قائم کی ہے نہ کہ ان کے لئے راستہ کھولا ہے۔ اس عبارت کو پیش کر کے ہم سے صلح چاہنے والا بعینہٖ اس شخص کی طرح ہے۔ جو قرآن شریف کی آیت قل ان کان للرحمٰن ولدٌ فانا اول العابدین کو ہم سے پیش کر کے یہ چاہے کہ ہم یسوع کی عبادت کریں اور اسے خدا کا بیٹا مان لیں یہاں تو یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ نہ تم خدا کا بیٹا ثابت کر سکو گے اور نہ میں قبول کرونگا۔ اسی طرح مذکورہ بالا عبارت میں حضرت صاحبؑ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی ہمارے مخالفین کا نام لے لیکر ذریعہ دو سرے مکفر مولویوں پر کفر کا فتویٰ اشتہار کے ذریعہ شائع کرائے۔ اور پھر اس میں نفاق بھی نہ ہو۔ تو ہم ایسے شخص کو مومن مان لیں گے۔ اور یہ بات ناممکن ہے کہ کوئی شخص ایسا کرے اور پھر باوجود بیعت نہ کرنے کے منافق بھی نہ ہو۔ پس یہ تو ایک تعلیق محال بالمحال تھی۔ اسے سند کے طور پر پیش کرنا تو ایک بڑی جہالت ہے۔

اور ایسی لمبی تقریر کی بھی ہم کو کچھ ضرورت نہیں۔ کیونکہ ابھی تو کوئی شخص نہیں پیش کیا گیا۔ جس نے ان شرائط پر عمل کیا ہو۔ پس اس کے ذریعہ صلح چاہنا اوّل درجہ کی نادانی ہے۔ جسقدر لوگ متفرق طور سے احمدیوں کے پاس آکر یا جماعتوں میں اس قسم کا اقرار کرتے ہیں۔ وہ تو اُن لوگوں کی طرح ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا و اذا خلوا الیٰ شیاطینھم قالوا انا معکم - انما نحن مستھزءون۔ وہ اگر ہم سے صلح چاہتے ہیں۔ تو اپنی دُنیاوی حیثیت بڑھانے کے لئے نہ کہ ان کے دلوں میں دین کی تڑپ ہے۔ اگر واقعی ان کو خدا تعالیٰ سے کچھ محبت ہوتی اور دین کی تڑپ ہوتی۔ اور تقویٰ کا ایک ذرہ بھی ان کے دل میں باقی ہوتا۔ تو وہ کیوں کوشش سے اس شخص کے دعوی کو نہ سنتے جس نے تیئیس برس پکار پکار کر سنایا کہ خدا نے مجھ سے کلام کیا اور مجھے دُنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے اور میں اس کی طرف سے مامور مقرر کیا گیا ہوں۔ اس نے لیکچروں کے ذریعہ اشتہاروں اور رسالوں کے ذریعہ کتابوں کے ذریعہ اپنی آمد کا اعلان کیا۔ لیکن کیا ان لوگوں نے ذرہ بھر توجہ نہ کی۔ ایک آریہ اخبار ذرہ بھی ان کے بولنے کل حقوق کے برخلاف لکھتا ہے۔ تو ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ آنکھوں سے شعلے نکلنے لگتے ہیں۔ اور ناسزا الفاظ بے اختیار ان کے مُنہ سے نکل جاتے ہیں۔ اور اس کمال [illegible] ہمالیہ کی چوٹیوں اور کلکتہ سے لیکر پشاور تک تار برقی کی طرح ایک جوش پھیل جاتا ہے۔ اور چاروں طرف شور و شر شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن خدا کے مامور کی آواز ان کے کانوں میں تیئیس سال تک پڑتی رہی۔ اور دُنیا کی بے توجہی پر غضب الٰہی نازل ہوا۔ لیکن ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی یہ مست پڑے رہے۔ اور غفلت کے لحافوں کو انہوں نے اپنے سروں سے نہ اُتارا۔ انہوں نے آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا یہ کون ہے۔ اور یہ [illegible] تک خدا کی پکار کو سُننے سے [illegible] کہ یہ لوگ ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اور ہمیں صلح کے لئے بُلاتے ہیں۔ اور پھر زیادہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ یہ تحریک جس گروہ سے اُٹھی ہے اور جو گروہ کہ ہم کو اپنے پیچھے نمازیں پڑھوانا چاہتا ہے۔ وہ خود نماز نہیں پڑھتا۔ جو لوگ نمازیں پڑھتے ہیں۔ وہ تو ہم کو کافر سمجھتے ہیں۔ مگر یہ لوگ جو ٹھٹھے اور ہنسی میں اپنا دن گذارتے ہیں۔ اور اسلام کے پاک احکام پر تمسخر کرتے ہیں۔ جن پر یورپ کا رنگ بہت چڑھا ہوا ہے۔ ہمیں بُلاتے ہیں۔ کہ آؤ۔ اور ہمارے پیچھے نماز پڑھو۔ ہم کس کے پیچھے نماز پڑھیں کیا اُن کے پیچھے جو خود نماز نہیں پڑھتے۔ ہاں ہم کس کے پیچھے نماز پڑھیں کیا اُن لوگوں کے پیچھے جن کے پیچھے اگر ان کو مسلمان بھی سمجھ لیا جاوے۔ تو شاید نماز پڑھنی ناجائز ہو۔ ہاں۔ ہم کن کے پیچھے نماز پڑھیں۔ کیا ان لوگوں کے پیچھے جن کے دلوں میں اسلام محض ایک قومیت ہے۔ اور رسول اللہ کی عزت صرف اپنے پولیٹیکل حقوق کے محفوظ رکھنے کے لئے کی جاتی ہے۔ بیشک اس تحریک کا اس گروہ سے اُٹھنا ہی اس بات پر شاہد ہے۔ کہ یہ تحریک رحمان کی طرف سے نہیں۔

اب میں حضرت صاحبؑ کا وہ فتوی نقل کرتا ہوں جس میں غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:-

"پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی امام ہو۔ جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے۔ کہ امامکم منکم یعنے جب مسیح نازل ہوگا۔ تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوی اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا۔ اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو۔ اور تمہارے عمل حبط ہو جاویں۔ اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔ جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے۔ وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔ اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے پس جانو کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ کیونکہ وہ میری باتوں کو جو خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں دیکھتا۔ اس لئے آسمان پر اس کی عزت نہیں"۔

اب اس عبارت کو غور کرنے سے اوّل تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ یا غیر احمدیوں سے تعلق رکھتا ہے وہ ایسے فعل کا مرتکب ہوتا ہے۔ جو قطعی حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے لئے لازمی ہے۔ کہ ہم غیر احمدیوں سے قطعی طور سے الگ رہیں۔ تیسرے یہ کہ جو ایسا نہیں کرتا۔ اس پر خدا کا الزام ہے۔ چوتھے یہ کہ ایسے شخص کے اعمال حبط ہو جاویں گے۔ پانچویں یہ کہ جو حضرت صاحبؑ کا دل سے معتقد ہے۔ وہ آپؑ کے اس فیصلہ اور دیگر فیصلوں کو مانتا ہے۔ چھٹے یہ کہ جو نہیں مانتا۔ اُس کے دل میں خود اختیاری کا مرض ہے۔ اور ساتویں یہ کہ حضرت صاحبؑ ان الفاظ میں کہ وہ مجھ سے نہیں۔ اس سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ آٹھویں یہ کہ ایسا کرنے والے کی عزت آسمان پر کبھی نہیں کی جائیگی۔ اب باوجود ان فتووں کے ہم کیا کریں اور کس طرح ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ جو ہلاکت کے گڑھے کی طرف ہم کو بُلاتے ہیں۔

[illegible] کا کام ہم کو کسی غلط نہیں بلکہ وہ صریح طور سے ایک مامور کے مکفر ہیں۔ ہم کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ پس بہتر ہے کہ ہم خدا کی آواز کو قبول کریں۔ اور جس طرح پہلی دفعہ ہم نے انسانوں پر خدا کے احکام کو مقدم کیا۔ اب کے بھی وہی نمونہ دکھائیں۔ حضرت صاحب خدا سے خبر پاکر فرماتے ہیں۔ کہ مجھے نہ قبول کرنے والوں کو راستباز جاننے والا۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے والا۔ اور ان سے بکلی قطع تعلق نہ کرنے والا شیطان کے پنجہ میں ہے۔ اور اس پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کے اعمال حبط ہو جائینگے اور آسمان پر اس کی عزت نہ ہوگی۔ پس ہمارے لئے کیسا خطرناک ابتلا ہے۔ کہ ایک طرف تو ظاہری چین اور امن نظر آرہا ہے۔ دشمنوں کی نظروں میں ایک عزت ہوتی ہے اور شائد گورنمنٹ کی نظروں میں بھی بوجہ گروہ سے تعلق ہو جانے کے زیادہ وقعت پانے کی امید ہے۔ اور دوسری طرف خدا کے مامور کا فتویٰ ہے۔ کہ اگر تم ان سے بکلی قطع تعلق نہیں کرتے۔ تو پھر تمہارا ہم سے قطع تعلق ہے۔ اگر ظاہر کو دیکھا جائے۔ تو پہلی بات میں فائدہ ہے۔ لیکن اگر یوم تنزیل [illegible]

کیا جائے۔ تو سوائے دوسری بات پر عمل کرنے کے کوئی چارہ نہیں ہم ان لوگوں سے صلح کرتے ہوئے ان آیات قرآنی کو کہاں چھپاویں:۔

الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین۔ ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعاً۔ یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المؤمنین۔ اتریدون ان تجعلوا للہ علیکم سلطاناً مبیناً۔ ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلاً۔ اولئک ھم الکافرون حقاً واعتدنا للکافرین عذاباً مھیناً۔ اور خصوصیت سے

آخری آیت میں تو ہم اسی گروہ کا ذکر پاتے ہیں۔ جو مدعی ہیں۔ کہ مرزا صاحب کو مسلمان متقی اور راستباز مانتے ہیں۔ لیکن نبی نہیں مانتے۔ اور جو کہتے ہیں۔ کہ نجات ایمان باللہ پر ہے نہ ایمان بالرسل پر۔ اور جن کا خیال ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے انکار کی وجہ سے تو عذاب ہو ابھی۔ لیکن مرزا صاحب کے نہ ماننے کا کوئی حرج نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں اور پکے کافر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور عذاب کے مستحق ہیں۔ اور حضرت صاحب بھی فرماتے ہیں کہ من فرق بینی وبین المصطفیٰ فما عرفنی وما رای۔ اور فرمایا فامن ولا تکن من الکافرین اور پھر فرمایا ہے کہ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً او کذب بآیاتہ۔ پس باوجود ان صریح نصوص کے ہم کیونکر انکار کر دیں اور کہدیں۔ کہ تمام رسولوں کا ماننا ضروری نہیں۔ اور یہ کہ مسیح موعود کا ماننا مدار نجات میں شامل نہیں اگر ہم ایسا کہیں تو ہم بھی اسی گروہ میں شامل ہو جاوینگے جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اولئک ھم الکافرون حقاً واعتدنا للکافرین عذاباً مھیناً۔ اور جن کی نسبت فرماتا ہے۔ او کذب بآیاتہ فنعوذ باللہ من ذالک الکذب والبھتان ونعوذ بفضلہ من ھمزات الشیطان اگر ہم ایسا کریں۔ تو گویا عبد الحکیم مرتد کی پیشگوئی کو پورا کریں۔ اور شیطان کے موید بن جاویں۔ کیونکہ اس کی مخالفت بھی اسی بات پر ہوئی تھی۔ اور وہ جماعت سے اسی لئے خارج کیا گیا تھا۔ کہ اس کا دعویٰ تھا کہ سوائے ان چند مکفرین کے جنہوں نے مخالفت میں زور مارا ہے اور سب لوگ ناجی ہونے چاہئیں۔ اور کفر کا فتویٰ ان پر نہیں دینا چاہئے۔ پس ہمارا بھی ایسے ہی اعتقاد رکھنا گویا عبد الحکیم کی پیروی کرنا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کا انکار کرنا ہے۔ اور عبد الحکیم کی شیطانی پیشگوئیوں کو پورا کرنا ہے کہ عنقریب مرزائی مرزا صاحب پر ایمان کو غیر ضروری قرار دیکر باقی تمام فرقوں کو بھی مسلمان قرار دیں گے اور اعمال پر مدار نجات جانیں گے اور ایمان بالرسل کو علیحدہ کر دیں گے پس ان باتوں کا ماننا ہمارے لئے موت ہے۔ اور سلسلہ کی تکذیب۔

خدا کے فضل سے اسی پر امید کرتے ہوئے اور اسی کو اپنا سہارا قرار دیتے ہوئے اور مسیح ناصری کی جماعت کے تجربہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بڑے شرح صدر کے ساتھ اس بات کا اعلان کرتے ہیں۔ کہ ہم نے خدا کے مامور کو قبول کیا ہے اور اس کے ہر ایک حکم کو مدار نجات یقین کرتے ہیں۔ اس لئے بلا کسی تامل کے کہتے ہیں کہ

انا برآؤا منکم ومما تعبدون من دون اللہ

ایوان خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے رو بصحت ہے۔ سلسلہ زیر اشاعت میں نسیب اعد ایک روز بخار کی اور شبانہ روز اسہال کی شکایت پیدا ہو گئی۔ مگر اس وقت کہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ آپ کی طبیعت اچھی ہے (۹ مئی بوقت ۱۱ بجے صبح) شب گذشتہ کو کوئی حاجت اسہال کی نہیں ہوئی + بعض گذشتہ ایام کی ڈائری خاکسار ایڈیٹر الحکم کے بڑے بیٹے محمود احمد سلمہ اللہ الاحد نے لکھی ہے محمود احمد کی طبیعت خدا کے فضل سے رسا واقع ہوئی ہے۔ مگر میں چونکہ اس کی تعلیم کی تکمیل چاہتا ہوں اس لئے اس طرف متوجہ ہونے نہیں دیتا اور جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے۔ میں نے اپنے بچوں کی زندگی اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے اور انہیں اسلام کا عملی خادم بناوے (آمین) غرض محمود احمد نے میری غیر حاضری میں حضرت کی ڈائری کی چند باتیں نوٹ کی ہیں۔ اور میں انہیں بغیر کسی قسم کے تغیر و تبدل کے درج کر دیتا ہوں۔ ناظرین اپنے اس نو عمر خادم کے لئے دعا فرماویں۔

(۲ مئی ۱۹۱۱ء) شیخ عبد الرحمن نو مسلم سابق کتھا سنگھ بیمار تھا شیخ غلام احمد صاحب واعظ کو فرمایا۔ کہ جاؤ اور عبد الرحمن کی خبر لاؤ۔ سنا گیا ہے کہ وہ بیمار ہو گیا ہے۔ اللہ اللہ کیا قوم غنیمت نہیں سمجھتی اور شکر کے سجدے بجا نہیں لاتی حضرتؑ کے بعد خدا نے انہیں ایسا درد دل کا شخص نائب فرمایا۔ ۶ مئی کی شام کو بعد نماز مغرب بندہ پھر حاضر ہوا ایک کو فرمایا کہ عبد الرحمن کاغانی کو کہو کہ غلام دین ایک شخص ہے۔ اس کا لڑکا بیمار ہو گیا مہربانی کر کے اس کو دیکھو۔ اس کو تپ ہے۔ پھر جو تپ آپ کے اندر تھی۔ اس وقت دیکھنے والوں کو معلوم ہوتی تھی۔ پھر حکیم دیا کھانے کے واسطے کھانا حاضر کیا گیا۔ ادھر سے شیخ غلام احمد واعظ تشریف لائے عورتوں کو وعظ کے واسطے انہوں نے وعظ کو شروع کیا۔ فرمایا کہ شیخ صاحب کو کہو۔ کہ جھوٹ چغلی۔ طمع اور ایک اور فرمایا۔ جو میں بھول گیا۔ کہ یہ عورتوں میں بہت ہے اس کے بارے میں کچھ کہو۔ کھانے سے پہلے قاضی امیر حسین صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ فرمایا کہ قاضی صاحب! آپ نے کبھی کسی حدیث میں نبی کریمؐ کی گرم پانی کے لئے فرمائش کرنا پڑھا ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ میں نے کہیں نہیں پڑھا کہ آپ کھانے کے لئے یا پہننے کے لئے یا نہانے کے لئے کہا ہو۔ کہ یہ ہمارے لئے تیار کرو۔ پھر کدو کا ذکر ہوا بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ نبی کریم کو کدو سے محبت تھی۔ آپؐ نے گوشت نہیں کھایا۔ فرمایا کہ میرا خیال ہے۔ کہ نبی کریم کی دعوت کی گئی جس میں کچا گوشت تھا۔ آپؐ نے وہ چھوڑ دیا۔ بعدہ شیخ اسمعیل صاحب نے پوچھا کہ حضرت ہماری طرف کہتے ہیں کہ اس کو کدو سے اور کرتھا کرا لیا کرو۔ کیونکہ نبی کریم کو اس سے محبت ہے تو آپؐ نے پہلا جواب دہرایا۔ پھر کھانا کھا کے فرمایا کہ عشاء کو ضائع مت کرو۔ جاؤ مجھ پر توجہ مت ڈالو پھر نہ کہنا کہ تمہارے پاس بیٹھے بہت وقت چلا گیا تھا کہا گیا۔ کہ اذان نہیں ہوئی۔ کہا پہلے جانا سنت ہے۔ اس کو پورا کرو۔ پھر جلسہ برخاست ہوا۔ ۷ مئی کو آپؐ نے نئی گیہوں کی روٹی کھائی اس سے آپؐ کو شام تک دس دست آئے۔ ۸ مئی کو بخار حضرت صاحب کو شدت ہو گیا تھا۔ رات تک اس کی تکلیف رہی۔ پھر ۹ مئی کو بھی

حضور کو بخار تھا۔ ۸ بجے کے قریب مولوی حکیم محمد سعید صاحب بھاگلپوری مع خانصاحب اکبر شاہ خان صاحب حاضر ہوئے۔ پھر اور اور مزید دوست آگئے۔ نہایت کمزوری تھی بات کرنے سے بھی تکلیف ہوتی تھی۔ بعض خدام نے مزاج کا حال دریافت کیا۔ فرمایا کہ میں اپنے آپ میں ہمیشہ خوش رہتا ہوں۔ بخار ہوتے ہو۔ زخم ہو۔ درد ہو۔ کوئی حالت ہو میں اپنے خدا تعالیٰ کو ہر وقت اور ہر حالت میں اپنے اوپر فضل کی بارش کرنے والا پاتا ہوں۔ میرے دل میں بڑی خوشی اور بر مسور ہر حالت میں رہتا ہے۔ پہلے میں بیس روپے ماہوار کا ملازم ہوا۔ پھر ڈیڑھ سو روپے ماہوار کا ملازم ہوا۔ بعد ایک سو ساٹھ کا اور اس کے بعد دو سو کا۔ پھر سات سو کا ملازم ہوا۔ ہر حالت میں یہی ایک سا لباس رہا ہے۔ جو اب ہے ایسی ہی روٹی کھاتا رہا ہوں جیسی اب +

اسی حالت میں اکبر شاہ خانصاحب نے موقع پا کر عرض کیا۔ کہ حضور آج برادرم عبد الحی نے تقویٰ پر لیکچر دیا۔ اور بہت اچھا لکچر دیا۔ یہ سنکر یکلخت بشاشت کے آثار نمایاں ہوئے۔ یا تو لیٹے ہوئے تھے۔ فوراً بیٹھ گئے اور شکر کا سجدہ کیا اور سجدہ میں دیر تک دعائیں کرتے رہے اور کئی گھنٹے تک مختلف قسم کی باتیں کرتے رہے۔ خود ہی فرمایا کہ مجھکو اسقدر ضعف ہے کہ میں بیٹھ نہیں سکتا۔ لیکن اکبر شاہ خان نے مجھ کو ایسی بات سنائی۔ کہ میں خوشی کے سبب بیٹھا ہوں۔ اکبر شاہ خان صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اردو زبان میں یہ خوبی ہے۔ کہ فارسی عربی الفاظ بکثرت اس زبان میں ہی استعمال ہوتے ہیں۔ وہ یاد ہو جاتے ہیں اور ان کا صحیح تلفظ آجاتا ہے۔ ورنہ ایک مولوی صاحب ہو خوب عربی کتابیں پڑھے ہوئے ہیں عربی پڑھاتے ہیں اور بہت ہی غلط الفاظ ان کی زبان سے نکلتے ہیں۔ اکبر شاہ خان صاحب کو فرمایا کہ تم عبد الحی کو اردو بولنا سکھاؤ۔ اور اس کے تلفظ کو ٹھیک کراؤ۔ اردو کا تلفظ صحیح تو بڑی نعمت ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم اردو گرامر کو بالکل بیہودہ کام سمجھتے ہیں۔ یہ جو بچوں کو اردو قواعد پڑھاتے ہیں سخت بیہودگی اور غلطی کرتے ہیں۔ اردو تو بولنے سے آتی ہے۔ اردو بولنے یا لکھنے میں کبھی بھی اردو گرامر کی ضرورت نہیں پڑتی اکبر شاہ خان صاحب کو فرمایا کہ تم ہی بتاؤ کہ تم نے اردو کی گرامر سے بولنے میں مدد لی ہے۔ خانصاحب نے کہا کہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ آپ عبد الحی کی اردو کا خیال رکھیں۔ اور مولوی محمد علی صاحب اور ماسٹر صدر الدین صاحب انگریزی کا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ناظرین الحکم چودھری غلام احمد صاحب بی اے انسپکٹر ڈاکخانجات لوالائی کے نام سے خوب واقف ہیں چودھری صاحب سلسلہ کے ایک نہایت مخلص اور سرگرم فدائی ہیں جہاں وہ اپنے فرض منصبی کو نہایت دیانتداری اور مستعدی سے ادا کرنے میں مشہور ہیں اور ان کے آفیسر ان سے خوش رہتے ہیں۔ وہاں وہ اپنی نیکی طہارت اور خدا تعالیٰ سے سچے تعلق سے ایک دل شدہ نمونے ہیں۔ اشاعت سلسلہ کے لئے ایک پرجوش اور دردمند دل پہلو میں رکھتے ہیں۔ ۴ مئی ۱۹۱۱ء کو چودھری صاحب کی مونس غمگسار بیوی مردہ بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے فوت ہو گئی۔ مرحومہ چودھری صاحب کے نیک ارادوں اور دینی خدمات میں ان کی محرک ہوتی تھی۔ یہ صدمہ چودھری صاحب کے لئے بڑا صدمہ ہے مگر خدا کے فضل سے بڑے صدمات کو برداشت کرنے اور رضا بالقضا پر

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سکھ صاحبان کا چیلنج اور دبل چیلنج منظور

ہر خاص و عام کو واضح رہے کہ آج سے سولہ سال پہلے ہمارے مرشد و آقا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ نے نہائت تحقیق کے بعد اپنی کتاب **ست بچن** میں یہ امر شائع کیا کہ حضرت باوا نانک صاحب علیہ الرحمۃ ایک راستباز مسلمان اور خدا کے ولی تھے۔ اس تصنیف کے بعد بھی حضرت مرزا صاحب مختلف کتب میں اس مضمون پر کچھ نہ کچھ ارقام فرماتے رہے۔ عرصہ تین سال کا ہوا ہے کہ ہمارے ایک نومسلم دوست شیخ عبدالرحمن صاحب (مہر سنگھ نومسلم) نے ایک کتاب **باوا نانک صاحب کا چولہ** لکھی۔ یہ کتاب بھی تین سال سے شائع ہے۔ اس کتاب کی بناء پر سکھ صاحبان کی طرف سے دو چیلنج ایک لاہور اور دوسرا امرتسر سے شائع ہوئے ہیں۔ یہ معاملہ چونکہ نہائت اہم ہے اور اس میں اصل غرض احقاق حق ہے۔ اور چونکہ اس چیلنج کا جواب دہ نہ صرف کوئی خاص احمدی فرد ہے۔ بلکہ کل احمدی جماعت ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت باوا صاحب مسلمان تھے۔ اس لئے اس چیلنج کی مخاطب کل جماعت احمدیہ ہم سمجھتے ہیں۔ ہم سکھ صاحبان کی خدمت میں بذریعہ اشتہار اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ہم آپ کا چیلنج تو قبول کرتے ہیں۔ لیکن ہم اس امر کے متعلق تحقیق یا مباحثہ ایسی صورت میں کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے کوئی مفید نتیجہ بھی پیدا ہو۔ اور امن عامہ میں بھی خلل نہ آوے۔ اور معاملہ بھی خوش اسلوبی سے طے ہو جاوے۔ سکھ صاحبان جس شہر میں مباحثہ کرنا چاہیں وہاں کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب کی اجازت اس معاملہ میں حاصل کریں۔ اور اس کے بعد ہم سے مباحثہ کی شرائط طے کر لیں شرائط بالتفصیل تو بروقت طے ہو جاویں گی۔ لیکن ذیل کی شرائط کا ہونا ضروری ہوگا۔ مباحثہ کسی خاص مکان کے اندر ہوگا۔ جس میں فریقین کی طرف سے خاص تعداد کے آدمی شریک ہوں گے۔ اس مکان میں حفظ امن قائم رکھنے کا کافی انتظام ہوگا۔ اور اس کا ذمہ وار سکھ صاحبان میں سے کوئی ایسا شخص ہوگا۔ جس کو ہم یا پبلک ذمہ وار سمجھ سکیں یہ ذمہ سکھ صاحبان نے اپنے چیلنج میں خود لے لیا ہے۔ مباحثہ تحریری ہوگا۔ خاص وقت فریقین کو دیا جاویگا۔ فریقین کی طرف سے ایک ایک مباحثہ کرنے والا ہوگا۔ اور اس کے سوا کسی اور کو بولنے کا حق نہ ہوگا۔

اگر اس اصول پر سکھ صاحبان کوئی مباحثہ کرنا چاہیں تو ہم تیار ہیں اور ہم ان کا چیلنج قبول کرتے ہیں۔ اُن کے جواب پر ہماری طرف سے چند اصحاب امرتسر میں شرائط طے کرنے کے لئے آسکتے ہیں۔ جواب میں یہ بھی ہونا چاہئیے۔ کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی اجازت حاصل کر لی گئی ہے۔

ست سنگھ سبھا امرتسر کے لئے لازمی ہوگا کہ یہ اہم مباحثہ جس کا تعلق تمام سکھ قوم کے افراد کے ساتھ ہے چیف **خالصہ دیوان** امرتسر کو بھی اس میں شامل کریں۔ اور ان کی طرف سے یہ اعلان شائع کرا دیں کہ فتح و شکست کی حالت میں وہاں کے شریک اور حصہ دار ٹھہریں گے۔ منہ

المشتہر

محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

مورخہ ۶ رمئی ۱۹۱۱ء

بقایا دار بقایا ادا کرنے کی طرف توجہ کریں اور ہر قسم کی خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھیں

منیجر

انجمن احمدیہ بٹالہ کا سالانہ جلسہ

۶ و ۷ رمئی ۱۹۱۱ء کو بٹالہ کی انجمن احمدیہ نے پہلا سالانہ جلسہ منایا انجمنوں کے سالانہ جلسوں کے متعلق میری رائے ابھی تک یہ ہے کہ ان جلسوں کے بجائے اگر مستقل واعظین ضلعوار مقرر ہوں۔ تو وہ زیادہ مفید اور مستقل تبلیغ کا پہلو ہو سکتا ہے۔ اور اس قسم کے جلسوں کے لئے صدر انجمن کی طرف سے سال کے مختلف حصوں میں لیکچروں کا ایک سلسلہ جاری کیا جاوے۔ بہرحال یہ ایک الگ غور طلب مضمون ہے پنجاب کی احمدی انجمنوں میں سے **بٹالہ** کی انجمن دوسری یا تیسری انجمن ہے جس نے اپنا سالانہ جلسہ منایا ہے۔ اور بٹالہ میں یہ مسلمانوں کا پہلا مذہبی جلسہ تھا۔

یہ امر ناظرین الحکم سے مخفی نہیں۔ کہ بٹالہ ہی وہ جگہ ہے۔ جہاں سے حضرت **مسیح موعود** علیہ السلام کی تائید میں (زمانہ تالیف براہین احمدیہ میں) سب سے پہلی آواز اُٹھی اور مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنہ بٹالہ نے اپنے رسالہ میں ایک زبردست ریویو براہین احمدیہ کا لکھا اور ان لوگوں کو سخت ڈانٹا اور دبایا۔ جنہوں نے اس نعمت الٰہیہ کی ناشکری کی تھی پھر بٹالہ ہی کی وہ سرزمین ہے۔ جہاں سے مسیح موعودؑ کے دعوےٰ پر سب سے اوّل مخالفت کی آواز اُٹھی اور اس آواز میں کچھ ایسی **تحدی** اور تعلّی تھی کہ سُننے والوں کو یک بیک حیرت ہوتی تھی۔ یہ آواز اسی مولوی محمد حسین بٹالوی کی تھی اُس نے بڑے زور شور اور دم خم سے دعوےٰ کیا کہ

ہم نے اس کو اونچا کیا اور ہم ہی گرائیں گے

اس آواز کے ساتھ دوسری طرف سے یہ بانگ الٰہی تھی کہ

انی مھین من اراد اھانتک

یعنے جو تیری **توہین** کا ارادہ کرتا ہے۔ میں اُس کی توہین کروں گا یہ دونوں دعوےٰ دو شخصوں کے منہ سے نکل کر **فضائے عالم** میں گونجے اور واقعات نے دکھا دیا کہ بٹالوی کا دعوےٰ محض لاف و گزاف تھا اور وہ اسی پر الٹ پڑا اور حضرت مسیح موعودؑ کا دعوےٰ چونکہ **ربانی ارشاد** کے نیچے تھا **اس لئے وہ پورا ہو کر رہا۔**

غرض بٹالوی کی اس دیرین مخالفت میں انجمن احمدیہ کا پہلا جلسہ ایک **مبارک قدم ترقی** کا تھا۔ اور اس کے لئے بٹالہ کے نوجوان شیخ عبدالرشید اور بابو محمد طفیل جیسے احباب خاص طور پر کریڈٹ اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ میں نام بنام ان کی مساعی جمیلہ کا ذکر کرنا نہیں چاہتا۔ مجموعی طور پر یہ کہوں گا۔ کہ انجمن احمدیہ بٹالہ کی یہ مستعدی اور یہ ہمت نہائت قابل قدر ہے اور قابل رشک ہے۔ اس جلسہ کے اخراجات انجمن احمدیہ بٹالہ نے اپنی جیب سے برداشت کئے اور نہائت فراخ دلی اور فیاضی سے اپنے دوستوں کو دعوت دی جو ارد گرد کے دیہات سے قریباً دو اڑھائی سو کے جمع ہو گئے تھے۔ جلسہ کے میر مجلس حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب تھے اور ان کی صدارت میں تمام لیکچر ہوئے شیخ بٹالوی کے گھر میں انجمن احمدیہ کا جلسہ ہوا اور وہ جلسہ میں نہ آسکے۔ یہ امر غالباً تمام اُن لوگوں کے لئے جو اس کی مخالفت سلسلہ کو دلچسپی سے دیکھتے آئے ہیں۔ تعجب کا باعث تھا۔ مگر بٹالوی چالاکی سے کام لینے میں اس نے کمی نہیں کی۔ بٹالوی نے ایک رقعہ لکھا کہ

خصوصیات سلسلہ

کا ذکر لیکچروں میں نہ ہو ورنہ لوگ اُٹھ جائیں گے اور تذھب ریحکم کا مضمون گویا صادق آئیگا۔ مگر واقعات نے دکھا دیا کہ بٹالوی کی اس تحریر پر کوئی توجہ نہیں ہوئی اور پبلک بٹالہ نے نہائت شرافت اور متانت کے ساتھ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ذکر کو سنا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کی تبلیغ پر توجہ کی۔ جس کے بہترین نتائج کی ہم خدا کے فضل سے اُمید کرتے ہیں۔

بٹالوی نے اپنے روزانہ پیسہ اخبار والے مضمون میں فرض کیا تھا۔ کہ خواجہ صاحب نے نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نبی یا رسول ہونے سے انکار کیا ہے۔ مگر بٹالوی کے لئے یہ خبر جانفرسا ہوگی کہ ان کے گھر بٹالہ ہی میں خواجہ صاحب نے اپنے لیکچر میں صاف طور پر بیان کیا۔ اور بٹالہ والوں کو خطاب کر کے کہا کہ

تمہارے ہمسایہ میں ایک نبی اور رسول آیا تم خواہ مانو یا نہ مانو

اس سے بڑھ کر اور کیا بٹالوی کی تردید ہو سکی۔ سیالکوٹ تو دور ہے۔ بٹالہ تو خاص ان کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ غرض جلسہ نہائت کامیابی اور پوری شوکت اور اثر کے ساتھ ختم ہوا۔

پہلے دن ایڈیٹر الحکم۔ ایڈیٹر نور اور مولوی روشن علی اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریریں ہوئیں اور دوسرے دن مولوی غلام رسول، خواجہ صاحب اور مولوی صدرالدین۔ ایڈیٹر نور اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریریں تھیں ان تقریروں کے متعلق مجھے کسی ریمارک کی حاجت نہیں ہے۔ میں اتنا کہتا ہوں کہ یہ خدا کے فضل سے خالی از اثر نہ ہوں گی۔ ایڈیٹر نور کی تقریریں سکھ ازم اور آریہ ازم پر خاص تقریریں تھیں۔ اور احباب نے ان کی دوسری تقریر (جو آریہ ازم کے متعلق تھی) کے چھاپ کر شائع کرنے کی استدعا کی۔ جو امید ہے۔ بہت جلد چھپ جاوے گی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریر اول حقیقی مذہب کونسا ہے پر تھی اور جس قابلیت اور موثر طریق پر آپ نے اس مضمون کو ادا کیا وہ آپ ہی کا حق تھا اور حصہ تھا۔ دوسری تقریر آپ کی **ضرورت امام** پر تھی یہ مضمون ایسے موثر اور پُرجوش طریق سے پیش کیا گیا کہ بعض آنکھیں بے اختیار پُرنم تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا حاضرین ایک سکتہ کے عالم میں ہیں۔ مولوی غلام رسول صاحب کا مضمون سورہ جمعہ پر تھا اور انہوں نے ایسے لطیف حقائق پیش کئے۔ کہ میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ پہلے نہیں سُنے تھے سلسلہ کا ذکر ایسی خوبی اور وضاحت سے انہوں نے کیا کہ بجز تسلیم چارہ نہ تھا مگر مجھے افسوس ہے کہ خواجہ صاحب کے لیکچر کے لئے انہیں اپنا یہ پرچہ ختم کرنے کے لئے کہا گیا جو نہائت ہی نامناسب امر تھا اور اس طرح پر ان کے نہائت قابل قدر اور موثر مضمون کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ جس کے ذمہ وار مولوی صدرالدین صاحب ہیں۔ خواجہ صاحب نے بھی اس کو پسند نہیں کیا۔ خواجہ صاحب کا لیکچر معمول کے موافق **وید اور قرآن** کے مقابلہ پر بہ حیثیت سیاسی و دنیوی ترقی تھی جس کا اظہار خواجہ صاحب نے انجمن کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر کیا تھا۔ خواجہ صاحب اپنے لیکچروں کی خصوصیت کی وجہ سے مشہور ہیں مگر افسوس ہے کہ سوء اتفاق سے ان کا گلا کام نہ کر سکا۔ اور ایک ہی گھنٹہ میں انہیں اپنا لیکچر ادھورا چھوڑنا پڑا۔ مولوی صدرالدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر بہت عمدہ تقریر کی۔ خاکسار ایڈیٹر الحکم کو حضرت قدس نے خصوصیت سے اس جلسہ میں شمولیت کا حکم دیا تھا۔ اور اس کا لیکچر عنقریب چھپا ہوا سلسلہ کے سامنے آجائیگا۔ جلسہ میں ہر طرح سے امن رہا اور یہ امر بٹالہ کی شریف پبلک کے لئے خاص کریڈٹ کا باعث ہے۔ ایسا ہی بٹالہ کی پولیس نے اپنے فرض کو نہائت دیانتداری اور مستعدی سے نبھایا۔ جس کے لئے ہم اُن کے شکر گذار ہیں حضرت صاحبزادہ صاحب کی خاص مقبولیت اس وقت دیکھنے کے قابل تھی جب آپ **ضرورۃ امام** پر لیکچر دیا اور لیکچر گاہ سے اسٹیشن کو تشریف لے گئے

قرآن مجید کا نیا اردو ترجمہ مسمّٰی بہ فتح الحمید!

قرآن مجید کے اس وقت تک جتنے ترجمے ہوئے ہیں وہ سب ایسے ہیں کہ بعض سے تو عوام کما حقہ مستفید نہ ہو سکتے تھے سوا بعض خواص کے نزدیک صحیح اور معتبر نہیں مانے جاتے تھے۔ کیا فتح الحمید ایسا ترجمہ ہے جسکے صحیح اور مستند اور با محاورہ اور عوام فہم اور لطیف اور معنے خیز اور دلاویز ہونے پر تمام اہل علم و فہم کا اتفاق ہے۔ اس لیے وہ ملک میں نہایت مقبول ہوا ہے۔ اور کیا خاص اور کیا عوام سبنے اس ترجمہ کو پسند کیا ہے ہم ان تمام تحریروں سے جو اس ترجمہ کے متعلق لکھی گئی ہیں قطع نظر کر کے صرف جناب مولوی محمد علی صاحب ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کے اس فقرہ پر اکتفا کرتے ہیں جو انہوں نے اس ترجمہ پر ایک طویل ریویو لکھتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ میں نے جہاں تک اس ترجمہ کو پڑھا ہے میں دوسرے ترجموں پر اسے ترجیح دیتا ہوں“۔ اس فقرہ میں فتح الحمید کا گویا تمام موجودہ تراجم سے مقابلہ ہے اور اس کو ان سب سے بہتر مانا گیا ہے۔ جس ترجمے کی نسبت بالاتفاق تسلیم کر لیا گیا ہے کہ لاجواب ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں وہ خوبیاں ہیں جو خدا کے پاک کلام میں ہونی چاہئیں۔ جو خوبیاں اس ترجمے میں ہیں وہ ہر ایک اہل نظر کے دیکھنے کے لایق ہیں۔ عشاق کلام ربانی کو یہ ترجمہ ضرور پڑھنا چاہیئے۔ ہدیہ بلا جلد تین روپیہ محصولڈاک علاوہ بہ نشان ذیل طلب کیجئے: نذیر محمد خان شہر جالندھر کوٹ اچھی (پنجاب)

اشتہار نور الابصار

بسوگند گفتن کہ زر مصری است ❊ چہ حاجت محک خود بگوید کہ چیست

اس لئے مختصر عرض ہے کہ میرے پاس اصلی ممیرا۔ اور اس کا سرمہ عجیب موجود ہے۔ جس صاحب کو ضرورت ہو ایک دفعہ منگا کر آزما دیکھے ممیرا قسم اول قیمت فی تولہ دس روپیہ عہ ممیرا قسم دوم قیمت فی تولہ (صہ) سرمہ ممیرا قسم اول فی تولہ عہ مقرر ہے۔ غربا کیلئے خاص رعایت ہوگی۔ المشتہر ازذاتہ مانسہرہ ضلع ہزارہ

فہرست کتب موجودہ دفتر الحکم قادیان

نماز پر تقریر اور مسئلہ وحدت وجود پر خط۔ حضرت مسیح موعود نے نماز کے اسرار پر لطیف تقریر فرمائی ہے۔ اور وحدت وجود کے عقائد کا لاجواب رد کیا ہے یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے قیمت ۲/
سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب قیمت ۲/
نور القرآن حصہ دوم۔ عیسائیوں کا عجیب رد ۴/
فیصلہ آسمانی قیمت ۲/
ایڈیٹر الحکم کی تالیفات تفسیر القرآن پارہ اول سے ا فی پارہ عہ
سات پارے قرآن شریف کے تیار ہیں فی پارہ عہ
سلک مروارید حصہ اول سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اپنی کا پہلا رسالہ جو مستورات کی اصلاح کیواسطے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق ناول کے طرز پر لکھا گیا ہے قیمت ۴/
حصہ دوم ۴/
حضرت اقدس کی پرانی تحریریں ۲/
برہان الحق ۳/
محامد مسیح ۳/
خطبات کریمیہ ۴/
تفسیر سورۃ تبت ۳/
نمونۂ قرآن ۳/

دفتر الحکم قادیان ضلع گورداسپور طلب کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برکات اور الحکم کا خاص نمبر

مئی کا مہینہ وہی مہینا ہے۔ جسکی ۲۶ تاریخ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا پر اتمام حجت کر کے رفیق اعلےٰ سے جا ملے۔ الحکم اپنے دستور کے موافق اس سال بھی ایک خاص پرچہ شایع کرنیکا خدا کے فضل پر بھروسہ کر کے ارادہ کرتا ہے۔ یہ پرچہ اس مرتبہ خاص محنت اور کوشش سے تیار کیا جائیگا بعونہ تعالےٰ ایسا انتظام کرنا چاہا ہے کہ اس پرچہ میں حضرت مسیح موعود کے متعلق ہی تمام و کمال مضامین ہوں گے۔ جن میں سے اکثر حضرت اقدس کی اپنی تحریریں ہونگی (اکثر ان میں سے ابھی شایع نہیں ہوئیں) اور نیز حضرت اقدس کے مخلص خدام کے مضامین۔ یہ پرچہ ایک خاص پرچہ ہوگا۔ اگر اللہ تعالےٰ نے مجھے اس کی توفیق دی۔ چونکہ معمولی حجم سے دوگنا ہوگا اس لئے یہ نمبر ۲۸ مئی ۱۹۱۱ء کو انشاء اللہ العزیز شایع ہوگا۔ اور ۲۱ اور ۲۸ مئی کا مجموعہ ہوگا۔ اور اس پرچہ کی **آٹھ سو ۸۰۰** زاید کاپیاں چھپوائی جائیں گی جو **چار آنہ فی کاپی** کے حساب سے مل سکیں گی۔ اپنے دوستوں کو تحفہ دینے اور تبلیغ اور اشاعت کے لئے یہ انشاء اللہ عمدہ ذریعہ ہوگا۔

جو احباب حضرت مسیح موعودؑ سے خاص محبت رکھتے ہیں اس پرچہ کی اشاعت کیلئے خصوصًا مدد دیں۔ اگر کسی صاحب کے پاس حضرت کا کوئی مکتوب یا مضمون یا آپ کی زندگی کا کوئی خاص واقعہ محفوظ ہو تو وہ میرے پاس بھیجدیں۔ تاکہ اس خاص نمبر میں طبع ہو جاوے اور جو صاحب اس خاص نمبر کی کاپیاں لینا چاہیں وہ چار آنہ (۴/) فی کاپی کے حساب سے قیمت بھیجدیں۔ تاکہ اس کی طبع کے اخراجات میں مدد ملے۔

خاکسار ایڈیٹر الحکم قادیان ضلع گورداسپور

تزک احمدی یعنی حضرت مسیح موعود کی خود نوشت لائف

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی سوانحعمری مختصر طور پر آپ لکھی ہے۔ جس کو اس نمبر میں درج کر دیا جاتا ہے۔ واقعات کی ترتیب بالتفصیل اس کا مقصد نہیں بلکہ عام واقفیت اس بائیوگرافی کا مدعا ہے۔ اس لئے امید ہے اسکو خاص دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔" (ایڈیٹر)

اب میری سوانح اس طرح پر ہیں۔ کہ میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا۔ اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ ہماری قوم مغل برلاس ہے۔ اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے جو ابتک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس ملک میں سمرقند سے آئے تھے۔ اور ان کے ساتھ قریباً دوسو آدمی ان کے توابع اور خدام اور اہل و عیال میں سے تھے۔ اور وہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہوئے۔ اور اس قصبہ کی جگہ میں جو اس وقت ایک جنگل پڑا ہوا تھا جو لاہور سے تخمیناً بفاصلہ پچاس کوس بگوشہ شمال مشرق واقع ہے۔ فروکش ہوئے جس کو انہوں نے آباد کر کے اس کا نام اسلام پور رکھا جو پیچھے سے اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا۔ اور رفتہ رفتہ اسلام پور کا لفظ لوگوں کو بھول گیا۔ اور قاضی ماجھی کی جگہ قاضی رہا۔ اور پھر آخر قادی بنا۔ اور پھر اس سے بگڑ کر قادیان بنگیا۔ اور قاضی ماجھی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کیگئی ہے کہ یہ علاقہ جسکا طولانی حصہ قریباً آٹھ کوس ہے ان دنوں میں سب کا سب ماجھہ کہلاتا تھا۔ غالباً اس وجہ سے اس کا نام ماجھہ تھا کہ اس ملک میں بھینسیں بکثرت ہوتی تھیں اور ماجھہ زبان ہندی میں بھینس کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ ہمارے بزرگوں کو علاوہ دیہات جاگیرداری کے اس تمام علاقہ کی حکومت بھی ملی تھی۔ اس لئے قاضی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے ہمارے بزرگ سمرقند سے اس ملک میں آئے مگر کاغذات سے یہ پتہ ملتا ہے کہ اس ملک میں بھی وہ معزز امراء اور خاندان والیان ملک میں سے تھے۔ اور انہیں کسی قومی خصومت اور تفرقہ کی وجہ سے اس ملک کو چھوڑنا پڑا تھا۔ پھر اس ملک میں آ کر بادشاہ وقت کیطرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر ان کو ملے۔ چنانچہ اس نواح میں ایک مستقل ریاست ان کی ہو گئی۔

سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں میرے پردادا صاحب میرزا گل محمد ایک نامور اور مشہور رئیس اس نواح کے تھے جن کے پاس اس وقت ۸۵ گاؤں تھے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضہ سے نکل گئے۔ تاہم ان کی جوانمردی اور فیاضی کی یہ حالت تھی کہ اس قدر قلیل میں سے بھی کئی گاؤں انہوں نے مروّت کے طور پر بعض تفرقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو دے دیئے تھے۔ جو اب تک ان کے پاس ہیں۔ غرض وہ اس طوائف الملوکی کے زمانہ میں اپنے نواح میں ایک خود مختار رئیس تھے۔ ہمیشہ قریب پانسو آدمی کے یعنے کبھی کم اور کبھی زیادہ ان کے دسترخوان پر روٹی کھاتے تھے۔ اور ایک سو کے قریب علماء اور صلحاء اور حافظ قرآن شریف کے ان کے پاس رہتے تھے۔ جن کے کافی وظیفے مقرر تھے۔ اور ان کے دربار میں اکثر قال اللہ اور قال الرسول کا ذکر بہت ہوتا تھا۔ اور تمام ملازمین اور متعلقین میں سے کوئی ایسا نہ تھا۔ جو تارک نماز ہو۔ یہانتک کہ چکی پیسنے والی عورتیں بھی پنجوقتہ نماز اور تہجد پڑھتی تھیں اور گرد و نواح کے معزز مسلمان جو اکثر افغان تھے قادیان کو جو اس وقت اسلام پور کہلاتا تھا مکہ کہتے تھے۔ کیونکہ اس پر آشوب زمانہ میں ہر ایک مسلمان کے لئے یہ قصبہ مبارکہ پناہ کی جگہ تھی اور دوسری اکثر جگہ میں کفر اور فسق اور ظلم نظر آتا تھا۔ اور قادیان میں اسلام اور تقویٰ اور طہارت اور عدالت کی خوشبو آتی تھی۔ میں نے خود اس زمانہ سے قریب زمانہ پانیوالوں کو دیکھا ہے کہ وہ اس قدر قادیان کی عمدہ حالت بیان کرتے تھے۔ کہ گویا وہ اس زمانہ میں ایک باغ تھا۔ جس میں حامیان دین اور صلحاء اور علماء اور نہایت شریف اور جوانمرد آدمیوں کے صدہا پودے پائے جاتے تھے۔ اور اس نواح میں یہ واقعات نہایت مشہور ہیں کہ میرزا گل محمد صاحب مرحوم مشائخ وقت کے بزرگ لوگوں میں سے۔ اور صاحب خوارق اور کرامات تھے جن کی صحبت میں رہنے کیلئے بہت سے اہل اللہ اور صلحاء اور فضلاء قادیان میں جمع ہوگئے تھے۔ اور عجیب تر یہ کہ کئی کرامات ان کی ایسی مشہور ہیں۔ جن کی نسبت ایک گروہ کثیر مخالفان دین کا بھی گواہی دیتا رہا ہے۔ غرض وہ علاوہ ریاست اور امارت کے اپنی دیانت اور تقویٰ اور مردانہ ہمت اور اولوالعزمی اور حمایت دین اور ہمدردی مسلمانوں کی صفت میں نہایت مشہور تھے اور ان کی مجلس میں بیٹھنے والے سب کے سب متقی اور نیک چلن اور اسلامی غیرت رکھنے والے اور فسق و فجور سے دور رہنے والے اور بہادر اور بارعب آدمی تھے۔ چنانچہ میں نے کئی دفعہ اپنے والد صاحب مرحوم سے سنا ہے کہ اس زمانہ میں ایک دفعہ ایک وزیر سلطنت مغلیہ کا قادیان میں آیا۔ جو غیاث الدولہ کے نام سے مشہور تھا۔ اور اس نے مرزا گل محمد صاحب کے مدبرانہ طریقوں اور بیدار مغزی اور ہمت اور اولوالعزمی اور استقلال عقل اور فہم اور حمایت اسلام اور جوش نصرت دین اور تقویٰ اور طہارت اور دربار کے وقار کو دیکھا اور ان کے مختصر دربار کو نہایت متین اور عقلمند اور نیک چلن اور بہادر مردوں سے پر پایا۔ تب وہ چشم پر آب ہو کر بولا۔ کہ اگر مجھے پہلے یہ خبر ہوتی کہ اس جنگل میں خاندان مغلیہ میں سے ایسا مرد موجود ہے جس میں صفات ضروریہ سلطنت کے پائے جاتے ہیں۔ تو میں اسلامی سلطنت کے محفوظ رکھنے کیلئے کوشش کرتا۔ کہ ایام کسل اور نالیاقتی اور بد وضعی ملوک چغتائیہ میں اسی کو تخت دہلی پر بٹھایا جائے۔

اس جگہ اس بات کا لکھنا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ میرے پردادا صاحب موصوف یعنے مرزا گل محمد نے ہچکی کی بیماری سے جس کے ساتھ اور عوارض بھی تھے وفات پائی تھی۔ بیماری کے غلبہ کے وقت اطباء نے اتفاق کر کے کہا کہ اس مرض کیلئے اگر چند روز شراب کو استعمال کرایا جائے تو غالباً اس سے فائدہ ہوگا۔ مگر جرأت نہیں رکھتے تھے کہ ان کی خدمت میں عرض کریں۔ آخر بعض نے ان میں سے ایک نرم تقریر میں عرض کر دیا۔ تب انہوں نے کہا کہ اگر خدا تعالیٰ کو شفا دینا منظور ہو تو اس کی پیدا کردہ اور بھی بہت سی دوائیں ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ اس پلید چیز کو استعمال کروں اور میں خدا کی قضا و قدر پر راضی ہوں۔ آخر چند روز کے بعد اسی مرض سے انتقال فرمایا موت تو مقدر تھی مگر یہ ان کا طریق تقویٰ ہمیشہ کیلئے یادگار رہا۔ کہ موت کو شراب پر اختیار کر لیا۔ موت سے بچنے کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا۔ لیکن انہوں نے معصیت کرنے سے موت کو بہتر سمجھا۔ افسوس ان بعض نوابوں اور امیروں اور رئیسوں کی حالت پر کہ اس چند روزہ زندگی میں اپنے خدا اور اس کے احکام سے بکلی لاپرواہ ہو کر اور خدا تعالیٰ سے سارے علاقے توڑ کر دل کھول کر ارتکاب معصیت کرتے ہیں اور شراب کو پانی کیطرح پیتے ہیں۔ اور اس طرح اپنی زندگی کو نہایت پلید اور ناپاک کر کے عمر طبعی سے بھی محروم رہتے ہیں۔ اور بعض ہولناک عوارض میں مبتلا ہو کر جلد تر مر جاتے ہیں۔ اور آئندہ نسلوں کیلئے نہایت خبیث نمونہ چھوڑ جاتے ہیں۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب میرے پردادا صاحب فوت ہوئے تو بجائے ان کے میرے دادا صاحب یعنی مرزا عطا محمد فرزند رشید ان کے گدی نشین ہوئے۔ ان کے وقت میں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت سے لڑائی میں سکھ غالب آگئے۔ دادا صاحب مرحوم نے اپنی ریاست کی حفاظت کیلئے بہت تدبیریں کیں۔ مگر چونکہ قضا و قدر ان کے ارادہ کے موافق نہ تھی۔ اس لئے ناکام رہے اور کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔ اور روز بروز سکھ لوگ ہماری ریاست کے دیہات پر قبضہ کرتے گئے۔ یہانتک کہ دادا صاحب مرحوم کے پاس صرف ایک قادیان رہ گئی اور قادیان اس وقت ایک قلعہ کی صورت پر قصبہ تھا۔ اور اس کے چار برج تھے اور برجوں میں فوج کے آدمی رہتے تھے۔ اور چند توپیں تھیں۔ اور فصیل بائیس فٹ کے قریب اونچی اور اس قدر چوڑی تھی کہ تین چھکڑے آسانی سے ایکدوسرے کے مقابل جا سکتے تھے۔ اور ایسا ہوا کہ ایک گروہ سکھوں کا جو رام گڑھیہ کہلاتا تھا۔ اول فریب کی راہ سے اجازت لیکر قادیان میں داخل ہوا۔ اور پھر قبضہ کر لیا۔ اس وقت ہمارے بزرگوں پر بڑی تباہی آئی۔ اور اسرائیلی قوم کیطرح وہ

وہ اسیروں کی مانند پکڑے گئے۔ اور ان کی مال ومتاع سب لوٹی گئی۔ کئی مسجدیں اور عمدہ عمدہ مکانات مسمار کئے گئے۔ اور جہالت اور تعصب سے باغوں کو کاٹ دیا گیا۔ اور بعض مسجدیں جن میں سے اب تک ایک مسجد سکھوں کے قبضہ میں ہے۔ دہرم سالہ یعنی سکھوں کا معبد بنایا گیا۔ اس ہمارے بزرگوں کا ایک کتب خانہ بھی جلایا گیا۔ جس میں پانچسو نسخہ قرآن شریف کا قلمی تھا۔ جو نہایت بے ادبی سے جلایا گیا۔ اور آخر سکھوں نے کچھ سوچ کر ہمارے بزرگوں کو نکلنے کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام مرد و زن چھکڑوں میں بٹھا کر نکالے گئے۔ اور وہ پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزین ہوئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد انہی دشمنوں کے منصوبے سے میرے دادا صاحب کو زہر دی گئی۔ پھر رنجیت سنگھ کے آخری زمانہ میں میرے والد صاحب مرحوم مرزا غلام مرتضیٰ قادیان میں واپس آئے اور مرزا صاحب موصوف کو اپنے والد صاحب مرحوم کے دیہات میں سے پانچ گاؤں واپس ملے۔ کیونکہ اس عرصہ میں رنجیت سنگھ نے دوسری اکثر چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو دبا کر ایک بڑی ریاست بنائی تھی۔ سو ہماری تمام دیہات بھی رنجیت سنگھ کے قبضہ میں آ گئے تھے۔ اور لاہور سے لیکر پشاور تک اور دوسری طرف لودھیانہ تک اس کی ملکداری کا سلسلہ پھیل گیا تھا۔ غرض ہماری پرانی ریاست خاک میں ملکر آخر پانچ گاؤں ہاتھ میں رہ گئے۔ پھر بھی بلحاظ پرانے خاندان کے میرے والد صاحب مرحوم غلام مرتضیٰ اس نواح میں ایک مشہور رئیس تھے گورنر جنرل کے دربار میں بزمرہ کرسی نشین رئیسوں کے ہمیشہ بلائے جاتے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں انہوں نے سرکار انگریزی کی خدمتگذاری میں پچاس گھوڑے معہ پچاس سواروں کے اپنی گرہ سے خرید کر دیئے تھے۔ اور آئندہ گورنمنٹ کو اس قسم کی مدد کا عند الضرورت وعدہ بھی دیا۔ اور سرکار انگریزی کے حکام سے بجلدوے خدمات عمدہ عمدہ چٹھیات خوشنودی مزاج ان کو ملی تھیں۔ چنانچہ سر لیپل گریفن صاحب نے بھی اپنی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ غرض وہ حکام کی نظر میں بہت ہر دلعزیز تھے۔ اور بسا اوقات ان کی دلجوئی کے لئے حکام وقت ڈپٹی کمشنر ان کے مکان پر آ کر ان کی ملاقات کرتے تھے۔ یہ مختصر میرے خاندان کا حال ہے میں ضروری نہیں دیکھتا کہ اس کو بہت طول دوں۔

اب میری ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے۔ اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس یا سترھویں برس میں تھا اور ابھی ریش وبروت کا آغاز نہیں تھا۔ میری پیدائش سے پہلے میرے والد صاحب نے بڑے بڑے مصائب دیکھے ایک دفعہ ہندوستان کا پیادہ پا سیر بھی کیا۔ لیکن میری پیدائش کے دنوں میں ان کا تنگی کا زمانہ فراخی کیطرف بدل گیا تھا۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ میں نے اُن کے

زمانہ سے کچھ بھی حصّہ نہیں لیا۔ اور نہ اپنے دوسرے بزرگوں کی ریاست اور ملکداری سے کچھ حصہ پایا۔ بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح جن کے ہاتھ میں صرف نام کی شاہزادگی بوجہ داؤدی نسل سے ہونے کی تھی۔ اور ملکداری کے اسباب سب کچھ کھو بیٹھے تھے۔ ایسا ہی میرے لئے بھی بلحاظ بات حاصل ہے کہ ایسے رئیسوں اور ملکداروں کی اولاد میں سے ہوں۔ شاید یہ اسلئے ہوا کہ یہ مشابہت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پوری ہو۔ اگرچہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میرے لئے سر رکھنے کی جگہ نہیں مگر تاہم میں جانتا ہوں کہ وہ تمام صف ہمارے اجداد کی ریاست اور ملکداری کی لپیٹی گئی۔ اور وہ سلسلہ ہمارے وقت میں آکر بالکل ختم ہو گیا۔ اور ایسا ہوا تا کہ خدا تعالیٰ نیا سلسلہ قائم کرے۔ جیسا کہ براہین احمدیہ میں اس سبحانہ کیطرف سے یہ الہام ہے۔ سبحان اللّٰہ تبارک وتعالیٰ زاد مجدک ینقطع اٰباءک ویبدء منک یعنے خدا جو بہت برکتوں والا اور بلند اور پاک ہے اس نے تیری بزرگی کو تیرے خاندان کی نسبت زیادہ کیا۔ اب سے تیرے اباء کا ذکر قطع کیا جائیگا۔ اور خدا تجھ سے شروع کریگا۔ اور ایسا ہی اس نے مجھے بشارت دی۔ کہ میں تجھے برکت دونگا۔ یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

پھر میں پہلے سلسلہ کیطرف عود کر کے لکھتا ہوں کہ بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا۔ تو ایک فارسی خوان معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں۔ اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔ اور جب میری عمر قریبا دس کے ہوئی تو ایک عربی خوان مولوی صاحب میری تربیت کیلئے مقرر ہوئے۔ جنکا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی۔ اس لئے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے۔ وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے۔ اور میں نے صرف کی کتابیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے۔ اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا۔ تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہانتک خدا تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا۔ اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے۔ اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔ میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آوے۔ اور نیز انکا یہ بھی مطلب

کہ میں اس شغل سے الگ ہو کر ان کے غموم وہموم میں شریک ہو جاؤں۔ آخر ایسا ہی ہوا۔ میرے والد صاحب اپنے بعض آبا و اجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کیلئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہوں نے انہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا۔ اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بیہودہ جھگڑوں میں ضایع گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا۔ اس لئے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ رہتا رہا۔ ان کی ہمدردی اور مہربانی میرے پر نہایت درجہ پر تھی۔ مگر وہ چاہتے تھے کہ دنیاداروں کیطرح مجھے رو بخلق بنا دیں۔ اور میری طبیعت اس طریق سے سخت بیزار تھی۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کمشنر نے قادیان میں آنا چاہا میرے والد صاحب نے بار بار مجھکو کہا کہ ان کی پیشوائی کے لئے دو تین کوس جانا چاہیئے۔ مگر میری طبیعت نے نہایت کراہت کی اور میں بیمار بھی تھا۔ اس لئے نہ جا سکا۔ پس یہ امر بھی انکی ناراضگی کا موجب ہوا۔ اور وہ چاہتے تھے کہ میں دنیوی امور میں غرق رہوں۔ جو مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے نیک نیتی سے نہ دنیا کیلئے بلکہ محض ثواب طاعت حاصل کرنیکے لئے اپنے والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کر دیا تھا۔ اور ان کے لئے دعا میں مشغول رہتا تھا۔ اور وہ مجھے دلی یقین سے برّ بالوالدین جانتے تھے۔ اور بسا اوقات کہا کرتے تھے۔ کہ میں صرف ترحم کے طور پر اپنے اس بیٹے کو دنیا کے امور کیطرف توجہ دلاتا ہوں ورنہ میں جانتا ہوں۔ کہ جس طرف اس کی توجہ ہے یعنے دین کیطرف صحیح اور سچ بات یہی ہے۔ ہم تو اپنی عمر ضایع کر رہے ہیں۔ ایسا ہی ان کے زیر سایہ ہونیکے ایام میں چند سال تک میری عمر کراہت طبع کیساتھ انگریزی ملازمت میں بسر ہوئی۔ آخر چونکہ میرا جدا رہنا میرے والد صاحب پر بہت گراں تھا۔ اس لئے ان کے حکم سے جو عین میری منشاء کیموافق تھا۔ میں نے استعفاء دیکر اپنے تئیں اس نوکری سے جو میری طبیعت کے خلاف تھی سبکدوش کر دیا۔ اور پھر والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا اس تجربہ سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ اکثر نوکری پیشہ نہایت گندی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت کم ایسے ہوں گے جو پورے طور پر صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوں۔ اور جو ان ناجائز حظوظ سے اپنے تئیں بچا سکیں۔ جو ابتلاء کے طور پر ان کو پیش آتے رہتے ہیں میں ہمیشہ ان کے منہ دیکھکر حیران رہا اور اکثر کو ایسا پایا کہ ان کی تمام دلی خواہشیں مال ومتاع تک خواہ حلال کی وجہ سے ہو یا حرام کے ذریعہ سے محدود تھیں۔ اور بہتوں کو دیکھا کہ ان کی کوششیں صرف اسی مختصر زندگی کی دنیوی ترقی کے لئے مصروف پائیں۔ میں نے ملازمت پیشہ لوگوں کی جماعت میں بہت کم ایسے لوگ پائے کہ جو محض خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے اخلاق فاضلہ۔ حلم اور کرم اور عفت اور تواضع اور انکسار اور خاکساری۔ اور ہمدردی مخلوق اور پاک باطنی اور اکل حلال اور صدق مقال اور پرہیزگاری کی صفت اپنے اندر رکھتے ہوں۔ بلکہ بہتوں کو تکبر بدچلنی۔ اور لاپرواہی دین اور طرح طرح کے اخلاق رزیلہ میں شیطان کے بھائی پایا۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ حکمت تھی۔ کہ ہر ایک قسم اور

* [illegible] چند روز کے بعد فوت ہو گئی تھی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس طرح پر خدا تعالیٰ نے انثیت کا مادہ مجھ سے بکلی الگ کر دیا۔ منہ۔

ہر ایک نوع انسان کا مجھے تجربہ حاصل ہؤا۔ اس لئے ہر ایک صحبت میں مجھے رہنا پڑا۔ اور بقول صاحب مثنوی رومی وہ تمام ایام سخت کراہت اور درد کے ساتھ میں نے بسر کئے ؎

من بہر جمعیتے نالاں شدم +
جفت خوشحالاں و بدحالاں شدم +
ہر کسے از ظن خود شد یار من
در درون من نجست اسرار من

اور جب میں حضرت والد صاحب مرحوم کی خدمتمیں پھر حاضر ہؤا۔ تو بدستور انہی زمینداری کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ مگر اکثر حصہ قرآن شریف کے تدبر اور تفسیروں۔ اور حدیثوں کے دیکھنے میں صرف ہوتا تھا۔ اور بسا اوقات حضرت والد صاحب کو وہ کتابیں سنایا بھی کرتا تھا۔ اور میرے والد صاحب اپنی ناکامیوں کیوجہ سے اکثر مغموم و مہموم رہتے تھے۔ انہوں نے پیروی مقدمات میں ستر ہزار روپیہ خرچ کیا تھا۔ جس کا انجام آخر ناکامی تھی۔ کیونکہ ہمارے بزرگوں کے دیہات مدت سے ہمارے قبضہ سے نکل چکے تھے۔ اور ان کا واپس آنا ایک خیال خام تھا۔ اسی نامرادی کیوجہ سے حضرت والد صاحب مرحوم ایک نہایت عمیق گرداب غم اور حزن اور اضطراب میں زندگی بسر کرتے تھے مجھے ان حالات کو دیکھکر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنیکا موقعہ حاصل ہوتا تھا۔ کیونکہ حضرت والد صاحب کی تلخ زندگی کا نقشہ مجھے اس بے لوث زندگی کا سبق دیتا تھا۔ جو دنیوی کدورتوں سے پاک ہے۔ اگرچہ حضرت مرزا صاحب کے چند دیہات ملکیت باقی تھے۔ اور سرکار انگریزی کیطرف سے کچھ انعام بھی سالانہ مقرر تھا۔ اور ایام ملازمت کی پنشن بھی تھی۔ مگر جو کچھ وہ دیکھ چکے تھے اس لحاظ سے وہ سب کچھ ہیچ تھا۔ اسی وجہ سے وہ ہمیشہ مغموم اور محزون رہتے تھے اور بارہا کہتے تھے کہ جسقدر میں نے اس پلید دنیا کیلئے سعی کی ہے اگر میں وہ سعی دین کے لئے کرتا تو شاید آج قطب وقت یا غوث وقت ہوتا۔ اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

عمر بگذشت و نماندست جز ایامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

اور میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ وہ ایک اپنا بنایا ہؤا شعر رقت کیساتھ پڑھتے تھے۔ اور وہ یہ ہے ؎

از در تو اے کس ہر بیکسے
نیست امیدم کہ روم ناامید

اور کبھی درد دل سے یہ شعر اپنا پڑھا کرتے تھے ؎

آب دیدۂ عشاق و خاکپائے کسی
مرا دلے است کہ در خون تپد بجائے کسی

حضرت عزوجلشانہ کے سامنے خالی ہاتھ جانے کی حسرت روز بروز آخری عمر میں ان پر غلبہ کرتی گئی تھی۔ بارہا افسوس سے کہا کرتے تھے۔ کہ دنیا کے بیہودہ خرخشوں کے لئے میں نے اپنی عمر ناحق ضایع کر دی۔ ایک مرتبہ حضرت والد صاحب نے یہ خواب بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک بڑے شاہانہ شان کیساتھ میرے مکان کیطرف چلے آتے ہیں۔ جیسا کہ ایک عظیم الشان بادشاہ آتا ہے تو میں اس وقت آپ کی طرف پیشوائی کے لئے دوڑا۔ جب قریب پہونچا تو میں نے سوچا کہ کچھ نذر پیش کرنی چاہیئے۔ یہ کہکر جیب میں ہاتھ ڈالا جس میں صرف ایک روپیہ تھا۔ اور جب غور سے دیکھا تو وہ بھی کھوٹا ہے۔ یہ دیکھکر میں چشم پر آب ہو گیا۔ اور پھر آنکھ کھل گئی۔" اور پھر آپ ہی تعبیر فرمانے لگے۔ کہ دنیاداری کے ساتھ خدا اور رسول کی محبت ایک کھوٹے روپے کیطرح ہے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ میری طرح میرے والد صاحب کا بھی آخر حصہ زندگی کا مصیبت اور غم اور حزن میں ہی گذرا۔ اور جہاں ہاتھ ڈالا آخر ناکامی تھی۔ اور اپنے والد صاحب یعنے میرے پردادا صاحب کا ایک شعر بھی سنایا کرتے تھے۔ جسکا ایک مصرعہ راقم کو بھول گیا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ ع

کہ جب تدبیر کرتا ہوں تو پھر تقدیر ہنستی ہے"

اور یہ غم اور درد ان کا پیرانہ سالی میں بہت بڑھ گیا تھا۔ اسی خیال سے چھ ماہ پہلے حضرت والد صاحب نے اس قصبہ کے وسط میں ایک مسجد تعمیر کی۔ کہ جو اس جگہ کی جامع مسجد ہے۔ اور وصیت کی کہ مسجد کے ایک گوشہ میں میری قبر ہو تا خدائے عزوجل کا نام میرے کان میں پڑتا رہے۔ کیا عجب کہ یہی ذریعہ مغفرت ہو۔ چنانچہ جس دن مسجد کی عمارت بہمہ وجوہ مکمل ہو گئی۔ اور شاید فرش کی چند اینٹیں باقی تھیں کہ حضرت والد صاحب چند روز بیمار رہکر مرض پیچش سے فوت ہو گئے۔ اور اس مسجد کے اسی گوشہ میں جہاں انہوں نے کھڑے ہو کر نشان کیا تھا دفن کئے گئے۔ اللہم ارحمہ وادخلہ الجنۃ آمین۔ قریبًا ۸۰ یا ۸۵ سال کی عمر پائی تھی۔

ان کی یہ حسرت کی باتیں کہ میں نے کیوں دنیا کے لئے وقت عزیز کھویا ابتک میرے دل پر دردناک اثر ڈال رہی ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو دنیا کا طالب ہوگا۔ آخر اس حسرت کو ساتھ لیجائیگا۔ جسنے سمجھنا ہو سمجھے۔ میری عمر قریبًا چونتیس یا پینتیس برس کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہؤا۔ مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا تھا۔ کہ اب ان کے انتقال کا وقت قریب ہے۔ میں اس وقت لاہور میں تھا۔ جب مجھے یہ خواب آیا تھا۔ تب میں جلدی سے قادیان میں پہونچا۔ اور ان کو مرض زحیر میں مبتلا پایا۔ لیکن یہ امید ہرگز نہ تھی کہ وہ دوسرے دن میرے آنے سے فوت ہو جائیں گے۔ کیونکہ مرض کی شدت کم ہو گئی تھی۔ اور وہ بڑے استقلال سے بیٹھے رہتے تھے۔ دوسرے دن شدت دوپہر کے وقت ہم سب عزیز ان کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ مرزا صاحب نے مہربانی سے مجھے فرمایا کہ اس وقت تم ذرا آرام کر لو۔ کیونکہ جون کا مہینہ تھا۔ اور گرمی سخت پڑتی تھی۔ میں آرام کیلئے ایک چوبارہ میں چلا گیا۔ اور ایک نوکر پیر دبانے لگا۔ کہ اتنے میں تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھے الہام ہؤا۔ والسماء والطارق یعنے قسم ہے آسمان کی جو قضاء و قدر کا مبدا ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا۔ اور مجھے سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزاپرسی خدا کیطرف سے ہے۔ اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہمارا والد آفتاب کے غروب کے بعد فوت ہو جائیگا۔"

سبحان اللہ کیا شان خداوند عظیم ہے۔ کہ ایک شخص جو اپنی عمر ضایع ہونیسے حسرت کرتا ہؤا فوت ہؤا ہے۔ اسکی وفات کو عزاپرسی کے طور پر بیان فرماتا ہے۔ اس بات سے اکثر لوگ تعجب کریں گے۔ کہ خدا تعالےٰ کی عزاپرسی کیا معنے رکھتی ہے مگر یاد رہے کہ حضرت عزوجلشانہ جس کسی کو نظر رحمت سے دیکھتا ہے تو ایک دوست کیطرح ایسے معاملات اس سے کرتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ کا ہنسنا بھی جو حدیثوں میں آیا ہے انہی معنوں کے لحاظ سے ہے۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب مجھے حضرت والد صاحب مرحوم کی وفات کی نسبت اللہ جلشانہ کیطرف سے یہ الہام ہؤا۔ جو میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ تو بشریت کیوجہ سے مجھے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدن حضرت والد صاحب کی زندگی سے وابستہ ہیں۔ پھر نا معلوم ہمیں کیا کیا ابتلا پیش آئیگا۔ تب اسیوقت یہ دوسرا الہام ہؤا۔

الیس اللہ بکاف عبدہ

یعنے کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں ہے۔ اور اس الہام نے عجیب سکینت اور اطمینان بخشا۔ اور فولادی میخ کیطرح میرے دلمیں دھنس گیا۔ پس مجھے اس خدائے عزوجل کی قسم ہے۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے اپنے اس مبشرانہ الہام کو ایسے طور سے مجھے سچا کر کے دکھلایا کہ میرے خیال اور گمان میں بھی نہ تھا۔ میرا وہ ایسا متکفل ہؤا کہ کبھی کسی کا باپ ہرگز ایسا متکفل نہیں ہوگا۔ میرے پر اس کے متواتر وہ احسان ہوئے کہ بالکل محال ہے کہ میں انکا شمار کر سکوں۔ اور میرے والد صاحب اسی دن بعد غروب آفتاب فوت ہو گئے۔ یہ ایک پہلا دن تھا۔ جو میں نے بذریعہ الہام ایسا رحمت کا نشان دیکھا جس کی نسبت میں خیال نہیں کر سکتا کہ میری زندگی میں کبھی منقطع ہو۔ میں نے اس الہام کو انہی دنوں میں ایک نگینہ میں کھدوا کر اس کی انگشتری بنائی۔ جو بڑی حفاظت سے ابتک رکھی ہوئی ہے۔ غرض میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد بزرگوار کے گذری۔ ایک طرف انکا دنیا سے اٹھایا جانا تھا۔ اور ایک طرف بڑے زور شور سے سلسلہ مکالمات الہیہ کا مجھسے شروع ہؤا۔ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا کہ میرا کونسا عمل تھا جسکی وجہ سے یہ عنایت الہی شامل حال ہوئی۔ صرف اپنے اندر یہ احساس کرتا ہوں۔ کہ فطرتًا میرے دل کو خدا تعالیٰ کی طرف وفاداری کے ساتھ ایک کشش ہے۔ جو کسی چیز کے روکنے سے رک نہیں سکتی۔ سو یہ اسی کی عنایت ہے۔ میں نے کبھی ریاضات شاقہ بھی نہیں کیں۔ اور نہ زمانہ حال کے بعض صوفیوں کی طرح مجاہدات شدیدہ میں اپنے نفس کو ڈالا اور نہ گوشہ گزینی کے التزام سے کوئی چلہ کشی کی۔ اور نہ خلاف سنت کوئی ایسا عمل رہبانیت کیا۔ جس پر خدا تعالےٰ کے کلام کو اعتراض ہو۔ بلکہ میں ہمیشہ ایسے فقیروں اور بدعت شعار لوگوں سے بیزار رہا۔ جو انواع اقسام کے بدعات میں مبتلا ہیں۔ ہاں حضرت والد صاحب کے زمانہ میں ہی جبکہ ان کا زمانہ وفات بہت نزدیک تھا۔ ایکمرتبہ ایسا اتفاق ہؤا

کہ ایک بزرگ معمر پاک صورت مجھکو خواب میں دکھائی دیا اور اس نے یہ ذکر کر کے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کیلئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے" اس بات کی طرف ارشاد کیا کہ اس سنت اہلبیت کو بجالاؤں۔ سو میں نے کچھ مدت تک التزام صوم کو مناسب سمجھا۔ مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اس امر کو مخفی طور پر بجالانا بہتر ہے۔ پس میں نے یہ طریق اختیار کیا کہ گھر سے مردانہ نشست گاہ میں اپنا کھانا منگواتا اور پھر وہ کھانا پوشیدہ طور پر بعض یتیم بچوں کو جنکو میں نے پہلے سے تجویز کر کے وقت پر حاضری کے لئے تاکید کر دی تھی دیدیتا۔ اور اس طرح تمام دن روزہ میں گزارتا۔ اور بجز خدا تعالےٰ کے ان روزوں کی کسی کو خبر نہ تھی۔ پھر دو تین ہفتہ کے بعد مجھے معلوم ہوا۔ کہ ایسے روزوں سے جو ایک وقت میں پیٹ بھر کر روٹی کھا لیتا ہوں۔ مجھے کچھ بھی تکلیف نہیں۔ بہتر ہے کہ کسی قدر کھانے کو کم کروں۔ سو میں اس روز سے کھانا کم کرتا گیا۔ یہانتک کہ میں تمام دن رات میں صرف ایک روٹی پر کفایت کرتا تھا۔ اور اسی طرح اور اسی طرح میں کھانے کو کم کرتا گیا۔ یہانتک کہ صرف چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد میری غذا تھی۔ غالباً آٹھ یا نو ماہ تک میں نے ایسا ہی کیا۔ اور باوجود اس قدر قلت غذا کے کہ دو تین ماہ کا بچہ بھی اس پر صبر نہیں کر سکتا۔ خدا تعالےٰ نے مجھے ہر ایک بلا اور آفت سے محفوظ رکھا۔ اور اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اس زمانہ میں میرے پر کھلے۔ چنانچہ بعض گذشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں۔ اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیاء اس امت میں گذر چکے ہیں۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ ایکدفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معہ حسنین و علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا۔ اور یہ خواب نہ تھی۔ بلکہ ایک بیداری کی قسم تھی غرض اسی طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں۔ جنکا ذکر کرنا موجب تطویل ہے۔ اور علاوہ اس کے انوار روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سرخ ایسے دلکش و دلستان طور پر نظر آتے تھے۔ جنکا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے۔ وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے ہوئے تھے۔ جنمیں سے بعض چمکدار سفید اور بعض سبز اور بعض سرخ تھے۔ ان کو دل سے ایسا تعلق تھا۔ کہ ان کو دیکھکر دلکو نہایت سرور پہونچتا تھا اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہ ہوگی۔ جیسا کہ ان کو دیکھکر دل اور روح کو لذت آتی تھی۔ میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور بندہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے۔ یعنی وہ ایک نور تھا۔ جو دل سے نکلا۔ اور دوسرا وہ نور تھا۔ جو اوپر سے نازل ہوا تھا۔ اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہو گئی یہ روحانی امور ہیں۔ کہ دنیا ان کو نہیں پہچان سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا کی آنکھوں سے بہت دور ہیں۔ لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں۔ جن کو ان امور سے خبر ملتی ہے"

غرض اس مدت تک روزہ رکھنے سے جو میرے پر عجائبات [illegible] مکاشفات [illegible] مجھے حاصل ہوا [illegible] میں نے ان مجاہدات کے بعد اپنے نفس کو [illegible]

ایسا پایا۔ کہ میں وقت ضرورت فاقہ کشی پر زیادہ سے زیادہ صبر کر سکتا ہوں۔ میں نے کئی دفعہ خیال کیا کہ اگر ایک موٹا آدمی جو علاوہ فربہی کے پہلوان بھی ہو میرے ساتھ فاقہ کشی کے لئے مجبور کیا جائے۔ تو قبل اس کے کہ مجھے کھانے کیلئے کچھ اضطراب ہو وہ فوت ہو جائے۔ اس سے مجھے یہ ثبوت بھی ملا کہ انسان کسی حد تک فاقہ کشی میں ترقی کر سکتا ہے۔ اور جب تک کسی کا جسم ایسا سختی کش نہ ہو جائے میرا یقین ہے کہ ایسا تنعم پسند روحانی منازل کے لائق نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں ہر ایک کو یہ صلاح نہیں دیتا کہ ایسا کرے۔ اور نہ میں نے اپنی مرضی سے ایسا کیا ہے۔ میں نے کئی جاہل درویش ایسے بھی دیکھے ہیں۔ جنہوں نے شدید ریاضتیں اختیار کیں اور آخر یبوست دماغ سے وہ مجنون ہو گئے۔ اور بقیہ عمر ان کی دیوانہ پن میں گذری۔ یا دوسرے امراض سل اور دق وغیرہ میں مبتلا ہو گئے۔ انسانوں کے دماغی قویٰ ایک طرز کے نہیں ہیں۔ پس ایسے اشخاص جنکے فطرتاً قویٰ ضعیف ہیں۔ ان کو کسی قسم کا جسمانی مجاہدہ موافق نہیں پڑ سکتا۔ اور جلد تر کسی خطرناک بیماری میں پڑ جاتے ہیں۔ سو بہتر ہے کہ انسان اپنے نفس کی تجویز سے اپنے تئیں مجاہدہ شدیدہ میں نہ ڈالے۔ اور دین العجائز اختیار رکھے۔ ہاں اگر خدا تعالےٰ کیطرف سے کوئی الہام ہو۔ اور شریعت غرا اسلام سے منافی نہ ہو تو اس کو بجا لانا ضروری ہے۔ لیکن آجکل کے نادان فقیر جو مجاہدات سکھلاتے ہیں۔ ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ پس ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔

یاد رہے۔ کہ میں نے کشف صریح کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ سے اطلاع پاکر جسمانی سختی کشی کا حصہ آٹھ یا نو ماہ تک لیا۔ اور بھوک اور پیاس کا مزہ چکھا۔ اور پھر اس طریق کو علے الدوام بجالانا چھوڑ دیا۔ اور کبھی کبھی اسکو اختیار بھی کیا۔ یہ تو سب کچھ ہوا۔ لیکن روحانی سختی کشی کا حصہ ہنوز باقی تھا۔ سو وہ حصہ اب نازل ہوا۔ کہ اپنی قوم کے مولویوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور تکفیر اور توہین اور ایسا ہی دوسرے جہلاء کے دشنام اور دلآزاری سے ملگیا۔ اور جسقدر یہ حصہ بھی مجھے ملا۔ میری رائے ہے۔ کہ تیرہ سو برس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کم کسی کو ملا ہوگا۔ میرے لئے تکفیر کے فتوے طیار ہو کر مجھے تمام مشرکوں اور عیسائیوں اور دہریوں سے بدتر ٹھہرایا گیا۔ اور قوم کے سفہا نے اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے مجھے وہ گالیاں دیں۔ کہ مجھے کسی دوسرے کی سوانح میں ان کی نظیر نہیں ملی۔ سو میں اس خدا کا شکر کرتا ہوں۔ کہ دونوں قسم کی سختی سے مجھے آزمایا گیا۔

اور پھر عجیب تر [illegible] آگیا۔ اور [illegible] خدا تعالےٰ [illegible]

کا مجدد ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کیطرف سے یہ الہام ہوا کہ الرحمٰن علم القرآن لتنذر قوما ما انذر اباءهم ولتستبین سبیل المجرمین۔ قل انی امرت وانا اول المومنین۔ یعنے خدا تعالےٰ نے تجھے قرآن سکھلایا۔ اور اس کے صحیح معنے تجھ پر کھولدیئے۔ یہ اسلئے ہوا کہ تا تو ان لوگوں کو بد انجام سے ڈراوے۔ کہ جو بباعث پشت در پشت کی غفلت اور نہ متنبہ کئے جانے کی غلطیوں میں پڑ گئے۔ اور تا ان مجرموں کی راہ کھل جائے۔ کہ جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے۔ ان کو کہدے کہ میں مامور من اللہ اور اول المومنین ہوں۔ اور یہ الہام براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے۔ جو انہی دنوں میں جسکو آج اٹھارہ سال کا عرصہ ہوا ہے۔ میں نے تالیف کر کے شائع کی تھی۔ اس کتاب کے الہامات پر نظر غور ڈالنے سے ہر ایک کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ خدا نے کیوں اور کس غرض سے مجھے اس خدمت پر مامور کیا۔ اور کیا حالت موجودہ زمانہ کی اور صدی کا سر اس بات کو چاہتا تھا یا نہیں؟ کہ کوئی شخص ایسے غربت اسلام کے زمانہ [illegible] اور کثرت بدعات اور سخت بارش بیرونی حملوں کے دنوں میں خدا تعالیٰ کیطرف سے تائید اور تجدید دین کے لئے آوے"

اور اس جگہ یہ بات بھی ذکر کرنیکے لائق ہے۔ کہ براہین احمدیہ کے زمانہ تک اس ملک کے اکثر علماء میرے دعوی مجدد ہونے کی تصدیق کرتے تھے۔ اور کم سے کم یہ کہ نہایت حسن ظن سے میرے الہامات پر بڑے بڑے سخت متعصبوں کو بھی کوئی جرح نہ تھی۔ اور اکثر ان میں سے بڑی خوشی سے کہتے تھے۔ کہ خدا نے اسلام کیلئے چودھویں صدی کو مبارک کیا۔ کہ اپنی طرف سے ایک مجدد بھیجا۔ اور بعض نے انہیں میں سے نہایت اخلاص کے ساتھ براہین احمدیہ کا ریویو بھی لکھا۔ اور اس میں اس قدر میری تعریف کی کہ جسقدر ایک انسان کسی کامل درجہ کے راستباز اور پاک باطن اور خدا رسیدہ اور ہمدرد اسلام کی تعریف کر سکتا ہے۔ حالانکہ اس مولوی صاحب کو یہ بھی معلوم تھا کہ براہین احمدیہ میں وہ الہام بھی ہیں۔ جنمیں خدا تعالےٰ نے میرا نام عیسیٰ اور مسیح موعود رکھا ہے۔ غرض اس وقت تک کہ تصریح کے ساتھ میری طرف سے دعویٰ مسیح موعود ہونے کا نہیں ہوا تھا۔ اور صرف مجدد چودھویں صدی کا ہونا عام لوگوں میں مشہور تھا۔ کوئی بڑی مخالفت علماء کیطرف سے نہیں ہوئی۔ بلکہ اکثر ان میں مصدق اور مطیع رہے۔ مگر اس دعوئے مسیحیت کیوقت میں عجب طور کا شور علماء میں پھیلا۔ اور ان میں سے اکثر لوگوں نے انواع اقسام کی دنیا منتیں عوام کو دھوکہ دیا۔ اور بعض نے ان میں سے میری تکفیر کے بارہ میں استفتا طیار کیا۔ اور بڑی کوشش کر کے حصہ کثیر اور ادنےٰ عقل والے لوگوں کے اس پر دستخط کرالئے۔ مگر جیسا کہ پہلے آثار نبویہ میں لکھا گیا تھا۔ کہ اس آنیوالے امام موعود کی تکفیر ہوگی۔ یہ پیشگوئی بھی پوری ہو گئی۔ کیونکہ ان پاک نوشتوں کا پورا ہونا ضروری تھا۔ اور تعجب کہ مسیح موعود ہونیکو [illegible]

اس وقت سے اٹھارہ برس پہلے درج نہیں ہو چکی تھی مگر پھر بھی نادان مولویوں نے اس دعوٰی پر بڑا شور برپا کیا۔ آخر ان کی فتنہ انگیزیوں کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ گھر گھر میں عداوت پڑ گئی۔ مسلمانوں کا ایک گروہ میرے ساتھ ہو گیا۔ اور ایک گروہ کج فہم مولویوں کے پیچھے لگا۔ اور ایک گروہ ایسا رہا کہ نہ موافق اور نہ مخالف۔ اور اگرچہ ہمارا گروہ ابھی بکثرت دنیا میں نہیں پھیلا لیکن پشاور سے لیکر بمبئی اور کلکتہ اور حیدرآباد دکن اور بعض دیار عرب تک ہمارے پیرو دنیا میں پھیل گئے سب سے پہلے یہ گروہ پنجاب میں بڑھنا پھولنا گیا۔ اور اب میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان کے اکثر حصوں میں ترقی کر رہا ہے۔ ہمارے گروہ میں عوام کم اور خواص زیادہ ہیں۔ اس گروہ میں بہت سے سرکار انگریزی کے ذی عزت عہدہ دار ہیں۔ جو ڈپٹی کلکٹر اور اکسٹرا اسسٹنٹ اور تحصیلدار وغیرہ معزز عہدوں والے آدمی ہیں۔ ایسا ہی پنجاب اور ہندوستان کے کئی رئیس اور جاگیردار اور اکثر تعلیم یافتہ ایف۔ اے۔ بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے۔ اور بڑے بڑے تاجر اس جماعت میں داخل ہیں۔ غرض ایسے لوگ جو عقل اور علم اور عزت اور اقبال رکھتے تھے۔ یا بڑے بڑے عہدوں پر سرکار انگریزی کی طرف سے مامور تھے۔ یا رئیس اور جاگیردار اور تعلقہ دار اور نوابوں کی اولاد تھے۔ اور یا ہندوستان کے قطبوں اور غوثوں کی نسل تھے۔ جن کے بزرگوں کو لاکھوں انسان اعلیٰ درجہ کے ولی اور قطب وقت سمجھتے تھے۔ وہ لوگ اس جماعت میں داخل ہوئے۔ اور ہوتے جاتے ہیں۔ غرض اللہ تعالےٰ کے فضل اور قدرت نے مولویوں کو ان کے ارادوں سے نامراد رکھکر ہماری جماعت کو فوق العادت ترقی دی ہے۔ اور دے رہا ہے۔ وہ لوگ جو درحقیقت پارسا طبع اور خدا ترس اور نوع انسان سے ہمدردی کرنیوالے اور دین کی ترقی کے لئے بدل و جان کوشش کرنیوالے اور خدا تعالےٰ کی عظمت کو دل میں بٹھا نیوالے اور عقلمند اور ذی فہم اور اولوالعزم اور خدا اور رسول سے سچی محبت رکھنے والے ہیں۔ وہ اس جماعت میں بکثرت پائے جائیں گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ خداوند کریم اس بات کا ارادہ کر رہا ہے کہ اس جماعت کو بڑھاوے اور برکت دے۔ اور زمین کے کناروں تک سعادتمند انسانوں کو کھینچکر اس میں داخل کرے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم

واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے۔ جبتک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو۔ پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے۔ وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے۔ جسکی نسبت خدا تعالےٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے۔ انی احافظ کل من فی الدار اس سے ہر ایک جو تیری چار دیواری کے اندر ہیں۔ اس کو بچاؤنگا اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں۔ جو میرے اس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں۔ میرے روحانی گھر میں داخل ہیں پیروی کرنے لئے یہ باتیں ہیں۔ کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے۔ جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے۔ نہ وہ کسیکا بیٹا نہ کوئی اسکا بیٹا۔ وہ دکھ اٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے۔ وہ ایسا ہے کہ باوجود دور ہونیکے نزدیک ہے۔ اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے۔ اور باوجود اس کے ایک ہونیکے اس کی تجلیات الگ الگ ہیں۔ انسان کیطرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آوے۔ تو اس کے لئے وہ ایک ایسا نیا خدا بنجاتا ہے اور ایک نئی تجلی کے ساتھ اس سے معاملہ کرتا ہے۔ اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے مگر یہ نہیں کہ خدا میں کچھ تغیر آجاتا ہے۔ بلکہ وہ ازل سے غیر متغیر اور کمال تام رکھتا ہے۔ لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان کے تغیر ہوتے ہیں۔ تو خدا بھی ایک نئی تجلی سے اس پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کیوقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے۔ خدا تعالےٰ کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کیساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے۔ جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے۔ یہ خدا ہے۔ جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے۔ اس پر ایمان لاؤ۔ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اس کے کل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ۔ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی۔ مگر تم اس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے۔ مگر تم اس حالت میں اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو۔ کہ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اسکی مرضی، اور تمہاری خواہشیں اسکی خواہشیں ہو جائیں۔ اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے۔ تا جو چاہے سو کرے۔ اگر تم ایسا کروگے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہوگا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر **عمل کرے** اور اس کی رضا کا طالب ہو جائے۔ اور اسکے قضا و قدر پر ناراض نہ ہو۔ سو تم مصیبت کو دیکھکر اور بھی قدم آگے رکھو۔ کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اس کی **توحید** زمین پر پھیلانے کیلئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اس کے بندوں پر رحم کرو۔ اور انپر زبان یا ہاتھ۔ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو۔ اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو۔ اور کسی پر تکبر نہ کرو۔ گو اپنا ماتحت ہو۔ اور کسی کو گالی مت دو۔ گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بنجاؤ۔ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں۔ مگر وہ اندر سے بھیڑئیے ہیں۔ بہت ہیں۔ جو اوپر سے صاف ہیں۔ مگر اندر سے سانپ ہیں سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے۔ جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ انکی تحقیر اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو۔ اور تقوی اختیار کرو۔ اور مخلوق کی پرستش نہ کرو۔ اور اپنے مولی کی طرف منقطع ہو جاؤ۔ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ۔ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو۔ اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو۔ کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے۔ کہ تم نے تقوی سے رات بسر کی۔ اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے۔ کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دہوئیں کیطرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں۔ اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخکنی کر جاتی ہے۔ تم ریاکاری کیساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اس کو دہوکا دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جاؤ۔ اور صاف ہو جاؤ۔ اور پاک ہو جاؤ۔ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے۔ تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دے گی اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے۔ یا خود پسندی ہے یا کسل ہے۔ تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لیکر اپنے تئیں دہوکہ دو کہ جو کچھ ہمنے کرنا تھا کر لیا ہے۔ کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے۔ جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کریگا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو۔ اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ کیونکہ شریر ہے وہ انسان جو اپنے بھائی کیساتھ صلح پر راضی نہیں۔ وہ کاٹا جائیگا۔ کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو۔ اور باہمی ناراضگی جانے دو۔ اور سچے ہو کر جھوٹے کیطرح تذلل کرو۔ تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کیلئے تم بلائے گئے ہو۔ اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے۔ جو ان باتوں کو نہیں مانتا۔ جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو۔ کہ آسمان پر خدا تم سے راضی ہو۔ تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ سو اسکا مجھ میں حصہ نہیں۔ خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو۔ کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔ بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبر اسکا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اسکا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اسکا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اسکے نام کیلئے غیرت مند نہیں اسکا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جو دنیا پر کتّے

یاگندوں کیطرح گرتے ہیں۔ اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں ان کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے۔ وہ جو اس کے لئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائیگا۔ وہ جو اس کے لئے روتا ہے وہ ہنسے گا۔ وہ جو اس کے لئے دنیا سے توڑتا ہے۔ وہ اس کو ملیگا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو۔ تا وہ بھی تمہارا دوست بنجاوے تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جاوے۔ دنیا ہزاروں بلاؤں کی جگہ ہے جن میں سے ایک طاعون بھی ہے۔ سو تم خدا سے صدق کیساتھ پنجہ مارو تا وہ یہ بلائیں تم سے دور رکھے کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جبتک آسمان سے حکم نہ ہو اور کوئی آفت دور نہیں ہوتی جبتک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔ سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے۔ کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو۔ تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا۔ اگر کوئی طاقت رکھے تو توکل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے۔ اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے۔ کہ قرآن شریف کو مہجور کیطرح نہ چھوڑ دو۔ کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے۔ وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے۔ ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائیگا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں۔ مگر محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنیکے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے **نجات یافتہ** کون ہے؟ جو یقین رکھتا ہے۔ جو خدا سچ ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ **برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے**۔ اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کیلئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا۔ اور آخر کار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس **مسیح موعود** کو دنیا میں بھیجا جسکا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کیلئے ضروری تھا۔ کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جب تک محمدی سلسلہ کیلئے ایک مسیح

روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا جیسا کہ موسوی سلسلہ کیلئے دیا گیا تھا۔ اسی طرف یہ آیۃ اشارہ کرتی ہے۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم موسےٰ نے وہ متاع پائی جسکو قرون اولیٰ کھو چکے تھے۔ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ متاع پائی۔ جس کو موسوی کا سلسلہ کھو چکا تھا۔ اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قایم مقام ہے۔ مگر شان میں ہزارہا درجہ بڑھکر۔ مثیل موسیٰ موسیٰ سے بڑھکر اور مثیل ابن مریم ابن مریم سے بڑھکر اور وہ مسیح موعود نہ صرف مدت کے لحاظ سے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا (یہودی اپنی تاریخ کی رو سے بالاتفاق یہی مانتے ہیں کہ موسیٰ سے چودھویں صدی کے سر پر عیسیٰ ظاہر ہوا تھا۔ دیکھو یہودیوں کی تاریخ) جیسا کہ مسیح ابن مریم موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا بلکہ وہ ایسے وقت میں آیا جبکہ مسلمانوں کا وہی حال تھا۔ جیسا کہ مسیح ابن مریم کے ظہور کے وقت یہودیوں کا حال تھا۔ **وہ میں** ہی ہوں۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے نادان ہے وہ جو اس سے لڑے اور جاہل ہے وہ جو اس کے مقابل پر یہ اعتراض کرے کہ یوں نہیں بلکہ یوں چاہیئے تھا۔ اور اس نے مجھے چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے جو دس ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ ازانجملہ ایک طاعون بھی نشان ہے پس جو شخص مجھ سے سچی بیعت کرتا ہے اور سچے دل سے میرا پیرو بنتا ہے۔ اور میری اطاعت میں محو ہو کر اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہے وہی ہے جو ان آفتوں کے دنوں میں میری روح اس کی شفاعت کرے گی **سواے وے تمام لوگو!** جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤگے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالےٰ کو دیکھتے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کیلئے صدق کیساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لایق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے۔ اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو۔ اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو یقیناً یاد رکھو کوئی عمل خدا تک نہیں پہونچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔ جس عمل میں یہ جڑ ضایع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضایع نہیں ہوگا ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے **سو خبردار رہو** ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی۔ اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے جب کبھی تم اپنا نقصان کروگے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دیگا۔ سو تم اس کو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو

اور گالیاں سنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو۔ اور پیوند مت توڑو تم خدا کی آخری جماعت ہو۔ سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو ہر ایک جو تم میں سست ہو جائیگا وہ ایک گندی چیز کیطرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائیگا اور حسرت سے مرے گا۔ اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا در حقیقت موجود ہے اگرچہ سب اسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جو اس کو چنتا ہے وہ اس کے پاس آ جاتا ہے جو اس کے پاس جاتا ہے۔ جو اس کو عزت دیتا ہے وہ اسکو بھی عزت دیتا ہے۔

تم اپنے دلوں کو سیدھے کرکے اور زبانوں۔ اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کرکے اس کی طرف آجاؤ کہ وہ تمہیں قبول کریگا۔ عقیدہ کے رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہے۔ اور سب سے بڑھکر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں۔ اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے۔ پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے **نبی کا لقب** پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں جیسا کہ تم آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا **یہی بھید ہے کہ** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا یعنی وہ **میں ہی ہوں** اور اس میں دورنگی نہیں آتی۔ اور تم یقیناً[۱] سمجھو کہ عیسےٰ بن مریم فوت ہو گیا ہے اور کشمیر سری نگر محلہ خانیار میں اس کی قبر ہے۔ خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اس کے مرنے کی خبر دی ہے۔ اور اگر اس آیت کے اور معنے ہیں تو عیسیٰ ابن مریم کی موت کی قرآن میں کہاں خبر ہے۔ مرنیکے متعلق جو آیتیں ہیں۔ اگر وہ اور معنے رکھتی ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف سمجھتے ہیں۔ تو گویا قرآن نے اس کے مرنیکا کہیں ذکر نہیں کیا۔ کیا وہ کسی وقت مریگا بھی؟ خدا نے ہمارے نبی کے مرنیکی خبر دی مگر سارے قرآن میں عیسےٰ کے مرنیکی خبر نہ دی۔ اس میں کیا راز ہے اور اگر کہو کہ عیسےٰ کے مرنیکی اس آیت میں خبر ہے کہ **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم**[۲] سو یہ آیت تو صاف دلالت کرتی ہے کہ وہ عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے مر چکے ہیں غرض اگر

[۱] نوٹ۔ عیسائی محققوں نے بھی اسی رائے کو ظاہر کیا ہے۔ دیکھو کتاب سوپر نیچرل ریلیجن ۵۲۲۔ اگر تفصیل چاہتے ہو تو ہماری کتاب تحفہ گولڑویہ کا صفحہ ۱۳۹۔ دیکھو منہ۔

[۲] اسی آیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پھر دنیا میں نہیں آئیں گے۔ کیونکہ اگر وہ دنیا میں آنیوالے ہوتے تو اس صورت میں یہ جواب حضرت عیسےٰ کا محض جھوٹ ٹھہرتا ہے کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی کچھ خبر نہیں۔ جو شخص دوبارہ دنیا میں آیا۔ اور چالیس برس تک رہا اور کروڑہا عیسائیوں کو دیکھا جو اسکو خدا جانتے تھے اور صلیب توڑا اور تمام عیسائیوں کو مسلمان کیا وہ کیونکر قیامت کو جناب الہیٰ میں یہ عذر کر سکتا ہے کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی کچھ خبر نہیں۔ منہ

قرآت فلما توفیتنی کہ کر یہ سمجھنے کہ وہ جسم زندہ عیسےٰ کو آسمان پر اٹھا لیا۔ ترکیوں خدا نے سارے قرآن میں ایسے شخص کی موت کا ذکر نہیں کیا۔ جسکی زندگی کے خیال نے لاکھوں کو ہلاک کردیا۔ گویا خدا نے اسکو ہمیشہ کے لئے زندہ رہنے دیا۔ کہ تا لوگ مشرک اور بیدین ہو جائیں۔ اور گویا یہ لوگوں کی غلطی نہیں بلکہ خدا نے یہ سب کچھ خود کیا تا لوگوں کو گمراہ کرے۔ خوب یاد رکھو کہ بجز موت مسیح صلیبی عقیدہ پر موت نہیں آسکتی سو اس سے فایدہ کیا کہ برخلاف تعلیم قرآن اس کو زندہ سمجھا جائے۔ اس کو مرنے دو تا یہ دین زندہ ہو خدا نے اپنے قول سے مسیح کی موت ظاہر کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اس کو مردوں میں دیکھ لیا۔ اب بھی تم ماننے میں نہیں آتے۔ **یہ کیسا ایمان ہے؟** کیا انسانوں کی روایتوں کو خدا کے کلام پر مقدم رکھتے ہو۔ یہ کیا دین ہے [۱] اور ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف گواہی دی کہ میں نے مردہ روحوں میں عیسیٰ کو دیکھا۔ بلکہ خود مر کر یہ بھی ظاہر کردیا۔ کہ اس سے پہلے کوئی زندہ نہیں رہا۔ پس ہمارے مخالف جیسا کہ قرآن کو چھوڑتے ہیں ویسا ہی سنت کو بھی چھوڑتے ہیں۔ کیونکہ مرنا ہمارے نبی کی سنت ہے۔ اگر عیسےٰ زندہ تھا تو زندہ رہنے میں ہمارے رسول کی بےعزتی تھی۔ تو تم نہ اہلسنت ہو اور نہ اہل قرآن جبتک عیسےٰ کی موت کے قایل نہ ہو اور میں حضرت عیسےٰ کی شان کا منکر نہیں گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے۔ لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں۔ کیونکہ میں روحانیت کی رو سے اسلام میں **خاتم الخلفا** ہوں۔ جیسا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لئے خاتم الخلفا تھا۔ موسے کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا۔ اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں۔ سو میں اس کی عزت کرتا ہوں جسکا ہمنام ہوں اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح تو مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں[۲] کی بھی عزت کرتا ہوں۔ کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں۔ نہ صرف اسی قدر بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں۔ اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کرلیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا۔ اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا۔ اور تعداد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی یعنے باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی۔ کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں۔ جو پیش آگئیں اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے۔ نہ قابل اعتراض!۔

سوان سب باتوں کے بعد پھر میں کہتا ہوں۔ کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کرلی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہکر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔ جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے۔ اور آخرت کیطرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنے شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے اور خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص بدرفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنے ادنے خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا۔ کسی پہلو سے توڑتا ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص مجھے واقعی طور پر مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے طیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے۔ اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی۔ فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز۔ خائن۔ مرتشی۔ غاصب۔ ظالم۔ دروغگو۔ جعلساز۔ اور ان کا ہمنشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانیوالا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں۔ تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتی۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے۔ اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے۔ وہ اس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے۔ کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں۔ اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کرلیتے ہیں۔ اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہرگز ضایع نہیں کئے جائیں گے۔ ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے۔ کیونکہ وہ خدا کے ہیں۔ اور خدا ان کا وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔ احمق ہے وہ دشمن جو ان کا قصد کرے۔ کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں اور خدا ان کی حمایت میں

کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔ ایسا ہی وہ شخص بھی احمق ہے۔ جو ایک بیباک گنہگار اور بدباطن اور شریر النفس کے فکر میں ہے کیونکہ وہ خود ہلاک ہوگا۔ جب سے خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا ہے کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ اس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و نابود کردیا ہو۔ بلکہ وہ ان کے لئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے۔ اور اب بھی دکھلائیگا۔ وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لئے اس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔ دنیا چاہتی ہے کہ ان کو کھا جائے اور ہر ایک دشمن ان پر دانت پیستا ہے۔ مگر وہ جو ان کا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے ان کو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان میں ان کو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اس **خدا کا دامن نہ چھوڑے**۔ ہم اس پر ایمان لائے ہم نے اس کو شناخت کیا۔ تمام **دنیا کا وہی خدا ہے** جس نے میرے پر وحی نازل کی جس نے میرے لئے زبردست **نشان دکھلائے** جس نے مجھے اس زمانہ کے لئے **مسیح موعود** کرکے بھیجا اس کے سوا کوئی خدا نہیں نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے۔ ہم نے اپنے خدا کی آفتاب کیطرح روشن وحی پائی۔ ہم نے اسے دیکھ لیا کہ دنیا کا وہی خدا ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔ کیا ہی قادر اور قیوم خدا ہے جس کو ہم نے پایا۔ کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم نے دیکھا ہے کہ اس کے

---

[۱] قرآن شریف میں ایک آیۃ میں مرہم کشمیر کیطرف اشارہ ہے کہ مسیح اور اسکی والدہ صلیب کے واقعہ کے بعد کشمیر کیطرف چلے گئے۔ جیسا کہ فرماتا ہے وَآوَیْنٰهُمَا اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ یعنی ہم نے عیسےٰ اور اسکی والدہ کو ایک ایسے ٹیلے پر جگہ دی جو آرام کی جگہ تھی۔ اور پانی صاف یعنی چشموں کا پانی وہاں تھا۔ سو اس میں خدا تعالے نے کشمیر کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور اویٰ کا لفظ لغت عرب میں کسی مصیبت یا تکلیف سے پناہ دینے کیلئے آتا ہے اور صلیب سے پہلے عیسےٰ اور اس کی والدہ پر کوئی زمانہ مصیبت کا نہیں گذرا جس سے پناہ دیجاتی۔ پس متعین ہوا کہ خدا تعالے نے عیسےٰ اور اسکی والدہ کو واقعہ صلیب کے بعد اس ٹیلے پر پہنچایا تھا۔ منہ

[۲] یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں۔ یعنے سب یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔ چار بھائیوں کے نام یہ ہیں۔ یہودا۔ یعقوب۔ شمعون۔ یوزس۔ اور دو بہنوں کے نام یہ تھے۔ آسیا۔ لیدیا۔ دیکھو کتاب اپاسٹولک ریکارڈس مصنفہ پادری جان ایلن گایلز

سکے کوئی بات انہونی نہیں۔ مگر وہی جو اسکی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے۔ سو جب تم دعا کرو۔ تو ان جاہل نیچریوں کیطرح نہ کرو۔ جو اپنے ہی خیال سے ایک قانون قدرت بنا بیٹھتے ہیں۔ جس پر خدا کی کتاب کی مہر نہیں۔ کیونکہ وہ مردود ہیں۔ ان کی دعائیں ہرگز قبول نہیں ہوں گی۔ وہ اندھے ہیں۔ نہ سوجاکھے۔ وہ مردے ہیں نہ زندے خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں۔ اور اس کی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھیراتے ہیں۔ اور اس کو کمزور سمجھتے ہیں۔ سو ان سے ایسا ہی معاملہ کیا جائیگا۔ جیسا کہ ان کی حالت ہے لیکن جب تو دعا کیلئے کھڑا ہو۔ تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے۔ کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ تب تیری دعا منظور ہو گی۔ اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا۔ جو ہمنے دیکھے ہیں۔ اور ہماری گواہی رویت سے ہے۔ نہ بطور قصہ کے۔ اس شخص کی دعا کیونکر منظور ہو اور خود کیونکر اس کو بڑی مشکلات کے وقت جو اس کے نزدیک قانون قدرت کے مخالف ہیں۔ دعا کرنیکا حوصلہ پڑے۔ جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا۔ مگر اے سعید انسان تو ایسا مت کر کہ تیرا خدا وہ ہے جسنے بیشمار ستاروں کو بغیر ستون کے لٹکا دیا۔ اور جس نے زمین آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا۔ کیا تو اس پر بدظنی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام میں عاجز آ جائیگا بلکہ تیری بدظنی تجھے محروم رکھے گی۔ ہمارے خدا میں بیشمار عجائبات ہیں۔ مگر وہی دیکھتے ہیں۔ جو صدق اور وفا سے اس کے ہو گئے ہیں۔ وہ غیروں پر جو اس کی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے۔ اور اس کے صادق وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا کیا بدبخت وہ انسان ہے۔ جس کو اب تک یہ پتہ نہیں۔ کہ اسکا ایک خدا ہے۔ جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہمنے اس کو دیکھا۔ اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی **یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان** دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے۔ اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ **اے محرومو!**

اس چشمہ کی طرف دوڑو۔ کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائیگا۔ میں کیا کروں اور کسطرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھلا دوں۔ کس **دف** سے میں بازاروں میں **منادی** کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے۔ تا لوگ سن لیں۔ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کیلئے لوگوں کے کان کھلیں۔

اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہوگے۔ اور خدا تعالےٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہوگے اور خدا اسے دیکھیگا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔ اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا۔ کہ تم دنیا کیلئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضایع ہونے سے روتا ہے۔ اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنیوالا ہے تو تم دنیا کیلئے ایسے بے خود کیوں ہوتے۔ خدا ایک پیارا **خزانہ** ہے اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں۔ اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلی اسباب پر گر گئی ہیں۔ اور جیسے سانپ مٹی کھاتا ہے انہوں نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی۔ اور جیسے گدہ اور کتے مردار کھاتے ہیں۔ انہوں نے مردار پر دانت مارے۔ وہ خدا سے بہت دور جا پڑے۔ انسانوں کی پرستش کی اور خنزیر کھایا۔ اور شراب کو پانی کیطرح استعمال کیا۔ اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوت نہ مانگنے سے وہ مر گئے۔ اور آسمانی روح ان میں سے ایسی نکل گئی جیسے کہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے۔ ان کے اندر دنیا پرستی کا جذام ہے جس نے ان کی تمام اندرونی تمام اعضاء کاٹ دیئے ہیں پس تم اس جذام سے ڈرو۔ میں تمہیں حد اعتدال تک رعایت اسباب سے منع نہیں کرتا بلکہ اس سے منع کرتا ہوں کہ تم غیر قوموں کیطرح نرے اسباب کے بندے ہو جاؤ۔ اور اس خدا کو فراموش کردو جو اسباب کو بھی وہی مہیا کرتا ہے اگر تمہیں آنکھ ہو تو تمہیں نظر آجائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہے۔ تم نہ ہاتھ لمبا کر سکتے ہو اور نہ اکٹھا کر سکتے ہو مگر اس کے اذن سے۔ ایک مردہ اس پر ہنسی کریگا مگر کاش اگر وہ مر جاتا تو اس ہنسی سے اس کیلئے بہتر تھا۔ خبردار!!! تم غیر قوموں کو دیکھکر ان کی ریس مت کرو کہ انہوں نے دنیا کے منصوبوں میں بہت ترقی کر لی ہے۔ آؤ ہم بھی انہیں کے قدم پر چلیں۔ سنو اور سمجھو کہ وہ اس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ انکا خدا کیا چیز ہے صرف ایک عاجز انسان۔ اس لئے وہ غفلت میں چھوڑے گئے ہیں۔ میں تمہیں دنیا کے کسب اور حرفت سے نہیں روکتا۔ مگر تم ان لوگوں کے پیرو مت بنو۔ جنہوں نے سب کچھ دنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے۔ چاہئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو۔ خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے۔ لیکن نہ صرف خشک ہونٹوں سے بلکہ چاہئے کہ تمہارا یہی عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے ہی اترتی ہے تم راستباز اس وقت بنو گے جبکہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت ہر ایک مشکل کے وقت قبل اس کے جو تم کوئی تدبیر کرو اپنا دروازہ بند کرو۔ اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمیں یہ مشکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما تب روح القدس تمہاری مدد کرے گی۔ اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لئے کھولی جائیگی۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور جو لوگ خدا سے بکلی علاقہ توڑ چکے ہیں۔ اور ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہیں۔ یہانتک کہ طاقت مانگنے کیلئے وہ منہ سے انشاء اللہ بھی نہیں نکالتے۔ ان کے پیرو مت بنو۔ خدا تمہاری آنکھیں کھولے تا تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قایم رہ سکتی ہیں نہیں! بلکہ یکدفعہ گریں گی۔ اور احتمال ہے کہ ان سے کئی خون بھی ہو جائیں۔ اسی طرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قایم نہیں رہ سکتیں اگر تم اس سے مدد نہیں مانگو گے اور اس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہیں ٹھیراؤ گے۔ تو تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو گی۔ آخر بڑی حسرت سے مرو گے یہ مت خیال کرو کہ پھر دوسری قومیں کیونکر کامیاب ہو رہی ہیں۔ حالانکہ وہ اس خدا کو جانتی بھی نہیں جو تمہارا کامل اور قادر خدا ہے اسکا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چھوڑنے کیوجہ سے دنیا کے امتحان میں ڈالی گئی ہیں۔ خدا کا امتحان کبھی اس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اسے چھوڑتا ہے اور دنیا کی مستیوں اور لذتوں سے دل لگاتا ہے اور دنیا کی دولتوں کا خواہشمند ہوتا ہے تو دنیا کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں۔ اور دین کے رو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے۔ اور آخر دنیا کے خیالات میں ہی مرتا ہے اور ابدی جہنم میں ڈالا جاتا ہے اور کبھی اس رنگ میں بھی امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے بھی نامراد رکھا جاتا ہے۔ مگر مؤخر الذکر امتحان ایسا خطرناک نہیں جیسا کہ پہلا۔ کیونکہ امتحان والا زیادہ مغرور ہوتا ہے۔ بہرحال یہ دونوں فریق مغضوب علیہم ہیں۔ سچی خوشحالی کا سرچشمہ خدا ہے۔ پس جب اس حی و قیوم خدا سے یہ لوگ بیخبر ہیں۔ بلکہ لاپرواہ ہیں۔ اور اس سے منہ پھیر رہے ہیں۔ تو سچی خوشحالی ان کو کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔ مبارک وہ انسان کو جو اس راز کو سمجھ لے۔ اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اس راز کو نہیں سمجھا۔ اسی طرح تمہیں چاہئے کہ اس دنیا کے فلسفیوں کی پیروی مت کرو۔ اور ان کو عزت کی نگاہ سے مت دیکھو کہ یہ سب نادانیاں ہیں۔ سچا فلسفہ وہ ہے۔ جو خدا نے تمہیں اپنی کلام میں سکھایا ہے۔ ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو اس دنیوی فلسفہ کے عاشق ہیں۔ اور کامیاب ہیں وہ لوگ جنہوں نے سچے علم اور فلسفہ کو خدا کی کتاب میں ڈھونڈا۔ نادانی کی راہیں کیوں اختیار کرتے ہو۔

۵ خدا کسی کام میں عاجز نہیں آتا۔ ہاں خدا کی کتاب نے دعا کے بارہ میں یہ قانون پیش کیا ہے کہ وہ نہایت رحم سے نیک انسان کیساتھ دوستوں کیطرح معاملہ کرتا ہے یعنے کبھی تو اپنی مرضی کو چھوڑ کر اسکی دعا سنتا ہے جیسا کہ خود فرمایا ادعونی استجب لکم۔ اور کبھی کبھی اپنی مرضی ہی منوانا چاہتا ہے جیسا کہ فرمایا ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ایسا ہی اسلئے کیا کہ تا کبھی انسان کی دعا کے موافق اس سے معاملہ کرکے یقین اور معرفت میں اس کو ترقی دے۔ اور کبھی اپنی مرضی کے موافق کرکے اپنی رضا کی اسکو خلعت بخشے اور اس کا مرتبہ بڑھا دے اور اس سے محبت کرکے ہدایت کی اہسل میں[۴]

۴ اس کو ترقی دیوے۔ منہ

کیا تم خدا کو وہ باتیں سکھلاؤ گے جو اُسے معلوم نہیں۔ کیا تم اندھوں کے پیچھے دوڑتے ہو کہ وہ تمہیں راہ دکھلاویں۔ **اے نادانو!** وہ جو خود اندھا ہے وہ تمہیں کیا راہ دکھائیگا! بلکہ سچا فلسفہ روح القدس سے حاصل ہوتا ہے۔ جسکا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ تم روح کے وسیلہ سے ان پاک علوم تک پہونچائے جاؤ گے۔ جن تک غیروں کی رسائی نہیں اگر صدق سے مانگو تو آخر تم اُسے پاؤ گے۔ تب سمجھو گے کہ یہی علم ہے جو دل کی تازگی اور زندگی بخشتا ہے۔ اور یقین کے مینار تک پہونچا دیتا ہے۔ وہ جو خود مردار خوار ہے وہ کہاں سے تمہارے لئے پاک غذا لائیگا۔ وہ جو خود اندھا ہے۔ وہ کیونکر تمہیں دکھا دیگا۔ ہر ایک پاک حکمت آسمان سے آتی ہے۔ پس تم زمینی لوگوں سے کیا ڈھونڈتے ہو۔ جنکی روحیں آسمان کیطرف جاتی ہیں۔ وہی حکمت کے وارث ہیں۔ جنکو خود تسلی نہیں وہ کیونکر تمہیں تسلی دے سکتے ہیں مگر پہلے دلی پاکیزگی ضروری ہے پہلے صدق و صفا ضروری ہے پھر اس کے بعد یہ سب کچھ تمہیں ملیگا۔ یہ خیال مت کرو۔ کہ خدا کی وحی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے۔ اور روح القدس اب اتر نہیں سکتا۔ بلکہ پہلے زمانوں میں ہی اُتر چکا۔ اور میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر یک دروازہ بند ہو جاتا ہے مگر روح القدس کے اترنے کا کبھی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ تم اپنے دلوں کے دروازے کھولدو۔ تاکہ وہ ان میں داخل ہو۔ تم اس آفتاب سے خود اپنے تئیں دور ڈالتے ہو جبکہ اس شعاع کے داخل ہونے کی کھڑکی کو بند کرتے ہو۔ اے نادان اُٹھ اور اس کھڑکی کو کھولدے۔ تب آفتاب خود بخود تیرے اندر داخل ہو جائیگا۔ جبکہ خدا نے دنیا کے فیضوں کی راہیں اس زمانہ میں تم پر بند نہیں کیں۔ بلکہ زیادہ کیں تو کیا تمہارا ظن ہے کہ آسمان کے فیوض کی راہیں۔ جنکی اسوقت تمہیں بہت ضرورت تھی۔ وہ تم پر اس نے بند کر دی ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ بہت صفائی سے وہ دروازہ کھولا گیا ہے۔ اب جبکہ خدا نے اپنی تعلیم کے موافق جو سورۃ فاتحہ میں سکھلائی گئی گذشتہ تمام نعمتوں کا تم پر دروازہ کھولدیا ہے تو تم کیوں ان کے لینے سے انکار کرتے ہو۔ اس چشمہ کے پیاسے بنو کہ پانی خود بخود آ جائیگا۔ اس دودھ کے لئے تم بچہ کیطرح رونا شروع کرو۔ کہ دودھ پستان سے خود بخود اُتر آئیگا۔ رحم کے لایق بنو تا تم پر رحم کیا جائے اضطراب دکھلاؤ تا تسلی پاؤ۔ بار بار چلاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑ لے کیا ہی دشوار گذار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے۔ پر اُن کے لئے آسان کیجاتی ہے جو مرنے کے نیت سے اس اتھاہ گڑھے میں پڑتے ہیں وہ اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں۔ کہ ہمیں آگ منظور ہے ہم اس میں اپنے محبوب کیلئے جلیں گے۔ پھر وہ آگ میں اپنے تئیں ڈال دیتے ہیں۔ پس کیا دیکھتے ہیں۔ کہ وہ بہشت ہے یہی ہے جو خدا نے فرمایا **وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا** الخ یعنے اے بدو اور اے نیکو تم میں سے کوئی بھی نہیں جو جہنم کی آگ پر گذر نہ کرے مگر وہ جو خدا کے لئے اس آگ میں پڑتے ہیں وہ نجات دیئے جاینگے۔ لیکن وہ جو اپنے نفس امارہ کیلئے آگ پر چلتا ہے۔ وہ آگ اُسے کھا جائیگی۔ پس مبارک وہ جو خدا کیلئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں۔ اور بدبخت وہ جو اپنے نفس کیلئے خدا سے جنگ کر رہے ہیں۔ اور اس سے موافقت نہیں کرتے۔ جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے۔ وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اس کے لئے پکڑے نہ جاؤ۔ کیونکہ ایک ذرہ بدی کا بھی قابل پاداش ہے۔ وقت تھوڑا ہے اور کار عمر ناپیدا تیز قدم اُٹھاؤ جو شام نزدیک ہے۔ جو کچھ پیش کرنا ہے وہ بار بار دیکھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے۔ اور زیانکاری کا موجب ہو۔ یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لایق نہ ہو۔

میں نے سنا ہے کہ بعض تم میں سے حدیث کو بکلی نہیں مانتے اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو سخت غلطی کرتے ہیں۔ میں نے یہ تعلیم نہیں دی کہ ایسا کرو۔ بلکہ میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں جو تمہاری ہدایت کیلئے خدا نے تمہیں دی ہیں۔ سب سے اول قرآن شریف ہے[1]۔ جس میں خدا کی توحید اور جلال اور عظمت کا ذکر ہے۔ اور جس میں ان اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جو یہود اور نصاریٰ میں تھے۔ جیسا کہ یہ اختلاف اور یہ غلطی کہ عیسے ابن مریم صلیب کے ذریعہ قتل کیا گیا۔ اور وہ لعنتی ہوا۔ اور دوسرے نبیوں کیطرح اس کا رفع نہیں ہوا۔ اسی طرح قرآن میں منع کیا گیا ہے۔ کہ بجز خدا کے تم کسی چیز کی عبادت کرو نہ انسان کی نہ حیوان کی نہ سورج کی نہ چاند کی۔ اور نہ کسی اور ستارہ کی۔ اور نہ اسباب کی۔ اور نہ اپنے نفس کی۔ سو تم ہوشیار رہو۔ اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اُٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے۔ ایک چھوٹے سے بھی حکم کو ٹالتا ہے۔ وہ نجات دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ **الخیر کلہ فی القرآن**۔ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں۔ جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی۔ اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی۔ تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دیجاتی۔ تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا۔ تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کیطرح تھی

[1] قرآن شریف پر شریعت ختم ہو گئی مگر وحی ختم نہیں ہوئی کیونکہ وہ سچے دین کی جان ہے جس دین میں وحی الہی کا سلسلہ جاری نہیں وہ دین مُردہ ہے۔ اور خدا اس کے ساتھ نہیں۔ منہ +

[2] دوسرا ذریعہ ہدایت کا سنت ہے۔ یعنے وہ پاک نمونے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل اور عمل سے دکھلائے۔ مثلاً نماز پڑھ کے دکھلائی۔ کہ یوں نماز چاہیئے۔ اور روزہ رکھکر دکھلایا کہ یوں روزہ چاہیئے اسکا نام سنت ہے یعنے روش نبوی جو خدا کے قول کو فعل کے رنگ میں دکھلاتے رہے سنت اسی کا نام ہے تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے جو آپ کے بعد آپ کے اقوال جمع کئے گئے۔ اور حدیث کا رتبہ قرآن اور سنت سے کمتر ہے۔ کیونکہ اکثر حدیثیں ظنی ہیں۔ لیکن اگر ساتھ سنت ہو تو وہ اس کو یقینی کر دے گی۔ منہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آخری باتیں

اس عنوان کے نیچے اس نمبر میں ان امور کا ذکر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آخری باتوں کے ذیل میں آ سکتی ہیں۔ (ایڈیٹر)

قادیان میں آخری وحی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۸ء کو لاہور تشریف لے گئے۔ اسی روز بوقت ۸ بجے صبح کے آپ پر یہ وحی نازل ہوئی۔ جو آپ کی وفات پر دلالت کرتی تھی۔

مباش ایمن از بازیٔ روزگار اس کے بعد قادیان کوئی موقعہ ملا کہ آپ پر اللہ تعالےٰ کا کلام نازل ہو۔ اس لئے قادیان میں یہ آخری وحی تھی۔

سب سے آخری وحی

لاہور میں آپ پر اللہ تعالےٰ نے سب سے آخری کلام جو نازل فرمایا وہ ۱۷۔ مئی ۱۹۰۸ء کو ان الفاظ میں ہوا۔ **انی مع الرسول اقوم** یہ اس دن کا واقعہ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور کی تعلیم یافتہ جماعت اور رؤسا لاہور کو تبلیغ فرمانا چاہتے تھے - ۱۶ - مئی ۱۹۰۸ء کی رات کو آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی - اور ۱۷ کی صبح کو آپ میں طاقت نہ تھی کہ تقریر کر سکیں - لیکن جب یہ الہام ہوا - تو آپ وعدہ الٰہی کے موافق طاقت پا کر کھڑے ہوئے - اور ایک زبردست تقریر فرمائی - اس سے پہلے جو الہامات حضرت مسیح موعود کو ہوئے وہ بھی آپ کی وفات پر دلالت کرتے تھے الرحیل ثم الرحیل - وَ الموت قریب +

حضرت اقدس کی آخری تقریر لاہور میں

لاہور میں جو تقریر آپنے سب سے آخری اور جو ۲۵ - مئی ۱۹۰۸ء قبل عصر کو فرمائی - اس کے بعد آپ کو کسی تقریر کا موقعہ نہیں ملا -

مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے حضرت اقدس کی خدمت میں بذریعہ اپنے کسی اپنے خاص قاصد ایک خط بھیجا جس میں بعض مسایل مختلفہ فیہ پر زبانی گفتگو کرنے کی اجازت چاہی - اور وعدہ کیا کہ میں بہت نرمی اور پاس ادب سے گفتگو کرونگا - حضرت اقدس نے قبل عصر حضرت مولانا مولوی سیّد محمد احسن صاحب سے ان کے متعلق دریافت کیا - کہ وہ اخلاق کے کیسے ہیں - مغضوب الغضب اور فوراً جوش میں آجانیوالے یا بھڑک اٹھنے والے طبیعت کے تو نہیں ہیں ؟ اس کے جواب میں بعض احباب نے عرض کیا کہ حضور ایسے تو نہیں - ان کی طبیعت میں نرمی پائی جاتی ہے - البتہ اگر بعض عوام کا ہجوم ان کے ہمراہ ہوگا - تو اندیشہ ہے - حضرت اقدس خود چونکہ پیغام صلح کے لکھنے میں مصروف تھے اور فرصت نہ تھی - اس لئے حضرت اقدس نے مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب سے فرمایا - کہ آپ ان کو خط کا جواب لکھ دیں - اصل خط انکا ہم بھیجدیں گے اور بے شک نرمی سے اور آہستگی سے ان سے ان مسایل میں گفتگو کریں - البتہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے ہمراہ سوا چار معزز اور شریف آدمیوں کے اور زیادہ ہجوم نہ ہو - اور آپ بھی علیحدگی میں بیٹھکر گفتگو کریں اس میں کوئی حرج کی بات نہیں - اسی دوران میں کسی دوست نے ان کا یہ عقیدہ پیش کیا کہ وہ حضرت عیسٰی کو سولی پر لٹکائے جانے کے ہی قایل ہیں - اور کہ وہ اپنے اس دعوے کی دلیل میں یہ آیت کریمہ اذ کففت بنی اسرآئیل الخ پیش کرتے ہیں - اس پر حضرت اقدس نے

فرمایا

خلاف تواتر امور محسوسہ مشہودہ کی پرواہ نہ کرکے ایسی ایک راہ اختیار کرنا جسکی کوئی بھی دلیل نہیں یہ عقل اور ایمان کے سراسر خلاف ہے - میں کوئی نئی بات پیش نہیں کرتا اور نہ ہی میں کسی ایسی بے دلیل بات کے منوانے کی کوشش کرتا ہوں - جسکا ثبوت اور بیّن شہادت میرے ہاتھ میں نہیں - میرے ساتھ میری شہادت کیواسطے ا وقت لاکھوں

لاکھوں انسان موجود ہیں - قوموں کی قومیں اپنی متواتر اور متفقہ شہادت پیش کر رہی ہیں - اگر کسی کو کوئی شک و شبہ ہو تو یہودی موجود ہیں - نصرانی موجود ہیں - ان سے پوچھ لو کہ ان کا اسبارہ میں کیا عقیدہ ہے - دونوں متخاصم موجود ہیں - ان سے پوچھ لو کہ آیا وہ بھی اس بات کے قایل ہیں جو تم پیش کرتے ہو - دیکھو تواتر توڑنا کو بغیر کسی زبردست دلیل اور حجت نیرہ کے توڑ دینا اور اسکی پرواہ نہ کرنا بہت بڑی بھاری غلطی ہے -

تعجب کی بات ہے اور یہ کیونکر ہو سکتا تھا - کہ کسی دوسرے آدمی کو پکڑ کر خواہ مخواہ بے قصور سولی پر چڑھا دیا جاوے اور وہ چوں بھی نہ کرے - اور دوہائی بھی نہ دیوے - کہ میں تمہارا ساتھی ہوں مجھے کیوں بے گناہ سولی پر چڑھاتے ہو - تمہارا اصل ملزم تو نکل گیا - اور میں جو کہ تمہارا ہی ساتھی ہوں یہ میرا نام فلاں فلاں ماں باپ کا بیٹا ہوں - یہ میرے رشتہ دار ہیں - مجھے کیوں مارتے ہو +

جان کا معاملہ اور عینی موت کا نقشہ نہ بننا ہے اصل ملزم بچایا جاتا ہے - ایک بے گناہ بے قصور بے تعلق آدمی سولی چڑھایا جاتا ہے - اور پھر تعجب یہ کہ بولتا تک نہیں یہ عجیب بات تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا +

علاوہ وحی اور علم غیب کے جو ہمیں خدا نے محض اپنے فضل سے بخشا - اور اپنا کلام جی طیبہ کا خاص فیضان جاری کرکے ہمیں اس نے ان امور میں حقیقی علم عطا کیا - ہمارا ضمیر اس کو ہرگز ہرگز قبول نہیں کرتا - کہ اتنی بھاری تواتر اور کروڑوں انسانوں کی متفقہ شہادت بالکل غلط ہے اور یہ سب جو سمجھے بیٹھے تھے ایک وہم تھا اور خیال غلط - دیکھو

تا نباشد چیزکے مردم نہ گویند چیزہا

میں نہیں سمجھتا کہ خدا کو ایسی کمزوری کی کیا ضرورت تھی - کیا وہ علی رؤس الاشہاد مسیح کو بچا لینے پر قادر نہ تھا - کہ اس کو ایسا ظلم روا رکھنا پڑا - اور ایک بیگناہ انسان کی جان خواہ مخواہ ہلاکت میں ڈالی -

قرآن اور حدیث کے خلاف ایک نئی راہ نکالکر پیش کرنا اسکا بار ثبوت مدعی کے ذمہ ہے +

میرا مطلب اس سے یہ ہے کہ یہ سب امور ایسے نہیں کہ آسانی سے ان کو رد کیا جاوے - قرآن شریف میں صرف لفظ توفی ہی کو لیکر دیکھ لو کہ بھلا کسی مقام پر اس کے معنے بجز موت کے کچھ اور بھی ہیں - یا مع جسم عنصری کے آسمان پر اٹھائے جانے کے ہیں ؟ یہی توفی کا لفظ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالے نے فرمایا ہے آیت کریمہ اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک غور کرکے دیکھو تو پھر یہی توفی کا لفظ ہے - جو حضرت یوسف کے حق میں وارد ہے - پھر ہماری سمجھ نہیں آتا کہ برخلاف نص قرآنی کے اور تمام انبیاء کے کیوں حضرت عیسٰی کو یہ خصوصیت دیجاتی ہے +

کتب احادیث میں قریباً ۳ سو مرتبہ یہی لفظ توفی کا آیا ہے مگر کہیں بھی بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے جانیکے معنے نہیں ہیں - جہاں دیکھو یہ لفظ موت ہی کے معنوں میں وارد ہوتا ہے +

اصل میں جو شخص طالب حق نہیں اور محض ایک قسم کی شیخی اور تکبر کیواسطے ایسی خواہش کرتا ہے - اس سے

مجھے بدبو آجاتی ہے

میں ایسے آدمی پر اپنا وقت ضایع نہیں کرنا چاہتا - جس کو حق کی سچی پیاس نہیں اور جسکی تڑپ خدا اور رسول کے دین کیواسطے نہیں ، بلکہ نفس کا بندہ اور نفس کی عزت و جاہ کے واسطے مرتا ہے +

میرے پاس اگر کوئی شخص طلب حق اور خدا جوئی کی پیاس اور سچی تڑپ لیکر آتا ہے - تو مجھے اس سے ایک قسم کی

خوشبو آجاتی ہے

اور پھر میں اس کے واسطے اپنے بازو بچھا دیتا ہوں - اور اس کو اپنی آنکھوں سے قبول کرتا ہوں - اور جہاں تک مجھ سے بن پڑتا ہے میں اسکی خدمت کو اپنا فخر سمجھتا ہوں - مگر ایک ناپاک دل انسان جس میں شرارت پوشیدہ ہوتی ہے - اور وہ حق جو نہیں - بلکہ دنیا طلب ہوتا ہے - تو ہمیں اس سے بدبو آجاتی ہے - اور پھر اس کے بعد ہم اس سے کلام کرنا ہی پسند نہیں کرتے +

خدا نے جس بات پر ہمیں قایم کیا ہے - وہ یہی ہے - کہ اللہ تعالے نے اپنی کتاب مجید میں حضرت مسیح کی موت کو صراحت سے ایک نہیں بلکہ بیسیوں مقام پر ظاہر کر دیا ہے - اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل سے شہادت دیدی کہ اس کو مردوں کے ذیل میں دیکھا اور کوئی لاامتیاز اس میں اور اس غیروں میں بیان نہیں فرماتا +

آج ہندوستان میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ مرتد صرف اسی بات سے ہو چکا ہے کہ نام کے مسلمانوں کے عقاید غلط سے عیسائیوں نے مسیح کی فضیلت ثابت کرکے اپنے مذہب سے ناواقف لوگوں کے سامنے اسے پیش کیا - اور ان کے اپنے ہی معتقدات میں سے ایسے ایسے الزام دیئے جنکا جواب ان میں سے کسی سے بھی نہ بن پڑا +

مگر یاد رکھو کہ اللہ تعالے نے اس کی کسی بھی خصوصیت کو قایم نہیں رہنے دیا - بلکہ ان کی ہر بات کا جواب دیکر خود ان کو ہی ملزم کیا ہے +

نصارٰے نے ایک عقیدہ پکڑا تھا - کہ حضرت عیسٰی چونکہ بن باپ کے ہیں لہذا یہ خصوصیت ان کی خدائی کی پختہ دلیل ہے - اور یہ ان کا مسلمانوں پر ایک بھاری اعتراض تھا - اور اس سے وہ حضرت عیسٰی میں ایک خصوصیت ثابت کرکے ان کی خدائی کی دلیل پکڑتے تھے - تو اللہ تعالے نے اس کے جواب میں ان کا یوں منہ توڑا اور اس کا رد یوں بیان کیا کہ ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل اٰدم الخ یعنے اگر حضرت کی پیدایش اعجازی رنگ میں پیش کرکے تم اس کی

خدائی کی دلیل ٹھہراتے ہو تو پھر آدم بطریق اولے خدا ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ اس کا نہ باپ نہ ماں ۔ اس طرح سے اول آدم کو بڑا خدا مان لو پھر اسباب کو عیسےٰ کی خدائی کی دلیل ٹھہرانا ۔ پس اسطرح سے اللہ تعالےٰ نے اس استدلال کو غلط ثابت کر دیا ۔ غرض نصاریٰ کے مسیح کو بن باپ کی پیدائش سے ان کی خدائی کی دلیل اور استدلال پکڑنے کو اللہ تعالےٰ نے

آدم کی نظیر پیش کرکے

باطل ٹھہرا دیا +

ایک دوسری دلیل نصاریٰ نے مسیح کی خدائی کی یہ پیش کی تھی کہ وہ **زندہ ہیں** اور معہ جسم عنصری آسمان پر خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھے ہیں ۔ اور اس امر کیلئے انہوں نے مسیح کی ایک خصوصیت ثابت کرکے اسی کو انکی خدائی کی ایک زبردست دلیل کے طور پر پیش کیا ہے ۔ اب ہمیں کوئی بتا دے کہ اگر توفی کے معنے معہ جسم عنصری کے آسمان پر ہی اٹھائے جانے کے ہیں اور ان کے معنے حضرت عیسےٰ کیلئے موت کے نہیں ۔ تو پھر نصاریٰ کے اس اعتراض کا قرآن نے کہاں جواب دیا ہے ؟ یا جس طرح ان کی دلیل اول کو ایک نظیر پیش کرکے توڑا تھا ۔ اسی طرح کہیں سے ہمیں یہ ہی نکال کر بتاؤ کہ حضرت مسیح سے پہلے یا پیچھے اور کوئی ایسی ہی نظیر پائی جاتی ہے ۔ اور اگر کوئی نظیر نہیں تو یاد رکھو کہ

اسلام آج بھی گیا اور کل بھی گیا !

نصاریٰ نے تم کو خود تمہارے عقیدے سے ملزم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم خود حضرت عیسےٰ کو زندہ اور بجسم عنصری آسمان پر مانتے ہو حالانکہ تمہارے رسول تو خاک مدینہ میں مدفون ہیں ۔ اب بتاؤ کون افضل ہے ۔ عیسےٰ یا محمدؐ ؟ افسوس ہے ان نام کے مسلمانوں پر کہ اپنی ناک کاٹنے کیواسطے آپ ہی دشمن کے ہاتھ میں چھری دیتے ہیں ۔

یاد رکھو کہ اگر خدا تعالےٰ کا یہی منشا ہوتا اور قرآن و حدیث میں حقیقتاً یہی امر اس نے بیان کیا ہوتا کہ واقع میں حضرت مسیح زندہ ہیں اور وہ جسم عنصری آسمان پہ بیٹھے ہیں اور یہ عقیدہ بھی حضرت مسیح کے بن باپ کے پیدا ہونے کیطرح خدا کے نزدیک سچا عقیدہ ہوتا تو ضرور تھا کہ اللہ تعالےٰ اس کی بھی کوئی نہ کوئی نظیر پیش کرکے قوم نصاریٰ کو اس امر کے حضرت عیسیٰ کی خدائی کی دلیل پکڑنے سے بند اور لاجواب کر دیتا ؟ مگر خدا تعالےٰ کے اس امر کی دلیل پیش نہ کرنے سے صاف عیاں ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ہرگز ہرگز یہ منشا نہیں جو تم محض افترا سے خدا کے کلام پہ تھوپ رہے ہو ۔ بلکہ توفی کا لفظ خدا تعالےٰ نے محض موت ہی کے معنوں کے واسطے وضع کیا ہے ۔ اور یہی حقیقت اور اصل حال ہے × دیکھو ہر ایک خصوصیت جو کہیں کسی خاص شخص کے متعلق بیان کی گئی ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے اسکا ضرور جواب دیا ہے مگر کیا وجہ کہ اتنی بڑی خصوصیت کا کوئی جواب نہ دیا ۔ خصوصیت ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے شرک پیدا ہوتا ہے ۔ فقط

یہ حضرت اقدس ع کی زندگی میں آپ کی آخری تقریر ہے جو آپ نے بڑے زور اور خاص جوش سے فرمائی ۔ دوران تقریر میں آپ کا چہرہ اس قدر روشن اور درخشاں ہوگیا تھا کہ حضرت کیطرف نظر اٹھا کر دیکھا بھی نہیں جاتا تھا ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر میں ایک خاص اثر اور جذب تھا رعب ۔ ہیبت ۔ اور جلال اپنے کمال عروج پر تھا ۔ بعض خاص خاص تحریکات اور موقعوں پر حضرت اقدس کی شان دیکھنے میں آئی ہوگی ۔ جو آج کے دن تھی ۔ اس تقریر کے بعد آپ نے کوئی تقریر نہیں فرمائی +

آخری نظم

از ڈاکٹر احمد حسین صاحب لائلپوری جو ۱۶ ۔ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور پڑھی گئی اس نظم کے بعد کوئی نظم حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور میں نہیں سنائی گئی !۔

یا رب قادیاں میں میرا مزار ہووے
اور میرا ذرہ ذرہ اس پر نثار ہووے
عبد الکریم یا رب جس جا ہوا ہے مدفون !
وہ خاک پاک میری دار القرار ہووے
اس میں مسیح آیا ۔ جس نے خدا دکھایا
اس پر خدا کی رحمت بس بیشمار ہووے
آیا تو مسیحا چودہ صدی کے سر پر
آمد پہ کیوں نہ تیرے فصل و بہار ہووے
تیرے لئے خدا نے لاکھوں نشاں دکھائے
پھر کیوں نہ تیرا دشمن دنیا میں خوار ہووے
قرآں میں خدا نے یہ لکھ دیا ہے پڑھ لو
گستاخ حق کا دشمن ہر جا پہ خوار ہووے
قرآں کتاب رحماں سکھلائے راہ عرفاں
اس کی دلیل سے دل حق پر نثار ہووے
قرآں ہی بتائی عیسےٰ کی خبر ہم کو
اس کے نزول کا پھر کیوں انتظار ہووے
شیطاں کو یا الٰہی دکھلا دے مار کر کے
مشکل یہی ہے بانی کشتی یہ پار ہووے
اے مہدی و مسیحا بہتر خدا سے دعا کر
رحمت خدا کی ہم پر بس بیشمار ہووے
یا رب قادیاں میں میرا مزار ہووے
اور میرا ذرہ ذرہ اس پر نثار ہووے

حضرت اقدس ع کی لاہور میں آخری پبلک تقریر

اتمام الحجۃ

انی مع الرسول اقوم ۔ وحی الٰہی ہے ۔ جو کہ ۱۷ ۔ مئی ۱۹۰۸ء کی صبح کو خدا کے برگزیدہ نبی خلیفۃ اللہ فی حلل الانبیاء حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی ۔ مذکورہ بالا عنوان کے نیچے حضرت اقدس علیہ السلام کی تقریر درج کیگئی ہے ۔ وہ تقریر اسی پاک کلام اور تسلی بخش روح افزا وحی کی برکت اور تاثیر کا نتیجہ ہے ۔ کیونکہ ۱۶ ۔ مئی ۱۹۰۸ء کو جو کہ اس تقریر سے پہلے کا دن تھا ۔ حضرت اقدس کی طبیعت بوجہ دست آجانیکے بہت کمزور ہوگئی تھی ۔ اور یہ امید نہ رہی تھی کہ حضرت اقدس ع جیساکہ ارادہ کیا گیا تھا ۔ اس دعوت کے موقعہ پر تقریر فرما سکیں گے ۔ چنانچہ اسی خیال سے آپ نے حضرت مخدومنا مولانا مولوی نور الدین خلیفہ کو حکم دیا کہ ان معزز مہمانوں کو کچھ سنا دیں مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد جب حضرت مولوی صاحب نے انکی تقریر کا ابتدائی حصہ شروع ہی کیا تھا ۔ آپ بذات خاص تشریف لے آئے ۔ اور برابر ساڑھے تین گھنٹہ تک بڑی پر زور پر تاثیر اور جامع تقریر فرمائی ۔ جسکی کہ آپ کی علیل طبیعت سے ہرگز امید نہ کیجا سکتی تھی ۔ مگر خدا کا پاک کلام "

انی مع الرسول اقوم

یعنے میں نے خود اپنے رسول کیساتھ اس کی تائید اور نصرت کے واسطے کھڑا ہوں کوئی بیفائدہ اور لغو کلام نہ تھا ۔ آخر اس خدا نے جس نے یہ کلام نازل کیا دکھا دیا کہ واقعی آپ کا کھڑا ہونا اور اتنی لمبی جامع اور پر جوش تقریر فرمانا خارق عادت اور خدا کی خاص تائید اور نصرت ہی کا نتیجہ تھا ۔ جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ تقریر شروع کرنے سے آدھ گھنٹہ پہلے آپ کی طبیعت کیسی تھی اور پھر آدھ گھنٹہ بعد انہوں نے کیا دیکھا ۔ وہ نظارہ مومنوں کے ایمانوں کی تازگی اور مخلصوں کے اخلاص کی ترقی کا باعث ہوا ۔

وہ آخری تبلیغ تھی

جو آپ نے پنجاب کے صدر مقام میں اہل اسلام کے چیدہ معزز اور تعلیم یافتہ رؤسا کو جمع کرکے پہونچائی ۔

بارہ بجے پر آپ نے فرمایا اگر آپ لوگ چاہیں تو میں اپنی تقریر بند کر دوں ۔ آپ کھانا کھالیں ۔ مگر آپ کی تقریر میں وہ دلربائی اور قوت جذب اور تاثیر خدا نے بھر رکھی تھی کہ لوگوں کو اس روحانی لذت نے جسمانی کھانے سے بھی بے پرواہ کر رکھا تھا ۔ تمام معزز سامعین نے بیکزبان ہو کر جواب میں یہی کہا کہ نہیں آپ تقریر فرماویں ۔ وہ کھانا تو روز کھاتے ہی ہیں ۔ آج روحانی غذا ہی سہی ۔ غرض

اس طرح پر حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی تقریر ایک بجے کے بعد ختم کی جو ان صفحات میں ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔ فقط

تکمیل التبلیغ!

و

اتمام الحجۃ

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

۲۷ مئی ۱۹۰۸ء۔ ۱۱ بجے صبح سے ایک بجے دوپہر تک

مجھے اسوقت اس بات کا اظہار ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ہمیں تین قسم کا شکر کرنا چاہیئے۔ سب سے مقدم اللہ کا شکر ہے۔ جس نے ہمیں زندگی دی صحت دی۔ تندرستی بخشی۔ امن دیا اور اشاعت دین کے لئے سامان مہیا کر دیئے۔ اور حقیقتاً سچی بات یہ ہے کہ اگر خدا تعالےٰ کی ان نعمتوں کا شمار کرنا چاہیں تو ہرگز ممکن نہیں کہ اس خدا کی مہربانیوں اور احسانوں کا شمار کر سکیں اس کے انعامات ہر دو روحانی اور جسمانی رنگ میں محیط ہیں اور جیساکہ سورۃ فاتحہ میں جو کہ سب سے پہلی سورۃ ہے اور تمام قرآن شریف اسی کی شرح اور تفسیر ہے اور وہ پنجوقتہ نمازوں میں بار بار پڑھی جاتی ہے اس کا نام ہے ربّ العالمین۔ یعنے ہر حالت اور ہر جگہ پر اسی کی ربوبیت سے انسان زندگی اور ترقی پاتا ہے۔ اور اگر نظر تعمق سے دیکھا جاوے تو حقیقت میں انسانی زندگی کا بقا اور آسودگی اور آرام راحت و چین اسی صفت الٰہی سے وابستہ ہے اگر اللہ تعالےٰ اپنی صفت رحمانیت کا استعمال نہ کرے اور دنیا سے اپنی رحمانیت کا سایہ اٹھالے تو دنیا تباہ ہو جاوے پھر اس سورۃ میں اللہ تعالےٰ نے اپنا نام رحمان اور رحیم رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کی صفت رحمان اور رحیم میں فرق بیان کر دوں:۔

سو یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی اس رحمت کا نام جو بغیر کسی عوض یا انسانی عمل محنت اور کوشش سے انسان کے شامل حال ہوتی ہے رحمانیت ہے۔ مثلاً اللہ تعالےٰ نے نظام دنیا بنا دیا۔ سورج پیدا کیا۔ چاند بنایا۔ ستارے پیدا کئے۔ ہوا۔ پانی اناج بنائے۔ ہماری طرح طرح کی امراض کیواسطے شفا بخش دوائیں پیدا کیں۔ غرض اسی طرح کے ہزاروں ہزار انعامات ایسے ہیں کہ بغیر ہمارے کسی عمل یا محنت و کوشش کے اس نے محض اپنے فضل سے پیدا کر دیئے ہیں۔ اگر انسان ایک عمیق نظر سے دیکھے تو لاکھوں انعامات ایسے پائیگا اور اس کو کوئی انکار نہ بنیگی اور ماننا پڑیگا کہ وہ انعامات اور سامان راحت جو ہمارے وجود سے بھی پہلے کے ہیں۔ بھلا وہ ہمارے کس عمل کا نتیجہ ہیں۔ دیکھو یہ زمین اور یہ آسمان اور ان میں کی تمام چیزیں اور خود ہماری بناوٹ اور وہ حالت کہ جب ہم ماؤں کے پیٹ میں تھے اور اس وقت کے تو اسے یہ سب ہمارے کس عمل کا نتیجہ ہیں۔ میں ان لوگوں کا یہاں بیان نہیں کرنا چاہتا جو تناسخ کے قائل ہیں۔ [illegible] اتنا بیان کئے بغیر رہ بھی نہیں سکتا کہ اللہ تعالےٰ کے بے انتہا لاتعداد اور لاتعداد انعام اور فضل ہیں کہ ان کو

کسی ترازو میں وزن نہیں کر سکتے۔

بھلا کوئی بتائے تو سہی کہ یہ انعامات کہاں کمایا۔ سورج بنایا۔ زمین بنائی۔ اور ہماری تمام ضروریات ہماری پیدائش سے بھی پہلے مہیا کر دیں یہ کل انعامات [illegible] کے ساتھ وزن کریگا [illegible] ضرورت کی حد سے بڑھ [illegible] رحمان ہے اور اس کے لاکھوں فضل [illegible] کیوجہ سے ہم [illegible] کسی گذشتہ عمل کا نتیجہ نہیں ہیں۔ اور [illegible] ان امور کو اپنے کسی گذشتہ عمل کا نتیجہ خیال کرتے ہیں۔ وہ محض کوتہ اندیشی اور جہالت کیوجہ سے ایسا کہتے ہیں۔ خدا کا فضل اور رحمانیت ہماری روحانی [illegible] اور کوئی [illegible] نہیں [illegible] الرحیم [illegible] انسان [illegible] محنت اور کوشش [illegible] ہے۔ ایک [illegible] اس کے مقابل میں [illegible] اور کوشش کو ضایع نہیں کرتا [illegible] پرورش کرنے [illegible] دونوں [illegible] اگر [illegible] قوتیں ہی [illegible] جسمانی [illegible] فضل و کرم اور انعام [illegible] اور پھر ان میں ترقی [illegible] مالک یوم الدین [illegible] ہم روز مرہ مشاہدہ کرتے ہیں [illegible] روز نہ بگڑا اچھا ہو [illegible] اور زندہ میں جا پڑیگا۔ اور اپنے کئے کی سزا بھگتیگا۔ یہی حال زانی مفرور چور اور طرح طرح کے فسق و فجور میں بے شرمانہ زندگی بسر کرنیوالوں کا ہے۔ کہ ایک خاص وقت تک خدا کی شان ستاری انکی پردہ پوشی کرتی ہے۔ آخر وہ طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور دکھوں میں مبتلا ہو کر ان کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ اور یہ اس اخروی دوزخ کی سزا کا نمونہ ہے۔ اس طرح سے جو لوگ سرگرمی سے نیکی کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے احکام کی پابندی اور فرمانبرداری انکی زندگی کا اعلےٰ فرض ہوتا ہے۔ تو خدا ان کی نیکی کو بھی ضایع نہیں کرتا۔ اور مقررہ وقت پر انکی نیکی بھی پھل لاتی اور بار دار ہو کر دنیا میں ہی ان کیواسطے ایک نمونہ کے طور پر بہشتی جنت حاصل کر دیتی ہے:۔ تو مثل جیسے بھی بدیوں کا ارتکاب کرنیوالے فاسق فاجر شرابخور اور زانی ہیں۔ ان کو خدا کا اور روز جزا کا خیال آنا تو درکنار۔ اسی دنیا میں ہی اپنی صحت۔ تندرستی۔ عافیت۔ اور اعلیٰ قویٰ کھو بیٹھتے ہیں۔ اور پھر بڑی حسرت اور مایوسی سے ان کو زندگی کے دن پورے کرنے پڑتے ہیں۔ سل۔ دق۔ سکتہ۔ رعشہ اور اور خطرناک امراض ان کے شامل حال ہو کر مرنے سے پہلے ہی مرے ہوئے اور ناکارہ رہتے وقت اور قبل از وقت موت کا لقمہ بنجاتے ہیں۔

• پس انسان کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کے احسانات اور انعامات کا جو اس نے انسانی تربیت اور تکمیل کیواسطے مہیا کئے ہیں۔ ان کا خیال کرکے اسکا شکریہ ادا کرے اور غور کرے کہ کتنے قوا اسے اس کو کس نے عطا کئے ہیں۔ انسان شکر کرے یا نہ کرے یہ اس کی مرضی ہے۔ مگر اگر فطرت سلیم رکھتا ہے اور سوچکر دیکھیگا۔ تو اس کو معلوم ہوگا کہ کیا ظاہری اور کیا باطنی ہر قسم کے قوی اللہ تعالےٰ ہی کے دیئے ہوئے اور اسی کے تصرف میں ہیں چاہے تو ان کو شکر کی وجہ سے ترقی دے اور چاہے تو ایک ناشکری کی وجہ سے ایکدم میں ضایع کر دے۔ غور کا مقام ہے کہ اگر یہ تمام قوی خود انسان کے اپنے اختیار اور تصرف میں ہوں۔ تو کون ہے؟ کہ اسکا مرنے کو جی چاہے۔ انسان کا دل دنیا کی محبت کی گرمی کیوجہ سے آخرت سے بیفکری و سرد مہری اختیار کر لیتا ہے۔ غافل انسان ایسا نادان ہے کہ اگر اس کو خدا سے پروانہ بھی آجاوے کہ تمہیں بہشت ملیگا۔ آرام ہوگا۔ اور طرح طرح کے میوے اور نہریں عطا ہوں گی۔ تمہیں اجازت ہے اور تمہاری اپنی خواہش اور خوشی پر منحصر ہے کہ چاہئے ہمارے پاس آجاؤ اور چاہے تو دنیا ہی میں رہو تو یاد رکھو کہ بہت سے لوگ ایسے ہوں گے۔ کہ وہ اس دنیا کے گذارہ ہی کو پسند کریں گے اور با وجود طرح طرح کی تلخیوں اور مشکلات کے اسی دنیا کو پسند کریں گے۔

دیکھو عمر کا بھروسہ نہیں زمانہ بڑا ہی نازک آگیا ہے۔ آپ لوگ دیکھتے ہوں گے۔ کہ ہر سال کئی دوست اور کئی دشمن کئی عزیز اور کئی پیارے بھائی اور بہنیں اس دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔ اور ہیں سے کوئی عزیز سے عزیز اور قریبی سے قریبی رشتہ دار انسان کے مشکلات کا سہارا دینے والا نہیں ہو سکتا مگر باایں ہمہ انسان جسقدر محنت اور کوشش اور مجاہدہ ان کے واسطے اور اپنے دنیوی امور کیواسطے کرتا ہے۔ وہ بمقابلہ خدا کے بہت ہی بڑھا ہوا ہے۔ خدا کی عبادت اور فرمانبرداری اور اسی کی راہ میں کوشش اور سوز و گداز بہت کچھ نابود ہو کر اعتدال نہیں کیا گیا۔ دنیا حد اعتدال سے باہر ہو چکی ہے دنیوی کاروبار میں ترقی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ترقی ہو رہی ہے مگر بھلا کسی نے ایسی کوشش بھی کی ہے کہ ایکدن اس کی موت کا مقرر ہے۔ اس سے یہ خود اپنے آپ کو یا کوئی دوسرا شخص اس کو باز رکھ سکے یا بچا سکے ہرگز نہیں۔ بلکہ اگر کوئی موت کے یاد دلانیوالا ہوگا۔ تو اس کی بھی پرواہ نہ کریں گے۔ اور ہنسی ٹھٹھے میں ٹال دیں گے اکثر انسان بہت ہی غلطی پر ہیں۔

دیکھو یہ نہ سمجھنا۔ کہ ان باتوں سے میرا مطلب یہ ہے۔ کہ تم

تجارت نہ کرو یا کاروبار دنیا کو ترک کرکے بیٹھ جاؤ۔ عیال و اطفال جو تمہارے گلے میں پڑے ہوئے ہیں۔ انکی خبر گیری نہ کرو۔ یا بیوی بچوں اور بنی نوع انسان کے بعض حقوق جو تمہاری ذمہ واری میں داخل ہیں انکی پرواہ نہ کرو۔ نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کو بھی بجا لاؤ۔ اور خدا سے غافل نہ ہو جب تم اپنی دنیوی آئی اور فانی ضروریات میں اسقدر انہماک اور استغراق پیدا کرتے ہو تو خدا سے منہ نہ پھیر لینا۔ اور اس کی رضاجوئی اور خوشنودی کے حصول کے واسطے کوشش نہ کرنا اور خدا سے منہ پھیر لینا بالکل عقلمندی کا کام ہے۔ وہ خدا جس نے ابتدا میں پیدا کیا اور درمیانی حالات بھی اسی کے قبضہ اور تصرف میں ہیں اور انجام کار بھی اسی کی حکومت اور اسی کیواسطے پڑیگا اس خدا سے فارغ محض اور غافل ہوجانا اس کا نتیجہ ہرگز خیر نہیں ہوسکیگا۔

وہ خدا جس کے انعامات انسان کے ساتھ ہر حال میں شامل رہتے ہیں۔ اور وہ بیشمار اور بے اندازہ احسانات ہیں۔ اسی کا شکر کرتے رہنا بہت ضروری ہے۔ شکر اسی کو کہتے ہیں۔ کہ سچے دل سے اقرار کرے کہ واقعی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ایسی ہیں کہ بے شمار اور بے اندازہ ہیں۔

دوسری بات جو میں کہنا ہوں اور کہونگا۔ گو بعض لوگ اُسے ظاہری خیال یا بناوٹ یا کچھ سمجھیں اور وہ یہ ہے

کہ گورنمنٹ انگریزی کا احسان ہم مسلمانوں

پر بہت بڑا احسان ہے اور وہ اس قابل ہے کہ اسکا شکریہ ادا کیا جاوے۔ سوچکر دیکھو تو جاننے والے جانتے ہیں کہ اس عہد حکومت سے پہلے سکھوں کے زمانہ میں ہی ہم لوگوں پر کیسے کیسے مشکلات تھے۔ ہمارے ماں باپ دادا کی حالت کیسی خطروں میں گھری ہوئی تھی۔ اور احکام شرعیہ کا رواج تو بجائے خود اذان تک تو اونچی آواز سے کوئی کہہ نہ سکتا تھا۔ بلند آواز سے اذان کہنا ایک ایسا جرم تھا۔ جس کی سزا موت ہوتی تھی۔ کسی قسم کے حلال شرعیہ بھی استعمال نہ کئے جاسکتے تھے۔ بات بات پر انسان گاجر مولیوں کیطرح ذلت سے ہلاک کردیا جاتا تھا۔ مگر اب آج اس عہد حکومت میں کیسا امن کیسی آزادی ہے۔ کہ ہر ایک مسلمان بشرطیکہ اپنی نیت میں خرابی نہ رکھتا ہو تکمیل دین کیواسطے ہر کام کو آزادی سے ادا کرسکتا ہے۔ چاہے جس زور سے اذانیں کہو نمازیں پڑھو۔ اعمال بجالاؤ۔ علوم کی تحصیل کرو۔ یا کسی کا ردّ لکھو۔ خواہ خود عیسائیوں کا ردّ لکھو کوئی ناراضگی نہیں۔

ابھی چند روز کا ذکر ہے کہ جناب فنانشل کمشنر صاحب بہادر دورہ کرتے ہوئے قادیان میں تشریف لائے۔ ملاقات کیوقت انہوں نے بیان کیا کہ کیسی آزادی ہے کہ ہر ایک شخص ایک خاص حد تک جو قانون کی حد سے نہ نکلتی ہو آزادی سے خیالات کا اظہار کرسکتا ہے۔ کتابیں لکھ سکتا ہے تقریریں کرسکتا ہے۔ اگر کوئی متعصب ہوتا۔ تو عیسائیوں کے رد کرنیوالوں پر کم از کم سختی کیجاتی۔ غرض یہ امراس گورنمنٹ کی انصاف پسندی اور بے تعصبی کا ایک عمدہ نمونہ اور دلیل ہے۔ اگر مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ بات کو اس حد تک نہ پہونچا دیں کہ قانونی گرفت کے اندر آجائے اور جرم کی حد تک پہونچا دے۔ یاد رکھو کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر محسن کی قدر ناشناسی کرتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص بندے کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی نہیں کرسکتا۔

یاد رکھو کہ گورنمنٹ کی ناراضگی کیوجہ سے بغاوت ہوتی ہو۔ ورنہ جائز طور سے دینی معاملات کی انجام دہی اور امن کی زندگی گذارنے سے گورنمنٹ ہرگز کسی پر عتاب نہیں کرتی لیے صلحکاری امن پسندی اور انصاف شعاری کے اصول رکھنے والی گورنمنٹ کا شکریہ نہ کرنا ہی گناہ ہے۔ پس مسلمانوں پر عموماً اور ہماری جماعت پر خصوصاً واجب ہے۔ کہ اپنی مہربان گورنمنٹ کا شکریہ بھی کریں۔ اگر یہ گورنمنٹ سر پر نہ ہو تو پھر دیکھو کہ کیا حال ہوتا ہے۔ انسان کسطرح بیدریغ بھیڑ بکری کیطرح ذبح کئے جاتے ہیں۔ اس گورنمنٹ کی حکومت آئی تو اسپر کیا الزام یہ تو مشیت ایزدی ہے۔ اسی طرح واقعہ ہوئی تھی۔ مسلمان بادشاہوں نے اپنے فرائض کو چھوڑ دیا۔ عیش و عشرت میں پڑکر حکومت اور رعایا کی پرواہ نہ کی عورتوں کیطرح زیب و زینت میں مصروف ہوگئے۔ ریاست و ملک کے امور کو ترک کردیا خدا نے ان کو نااہل اور ان کو اہل پاک عنان حکومت انہی کے ہاتھ میں دیدی۔

یہ اگر کسی پر سختی کرتے بھی ہیں تو کسی وجہ سے البتہ اگر کسی معاملہ میں علم نہ ہو تو مجبوری ہے کیونکہ بے علمی کیوجہ سے تو ہر ایک انسان آدمی بھی غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ دیدہ دانستہ ظلم کو ہرگز پسند نہیں کرتے۔ بلکہ سلیم الطبع حکام بعض اوقات ظاہری امور کی پرواہ نہ کرکے اور ان کی تسلی نہ پانیکیوجہ سے مقدمات کی تہ نکالنے کیواسطے اور اصلیت دریافت کرنیکی غرض سے اکثر بڑی محنت اور جانفشانی اور سچی انصاف پسندی سے کام کرتے ہیں۔

ہمارا ہی ایک مقدمہ تھا جو کہ ایک معزز پادری نے ہم پر اقدام قتل کا کیا۔ کہ گویا ہم نے اس کے قتل کرنیکے واسطے آدمی بھیجا۔ عبدالحمید اسکا نام تھا۔ آٹھ نو آدمی گواہ بھی گذر گئے۔ وہی نہیں بلکہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب جو کہ مسلمانوں کے پیشوا کہلاتے ہیں۔ انہوں نے بھی ایسی ہی گواہی دی۔ جس منصف مزاج حاکم کی عدالت میں ہمارا مقدمہ تھا اسکا نام ڈگلس تھا۔ اس نے ان سب امور کے ہوتے ہوئے کہا کہ

کہ مجھ سے ایسی بدذاتی نہیں ہوسکتی

کہ اس طرح سے ایک بیگناہ انسان کو ہلاک کردوں۔ اور حالانکہ مقدمہ سشن سپرد کرنیکے لائق ہوگیا تھا۔ مگر اس نے پھر کپتان صاحب پولیس کو حکم دیا کہ اسکی اچھی طرح سے تحقیقات کیا دے چنانچہ آخر کار اسی عبدالحمید نے اقرار کیا کہ مجھے اصل میں ان پادریوں نے سکھایا تھا کہ میں ایسا کہوں۔ اصل میں کوئی بات نہیں۔ یہ معلوم کرکے وہ ایسا خوش ہوا۔ اور ہمیں اس کے تبسم سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایسا خوش ہے۔ جیسا کہ کسی کو بہت سا مال و دولت حاصل ہونے کی بھی اتنی خوشی نہیں ہوتی۔ اور آخر کار خود مجھے کہا کہ

مبارک ہو آپ بری کئے گئے!

اب بتایئے کہ اگر کسی مسلمان کی عدالت میں ایسا مقدمہ ہوتا تو وہ ایسا کرسکتا تھا؟ اور وہ اس طرح صفائی اور انصاف کی جستجو کرسکتا تھا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ہمیں تو حالات موجودہ کے ماتحت یہی امید پڑتی ہے۔ کہ اگر کسی مسلمان کے پاس ہمارا ایسا مقدمہ ہوتا۔ وہ ہمیں ضرور ہی خوار کرتا آٹھ نو گواہ گذر چکے تھے۔ مسل مکمل ہوچکی تھی۔ اب چھوڑتا تو کیونکر؟ مگر یہ قوم ہے کہ اس کو اسی انصاف کیوجہ سے ہر جگہ فتح نصیب ہوتی ہے۔ جب کوئی جسقدر انصاف اختیار کرتا ہے۔ اسیقدر روشن ضمیری بھی اُسے عطا کی جاتی ہے مخالفت دینی اور مذہبی اور رہے۔ اور حکومت اور چیز ہے۔ اگر عدالت کو مدنظر نہ رکھیں تو ایک دن میں یہ تختہ الٹ جاوے۔

مسلمانوں کا یہ خیال کہ ہمیں اعلیٰ اعلیٰ عہدے کیوں نہیں دیئے جاتے۔ یہ ان کی اپنی غلطی ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی کام جب تک پہلے آسمان پر نہ ہولے زمین پر ہرگز نہیں ہوتا خود نیک چلنی اختیار کرو۔ اور اپنی حالت کو سنوارو۔ اس قابل بنو کہ خدا کی نظر میں آسمان پر تم اس قابل ٹھہر جاؤ کہ تمہیں عزت مل سکیں تو پھر خود خدا تمہیں سب کچھ دیدیگا اپنی حالتوں کو بدلو تا خدا بھی تمہارے واسطے کوئی اور راہ بنا دے ورنہ یاد رکھو کہ خدا تمہیں چھوڑ دیگا۔ جب تک تم اپنی حالت کو نہیں سنوارو گے!

تیسرا مقام شکر کا یہ ہے کہ یہ خاص خدا کا فضل ہے کہ اس نے آپ لوگوں کے دلوں میں اس طرف توجہ ڈالی اور آپ لوگ یہاں تکلیف اٹھا کر تشریف لائے۔ خدا کرے کہ جسطرح ہم جسمانی طور سے مل بیٹھے ہیں۔ اور جسمانی ملاقات ہوئی ہے۔ اسی طرح ایکدن وہ بھی آوے

کہ روحانی طور سے بھی ہم مل بیٹھیں

خدا نے انسان کو زبان دی اور ایک دل بخشا ہے۔ صرف زبان سے کوئی فتح نہیں ہوسکتی۔ دلوں کو فتح کرنیوالا دل ہی ہوتا ہے۔ اور جو قوم صرف زبانی ہی زبانی جمع خرچ کرتی ہے۔ یاد رکھو کہ وہ کبھی بھی فتحیاب نہیں ہوسکتی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا نمونہ دیکھو کیا ان کے پاس کوئی ظاہری سامان تھے؟ ہرگز نہیں مگر پھر بھی اس بہ کہ وہ بے سرو سامان تھے اور دشمن کثیر اور ہر طرح کے سامان اُسے مہیا تھے۔ ان کو خدا نے کیسی کیسی بےنظیر کامیابیاں عطا کیں۔ کسی تاریخ میں ایسی کامیابی کی

کوئی نظیر ملتی ہے۔ تلاش کرکے دیکھ لو مگر لا حاصل۔ پس جو شخص خدا کو خوش کرنا چاہتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اسکی دنیا ٹھیک ہو جاوے۔ خود پاک دل ہو جاوے۔ نیک بنجاوے۔ اور اس کے تمام مشکلات حل اور دکھ دور ہو جاویں۔ اور اس کو ہر طرح کی کامیابی اور فتح و نصرت عطا ہو تو اس کے واسطے اللہ تعالےٰ نے ایک اصول بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ قد افلح من زکٰھا کامیاب ہو گیا با مراد ہو گیا۔ کیا وہ شخص جسنے کہ پاک کر لیا۔ تزکیہ نفس میں تمام برکات اور فیوض اور کامیابیوں کا راز نہاں ہے۔

فلاح صرف امور دینی ہی میں نہیں بلکہ دنیا و دین میں کامیابی ہو گی۔ نفس کی ناپاکی سے بچنے والا انسان کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ دنیا میں ذلیل ہو۔

میں یہ قبول نہیں کر سکتا کہ فلسفہ ہیئت اور سائنس کا ماہر ہونے سے تزکیہ نفس بھی ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں البتہ یہ مان سکتا ہوں کہ ایسے شخص کے دماغی قویٰ تیز اور اچھے ہو جاتے ہیں۔ ورنہ ان علوم کو روحانیت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ بعض اوقات یہ امور روحانی ترقی کی راہ میں ایک روک ہو جاتے ہیں۔ اور آخری نتیجہ اس کا بجز اس خوش قسمت کے کہ وہ فطرت سلیم رکھتا ہے اکثر کبر و نخوت ہی دیکھتا ہے۔ کبھی نیکی اور تواضع ان میں نہیں ہوتی۔

ایک اور امر قابل یاد رکھنے کے یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے اور قدرت میں داخل ہے کہ ہر چیز ضرورت سے پیدا ہوتی ہے جس طرح ظاہری طور سے ہم دنیوی امور میں ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں یہ لباس۔ خوراک۔ سواریاں۔ اور اور آلات معیشت جتنے بھی ہیں یہ تمام ضرورت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے روحانی امور میں بھی بہت سے امور ضرورت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور جب کبھی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ خدا کیطرف سے پوری کیجاتی ہے۔ ضرورت انسان کی روحانی جسمانی تمام امور میں راہ نما ہے۔ اور اسی سے حق و باطل میں امتیاز حاصل ہو سکتا ہے۔ جسطرح کوئی چیز بلا ضرورت اور بے فایدہ نہیں۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھکر ضرورت حقہ کے وقت یہ خیال کرنا کہ خدا نے اس وقت کوئی سامان پیدا نہیں کیا سخت غلطی ہے۔

اب ہمارا یہ زمانہ جس میں ہم موجود ہیں۔ کیا اندرونی اور کیا بیرونی طور سے اس میں اسقدر مفاسد بھرے ہوئے ہیں۔ کہ جس پہلو پر نظر ڈالو کوئی بھی خوش کن نہیں۔ بیرونی طور پر اسلام پر اس قدر حملے ہوئے ہیں اور اسلام نے اس قدر صدمے اٹھائے ہیں کہ بہت بڑا حصہ مسلمانوں کا ان سے متاثر ہو کر خود دین سے ہی ہاتھ دھو بیٹھا ہے پھر ان کے بعد ایک بہت حصہ مذبذب لوگوں کا پیدا ہو چکا ہے جن کو اسلام کے متعلق اطمینان حاصل نہیں۔ اور وہ بالکل کمزور ہیں۔ باقی یقین کامل رکھنے والے اور علیٰ وجہ البصیرت اسلام پر ایمان لانیوالے بہت ہی قلیل ہیں۔

کئی قسم کے حملے ہو رہے ہیں۔ منقولات کے اسلحہ اسلام پر چلائے جاتے ہیں۔ اور آریہ اور پادری لوگ اعتراضات برجہار کر رہے ہیں۔ اگرچہ وہ جانتے ہیں کہ خود وہ گندے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔ بلکہ نکتہ چینی کرنا سہل ہے۔ مگر خوبی بیان کرنا مشکل۔

علوم جدیدہ کا بھی ایک قسم کا اسلام پر حملہ ہے آجکل کی تعلیم۔ فلسفہ۔ طبعی۔ اور ہیئت بھی انسان کو ایک غلطی میں ڈالتی ہے۔ میں تجربہ سے دیکھ رہا ہوں کہ اکثر لوگ جنہوں نے خواہ مکمل طور سے ان علوم کو حاصل کیا ہو۔ خواہ ناقص طور سے وہ عموماً بے قید زندگی اختیار کر لیتے ہیں۔ اور پھر رفتہ رفتہ اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت بھی ان کے دلوں سے اٹھ جاتی ہے اور پھر نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ خود خدا سے بھی انکار کر بیٹھتے ہیں۔ ان کے کلام سے ہی ایک قسم کی بدبو آتی ہے اور وہ ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ

آج بھی ناستک گئے اور کل بھی گئے!

اور درحقیقت اس گروہ کا حملہ آریوں اور پادریوں کے حملوں سے بھی بڑھا ہوا ہے کیونکہ ان اعتراضات عموماً منقولات کے رنگ میں ہوتے ہیں۔ ان میں صدق و کذب کا احتمال ہوتا ہے۔ مگر یہ لوگ تو اپنا ذاتی تجربہ اور روزانہ مشاہدہ پیش کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسکا اثر بہت سخت اور برا پڑتا ہے۔

غرض سچی بات یہی ہے کہ اندرونی حملے بیرونی حملوں سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ اور خطرناک اور زہریلا اثر ڈالنے والے ہیں۔ سچ ہے **از ماست کہ بر ماست**۔ اصل میں یہ قصور تو مسلمانوں کا ہے۔ جنہوں نے اپنی سادہ لوح اولاد کو بغیر اس کے کہ ان کو قرآن اور اسلام کے ضروری علوم سے آگاہ کریں۔ ان مدرسوں اور کالجوں میں بھیجدیا مانا طلب علم ہر عورت مرد پر فرض ہے جیسا کہ حدیث **طلب العلم فریضۃ علےٰ کل مسلم و مسلمۃ** سے ظاہر ہے۔ مگر اول علوم دینیہ کا حصول فرض ہے۔ جب بچے علوم دینی سے پورے واقف ہو جاویں اور ان کو اسلام کی حقیقت اور نور سے پوری اطلاع ہو جاوے۔ تب ان علوم مروجہ کے پڑھانے کا کوئی حرج نہیں اصل میں ان مسلمانوں کی موجودہ روش بہت ہی خطرناک ہے۔ دیکھو پہلے ایک بازاری عورت کنجری بنا کر پھر توبہ کرائی جاوے۔ تو وہ کیسی توبہ کریگی؟ شراب بدکاری اور بے قید زندگی اسکی عادت ثانی ہو جاوے گی۔ تو اول تو اُسے توبہ کرنا ہی مشکل اور کرے بھی تو وہ کیسی توبہ ہو گی؟ اس کو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔ یہی حال ان لڑکوں کا ہے جنکو پہلے فلسفہ اور سائنس کے زہریلے علوم سکھا کر خود خدا کی ہستی پر ہی شبہات پیدا کرائے جاتے ہیں۔ اور پھر ان سے امید کیجاتی ہے۔ کہ وہ اسلام کے شیفتہ ہوں ہمارا یہ ایمان ہے۔ کہ

کوئی فلسفہ اور سائنس خواہ وہ اپنی اس موجودہ حالت سے ہزار درجہ ترقی کر جاوے مگر قرآن ایسی ایک کامل کتاب ہے کہ یہ نئے علوم اس پر غالب نہیں آسکتے۔ مگر اس شخص کی نسبت ہم کیونکر ایسی رائے قایم کر سکتے ہیں کہ جس کی نسبت ہمیں معلوم ہے۔ کہ اس کو علوم قرآن سے مس ہی نہیں اور اس نے اس طرف کبھی توجہ ہی نہیں کی بلکہ کبھی ایک سطر بھی قرآن شریف کی غور و تدبر سے نہیں پڑھی۔

مثال کے طور پر قرآن کی تعلیم روحانی کا ایک فلسفہ بیان ہوا ہے۔ جو بعد الموت اعمال کے نتیجہ میں انسان کو بہشت کے رنگ میں ملیگا جسکے نیچے نہریں چلتی ہونگی۔ بظاہر یہ ایک **قصہ ہے مگر قصہ نہیں گو کہ قصہ کے رنگ میں کہا گیا ہے**۔ اس کی حقیقت یہی ہے۔ کہ اس وقت کے لوگ علوم روحانی کے نہ جاننے کی وجہ سے نادان بچوں کیطرح تھے۔ ایسے باریک اور روحانی علوم کے سمجھانے کے واسطے انکے مناسب حال استعاروں سے کام لینا اور مثالوں کے ذریعہ سے اصل حقیقت کو ان کے ذہن نشین کرنا ضروری تھا۔ اسی واسطے قرآن شریف نے بہشت کی حقیقت سمجھانے کیواسطے اس طریق کو اختیار کیا۔ کہ مثل الجنۃ التی وعد المتقون الخ یہ ایک مثال ہے نہ کہ حقیقت قرآن شریف کے ان الفاظ سے صاف عیاں ہے۔ کہ وہ جنت کوئی اور ہی چیز ہے اور حدیث میں صاف یہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ کہ ان ظاہری جسمانی دنیوی امور پر نعماء جنت کا قیاس نہ کیا جاوے۔ کیونکہ وہ ایسی چیز ہے کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی وغیرہ مگر وہ باتیں جن مثال دیکر جنت کی نعماء کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ تو ہم دیکھتے بھی ہیں اور سنتے بھی ہیں ایک مقام پر قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ و بشر الذین اٰمنوا و عملوا الصلحٰت ان لھم جنٰت تجری من تحتھا الانھار۔ اس آیت میں ایمان کو اعمال صالح کے مقابل پر رکھا ہے۔ جنت اور انہار۔ یعنے ایمان کا نتیجہ تو جنت ہے۔ اور اعمال صالحہ کا نتیجہ انہار ہیں۔ پس جسطرح باغ بغیر نہر اور پانی کے جلدی برباد ہو جانیوالی چیز ہے اور دیرپا نہیں۔ اسی طرح ایمان بے عمل صالحہ بھی کسی کام کا نہیں۔ پھر ایک دوسری جگہ پر ایمان کو اشجار (درختوں) سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ ایمان جس کیطرف مسلمانوں کو بلایا جاتا ہے وہ اشجار ہیں۔ اور اعمال صالحہ ان اشجار کی آبپاشی کرتے ہیں۔ غرض اس معاملہ میں جتنا جتنا تدبر کیا جاوے۔ اسی قدر معارف سمجھ میں آویں گے۔ جسطرح سے ایک کرسان کاشتکار کے واسطے ایمان چونکہ روحانیات کی تخم ریزی ضرور اور لازمی ہے۔ اور پھر جسطرح کاشتکار کھیت یا باغ وغیرہ کی آبپاشی کرتا ہے۔ اسی طرح روحانی باغ ایمان کی آبپاشی کے واسطے اعمال صالحات کی ضرورت ہے یاد رکھو کہ ایمان بغیر اعمال صالح

کے ایسا ہی بیکار ہے جیسا کہ ایک عمدہ باغ بغیر نہر یا کسی دوسرے ذریعہ آبپاشی کے نکما ہے۔

درخت خواہ کیسے ہی عمدہ قسم کے ہوں۔ اور اعلیٰ قسم کے پھل لانیو الے ہوں۔ مگر جب مالک آبپاشی کی طرف سے لاپرواہی کرے گا۔ جو اس کا جو نتیجہ ہوگا وہ سب جانتے ہیں۔ یہی حال روحانی زندگی میں شجر ایمان کا ہے۔ ایمان ایک درخت ہے جسکے واسطے انسان کے اعمال صالحہ روحانی رنگ میں اس کی آبپاشی کیواسطے نہریں بنکر آبپاشی کا کام کرنے ہیں۔

پھر جسطرح ایک کاشتکار کو تخم ریزی اور آبپاشی کے علاوہ بھی محنت اور کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ نے روحانی فیوض برکات کے ثمرات حسنہ کے حصول کیواسطے بھی مجاہدات لازمی اور ضروری رکھے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ نفس انسانی ایک بیل کی مثال ہے اور اس کے تین رستے ہوتے ہیں۔ نفس امارہ امارہ مبالغہ کا صیغہ ہے امارہ کہتے ہیں بدی کیطرف لے جانیوالا۔ بہت بدی کا حکم کرنیوالا۔

دوسری قسم نفس کی لوامہ ہے۔ لوامہ کہتے ہیں۔ ملامت کرنیوالے کو۔ انسان سے ایک وقت بدی ہو جاتی ہے مگر ساتھ ہی اسکا نفس اس کو اس بدی کیوجہ سے ملامت بھی کرتا ہے اور نادم بھی ہوتا ہے یہ انسانی فطرت میں رکھا گیا ہے۔ مگر بعض طبائع ایسے بھی ہیں۔ کہ اپنی گندہ حالت اور سیاہ کاریوں کیوجہ سے وہ ایسے محجوب ہو جاتے ہیں۔ کہ انکی فطرت فطرت سلیم کہلانے کے مستحق نہیں ہوتی۔ ان کو اس ملامت کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ مگر شریف الطبع انسان ضرور اس حالت کا احساس کرتا اور بعض اوقات وہی ملامت نفس اس کے واسطے باعث ہدایت ہو کر موجب نجات ہو جاتی ہے۔ مگر یہ حالت ایسی نہیں کہ اس پر اعتبار کیا جاوے۔

نفس کی ایک تیسری حالت ہے جسے مطمئنہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اور وہ انسان کو جب حاصل ہوتی ہے۔ کہ انسان نفس امارہ اور پھر نفس لوامہ کے مشکلات کو حل کر جائے اور اس جنگ میں اس کو فتح نصیب ہو۔ نفس امارہ انسان کا دشمن ہے۔ اور وہ گھر کا پوشیدہ دشمن ہے۔ لوامہ بھی کبھی کبھی دشمنی کا ارادہ کرتا ہے۔ مگر باز آجاتا ہے۔ مگر برخلاف ان دونوں حالتوں کے جب انسان ترقی کرکے نفس مطمئنہ کے درجہ تک ترقی کر جاتا ہے۔ تو اس کی ایسی حالت ہوتی ہے۔ کہ گویا اس کا دشمن اس کے زیر ہو گیا۔ اور اس دشمن پر فتح نمایاں حاصل کر لی۔ اور صلح ہو گئی۔ انسانی ترقیات کی آخری حد اور اس کی زندگی کا انتہائی نقطہ اسی بات پر ختم ہوتا ہے۔ کہ انسان حالت مطمئنہ حاصل کرلے۔ اور وہ ایسی حالت ہوتی ہے کہ اسکی رضا خدا کی رضا۔ اور اس کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہو جاتی ہے۔ اسکا ارادہ خدا کا ارادہ ہوتا ہے اور وہ خدا کے

بلائے بولتا۔ اور خدا کے چلائے چلتا ہے۔ تمام افعال حرکات وسکنات اس سے نہیں۔ بلکہ خدا سے سرزد ہوتے ہیں۔ اور انسان کی پہلی حالت پر ایک قسم کی موت وارد ہو جاتی ہے۔ اور ایک نئی زندگی کا جامہ اسے از سر نو عطا کیا جاتا ہے۔ اور پھر ایسا انسان ایک ممتاز انسان ہو جاتا ہے۔ غرض قانون قدرت میں ایسا پایا جاتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے دو سلسلے پہلو بہ پہلو بنائے ہیں۔ جسمانی اور دوسرا روحانی۔ جو کچھ جسمانی طور سے ہوتا ہے وہی روحانی طور سے بھی ہوتا ہے۔ پس جو شخص ان دونو سلسلوں کو نصب العین رکھکر کاربار میں کوشش اور محنت کریگا وہ جلدی ترقی کریگا۔ اسکے معلومات وسیع ہونگے ہر صورت میں ہر جسمانی کلام اس کے روحانی رو کے مشابہ ہوگا۔ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ۔

ہم نظام جسمانی میں دیکھتے ہیں کہ جسمانی کاشتکار ہر چند ہر قسم کی باقاعدہ محنت و مشقت کرے تاہم آسمانی پانی کا محتاج ہے۔ اور اگر اس کی محنتوں اور کوششوں کے ساتھ آسمانی پانی اس کے شامل حال نہ ہو تو فصل تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ یہی حال روحانی زندگی کا ہے۔ انسان کو خشک ایمان بغیر فائدہ نہیں پہونچا سکتا۔ جب تک کہ روحانی نازل ہو کر بڑے زور کے نشانات سے اسکی اندرونی گندگی دھوکر اس کو صاف نہ کرے۔ چنانچہ قرآن شریف میں اسی کیطرف اشارہ کرکے فرماتا ہے۔ والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع یعنی قسم ہے آسمان کی جس سے بارش نازل ہوتی ہے اور قسم ہے زمین کی جس سے سبزہ نکلتا ہے بعض لوگ اپنی نادانی کیوجہ سے [illegible] قسم کا مفہوم اصل میں قائم مقام ہوتا ہے شہادت کے۔ ہم دنیوی گورنمنٹ میں دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات مقدمات کے فیصلوں کا حصر بھی قسم پر رکھا جاتا ہے۔

پس اسی طرح سے خدا تعالےٰ نے بھی بارش آسمانی کی قسم کھاکر نظام جسمانی کیطرح نظام روحانی میں اس بات کو بطور ایک شہادت کے پیش کرتا ہے۔ کہ جسطرح سے زمین کی سبزی اور کھیتوں کا ہرا بھرا ہونا آسمانی بارش پر موقوف ہے اور اگر آسمانی بارش نہ ہو۔ تو زمین پر کوئی سبزی نہیں رہ سکتی۔ اور زمین مردہ ہو جاتی ہے۔ بلکہ کنوؤں کا پانی بھی خشک ہو جاتا ہے۔ اور دنیا زیر و زبر ہو کر ہلاک کا باعث ہو جاتا ہے۔ اور لوگ بھوکوں پیاسوں مرنے ہیں۔ قحط کیوجہ سے انسان و حیوان۔ اور پھر چرند و پرند اور درند وغیرہ پر بھی اسکا اثر ہوتا ہے۔ بعینہ اسی طرح سے ایک روحانی سلسلہ بھی ہے۔

یاد رکھو کہ خشک ایمان بغیر آسمانی بارش کے جو مکالمہ مخاطبہ کے رنگ میں نازل ہوتی ہے ہرگز ہرگز باعث نجات یا حقیقی راحت کا نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ روحانی بارش کے بغیر اور کسی مامور من اللہ کے بغیر نجات پا سکتے ہیں۔ اور ان کو کسی مزکی اور مامور من اللہ کی ضرورت نہیں سب کچھ ان کے پاس موجود ہے۔ ان کو چاہیئے کہ پانی بھی اپنے گھروں میں پیدا کر لیا کریں۔ ان کو آسمانی بارش کی کیا

احتیاج۔ آنکھوں کے سامنے موجود ہے کہ جسمانی چیزوں کا مدار کن چیزوں پر ہے۔ پس اس سے سمجھ لو کہ بعینہ اسی کے مطابق روحانی زندگی کیواسطے بھی لازمی اور لابد اور ضروری ہے۔

انسان کا یہ دعویٰ کہ میں نے سب کچھ سیکھ لیا ہے۔ اور میں نے سارے علوم حاصل کر لئے ہیں۔ یہ بالکل غلط خیال ہے انسان کا علم کیا ہے۔ جسطرح سے سمندر میں ایک سوئی ڈبو کر نکال لیجاوے یہی حال انسان کے علم کا ہے۔ کہ اس کو معارف اور حقائق میں سے دیا گیا ہے۔ ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

پھر تعجب آتا ہے کہ بعض لوگ معمولی مروجہ علوم کے پڑھ لینے پر بڑے بڑے دعوے کر بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ دین کی راہ ایک عمیق در عمیق راہ ہے اور اس کے حقائق اور روحانی فلسفہ ایسا ہے کہ ہر فرد اس کا ماہر ہونیکا دعویٰ کر سکے یہ دین آسمان سے ہی آیا ہے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ اس کی سرسبزی کے سامان بھی آسمان ہی سے نازل ہوتے رہیں گے۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ اگر دینی علوم اور مروجہ تعلیم کے پاس یافتوں کا سوال کیا جاوے تو اکثر اصحاب ایسے نکلیں گے کہ ان کے ماہر ہی ہوں گے۔ مگر ہمیں اس جگہ ان اصحاب کی خدمت میں کہ وہ دینی اور دنیوی علوم کے ماہر ہیں۔ یہ کہنا ہے۔ کہ ؎

اے کہ خواندی حکمت یونانیاں
حکمت ایمانیاں را ہم بخواں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آجکل بہت سے ایسے بھی خیالات والے لوگ موجود ہیں۔ نہ ان کی نظروں میں دین ایک [illegible] ہے۔ اور اس کی قدر ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عرب کے لوگ وحشی تھے اور امی تھے۔ اس وقت ان کی ضرورتوں کے مناسب حال قرآن نازل ہوا۔ اب دنیا ترقی کر گئی ہے۔ اور روشنی کا زمانہ ہے۔ کہ موجودہ زمانہ کے مناسب حال دین میں ترمیم ہونی چاہیئے۔ مگر آپ لوگ سن رکھیں کہ دین کوئی لغو نہیں ہے۔ بلکہ دنیا کی ترقی کا باعث اور جزوی نجات اسی دین میں ہی وابستہ ہے۔ [illegible] عرب کے امی جو اس دین کے پہلے مخاطب تھے۔ انکا امی ہونا بھی ایک معجزہ ہی تھا تاکہ دنیا کو دکھاویں کہ امی لوگوں نے قرآنی تعلیم سے کیسے ترقی کرکے دکھایا۔ کہ بڑے بڑے علوم کے مدعیوں سے بھی ان کے مقابلہ میں کچھ بن نہ آیا۔

خدا خوب جانتا تھا کہ اس زمانہ میں کیسے کیسے جدید علوم پیدا ہوں گے اور خود مسلمانوں میں کیسے کیسے خیالات کے لوگ پیدا ہو جائیں گے۔ ان سب باتوں کا جواب اللہ تعالےٰ نے قرآن میں دے رکھا ہے۔ اور کوئی نئی تحقیقات یا علمی ترقی نہیں۔ جو قرآن شریف کو مغلوب کر سکے اور کوئی صداقت نہیں کہ جو پیدا ہو گئی ہو اور۔ اور وہ قرآن شریف میں پہلے ہی سے موجود نہ ہو۔

جو راہ قرآن شریف نے پیش کی ہے۔ وہ نہ انجیل میں پائی جاتی ہے نہ توریت میں اسکا پتہ چلتا ہے۔ اور نہ ہی دنیا کی

کوئی اور کتاب اس کمال اور جامعیت کا دعوے کر سکتی ہے۔ جو اللہ تعالے نے اپنی حکمت کاملہ سے قرآن شریف کو عطا کی ہے۔ قرآن کے مقابل پر ان کا ذکر ہی کیا ہے۔ انجیل نے ایک ضعیف ناتوان انسان کو خدا بنایا۔ مگر اس کی طاقت کا اندازہ قوم یہود کے مقابلہ سے ہی ہو سکتا ہے:۔

دوسری بات اور مایۂ ناز انجیل کا اخلاقی تعلیم تھی مگر وہ ایسی بودی اور ناکمل ہے کہ کوئی صحیح فطرت انسان اس کی پابندی نہیں کر سکتا۔ بلکہ خود پادری صاحبان کا عمل بھی اس تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ مثلاً انجیل تعلیم دیتی ہے کہ اگر کوئی تجھے ایک طمانچہ مارے تو تو دوسری گال پھیر دے اور اگر کوئی تیرا کرتا مانگے تو اس کو چادر بھی اتار دے۔ اگر کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جانا چاہے اور دو کوس اس کے ساتھ چل۔ اب ہم اہل انجیل کی حمایت اور تعریف کرنیوالے پادری صاحبوں سے ہی دریافت کرتے کہ ان کا اس تعلیم پر کہاں تک عملدرآمد ہے انہوں نے اس تعلیم کا عملی نمونہ کیا دیکھایا ہے کہ دوسروں کو بھی اس تعلیم کیطرف ملاتے ہیں۔ پھر اسی انجیل میں لکھا ہے کہ **تو بدی کا مقابلہ نہ کر**۔ غرض انجیل کی تعلیم تفریط کیطرف جھکی ہوئی ہے۔ اور بجز خاص حالات کے ماتحت ہونیکے انسان اس پر عمل کر ہی نہیں سکتا۔ دوسری طرف توریت کی تعلیم کو دیکھا جاوے تو وہ افراط کیطرف جھکی ہوئی ہے اور اس میں بھی صرف ایک ہی پہلو پر زور دیا گیا ہے کہ جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت توڑ دیا جاوے اس میں عفو اور درگذر کا نام تک بھی نہیں لیا گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ کتابیں مختص الزمان اور مختص القوم ہی تھیں۔ مگر قرآن شریف نے ہمیں کیا پاک راہ بتائی ہے۔ جو افراط اور تفریط سے پاک اور عین فطرت انسانی کے مطابق ہو مثلاً مثال کے طور پر قرآن شریف میں فرمایا ہے **جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا ومن عفی واصلح فاجرہ علی اللہ** یعنے جتنی بدی کیگئی ہو اسی قدر بدی کرنی جائز ہے۔ اگر کوئی معاف کر دے تو اس معافی میں اصلاح مدنظر ہو بے محل اور بیموقعہ عفو نہ ہو بلکہ برمحل ہو تو ایسے معاف کرنیوالے کیواسطے اس کا اجر ہے۔ جو اسکو خدا سے ملیگا +

دیکھو کیسی پاک تعلیم ہے نہ افراط نہ تفریط انتقام کی اجازت ہے مگر معافی کی تحریص بھی موجود ہے۔ بشرط اصلاح۔ یہ ایک تیسرا مسلک ہے۔ جو قرآن شریف نے دنیا کے سامنے رکھا ہے۔ اب ایک سلیم الفطرت انسان کا فرض ہے۔ کہ ان میں خود موازنہ اور مقابلہ کر کے دیکھ لے۔ کہ کونسی تعلیم فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ اور کونسی ایسی ہے کہ فطرت صحیح اور کانشنس اسے دھکے دیتا ہے

یہودیوں میں باپ اپنی اولاد کو وصیت کرتا تھا کہ میرا انتقام میرا بیٹا لے۔ میرا پوتا لے۔ چنانچہ بعض اوقات بیٹا اور پوتا باپ کے انتقام لیتے تھے۔ تو جبکہ توریت میں تو سخت تشدد رکھا گیا تھا۔ باقی رہا انجیل سو اس کی اخلاقی تعلیم پر ناز کرنیوالے نہیں سمجھتے کہ اول تو وہ تعلیم ہی ایسی ناقص ہے کہ بوجہ مختص الزمان اور مختص القوم ہونے کے آج اس کی ضرورت ہی نہیں اور نہ وہ اس وقت اخلاقی تعلیم کہلانے کی مستحق ہے۔ اور اگر مان بھی لیا جاوے تو کوئی شخص نہیں کہ اس تعلیم کا عامل نظر آتا ہو۔ خود اس کے شیفتہ لوگ ہی اسکا عملی نمونہ پیش کریں۔ اصل میں یہ **ہاتھی کے دانت ہیں کھانے کے اور دکھلانے کے اور** تاہم فلسفہ حقہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ انسان ایک شاخدار درخت ہے اور انجیلی تعلیم اس کیصرف ایک شاخ کیا باقی تو اسے انسانی بیکار رہیں +

یاد رکھو کہ کل قوائے انسانی اسی خالق فطرت ہی کیطرف سے انسان کو ملے ہیں۔ ان میں ایک قوت غضبی بھی ہے۔ قوت انتقام بھی ہے۔ قوی بیکار یا فضول نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی بداعمالی اور ان کا بے محل و بیموقع استعمال برا ہے۔ انجیل میں تو ایک موقعہ خصی بنجانے کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔ اگر سچے عیسائی اس تعلیم کا عملی نمونہ بنتے۔ تو یقین ہے کہ دنیا کا خاتمہ ہی ہو گیا ہوتا۔ عجیب بات یہ ہے کہ صرف حکم ہی نہیں بلکہ اس عمل پر بڑے ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ تو پھر کیا وجہ کہ ایسے کار خیر میں کوئی عیسائی بھی حصہ نہیں لیتا؟

قرآن شریف میں کوئی دکھا تو دے کہ کوئی ایسا حکم بھی دیا گیا ہو جس پر عمل کرنا انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔ یا کوئی ایسا حکم بھی ہو جس کے کرنے سے کوئی قباحت لازم آتی ہو۔ یا نظام دنیا میں فساد کا اندیشہ ہو؟ کیا ایک کتاب جس میں ایسے احکام داخل ہیں جو انسانی طاقت سے بالاتر ہیں یا ان کے کرنے سے کوئی قباحت لازم آتی ہے۔ اور نظام عالم درہم برہم ہوتا ہے۔ کبھی اس خدا کیطرف منسوب ہو سکتی ہے۔ جو خالق فطرت اور منتظم نظام دنیا اور قوائے انسانی کے پورے انداز سے جاننے والا ہے۔ اور کیا وہ کتاب کامل اور مکمل شریعت کہلانے کی مستحق ہو سکتی ہے؟

لیکن میں اعتراض نہیں کرتا بلکہ میرا مقصد اس بیان سے اس امر کا اظہار ہے کہ یہ دونوں کتابیں صرف ایک ہی خاندان کی تھیں نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کبھی یہ دعوے کیا کہ وہ تمام دنیا کیواسطے رسول ہو کر آئے تھے۔ بلکہ وہ تو صرف اسرائیلی بھیڑوں تک ہی اپنی تعلیم محدود کرتے ہیں۔ انکا اپنا اقرار موجود ہے بس بلحاظ ضرورت کے ان کو کتاب ملی وہ بھی ایک

قانون مختص الزمان اور مختص القوم تھا

اب ظاہر ہے کہ ایک چیز جو ایک خاص ضرورت کیلئے ایک خاص زمانے اور مکان کیواسطے آئی تھی۔ اس کو زبردستی اور خواہ نخواہ تمام دنیا پر محیط ہونیکے واسطے کھینچ تان کیجاویگی۔ تو اس کا لازمی یہی نتیجہ ہوگا کہ وہ اس کام سے عاری رہے گی۔ اور اس بوجھ کے اٹھانیکے واسطے وہ ولنبع ہی نہیں کیگئی اس کی کیسے متحمل ہو سکے گی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان تعلیمات میں موجودہ زمانے کے حالات کے ماتحت نقص ہیں۔

مگر قرآن مجید مختص الزمان نہیں اور نہ ہی مختص المکان ہو بلکہ اس کامل اور مکمل کتاب کے لانیوالیکا دعویٰ کہ **انی رسول اللہ علیکم جمیعًا**۔ اور ایک دوسری آیت میں یوں بھی آیا ہے **لانذرکم بہ ومن بلغ** یعنے لازمی ہوگا کہ جسکو قرآنی تعلیم پہنچے وہ خواہ کہیں بھی ہو۔ اور کوئی بھی ہو اس تعلیم کی پیروی کو اپنی گردن پر اٹھالے۔

انسانی فطرت کا پورا کامل عکس قرآن شریف ہی ہے۔ اگر قرآن نہ بھی آیا ہوتا جب بھی اسی تعلیم کے مطابق انسان سے سوال کیا جاتا کیونکہ یہ ایسی تعلیم ہے جو فطرت میں مرکوز اور قانون قدرت کے ہر صفحہ میں لکھی ہوئی ہے جنکی تعلیمات ناقص اور خاص قوم تک محدود ہیں۔ اور وہ آگے ایک قدم بھی نہیں چلسکتیں۔ ان کی نبوت کا دروازہ بھی اُن کے اپنے گھر تک محدود ہے مگر قرآن شریف کہتا ہے **ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر** دیکھو یہ کیسی پاک اور دل میں گھر کر جانیوالی بات اور کیسا سچا اصول ہے مگر یہ لوگ ہیں کہ خدا کی خدائی کو صرف اپنے ہی گھر تک محدود خیال کرتے ہیں۔ یہی حال آریوں کا ہو۔ وہ بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہمیشہ وید ہی اتارا جاتا ہے۔ اور صرف چار آدمی ہی اس کام کیواسطے مخصوص ہیں۔ اور ہمیشہ کیواسطے زبان سنسکرت ہی خدا کو پسند آگئی ہے۔ مجال نہیں کہ خدا کی یہ نعمت وحی و الہام کسی اور انسان یا زبان کو ملسکے۔ ان لوگوں کے اعتقاد کے بموجب وحی الٰہی اب آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے۔ اور اب ہمیشہ کیواسطے اس کو مہر لگ چکی ہے۔ مگر یہ لوگ نہیں جانتے کہ اسطرح تو خدا کی ہستی کے ثبوت میں ہی مشکلات پڑ جاوینگے صرف شنید سے انسان کب مطمئن ہو سکتا ہے۔ اور کامل یقین اور سچی معرفت صرف دوسروں کی زبانی سن لینے سے کہاں میسر آتی ہے ؎

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

جب تک خدا انا الموجود کی آواز نہ دے۔ یا اپنے پیارے کلام سے اور زبردست غیبی نشانات سے اپنا چہرہ نہ دکھاوے تب تک وہ پیاس کب بجھ سکتی ہے۔ جو حق کی طلب کی پیاس انسان کو لگی ہوئی ہے یہ کہنا کہ خدا پہلے تو نشانات اور معجزات دکھاتا تھا رسول بھیجتا تھا۔ مگر اب نہیں۔ یہ نعوذ باللہ خدا کی ذات کی سخت توہین ہے اور بے ادبی ہے۔ کیا وجہ کہ اب وہ سنتا ہے اور دیکھتا بھی ہے۔ **مگر بولتا نہیں**۔ اچھا تو اس پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ قوت شنوائی اور بینائی تو ہے قوت گویائی کیطرح جاتی نہیں رہیں:۔

انسان اپنی فطرت سے الگ نہیں ہو سکتا - بکری سے بھیڑئیے کا کام لیں تو دے سکتی ہے؟ ہرگز نہیں پس حال فطرت انسانی کا ہے کہ اپنی بناوٹ کے خلاف ہرگز نہیں چل سکتی - بڑے تصرل سے کب وہ تسلی پا سکتی ہے - اگرچہ کوئی ظاہر داری کیواسطے ہاں میں ہاں ملا دے مگر دل لعنت بھیجتا ہوگا - اور انکار کرتا ہوگا - کہ میں نہیں مانتا -

یاد رکھو کہ اگر پہلے کبھی الہام تھا تو اب بھی ضرور ہے کہ الہام ہو - اسلام جب ایک ہی فرقہ تھا - اور مختصر بھی تو اس وقت تو نبی اللہ رسول کو آنے اور الہامات ہونے کی ضرورت تھی - مگر اب جبکہ ایک سے ۷۳ فرقے ہو گئے ہیں اور تفرقہ کی حد و نہایت ہی نہیں رہی - کلام الہی پر مہر لگا دی جاتی ہے - اور خدا کا منہ بند کیا جاتا ہے - کوئی فطرت سلیم اور عقل صحیح اس منطق کو قبول نہیں کر سکتی -

ہر چیز کے پیدا ہونے کی ماں (والدہ) ضرورت ہے دیکھو ایک چھوٹی سی مثال ریلوے تصادم کی ہے - تصادم کے واردات ترقی کرنے لگے - تو اصلاح کے سامان بھی پیدا ہو گئے - یہ سب طرح طرح کی کلیں جو دیکھنے میں آتی ہیں - یہ سب ضرورت نے ہی مہیا کرا دی ہیں - تو اب جبکہ انسانی حالت کیا بلحاظ اپنی ظاہری حالت کے اور کیا بلحاظ اپنی باطنی حالت کے ابتری کے انتہائی درجہ تک پہونچ چکی ہو اور ہر فرقہ پر دہریت (ناستک مت) نے اپنا تسلط جمایا ہوا ہو زندہ ایمان کسی میں باقی نہیں اور بے قاعدہ کی بات ہے -

زندہ ایمان ہی اعمال کی تحریک کرتا ہے

جب ایمان ہی نہیں جو کہ اعمال صالحہ کا اصل محرک ہے تو پھر عمل کیسے؟ غرض اس طرح ایمان کے دنیا سے اٹھ جانے کے باعث اعمال صالحہ کا بھی ساتھ ہی نام و نشان مٹ چکا ہے - پھر کیا وجہ کہ خدا نے ایسی خطرناک حالت اور ایسی سخت ضرورت کیوقت ہی اپنی سنت قدیمہ کو ترک کر کے کوئی رسول اور نبی یا ملہم نہ بھیجتا :-

لا الٰہ الا اللہ یہ توحید کا کلمہ ہے اس کے معنے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی بھی عبادت اور سچی فرمانبرداری کے لائق نہیں ہے خدا اگر توحید کے پھیلانے میں کسی دوسرے کا محتاج ہوتا یا کسی اور کو اس کام میں اپنا شریک بناتا - تو بھی شرک لازم آتا تھا - محمد رسول اللہ کا جملہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ شامل کرنے میں سر یہی ہے کہ توحید کا سبق کامل ہو - اور دنیا کو معلوم ہو - کہ جو کچھ آتا ہے درحقیقت اسی خدا کیطرف سے آتا ہے - آپ صلے اللہ علیہ وسلم ان ہدایات کے خدا سے پا کر مخلوق کو پہونچاتے ہیں - اور جو کچھ ادھر سے آتا ہے وہ اسی راہ سے آتا ہے :-

شرک صرف پتھروں ہی کے پوجنے کا نام نہیں ہے بلکہ شرک کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ انسان خدا کو چھوڑ کر صرف اسباب ہی پر تکیہ کر لے - اور یہ شرک فی الاسباب کہلاتا ہے :- برہمو وغیرہ اس راز توحید کو نہیں سمجھتے - خوب خدا

بر اسمجھا یا پرستش یا شست میں دکھایا گیا ہے - خدا کی طرف سے آئیوالا ایسا ہی ہے کہ گویا خود خدا ہی ہو انسانی گورنمنٹ کیطرف سے آنیوالا نائب ہوتا ہے - اسی طرح سے رسول بھی خدا میں فنا ہو کر وہ نہیں ہوتا - بلکہ خود خدا ہوتا ہے - غرض محمد رسول اللہ کا فقرہ توحید کامل کرنے کیواسطے لازمی تھا - خدا توحید کو پسند کرتا ہے اور یہ شکر کا مقام ہے کہ یہ خصوصیت صرف اسلام میں پائی جاتی ہے - جس کو آج ہم پیش کرتے ہیں - کسی دوسرے مذہب میں نہیں -

عیسائیوں کی گورکھ دھندا مسیح تک ہے

باپ بیٹا - اور روح القدس تین ہیں - مگر تین مت کہو - ایک کہو یہ عجیب گورکھ دھندا ہے - جو سمجھ میں نہیں آتا یہودی بھی بڑے سخت دل ہیں - اور طرح طرح کے شرک میں مبتلا ہیں - ان کو اس طرف توجہ ہی نہیں - آجکل کے آریہ صاحبان جن کو اسلام کے خلاف اپنے عقاید پر بڑا گھمنڈ اور ناز ہے انکا مذہب ہے کہ روح بمعہ اپنے تمام صفات کے اور مادہ بمعہ اپنے تمام صفات کے خود بخود ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ نیستی سے ہستی ممکن نہیں - غرض انہوں نے ذرہ ذرہ کو خدا کا شریک ٹھہرا رکھا ہے - انسانی ظاہری قوی کو تو خدا کیطرف سے مانتے ہیں - مگر کہتے ہیں - کہ روح میں جو قوے ہیں وہ خود بخود ہیں خدا کیطرف سے نہیں - وہ مانتے ہیں کہ ارواح اور ذرات بمعہ اپنے قویٰ کے خود بخود موجود ہیں - خدا کا کام صرف ان کو جوڑنا ہی ہے - مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیوں جائز نہیں کہ باہمی جوڑ ملاپ کی طاقت بھی ان کی اپنی ذاتی خاصیت نہ مانی جاوے :-

غرض تازہ معجزات کے یہ لوگ منکر ہیں - وید میں معجزات کا کوئی ذکر نہیں - تو

پھر خالق کے وجود پر نشانی ہی کیا ہے؟

اور اس کی زندگی کی علامت ہی کیا؟ جب دو حصے خود بخود موجود ہیں - تو پھر کیوں نہ مان لیا جاوے کہ تیسرا حصہ (باہمی جڑ جانے کی خاصیت) بھی خود بخود ہے - جب ایک اہم کام خود بخود ہے - تو سہل کیواسطے کیوں کسی کی احتیاج مانی جاوے؟

غرض یہ خدا کا خاص فضل ہے - جو صرف اسلام ہی کے شامل حال ہے کیا اسلام کی کوئی بھی تعلیم عقل سلیم اور فطرت سلیم کی مخالف نہیں لا الٰہ الا اللہ ایک قول ہے اسکا عملی ثبوت بلیٰ من اسلم وجھہ للہ و ھو محسن کی فعل ہے نرا قول (ایمان کا دعویٰ) کسی کام کا نہیں اور نہ ہی وہ کچھ مفید ہو سکتا ہے - خشک ایمان ایک بے بال و پر مرغ کی مثال ہے - جو ایک مضغہ گوشت ہے جو نہ چل پھر سکتا ہے نہ اڑنے کی اس میں طاقت ہے - بلکہ

اسلام اس کو کہتے ہیں - کہ انسان باوجود ہیبت ناک نظارے دیکھنے اور اس امر کا یقین ہونے کے

کہ اس مقام پر کھڑا ہونا ہی گویا جان کو خطرہ میں ڈالنا ہو - پھر بھی خدا کی راہ میں سر ڈالدے اور خدا کی راہ میں اپنے کسی نقصان کی پرواہ نہ کرے - جنگ کے موقعہ پر سپاہی جانتا ہے - کہ میں موت کے منہ میں جا رہا ہوں - اور اسکے پھر زندہ پھرنے کے مرنا یقینی نظر آتا ہے - مگر باوجود اس کے وہ اپنے افسر کی فرمانبرداری اور وفاداری کر کے آگے ہی بڑھتا ہے اور کسی خطرہ کی پرواہ نہیں کرتا - اسکا نام اسلام ہے -

غرض ایک فقرہ (لا الٰہ الا اللہ) میں تو اللہ تعالیٰ نے توحید سکھائی ہے اور دوسرے (من اسلم وجھہ للہ) میں یہ سکھایا کہ اس توحید پر سچے اور زندہ ایمان کا ثبوت اپنے اس فعل سے دو اور خدا کی راہ میں اپنی گردن ڈالدو اس بات کو توجہ سے سننا چاہئیے :-

مسلمانوں کیواسطے یہ ایک مفید مسئلہ ہے - صرف اس بات سے راضی نہ ہونا چاہیئے - کہ ہم مسلمان ہیں - یا ظاہری نماز روزے کی پابندی کرتے ہیں خطرناک مشکلات میں ثابت قدم رہنا اور قدم آگے ہی آگے اٹھانا اور خدا کی امتحان میں پاس ہو جانا سچے اور حقیقی ایمان کی دلیل ہے - مشکلات کا آنا اور ابتلاؤں کا آنا مومن پر ضروری ہے تا ظاہر ہو - کہ کون سچا مومن اور کون صرف زبانی ایمان کا مدعی ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا و ھم لا یفتنون -

مسلمانوں کے صدر نے عمل سے ثابت کیا تھا کہ واقعی انہوں نے اپنی زندگیاں اللہ کے دین کی خدمت کیواسطے وقف کر دی تھیں - کوئی دین ترقی نہیں کر سکتا - جب تک خدا کے احکام کو دنیا کے کل کاموں پر مقدم نہ کیا جاوے - معمولی نماز روزے زکوٰۃ وغیرہ اعمال تو کرتے کرتے آخر عادت میں داخل ہو جاتے ہیں - مثنوی رومی میں ایک شعر میں یہ مضمون خوب ادا کیا گیا ہے کہ

ہم اپنے کوٹھے میں غلہ بھرتے رہتے ہیں مگر وہ بھرتے بھرتے ہیں - مگر وہ بھرنے میں نہیں آتا - جب دیکھو خالی ہی خالی نظر آتا ہے - آخر کوئی چوہا تو ہے جو اس کوٹھے کو لگا ہوا ہے - اسکا اناج کھائے جاتا ہے اور اسے خالی کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے - ہم بھرتے ہیں - وہ خالی کرتا ہے آخر کار دروازہ کھول کر دیکھا - تو واقعی ایک چوہا تھا - کہ اس غلہ کو کھا جایا کرتا تھا

پس انسان کو اپنے اعمال پر ہی راضی نہ ہونا چاہیئے بعض بدیوں سے بعض اعمال حبط بھی ہو جاتے ہیں - ریاکاری بھی حبط اعمال کے واسطے ایک خطرناک کیڑا ہے - مثلاً ایک مجلس چندہ ہوتا ہے - ایک شخص اٹھتا ہے میرا پانصد روپیہ لکھا جاوے - اب صرف دکھاوے اور واہ واہ کی آواز کے واسطے یا نام پیدا کرنے کے واسطے ایسا کرتا ہے تو اس کا اجر اس نے پا لیا - عند اللہ اس کے واسطے کوئی اجر نہ ہوگا - اس موقعہ پر مجھے

ایک نقل تذکرۃ الاولیاء کی یاد آگئی ہے

لکھا ہے - کہ ایک بزرگ تھے - ان کو دس ہزار روپیہ کی سخت ضرورت پیش آگئی - انہوں نے اپنی ضرورت کا اظہار کیا - تو ایک شخص نے دس ہزار روپیہ کی تھیلی ان کے آگے لا رکھی - اب وہ بزرگ لگے اس شخص کی تعریف کرنے اور ایک گھنٹہ تک برابر اس کی تعریف کی - آخر وہ شخص جس نے روپیہ دیا تھا - مجلس میں سے اٹھ کھڑا ہوا - اور گھر سے واپس لوٹ کر عرض کی - کہ مجھے تو سخت ہوئی - اصل میں وہ روپیہ تو میری ماں کا تھا - اور میں اس کا روپیہ خود بخود دینے کا مختار نہ تھا - وہ روپیہ مجھے دیا جاوے - اب لگی اس کو بجائے تعریف کے لعن طعن ہونے اور لوگ کہنے لگے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بہانہ کیا ہے - بہانہ کرتا ہے وغیرہ وغیرہ [illegible] گذر گیا - اور [illegible] کی [illegible] وہی شخص وہی روپیہ لے کر آن بزرگ کے مکان پر [illegible] روپیہ پیش کر کے عرض کی کہ [illegible]

روپیہ اللہ کے واسطے دیا تھا

نہ کہ تعریف سننے کے واسطے

اب آپ کو قسم ہے خدا کی کہ آپ اس روپیہ کا کسی سے ذکر نہ کریں - یہ سن کر وہ بزرگ [illegible] - اس خیال سے - کہ اب تک یہ بیٹھے گا لوگ اسے گالیاں دیں گے طعن و تشنیع کریں گے - ملامت کیا ہی کریں گے - ان کو اس حقیقت کی کیا خبر!

غرض نیک کام میں ریاکاری کا ذرہ بھی وہ ضائع جاتا ہے - اس کی وہی مثال ہے جیسے ایک لطیف اور عمدہ کھانے میں کتا منہ ڈال دے - آجکل [illegible] یہ مرض [illegible] پھیلا ہوا ہے - اور اکثر امور میں ریاکاری کی ملونی ساتھ ہوتی ہے - پس اعمال میں یہ ملونی ہی نہ ہونی چاہیئے - اصل میں انسان ایک حد تک معذور بھی ہے - کہ ملونی کرنے کو تیار ہو جاتا ہے - کیونکہ مکمل تو ہے نہیں - جب تک اسے نفس مطمئنہ حاصل نہ ہو جاوے اور کسی کی لعن طعن کی پرواہ نہ کرے - اس کے اعمال میں ایسا اخلاص ہو جائے کہ تعریف کرنے والا - اور گالی دینے والا - اور حقارت سے دیکھنے والا اس کی نظر میں یکساں ہو جاویں - اور یہ دونوں کو برابر جانے مردے کی طرح جانے جو نہ کچھ اس کا بگاڑ سکتا ہے اور نہ سنوار -

اس وقت سر و علانیہ پر بحث نہیں کرتا بلکہ نفس ملونی کا ذکر کرتا ہوں - میں یہ نہیں کہتا کہ ہمیشہ خفیہ ہی خیرات کرو - اور علانیہ نہ کرو - نیک نیتی کے ساتھ ہر کام میں ثواب ہوتا ہے ایک نیک طبع انسان نیک کام میں سبقت کرتا ہے - اس کی دیکھا دیکھی دوسرے بھی [illegible] - اسی [illegible]

کام اس نیت سے کرنا کہ دوسروں کو بھی ترغیب و تحریص ہو بڑا ثواب ہے :-

شریعت اسلام میں بڑے بڑے باریک امور ایسے ہیں تاکہ اخلاص کی قوت پیدا ہو سکے - اخلاص ایک موت ہے جو مخلص کو اپنے نفس پر وارد کرنی پڑتی ہے جو شخص دیکھے کہ علانیہ خرچ کرنے اور خیرات دینے یا چندوں میں شامل ہونے سے اس کے نفس کو مزہ آتا ہے اور ریا پیدا ہوتا ہے - تو اس کو چاہیئے کہ ریا سے دستبردار ہو جائے اور بجائے علانیہ خرچ کرنے کے خفیہ طور سے خرچ کرے اور ایسا کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو - پھر خدا قادر ہے کہ نیک کر اس کی نیکی اور پاک تبدیلی کی وجہ سے بخش دے - اس میں کوئی سو برس کی ضرورت نہیں - اخلاص کی ضرورت ہے :-

[illegible] حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بڑھیا کو بلا ناغہ حلوا کھلایا کرتے تھے - اور ان کے عمل کی کسی کو خبر نہ تھی - ایک دن [illegible] بڑھیا کو حلوا نہ پہنچا اس نے اس سے یقین کر لیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے - [illegible] آپ رضی اللہ عنہ [illegible] بڑھیا کی کچھ نہ کہا سکتی تھی خدمت کیا کرتے تھے - [illegible] نہ پہنچنے سے اس کو یقین ہو گیا کہ آپ وفات پا گئے - یعنی اس بڑھیا کو وہم میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ آپ زندہ ہوں اور اس کو حلوا نہ پہنچے [illegible]

غرض یہ ہیں اخلاص اور [illegible] خدا کی راہ میں نیک نیتی کے اعمال :-

اخلاص ہی [illegible] دلوں کو فتح کرنے والی ہیں

[illegible] لوگ دنیا پر غالب آ گئے تھے صرف زبانی باتوں سے کچھ نہیں ہو سکتا - اب نہ پیشانیوں میں نور اور نہ وہ جانثاری ہے اور نہ معرفت کا کوئی حصہ - خدا ظالم نہیں ہے - اصل بات یہی ہے کہ ان کے دلوں میں اخلاص نہیں صرف ظاہری اعمال سے جو رسم اور عادت کے رنگ میں ہوتے ہیں [illegible] - اس لئے کوئی ان سے نہ پوچھے کہ نماز کی [illegible] - وہ نماز میں کیا ذکر کرتے ہیں [illegible] ان نمازیوں سے کوئی پوچھے تو [illegible] [illegible] پچاس پچاس برس سے نمازی ہیں [illegible] نماز کا مطلب اور حقیقت پوچھو تو اکثر [illegible] ہوں گے - حالانکہ تمام دنیوی علوم [illegible]

[illegible]

پنجابی میں - انگریزی میں - جو جس کی زبان ہو اسی میں دعا کرے - ہاں یہ ضروری ہے - کہ خدا کے کلام کو اسی طرح پڑھو - اور معنے سمجھنے کی کوشش کرو - اسی طرح ماثورہ دعاؤں کا بھی اسی زبان میں التزام رکھو - قرآن اور ماثورہ دعاؤں کے بعد جو چاہو خدا سے مانگو - اور جس زبان میں چاہو مانگو - وہ سب زبانیں جانتا ہے - سنتا ہے اور قبول کرتا ہے :-

اگر تم اپنی نماز کو باحلاوت اور پر ذوق بنانا چاہتے ہو تو ضرور ہے کہ اپنی زبان میں کچھ نہ کچھ دعائیں کیا کرو - مگر اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ نمازیں تو ٹکریں مار کر پوری کر لی جاتی ہیں - پھر لگتے ہیں دعائیں کرنے - نماز تو ناحق کا ایک ٹیکس ہوتا ہے - اگر کچھ اخلاص ہوتا ہے تو نماز کے بعد میں ہوتا ہے - یہ نہیں سمجھتے کہ نماز خود دعا کا نام ہے - جو بڑے عجز - انکسار - خلوص اور اضطراب سے مانگی جاتی ہے - بڑے بڑے عظیم الشان کاموں کی کنجی صرف دعا ہی ہے - خدا کے فضل کے دروازے کھولنے کا پہلا حملہ دعا ہی ہے -

نماز کو رسم اور عادت کے رنگ میں پڑھنا مفید نہیں - بلکہ ایسے نمازیوں پر تو خود خدا نے لعنت اور ویل بھیجا ہے - چہ جائیکہ ان کی نماز کو قبولیت کا شرف حاصل ہو - ویل للمصلین خود خدا نے فرمایا ہے - یہ ان نمازیوں کے حق میں ہے - جو نماز کی حقیقت سے اور اس کے مطالب سے بے خبر ہیں - صحابہ رضی اللہ عنہم تو خود عربی زبان رکھتے تھے - اور اس کی حقیقت کو خوب سمجھتے تھے مگر ہمارے واسطے یہ ضروری ہے کہ اس کے معانی سمجھیں - اور اپنی نماز میں اس طرح حلاوت پیدا کریں - مگر ان لوگوں نے تو ایسا سمجھ لیا ہے - جیسے کہ دوسرا نبی آ گیا ہے - اور اس نے گویا نماز کو منسوخ کر دیا ہے :-

دیکھو خدا کا اس میں فائدہ نہیں بلکہ خود انسان ہی اس میں فائدہ ہے کہ اس کو خدا کی حضوری کا موقعہ دیا جاتا ہے - اور عرض معروض کرنے کی عزت عطا کی جاتی ہے - جس سے یہ بہت سی مشکلات سے نجات پا سکتا ہے - میں حیران ہوں کہ وہ لوگ کیونکر زندگی بسر کرتے ہیں - جن کا دن بھی گذر جاتا ہے اور رات بھی گذر جاتی ہے - مگر وہ نہیں جانتے کہ ان کا کوئی خدا بھی ہے - یاد رکھو کہ ایسا انسان آج بھی ہلاک ہوا اور کل بھی -

میں ایک ضروری نصیحت کرتا ہوں کاش لوگوں کے دلوں میں پڑ جاوے - دیکھو عمر گذری جا رہی ہے غفلت کو چھوڑ دو - اور تضرع اختیار کرو - اکیلے ہو ہو کر خدا سے دعا کرو کہ خدا ایمان کو سلامت رکھے - اور تم پر وہ راضی اور خوش ہو جاوے :-

انسان کے واسطے ترقی کرنے کے دو ہی طریق ہیں

اول تو انسان تشریعی [illegible] نماز روزہ زکوٰۃ اور حج وغیرہ [illegible] شریعت کی پابندی [illegible]

خدا کے حکم کے موجب خود بجا لاتا ہے - مگر یہ امور چونکہ انسان کے اپنے ہاتھ میں ہوتے ہیں - اس لئے کبھی ان [illegible] سستی اور تساہل بھی کر بیٹھتا ہے [illegible] انسانی اور آرام کی صورت [illegible] پیدا کر بیٹھتا ہے - [illegible]

طریق ہے - جو براہ راست خدا کیطرف سے انسان پر وارد ہوتا ہے - اور یہی انسان کی اصلی ترقی کا باعث ہوتا ہے - کیونکہ تکالیف شرعیہ میں انسان کوئی نہ کوئی راہ بچاؤ یا آرام کی نکال ہی لیتا ہے - دیکھو کسی کے ہاتھ میں تازیانہ دے کر اگر اُسے کہا جاوے کہ اپنے بدن پر مارو - تو تعداد کی بات ہو - کہ آخر اپنے بدن کی محبت دل میں آ ہی جاتی ہے - کون ہے جو اپنے آپ کو دکھ میں ڈالنا چاہتا ہے ؟ -

اسی واسطے اللہ تعالے نے انسانی تکمیل کیواسطے ایک دوسری راہ رکھدی - اور فرمایا ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصّٰبرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون - ہم آزماتے رہیں گے تم کو کبھی کسی قدر خوف بھیجکر - کبھی فاقے سے - کبھی مال جان اور پھلوں پر نقصان وارد کرنے سے

مگر ان مصایب شدائد اور فقر و فاقہ پر صبر کر کے انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے والوں کو بشارت دیدو کہ ان کے واسطے بڑے بڑے اجر خدا کی رحمتیں اور اس کے خاص انعامات مقرر ہیں ۔

دیکھو ایک کسان کس محنت اور جانفشانی سے قلبہ رانی کر کے زمین کو درست کرتا پھر تخم ریزی کرتا - آبپاشی کے مشکلات جھیلتا ہے - آخر جب طرح طرح کے مشکلات محنتوں اور حفاظتوں کے بعد کھیتی تیار ہوتی ہے تو بعض اوقات خدا کی باریک در باریک حکمتوں سے ژالہ باری ہو جاتی یا کبھی خشک سالی ہی کیوجہ سے کھیتی تباہ و برباد ہو جاتی ہے - غرض یہ ایک مثال ہے ان مشکلات کی جنکا نام

تکالیف قضا و قدر ہے

ایسی حالت میں مسلمانوں کو جو پاک تعلیم دی گئی ہے - وہ کیسی رضا بالقضا کا سچا نمونہ اور سبق ہے - اور یہ بھی صرف مسلمانوں ہی کا حصّہ ہے - آریہ جو کہ روح اور ذرات کو بھی ان کے خاص کے خود بخود اور خدا کیطرح ازلی ابدی مانتے ہیں کیونکر انا للہ کہہ سکتے ہیں اور یہ توفیق ان کو کیسے نصیب ہو سکتی ہے ! -

غرض تکالیف دو ہی قسم کی ہیں - ایک حصّہ تو وہ ہے جو احکام پر مشتمل ہے - جن میں نماز روزہ - زکوٰۃ - حج وغیرہ داخل ہیں - ان میں کسی قدر عذر اور حیلے وغیرہ کی بھی گنجایش ہے - اور جب تک پورا اخلاص اور کامل یقین نہ ہو - انسان ان سے کسی نہ کسی قدر بچنے کی یا آرام کی صورت پیدا کر ہی لیتا ہے - کوئی نہ کوئی راہ نکال ہی لیتا ہے - پس اس طرح کی کمی جو انسانی کمزوری کیوجہ سے رہ گئی ہو - اس کمی کے پورا کرنے کیواسطے اللہ تعالے نے تکالیف قضا و قدر رکھدی ہیں تاکہ انسانی فطرت کی کمزوری کیوجہ سے جو کمی رہ گئی ہو - خدا کے فضل کے ہاتھ سے پوری ہو جاوے ۔

تکالیف قضا و قدر کا نام آریہ لوگ پہلی جون کا پھل رکھتے ہیں - مگر ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ اگر ایسا ہی ہے - تو پھر تمہارے جپ تپ کس مرض کی دوا ہیں - اگر آسمانی تکالیف تمہارے پہلے اعمال کا نتیجہ ہیں - تو کیوں ایک اور عذاب جپ تپ کی مصیبت میں پڑ کر اپنے واسطے پیدا کرتے ہو ؟

غرض یہ دونوں سلسلے کہ کبھی انسان تکالیف شرعیہ کی پابندی کر کے اپنے ہاتھوں اور کبھی قضا و قدر کے آگے گردن جھکا دینے - اس واسطے ہیں کہ انسان کی تکمیل ہو جاوے - اسی کیطرف اشارہ کر کے اللہ تعالے فرماتا ہے - بلیٰ من اسلم وجہہ للہ - یعنی اسلام کیا ہے ؟ یہی کہ اللہ کی راہ میں اس کی رضا کے حصول کے واسطے -

گردن ڈال دینا

ابتلاؤں کا ہیبت ناک نظارہ لڑائی میں ننگی تلواروں کی چمک اور گھٹا ٹوپ کی طرح آنکھوں کے سامنے موجود ہے - جان جانے کا اندیشہ ہے - مگر کسی بات کی پرواہ نہ کرکے خدا کے واسطے سب کچھ اپنے نفس پر وارد کر لینا یہ ہے اسلام کی تعلیم کی . . . . لُب لباب :-

دوسرا حصّہ تعلق اللہ اور حق العباد کے متعلق ہے اس کے متعلق قرآنی تعلیم یوں بیان ہوئی - کہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ پہلے فرمایا کہ عدل کرو پھر اس سے بھی آگے بڑھکر فرمایا - احسان کا بھی تم کو خدا نے حکم فرمایا ہے - یعنے صرف اسی سے نیکی نہ کرو - جس نے تم سے نیکی کی ہو - بلکہ احسان کے طور پر بھی جو کہ کوئی حق نہ رکھتا ہو - کہ اس سے نیکی کی جاوے - اس سے بھی نیکی کرو - مگر احسان میں ایک قسم کا باریک نقص اور مخفی نقاق اس شخص سے رہتا ہے - جس سے احسان کیا گیا ہے - کیونکہ کبھی کسی موقعہ پر اس سے کوئی حرکت سرزد ہو جاتی - جو اس محسن کے خلاف طبیعت ہو - یا نافرمانی کرتا ہے تو محسن ناراض ہو کر اس کو احسان فراموش یا نمک حرام وغیرہ کہدے گا - اور اگرچہ وہ شخص اس بات کو دبانے کی کوشش بھی کریگا - مگر پھر بھی اس میں ایک ایسا مخفی اور باریک رنگ میں نقص باقی رہ جاتا ہے - کہ کبھی نہ کبھی ظاہر ہو ہی جاتا ہے - اسی واسطے اس نقص سے نیکی کو بچانے کیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا کہ احسان سے بھی آگے بڑھو - اور ترقی کرکے ایسی نیکی کرو - کہ وہ ایتاء ذی القربیٰ کے رنگ میں رنگین ہو - یعنے جسطرح سے ایک ماں اپنے بچے سے نیکی کرتی ہے - ماں کی اپنے بچے سے محبت ایک طبعی اور فطری تقاضا پر مبنی ہے - نہ کسی طمع پر - دیکھو بعض اوقات ایک ماں ۶۰ برس کی بڑھیا ہوتی ہے - اس کو کوئی توقع خدمت کی اپنے بچے سے نہیں ہوتی - کیونکہ اس کو کہاں یہ خیال ہوتا ہے - کہ میں اس کے جوان اور لایق ہونے تک زندہ بھی رہوں گی - غرض ایک ماں کا اپنے بچے سے محبت کرنا بلا کسی خدمت یا طمع کے خیال کے فطرت انسانی میں رکھا گیا ہے - ماں خود اپنی جان پر دکھ برداشت کرتی ہے مگر بچے کو آرام پہنچانے کی کوشش کرتی ہے - خود گیلی جگہ لیٹتی ہے اور اُسے خشک حصہ بستر پر جگہ دیتی ہے - بچہ بیمار ہو جائے تو راتوں جاگتی اور طرح طرح کی تکالیف برداشت کرتی ہے - اب بتاؤ کہ ماں جو کچھ اپنے بچے کے واسطے کرتی ہے - اس میں تصنع اور بناوٹ کا کوئی بھی شبہ پایا جاتا ہے ؟

یہی اللہ تعالے فرماتا ہے - کہ احسان کے درجے سے بھی آگے بڑھو - اور ایتاء ذی القربیٰ کے مرتبہ تک ترقی کرو - اور خلق اللہ سے بغیر کسی اجر یا نفع و خدمت کے خیال سے طبعی اور فطری جوش سے نیکی کرو - تمہاری خلق اللہ سے ایسی نیکی ہو کہ اس میں تصنع اور بناوٹ ہرگز نہ ہو - ایک دوسرے موقعہ پر یوں فرمایا ہے - لا نرید منکم جزاء ولا شکورا - یعنے خدا رسیدہ اور اعلیٰ درجہ کے مقامات پر پہنچے ہوئے انسان کا یہ قاعدہ ہے - کہ ان کی نیکی خالصاً للہ ہوتی ہے - اور اس کے دل میں بھی یہ خیال نہیں ہوتا - کہ اس کے واسطے دعا کی جاوے یا اس کا شکریہ ادا کیا جاوے - نیکی محض اس جوش کے تقاضے سے کرتا ہے - جو ہمدردی بنی نوع کیواسطے اس کے دل میں رکھا گیا ہے - ایسی پاک تعلیم نہ ہم نے

توریت میں دیکھی ہے نہ انجیل میں

ورق ورق کر کے ہم نے پڑھا ہے - مگر ایسی پاک اور مکمل کا نام و نشان نہیں -

اس وقت دنیا میں تاریکی بہت پھیلی ہوئی ہے - خدا کی کتاب پر عمل کرنے کے واسطے جو قوت درکار ہے - اس میں بہت کمزوری ہے - خدا کی یہ قدیم سے عادت چلی آئی ہے - کہ جب دنیا میں گناہ کی ظلمت پھیل جاتی ہے - لوگ زندگی کے اصلی مقصد سے دور جا پڑتے ہیں - اس وقت اللہ تعالے خود اپنی طرف سے ایمانوں کو تازہ کرنے کیواسطے انتظام کرتا ہے اور مصلح اور مجدد مبعوث کرتا ہے - سلطنت یا کفار ہر اس وقت کچھ نہیں کر سکتے - خدا کے مقرر کردہ لوگوں ہی کا یہ منصب ہوتا ہے - کہ دلوں پر قابو پاکر ان میں پاک زندگی پیدا کر جاتے ہیں - خدا کی طرف سے روحانی اصلاح کے لئے مقرر ہو کر یہ لوگ چراغ کیطرح ہوتے ہیں - اسی واسطے قرآن شریف نے آپ کا نام

داعیًا الی اللہ وسراجًا منیرًا

رکھا ہے - دیکھو کسی اندھیرے مکان میں جہاں سو پچاس آدمی ہوں - اگر ان میں سے ایک کے پاس روشن ہو تو سب کو اس کی طرف رغبت ہوگی - اور چراغ ظلمت کو پاش پاش کر کے اوجالا اور نور کر دے گا ۔

اس جگہ آپ کا نام چراغ رکھنے میں ایک اور باریک حکمت یہ ہے کہ ایک چراغ سے ہزاروں لاکھوں چراغ روشن ہو سکتے ہیں

اور اس میں کوئی نقص بھی نہیں آیا۔ چاند سورج میں یہ بات نہیں۔ اس سے مطلب یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت کرنے سے ہزاروں لاکھوں انسان اس مرتبہ پر پہنچیں گے۔ اور آپ کا فیض خاص نہیں بلکہ عام اور جاری ہوگا۔

غرض یہ سنت اللہ ہے کہ ظلمت کی انتہا کے وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض صفات کیوجہ سے کسی انسان کو اپنی طرف سے علم اور معرفت دیکر بھیجتا ہے۔ اور اس کلام میں تاثیر اور اسکی توجہ میں جذب اور اسکی دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ مگر وہ انہی کو جذب کرتے ہیں اور انہی پر ان کی تاثیرات اثر کرتی ہیں جو اس انتخاب کے لائق ہوتے ہیں دیکھو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام

سراجاً منیرا

ہے۔ مگر ابوجہل نے کہاں قبول کیا۔ ؎

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

جسطرح بارش آسمانی سے زمینیں اپنی اپنی استعداد کے موافق روئیدگی پیدا کرتی ہیں۔ کہیں خس و خاشاک اور کہیں گلاب کے پھول۔ بعینہ یہی حال روحانی بارش کیوقت الشانی روحانیت کا ہے۔ عادت اللہ اسی طرح پر ہے کوئی نرالی بات نہیں۔ آدم سے لیکر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک سلسلہ وحی جاری رہا۔ بعد میں اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا کہ وہ تجدید دین کے واسطے مجدد پیدا کرے گا۔

تجدید کہتے ہیں ایک کپڑا جو کہ میل کچیل سے آلودہ ہوگیا ہو۔ اس کو دھوکر صاف کر لیا جائے۔ اسی طرح جب دین میں ایک زمانہ گذرنے کے بعد عقاید اور اعمال میں طرح طرح کے گند داخل ہو جاتے ہیں۔ اور ایمان کی بنا صرف پرانے قصہ کہانیوں پر ہی رہ جاتی ہے۔ اور فقہوں کے سوائے کچھ ہاتھ میں نہیں رہتا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ایسی حالت میں اسلام کو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ وعدہ دیا ہے۔ کہ ہر صدی کے سر پر ایسے شخص بھیجتا رہیگا۔ جو تجدید دین کیا کریں گے مگر چودہویں صدی کا سراتو بجائے خود ۲۶ برس بھی گذر گئے۔ آئینہ الاحسب وعدہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم عین وقت پر آگیا۔ مگر یہ لوگ اب تک بھی شک میں ہیں۔ اور مجھ پر خواہ مخواہ جھوٹ اور تہمت سے الزام لگاتے ہیں۔ کہ نعوذ باللہ میں پیغمبروں کو گالیاں دیتا ہوں۔ مگر کیسا ہی خبیث اور ملعون ہے وہ شخص جو کہ برگزیدہ بندوں کا انکار کرے یا ان کی کسی طرح سے اپنے قول سے یا فعل سے توہین کرے۔

یہ بھی مجھپر الزام لگایا گیا ہے کہ میں معجزات سے منکر ہوں۔ حالانکہ میرا ایمان ہے کہ بغیر معجزات کے زندہ ایمان نصیب نہیں ہوسکتا۔ عقل انسان کا کہاں تک ساتھ دیسکتی ہے۔ اور اس کی مدد سے وہ کہانتک ترقی کرسکتا ہے؟ خدا زندہ موجود ہے اور جسطرح اس نے پہلے کام کئے ہیں۔ اب بھی ضرور ہے۔ کہ اسی طرح کرے۔ کیا وجہ کہ پہلے معجزات اور خوارق پر ایمان لایا جاتا ہے اور گذشتہ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ کیا اب خدا بڈھا ہوگیا ہے؟ یا خدا کی قوت گویائی جاتی رہی ہے؟ یا اس کی قوت، نصرت اور قدرت کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے؟

حال کے فلسفہ والے ان باتوں کو نہیں مانتے مگر میں خود اس میں **صاحب تجربہ ہوں**۔ جسطرح پہلے نشان ظاہر ہوئے تھے۔ اب بھی ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح خدا اپنے خاص بندوں کی تائید اور نصرت کرتا ہے۔ اور اسی طرح وحی اور الہام سے ان کی تائید کرتا ہے۔ اگر تمہارے اعتقاد کے موافق مان لیا جاوے کہ اب کوئی سلسلہ وحی و الہام نہیں رہا۔ اور وہ مردہ ہی کیا ہوا جو دوسرے سے کیا امید رکھ سکتا ہے؟ کیا مردہ کسیکو زندہ کر سکتا ہے؟ اور اندھا اندھے کی رہبری کر سکتا ہے؟

میں سچ کہتا ہوں۔ کہ خدا اسی طرح زندہ ہے جس طرح آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زندہ تھا۔ خدا نے تمہیں ایک مقام پر پہنچانے کا وعدہ کیا تھا۔ کیا اب وہ تمہیں رستہ میں ہی چھوڑ دیگا؟ مثال کے طور پر بیان کرتا ہوں کہ مثلاً ایک اندھے سے کسی نے وعدہ کیا کہ تمہیں مدراس یا کلکتہ تک پہنچا دینگے۔ مگر جب وہ نصف راستہ میں پہنچا تو اس کو چھوڑ دیا۔ اب نہ وہ ادھر کا نہ اُدھر کا۔ کیا یہ صادق کا کام ہے؟ اور ظلم نہیں؟

تم خدا پر ایسا الزام نہیں لگا سکتے

کہ اس نے وعدہ تو کیا کہ میں خلیفے اور مجددین کا سلسلہ جاری رکھونگا۔ مگر ایک خاص وقت کے بعد اس نے ایسا کرنا چھوڑ دیا۔ سورہ نور میں آیت استخلاف کو غور سے پڑھکر دیکھو۔ تو میں بھی اسی وعدہ کے موافق آیا ہوں اور اسی واسطے میں موعود کہلاتا ہوں۔ یہ نہیں کہ اوّل آخر کے طور پر یونہی مسیح آگیا ہو۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کو علم تھا۔ کہ آخری زمانہ میں امت بگڑ جائے گی۔ اور جسطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یہود کی حالت تھی۔ وہی حالت مسلمانوں کی موعود مسیح محمدی کے زمانہ میں ہو جائیگی۔ غیر المغضوب علیہم و لا الضالین۔ میں اسی کی طرف تو اشارہ ہے۔ خود مسلمانوں سے پوچھ لو۔ کہ آخری زمانہ کے مسلمان اور علماء کی کیا حال لکھا ہے۔ یہی کہ لکھا ہے کہ ایسے ہو جاویں گے کہ قرآن پڑھیں گے۔ مگر قرآن حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ایمان صرف زبان پر ہی ہوگا۔ اب صاف ہے کہ ایسے وقت میں ان کی اصلاح کیواسطے جو شخص آویگا۔ وہ بھی مناسب حال ہی آویگا۔ اور ضرورت اور کام کے لحاظ سے اسکا نام بھی **مسیح** ہوگا:۔ کیا یہ ظاہر نہیں کہ جب دین مر گیا تو پھر جب کسی آدمی کا عزیز دوست حقیقی کہ بالنہ کیا۔ بلکہ ہی مر جاوے تو اسے رنج ہوتا ہے۔ اور افسوس آتا ہے تو کیا وجہ کہ دین کی موت کا کسی رنج نہیں۔ اور کسی کے دل میں ماتم نہیں نظر آیا؟ ایسے ہی مجھپر الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ اور کہ میں نے نیا دین بنا لیا ہے۔ یا میں کسی الگ قبلہ کی فکر میں ہوں۔ نماز میں نے الگ بنالی ہے۔ یا قرآن کو منسوخ کرکے اور قرآن بنا لیا ہے۔ سو اس تہمت کے جواب میں میں بجز اس کے کہ :۔

لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ کہوں

اور کیا کہوں۔ میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ موجودہ مفاسد کے باعث خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ اور میں اس امر کا اخفا نہیں کرسکتا۔ کہ مجھے مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا کیا گیا ہے۔ اور خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور کثرت سے ہوتا ہے اسی کا نام **نبوّت** ہے۔ مگر حقیقی نبوت نہیں نبأ عربی ایک عربی لفظ ہے۔ جس کے معنے ہیں خبر کے اب جو شخص کوئی خبر خدا سے پاکر خلق خدا پر ظاہر کریگا۔ اس کو عربی میں نبی کہیں گے۔ میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے الگ ہوکر کوئی دعوٰے نہیں کرتا۔ یہ تو نزاع لفظی ہے۔ کثرت مکالمہ مخاطبہ کو دوسرے الفاظ میں نبوت کہا جاتا ہے۔

دیکھو حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول کہ :۔
قولوا انہ خاتم النبیین و لا تقولوا لا نبی بعدہ

اس امر کی صراحت کرتا ہے۔ نبوت اگر اسلام میں موقوف ہو چکی ہے تو یقیناً جانو کہ اسلام بھی مر گیا۔ اور پھر کوئی امتیازی نشان بھی نہیں ہے۔ ایک باغ جسکو اس کے مالی اور باغبان نے چھوڑ دیا۔ اسے پانی دیا۔ اس کی آبپاشی کی اس کو فکر نہیں تو نتیجہ ظاہر ہے کہ چند سال بعد وہ باغ خشک ہوکر بے ثمر ہو جائیگا۔ اور آخر کار لکڑیاں جلانے کے کام میں لائی جاویں گی۔ اصل میں ان کی اور ہماری تو

نزاع لفظی ہے

مکالمہ مخاطبہ کا تو یہ لوگ خود بھی اقرار کرتے ہیں۔ مجدد صاحب بھی اس کے قایل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جن اولیاء اللہ کو کثرت سے خدا کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے وہ محدث اور نبی کہلاتے ہیں۔ اچھا میں پوچھتا ہوں کہ ایک شخص خدا سے خبر پاکر دنیا پر ظاہر کرے۔ تو اس کا نام آپ لوگ عربی زبان میں بجز نبی کے اور کیا تجویز کرتے ہیں؟ عجیب بات ہے کہ اسی لفظ کے مفہوم کو اگر اردو میں یا پنجابی میں بیان کیا جاوے تو مان لیتے ہیں اور اگر عربی میں پیش کریں۔ تو نفرت اور انکار کرتے ہیں۔ یہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟۔

اب صرف یہی بات باقی ہے۔ جسے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں نے شاید اس تہذیب اور تعلیم یافتہ گروہ کو بھی اس امر میں دھوکا اور ہم سے بدظن کرنے کی کوشش کی ہے لہذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں پر ظاہر کردوں کہ:۔ خدا نے مجھے تجدید دین کیواسطے تائید اور نصرت

کیسا نہ تازہ نشانات دیکر بھیجا ہے تا
دین کو تازہ کر دیا جاوے آپ یقیناً سمجھیں
کہ اگر خدا نے مجھے نہ بھیجا ہوتا۔ تو یہ دین بھی
اور دینوں کیطرح صرف قصے کہانیوں میں
ہی محدود ہو جاتا۔ خدا سے آبنوالا نابود
نہیں کیا جاتا۔ انجام کار خدا اس کی سر
سبزی دنیا پر ظاہر کر دیتا ہے :۔

ان لوگوں نے میری توہین کے واسطے جھوٹ سے تہمت سے افترا سے اور طرح طرح کے حیلوں سے کام کیا ہے۔ اور ہماری ترقی کو روکنے کیواسطے ہم سے لوگوں کو بدظن کرنے کیواسطے سخت سے سخت کوششیں کی ہیں۔ مگر خدا کی قدرت باین ہمہ ہماری ترقی ہی ہوتی گئی۔ اور ہو رہی ہے۔ حتیٰ کہ اب چار لاکھ سے بھی زیادہ لوگ ہماری جماعت کے مختلف ممالک میں موجود ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ سمجھدار لوگ جب سمجھ لیتے ہیں۔ کہ یہی راہ دشمن پر غلبہ پانیکی ہے تو پھر وہ اس پر سچے دل سے قائم ہو جاتے ہیں :۔

اب ہمیں بتائیں کہ جن کا مذہب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ مرے نہیں۔ بلکہ زندہ ہیں۔ اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم وفات پاکر مدینہ میں مدفون ہیں۔ بتائیے انہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر کیسا حملہ کیا ہے۔ اور پھر کہتے ہیں کہ وہی اسرائیلی نبی پھر دنیا میں آکر امت محمدیہ کی اصلاح اور تجدید دین کرے گا۔ اب فرمائیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب ایک اسرائیلی نبی آگیا۔ تو پھر آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کسطرح خاتم النبیین رہے ؟۔ اس اعتقاد سے تو خاتم النبیین حضرت عیسٰی ہوئے۔ نہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم حاشا وکلا۔ عیسیٰ تو خود براہ راست خدا کے نبی تھے۔ کیا ان کی پہلی شریعت اور نبوت منسوخ ہو جاوے گی ؟ جب سورہ نور میں ہمیں صاف الفاظ میں وعدہ مل چکا ہے کہ جو آویگا تم میں سے ہی آویگا۔ تمہارے غیر کو قدم رکھنے کی گنجایش اب نہیں رہی۔ اور بخاری میں بھی جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے امامکم منکم موجود ہے اور پھر جب کہ ان کی وفات بھی صراحت سے قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے تو کیوں ایسا اعتقاد رکھا جاتا ہے۔ جو کہ سراسر قرآن مجید اور آن حضرت م کے خلاف ایک عقیدہ ہے۔ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود ان کو معراج کی رات میں وفات شدہ انبیاء کے ساتھ دیکھا۔ اگر وہ زندہ تھے تو ان کے واسطے الگ کوئی مکان تجویز ہونا چاہیئے تھا۔ نہ کہ مردوں میں زندہ کو مردہ سے کیا تعلق اور کیا واسطہ۔ غرض خدا نے قول سے اور آن حضرت نے اپنے فعل سے ثابت کر دیا۔ کہ وہ وفات پا چکے۔ اب فماذا بعد الحق الا الضلال :۔

مسلمان کہلا کر قرآن اور قول رسول ؐ کو قبول نہیں کرتے تو نہ کریں۔ انکا اختیار ہے۔ میری تکذیب نہیں کرتے بلکہ اس کی جسکی طرف سے میں آیا ہوں۔ اور اس کی جسکا میں غلام ہوں تکذیب کرتے ہیں۔ میں کیا اور میری تکذیب کیا۔ بلکہ وہ تو حضرت کی تکذیب کرتے ہیں۔

بات تو ایک ہی ہے۔ قرآن میں خلیفہ کے آنیکی نص موجود ہے۔ اور احادیث میں قرب قیامت کے وقت آنیوالے خلیفہ کا نام مسیح رکھا گیا ہے۔ اب ان میں اختلاف کیا ہے۔ ان الزامات کے سوا دوسرے الزام بھی اسی قسم کے بے حقیقت اور ضد اور تعصب کیوجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان سب کا رد مفصلاً ہم نے اپنی کتابوں میں کر دیا ہے :۔

ان لوگوں کے بعض عقاید تو ایسے ہیں۔ جن سے ایک سچے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے۔ مثلاً ان لوگوں کا عقیدہ ہے۔ کہ

کوئی نبی مس شیطان سے پاک نہیں بجز عیسیٰ علیہ السّلام کے

ان کا یہ مسئلہ کیسا قابل شرم ہے۔ ہماری نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم افضل الرسل پاکوں کے سردار تو مس شیطان سے (نعوذ باللہ) پاک نہیں۔ اور حضرت عیسیٰ پاک ہیں۔ کیسا افسوس کا مقام ہے۔ خدا جانے مسلمان کہلا کر ان کو کیا ہو گیا۔ دیکھو خود آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے۔ اور خود مسلمان آریوں اور عیسائیوں کے ہمزبان بنے ہوئے ہیں۔ ہمارا اپنا سب سے پیارا نبی جس کی پیروی ہمارا فخر اور ہمارے واسطے باعث عزت اور موجب نجات ہے۔ اگر وہ وفات پا چکے ہیں۔ تو ہم عیسیٰ کو کیا کریں !

بس !!!

یہہ باتیں ہیں جن پر ہمیں کافر کہا جاتا ہے۔ اور اسلام سے خارج کہا جاتا ہے اور ہم سے سلام علیکم کرنے۔ مصافحہ کرنے ملاقات کرنیوالا بھی کافر کہا جاتا ہے۔ ایسا متعدی کفر ہے اور تمام جماعت ایک کافر دل کا مجموعہ ہے۔ کیسا افسوس آتا ہے کہ جو آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کے دین کی تجدید اور خدمت کرنے کے واسطے ہر وقت کمربستہ ہے۔ اس کو گندی گالیاں نکالتے ہیں۔ بڑے بڑے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ میرے صندوق بھرے پڑے ہیں۔ ان کی گالیوں کے گندے خطوط سے بعض اوقات بیرنگ خطوط محصول ادا کر کے وصول کیا۔ کھولکر دیکھا تو اس میں اول سے آخر تک بے نقط گالیوں کے سوا کچھ ہوتا ہی نہیں۔ اور مولوی کہلا کر جو بڑے بڑے چماروں کیطرح گندی اور فاحش گالیاں نکالتے ہیں کہ انسان کو پڑھتے ہوئے بھی شرم آ جاتی ہے :۔

ابھی کہتے ہیں کہ اسلام کو کسی کی کیا ضرورت ہے جب کہ قرآن موجود ہے اور مولوی موجود ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ ان کے مولوی جو اپنی کتابوں کے نگہبان ہیں۔ خود بگڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ ریوڑ کیسے خطرہ میں ہے جسکا کوئی نگہبان نہ ہو۔ اسلام پر اندرونی اور بیرونی حملے ہو رہے ہیں۔ اور مار پیں کھا رہا ہے۔ پس ایسے شخص کی ضرورت تھی۔ کہ غلطیوں اور مشکلات دور کر کے پیچیدہ مسایل کو حل کر کے رستہ صاف کرتا۔ اور اسلام کی اصلی روشنی اور سچا نور دوسری قوموں کے سامنے پیش کرتا۔ دیکھو ایک وہ زمانہ تھا۔ کہ عیسائی لوگ کہتے تھے۔ کہ آن حضرت کی نہ کوئی پیشگوئی ہے نہ معجزہ۔ مگر اب میرے سامنے کوئی نہیں آتا۔ حالانکہ ہم بلاتے ہیں :۔

خدا کا یہی ارادہ تھا۔ کہ اس نے اپنے وعدہ کے موافق وقت پر اپنے دین کی خبرگیری اور دستگیری فرمائی ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ اسلام کو اس نے دنیا میں قایم کیا۔ قرآن کی تعلیم پھیلائی۔ اور اس کی حفاظت کا بھی وہی خود ذمہ وار ہے۔ جب انسان اپنے لگائے پودے کو التزام سے پانی دیتا ہے تا وہ خشک نہ ہو جائے۔ تو کیا خدا انسان سے بھی گیا گزرا۔ اور لاپرواہ ہے۔ یاد رکھو کہ

اسلام نے جن راہوں سے پہلے ترقی کی تھی اب بھی انہیں راہوں سے ترقی کرے گا!

خشک منطق ایک ڈاکو ہے۔ اس سے انسان آدمی کے اعتقاد میں خلل آ جاتا ہے۔ اور ظاہری فلسفے روحانی فلسفے کے بالکل مخالف ہیں :۔

صاحبان یہ امور ہیں [illegible] کی اصلاح کیواسطے میں بھیجا گیا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ اس مجلس میں سے بعض ایسے بھی لوگ اٹھیں گے۔ کہ ان میں کچھ بھی تبدیلی پیدا نہ ہوئی ہوگی۔ یا ان کے خیالات پر میری ان باتوں کا بھی اثر نہ ہوگا۔ مگر یاد رکھو وہ جو مجھ سے مقابلہ کرتا ہے۔ وہ مجھ سے نہیں بلکہ اس سے مقابلہ کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اگر ادنیٰ چپراسی کی ہتک کی جاوے اور اس کی بات نہ مانی جاوے۔ تو گورنمنٹ سے ہتک کرنیوالے یا نہ ماننے والے کو سزا ملتی ہے۔ اور بازپرس ہوتی ہے۔ تو پھر خدا کی طرف سے آنیوالے کی بے عزتی کرنا اس کی بات کی پرواہ نہ کرنا کیونکر خالی جا سکتا ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر میرا سلسلہ خدا کی طرف سے نہیں۔ تو یونہی بگڑ جائیگا۔ خواہ کوئی اس کی مخالفت کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے :۔ کہ قد خاب من افتریٰ اور ومن اظلم ممن افتریٰ علے اللہ کذباً۔ اور وہ شخص جرات کر کے ایک بات بناتا اور وہ لوگوں کو بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے خدا نے ایسا کہا ہے۔ وہ کیونکر بامراد اور بابرگ و بار ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے۔ لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین جب ایسے ایک عظیم الشان انسان کے واسطے ایسا زمان ہے تو پھر ادنیٰ انسانوں کیواسطے تو چھوٹی سی چھری کی ضرورت تھی۔ اور کبھی کا فیصلہ ہوگیا ہوتا

غیر احمدیوں کے متعلق حضرت مسیح موعود کا آخری فیصلہ

اس وقت غیر احمدیوں کے متعلق احمدیوں کے فتوے کا سوال عام ہو رہا ہے۔ الحکم میں اس سے پہلے بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ مگر ایڈیٹر البشیر جہلم نے خواجہ صاحب کے ایک فتوے کو شائع کرکے تحت شبہات میں ڈالدیا ہے۔ اور کثرت سے خطوط آرہے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت صاحبزادہ صاحب کو بھی اس مضمون پر قلم اٹھانا پڑا۔ جہلم کے سراپا فتنہ اخبار نے حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشادات اور خواجہ صاحب کے فتوے کو بالمقابل رکھکر سوال کیا ہے کہ ان میں سے صحیح کونسا ہے؟ اس کا جواب اصولاً تو خود خواجہ صاحب دیں گے۔ مگر میں ایڈیٹر سراج الاخبار کی بے باکی پر افسوس کرتا ہوں۔ کہ کیا وہ اتنا بھی نہیں کہہ سکتا کہ حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح نے جو کچھ فرمایا ہے وہی صحیح اور حق ہے اور آپ کے صریح ارشاد کے مقابلہ میں کسی شخص کو خواہ کوئی بھی ہو حق افتا حاصل نہیں۔ اور نہ ایسا فتوے احمدی قوم کے لئے حجت ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ ہم اپنا امام رکھتے ہیں اسی کا قول فیصل اور ناطق اور حجت ہے۔ خواجہ صاحب اپنی تحریر کے آپ ذمہ دار ہیں۔ جبطرح ایڈیٹر الحکم اپنی کسی رائے کا آپ جوابدہ ہے۔

پیسہ اخبار میں جناب خواجہ صاحب کا جو مضمون طبع ہوا ہے۔ اس کے متعلق یہی بحث چھڑ رہی ہے۔ کہ جب مسٹر فضل حسین صاحب بیرسٹر نے حضرت مسیح موعود نے فرما دیا کہ ہم کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے۔ اب کسی کا کیا حق ہے کہ وہ تقدم علے الامام کرے؟ اس لئے اس قسم کے خدشات کو دور کرنے کیواسطے۔ حضرت مسیح موعود کی آخری باتوں کے ضمن میں آپکا آخری فیصلہ اس سوال کے متعلق شائع کر دینا اس نمبر کے حسب حال ہے۔

(۲) یہ غلط فہمی پیدا نہ ہوتی۔ اگر جناب خواجہ صاحب قبلہ مسٹر فضل حسین صاحب کیساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکالمہ کو پورا درج کر دیتے۔ اس کو پڑھ کر معلوم ہوگا کہ مسٹر فضل حسین صاحب نے بار بار حضرت سے یہ کہلوانا چاہا کہ کسی طرح وہ حضر احمدی لوگوں کے متعلق وہ فتوے دیدیں جو آج خواجہ صاحب نے دیا ہے۔ مگر حضرت نے بار بار اس کی تشریح کی۔ امید ہے کہ اس آخری فیصلہ اور فتوے کے بعد اس سوال کو نہ چھیڑا جاویگا۔ میں یہاں اس غلط فہمی کا ازالہ کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اس بحث کو محض امر حق کے اظہار اور امر بالمعروف کے لئے لکھتا ہوں۔ اگر کوئی شخص ایسے زید و بکر کی دوستی یا دشمنی پر محمول کرتا ہے۔ تو وہ میری نیت پر حملہ کرتا ہے۔ اور اظہار حق اور امر معروف کے مقابلہ میں شخصیت کا غلام ہوکر بدظنی پھیلاتا ہے۔ سلسلہ حقہ میں ایک ہی شخصیت ہوتی ہے۔ جو مفترض الطاعۃ ہوتی ہے۔ اور وہ امام کی شخصیت ہے اس پر ہم تقدم اور تقول کرنے کی خدا سے پناہ چاہتے ہیں۔ وہ فیصلہ یہ ہے جو بدر مورخہ ۲۴ مئی سنہ ۰۸ء کے صفحہ ۷ پر درج ہے۔ اور جسکو جناب خواجہ صاحب نے اپنی تائید میں پیسہ اخبار میں ادھورا نقل کیا ہے۔

ہمارے مخالفوں نے اپنے آپکو کسطرح کافر بنایا

پھر اس معزز ملاقات کرنے والے (مسٹر فضل حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لا) نے عرض کیا کہ اگر تمام غیر احمدیوں کو کافر کہا جاوے۔ تو پھر اسلام میں تو کچھ بھی نہیں رہتا۔

فرمایا۔ ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہکر خود کافر نہ بنجاوے۔ آپ کو شاید معلوم نہ ہو جب میں نے مامور ہونیکا دعوے کیا۔ تو اسکے بعد بٹالہ کے محمد حسین مولوی ابوسعید صاحب نے بڑی محنت سے ایک فتوے تیار کیا۔ جس میں لکھا تھا کہ یہ شخص کافر ہے دجال ہے۔ ضال ہے۔ اس کا جنازہ نہ پڑھا جاوے۔ جو ان سے السلام علیکم کرے یا مصافحہ یا انہیں مسلمان کہے۔ وہ بھی کافر۔ اب سنو! یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو مومن کو کافر کہے وہ کافر ہوتا ہے۔ پس اس مسئلہ سے ہم کسطرح انکار کر سکتے ہیں۔ آپ لوگ خود ہی کہدیں کہ ان حالات کے ماتحت ہمارے لئے کیا راہ ہے۔ ہم نے انپر پہلے کوئی فتوے نہیں دیا۔ اب انہیں کافر کہا جا سکتا ہے۔ تو یہ انہیں کے کافر بنانے کا نتیجہ ہے۔ ایک شخص نے ہم سے مباہلہ کی درخواست کی۔ ہمنے کہا کہ دو مسلمانوں میں مباہلہ جائز نہیں۔ اس نے جواب لکھا کہ ہم تجھے پکا کافر سمجھتے ہیں۔

اس شخص نے عرض کیا کہ وہ آپ کو کافر کہتے ہیں کہیں لیکن اگر آپ نہ کہیں تو اس میں کیا حرج ہے۔ فرمایا جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے! لیکن جو ہمیں کافر کہتا ہے۔ ہم اسے کافر نہ سمجھیں تو اس میں حدیث اور متفق علیہ مسئلہ کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اور یہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔

اس شخص نے کہا جو کافر نہیں کہتے ان کے ساتھ نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے۔ فرمایا۔ لا یلدغ المومن [illegible] واحد مرتین ہم خوب آزما چکے ہیں کہ ایسے لوگ دراصل منافق ہوتے ہیں۔ ان کا حال ہے واذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا واذا خلوا الی شیاطینہم قالوا انا معکم انما نحن مستہزءون یعنے سامنے تو کہتے ہیں کہ ہمارا تمہارے ساتھ کوئی مخالفت نہیں۔ مگر جب اپنے لوگوں سے خلوت بالطبع ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ان سے استہزاء کر رہے تھے۔ پس جب یہ لوگ ایک اشتہار نہ دیں کہ ہم سلسلہ احمدیہ کے لوگوں کو مومن سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کو کافر کہنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ تو میں آج ہی اپنی تمام جماعت کو حکم دیدیتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ ملکر نماز پڑھ لیں۔ ہم سچائی کے پابند ہیں۔ آپ ہمیں شریعت سے باہر مجبور نہیں کر سکتے۔ جب اس میں بالاتفاق مسلم مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔ تو ہم انہیں کسطرح مسلمان کہیں۔ اور ان مکفرین اہل حق کو کافر نہ جانیں۔ ہم کسطرح سمجھیں کہ وہ سچے مسلمان ہیں جبکہ ان کے دلوں میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کی عظمت نہیں حالانکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے سید و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کا پاس کرے۔ اور جو کچھ انہوں نے فرمایا۔ اسی کے مطابق عقیدہ رکھے۔

اس پر اس شخص نے مکرر وہی کہا۔ آپ نے پھر بالتفصیل سمجھایا کہ دیکھئے اپنے ملاں لوگوں سے پوچھ کر دیکھیں کہ وہ ہمیں کیا سمجھتے ہیں۔ وہ تو کہتے ہیں یہ ایسا کافر ہے کہ یہود و نصاریٰ سے بھی اس کا کفر بڑھکر ہے۔ پس جیسا کہ یوسف علیہ السلام کو جب مخلصی کا پیغام پہنچا۔ تو آپ نے فرمایا پہلے ان سے یہ تو پوچھو کہ میرا قصور کیا ہے۔ سو آپ صاحبان پہلے ان سے یہ تو پوچھئے کہ ہم میں کفر کی کونسی بات ہے ہم تو جو کچھ کرتے ہیں سب میں ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت جلال و عزت کا اظہار موجود ہے۔ قرآن مجید میں ہے فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات ہم تو تینوں طبقوں کے لوگوں کو مسلمان کہتے ہیں۔ مگر ان کو کیا کہیں جو مومنوں کو کافر کہیں جو ہمیں کافر نہیں کہتے ہم انہیں بھی اس وقت تک ان کے ساتھ سمجھیں گے۔ جب تک کہ وہ اپنے الگ ہونے کا اعلان بذریعہ اشتہار نہ کریں اور ساتھ ہی نام بنام یہ نہ لکھیں کہ ہم ان کے مکفرین کو بموجب حدیث صحیح کافر سمجھتے ہیں۔

آخری الفاظ

وہ الفاظ جن پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے رفیق اعلےٰ سے جاملے۔ یہ تھے:

اے میرے پیارے! اے میرے پیارے!!

اے میرے پیارے اللہ اے میرے پیارے اللہ

ما قدمت لغد۔ الآیتہ۔

چھ مہینے گذر گئے ہیں۔ ۶ ماہ کے بعد سلخ شروع ہے۔ جو مجھے پھر یہ موقعہ ملا ہے۔ ان چھ ماہ میں میں نے خوب تجربہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کے کام نہیں آتا۔ میرے دوستوں نے میرے لئے زور لگائے محنتیں اور خدمتیں کی ہیں۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یہ زخم ہے (ہاتھ لگا کر دکھایا۔ ایڈیٹر) بار ہا آواز آئی کہ اب دو دن میں اچھا ہو جائیگا۔ چار دن میں یا چھ دن میں اچھا ہو جائیگا۔ مگر چلتا ہی ہے میں نے بہت ہی غور کیا ہے۔ خدا کے فضل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ میں اپنے یقین اور تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ

اللہ کو اپنا بناؤ جب وہ ہمارا ہو جائیگا تو سب ہمارا ہی ہے۔ اور وہ

تقویٰ اور صرف تقوےٰ سے اپنا بنتا ہے۔ اس لئے اگر چاہتے ہو کہ اللہ تمہارا ہو جاوے تو تم **تقویٰ اختیار کرو**۔ تقوےٰ ایسی دولت ہے۔ کہ اس سے بڑی بڑی مرادیں حاصل ہوتی ہیں۔ ہر شخص کی فطرت میں ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ کوئی اس کے ساتھ ہو۔ اور عظیم الشان ہو۔ متقی کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے **ان اللّٰہ مع المتقین** پس اللہ کی معیت سے بڑھکر اور کیا چاہیئے۔ پھر ہر شخص کی فطرت میں ہے کہ کوئی عظیم الشان اس سے محبت کرے۔ اور اللہ تعالیٰ متقی سے آپ محبت کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا **یحب المتقین**۔ جو اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاوے اسے کسی اور کی حاجت کیا؟

پھر ہر شخص کو ضرورت ہے کہ اسے رزق ملے اور وہ کھانے پینے۔ دوا و علاج اور [illegible] غرض بہت سی ضروریات کا محتاج ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ متقی کو بشارت دیتا ہے۔ **یرزقہ من حیث لا یحتسب** متقی کو ایسے طریق پر رزق ملتا ہے جو اسکے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ پھر انسان مشکلات میں پھنستا ہے۔ اور ان سے نجات اور رہائی چاہتا ہے۔ متقی کو ایسی مشکلات سے وہ آپ نجات دیتا ہے **یجعل لہ مخرجا**۔ ہر قسم کی تنگی سے وہ آپ نجات دیتا ہے۔ یہ متقی کی شان ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ متقی کو آپ پڑھا دیتا ہے۔ اگرچہ ہمارے ایک دوست ان معنوں کو پسند نہیں کرتے۔ مگر میں نے غور کیا ہے تو یہ بالکل درست ہے۔ **واتقوا اللّٰہ ویعلمکم اللّٰہ** پھر ہر قسم کے دکھوں کو سکھوں سے تقویٰ ہی بدل دیتا ہے **یجعل لہ من امرہ یسرا**۔ پھر جب متقی انسان ان ثمرات کو پاتا ہے۔ تو میرے دوستو! سب کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیئے۔ رزق کیلئے۔ تنگی سے نجات کے لئے تقوےٰ کرو۔ سکھ کی ضرورت ہے تقوےٰ کرو۔ محبت چاہتے ہو تقوےٰ کرو۔ سچا علم چاہتے ہو تقوےٰ کرو!۔ میں پھر کہتا ہوں تقویٰ کرو!۔ تقوےٰ سے خدا کی محبت ملتی ہے۔ وہ اللہ کا محبوب بنا دیتا ہے۔ دکھوں سے نکالکر سکھوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ علوم صحیحہ اسی کے ذریعہ ملتے ہیں۔ میں نے اس بیماری میں بڑے بڑے تجربے کئے ہیں اور ان سب تجربوں کے بعد کہتا ہوں۔

"اللہ کے ہو جاؤ اللہ کے سوا کوئی کسی کا نہیں"

میں اب زیادہ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ یہ میری وصیت ہے مجھے آنے میں بھی تکلیف ہوئی ہے۔ پس تقوےٰ کرو۔ **ولتنظر نفس ما قدمت لغد**۔ مومن کو چاہیئے کہ جو کام کرے اس کے انجام کو پہلے سوچ لے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ انسان غضب کے وقت قتل کر دینا چاہتا ہے۔ گالی نکالتا ہے۔ مگر وہ سوچے کہ اسکا انجام کیا ہوگا؟ اس اصل کو مدنظر رکھے تو تقوےٰ کے طریق پر قدم مارنے کی توفیق ملیگی۔ نتایج کا خیال کیونکر پیدا ہو۔ اس لئے اسبات پر ایمان رکھے کہ **واللّٰہ خبیر بما تعملون**۔ جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے۔ انسان اگر یہ یقین کرے۔ کہ کوئی خبیر علیم بادشاہ ہے۔ جو ہر قسم کی بدکاری۔ دغا۔ فریب۔ سستی اور کاہلی۔ کو دیکھتا ہے۔ اور اس کا بدلہ دیگا۔ تو وہ بچ سکتا ہے۔ ایسا ایمان پیدا کرو۔ بہت سے لوگ ہیں۔ جو اپنے فرائض۔ نوکری۔ حرفہ۔ مزدوری۔ وغیرہ میں سستی کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے رزق حلال نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ سب کو تقوےٰ کی توفیق دیوے۔ اب میں اس سے زیادہ کھڑا نہیں ہو سکتا دوسرے خطبہ میں من شرور انفسنا پر فرمایا کہ انسان کو دکھ اور مصیبتیں آتی ہیں۔ اس کی اپنی ہی خطاؤں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

میرا سید مولیٰ مسیح موعود کے نام سے آیا!

فاش میگویم از گفتہ خود دل شادم
بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم

اپنا تو یہ عقیدہ ہے کہ اس وراء الوراء۔ غیب الغیب ہمہ قدرت ہمہ علم ہستی کو کسی نے دیکھنا ہو تو سید الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد سردار اصفیاء علیہ التحیۃ والثناء میں دیکھے۔ اور اگر کسی کو اس خاتم فضل رسالت کی زیارت کرنیکا شوق ہو تو پھر جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود۔ مہدی مسعود ہی کی ذات ستودہ صفات اس کے لئے آئینہ ہو سکتی ہے۔ میرے مرشد کے وجود باجود و ذات والا صفات میں مندرجہ ذیل دس خصوصیتیں ہیں جتنے وہ اقران و امثال سے ممتاز۔ اور لیس کمثلہ سے کے ذات سے ایک خاص الخاص برگزیدگی و خلعت کا تعلق رکھنے والا ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ آپنے بارہا اسبات کا علی رؤس الاشہاد بڑی تحدی و تحکم کے ساتھ اعلان کیا۔ کہ میرے مقابلہ میں کسی کی دعا قبول نہ ہوگی یہانتک کہ اگر مخالف دعا کرتا کرتا مر بھی جائے تو بھی اسکا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ جو میری ذلت کا خواہاں ہوگا۔ وہ خود ہی ذلیل اور جو میری ناکامی کا جویاں ہوگا وہ خود ناکام رہیگا۔ اور جو میری ہلاکت کا طلبگار ہوگا۔ وہ خود ہلاک ہو جائیگا۔ مثال کیلئے (لیکھرام۔ غلام دستگیر لکھو کے والے۔ چراغدین۔ محمد حسین) یہ چند نام ہی کافی ہیں۔ **۲**۔ آپنے اس زور شور کی طاعون میں جب کہ خدا کے غضب کی کھچی ہوئی تلوار لوگوں کے سر پر اور چلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب کا عالم ہے۔ اعلان کیا کہ (انی احافظ کل من فی الدار خاصہ) میں طاعون سے محفوظ رہونگا بلکہ میرے دار کے اندر رہنے والے۔ اور اگر کوئی دشمن بھی دعویٰ کرے گا تو وہ ضرور ہلاک ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ **۳**۔ جو مجھ سے ان الفاظ میں مباہلہ کرے گا۔ کہ جو کسی کے اعتقادات رکھتا ہے وہ پہلے مرجائے تو ضرور میرا مخالف پہلے مرے گا۔ (فتمنوا الموت ان کنتم صادقین) حقیقۃ الوحی پڑھیں۔ کتنے نادانوں نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری۔ اور ناکامی کی موت کا شکار ہوئے۔ **۴**۔ سو دو سو بیمار قرعہ اندازی کے طور پر تقسیم کردیئے جائیں ایکطرف مسیح موعود ہوں دوسری طرف تمام عالم کے فقراء۔ گدی نشین۔ پھر دیکھیں کس کے بیمار صحتیاب ہوتے ہیں۔ اس مقابلہ پر بھی کوئی نہ آیا۔ اور آپکا دعویٰ سچا نکلا۔ **۵**۔ آپ نے قرآن مجید کے اعجاز کی ماتحت یہ دعویٰ کیا کہ میری کتابوں کی مثل کتاب لاؤ۔ تمام دنیا کے علماء فضلاء کو انعامی وعدوں کیساتھ چیلنج دیا۔ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ لو نشاء لقلنا مثل ھذا۔ کہنے والوں کا منہ بند کرنیکے لئے دس ہزار کے انعام کے ساتھ میعادیں مقرر کیں مگر کوئی مرد میدان نہ نکلا۔ **۶**۔ آپنے دعوےٰ کیا کہ اس زمانہ میں جو علم قرآن مجھے دیا گیا ہے وہ کسی کو نہیں دیا گیا۔ اور جو حقایق و معارف مجھ پر کھلے ہیں۔ وہ کسی پر نہیں کھلے گئے۔ اس محک پر آپ کئی دفعہ زر خالص ثابت ہوئے۔ اور لا یمسہ الا المطہرون کے رو سے ہو کر الشہادہ گولڑوی کے منہ پر شکست کا پوڈر پھیرا۔ جلسہ مذاہب میں آپکی تقریر بالا رہی۔ اور لیظہرہ علی الدین کلہ کی قرآنی پیشگوئی پوری ہوئی۔ **۷**۔ آپ پر قبل از وقوع جبکہ حالات و قیاسات سے کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ کئی اخبار غیب کھلے۔ حقیقۃ الوحی میں دو سو سے زیادہ نشانوں کا ذکر ہے۔ یاتون من کل فج عمیق کی پیشگوئی جن حالات میں کیگئی پھر جسطرح باوجود مخالفت شدید پورے ہوئے۔ اس کا تو کوئی عنادی سے عنادی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ ان باتوں نے فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول کی ماتحت آپ کی رسالت ثابت کی اور بتایا کہ آپ خدا کے دوست ہیں۔ کیونکہ راز کی باتیں خاص الخاص احباب ہی سے ہوا کرتی ہیں **۸**۔ آپ کی تعلیم آپ کی صحبت آپ کی قوت قدسی۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ ثبوت کی محتاج ہو۔ عیاں راچہ بیاں۔ چار لاکھ احمدی موجود ہیں ان کی مجموعی حیثیت تقوےٰ و طہارت اتباع سنت۔ پاک زندگی اس پر زبردست گواہ ہے۔ **۹**۔ اپنے مریدوں کو عرفان کے اس چشمہ پر پہنچایا جہاں ایقان کا آب زلال پلایا جاتا ہے۔ وہ خدا پر اسکے رسولوں پر اسکی کتابوں پر اسکے ملائکہ پر سنی سنائی یا نقلی نہیں بلکہ چشم دید ایمان لائے سبحان اللہ علما کا رہن ٹھیرے۔ **۱۰**۔ آپ اپنے آنیکا مقصد پورا کرکے اٹھائے گئے مسیح کی [illegible] کی خدائی کا مجسمہ قایم تھا۔ توڑ کر دیا گیا۔ اور ایک جماعت پیدا ہوگئی جنمیں وحدت کی روح اور ان پاک عقاید کی تبلیغ کا ایک غیر معمولی جوش ہے۔ اگر آپ صادق نہ ہوتے تو

ریمارک

دفتر الحکم میں بعض جدید اخبارات اور رسالے اور کتابیں بغرض اظہار رائے آئی ہیں جنکے افسوس ہے کہ میں اس سے پہلے ان کے متعلق کچھ نہیں لکھ سکا۔

نظام المشایخ کا رسول نمبر

دہلی کے مسائل [illegible] نظام المشایخ کا رسول نمبر اور اس کا محمد نمبر نہایت شاندار جلیبہ اور اخلاص کیساتھ ترتیب دیا گیا ہے۔ نظام المشایخ صوفیوں کا ایک رسالہ ہے۔ جنکے ذریعہ مشایخ اور صوفیاء زمانہ کی اصلاح کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس رسالہ کے مدیر اعلیٰ خواجہ حسن نظامی ہیں۔ جو حضرت محبوب الٰہی صاحب قدس اللہ سرہٗ کی خانقاہ میں ایک روشن خیال اور ضروریات زمانہ سے باخبر نوجوان ہیں۔ اور انکے نائب اور رسالہ کے منیجر اور مالک سید محمد الواحدی ایک پرجوش نوجوان ہیں۔ یہ رسالہ جسکا میں یہاں ذکر کرتا ہوں حضرت سرور عالم فخر بنی آدم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق شائع کیا گیا ہے۔ جس میں کل مضامین کا مرکز بھی ستودہ صفات ذات ہے۔ خواجہ صاحب ملک کے مشہور اہل قلم اور اہل دل لوگوں سے اس رسالہ کے لئے مضامین لکھوائے ہیں یہانتک کہ غیر اقوام سے بعض [illegible] سے بھی [illegible] حاصل کی ہے [illegible] اس رسالہ کو نہایت شوق اور [illegible] سے پڑھا ہے۔ اور ہر مسلمان جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں رکھتا ہے۔ اس کو خاص ذوق سے پڑھتا ہوگا۔ اس قسم کے رسالوں کی اشاعت ملک میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شوکت کو ظاہر کر سکتی ہے۔ اس رسالہ کی ایک کاپی ۸/ فی جلد کے حساب سے دفتر نظام المشایخ دہلی سے ملے گی۔ اور یہ قیمت ان مضامین کے لحاظ سے کچھ بھی نہیں۔ میں سفارش کرتا ہوں۔ کہ اس نمبر کو ضرور دیکھا جاوے

وقت

یہ ایک نیا اخبار ہے جو لاہور سے شائع ہوتا ہے اس وقت تک ۱۶ نمبر اس کے چھپ کے نکل چکے ہیں۔ وقت ضرورت وقت کے لحاظ سے مسلم پریس میں قابل قدر اضافہ ہے۔ کسی اخبار کی خوبی کا انحصار بلحاظ اس کے ایڈیٹر پر ہوتا ہے۔ وقت ایک کہنہ مشق اور صاحب تجربہ ایڈیٹر مرزا علی حسین صاحب کے ہاتھ میں ہے جو مرزا صاحب اخباری دنیا میں ایک مستند اہل قلم ہیں۔ وقت نہایت محنت اور مستعدی سے ایڈٹ کیا جاتا ہے اور اس میں تمام آپ ٹو ڈیٹ معاملات پر بحث کیجاتی ہے میں دل سے وقت کی کامیابی کا خدا تعالے سے آرزومند ہوں۔ ایڈیٹر وقت لاہور کے نام درخواست ہونی چاہیئے

آریہ سماج کا [illegible]

[illegible] ایک [illegible] آریہ سماج کے [illegible] کی حقیقت کو [illegible] جو [illegible] ظاہر کی [illegible] ہے آریہ سماج [illegible] رسالہ [illegible] ہوتی ہے۔ [illegible] آریہ [illegible] ضروری ہے۔ [illegible]

بہارت بندہو

منشی [illegible] حسین صاحب ایڈیٹر [illegible] ایک [illegible] شخص ہیں۔ [illegible] انجمن [illegible] سرکار کی بنیاد رکھی اور [illegible] گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری اور [illegible] ستیہ دہرم [illegible] لاہور کے [illegible] الاسلام [illegible] اور ہزاروں کی تعداد میں اس کتاب [illegible] کیا گیا۔ جس سے [illegible] مسلمانوں [illegible] پیدا ہونے [illegible] اس کتاب کا جواب [illegible]

بہارت بندہو [illegible] گورنمنٹ [illegible] اور ہر [illegible] کی [illegible] اشاعت میں خصوصاً مدد دینی چاہیئے۔ قیمت [illegible] منشی حسین بخش ایڈیٹر [illegible] انجمن اسلامیہ [illegible] کے نام درخواست کرنے سے ملیگا۔

الاسلام

یہ ایک نیا اخبار ہے۔ جو ابھی لاہور سے ہمارے سلسلہ کے ایک باہمت نوجوان چودہری و مولوی عبد اللطیف خان راجپوت آف گنا چور نے شائع کیا ہے۔ چودہری صاحب گو احمدی ہیں۔ مگر اخبار کا موضوع بہت وسیع اور عام ہے۔ اور وہ الاسلام کے ذریعہ عام اخباری اغراض کے علاوہ اشاعت اسلام گورنمنٹ کی اطاعت و وفاداری اہل اسلام اور کل اہل ہند کی دینی و دنیوی بھلائی کرنیکا اعلان کرتے ہیں۔ اغراض اور مقاصد بہت عمدہ اور قابل قدر ہیں۔ ایسے مقاصد کی تکمیل کے لئے تمام اہل ملک اور اہل اسلام کا مدد دینا بہت مناسب ہے۔ چودہری صاحب ایک محنتی نوجوان ہیں۔ ان کی محنت کی داد اہل ملک کو دینی چاہیئے۔ خدا کرے انکا سلسلہ کامیاب ہو اس اخبار کی قیمت سالانہ [illegible]

تاریخ اسلام کے دلچسپ واقعات

منشی غلام قادر فصیح مشہور اخبار نویس ہیں۔ انکی قلم میں خوشنمائی اور بیان میں [illegible] [illegible] لوگوں کو تسلیم کرنیکی ہے وہ ایک عمدہ مترجم ہیں۔ حال میں انہوں نے مندرجہ بالا نام رسالہ جاری کر کے مسلمانوں کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس میں ذرا بھی کلام نہیں کہ مسلمان اپنی تاریخ سے [illegible] ناواقف اور بے خبر ہیں۔ مسلمانوں میں قومی اور عملی [illegible] پیدا کرنیکے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے اسلام کی تاریخ سے واقف ہوں۔ فصیح صاحب نے نہایت سلیس اور عام فہم طریق پر ان رسالوں کو ترتیب دیا ہے اور تاریخ اسلام کو ایسے طور پر پیش کیا ہے۔ کہ باوجودیکہ تاریخ ایک خشک مضمون سمجھا گیا ہے۔ مگر کوئی شخص ان رسالوں کو شروع کر کے ختم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میری دانست میں یہ رسالے اسلامی مدارس میں داخل نصاب ہونے چاہئیں۔ اور اسلامی انجمنوں کو کثرت کیساتھ انہیں پھیلانے میں مدد [illegible] دینا چاہیئے۔ ہر رسالہ کی قیمت معہ محصولڈاک ۲/ ہے۔

میرے خیال میں ہر مسلمان کا قومی فرض ہے کہ وہ ان رسالوں کو پڑھے۔ ہر دست ایک روپیہ بھیجدینے سے ۶ رسالے پہنچ جاوینگے یا ایک سال کے لئے چھ روپے بھیجدینے چاہئیں۔ تمام درخواستیں منشی غلام قادر فصیح ایڈیٹر [illegible] تاریخ اسلام کے دلچسپ واقعات [illegible] سیالکوٹ کے نام آنی چاہئیں +

اسلام اور بدھ مذہب

مولوی عزیز مرزا صاحب بی اے سکرٹری مسلم لیگ نے [illegible] میں مضمون بدھ مذہب تعلیم کی خوبیوں کو ظاہر کیا گیا تھا اس مضمون میں انہوں نے یہ دعوےٰ بھی کیا تھا کہ اخلاق کے جو اعلےٰ نمونے بدھ مذہب کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ وہ دنیا کے لٹریچر میں عدیم المثال ہیں۔ اس تعدی پر ایک غیور مسلمان کیونکر خاموش رہ سکتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس تعدی پر غیرت کا اظہار کرنیوالا ایک احمدی نوجوان ہے عزیز مرزا کا نام اپنی قابلیت اور وجاہت کے لحاظ کر اسلامی ہند میں عزت سے لیا جاتا ہے۔ اور انکی قومی خدمات انہیں واجب الاحترام قرار دیتی ہیں۔ مگر دینی حرارت اور غیرت بھی عجیب چیز ہے۔ کہ اسکے مقابلہ میں آکر تمام وجاہتیں گر جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے ایک میر محمد اسحاق صاحب خلف الرشید حضرت میر ناصر نواب صاحب قبلہ نے عزیز مرزا کے اس مضمون کی تنقید کی ہے اور مقابلہ کر کے دکھایا ہے۔ کہ دنیا میں صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جسکی تعلیم دنیا بھر کے لٹریچر میں بےنظیر اور عدیم المثال ہے۔ یہ رسالہ قرآن مجید کی عظمت اور شوکت کے اظہار میں لکھا گیا ہے اور ہمارے قابل قدر ہونہار نوجوان کی مذہبی غیرت کو ثابت کرتا ہے۔ جس کو پڑھکر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس جوان کی حوصلہ افزائی اسے اسلامی خدمت کیلئے [illegible] وجود بنانے کی محرک ہوگی۔ اس رسالہ کی عدیم المثال کامیابی کو عزیز مرزا صاحب موصوف نے تسلیم کر لیا ہے جو انکی نیت نیک کا ثبوت ہے۔ یہ [illegible] فی جلد کے حساب سے میاں محمد یامین تاجر سہارنپوری قادیان درخواست کرنے پر مل سکیگا

ایک صحیح پیشین گوئی

خسرو پرویز تھا مسند نشین بزم کے
آسماں تھی اس کے قدموں سے زمین بزم کے

ملک فارس میں رواں سکہ تھا اسکا ہر طرف
اسکی لامحدود عظمت کا تھا چرچا ہر طرف

آج بھی دنیا میں سطوت اسکی ہے ضرب المثل
گونجتے تھے اس کے نعروں سے کبھی دشت و جبل

جنگجو جنگ آزما دنیا میں تھا وہ بے نظیر
تھا کمند شیر افگن کا سکندر بھی اسیر

اس کے دم سے تھی بقائے رونق بزم طرب
عیش و عشرت میں بسر ہوتی تھی اسکے روز و شب

حسن شیریں کی اسیکے نام سے شہرت ہوئی
اسکے ہاتھوں کوہکن کی رائگاں محنت ہوئی

مندرج تاریخ میں ہے واقعہ اک دل پسند
آرہا تھا جانب فارس شہ بالا بلند

خیمہ زن لشکر تھا دریائے کراسو کے قریب
دلربا یانہ فضا تھی اور منظر دلفریب

مطمئن تھا قلب ازبس فتح روم و شام سے
دل مبرا تھا خیال گردش ایام سے

عیش بے پایاں کی اسدرجہ فراوانی ہوئی
بزم خسرو غیرت بزم سلیمانی ہوئی

رشک گلشن شاہ کے قدموں سے جنگل ہو گیا
طرح عشرت کی پڑی جنگل میں منگل ہو گیا

ایکدن وہ جبکہ سرمست خمار عیش تھا
جوشش مستی میں یعنی ہمکنار عیش تھا

عرض کی خدام دولت نے یہ آکر ناگہاں
کوئی قاصد لیکر آیا ہے عرب سے خط یہاں

اک اشارے میں اسے رخصت حضوری کی ملی
نامہ بر حاضر ہوا اور ایک چٹھی پیش کی

خط میں کیا تھا کسنے بھیجا تھا یہ کسکا نام تھا
خسرو فارس کو اذن دعوت اسلام تھا

داب شاہی سے جدا پیرایۂ تحریر تھا
بھیجنے والیکا نام عنواں پر مسطور تھا

یعنے اس میں درج تھا فرمان ختم انبیاء
شرکت مذہب کی تھی ترغیب جسمیں برملاء

غیظ آیا شیر کو پڑھکر یہ گستاخانہ خط
کردیا پرزے پرزے اسنے بیتابانہ خط

دلمیں پیدا اسکے پھر میل دل آزاری ہوا
حاکم ملک عرب کو یہ حکم جاری ہوا

بے ادب کو بھیجدے دربار میں بہر سزا
تاکہ اس کو اپنی گستاخی کا مل جائے مزا

دوسروں کو تاکہ ان باتوں کی جرأت نہو
ایسے دیوانوں کی پھر تقلید کی ہمت نہو

گوش زد شاہ مدینہ کے ہوئی جب یہ خبر
تھے لب اقدس پہ الفاظ جاری سر بسر

میرے خط کا حال جو مغرور خسرو نے کیا
سلطنت کی اسکی کیفیت یہی تم دیکھنا

چشم عبرت سے یہ شان کبریائی دیکھئے
گردش قسمت کے ہاتھوں کی صفائی دیکھئے

خسرو پرویز جسکا بول بالا تھا کبھی
جسکے عکس رخ سے محفل میں اجالا تھا کبھی

جسکے قدموں سے زمین ایشیاء پامال تھی
مال و دولت سے حکومت جسکی مالامال تھی

فوج انجم سے بھی افزوں جسکے تھی خیل و حشم
جسکے آگے تھے سلاطین کے سر تسلیم خم

بادۂ نخوت سے جو شام و سحر سرشار تھا
محو جسکے دل سے نقش عظمت قہار تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس کا گیا تختہ پلٹ
بات کرتے کرتے گویا ہو گئی کایا پلٹ

ہاتھ اپنی جان شیریں سے اسے دھونا پڑا
موت جب آئی تو عیش سلطنت کھونا پڑا

بیوفائی کی پسر نے اپنے دلمیں ٹھان لی
مکر سے حیلہ سے آخر پدر کی جان لی

باپ کے مرنے پر بیٹا خود سریر آرا ہوا
انتہا کہ بہ میدان ہی مارا ہوا

اسپہ در پردہ مگر تقدیر تھی خندہ زناں
باپ کو مارا [illegible] نہ اس کو بھی اماں

تھی ہوس جسکی وہ آخر سلطنت جاتی رہی
روح رخصت [illegible] تن سے سکت جاتی رہی

ملک خسرو میں ہوا سکہ رواں اغیار کا
[illegible] پورا احمد مختار کا

ٹکڑے ٹکڑے سلطنت فارس کی بیش و کم ہوئی
شکل صوبوں کی بنی ملک عرب میں ضم ہوئی

سید محمد فاروق (شاہپوری)

چھوٹے خلیفوں سے بچو

یہ سنت اللہ ہے کہ جب کوئی سلسلہ حقہ قایم ہوتا ہے تو اس کی ابتدا سخت ابتلاؤں اور مشکلات سے ہوتی ہے۔ ہر طرف سے اہل دنیا اس کی مخالفت کے لئے اٹھتے ہیں۔ اور ہر ناپاک دل و دماغ کا انسان جو شیطانی تسلط اور تصرف کے نیچے ہوتا ہے اپنے ہتھیار لیکر اس کو نیست و نابود کرنا چاہتا ہے۔ ان عسر کی گھڑیوں میں اللہ تعالٰی اس کی کامیابی اور برومندی کی بشارتیں دیتا ہے۔ جو مخالفین کے لئے محض ہنسی کا سامان اور مومنین کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوتی ہے۔ اس کلیہ اور قاعدہ سے سلسلہ عالیہ احمدیہ بھی مستثنیٰ نہیں۔ اس کی ابتدا جن مشکلات سے ہوئی وہ دنیا جانتی ہے۔ مخالفت کے بادل کس زور شور سے اس پر گھر رہے تھے۔ اور بد اندیش مخالف کن کن ڈھنگوں میں اُسے تباہ کرنا چاہتے تھے۔ مگر آخر خدائی باتیں پوری ہوئیں اور

خدا کا مامور جری اللہ فی حلل الانبیاء

پوری شوکت اور قوت کیساتھ آگے بڑھتا گیا۔ یہانتک کہ وہ چار لاکھ سے زیادہ نفوس کا امام ایک عظیم الشان اور حیرت انگیز تبدیلی کرنیوالا ٹھیرا۔

دوسرا مرحلہ سلسلہ حقہ کیلئے مشکلات کا وہ ہوتا ہے

جب وہ مامور من اللہ جو اس سلسلہ کا بانی اور امام ہوتا ہے اس دنیا سے اٹھتا ہے۔ اس وقت شیطان چاہتا ہے کہ بھیڑوں کو پراگندہ کرے۔ مگر خدا تعالٰی اپنی نصرت اور سکینت کے فرشتوں کو نازل کرتا ہے اور اپنی چمکار دکھاتا ہے اور اس سلسلہ کے شیرازہ کو ہر قسم کی آفت اور تباہی سے بچا لیتا ہے۔ یہاں بھی ہم نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال سے پہلے ہی مخالفین لکھتے اور کہتے تھے کہ اس سلسلہ کا خاتمہ

اس پاک وجود کے ساتھ ہی

ان آنکھ کے اندھوں کی نظر ایک شخصیت سے پرے نہیں جا سکتی تھی۔ وہ یہی کہتے تھے کہ یہ شخصی تجاویز اور منصوبوں کا نتیجہ ہے۔ فی الواقع اگر شخصی تجاویز پر ہی کوئی سلسلہ چل رہا ہو تو اس شخصیت کیساتھ ہی اس کو فنا ہونا چاہیئے۔ مگر یہ سلسلہ حقہ تو خدا نے قایم کیا ہوا تھا اس پر

فنا کا ہاتھ چل نہیں سکتا!

اللہ تعالٰی نے دکھا دیا کہ جب سلسلہ احمدیہ کا بانی اور امام مرفوع ہوا۔ اس سے پیشتر کہ اس کا جسم مبارک پیوند خاک ہو۔ اسی کا منشا تھا۔ اور فضل اللہ تعالٰی نے اس کا قائم مقام کھڑا کر دیا۔ اور

نور الدین احمد آگے بڑھا!

اور اس نے اس نازک بوجھ کو باوجود پیرانہ سالی کے نہایت قوت اور شجاعت اور ایمانی حرارت کے ساتھ اٹھا لیا۔ خدا تعالٰی نے تسلی اور اطمینان کے ملائکہ اس پر نازل کر دیئے۔ اور اس وقت جو کہ خوف و خطرہ کے بادل سے گھرا ہوا تھا اور جبکہ دشمن کی آنکھ شرق سے نظارہ کرتی تھی۔ وہ مطلع نصرت کی تیز ہواؤں کے ساتھ پاش پاش ہو جانے سے صاف ہو گیا اور خلافت کا چاند اپنی پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہوا۔ اور مسیح و مہدی کے نائب کا

دور خلافت شروع ہو گیا

اور وہ خوف امن سے تبدیل ہو گیا۔ لیکن ابھی ابتلاؤں کا جدید سلسلہ شروع ہونے والا تھا۔ کیونکہ مامور من اللہ کی وفات پر پہلا خوف تو قوم کے منتشر ہو جانے کا ہوتا ہے۔ اُسے اللہ تعالٰی ایک خلیفہ کے ذریعہ دور کر دیتا ہے۔ پھر ایک نیا سلسلہ مختلف قسم کے ابتلاؤں اور خوفوں کا ہوتا ہے۔ اس سے اللہ تعالٰی اس خلیفہ کی نصرت اور تائید کے نشانات دکھانا مقصود رکھتا ہے کیونکہ اس کے کمالات اور ہمت بلند اور استقلال اور قوت جاذبہ کا پتہ نہیں لگ سکتا جب تک اس پر جدید ابتلا نہ آئیں۔ یہی سر ہے کہ خدا کے مامور مرسل کے ساتھ جو وعدے ہوتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے اس کے جانشینوں کے ہاتھ پر پورے ہوتے ہیں۔ تا کہ

اُن کی مخفی قوتوں اور کمالات کا اظہار ہو

غرض نور الدین احمد کی خلافت میں بعض عجیب عجیب ابتلا آئے۔ مخالفوں کی مخالفت ایک طرف۔ خود اندر سے بعض امور ایسے پیدا ہو گئے جو نہایت دہشت ناک تھے۔ اور یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ بعض دل ایسی باتوں کے اظہار سے ڈر جاتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ شاید اس سے سلسلہ کی بدنامی ہو۔ مگر مجھے نہایت درد دل سے کہنا پڑتا ہے کہ جب وہ تاریخ میں پڑھتے اور درس دیتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وقت میں ارتداد ہو گیا۔ اور آپ کو منکرین زکوٰۃ سے جنگ کرنا پڑا۔ تو نہیں شرم نہیں آتی کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کو اس طرح بدنام کرتے ہیں۔ نہیں یہ غلطی محض ایک وہم ہے اس سے سلسلہ کی بدنامی ہرگز نہیں بلکہ یہ تو

ایک اظہار اعجاز ہے

جب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی شدید مخالفت ہوئی۔ اور ان کی راہ میں بڑے بڑے مشکلات آئے تو اس بیان سے ہماری یہ غرض نہیں ہوتی کہ نعوذ باللہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی ہتک کرتے ہیں۔ بلکہ ہم بتاتے ہیں کہ اس قدر مخالفوں کے درمیان سے جو شخص عزت و احترام کے ساتھ نصرت اور فتحمندی کا پھریرا اڑاتا ہوا نکلتا ہے وہ

معمولی انسان نہیں بلکہ مؤید من اللہ ہے

اسی طرح پر حضرت خلیفۃ المسیح کے لئے بیرونی حملوں اور مخالفوں کے ساتھ جو اس سلسلہ حقہ کیلئے اس کی پیدائش کے دن سے ہو رہی ہیں۔ بعض اندرونی ابتلا بھی پیش آئے۔ اور وقتاً فوقتاً پیش آتے رہتے ہیں۔ وہ ابتلا معمولی ابتلا نہیں تھے بلکہ

سلسلہ کی زندگی اور موت کی ابتلا تھے

مگر اللہ تعالٰی نے محض اپنی تائید سے دکھا دیا کہ نور الدین احمد خدا کا بنایا ہوا خلیفہ ہے۔ کیونکہ اگر وہ انسانی تجاویز اور تدابیر کا نتیجہ ہوتا تو اس قدر مؤید اور منصور نہ ہوتا۔ وہ ان مشکلات پر

فتحمند جرنیل کی طرح غالب آیا

اللہ تعالٰی نے اس سلسلہ کو ہر قسم کے انتشار اور تفرقہ سے بچایا اور بار دیگر تمکین خلافت تبدیل خوف بالامن کا نظارہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ ابتلا اس کی زندگی کے ساتھ مختلف رنگوں میں ظاہر ہوتے رہیں گے۔ تا اس کی مخفی قوتیں اور کمالات دنیا پر ظاہر ہو جاویں۔ انہیں ابتلاؤں میں ایک سلسلہ ایسے لوگوں کا وجود بھی ہے۔ جو اپنی دماغی کمزوریوں کیوجہ سے کبھی کبھی خود خلیفۃ المسیح ہونے یا بیعت ارشاد لینے کے حقدار ہونے کے مدعی ہو جاتے ہیں۔ اسی خطرہ سے مجھے قوم کو آگاہ کرنا ہے کیونکہ میرا بحیثیت خادم قوم یہ فرض ہے کہ ہر ایک ایسے امر سے آگاہ کرتا رہوں جو کسی وقت موجب نقصان ہو سکتا ہے۔ بعض آدمیوں نے جیسا کہ ابھی ذکر کیا ہے اپنی دماغی کمزوریوں کی وجہ سے اور بعض نے محض دنیاوی اغراض کیوجہ سے اس قسم کے دعوے کئے ہیں کہ وہ صاحب الہام ہیں یا انہیں کسی زمانہ قدیم میں حضرت نے بیعت لینے کی اجازت دی تھی۔ اس لئے وہ حضرت کے نام پر اب بیعت لے سکتے ہیں۔ ایسے دعاوی محض باطل اور مغالطہ دہ ہیں۔

ایک وقت میں ایک خلیفہ ہو سکتا ہے

اسلام نے یہی سکھایا ہے۔ اسلام وحدت کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ وہ انتشار اور تفرقہ کا حامی نہیں۔ جبکہ خدا تعالٰی نے اپنی تائید اور نصرت کے ساتھ ایک امر کے لئے کھڑا کر دیا۔ اور قوم کو اس کی

ہاتھ پر اکٹھا کر دیا۔ اب اسکے ہوتے ہوئے اگر کوئی دوسرا شخص

مدعی حق نہیں ہے

جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں اگر کوئی شخص کہتا کہ میں مہدی اور مسیح ہوں ہم یقیناً اسے کاذب کہتے اور وہ یقیناً ہلاک ہو جاتا۔ اور بعض ہوئے۔ اسی طرح اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے نور الدین احمد کی خلافت کو صدیقی خلافت کے ہم رنگ ثابت کر دیا۔ اور اس میعاد عمر سے بھی اسے بڑھا دیا تو کوئی شخص اگر اس قسم کا دعوے کرتا ہے

تو وہ جھوٹا ہے

ایسے لوگوں سے محترز رہنا چاہیئے۔ اور ان کے لئے دعا کرو کہ وہ واجب الرحم ہیں۔ لاہور کے پاگل خانے میں میں نے خود ایک شخص کو دیکھا تھا۔ جو نپولین ثانی ہونے کا مدعی تھا اسی طرح بعض لوگ اپنی دماغی کمزوریوں کی وجہ سے لمبے دعوے کر اٹھتے ہیں۔ خلافت حقہ کے سامنے ایسے مدعیوں کا ہونا ایک ضروری امر ہے پس ہمارے دوستوں کو ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کہ ایسا نہ ہو کوئی انہیں گمراہ کرے۔ اور وہ کسی کی مسکین صورت اور لاف زنیوں کو دیکھ کر حق سے دور جا پڑیں۔ جیسے اس چودھویں صدی میں آسمان کے نیچے ہدایت کوئی

مہدی اور مسیح موعود کے نام کے سوا دوسرا

نہیں دیا گیا۔ اس کے بعد مسیح اور مہدی کے ذریعہ نجات کا دروازہ ایک ہی خلیفہ برحق ہو سکتا ہے

دوسرا نام نہیں جو دیا گیا ہو

پیر ایسے آدمی اپنے آپ کو بیعت لینے کا مجاز ظاہر کرتے ہیں۔ وہ کوئی ہوں اس دعوے پر سراسر جھوٹے ہیں اور ناقابل التفات ہیں۔ اگر وہ الہام کے بھی مدعی ہوں تو بھی قابل التفات نہیں یہ بھی ایک ابتلا ہے جو بعض لوگوں کو آ جاتا ہے۔ اس پر مفصل لکھنے کا خدا کے فضل سے ارادہ ہے۔ کیا عبد الحکیم کو الہام نہ ہوتے تھے؟ کیا عباس علی حضرت مسیح موعود کا ایک پہلا خدمتگار نہ تھا؟ یہ باتیں سچی ہیں۔ جو شخص خلافت کے خلاف کوئی نیا جھنڈا کھڑا کرتا ہے۔ قرآن مجید نے اسے فاسق قرار دیا ہے جب خدا تعالیٰ نے ایک کو تم میں سے چن لیا ہے اور سب سے کھڑا کر دیا اب دوسرا کون ہے جو اس کے مقابلہ میں اٹھے ایسے لوگوں کو بڑی جرأت کیساتھ ڈانٹ دینا چاہیئے۔ تاکہ انکا فتنہ آگے نہ بڑھے بعض کمزور طبیعت کے لوگ ایک ایک ہو کر کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ خلیفۃ المسیح کیوں کوئی فیصلہ نہیں کر دیتے؟

وہ نہیں جانتے کہ خلافت کو ایسے فیصلوں کی حاجت نہیں ہوتی۔ یہ ہمارا اپنا کام ہوتا ہے کہ جب ہم ایک ہاتھ پر اکٹھے ہو چکے ہیں۔ پھر اگر کوئی ہمیں بہکاتا ہے۔ تو اسے شیطانی تحریک سمجھ کر لاحول پڑھتے ہوئے اس سے الگ ہو جاویں۔

انہیں خود جرأت سے کام لینا چاہیئے اور لوگوں کو ایسے منصوبہ باز آدمیوں سے بچانا چاہیئے۔ ان کی حقیقت کو کھول دینا چاہیئے۔ تاکہ وہ برقع جو ان کے چہرہ پر پڑا ہوا ہے اٹھ جاوے اور ان کی شکل و صورت نظر آ جاوے میں اپنے ایمان کی بات کہتا ہوں کہ میں ایسے لوگوں کو مفسد فی الارض یقین کرتا ہوں۔ اور انہیں تقوے کی راہوں سے دور سمجھتا ہوں۔ اگر ان میں اتقا اور خشیت اللہ ہو تو وہ کبھی اس قسم کی باتیں نہ کریں جبکہ خدا کا قائم کردہ **خلیفہ موجود** ہو۔

پس اے دوستو! تمہارے لئے یہ ابتلا ہے اس سے بچو اور بچنے کیلئے خدا سے دعا کرو۔ ایسے لوگ اگر اپنی چالاکیوں سے باز نہ آئے۔ تو ایڈیٹر الحکم انشاء اللہ العزیز انکی پوری حقیقت کو کھول دیگا۔ اس لئے کہ وہ پسند نہیں کرتا کہ قوم ایک مغالطہ میں رہے۔

پس کبھی ایسی باتوں سے دھوکا نہ کھاؤ۔ بہت سے لوگ بھیڑوں کے لباس میں بھیڑیئے بن کر تمہیں کھا جانا چاہتے ہیں۔ مومن ہوشیار ہوتا ہے اس لئے مستعد اور ہوشیار رہو۔

ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کیلئے کافی ہوتا ہے۔ اور انہیں ذلیل کر دیتا ہے۔ مگر ہمارا اس کی یہی راہ ہے کہ ہم خود انہیں منہ نہ لگائیں اور ان کی چالوں میں آ کر اپنے مال اور ایمان کا نقصان نہ کریں۔ خدا ہی کے فضل سے وہ فراست اور نور ملتا ہے جسکے ذریعہ انسان دوستوں اور دشمنوں میں تمیز کر لیتا ہے

خدا سے اس نور اور فراست کو مانگو!

درخواست نکاح

ایک شخص جو معماری کا کام کرتا ہے۔ اور پچیس تیس روپیہ ماہوار کماتا ہے۔ ۳۰ سال عمر کا ہے۔ وہ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ خواہ بیوہ ہو یا باکرہ۔

جو صاحب چاہیں دفتر الحکم سے خط و کتابت کریں!

ایوان خلافت

بہت دنوں سے میں اپنے ناظرین کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے دربار میں نہیں لے گیا۔ میں خدا کے فضل و توفیق سے پھر اس سلسلہ کو شروع کرتا ہوں۔

آپ کی صحت

حضرت امیر المومنین کی صحت اب بہت اچھی ہے زخم کے متعلق کوئی یقینی رائے تو میں نہیں دے سکتا ظاہری حالت کے لحاظ سے اب اسے اچھا ہی کہنا چاہیئے آپ نے درس تدریس کا سلسلہ تو عرصہ سے جاری کر رکھا ہے بعد نماز فجر قرآن شریف کا درس بھی دینے لگے ہیں۔

توکل علی اللہ

آپ کے توکل علی اللہ کے بہت سے واقعات لکھے گئے ہیں۔ مگر جسقدر بھی ملتے جاویں وہ ایمان ہی کے بڑھانیوالے ہیں۔ ایک دوست مالی ابتلا میں تھا اس کے متعلق میں نے آپ کو توجہ دلائی فرمایا میں تو روپیہ رکھتا ہی نہیں اور مجھے رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میرا مولا میری ضرورتوں کا آپ کفیل ہے۔ جب ضرورت مجھے پیدا ہوتی ہے پہلے وہ روپیہ بھیجدیتا ہے۔ کسی اور کو کہنے کی مجھے ضرورت ہی نہیں بلکہ تو مولے کریم ہی پر چھوڑ دیتا ہوں اور کسی کو میں نہیں کہتا۔ ہاں دعا کر سکتا ہوں۔

آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مخلوق سے کسقدر استغنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر کسقدر ایمان پھر دعا پر بھی بڑا ایمان ہے۔ دعا کے ذریعہ جو انقلاب ہوتے ہیں۔ ان کو اپنے تجربہ کی بنا پر خوب جانتے ہیں۔

آپ کی زندگی کے چند عجائبات

میری عادت میں داخل ہے کہ میں جب کوئی موقعہ پاتا ہوں تو بعض باتیں ایسی پوچھ لیتا ہوں۔ جو دوسروں کے نزدیک شاید خلاف ادب ہوں۔ مگر میں اپنے مذاق پر پوچھ ہی لیتا ہوں۔ ایک دن مجھے موقعہ ملا۔ اور میں نے چند سوال کئے۔

ایڈیٹر الحکم: کیا حضور نے کبھی حضرت صاحب سے کوئی دعا کرائی ہے یا دعا کیلئے کہا؟

حضرت امیر المومنین نے فرمایا: میں نے کبھی بھی حضرت کی خدمت میں دعا کیلئے عرض نہیں کیا۔ صرف

ایک مرتبہ میں نے ایک خط حضرت کو لکھا تھا اس میں میری ایک درخواست دعا کی ہے، وہ دیکھ کر معلوم ہو جائیگا۔

ناظرین! میں اس معمّٰی کو حل کرنے کیلئے اس دعا کو یہاں ضروری لکھنا چاہتا ہوں۔ اسے پڑھکر آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ حضرت امیر المومنین کی غرض و نہایت اور محبوب ترین شے دنیا میں کیا ہے؟ کسی انسان کی زندگی کے حالات کا پتہ لگانے کیلئے اس کی دعائیں نہایت عمدہ ذریعہ ہیں اور اسی بنا پر میں نے اپنی بعض ان تقریروں میں جو مخالفین اسلام سے بطریق تبادلہ خیالات ہوئیں۔ اس امر کو بڑے زور سے پیش کیا ہے اور اسے ایک عظیم الشان حربہ فتح اسلام کا سمجھتا ہوں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل زندگی اور پاکیزہ فطرت کے ثبوت میں آپ کی دعائیں نہایت قیمتی ماخذ ہیں۔ دعاؤں کا تعلق انسان کے قلب سے ہے۔ اور اس کے مخفی در مخفی ارادوں اور جذبات کی وہ کلید ہیں پس اگر ہمارے دوست نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں پر غور کریں تو انہیں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص محبت اور انس پیدا ہو جائیگا۔ اور آپ کی شان بلند اور بھی بڑھی ہوئی نظر آئیگی۔ غرض کسی شخص کی دعائیں اس کی زندگی کے حالات اور سیرۃ کا راز سربستہ ہیں۔ اسی خیال سے میں نے یہ سوال کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود سے آپنے کیا دعا کرائی؟ اور آپ کیا دعا کرتے رہے ہیں۔ وہ خط جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ نے لکھا یہ ہے

حضرت امیر المومنین کا مکتوب

مولٰنا مرشدنا امامنا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ عالی جناب میری دعا یہ ہے

کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں اور امام زمان سے جس مطلب کے واسطے وہ مجدد کیا گیا ہے وہ مطالب حاصل کروں!

اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفا دیدوں اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑکر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دین حق کیطرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دوں۔ **میں آپکی راہ میں قربان ہوں میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپکا ہے حضرت پیر و مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جاوے تو میں مراد کو پہونچ گیا۔** اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمایئے کہ میں یہ ادنٰے خدمت بجا لاؤں کہ ان کی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دوں۔ حضرت پیر و مرشد نابکار شرمسار عرض کرتا ہے اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈالدیا جاوے پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپ کی ضروریات میں خرچ ہو مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے۔ اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کیلئے طیار ہوں

دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو"

اس مکتوب پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو ریمارک فرمایا ہے وہ یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب ممدوح کا صدق اور ہمت اور ان کی غمخواری اور جانثاری جیسے ان کے قال سے ظاہر ہے اس سے بڑھکر ان کے حال سے انکی مخلصانہ خدمتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ محبت اور اخلاص کے جذبہ کامل سے چاہتے ہیں کہ سب کچھ یہانتک کہ اپنے عیال کی زندگی بسر کرنے کی ضروری چیزیں بھی اس راہ میں فدا کر دیں۔ **ان کی روح محبت کے جوش اور مستی سے ان کی طاقت سے زیادہ قدم بڑھانے کی تعلیم دے رہی ہے!** اور ہر دم اور ہر آن خدمت میں لگے ہوئے ہیں"

میری غرض اس مکتوب سے حضرت امیر المومنین کی دعا کا پتہ لگانا ہے جس سے معلوم ہوگا۔ کہ آپ کیا چاہتے تھے؟

ناظرین الحکم معلوم کریں گے کہ خود جس امر کیلئے اس وقت آپ دعا کرتے تھے وہ یہ تھا کہ **ہر وقت حضرت کی خدمت میں رہیں اور امام زمان سے وہ غرض حاصل کریں جو آپکی بعثت کی ہے**

اور امام زمان سے جو دعا کرائی وہ یہ ہے کہ

دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو

ان دونوں امروں پر غور کرو۔ اول اول میں جو دعا کی گئی تھی وہ کیسی قبول ہوئی۔ کہ آپ کو حضرت کی صحبت میں رہنے کا ایسا موقعہ ملا کہ اس وقت تک کہ حضرت کا وصال ہوا۔ آپ الگ نہیں ہوئے۔ اس دعا کا جزو اول پورا ہوگیا۔ تو دوسرا جزو بھی یقیناً پورا ہوا کہ آپ نے اس مطلب کو پالیا جو آپ کی بعثت کا تھا۔ اور اگر اس مطلب کو حاصل نہ کرتے تو نا ممکن تھا کہ اس کے رنگ میں اس قدر رنگین ہوتے کہ آپ کے بعد اس کے قایم مقام ہوتے۔

حضرت مسیح موعود سے جو دعا کرائی اس میں کوئی دنیوی غرض اور مقصد نہیں وہ اس امر کی دعا ہے کہ موت صدیقوں کی موت ہو کیا مطلب کہ آپ مقام صدیق پر کھڑے ہو جاویں اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ آپ کو صدق سے کس قدر پیار ہے۔

حضرت مسیح موعود نے ایک مرتبہ انعمت علیہم کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ منعم علیہ گروہ میں سے ایک درجہ صدیق کا ہوتا ہے اور جب انسان صدیق کے مقام پر ہوتا ہے تو چونکہ اصدق الصادقین اللہ تعالٰے کی ذات ہے اس کے کلام سے اس کو محبت خاص اور انس پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اسکے حقایق و معارف اس پر کھلتے ہیں۔

اب ہم عملی زندگی میں حضرت خلیفۃ المسیح کی حالت کو دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید سے کس قدر محبت ہے۔ قرآن کریم ہی آپ کو غذا ہے اسی سے اور اسی میں آپ زندہ رہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ صدیق کے مقام پر انسان قرآن مجید کے حقایق اور معارف کا واقف اور صادقوں کا رفیق ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے **کونوا مع الصادقین**۔ یہ دعا بھی قبول ہو گئی کیونکہ اس کے آثار ظاہر ہیں۔ اور اللہ تعالٰے نے عملی رنگ میں آپ کو صدیق اکبر کے مقام پر لا کھڑا کیا۔ جس طرح پر حضرت صدیق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امت احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاسبان مقرر ہوئے۔ اللہ تعالٰے نے آپ کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ کی جماعت کا لیڈر اور امام آپ ہی کو ٹھیرایا۔

درخواست جنازہ غایب

منشی فضل حق صاحب ساکن پٹیالہ کے ایک صاحبزادہ کا انتقال ہوگیا ہے

احباب سے جنازہ غائب کی درخواست کرتے ہیں

اشاعت بائیبل اور اس سے سبق

انجیل کا موجودہ مستند ترجمہ آج سے تین سو سال قبل شایع کیا گیا تھا حال میں بمقام لنڈن اس اشاعت کی

صد سالہ سالگرہ نہایت دہوم دہام سے منائی گئی۔ اس کے متعلق یہ دریافت کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ انگلستان کی سرکاری بائیبل سوسائٹی نے گذشتہ سو سال میں بائیبل کی اشاعت پر قریباً ۲ کروڑ روپیہ کی خطیر رقم صرف کی ہے۔ آجتک قریباً سات آٹھ سو مختلف زبانوں اور بولیوں میں انجیل کا ترجمہ ہو چکا ہے سال گذشتہ میں سوسائٹی نے انجیل کی ۶۶۰۰۰۰۰ جلدیں شایع کیں۔ اور گذشتہ ۵۰ سال سے اسکی سالانہ اشاعت میں ۹۰ ہزار جلد کا ہر سال اضافہ ہوتا رہا ہے یہ سوسائٹی بحساب اوسط ہر روز ساڑھے دس ہزار روپیہ انجیل کی اشاعت پر صرف کرتی ہے۔ ملکہ وکٹوریہ آنجہانی نے جب ایک ایسے ہی موقعہ پر ان کی خدمت میں ایک انجیل کا نسخہ پیش کیا گیا۔ فرمایا تھا کہ "یہ بائیبل برطانیہ کی کامیابی کا راز ہے" اس سے عیسائی خداپرست دنیا میں انکا شہرہ دور تک پہونچ گیا جس حال کے جلسہ کا اوپر ذکر کیا گیا اوس میں بھی حضور ملک معظم کی خدمت میں انجیل مقدس کا ایک نسخہ پیش کیا گیا۔ اور آپ نے اپنی تقریر دلپذیر میں انجیل کو "اولین قومی خزانہ" اور "دنیا کی سب سے زیادہ قیمتی چیز" کے الفاظ سے تعبیر کیا۔ ہمارے لئے یہ موقعہ انجیل مقدس اور فرقان حمید کی تعلیم کو آپس میں مقابلہ کرنیکا نہیں ہے۔ متعدد گذشتہ صدیوں میں مہذب ممالک کے کئی برگزیدہ غیر مسلم عالم و فاضل نہایت بے تعصبی سے اسلامی تعلیم کے بارہ میں اپنی قیمتی رائیں ظاہر کر چکے ہیں۔ اور آئے دن ایسی آرائے کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔ جو حق و راستی کے طالب منصف مزاج اشخاص کے غور و خوض کو اپنی طرف کھینچنے کا حق رکھتی ہیں مگر افسوس کہ ہم مسلمان اپنے پاک مذہب کی اشاعت سے کسقدر غافل اور بے خبر ہیں۔ کیا ہماری سینکڑوں بڑے بڑے نام والی اسلامی انجمنیں اور انسٹیٹیوشن بتلا سکتی ہیں۔ کہ وہ ۱۰½ ہزار روپیہ یومیہ خرچ کرنے کی بجائے مہینہ بلکہ سال بھر میں بھی اس قدر رقم اشاعت اسلام و قرآن پر صرف کرتی ہیں۔ اور کیا وہ اس بارہ میں اپنے آپ کو اشاعت اسلام و احکام الٰہیہ کی ذمہ واری سے سبکدوش قرار دے سکتی ہیں۔ حالانکہ یہی غرض بتلا کر وہ عام مسلمانوں سے روپیہ وصول کرتی ہیں۔ افسوس کہ اس بیداری اور ترقی کے زمانہ میں ایک ہمدرد اور عادل گورنمنٹ کے زیر سایہ رہکر بھی مسلمان خواب غفلت سے نہیں چونکتے۔ اور اپنی ہمسایہ قوموں کی برتر حالت بھی ان کے دلوں میں سخت جد و جہد کا رشک پیدا نہیں کرتی۔ ورنہ اگر انہیں خواب غفلت سے ہوش آیا ہوتا۔ کہ وہ نہایت زور سے اس امر کو محسوس کرتے کہ ہماری عین قومیت جس پاک مذہب کی مرہون منت ہے پہلے اس کے پاک احکام و ارشادات کے سانچے میں افرادی زندگی کو ڈھالنا پھر اُسی سانچے میں قومی زندگی کو ڈھالنے کی مسلسل اور سرتوڑ کوشش کرنا ہمارا سب سے پہلا فرض ہے۔ (وطن)

سب دردوں کا درمان

علامہ رشید رضا آفندی ایڈیٹر المنار

مصر اپنے مجوزہ اسلامی کالج اور قایم کردہ مجلس دعوت و ارشاد کی ضرورت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔
"مذہب کی دعوت ہی آب حیات ہے۔ جس سے ابتدائی اور انتہائی عقلیں سیراب ہوتی ہیں۔ اور مذہبی دعوت ہی وہ روغن ہے جسکی مدد کے بغیر قومی ترقی کا چراغ روشن نہیں ہو سکتا۔ دین اسلام کا یہی قاعدہ رہا ہے۔ وہ پہلی صدی میں زمین کے ایک ٹکڑے تک محدود تھا۔ پھر تمام دنیا میں پھیل گیا۔ اسکا سبب یہی ہے کہ اسلام کی منادی کرنے والوں نے دنیا میں پھیل کر دلایل و براہین کے ساتھ اسلام کی دعوت دی جسطرح تیغ و سنان سے مجاہدین نے مخالف قوموں کو زیر اور فتح کیا۔
تاریخ میں ہمنے کہیں نہیں پڑھا کہ ابتدائی صدیوں کے بعد دعوت اسلام کی قوت اپنے حال پر بدستور ثابت رہی ہو۔ حالانکہ واجب یہ تھا کہ زمانہ کے ساتھ ساتھ مذہبی دعوت بھی ترقی کرتی جاتی۔ جسطرح تخم ریزی کے بعد زراعت ترقی کرتی ہے۔ لیکن ہم کو تاریخ نہایت افسوس کیساتھ اطلاع دے رہی ہے کہ اسلام کی دعوت میں روز بروز انحطاط آتا گیا۔ اور ہمنے نہیں سُنا کہ مسلمان فاتحین اس زمین سے جو ان کے ہاتھ میں تھی۔ بالشت بھر بھی آگے بڑھے ہوں۔ علاوہ اس کے اسلام کی حقیقی دعوت کے آثار لوحِ زمانہ سے مٹ گئے دوسری دعوتیں اس کے ٹیلوں پر قایم ہو گئیں۔ اور خود دعوت دینے والوں نے اپنے اپنے جدید مذاہب کے موافق اسلام کی مزاحمت کی۔ اسلام فرقہ باطنیہ میں آگیا۔ بعض عجیب عجیب مذاہب پیدا ہو گئے۔ مفسد علما نے جاہل اور بے شعور عوام پر غلبہ پایا اور چونکہ اسلام کو غلبہ دینے کی طاقت انہیں نہ رہی تھی۔ لہذا بجائے دعوت اسلام کے خود اسلام سے اسلام کی جنگ چھڑ گئی۔ اور ہم ایک ایسے زمانہ میں آگئے کہ مسلمانوں کو دعوت شر دینے والوں کے مابین اسطرح گھرا ہوا دیکھتے ہیں۔ جیسے دو طرف چوگانوں کے درمیان گیند کی حالت ہوتی ہے کہ ایک اس کو پھینکتا ہے اور دوسرا دبوچ لیتا ہے۔
یہ لوگ وہ ہیں۔ جو انسانوں کو اس امر کی دعوت دیتے ہیں۔ کہ اسلام ایک خاص شخصی امر اور انسانی ضمیر کا نتیجہ ہے۔ وہ انسانی زندگی کو روشن و تابناک بنانیکا مظہر نہیں ہو سکتا۔ ملحدوں نے یہ ایک ایسا بیج بویا ہے۔ اور لوگوں ایک ایسی بات کی دعوت دے رکھی ہے کہ اسلام کی روح وسیع ہونے شارع اسلام کی تعلیمات پھیلنے اور خدا کے نام لینے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ صفحہ وجود سے خدانخواستہ یہ نام ہی مٹ جائے اور خدا کے وجود و عدم کی بحث کا جھگڑا ہی نہ رہے۔ نہ انسانوں میں شقاق و نفاق پھیلے کہ کوئی خدا کے وجود کا قایل ہی ہے اور کوئی اس کے عدم کا یہ فاسد بیج یورپ میں اُگا۔ اور وہاں سے ان لوگوں نے اس کو لیکر اسلامی ممالک میں اس کی آبیاری کی جن پر یورپ کا بھوت سوار تھا۔ یہ اس فکر میں پڑ گئے۔ کہ یورپ کا تمدن۔ یورپ کی رسمیں اور وہ تمام چیزیں جن کو یورپ سے نسبت ہے لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ (ایسی چیزیں ہیں کہ باطل نہ تو اس کے سامنے آتا ہے اور اس کے پیچھے) مسلمان دراصل زندہ ہی نہ تھے۔ کہ ایسے زہروں سے ان کو مار ڈالنے کی حاجت ملحدین یورپ کو ہوتی۔ انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ مسلمانوں کو وہ کتنی صورت مارین ان کی رائیں اور ان کے اثرات بہت سے ایسے لوگوں میں ظاہر ہونے لگے۔ جو اسلام کے مظہر تھے لیکن ان لوگوں نے اس مظہر کو اپنے زندقہ کے پردوں میں چھپایا ہے۔ مسلمانوں نے جسقدر رسالت سنے۔ ان کی راہوں پر یہ لوگ شیطانوں کیطرح کھڑے ہو گئے کہ ان کو ہدایت سے باز رکھیں اور حقیقی اسلام سے رد کیں چنانچہ فرقہ باطنیہ کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ لوگوں کو [illegible] کی دعوت دے رہے ہیں۔ بدعتی لوگ منادی کر رہے ہیں کہ دین کو دلوں میں چھپائے رکھو زبانوں پر نہ لاؤ۔
ان کے علاوہ ایک جرار لشکر اور بھی ہے جو شہروں کے طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے ان کی مجلسیں ہیں حامی ہیں حکومتیں ہیں۔ جو دعوت دینے والوں (پادریوں) کو مختلف شہروں میں بھیجتی ہیں تاکہ مسلمانوں کو دائرۃ النبی (صلے اللہ علیہ وسلم) سے احاطہ رب (مسیح) کی جانب پھیریں۔ مسلمان ان بلاؤں اور مصیبتوں کو دیکھتے ہوئے کیا کر رہے ہیں۔ اسلام ایک ہاتھی ہے اگر اس کے ذرات جسم میں زنبوروں کا اتنا بڑا ہجوم ہو جائے۔ تو ہاتھی ایک ساعت بلکہ اس سے بھی قلیل وقت میں انکا لقمہ ہو جائیگا۔
مسلمانوں پر افسوس ہے جنکے اجسام اسقدر ہلاک کرنے والے زہروں سے مسموم ہوں جنکو جہالت پچھاڑے۔ جنکو سستی اور غفلت پچھاڑے۔ جن کو اندھاپن گھیرا ہوا ہے۔ جنکی آنکھوں کی کھالی انہیں بڑی دعوت دینے والوں نے کی ہو۔ اگر ہم اسلام سے پوچھیں کہ تیری یہ حالت کس نے کر دی اور کس لیے تجھپر یہ بلا تیرے فنا کرنے کو نازل ہوئی۔ کچھ تو بتا؟ تو اسلام نہایت صاف اور فصیح زبان سے یہی کہیگا کہ مجھپر یہ مصیبت علمائے دین نے ڈالی۔
میں نہیں جانتا کہ ان لوگوں کا نام علمائے دین کیوں کہا گیا۔ اور لوگوں نے انپر اس بزرگ و جلیل القدر نام کا اطلاق کیوں کیا۔ میں اس گہرے اور نادر نام کے معنے سمجھنا چاہتا ہوں۔ اور وہ کونسا دین ہے؟ جس کے معنے اسلام ہیں۔ کیا اس دین کے علماء بھی ہیں۔ جو اس میں مشغول ہیں یا ان کے علاوہ کوئی اور ہیں۔ عالم دین کے اسم سے مسمّیٰ ہونے کے لایق تو وہی ہوگا۔ جو دین کے معنے اور اس کی مراد سمجھے۔ میں نے دین میں نظر کی تو علماء ہی کے ہاتھوں اور سے مصیبت زدہ اور انہیں کے تیروں سے اوسے زخمی پایا۔ جو دین سے منہ پھیر کر مزخرفات

از صیغہ دفتر سنٹرل کمیٹی تکمیل مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

مسلم یونیورسٹی کے موعودہ چندوں کے جلد سے جلد وصول ہونیکی ضرورت

خدا کا شکر ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے لئے چندہ فراہم کرنے کی ملک کے ہر حصہ میں جا بجا سرگرم کوششیں ہو رہی ہیں۔ فراہمی چندہ کے متعلق تائیدی جلسوں میں اس وقت تک جو تجویزیں ہوتی رہی ہیں۔ ان سے یہ خیال ہوتا تھا کہ ماہ نومبر ۱۹۱۱ء تک زرقم موعودہ کا وصول ہو جانا بالکل کافی ہے۔ لیکن حال ہی جو ڈیپوٹیشن بسر کردگی آنریبل سر راجہ صاحب بہادر محمود آباد شملہ پہونچا تھا۔ اور جس میں آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خانصاحب اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب اور یہ خاکسار (آنریری سکرٹری) شریک تھے۔ اور جسکا یہ مقصد تھا کہ اعلےٰ احکام گورنمنٹ سے پرائیویٹ طور پر مسلم یونیورسٹی کے قواعد کے وضوابط کے متعلق کچھ گفتگو کریں۔ اس کا نتیجہ گفتگو اگرچہ بالکل راز کے صیغہ میں ہے۔ اور ابھی تک کوئی فیصلہ قطعی طور پر ہوا ہی نہیں ہے۔ لیکن ممبران ڈیپوٹیشن کو یقین ہے کہ جس وقت نتیجہ عام طور پر مشتہر ہوگا۔ تو عامہ اہل اسلام گورنمنٹ کے نہایت ہی شکر گذار ہوں گے مگر ایک سخت مشکل یہ لاحق ہو گئی ہے کہ جب تک کم از کم پچیس لاکھ روپیہ نبک بنگال میں بمد مسلم یونیورسٹی فاؤنڈیشن فنڈ جمع نہ ہو جائے ہم کوئی باضابطہ درخواست گورنمنٹ میں یونیورسٹی کے متعلق پیش نہیں کر سکتے۔ حضور شہنشاہ معظم کی رونق افروزی ہندوستان سے پہلے پہلے جہانتک ممکن ہو گورنمنٹ سے ابتدائی مراحل طے ہو جانے چاہئیں۔ اور اس کام کیلئے اب اس قدر تنگ وقت رہ گیا ہے کہ موعودہ چندوں کے وصول میں اور جدید چندوں کی فراہمی میں توقف کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔ لہٰذا تمام اصحاب سے جو مسلم یونیورسٹی کا قائم ہونا چاہتے ہیں۔ التماس ہے کہ مہربانی سے چندہ ہائے موعودہ جسقدر جلد ممکن ہو ادا فرمائیں۔ اس میں جسقدر تاخیر ہوگی اسی قدر اصل مقصد کے حاصل ہونے میں تاخیر اور دشواریاں پیش آئیں گی۔ اور جو موزون وقت خوش قسمتی سے اس وقت مسلمانوں کو حاصل ہے وہ پھر ہاتھ نہ آئیگا۔

خاکسار مشتاق حسین آنریری سکرٹری

سیّد نذیر حسین دہلوی کی لائف

سیّد نذیر حسین دہلوی کی لائف الحیاۃ بعد الممات نام آجکل میری نظر سے گذری چونکہ مولوی نذیر حسین پہلا شخص ہے جس نے اپنے روحانی فرزند شیخ بٹالوی کی تحریک پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت پر کفر کا فتوےٰ دیا۔ اس لئے میں نے نہایت غور سے اس کی لائف کو پڑھا تاکہ دیکھوں کہ اس کی سوانح زندگی میں ان واقعات کو کس طرح ترتیب دیا ہے۔ علاوہ بریں میں اپنے مذاق کے موافق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائف کا میٹریل جمع کرتا رہتا ہوں۔ اس لحاظ سے بھی میں نے اس کو نہایت توجہ سے پڑھا۔ میں نے مناسب سمجھا کہ الحکم کے ناظرین کو بھی اس تلخیص میں شامل کر دوں۔ جو میں نے اس تالیف کے پڑھنے سے اوٹھایا ہے۔

میں اس امر کے اظہار سے نہیں رک سکتا کہ اس تالیف کو پڑھکر مجھے بہت افسوس ہوا۔ میرا خیال تھا۔ کہ مولوی نذیر حسین صاحب (جو محدث کہلائے جاتے تھے اور جنکے تلامذہ کی فہرست .. ہ کے قریب دیکھی ہے) کی لائف میں احادیث کے متعلق بعض قیمتی معلومات اور اچھوتے نکات ملیں گے۔ لیکن جو شخص بھی اس کتاب کو میرے جیسا مذاق لیکر پڑھنے کی کوشش کرے گا اسے میری طرح مایوس ہی ہونا پڑیگا پھر میں نے اس کتاب کو ایک اور نقطہ خیال سے بھی پڑھا۔ کہ چونکہ محدثین فن تنقید کے موجد ہیں۔ اس لئے محدث دہلوی کی لائف نہایت آزادانہ اور مورخانہ طریق تنقید پر لکھی جائیگی۔ اور ان کی کمزوریوں اور فروگذاشتوں پر پردہ پوشی کی پولیسی کو جائز نہیں رکھا جائیگا۔ مگر

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

مصنف نے خود اس فروگذاشت کو افسوس سے محسوس کیا ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے پیرو کی لائف نہیں لکھ سکا۔ اس قسم کی فروگذاشتوں کے باوجود بھی میں چاہتا ہوں۔ کہ سید نذیر حسین صاحب کی لائف پر تنقید کروں۔ امید ہے اسے دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔

شاعرانہ مذاق

مصنف نے مولوی نذیر حسین کے مذاق شاعری کا ایک الگ باب باندھا ہے۔ اور کتاب کے صفحہ ۱۹۲ - پر لکھا ہے "درس حدیث کے وقت عاشقانہ اشعار ایسے ایسے پڑھتے کہ سن کر حیرت ہو جاتی۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے

ادہر آ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

ایک سو برس کے بڑھے محدث کی زبان سے طالبعلموں کے مجمع میں درس حدیث کے وقت ایسے عاشقانہ اشعار کا اظہار جس سپرٹ کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ ایک صوفی۔ ایک پیر ایک مدرس۔ ایک محدث ایک پیر فرتوت کی شان ایسی عاشقانہ رنگین مزاجی سے بالاتر ہونی چاہیئے۔ شاید اسی فیض صحبت کا اثر ہے۔ جو امرتسری منکر اس شعر کو بکثرت پڑھا کرتا ہے۔ دہلوی شیخ کی سنت پر کچھ عمل کیا ہوگا!

مصنف نے ان اشعار کو نقل کیا ہے جو مولوی نذیر حسین محدث دھلوی اکثر پڑھا کرتے تھے۔ فلسفہ اخلاق پر بحث کرنیوالے کہتے ہیں کہ ہر شخص کے اخلاق کا پتہ اسکے دوستوں کے انتخاب سے مل سکتا ہے۔ اور پھر اس پر اور بھی ایزاد کرکے کہتے ہیں کہ اس کی پسندیدہ کتابوں سے پتہ لگ جاتا ہے جو اس سے بھی آگے گئے ہیں۔ وہ اس کے طرز بیان اور طریق کلام سے پتہ لگا لیتے ہیں۔ میں مولوی سیّد نذیر حسین صاحب کی شان میں کوئی گستاخی کرنیکی جرأت نہیں کرتا۔ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ ان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں۔ انہوں نے خدا کے برگزیدہ موعود اور مامور کو۔ وکیہ دیا یہاں تک کہ وہ پکارا

آنچہ مارا از دو شیخ شوخ آزارے رسید
یا نبی لبدیرس از عالمی قدری اللاقتدار

مگر عجیب شان الٰہی ہے کہ انکا ہی ایک خادم اور مداح ان کی زندگی کے واقعات شایع کرتا ہے۔ اور اس میں وہ اُن کے ان عاشقانہ مذاق کے اشعار کو جمع کرتا ہے۔ میں ناظرین کی دلچسپی کیلئے ان میں سے بعض یہاں درج کرتا ہوں اس سے کیا بعید فلسفہ اخلاق کے مندرجہ بالا اصول پر انہیں دھلوی محدث کی زندگی پر غور کرنے کا موقعہ مل سکے۔

(۱) نہیں وہ اب چمک ان میں جو پھیریں ہاتھ گالوں پر
اندھیری ہے سمند حسن کو خط روے گلگوں کا

(۲) کس کو معلوم نہیں کیفیت بازی تری + کونسا فرد و بشر ہے جسے چکمہ ندیا

(۳) اس فتنہ خو نے کل باتوں ہی باتوں میں فلک + سو بار چڑھایا مجھے سو بار اتارا

(۴) ہوگا وصال غیر سے اس کا بڑا ہے غم + اتنا فراق کا میرے دل پر قلق نہیں

(۵) لذت فراق و وصل دونوں ہیں دل کو زہر
بوسے دہاں یار کے لڈو ہیں بور کے

(۶) یہی کرتا ہے اشارے کوئی اٹھا جرین + یوں محل پلکے اہر تو ہی ہیں برنوا

(۷) داغ چیچک کے نہیں رخسار معشوق ہو + خوب قدرت کو یا تم ریحان کو تحبہ

(۸) شب کو نہ عشق دیتا تھا کہ ارادہ بام پر + ماہ بھی سایل کہہ اٹھا جو خی یلی ام پر

یہ نمونہ ہے ان اشعار آبدار کا جو ہمارے صوفی مشرب دہلوی محدث پیرانہ سالی میں پڑھا کرتے تھے۔ اور پڑھا بھی اس وقت کرتے جب درس حدیث دیتے۔ اس سے بڑھ کر

شرم کی کیا بات ہوگی کہ طلباء کے سامنے ذلیل مذاق کے اشعار پڑھے جائیں۔ ان اشعار کی کوئی بہترین توضیح کر کے ان کے روحانی فرزند مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کر کے دکھائیں کہ ان میں کہاں تک معرفت ربانی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اور احادیث جیسے پاک کلام سے انہیں کیا تعلق اور تناسب ہے؟ غالباً ان کے یہ حالات ان کے ساتھ ہی چھپ جاتے۔ مگر اس مامور من اللہ کی مخالفت نے خود ان کے دوستوں کے ہاتھوں ان کے اس ذلیل مذاق کا اظہار کرایا۔

آپ کے عشق الٰہی کا سماں

بھی لایق مصنف نے دکھایا ہے۔ جو کتاب مذکور کے صفحہ ۱۴۰ میں یوں لکھا ہے

"یہ آپ کے عشق کا سماں اس وقت قابل دید تھا۔ جبکہ آپ آخر شب کو نماز کے تہجد کے بعد گھر سے آکر درمسجد باسعن میں بیٹھ جاتے۔ اس وقت سناٹے کا عالم بیہوں کا بی کہاں؟ فاختے کی صدا کوکو۔ آسمان پر تاروں کی چمک ٹھنڈی ہواؤں کا جھونکا۔ اور جوانوں کے خواب ناز کا وقت اس میں اردو فارسی عربی کے عاشقانہ اشعار کا اپنے خاص لہجے اور خاص سُروں میں پڑھنا۔ پھر اس صدا کی دلربائی۔ اس کا لطف کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے وہ سماں دیکھا ہے"

یہ ہے محدث دہلوی کا ذکر شغل یہ ہے۔ آپ کے عشق الٰہی کا سماں ایک زمانے میں دیو سماج میں عشق الٰہی کے جلسے ہوا کرتے تھے ان جلسوں میں تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف بیحد ہوتی تھی۔ حالانکہ وہ لوگ قرآن مجید اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے بے بہرہ اور ناآشنا محض تھے۔ مگر ہمارا دھلوی محدث جس کو اب مجدد مائۃ حاضرہ بھی کہا جاتا ہے۔ عاشقانہ اشعار کا وظیفہ کرتا ہے اور اس کے عاشقانہ اشعار کا کسقدر نمونہ اوپر دیا جا چکا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کو خدا تعالیٰ سے کسقدر تعلق تھا۔ اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسقدر محبت۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام کو روز و شب پڑھانے والا انسان ایسے وقت میں بے اختیار ہو کر درود شریف کثرت سے پڑھتا۔ اور آپ کی سنت کا سچا عامل اور متبع ان اوراد و وظائف کو اپنا معمول قرار دیتا جو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ مگر یہاں ہم کیا دیکھتے ہیں:۔ ایک سو سالہ بڈھا رات کے پچھلے حصہ میں ہجر و وصل کے ترانے اُڑا رہا ہے کیا خوب سہ

پیرے کہ دم عشق زند بس غنیمت است

میں پھر ایک بار یہ معذرت کرنے کا جوش پاتا ہوں۔ کہ مجھے سید نذیر حسین صاحب کے ان واقعات زندگی پر تنقید کرتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ اس کی زندگی میں ایسا امر نہیں پایا جانا چاہیے تھا جس میں اشارۃً یا کنایۃً کوئی ایسی بات ہو جو انسانی اخلاق فاضلہ یا سنت نبویہ کے خلاف ہو۔ میں نے ایسے بزرگوں کے حالات سنے ہیں۔ جو کسی غیر اللہ کی تعریف کا شعر بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں پڑھنا اھل لغیر اللہ بہ قرار دیتے تھے اور اس کو بھی ایک قسم کا شرک سمجھتے تھے۔ ایسے لوگوں کی طبیعت پر توحید کا حد درجہ کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی محبت و معرفت میں ایسے محو اور خود رفتہ ہوتے ہیں کہ کسی انسان کی تعریف بھی انہیں خوش نہیں کر سکتی۔

مولوی نذیر حسین ایسے موحد اور محدث کی شان اس سے بزرگ ہونی چاہیے تھی۔ کہ وہ تہجد کے وقت مسنون وظائف کو چھوڑ کر رندانہ اشعار کو اپنی دلچسپی کا ذریعہ سمجھیں۔ یوں اس کے معنے خواہ کیسے ہی خوبصورت کر لئے جاویں۔ مگر ایک غیر طرفدار انسان تو یہ کہنے پر مجبور ہوگا۔ کہ اس قسم کے عاشقانہ اشعار پڑھ کر وہ بھی سوئی حسرتوں اور مٹی ہوئی امنگوں کو ابھارنے کا لطف اٹھانا چاہتے تھے اور کچھ نہیں۔

اس نمبر کو یہاں ہی ختم کر دیا جاتا ہے آئندہ انشاء اللہ کبھی اور بھی لطایف سنائیں گے۔ وباللہ التوفیق۔

"وقار نواز جنگ کی تعلیم نفاق"

الحکم کے ناظرین وقار نواز جنگ کے نام سے عموماً واقف ہونگے۔ صحاح ستہ کے اردو ترجمہ کر نیکی وجہ سے وہ اسلامی ہند میں مشہور ہیں۔ ریاست حیدر آباد دکن کے وظیفہ خور ہیں۔ اہلحدیث گروہ میں ممتاز اور معزز سمجھے جاتے ہیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی اور امرتسری منکر کے درمیان جب منازعت کا سلسلہ جاری ہوا تو وقار نواز جنگ صاحب نے بھی اہلحدیث میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ ان امور کے علاوہ وقار نواز جنگ ایک اور خاص امر کی وجہ سے بھی مشہور ہیں اور وہ آپ کی تالیف ھدایۃ المھدی ہے۔ ہدیۃ المہدی میں نواب وقار نواز جنگ بہادر نے مسلمانوں کو تیر اندازی اور سامان حرب کی تعلیم دی۔ اس کتاب ھدایۃ المھدی کو انہوں نے علماء اہلحدیث اور دوسرے اہلحدیث مسلمانوں میں مفت تقسیم کیا۔ وہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی تاکہ اس کا اثر مخفی رہے۔ خدا کا شکر ہے کہ بروقت انکی اس خطرناک تالیف کی اطلاع سرکار دکن کو ہوگئی اور دربار دکن نے اس پر مناسب نوٹس لیا۔ علماء اہلحدیث کا فرض تھا کہ وہ ایسے بیہودہ خیالات کی فوراً تردید کرتے اور وقار نواز جنگ کو متنبہ کرتے کہ وہ ایسی تحریروں کا آپ ذمہ وار ہے اور اہلحدیث اس سے اتفاق نہیں کرتے بلکہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مگر نہایت افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ علماء اہلحدیث نے اس پر توجہ نہیں کی۔ اس کتاب کے متعلق دربار دکن نے جو نوٹس لیا وہ فی الجملہ ایک خیر خواہ تاج برطانیہ ریاست کا فرض تھا۔ ورنہ مسلمانوں خصوصاً اہلحدیث کو بدنام کرنے میں وقار نواز جنگ نے کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اس سے سبق لیتے اور خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہانت کی پاداش میں انی مھین من اراد اھانتک کے اس اعجاز سے فائدہ اٹھاتے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ ابھی انکی عملی اور اعتقادی ذلت کی کوئی کسر باقی ہے اسکا اظہار الف ۳۱ مئی سنہ ۱۹۱۱ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں ہوا ہے۔ اخبار مذکور میں وقار نواز جنگ کو مسلمانوں میں باہمی اتفاق کی تجویز پیش کرنیکا شوق پیدا ہوا ہے۔ جو تجویز آپ نے پیش کی ہے وہ ایسی خلاف وقار اور اہلحدیث کے اصول کی مخالف ہے کہ اسے پڑھکر شرم آجاتی ہے اور بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ

یہ وقار نواز کی روحانی موت،

اگرچہ اسکی کتاب ھدایۃ المھدی میں اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔ جو مذہب اہلحدیث کے صریح متضاد اور مخالف ہیں۔ اگر وقار نواز اور ان کے حامیوں میں سے کوئی اس پہ بولا تو انشاء اللہ العزیز انہیں گھر تک پہونچا دیا جائیگا مگر سردست مجھکو ان کی اس تجویز اتفاق کو پیش کرنا ہے۔ اور اس کے بعد اہلحدیث کانفرنس کے سکرٹری اہلحدیث اخبار کے ایڈیٹر امرتسری منکر سے پوچھونگا کہ کیا وہ فتویٰ جو تعزیہ کے متعلق وہ یہاں شایع کیا کرتے ہیں۔ وقار نواز کے خلاف بھی دیتے کو طیار ہیں یا نہیں؟ اس تجویز پر پورا غور کرنیکے لئے پہلے وقار نواز جنگ کے مضمون کو پڑھ لینا چاہیئے۔ وھو ھذا:۔

اتفاق اھل اسلام آجکل اس مسئلہ کی اہمیت اور ضرورت پر ہر ایک اسلامی اخبار میں بحث ہو رہی ہے اور در حقیقت حالات موجودہ کے لحاظ سے مسلمانوں کو اپنی قومی بقا اور ترقی کیلئے اتحاد و اتفاق ناگزیر ہے۔ مگر غور طلب یہ ہے کہ کسطرح اور کیونکر یہ مطلوب حاصل ہو ہمارے زمانہ کے عقلا اور اہل الرائے مختلف طریقے اس کی نسبت ظاہر کر رہے ہیں کوئی کہتا ہے کہ ہر ایک فریق اپنی مراسم خاصہ پر قایم اور اس کی اشاعت اور تکثیر کیلئے بدل کوشاں رہے۔ مگر اغراض عمومی جیسے اثبات توحید اور نبوت اور حمایت پیغمبر اور قرآن میں سب فرق ملکر بالاشتراک کوشش کریں۔ کوئی کہتا ہے کہ ہر فریق کے علماء جمع ہو کر بعد بحث اور تفتیش مابہ الاشتراک کیلئے ایک مسلک اور طریق تجویز کریں۔ کوئی کہتا ہے کہ ہر ایک فریق مذاہب پر عمل پیرا ہو مگر امور مختلف فیہ میں تقریر یا تحریر کرنے سے قطعاً محترز رہے میری ناقص رائے میں عمدہ صورت یہ ہے کہ پہلے صرف اسلامی دو فریق سنی اور شیعہ میں اتفاق حاصل ہونے کی کوشش کیجائے۔ دیگر فرق قادیانی اور چکڑالی۔ اور نیچری۔ اشخاص سے بالکل

قطع نظر کیجائے - کیونکہ ان مذاہب والوں کی تعداد اس قدر قلیل ہے کہ اگر وہ جمہور اہل اسلام کے ساتھ اتفاق نہ کریں تو ان کی علیحدگی اور مباینت کا کوئی اثر زور کے ساتھ اسلام پر نہیں پڑ سکتا - بڑے گروہ مسلمانوں کے دو ہی ہیں سنی اور شیعہ ان دونوں کے اتحاد کی یہ صورت ہے کہ کچھ سنی تنزل کریں اور کچھ شیعہ - سنی تو یہ کریں کہ جناب امیر اور تمام ائمہ اہل بیت کی بدل تعظیم کریں اور محبت اور بیان فضائل اور مناقب میں غرق ہو جائیں اور جناب امیر کو افضل صحابہ اور تمام مومنین کے پیشوا تسلیم کریں - یزید اور ابن زیاد اور شمر بن سعد قاتلین اور ایذا دہندگان امام علیہ السلام کو ملعون اور مستحق لعنت سمجھیں - اور معاویہ اور عمرو بن عاص اور مغیرہ کی نسبت کوئی کلمہ تعظیم اور تکریم کا مثلاً حضرت اور رضی اللہ عنہ نہ کہیں - تعزیہ سازی اور مجالس مرثیہ خوانی کی کوئی ہجو اور تنقیص نہ کریں - نہ اس کی قباحت اور ممانعت میں کوئی اشتہار یا تالیف شایع کریں - شیعہ یہ کریں کہ جناب عائشہ صدیقہ اور حضرات خلفائے ثلثہ سے سکوت کریں - نہ انکی مدح اور نہ ذم - چودہ سو برس ادھر کے واقعات سے بالکل چشم پوشی فرمائیں - اور اسلام کی موجودہ ضروریات اور حوائج پر غور کریں باقی معاویہ اور یزید اور ابن زیاد وغیرہ کو جتنا چاہیں - دل کھول کر برا کہا کریں - مجالس مرثیہ خوانی اور تعزیہ برداری بڑی آزادی کے ساتھ کرتے ہیں - کوئی سنی ان مراسم کی ادائی میں کسی طرح کی مزاحمت یا تعرض یا دخل ہی نہ کرے - نہ ان مراسم کی نسبت کوئی مخالفانہ تحریر یا تقریر شایع کرے - سنی حضرات شیعہ کے پیچھے اور شیعہ حضرات اہل سنت کے پیچھے نماز جمعہ اور عیدین بلا تکلف ادا کریں - جب مسلمانوں کے یہ دو بڑے گروہ شیر و شکر کی طرح آپس میں مل جائیں - تو سمجھنا چاہیئے - کہ اب اسلام کے بیڑے پار ہیں - اب رہی وہ فرق جو شیعہ میں ہیں - یعنے اخباری اور اصولی تو ان میں تو اللہ کے فضل سے باہمی کوئی تنازع اور فساد نہیں ہے - ان کو دیکھکر اہل سنت کے فروعی فرق کو عبرت اور نصیحت لینا چاہیئے - یعنے جیسے مذہب شیعہ میں اصولی (فقہا) اخباری (اہلحدیث) آپس میں ملے جلے ہیں - ویسے ہی مذہب اہل سنت میں مقلدین ائمہ اربعہ اور اہل حدیث کو ملکر رہنا چاہیئے - اور تمام جاہلانہ نزاعات اور تعصبات کو یک قلم دور کرنا چاہیئے - اور ہر مقلدین کے علماء اپنے لوگوں کو اور اہل حدیث علماء اپنے لوگوں کو متنبہ کرائیں کہ اگر کوئی حنفی اہل حدیث سے یا اہل حدیث حنفی سے بیجا جدائی اور تعصب اور تنازع کرے گا - یا ایک دوسرے کی تحقیر یا توہین کریگا - یا اپنی مسجد میں اس کو آنے اور نماز پڑھنے سے روکیگا - تو وہ جماعت سے خارج کر دیا جائیگا نہ کوئی اسکی شادی بیاہ میں جائیگا - نہ اپنی شادی بیاہ میں اس کو بلائیگا - اگر ایسا شخص فوت ہو جائیگا تو کوئی فریق اس کے جنازے پر نماز نہ پڑھیگا اس لئے کہ وہ جماعت اسلام کو توڑنے اور مسلمانوں کو خراب اور ذلیل کرنے کے درپے رہا - کیا خوب ہو اگر ہمارے سب بھائی مسلمان شیعہ اور سنی ملکر ان نصایح پر عمل پیرا ہوں - اور بحیثیت مجموعی ترقی اسلام اور تردید مخالفین اسلام میں اپنی قوت صرف کریں -

(۲) جو اخبارات حضرات شیعہ اور اہل سنت نے ایکدوسرے کے رد و قدح میں جاری کئے ہیں - مثلاً النجم الشمس اہلحدیث - اصلاح اثنا عشر وغیرہ بالو یہ قطعاً بند کر دیئے جائیں یا ان اخبارات میں مخالفین اسلام جیسے آریہ یہود ہنود عیسائیوں وغیرہ پر رد ہوا کرے اور اسلام پر جو مطاعن مخالفین کیطرف سے کئے جاتے ہیں ان کے کافی جوابات دیئے جایا کریں - الراقم اضعر وقار نواز جنگ عفا اللہ عنہ از ریاست حیدر آباد دکن

معزز ناظرین! للہ غور کریں کہ وہ شخص جو ابھی تھوڑے روز پیشتر غالی اہلحدیث کہلاتا تھا - آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت نے اس کو اس درجہ گرا دیا ہے - کہ وہ تعزیہ اور تبرا کے جواز کا فتویٰ دینے پر آمادہ ہے اس سے بڑھکر

اسکی اخلاقی اور روحانی ذلت کیا ہوگی؟

وہ شیعہ اور سنی کو ملانا نہیں چاہتا بلکہ مسلمانوں میں سے مذہبی حرارت کو دور کرنا چاہتا ہے اور حق سے دور لیجا کر جس نوبت کو اسی مضمون میں برا کہتا ہے اسی ہی پھیلانا چاہتا ہے - اگر وقار نواز جنگ کی یہی حالت چند روز اور رہی تو پھر وہ مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں کے اختلاف کو اسطرح مٹا کر مسلمانوں اور عیسائیوں میں صلح کرائیں گے اور تثلیث کے جواز کا کسی رنگ میں فتوے دیدیں گے - شرم!

وقار نواز جنگ صاحب سے کوئی پوچھے کہ حضرت وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہاں گیا؟ جو اس امت کو عموماً اور پھر خواص علماء کا کام تھا - اگر شیعہ میں کوئی غلطی اصولی اعتقادی - یا فروعی نہیں - تو پھر صاف طور پر اسے تسلیم کرو - کیا یہ کوئی گھریلو معاملہ ہے - کہ کچھ شیعہ تنزل کریں اور کچھ سنی! +

اس طرح آپ اسلام کے سارے اصولوں کو یکے بعد دیگرے چھوڑ بیٹھیں گے جناب امیر کی فضیلت تمام صحابہ پر تسلیم کرا کر پھر غصب خلافت کا مسئلہ آپ کیوں جائز نہ کریں گے؟

احمدی فرقہ کے متعلق جو کہا ہے کہ ان کی تعداد تھوڑی ہے یہ تو جھک مارنا ہے - احمدی فرقہ کے امام و پیشوا کی توہین کا یہ خمیازہ تو تمہیں بھگتنا پڑا ہے کہ سرکار عالیہ دکن کیطرف سے ھدیۃ المھدی کے متعلق آپ پر خصوصیت سے توجہ ہوئی - اور رہی سہی کسر اس مضمون نے نکالدی - میں یقین کرتا ہوں - کہ علماء اہلحدیث بھی اس بیہودہ اور بھدی تجویز پر

لعنت کریں گے اور تھوک دیں گے

اور بجز منافقین کے کوئی اس تجویز کو پسند نہیں کر سکتا - وقار نواز جنگ حضر سے ڈرو اور توبہ کرو - اس قسم کی تجاویز تمہاری علمی اور اعتقادی **پردہ دری** کا موجب ہو رہی ہیں - دیکھنا چاہیئے - کہ اہلحدیث اس پر کیا کہتا ہے؟ کیا وہ وقاری تجویز پر عمل پیرا ہو کر اہلحدیث کو بند کریگا اور آئندہ تعزیہ کے متعلق فتوے شایع کرنے سے محترز رہیگا اور دوسری صورتوں کو بھی تسلیم کرلیگا یا اسکی مخالفت کریگا اور حق گوئی سے کام لیگا - اب تو بڑے پنشنر ایڈوکیٹ اہلحدیث کو ہی کریڈٹ لینا چاہیئے کہ اسکے گھر میں یہ کیا

گل کھلنے لگا ہے!!!

+

مسلمان ملازموں کو نماز ظہر یا جمعہ کی اجازت

معزز ہمعصر وقت نے مسلمان ملازمین کی اس روحانی مشکل کیطرف توجہ کی ہے جو انہیں نماز ظہر کے مذہبی فرض ادا کرنے میں حارج ہے - علی العموم مسلمان ملازموں کو ظہر اور جمعہ کی نماز کے ادا کرنے کے لئے اپنے بالا دست افسروں کی سختی یا ممانعت کی وجہ سے قاصر رہنا پڑتا ہے - حضرت **مسیح موعود** علیہ السلام نے تعطیل جمعہ کے لئے ایک خاص تحریک کرنی چاہی تھی - مگر بٹالوی ایڈوکیٹ نے دراندازی کی اور ظاہر کیا کہ میں اس انتظام کو کرونگا بشرطیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سے الگ ہو جائیں وہ پاک دل انسان ہر قسم کی نمایش اور ریا سے الگ تھا اس نے یہ پسند کیا کہ کام ہو (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ نمونہ آجکل کے فیشن و نمایش کے دلدادہ لیڈروں کے لئے قابل غور ہے) وہ الگ ہوگئے اور بٹالوی لاف زن کچھ نہ کر سکا - مشیت ایزدی نے کسی دوسرے رنگ میں اس تحریک کا فائدہ سررشتہ تعلیم کو پہونچایا - مگر ضرورت ہے کہ تمام محکمہ جات میں اس کا عملدرآمد ہو - اس لئے مسلمانوں کی یہ درخواست بالکل بجا اور معقول ہے کہ انہیں اپنے مذہبی فرض کی ادائیگی کے لئے نماز ظہر کے لئے ہر روز آدھ گھنٹہ کی رخصت دی جایا کرے - اور جمعہ کے دن تو خصوصیت سے نصف یوم کی کم از کم تعطیل ہونی چاہیئے - ایسے ضروری سوال پر کل مسلمان اخبارات کو اپنی آواز بلند کرنے کی ضرورت ہے

خوش خبری - ڈاکٹر بشارت احمد

عزت و احترام کے ساتھ بری ہوئے - اور کیمل پور متعین ہوئے - مفصل پھر

مُراسلات

آنریبل سر سید احمد خانصاحب بہادر کی قومی ہمدردی

جس قدر جان فشانی نیز دلی ہمت اور استقلال سے سر سید احمد خانصاحب نے قوم کو ابھارا ہے اور دینا دینی لحاظ سے مسلمانوں کی قومیت کے قیام کے لئے جو کوشش اور محنت سر سید صاحب سے ظہور میں آئی ہے اسکا اعتراف کرنا صرف اہل اسلام کے ساتھ ہی مخصوص نہیں۔ بلکہ دیگر اقوام کے لوگ بھی جو بقول سر سید صاحب ہمارے وطنی بھائی اور ملکی ہمسائے ہیں سر سید صاحب کے ان کارناموں کو دیکھ کر جو انہوں نے مسلمانوں کی بہتری کیلئے کئے ہیں تحسین بغیر نہیں رہ سکتے۔ مسلمانوں کو انگریزی تعلیم کا شوق دلانے کیلئے اور مسلمانوں کو یک جہتی اور اتفاق سے کام کرنا سکھانے کے لئے جسقدر ہمت سر سید صاحب نے کام لیا ہے اسکی اہل اسلام میں نظیر ملنا تو کجا۔ اگر ہم اپنی ہمسایہ قوم ہنود میں بھی ایسے لوگوں کی تلاش کرنا چاہیں کہ جو سر سید صاحب جیسا دل اور دماغ رکھتے ہوں۔ تو میرے خیال میں شاد و نادر کالمعدوم کہے بغیر چارہ نہیں ہوگا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ قوم ہنود میں بڑے بڑے ایسے مدبر اور دانا لیکچرار موجود ہیں۔ جن کے لفظ قوم میں ایک نئی روح پھونک دیتے ہیں۔ اور ایسے ایسے بیلے پریش ایک نہیں دو نہیں بیسیوں کیا سینکڑوں موجود ہیں۔ جنہوں نے قومی خدمت کیلئے تن من دھن سب کچھ ہی قربان کر رکھا ہے لیکن پھر بھی سر سید صاحب کے لئے ایک خاص ایسی خصوصیت موجود ہے جو قوم ہنود کے ریفارمروں میں نظر نہیں آتی۔ اور وہ یہ کہ قوم ہنود مذہبی نقطہ خیال سے ایسی مردہ قوم ہے جو اس بات کا پتہ لگانا کہ کبھی دینی پہلو کے لحاظ سے وہ بھی ایک زندہ قوم تھی۔ محققانہ نظر سے بہت بعید ہے۔ فی زمانہ ہندو قوم کی کوئی ایک ایسی جامع و مانع تعریف نہیں ہو سکتی جس کے رو سے ہندو قوم کا کوئی نہ کوئی گروہ باہر نہ رہ جاتا ہو۔ اگر تناسخ کے قائل ہندو ہیں تو تناسخ کے منکر بھی ہندو ہیں مگر بیدوں کے قائل ہندو ہیں تو بیدوں کے منکر بھی ہندو ہیں۔ خدا کی ہستی کے قائل ہندو ہیں تو خدا کے منکر بھی ہندو ہیں اگر ماں بہن سے شادی نہ کرنیوالے ہندو ہیں تو ماں بہن سے جماع کرنے والے بھی ہندو ہیں۔ اگر پردہ دار شرم و حیا والے لوگ ہندو ہیں۔ تو پھر شرمگاہوں کی پوجا اور پرستش کرنے والے ہندو بھی موجود ہیں۔ الغرض کیا آریہ سماج اور کیا برہمو سماج کیا سناتنی اور کیا جینی کیا ویدانتی اور کیا وام مارگی سب کے سب ہندو قوم میں داخل ہیں۔ ایسی حالت میں اگر چند آدمی از سر نو ہندو قوم میں ترقی کی روح پھونکدیں اور دنیا پرستی میں ملنے والوں کے لئے اچھے اچھے سبز باغ دکھا کر از سر نو اتفاق اور یک جہتی کی روح پیدا کر دیں تو کچھ مشکل کام نہیں کیونکہ زر زن اور زمین ایسی چیزیں ہیں کہ انسان بالطبع ان کے حصول کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ پس اب اگر ایسے لوگوں کے لئے دنیا سو ہے دنیا کمانے کے اور کچھ کام ہی نہ ہو۔ ایک شخص ایسی راہ پیش کر دے جس سے قومی مالی اور ملکی ترقی کی پوری امید ہو تو ہندو قوم ایسے شخص کی اگر پیروی نہ کرے تو کیا کرے اس لئے لائق آدمی کیلئے ہندو قوم کا لیڈر بن جانا نہ صرف مشکلات سے آزاد ہی خدا صحیح پایا ہے۔ بلکہ بہت سی نئی سہولتیں اور آسائشوں کا حاصل کرنا ہے وجہ یہ کہ ہندو قوم قدرتًا اپنے لوگوں کو لبیک کہنے کیلئے تیار رہے جو ان کیلئے زر زمین کے کاموں میں ان کو کسیطرح کی مدد دے سکیں۔ لیکن سر سید صاحب کو جن جن مشکلات کا سامنا تھا وہ کچھ سر سید صاحب کا دل ہی جانتا تھا کیونکہ مسلمانوں کی قوم ایسی حالت میں موجود نہ تھی جو وہ کسی ایسے لیڈر کو لبیک کہنے کیلئے تیار ہو لی۔ جو ان کو زر زن اور زمین کا سبز باغ دکھا کر اپنے پیچھے لگا لیتا۔ اگرچہ مسلمانوں کی مالی حالت ابتر تھی اور نہ نیچریت علیحدہ تھی لوگ بلکہ ہر قوم ہی ہر پہلو سے اس پر غالب تھی اور بہت سے امور میں مسلمان ہندوؤں کے دست نگر بن رہے تھے لیکن پھر بھی دینی پہلو کے لحاظ سے ایک مکمل اور کامل کتاب ان کے پاس موجود تھی۔ اور اہل اللہ کے حالات اور حضرت خاتم النبیین صلعم کے پاک سوانح ان کی آنکھوں کے سامنے تھے اور یہی وہ بات تھی جنے مسلمانوں کو مجبور کیا کہ وہ سر سید صاحب جیسے قومی ہمدرد اور ملکی خیر خواہ کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے۔ لیکن چونکہ اس وقت کے علماء اسلام صرف مخالفت کرنا ہی جانتے تھے۔ اور اپنے کفر بھرے فتوے کو اپنے ہی گھر یہ الماری کی خوب مشق رکھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے بجائے اس کے کہ وہ اپنے نفس کا مطالعہ کرتے اور اپنے آپکو دین الٰہی سے مخلص کرتا یا کہ ایک دنیا کے دلدادہ کا ناحق بتاتے اور صرف دنیا طلبی اور زر طلبی کا وظیفہ ہی رٹتے۔ انہوں نے سر سید پر کفر کی توپ چلانا شروع کر دیا اور اندر بھرے ہوئے مواد کو باہر پھینکنے لگے۔ وہ اپنے کفر بھرے دل کے ابالوں سے اپنے ہی بدن کو جلانے لگے۔ خیر انکی کیا بات ہے کہ باوجود یکہ وہ خوب جانتے تھے کہ ان کے دل دین سے محض غافل ہیں۔ اور خدا کی تائید اور نصرت ان کے مطلقًا شامل حال نہیں۔ لیکن پھر بھی انہوں نے آپ اپنے نشان پر کفر کا فتوے لگا دیا۔ جو ان کی منشا کے عین موافق تر زن اور زمین کی ترقی کے وعدے دیتا تھا اس کے بعد علمائے اسلام منطرف سے توڑن بدن کو تاہی ہو گئی تھی اور ادھر مخالفین اسلام کے اعتراضات دن بدن اور رسالات جو گئی نئی شکل کرتے گئے۔ نا چار سر سید صاحب نے کوئی محافظ نہ پاکر اپنی خواہشات کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر بھی شروع کر دی۔ مخالفین اسلام کے جن جن اعتراضات کا جواب نہ ہو سکا۔ انکا انکار کر دیا۔ اور معجزات اور خوارق عادت کرامات اور شیاطین ملائکہ وغیرہ کو اپنے خیال میں یکدم قلع قمع کر دیا۔ اور جن جن مسایل پر ناواقفوں نے نظر اٹھائی ان پر چپ رہنا ضروری سمجھا گیا۔ چنانچہ اسی زمانہ میں بھی سر سید صاحب کی طرز پر کام کرنیوالے لوگ اہل اسلام میں کثرت سے موجود ہیں۔ جنکے عقاید کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ کسی آئندہ اخبار میں کیا جاویگا۔ فی الحال ہمیں یہ عرض کرنا منظور ہے کہ سر سید صاحب سے جو کچھ بھی یہ کارروائی ظہور میں آئی وہ دینداری کے پہلو سے غلط ہو یا صحیح لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کے تحت میں قومی ہمدردی کا دریا ضرور جوش زن تھا۔ اور اسی لئے سر سید صاحب اسلامی عقاید کے متعلق اکثر اوقات بیان کرتے رہتے کہ عقاید کی جو کچھ بھی بھلائی یا برائی ہو اسکا معاملہ خدا کے ساتھ ہے نہ ہماری ذات میں شریک ہے نہ بیٹا نہ دوست نہ آشنا نہ قوم۔ لیکن ہم کو اس بات سے جسکا اثر ہر ایک کی ذات تک محدود ہے۔ اور ہم سے کچھ تعلق نہیں کچھ تعلق نہ رکھنا چاہیئے۔ اور یہ بڑی نادانی اور افسوس کے قابل بات ہوگی کہ ہم کسی ایسے امر پر عداوت رکھیں جسکا اثر خود اسی تک محدود ہے اور ہم کو اس سے کچھ ضرر و نقصان نہیں۔ ہاں دوسرا تعلق ہم میں ابنائے جنس کا ہے اس سے ہم کو غرض رکھنی چاہیئے اور وہ حقوق آپس کی محبت باہمی دوستی ایک دوسرے کی اعانت ایکدوسرے کی ہمدردی ہے جس کا مجموعہ کا نام "قومی ہمدردی" ہے۔ اور یہی وہ قومی ہمدردی تھی جس کے لئے سر سید صاحب دل و جان سے فدا تھے اور جسکے لئے ان کا یہ عام مقولہ تھا کہ اسی فکر میں ان کے بال سفید ہوگئے اور اسی قومی ہمدردی کی خاطر وہ دہلی چھوڑ کر علیگڈھ میں سکونت پذیر ہوگئے۔ اور میرا خیال ہے کہ جس شخص نے سر سید صاحب کی تصنیفات کو غور سے مطالعہ کیا ہوگا۔ اور اس کے ساتھ سید صاحب سے حسن ظن بھی رکھتا ہوگا۔ وہ ضرور مان جائیگا کہ سر سید صاحب کا اصل الاصول جس کو مد نظر رکھکر وہ کام کرتے رہے وہی ہے جس کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں۔ اسبات کی سچائی میں کچھ بھی شک نہیں کہ ہر ایک قوم میں قومی ہمدرد اور قومی غمخوار موجود ہیں۔ اور در حقیقت کسی قوم کا قیام قومی غمخواروں کے بغیر قائم رہ ہی نہیں سکتا لیکن خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمانوں کی قوم کے قیام اور دیگر اقوام کے قیام میں ایک بھاری فرق ہے۔ اور اسی لئے ان اسباب اور ذرائع میں بھی ضرور فرق ہو جانا چاہیئے۔ جو اسلامی قوم اور دیگر اقوام کے قیام کیلئے ضروری ہیں۔ ہندو یا عیسائی قوم کی جو اصل بنا تھی عرصہ ہوا کہ دنیا سے

انجمن اسلامیہ امرتسر اور احمدی

ایک طرف تو ہمارے بعض دوست غیر احمدیوں میں ایسے طور پر جذب ہونا چاہتے ہیں کہ خصوصیات مذہب کا ذکر نہ ہو۔ دوسری طرف غیر احمدی لوگوں میں سے وہ طبقہ جو اپنی روشن خیالی اور آزاد مشربی کیلئے مشہور ہے مشترکہ کاموں میں بھی احمدی احباب کو لینے سے متامل ہے آجکل امرتسر کی انجمن اسلامیہ کے خلاف اخبار وکیل میں ایک سلسلہ مضامین کا نکل رہا ہے۔ دوسرے اعتراضات سے (جو انجمن مذکور پر کئے جا رہے ہیں) قطع نظر مجھے صرف اس ایک امر پران غیر احمدی احباب کو توجہ دلانا مقصود ہے۔ جو احمدی اور غیر احمدی کے سوال پر بعض وقت آزردہ ہو جایا کرتے ہیں۔ اور میرے جیسے لوگوں کو کہتے ہیں کہ یہ خواہ مخواہ ایک تفرقہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ سوچیں اور پھر سوچکر انصاف سے جواب دیں کہ کیا اسی حوصلہ پر احمدیوں سے مشترکہ قومی کاموں میں شمولیت کی توقع رکھی جاتی ہے۔ انجمن اسلامیہ امرتسر کے ابتدائی ممبروں میں یہاں کی احمدی جماعت کے سرگرم سیکرٹری ڈاکٹر عباداللہ صاحب بھی تھے۔ جنکی مخالفت کیلئے اور جیسا کہ اخبار وکیل کی تازہ اشاعت سے معلوم ہوتا ہے وہ محض احمدی ہونے کی وجہ سے ناکام رہتے۔ بیشک تسلیم کر لیتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب کو اپنی جماعت میں کام کرنے کیلئے وسیع میدان موجود ہے۔ اور انہیں کچھ ضرورت نہیں تھی۔ کہ وہ انجمن اسلامیہ کی ممبری کیلئے درخواست دیتے۔ لیکن اس میں بھی کوئی اخلاقی یا شرعی گناہ نہیں کہ ایک شخص جو قومی کام کرنے کی قابلیت اور فرصت رکھتا ہے وہ

کیوں آگے نہ بڑھے

میری سمجھ میں قومی کاموں میں نقص کی ایک یہ وجہ بھی ہے کہ جو لوگ اس کام کے اہل ہیں۔ وہ خود کسر نفسی یا دوسرے اسباب کی وجہ سے آپ اپنے آپ کو پیش نہیں کرتے کہ مبادا حب جاہ کا الزام ہم پر عاید نہ ہو اور دوسرے لوگ جو فی الواقع حب جاہ کے شیدائی ہوتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس میں شریک کرنا پسند نہیں کرتے وہ انہیں تفنہ نہیں کرتے۔ اور اس طرح پر قومی کام نقصان اٹھاتے اور ان میں شرمناک جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ لوگ اپنے حقوق کو شناخت کریں اور ان کاموں میں جسکے وہ اہل ہیں دخل دیں۔ اس میں کچھ بھی کلام نہیں کہ کل انجمنوں میں الا ماشاء اللہ علی العموم ایک ہی قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ جو لوگ ان میں کام کرتے ہیں وہ اس کو اپنی جدی جائیداد سمجھتے ہیں۔ اور دوسروں کا دخل اس میں قریبا

حرام یقین کرتے ہیں۔ مگر پچھلے ناگوار تجربے بتاتے ہیں کہ اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ زمانہ بدل گیا۔ اور ہر قوم اور سوسائٹی میں اپنے حقوق اور اپنے لیڈروں کے فرائض کے سمجھنے کی قابلیت پیدا ہو گئی ہے۔ اور بے حسی اور جمود بیداری۔ اور ہوشیاری کیساتھ حرکت کے رنگ میں تبدیل ہو گیا ہے +

گورنمنٹ (جسکا نظام نہایت اعلےٰ اور قابل قدر نہیں بلکہ قابل شکر گذاری ہے) کے ہاں مطالبہ حقوق کے لئے جداگانہ انجمنیں اور سوسائٹیاں بن گئی ہیں۔ تو قومی انجمنیں اور مجلسیں اپنی مطلق العنانی کے اختیارات کو زیادہ عرصہ تک استعمال نہیں کر سکتی ہیں۔ وہ جسقدر پبلک آواز کو دبانے کی کوشش کریں گی اسی قدر وہ زیادہ قوت اور جوش اور درد سے نکلے گی۔ اور اپنی تاثیر میں بڑھ کر ہو گی۔ اس لئے ہم انجمن اسلامیہ اور دوسری انجمنوں کو اس طرف توجہ دلانے کے بعد کہ وہ پبلک آواز کی قدر کریں۔ پھر انجمن اسلامیہ امرتسر کو توجہ کرتا ہوں کہ وہ لاہور کی انجمن حمایت اسلام سے سبق لے اس کے جھگڑے نے قوم کو بہت بڑا نقصان پہونچایا ہے اس لئے وہ امرتسر میں اس قضیہ کو بڑھنے نہ دے۔ اور اگر اس نے ایک قابل احمدی کو اپنی انجمن میں لینے سے محض احمدیت کی بنا پر انکار کیا تو بڑے ہی شرم کی بات ہو گی۔ احمدیوں کیلئے کہ وہ خواہ مخواہ ان لوگوں کے پیچھے پڑتے ہیں اور ان سے ملنا چاہتے ہیں۔

احمدی ذرا صبر کریں

تو اللہ تعالےٰ قوموں کی قوموں کو انکی طرف لے آئیگا اور وہ وقت خدا کے فضل سے دور نہیں کہ لوگ احمدیوں سے ملکر کام کرنا اپنا فخر سمجھیں گے انجمن اسلامیہ امرتسر نے اچھے وقت پر اپنی دلی رائے کو ظاہر کر دیا اور اپنے عمل سے ہمیں یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور کر دیا ہے کہ بعض احمدیوں نے غلط سمجھ لیا تھا کہ یہ روشن خیال لوگ ہمارے ساتھ ملنا چاہتے ہیں وہ ملنا نہیں بلکہ ہمیں احمق بناکر ہم سے کام لینا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر عباداللہ کی قابلیت ایک ایسا عمدہ ہتھیار انجمن اسلامیہ کیلئے تھا کہ وہ ان کے لئے کسی پہلے ممبر کو الگ کرکے بھی جگہ نکال لیتے مگر ان کے مذہبی تعصب نے ایک قابل آدمی کو محض اسوجہ سے کہ وہ احمدی ہے۔ اپنی مجلس میں جگہ دینی پسند نہیں کی

کیا احمدی اب بھی نہ سمجھیں گے

اور اپنے لئے اس ذلت کو گوارا کریں گے کہ ہم تو انکے ملنے کیلئے ہاتھ پھیلائیں۔ اور وہ منہ نہ لگائیں ؟؟؟

انجمن مالی مشکلات میں

اے قوم من بگفتہ من تنگدل مباش
زاوّل چنیں مجوش یہ بیں تا بہ آخرم

الحکم اپنی مالی مشکلات کیوجہ سے تعویق اشاعت اور بے ترتیبی کے لئے اگر بدنام ہے تو اسے صاف گوئی اور آزادی رائے کیوجہ سے بھی اپنے دوستوں کے بعض حلقوں میں معتوب ہونا پڑتا ہے۔ اور اس عتاب کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ بہت پرست بننا نہیں چاہتا۔ جس امر کو وہ قوم اور سلسلہ کیلئے مفید یا مضر سمجھتا ہے اسے صاف الفاظ میں کہدینے کا عادی ہے۔ اور اس معاملہ میں کوئی لالچ یا خوف اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ وہ صرف ایک ہی خدا پر تکیہ کا عہد تو کر چکا ہے۔ پھر موحد کہلاکر وہ بت پرست بننے سے خدا کی پناہ چاہتا ہے۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ بظاہر اس طریق نے اسکی راہ میں بعض روکیں پیدا کی ہیں۔ مگر میں خدا کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ یہی اسباب اس کی ترقی کا موجب ہو جائیں گے۔ جبکہ لوگوں میں فرض شناسی کا مذاق پیدا ہو جائیگا۔ آج مجھے قوم کے سامنے ایک نہایت مشکل سوال رکھنے کی ضرورت پیش آئی ہے اور یہ سوال ایسا سوال ہے کہ اس پر اگر قوم غور نہ کرے گی تو جہاں تک میرا تعلق ہے

قومی ضروریات سخت خطرہ میں

اور اسباب سے قطع نظر میں اسبات پر بھی یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اسے سامان پیدا کر دیگا جو خود بخود اس سلسلہ کی مدد کرنیوالے پیدا ہو جائیں گے۔ یہ سلسلہ خدا کیطرف سے ہے اور خدا ہی اس کی تائید اور نصرت کریگا کسی خاص آدمی یا امداد کے ساتھ یہ وابستہ نہیں۔ تاہم یہ فرض ہے کہ جہانتک اسباب کی ضرورت ہے ہم انہیں مہیا کریں میں نے ہمیشہ یہ التزام رکھا ہے۔ کہ انجمن جو گوشوارے آمد و خرچ کے شایع کرتی ہے ان پر نہ صرف خود غائر نظر کیا کرتا ہوں۔ بلکہ ہمیشہ میں نے قوم کو متوجہ کیا ہے کہ وہ خود بھی اس گوشوارہ کو نہایت احتیاط اور غور سے پڑھا کرے۔ یہ افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ انجمن کا ماہواری گوشوارہ مارچ اور اپریل کے رسالوں کے ساتھ شایع نہیں ہو سکا۔ جسکی وجہ منشی محمد اشرف صاحب ہیڈ کلرک دفتر محاسب کی علالت تھی + باوجودیکہ دفاتر میں کلرک کافی ہیں لیکن ایک شخص کی غیر حاضری سے یہ

محسوس کرایا ہے کہ یہ بالکل صحیح ہے۔

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

مئی ۱۹۱۱ء کے رسالہ کے ساتھ فروری ۱۹۱۱ء کا گوشوارہ بمشکل شایع ہو سکا ہے۔ اور صدر انجمن کی ماہوار رپورٹ (جس سے قوم کو ان کاموں کا پتہ لگتا ہے جو مہینے کے اندر ہوئے) اس مرتبہ شایع نہیں ہوئی **شخصی اخبارات یا رسالجات** جن کو کہا جا سکتا ہے کہ وہ **تجارتی اصول** پر چلائے جاتے ہیں۔ اپنے فرض منصبی میں کوئی غفلت یا تساہل کریں تو وہ بھی پسندیدہ نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ جو رسالہ قوم محض اشاعت سلسلہ کے خیال سے نقصان **برداشت** کرکے چلا رہی ہے۔ اس کی بر وقت اشاعت کیساتھ سلسلہ کی ضروری خدمت کا لحاظ نہ کیا جاوے

ماہواری رپورٹ قوم میں ایک تحریک پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہے جب وہ دیکھتی ہے کہ اس کی **ذمہ واری کے نیچے** اس قدر کام ہو رہے ہیں اور ان میں اسطرح پر ترقی ہو رہی ہے کثرت کام کیوجہ سے ماہواری رپورٹ غالبا رہ گئی ہوگی سہواً

گوشوارہ کی اشاعت میں نہایت احتیاط اور خیال صحت کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ انجمن ایک رجسٹرڈ بوڈی ہے اس کے اعداد کے نقشوں میں اگر بے پروائی کی جائے تو نہایت افسوس کی بات ہوگی۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ انجمن اور دیگر عہدہ داروں کی خدمات بجز سوا دو سنی حساب کیلئے بہت سا روپیہ ماہوار کلرکوں پر خرچ کرتی ہے۔ مئی ۱۹۱۱ء کے رسالہ میں جو گوشوارہ شایع کیا گیا ہے اس کی پہلی مد بورڈنگ ہوس کے بقایا گذشتہ میں اردو اعداد میں (۱۰۰۰۲) روپیہ کی رقم دکھائی گئی ہے اور رقوم میں ۲۹۲ یا بطریق تنزل ۲۹۲ دکھائے گئے ہیں۔ ایک آدمی جو کاغذات کے اندرون سے واقف نہیں اور نہیں جانتا کہ خزانہ انجمن میں کیا ہے۔ وہ حیران ہو جاتا ہے کہ کس رقم کو درست سمجھے اس لئے وہ ہزان کی صحت یا غلطی پر کوئی رائے قایم نہیں کر سکتا۔ کل گوشوارہ میں صرف اسی مقام پر یہ اعداد دکھائے گئے ہیں۔ اور اس خصوصیت کیوجہ معلوم نہیں۔ مگر ان کی موجودگی سے ایک سخت مغالطہ پیدا ہوتا ہے۔ جس کو امید ہے اگلے رسالہ میں درست کر دیا جائیگا۔ اس گوشوارہ میں جہاں خلاصہ دیا گیا ہے وہاں اکتوبر ۱۹۰۹ء کا بقایا بھی درج ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ بقایا کس کے نام ہے۔ اور گذشتہ تین سال کے اندر یہ کیوں وصول نہیں ہوا۔ اور اگر ناقابل وصول ہو

تو اسکی کوئی اور صورت بمشورہ ممبران انجمن ہونی چاہیئے۔

یہاں تک تو میں نے اس گوشوارہ پر سرسری نظر کی ہے۔ وہ بات جس کیطرف میں نے عنوان بالا کے ذریعہ توجہ دلانا مقصود رکھا ہے اب بیان کرتا ہوں چند روز کا واقعہ ہے کہ جناب سکرٹری صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کو اطلاع دی کہ خزانہ میں صرف

پندرہ سو روپیہ

رہ گیا ہے۔ اور ماہوار خرچ پانچ چھ ہزار کے قریب ہے۔ اس کا سخت فکر ہو رہا ہے اس تحریر پر کئی دن گذر گئے۔ **حضرت خلیفۃ المسیح** تو خدا تعالےٰ پر ایمان کا ایک کامل نمونہ ہیں انہیں ایسی باتوں سے گھبراہٹ اور فکر ہو ہی نہیں سکتا تاہم ہمارے لئے یہ امر قابل غور ہے کہ انجمن کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے لئے روپیہ کا فکر کریں۔

میں نے کئی سال گذرے انجمن کے لئے **مستقل سرمایہ** کی تحریک کی تھی اور ریزرو روپیہ فنڈ اس مقصد کے لئے جاری کیا گیا تھا۔ جس میں فروری کی رپورٹ کے موافق تین ہزار چھ سو بچاسی روپیہ ساڑھے دس آنہ موجود تھے۔ میں اگر غلطی نہیں کرتا تو اس فنڈ کے اجرا کے وقت یہ تجویز ہوا تھا کہ **اس کا روپیہ خرچ نہیں کیا جائے گا۔** مگر

افسوس ہے کہ انجمن کا اس مضمون کا ریزولیوشن عملی صورت اختیار نہیں کر سکا۔

بعض نادان لوگ جو معاملات کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے جب انجمن کے کسی امر پر تنقیدی ریمارک پڑھتے ہیں۔ تو بعض در آتش ہو کر ایڈیٹر الحکم کو کوستے ہیں۔ کوئی اسے فرقہ مقیعہ کا بانی کہتا ہے۔ کوئی انجمن کا دشمن قرار دیتا ہے کوئی کہدیتا ہے کہ وجہ اختلاف یہ ہے کہ اس نے انجمن سے روپیہ مانگا۔ اور انجمن نے نہیں دیا۔ میں ایسے لوگوں کی کسی بات کا جواب دینا نہیں چاہتا۔ وقت آتا ہے کہ یہ امور خود صاف ہو جائیں گے۔ اور غلط فہمی کے بادل حق کی تیز ہواؤں سے اڑ جائینگے میں کونسٹیٹیوشن کی عزت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں اور ہر شخص کے لئے یہ لازم جانتا ہوں کہ وہ کونسٹیٹیوشن کی عزت کرے۔ مگر کونسٹیٹیوشن کا بھی فرض ہے کہ وہ پبلک رائے کی قدر کرے۔ یہ امر بطور جملہ معترضہ کے آگیا میرا مطلب یہ تھا کہ میں اگر انجمن کو اس کے فرائض سے آگاہ کرتا ہوں تو یہ کسی مخالفت کیوجہ سے نہیں ہے۔ میرے لئے میں انجمن کے متعلقہ انسٹیٹیوشنز کے اخراجات

کے لئے

مستقل سرمایہ کی ضرورت ہے

اور مستقل سرمایہ کی کمی کیوجہ سے یا نہ ہونے باعث **انجمن ان مالی مشکلات میں مبتلا ہوئی** ہے۔ لوگ حیران ہوں گے کہ انجمن کا گوشوارہ تو انجمن کے خزانہ میں فروری ۱۹۱۱ء کو تیس ہزار سات سو بائیس روپیہ بتاتا ہے۔ اس قدر روپیہ مئی ۱۹۱۱ء تک خرچ ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ تین مہینوں کی آمدنی بھی خرچ ہو گئی۔ یہ سوال کچھ شک نہیں **وزن دار ہے** مگر اس کا جواب جب تک انجمن کا گوشوارہ مئی ۱۹۱۱ء چھپ نہ جائے اور رپورٹ **ماہواری** ہمارے سامنے نہ آوے کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ البتہ سکرٹری صاحب کی محولہ بالا تحریر کے موافق ہمارا فرض ہے کہ **انجمن کو ان مالی مشکلات سے بچایا جاوے**

اور قوم کو توجہ دلائی جاوے کہ وہ ان ضروریات کے پورا کرنے کیلئے بہت جلد روپیہ فراہم کرے۔ کیونکہ جو کام شروع ہو چکے ہیں ان کے بند کرنے میں سخت نقصان کا احتمال اور اندیشہ ہے۔ انجمن کو مالی مشکلات سے بچانے کے لئے جہاں روپیہ بہم پہونچانا ضروری ہے وہاں سب سے اہم اور ضروری امر

روپیہ کا خرچ کرنا ہے

میں ہمیشہ انجمن کے سالانہ بجٹ پر (جسکے بننے کے دن اب قریب ہیں) قوم کو توجہ دلایا کرتا ہوں۔ کہ اخراجات اور آمدنی کے پیمانہ پر غور کرو۔ اور بجٹ کے علاوہ **ایک عملی بجٹ** بھی مد نظر رکھے مگر میری باتوں پر بعض لوگ تو یونہی ہنس دیتے ہیں اور بعض کو خیال گذرتا ہے کہ

یہ خود انجمن کے کسی عہدہ کا شائق ہے

میں ان باتوں کو سنکر اس سے تسلی پا لیتا ہوں کہ اس قسم کی باتیں تو نبیوں پر بھی اعتراض کے رنگ میں جڑ دی جاتی ہیں۔ اور انہیں بھی یریدان یتفضل علیکم کہدیا جاتا ہے۔ پھر میری کیا ہستی؟ اور ان باتوں کی پروا نہ کرتے ہوئے میں

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است و بس
در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

پر عمل کر لیتا ہوں اور جس بات کو اپنے فہم و فکر میں قوم کے لئے مفید سمجھتا ہوں اسے بلا خوف کہہ گذرتا ہوں کوئی خوش ہو یا ناراض

انجمن کے کارپردازوں کو روپیہ کے خرچ کے سوال کو سب سے اول مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ اور

نہایت کفایت شعاری سے اس روپیہ کو خرچ کرنا چاہئے جو قوم کے گاڑھے پسینے کی کمائی ہے۔ میں ہرگز ہرگز کسی کی نیت پر حملہ نہیں کرتا۔ اور اگر کوئی میری نیت پر حملہ کرے تو وہ تقویٰ کے طریق کے خلاف ہوگا۔ ہاں اس موقعہ پر جبکہ انجمن مالی مشکلات میں ہے۔ مجھے اس درد دل کا اظہار کرنا پڑا۔ اخراجات میں مزید احتیاط بکار ہے میں اس امر کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کرتا ہوں یہ مثال میں اس [illegible] کی بناء پر پیش کرتا ہوں جو انجمن کے رسالہ میں شایع [illegible] ہمیں صحیح یقین کرنا چاہیئے جب تک انجمن کیطرف سے کبھی اس کی اصلاح نہ ہو۔

سائر خرچ دفاتر کے لئے سالانہ اخراجات نو سو ستر روپیہ اندازہ کئے گئے تھے۔ اگرچہ میں اس کو زیادہ سمجھتا ہوں۔

نومبر ۱۹۲۰ء سے لیکر مارچ ۱۹۲۱ء تک اگر سائر خرچ کی میزان دیکھیں تو وہ چار سو پنتالیس روپیہ دس آنہ ہوتی ہے۔ گویا بحساب اوسط ۸۹ روپے دو آنہ ماہوار۔ حالانکہ بجٹ کے لحاظ سے بھی ماہوار اوسط ۸۰ روپیہ سے بڑھنی نہیں چاہیئے تھی۔ اس قسم کی نظر انداز شدہ اخراجات کو بجائے کمی کیطرف لانے کے بڑھا دیتی ہیں۔ یہ ایک مثال ہے اور اسی طرح اور بہت پیش ہو سکتی ہیں۔

پس انجمن کو مالی مشکلات سے نجات دینے کیلئے جہاں تک اسباب کا تعلق ہے اور اس کے ماتحت ہم اپیلیں کرتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ انجمن کے مستقل سرمایہ کا انتظام کرنا چاہیئے۔ دوسرے اس کے اخراجات میں مناسب اور معقول کمی کرنی چاہیئے جن طریقوں سے اخراجات کم ہو سکتے ہیں انہیں اختیار کیا جاوے۔ تعمیر پر سب سے زیادہ رقم خرچ ہو رہی ہے۔ اور اسکا اثر دوسری مدات پر پڑ رہا ہے اس لئے ضروری تعمیر کو ختم کر کے سردست تمام توجہ انجمن کے مستقل فنڈ کیطرف مبذول کیجاوے روپیہ کی فراہمی کے لئے بعض لوگوں کے نزدیک ایک ڈیپوٹیشن باہر بھیجنے کی ضرورت ہے۔ بیشک اس وقت روپیہ مہیا کرنے کے لئے جو کوشش بھی کی جاوے مبارک ہے اور نہایت ضروری ہے مگر قوم میں اس عادت کو پیدا کرنے کی بجائے ان میں ایسا احساس پیدا کرنا چاہیئے کہ وہ سلسلہ کی تحریک پر فوراً خود کام کرے اور ہر جگہ کی انجمنیں اپنے اپنے ہاں سے چندہ جمع کر کے بھیجدیں۔ میرے پاس کوئی صحیح تعداد انجمنوں کی موجود نہیں تاہم میں قیاس کرتا ہوں کہ سو سے کم نہیں ہوگی۔ اگر ہر ایک انجمن

اسوقت ایک ایک سو روپیہ

انجمن کی موجودہ ضروریات کے لئے بھیجدے تو یکدم دس ہزار روپیہ جمع ہو سکتا ہے۔ اور کسی ڈیپوٹیشن کے بھیجنے کی حاجت نہیں جو بزرگ وفد میں شریک ہو کر اپنے وقت اللہ روپیہ کو نثار کریں گے وہ اپنا وہ

روپیہ بھی ان اغراض کیلئے دے سکتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ بعض انجمنیں اس حیثیت کی نہیں کہ وہ ایک سو روپیہ دے سکیں۔ مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ بعض انجمنیں خدا کے فضل سے ایسی بھی ہیں۔ جو ایک سو کی بجائے کئی ہزار دے سکتی ہیں۔ جیسے لاہور۔ سیالکوٹ کی انجمنیں۔

احمدی قوم نے نشاذ میں جو نمونہ دکھایا ہے اسکی نظیر دوسرے مسلمانوں میں نہیں ملسکتی ہے۔ جسقدر چندوں کا بوجھ اس غریب قوم پر ہے دوسرے مسلمانوں کو اس کے بالمقابل ہی چندہ دینے نہیں پڑتے ہیں۔ اخبارات جسقدر جاری ہیں اور آئے دن وہ جاری ہوتے رہتے ہیں سو وہ قریباً ایک ہی خریداروں کے پاس جاتے ہیں۔ جو بکڈپو لیتے ہیں وہی الحکم۔ میگزین۔ اور نور۔ اور الحق اور الاسلام وغیرہ لیتے ہیں۔ خریداروں کی تعداد میں بہت تھوڑا فرق ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی کوئی نہ کوئی نئی کتاب بھی نکلتی رہتی ہے۔ پھر شخصی تحریکیں مزید برآں ہیں۔ سادہ سنگت کے ممبر اپنے لئے کچھ نہ کچھ لینا چاہتے ہیں۔ امیر الضعفاء حضرت میر ناصر نواب صاحب قبلہ تو اپنی تحریکوں کے لئے سفر ہی میں رہتے ہیں۔ پھر ہمارے مکرم بھائی مفتی محمد صادق صاحب کبھی ڈاک ولایت کیلئے۔ اور کبھی انجیل فتح صلیب کے لئے اور کبھی اور تحریکوں کے ذریعہ قوم کی جیب کو متحرک کرتے ہیں ایڈیٹر الحکم اپنا ہی رونا روتا رہتا ہے۔ یہ تو مرکزی تحریکیں ہیں۔ ان کے علاوہ باہر سے بھی کچھ نہ کچھ ہوتا ہی رہتا ہے۔ ہمارے خواجہ صاحب بھی قوم کو نیک کاموں کے چندوں میں شامل کر لیتے ہیں۔ اور بعض رسالہ جات شایع کرتے رہتے ہیں۔ اس قسم کی بہت سی تحریکیں ہیں جو قوم کے روپیہ پر موثر ہیں۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ ان تحریکوں کی اصلاح کی حاجت ہے۔ مگر یہ وقت اس پر غور کرنیکے لئے نہیں اس وقت سب سے پہلا امر جو ہمارے سامنے آنا چاہیئے

وہ انجمن کی موجودہ مالی مشکل کا علاج ہے

میں الحکم کی مشکلات کو مد نظر رکھتا ہوا ابھی تحریک کرتا ہوں کہ انجمنیں جو صدر انجمن کے اعضاء اور جوارح ہیں اپنے (ارکین) کو جنبش دیں

اور فوراً روپیہ جمع کریں

میری اپنی سمجھ میں اس وقت کم از کم دس ہزار روپیہ جمع کر کے بھیجدیا جاوے۔ تو موجودہ ضرورت کیلئے آسانی ہو۔ بالآخر اللہ تعالیٰ ہی کے فضل پر موقوف ہے۔ کہ وہ قوم کے دل میں تحریک پیدا کرے اور اسی کے فضل سے ہوگا جو کچھ ہوگا۔

اقتباس الصحایف

قرآن کریم کا ادب و تعظیم!

قرآن کریم کا ادب و تعظیم ہر ایک مسلمان کے لئے لازمی ہے! اور ہر شخص کا مقصد فرض یہ ہے کہ اس مجموعہ برکت و رحمت کو عظمت و احترام کی نظر سے دیکھے ہر حال میں اس کی عزت ملحوظ رکھے اور کبھی اس کی فروگذاشت سے غافل نہ ہو۔ لیکن پہلے یہ طے ہو جانا چاہیئے کہ اس پاک کتاب کے ادب و تعظیم کا مفہوم کیا ہے؟ تعظیم و تکریم کے اگر یہی معنے ہیں کہ بغیر طہارت کے تلاوت نہ کیجائے یا بے وضو کوئی اس کو نہ چھونے پائے۔ تہ بہ تہ ریشمی جزدان اس پر چڑھے رہیں بے ادبی کے خوف سے رسالوں اور اخباروں میں اس کی آیتیں نہ لکھی جائیں تو کیا صرف اتنا کر لینے سے یہ فرض ادا ہو جاتا ہے۔ فرض کرو کہ ایک شخص کا عمل قرآن پر نہیں۔ اور اس کے کردار و گفتار سے ثابت ہوتا ہے کہ احکام الٰہی کی عزت سے اسکا دل بے بہرہ ہے مگر ظاہری تعظیم میں وہ نہایت مبالغہ کرتا ہے اور ہمیشہ سے جو رسم و رواج چلا آتا ہے اس کے مطابق مروجہ عظمت کا بڑی سختی سے پابند ہے۔ کیا تم ایک لحظہ کیلئے بھی اسکی تعظیم کو قرآن کریم کی اصلی تعظیم پر محمول کر سکتے ہو۔ اصلی تعظیم ظاہرداریوں سے بے نیاز ہے۔ اور اس کا منشا محض اس قدر ہے کہ یہ آسمانی کتاب جن تعلیمات کو دنیا میں عام کرنا چاہتی ہے اور نوع انسان کی بھلائی کے لئے جو احکام اس نے مقرر کر رکھے ہیں ان کی پابندی کیجائے۔ قرآن اس لئے نہیں اترا ہے کہ لوگ اس کو آنکھوں سے لگانے اور سر پر رکھنے کو کافی سمجھیں قرآن کے نازل ہونے کی خاص غرض یہ تھی کہ دنیا اس کی روشنی سے منور ہو۔ اور اہل دنیا اس کو اپنے معاملات کا دستور العمل بنائیں۔ یہ بڑے شرم کی بات ہے۔ کہ قرآن کے باب میں بھی ہماری روش نمود و نمایش و رسم و رواج پر مبنی ہو زبان سے تو اس کی عظمت کا اقرار ہو۔ مگر دل یہ کہہ رہا ہو کہ:۔

دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

ظاہری عظمت کے لئے یہ دلیل دی جاتی ہے کہ خود قرآن کریم

لا یمسہ الا المطھرون

(پاکوں کے سوا کوئی اس کو چھونے نہیں پاتا) کی تاکید کی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایک آیت کا ہی مفہوم غلط سمجھا گیا۔ کفار کو اعتراض تھا کہ قرآن منجانب اللہ نہیں ہے یہ بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ خدا نے اس وہم کی تکذیب کی اور فرمایا کہ:۔

انہ لقرآن کریم فی کتب مکنون لا یمسہ الا المطھرون ۰ تنزیل من رب العلمین افبھذا الحدیث انتم مدھنون ۰ وتجعلون رزقکم انکم تکذبون ۰

(یہ قرآن تو بڑی بزرگی کا قرآن ہے۔ محفوظ کتاب میں موجود ہے

پاکوں کے علاوہ کوئی اس کو چھونے نہیں پاتا پروردگار عالم کیطرف سے نازل ہؤا ہے کیا تم لوگ اس کلام سے منکر ہو اور تم نے اپنا راتب باندہ لیا ہے کہ (اس کو) جھٹلاتے ہی رہو گے) سورہ واقعہ کے رکوع ۳ - آیت ۷۷ و ۸۰ آیت میں صاف مذکور ہے کہ کفار کو اس پاک کلام کے کلام اللہ ہونے سے انکار تہا - اور انہوں نے اس کے جہٹلانے کو اپنا فرض قرار دے رکہا تہا - جس کے جواب میں بتایا گیا کہ یہ لوح محفوظ میں بڑی احتیاط سے لکہا ہؤا موجود ہے اور خدا کے پاک نفس بندوں کے علاوہ کوئی اس کو چھونے نہیں پاتا - پہر اس میں کمی و بیشی کی گنجایش کہاں رہی؟ اور کوئی اس کو جھٹلا کیونکر سکتا ہے - تعجب ہے کہ اس واضح تشریح کے ہوتے ہوئے آیت کا مطلب یہ نکالا جاتا ہے کہ پاک آدمیوں کے علاوہ کوئی اس کو چہوتے نہ پائے -

اس آیت کی تفسیر میں متعدد حدیثیں موجود ہیں حضرت ابن عباس و جابر بن زید و ابو نہیک رضی سے روایت ہے کہ وہ قرآن جو آسمان پر ہے پاکوں کے علاوہ کوئی اور اسے نہیں چہو سکتا" حضرت مجاہد فرماتے ہیں "کہ مطلب یہ ہے کہ قرآن ایسی محفوظ کتاب ہے کہ اس پر غبار تک نہیں آسکتا" امام ضحاک لکھتے ہیں کہ "کہ کفار کو گمان تہا کہ محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) پر شیاطین نے قرآن نازل کیا ہے - اسکا جواب ملا - کہ وہ تو محفوظ کتاب ہے پاکوں کے علاوہ تو اس کو کوئی چہو تک نہیں سکتا - وہاں کسی کی دسترس کہاں؟ سعید ابن جبیر و عیسیٰ و ابو نہیک و جابر بن زید و مجاہد رضی اللہ عنہ نے لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں ابو العالیہ و ابن زید و قتادہ نے روایت کی ہے کہ یہ مطلب کہ پاکوں کے سوا کوئی قرآن کو چھونے نہیں پاتا - اس میں پاکوں سے مراد خدا کے پاک فرشتے مقدس پیغمبر اور پاکیزہ خصال و پرہیز گار بندے مراد ہیں اور قرآن سے وہ قرآن مراد ہے جو لوح محفوظ میں ثبت ہے - کیونکہ دنیا میں تو اس کو ناپاک مجوسی اور گندے منافق بہی چہوتے ہیں - اسی طرح کی اور بہت سی حدیثیں تفسیر امام ابن جریر جلد ۲۷ صفحہ ۱۰۵، ۱۰۶ میں بڑی تفصیل کے ساتہہ مذکور ہیں - مطالب کی عام تحقیقات کو بشرط ضرورت کسی دوسرے وقت کیلئے ہم اٹہا رکہتے ہیں - اس موقعہ پر یہی گزارش کافی ہے کہ آیت زیر بحث میں نہ صیغہ نہی وارد ہے - اور نہ معنوی نہی کی صورت نکلتی ہے - بات صرف اتنی ہی کہ قرآن کریم کے محفوظ و منجانب اللہ ہونے کا یقین دلانا تہا - لیکن نکتہ آفرینی کا بہلا ہو کہ اس سے ممانعت کا حکم بھی پیدا کر لیا گیا - اور پہر اس فرضی قاعدہ پر استدلال کی ایک لانبی چوڑی عمارت بھی بنائی گئی تخیلات کا عالم بہی عجیب عالم ہے -

ہمارا یہ منشا ہرگز نہیں کہ قرآن کریم کی ظاہر تعظیم ترک کر دی جائے - صرف اس قدر ہے کہ (۱) مسلمانوں کا ظاہر و باطن یکساں ہونا چاہئے - حیف ہے کہ ظاہر میں تو قرآن کریم کا ہم اس قدر ادب کریں کہ جب تک وضو و غسل نہ ہو اسکا چہونا اور اسکے الفاظ کا زبان پر لانا ممنوع سمجہیں اور باطن کا یہ حال ہو کہ تعلیمات قرآنی سے ہماری روش اتنی مخالف رہے کہ گویا دل کو یہ بھی یقین نہیں کہ یہ کلام خدا کا کلام ہے - اور اسکا ماننا اور اس پر عمل کرنا ہم پر فرض ہے (۲) اصلی تعظیم یہ ہے کہ قرآن کریم کے احکام پر ہمارا عمل ہو اور ضمنی تعظیم یہ ہے کہ اس عمل کیساتہ ظاہری احترام میں بہی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے پائے (۳) یہ نہایت مخدوش استدلال ہے کہ - فلاں بزرگ جو تنکا نظر آتا تہا اس کو اٹہا لیتے تہے - کہ یہ الف کی شکل اور یہ ب کی صورت ہے - فلاں بزرگ نے سن کے کہیت میں داخل ہوتے ہی جوتا اُتار لیا کہ اس کا کاغذ بنتا ہے - اور اس پر قرآن شریف لکہا جاتا ہے - میں اس میں جوتا پہن کر کیونکر چلوں - بے شبہ یہ واقعات ان بزرگوں کے کمال احترام کا نتیجہ ہیں - مگر جہاں وہ اس ظاہری ادب کے پابند تہے - وہاں قرآن کی اصلی عظمت بہی ان کے دلوں میں اسقدر تہی کہ تمام عادات و اطوار قرآن ہی کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تہے - اور اسی کے نمونے بنے ہوئے تہے تعجب ہے کہ اس ظاہری تعظیم میں جو ایکطرح کی محویت و استغراق سے پیدا ہوئی تہی تو ان کی تقلید پر زور دیا جائے اور اصلی تعظیم کا خیال بہی نہ آئے (۴) ظاہر تعظیم (یعنے بے طہارت نہ چہونے) کے لئے قرآن کریم سے جو دلیل پیش کی جاتی ہے - اس سے یہ مقصد ثابت نہیں ہوتا - (۵) جو لوگ خدانخواستہ آیات قرآنی کی بیحرمتی کرتے ہیں وہ خود گنہگار ہونگے - لیکن اس خوف سے یہ مناسب نہیں ہے کہ مسلمانوں کی تحریر و تقریر میں آیتیں آنے ہی نہ پائیں - خدا تعالےٰ کے احکام میں تو ابہی تک اس ممانعت کی تصریح نظر نہیں آئی - (۶) یہ فتوےٰ کہ بجائے آیت نقل کرنیکے سورہ و آیت کا نمبر لکہ کے اس کے ترجمہ کا حوالہ دیدیا کریں" شاید ان راسخ الاعتقاد مسلمانوں کیلئے تشفی بخش نہ ہو جن کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے کسی جزو کا ترجمہ بغیر اصل عبارت کے لکہنا اس لئے قابل احتراز ہے کہ ممکن ہے کہ کسی وقت میں یہ رواج عام ہو جائے - انجیل و توریت کی طرح قرآن کے لئے بہی لوگ صرف ترجمہ کافی سمجہنے لگیں - اور انہیں کیطرح مبادا اس میں بہی تحریف کی گنجایش نکل آئے - یہ امر بہی قابل غور ہے کہ کیا تعظیم صرف قرآن کے الفاظ کی ہونی چاہیئے اس کے مطالب کی نہ ہونی چاہیئے - لفظ کی عظمت میں اگر معنے کا سب سے زیادہ دخل ہے تو کیا وجہ ہے کہ کلام اللہ کے الفاظ مقدس نہ مانے جائیں - لفظ و معنے اگر دونوں مقدس و متبرک ہیں تو کیا یہ جائز ہے کہ آیات قرآنی کے الفاظ تو اس لئے نہ لکہے جائیں کہ ان کی بے ادبی ہوگی اور معانی ترجمہ کر کے اس لئے لکہدیئے جائیں کہ اس کی بے ادبی ہوئی بہی تو کچہ مضائقہ نہیں

تہذیب الاخلاق

اخبارونمیں قرآنی آیات

اخبار زمیندار مورخہ ۸ اپریل میں حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب نے ایک مراسلہ بعنوان "مقدس ضمیر" لکہا تہا جس کا منشاء اور مطلب یہ تہا کہ قرآن شریف کی آیات لکہنے میں بے ادبی ہوتی ہے - اس لئے اخباروں میں آیتوں کو نہ لکہنا چاہئے - بعض اور نامہ نگاروں اور خود ایڈیٹر زمیندار نے بہی ان کی اس رائے سے اتفاق کیا اور کہا کہ زمیندار میں آئندہ کوئی آیت قرآنی درج نہ ہوگی - صرف ترجمہ کافی خیال کیا جائیگا" لیکن شرعی طور پر چونکہ ایسی بندش نہیں ملتی - بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل وغیرہ مخالفین اسلام کیطرف جو ہدایت نامے لکہے - ان میں بہی آیات قرآنی درج تہیں اسلئے مسلمانوں کو اپنی طرف سے ایک نئی بات وضع کرنی ٹہیک نہیں - اور آیات لکہنے والوں کا کوئی قصور نہیں - ان کی نیت آیات کی بے حرمتی اور بے ادبی کی نہیں ہوتی - بلکہ ان کا مطلب تو اشاعت دین و تبلیغ اسلام سے ہوتا ہے - اگر کوئی بے ادبی کرے گا تو ذمہ وار وہ ہوگا نہ لکہنے والے لکل امرء ما نوی اور نہ اس طرح کے وہم کی بنا پر ایسا فتوےٰ دیا جائے تو خود قرآن شریف کی نسبت بہی یہ کہا جاسکیگا کہ اس کا چہاپنا روک دیا جائے - کیونکہ بوسیدہ ہونے یا شیرازے اکہڑ جانے کے بعد قرآنی اوراق کی حفاظت نہیں ہوسکتی - اور پہر ان کی بہی بے ادبی ہوتی جاتی ہے - اور ذرا وسیع نظر سے دیکہا جائے - تو ان ممالک کا کیا حال جن میں عربی زبان مروج ہے - مثلاً - مصر - مراکو عرب - شام وغیرہ - جہاں کی زبان لکہنے اور پڑہنے میں عربی مستعمل ہوتی ہے - وہاں کے اخبارات میں اس قاعدہ کا نفاذ کیونکر ہوسکے گا؟ وہ آیات کو اس خیال سے درج نہ کریں - کہ ان کی بے حرمتی کا خطرہ ہے - تو پہر ترجمہ کس طرح اور کس زبان میں کرینگے - اور اُسے وہاں کے باشندوں سے سمجہ کون سکیگا؟ (زمیندار)

اطلاع

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ الاحد حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے ارشاد اور مشورہ کے ماتحت کچہ دنوں کیلئے ڈلہوزی پہاڑ پر تشریف لے گئے ہیں

نوٹ: اگلا پرچہ بھی خاص وجوہات سے دو تاریخوں کا مشترکہ شائع ہو سکیگا (ایڈیٹر)

اسلامی سپرٹ ترقی کا اصلی ذریعہ

ہر کہ خود تربیّت نکند حیوان است
آدم آنست کہ اورا پدر اور نیست

ایک زمانہ تھا کہ اخلاقی وسیاسی اور تمدنی وروحانی دنیا میں مسلمان کورسی لمن الملک سجا رہے تھے دنیا کی ہر ایک بہترین خوبی ان کی وراثت تھی۔ وہ نہایت صابر شاکر۔ خوش۔ مطمئن۔ عابد نمازی دیر ہیز گار عالم ومتقی۔ مستعد پرجوش تھے۔ وہ آزاد اور شجاع دلیر و بہادر قوم کی شان میں دنیا کے سٹیج پر اپنا شاندار پارٹ ادا کر رہے تھے۔ ان کے دل اسلام کے نور سے روشن ومنور تھے۔ اور اس نور کے انعکاس وانحراف نے دنیا کو نقعہ نور بنا رکھا تھا اور جہالت اور گناہ کی تحریکی کو مٹا دیا تھا۔ اسلام کی حقیقت سے آگاہ ہو کر انہوں نے ایسی معاشرت وتمدن کی بنیاد رکھی کہ دنیا اب تک ان کی توصیف میں رطب اللسان ہے۔ ایک تو وہ مسلمان تھے جنکا چند الفاظ میں اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ یا ایک ہم مسلمان ہیں کہ دنیا کی کوئی برائی نہیں جو ہم میں موجود نہیں۔ فلاکت ونکبت۔ جہالت ووحشت ہر سو منہ لا رہی ہے نحوست ہر چہار طرف چھا رہی ہے۔ اسلامی عالم پر ایک سناٹا چھایا ہوا ہے۔ گناہوں کی تاریکی سے ایک ہو کا عالم برپا ہے۔ مگر اب یہ سوال خود بخود دل میں پیدا ہوتا ہے کہ کن بات نے ہم میں یہ زمین وآسمان کا فرق پیدا کر دیا ہے کن وجوہ واسباب نے ہم کو عزت کے عرش سے ذلت کے فرش پر پٹک دیا ہے۔ ایک وہ مبارک زمانہ تھا کہ ہم ترقی کے فلک الافلاک کے درخشاں ستارے تھے۔ یا آج وہ منحوس زمانہ ہے کہ ہم پستی کے تحت الثریٰ میں گرے چلے جا رہے ہیں۔ ہماری پستی کے تذکروں سے بزم اغیار میں داستان حمزہ کے لطف اٹھائے جا رہے ہیں۔

جا بجا نام تو جز نقش قدم چھوڑ گیا
خاک گم ہو کے گیا ڈھونڈنے عنقا ہم کو

جب ہم ان اسباب ووجوہ کی تنقید وتفریہ کرتے ہیں کہ جنہوں نے ہماری حالت میں اتنا نمایاں فرق پیدا کر دیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمان دو اصولوں کو اپنی ترقی اور سلامتی کیلئے ضروری سمجھتے تھے۔ یعنی (۱) ایمان باللہ (۲) خوف من اللہ۔

سوائے خدائے ذوالجلال کے کسی سے نہ ڈرنا۔ اور اس کی ذات پاک پر پورا پورا ایمان رکھنا۔ درحقیقت حقیقی ترقی کا سنگ بنیاد ہے۔ کسی دشمن کے سامنے خواہ وہ کتنا ہی زبردست کیوں نہ ہو۔ سر تسلیم خم نہ کرنا۔ اور خدا پر کامل اور پورا یقین وبھروسہ رکھنا۔ سخت سے سخت مشکل سے نہ گھبرانا۔ کوہ غم بھی سامنے آئے تو اس کو سر پر اٹھا لینا۔ دنیا کے نشیب وفراز سے ہراساں نہ ہونا قسمت کے انقلاب کو بہ خندہ پیشانی گوارا کرنا۔ یہانتک کہ وقت پر موت کے منہ میں جانے تک سے نہ ڈرنا۔ یہ ایسے شاندار اوصاف ہیں کہ دنیاوی ترقی وکامیابی انکا ایک بالکل معمولی نتیجہ ہے۔ پہلے مسلمان ان اوصاف سے متصف تھے زبانی جمع خرچ میں تو ہم بھی کم نہیں۔ مگر عملی دنیا میں ہم درجہ صفر تک گر چکے ہیں۔ اور اعمال وافعال ہی کوئی ایک عملی نتیجہ پیدا کر سکتے ہیں۔ اس امر کو فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ قال اور حال میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ موت اور زندگی میں۔ دیکھو ہستی سے عدم تک صرف چند تنفس کی راہ ہے۔ مگر نتیجہ میں کتنا بھاری فرق یہ چند تنفس پیدا کر دیتے ہیں۔ قال اور حال میں صرف دماغ کی چند ضربوں اور جسم کی چند حرکتوں کا فرق ہے۔ مگر یہ فرق اتنا متضاد نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ کہ آخری درجہ زحمت یا رحمت ہوتا ہے۔

قرون اولیٰ کے مسلمان جو کہتے تھے سچے دل سے کہتے تھے۔ اور اس پر عمل کرتے تھے۔ دنیا کی کوئی مشکل ان کے راستہ پر رکاوٹ حایل نہیں کر سکتی تھی مشکلات کو وہ اپنے مردانہ عزم سے ترقی کا زینہ بنا لیتے تھے غم کا پہاڑ سامنے آتا تھا تو وہ اس کو زیادہ بلندی پر چڑھنے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اور خوشی خوشی اس کی طرف بڑھتے تھے۔ مگر آج کے مسلمان رائی کو پہاڑ بنالیتے ہیں۔ ذرا سی مصیبت آن پڑے تو بس چوکڑی بھول جاتے ہیں مالی حالت ذرا پتلی ہو جائے تو بس پھر کیا ہے۔ سارا گھر ویرانے کا نمونہ بن جاتا ہے۔ خفیف سی بیماری آجائے تو سارا محلہ سر پر اٹھا لیا جاتا ہے۔ قسمت ذرا آنکھ پھیرے تو بس دماغ بگڑ جاتا ہے۔ آہا۔ کیسی مصیبت کی زندگی ہم لوگ بسر کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کو یہ امر بخوبی قایم الذہن کر لینا چاہیئے کہ قلب تمام بیرونی اثرات سے بالاتر ہے۔ اور زندگی قلب کی صرف ایک حالت ہے قلب میں خفیف سا تغیر زندگی پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ پس اپنی ترقی کے لیئے خواہ وہ جسمانی ہو یا اخلاقی یا روحانی قلب کو ایک بڑا ذریعہ سمجھو۔ اگر تمہارا قلب مردہ ہو گیا ہے تو دنیا تمہاری نظروں میں سیاہ اور تاریک ہو جائیگی اور تمہاری ترقی کے ذرائع مفقود ہو جائیں گے۔ خداوند تعالےٰ اپنے پاک کلام میں فرماتے ہیں کہ ”ہم نے سچے مسلمانوں کو طمانیت سے معمور قلب عطا فرمایا ہے“۔

پس سچا مسلمان بننے کیلئے ہم کو قرآن کے حکموں کی تعمیل کرنی چاہیئے اور خدا اور خدا کے رسول کے احکام کی بجا آوری میں مستعد وچست رہنا چاہیئے۔ جب ہم سچے مسلمان بن جائینگے تو ہمارے قلب سرور اور اطمینان سے بھر جائیں گے۔ اور جب ہمارے قلب مطمئن ہو جائیں گے۔ تو ہم دین ودنیا کی کامیابی کے یقیناً وارث وحقدار ہوں گے۔ وہ لوگ جو ہر حال میں منطق کا سہارا پکڑتے ہیں۔ اور اپنی عقل خام سے کام لیکر اپنی رہنمائی کرتے ہیں۔ منہ کے بل گرتے ہیں۔ منطق کی دنیا میں کوئی آرامگاہ نہیں ہے۔ اس کا قفس ایسا ہے۔ کہ اس کے قیدیوں کی قسمت میں آب ودانہ نہیں ہوتا۔ اور وہ گھٹ گھٹ کر اور تڑپ تڑپ کر راہی ملک عدم ہوتے ہیں بعض لوگ ہر امر کے لئے دلیل مانگتے ہیں۔ مگر دلیل کی بنیاد ہمیشہ جذبات پر قایم ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ سوائے نیچرل دلایل کے ہم کسی کو دلیلوں سے قایل ومعقول نہیں کر سکتے۔ دلیل وہ جو انسان کے نیچر سے اپیل کرے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ مگر جو لوگ نیچرل دلایل کو نہیں مانتے۔ وہ ایک تغیر پذیر اور مشکوک انسانی علم کے دلایل سے کیسے راستی ونیکی کے راستے پر آ سکتے ہیں۔ ہمارا مطلب یہ نہیں کہ بغیر دلیل اور عقل کے بہرہ بات کو قبول ومنظور کر لیا جائے۔ بلکہ ہمارا منشا یہ ہے کہ اخلاقی وروحانی دنیا میں جذبات اور تعصبات سے پاک ہو کر داخل ہونا چاہیئے۔ ایسے کرنے سے حقیقت حال خود بخود منکشف ہو جاتی ہے اور کسی دلیل یا بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ خود انسان کا قلب اس صراط المستقیم کا راستہ دکھا دیتا ہے۔ زندگی کا مقصد نجات ابدی ہے اور جسطرح بھی تمہارا خالص ضمیر تم کو اس طرف راہنمائی کرے اس کی پیروی کرو۔ مگر خالص ضمیر پیدا کرنیکے لیئے نہایت ضروری ہے کہ ہماری تربیت شروع سے خدائی احکام کے مطابق ہو۔ زندگی کو عین راحت سمجھو۔ مصیبت دکھ۔ بیماری۔ نادری۔ افلاس کو بے حقیقت چیزیں سمجھو۔ زندگی جدوجہد کا نام ہے۔ اور یہ جدوجہد مسرت کمال ہے۔ جس چیز نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ خدا ہے۔ اسی نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ وہ اپنی مخلوق پر مہربان ہے۔ وہ اپنی مخلوق کی خوشی دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ روحانی زندگی میں داخل ہونے سے یہ بات نہایت آسانی کے ساتھ معلوم ہو جاتی ہے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہوتا ہے۔ انسان کے فائدہ کے لئے ہوتا ہے۔ ارضی وسماوی آفات دراصل انسانی نجات کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ اور روحانی زندگی میں ہم اسلام کا سہارا پکڑ کر نہایت آسانی کے ساتھ داخل ہو سکتے ہیں۔

ہر چند کہ در احوال جہاں مے نگرم
حاصل ہمہ عشرت ست باقی خوش نیست (ملت)

ترجمۃ القرآن کا پندرھواں پارہ جسکے ساتھ

سورۃ الکہف ختم کر دی گئی ہے پریس میں جا چکا ہے امید کیجاتی ہے کہ خدا کے فضل سے جلد چھپ جاویگا۔ احباب اپنے دوستوں میں ترجمۃ القرآن کی اشاعت کی تحریک کریں۔ میرے پیغام اکمل کے جواب میں بعض دوستوں نے پانچ پانچ روپیہ ماہوار دینے کا وعدہ کیا ہے مگر یہ تعداد ایسی تھوڑی ہے کہ اس سکیم کے ماتحت ابھی کام شروع نہیں ہو سکتا۔ جب تک پورے ایک سو آدمی اس کام کیلئے مالی قربانی نہ کریں۔ قرآن مجید سے محبت رکھنے والے دل حرکت کریں اور اس کار خیر میں میرے شریک ہو جائیں میں خدا کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ وہ اس خدمت کا بہترین بدلہ دیگا۔ اسوقت تک دس سے زیادہ پارے طیار ہو کر شایع ہو چکے ہیں اور اس ترجمہ اور تفسیر کو جس نے پڑھا ہے پسند کیا ہے۔ اس کام میں اگر کوئی مدد کرے ... [illegible]

فہرست کتب موجودہ دفتر الحکم قادیان

نماز پر تقریر اور مسئلہ وحدت وجود پر خط حضرت مسیح موعود نے نماز کے اسرار پر لطیف تقریر فرمائی ہے اور وحدت وجود کے اعتقاد کا لاجواب رد کیا ہے۔ یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے۔ قیمت ۲/

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب قیمت ۲/

نور القرآن حصہ دوم عیسائیوں کا عجیب رد ۴/

فیصلہ آسمانی ۲/

ایڈیٹر الحکم کی تالیفات تفسیر القرآن فی پارہ قیمت عہ

سات پارے قرآن شریف کے تیار ہیں قیمت فی پارہ عہ

سلک مروارید حصہ اول سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اپنی طرز کا پہلا رسالہ جو مستورات کی اصلاح کیواسطے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی خواہش کے مطابق ناول کے طور پر لکھا گیا قیمت ۴/

حصہ دوم ۴/

حضرت اقدس کی پرانی تحریر ۲/

برہان الحق ۳/

مجاہد مسیح ۳/

خطبات کریمیہ ۴/

تفسیر سورہ تبت ۴/

نمونہ قرآن ۳/

شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لی جائیگی
عوام سے
خواص سے
ہندوستان سے باہر
غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے صرف
چہ گویم با تو گر آئی بہ دارالامان ہینی
دوا بینی شفا بینی عرش دارالامان بینی
شیخ یعقوب علی تراب احمدی
قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شائع ہوتا ہے
عمدہ یونانی اور ویدک ادویات
ہندوستانی دواخانہ کی کافی شہرت ہوچکی ہے۔ اور اس نے قلیل عرصہ میں معتدبہ اعتبار اور وقار حاصل کرلیا ہے نہ صرف عوام بلکہ خواص یہاں تک کہ طبیب بھی اسی دواخانہ کی ادویات کو برتتے ہیں۔
اس دواخانہ کی عظیم کامیابی کا راز محض اخلاص اور صداقت ہے!
جو ادویات اس کارخانہ میں بنتی ہیں۔ وہ ہماری طب کی بہت
ان کی خوبیوں کا سلسلہ جاری ہے آج بھی ہر ایک آزمائش پر اپنا اصلی اثر دکھاتی ہیں کیونکہ
ادویات بنائی جاتی ہیں
اعلی اور پورے انتظام سے دوا سازی کا اس میں پورا انتظام
وہی لی جاتی ہیں۔ کیونکہ
یہ دواخانہ شخصی
اس دواخانہ میں تمام امراض کی ایک سے ایک اعلی اور مفید
اس دواخانہ کے جناب حاذق الملک حکیم حافظ اجمل خان صاحب رئیس اعظم دہلی سرپرست ہیں۔
اور انہوں نے اپنی اور اپنے زندہ جاوید بزرگوں کی بعض خاص خاص مجرب دوائیں اس دواخانہ کو لوجہ اللہ دی ہیں۔
نوٹ: جن پُر اثر اور مفید ادویات کے سبب اس دواخانہ کو شہرت حاصل ہوئی ہے۔ وہ صرف اسی دواخانہ سے مل سکتی ہیں۔ اور کسی جگہ اس دواخانہ کی کوئی شاخ نہیں ہے۔
فہرست ادویات درخواست کرنے پر مفت ملتی ہے۔
خط کا پتہ بالکل یہی الفاظ لکھیے:۔ منیجر ہندوستانی دواخانہ دہلی
تار کا پتہ:۔ میڈیسنز دہلی
انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک وایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا

نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے

میموریل

تعطیل جمعہ کے متعلق الحکم کی گذشتہ اشاعتوں میں لکھا گیا ہے۔ میں نے اس میں ایک میموریل کی تجویز پیش کی تھی خدا کا شکر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے دل میں بھی اس تحریک کو اللہ تعالیٰ نے ڈال دیا۔ اور آپ نے مندرجہ ذیل اعلان اس غرض سے لکھا ہے حضرت خلیفۃ المسیح نے صرف دو گھنٹہ کی رخصت کی درخواست کی ہے۔ میں اس پر کچھ اضافہ کرنا تقدم بین یدی الامام سمجھتا ہوں۔ یہ ایسی سہل تجویز ہے کہ اس پر بدوں کسی ہرج کے عملدرآمد ہو سکتا ہے۔ دوسرے اسلامی جرائد سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اس پر بالاتفاق تائیدی مضامین لکھیں گے۔ اور ایسا ہی انجمنیں اپنے رزولیوشن اس تحریک کی تائید میں پاس کر کے اس کو مضبوط بنائینگی۔ — ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

شہنشاہ جارج پنجم شاہ برطانیہ و قیصر ہند کے دربار تاجپوشی کا عظیم الشان دربار جو ۱۲ دسمبر کو ہندوستان کے شاہان اسلامی کے قدیم دارالخلافہ میں منعقد ہونے والا ہے۔ وہ تاریخ ہندوستان میں ایک ایسا اہم واقعہ ہے۔ کہ اس کے متعلق طبائع میں عجیب ولولے پیدا ہو رہے ہیں۔ ہندوستان کو صدیوں کے بعد یہ عزت نصیب ہوگی۔ کہ اس کا شہنشاہ اس کے قدیم دارالخلافہ میں تخت نشین ہوگا۔ اور شہنشاہ بھی ایسا کہ اپنی وسعت مملکت کے لحاظ سے نہ اس زمانہ میں اور نہ کسی پرانے زمانہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ پس یہ لازمی امر تھا کہ ایسے عظیم الشان اور مبارک موقعہ پر طرح طرح کی امنگیں طبائع میں پیدا ہوتیں۔ اور خصوصاً رعایا کے اس حصہ کے دلوں میں جو اپنے بادشاہ کی وفاداری کو اپنے مذہب کا ایک جزو سمجھتے ہیں۔

اس مبارک موقعہ پر میں سلسلہ احمدیہ کا امام ہونے کی حیثیت سے ایک اہم امر کی طرف تمام مسلمانان ہند کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ سلطنت انگریزی نے جب سے ہندوستان میں قدم رکھا ہے۔ یہ زرین اصول ہمیشہ اپنے مدنظر رکھا ہے۔ کہ ہر قوم کو پوری مذہبی آزادی حاصل رہے۔ اور اپنے فرائض مذہبی کی ادائیگی میں اسے کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو۔ چنانچہ سب قومیں جو اس ملک میں آباد ہیں۔ اپنے اپنے مذہبی فرائض اور مذہبی رسوم کی ادائیگی میں ایسی ہی آزاد ہیں۔ جیسے کہ وہ اپنے اپنے ہم مذہبوں کی حکومت کے نیچے ہوتیں۔ گورنمنٹ انگریزی کا نہ کبھی یہ منشا ہے۔ اور نہ ہی ہو سکتا ہے کہ کسی قوم کو بلاوجہ اس کے کسی مذہبی فرض کی ادائیگی سے روکا جاوے یا ایسے اسباب پیدا کئے جاویں۔ جن سے ایسی ادائیگی میں کسی قسم کی رکاوٹ واقع ہو۔ ہاں اگر کسی قوم کو کوئی ایسی روک محسوس ہو۔ تو گورنمنٹ کو اس کی اطلاع دینا یا اس کی طرف متوجہ کرنا یہ خود اس قوم کا فرض ہے۔ اہل اسلام سلطنت انگریزی کی ان برکات سے ہر طرح فائدہ اٹھا رہے ہیں لیکن ایک امر ابھی تک ایسا ہے کہ اس کی طرف گورنمنٹ کو پورے زور سے توجہ نہیں دلائی گئی اور مسلمانوں کو قیصر ہند کے ہندوستان میں تاجپوشی کے مبارک موقعہ سے بڑھکر بہتر موقعہ اس غرض کے لئے پھر میسر آنا مشکل ہوگا۔

جمعہ کا دن اسلام میں ایک نہائت مبارک دن ہے اور یہ مسلمانوں کی ایک عید ہے۔ بلکہ اس عید کی فرضیت پر جسقدر زور اسلام میں دیا گیا ہے۔ ان دو بڑی عیدوں پر بھی زور نہیں دیا گیا۔ جن کو سب خاص و عام جانتے ہیں کیونکہ یہ عید نہ صرف عید ہے۔ بلکہ اس دن کے لئے قرآن کریم میں یہ خاص طور پر حکم دیا گیا ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو ہر قسم کے کاروبار کو چھوڑ کر مسجدوں میں جمع ہو جاؤ۔ جیسا کہ فرمایا۔ یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع یہی وجہ ہے کہ جب سے اسلام ظاہر ہوا اسلامی ممالک میں جمعہ کی تعطیل منائی جاتی رہی ہے اور خود اس ملک ہندوستان میں برابر کئی سو سال تک جمعہ تعطیل کا دن رہا ہے۔ کیونکہ آئت مذکورہ بالا کی رو سے یہ گنجائش نہیں دی گئی۔ کہ جمعہ کی نماز کو معمولی نمازوں کی طرح علیحدہ علیحدہ بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ جماعت میں حاضر ہونا اور خطبہ سننا اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کے لئے ضروری قرار دیئے گئے ہیں۔ بلکہ عید کی نماز کے لئے بھی اس قدر تاکید اسلام میں نہیں جسقدر کہ جمعہ کی نماز کے لئے ہے اور مذہب اسلام کے رو سے جو شخص جمعہ کو چھوڑتا ہے وہ سخت گنہگار ہے۔ ہندوستان کی تین بڑی قوموں یعنی ہندوؤں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں میں سے ایک خاص دن میں عبادت الٰہی کے لئے جس شد و مد سے قرآن شریف میں جمعہ کے متعلق حکم ہے۔ باقی دو قوموں کے سبت کے متعلق اس زور سے قطعاً ان کی مقدس کتابوں میں حکم نہیں۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ ایک عظیم الشان اسلامی تہوار ہے۔ اور نماز جمعہ کے تمام شرائط کے ساتھ ادا کرنے کی ہر ایک مسلمان کو ایسی سخت تاکید کی گئی ہے کہ اسے صاف الفاظ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس وقت کسی دوسرے کام کو قطعاً نہ کرے۔

اب یہ امر ظاہر ہے کہ جسقدر کسی بڑی قوم کے بڑے بڑے تہوار ہیں۔ ان کے منانے کے لئے گورنمنٹ نے اپنی سب رعایا کو یکساں آسانی دے رکھی ہے۔ سب سے زیادہ مشکلات ایسے تہواروں کے منانے میں ان لوگوں کو ہوتی ہیں جو بوجہ ملازمت گورنمنٹ اپنے وقت کے آپ مالک نہیں۔ مگر ہماری مہربان گورنمنٹ نے صرف مذہبی آزادی کو مدنظر رکھ کر یہ ضروری قرار دیا ہے کہ سب قوموں کے بڑے بڑے تہواروں کے دنوں میں تمام سرکاری دفاتر اور سب عدالتیں وغیرہ بند رہیں۔ تاکہ وہ حصہ رعایا جو ملازم گورنمنٹ ہیں۔ اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ ان تہواروں کے منانے میں شریک ہو سکیں۔ درحقیقت اگر گورنمنٹ اپنے ملازمین کو اسقدر آزادی نہ دیتی۔ تو پھر مذہبی آزادی برائے نام ہوتی۔ پس گورنمنٹ کے اس طریق عمل سے کہ اپنے ملازمین کی خاطر وہ بڑے بڑے قومی تہواروں کے دنوں میں اپنے سب دفاتر کو بند رکھتی ہے۔ یہ امر تو ظاہر ہو گیا کہ گورنمنٹ کا دلی منشا یہ ہے۔ کہ کسی قوم کو اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی میں کسی قسم کی روک محسوس نہ ہو۔ لیکن جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لئے جہاں تک دیکھا گیا ہے۔ اس قسم کی آزادی ابھی تک حاصل نہیں۔ اور شہنشاہ ہند کی تاجپوشی کے مبارک موقعہ پر اس آزادی کے حصول کیلئے جسقدر زور دیا جائے کم ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ نظام گورنمنٹ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہر ہفتہ میں دو دن کی تعطیل ہو۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اتوار شاہ وقت کے مذہب کے لحاظ سے تعطیل کا ضروری دن ہے۔ پس کوئی ایسی تجویز گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنی چاہئے۔ جس سے نظام گورنمنٹ میں بھی کوئی مشکلات پیش نہ آویں۔ اور اہل اسلام کو یہ مذہبی آزادی بھی مل جائے اس کی آسان راہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے وقت یا تو سب دفاتر اور عدالتیں سکول۔ کالج وغیرہ دو گھنٹے کے لئے بند ہو جاویں یا کم از کم اتنی دیر کے لئے مسلمان ملازمین اور مسلمان طلبار کو اجازت ہو۔ کہ وہ نماز جمعہ ادا کرلیں اور اس کے متعلق جملہ دفاتر و جملہ محکموں میں گورنمنٹ کی طرف سے سرکلر ہو جائے۔ گو اس وقت بعض افسر اس قسم کی اجازت اپنے ماتحتوں کو دیتے ہیں۔ مگر ایسی مثالیں کم ہیں اور خصوصاً سکولوں اور کالجوں میں تو بالکل نہیں۔ ایسی اجازت نہ صرف مسلمانوں کی راہ سے ایک بڑی روک اٹھا دیگی بلکہ آخر کار گورنمنٹ کے لئے بھی یہ فائدہ مند ثابت ہوگی کیونکہ نماز جمعہ میں ایک لازمی جزو خطبہ کا سننا ہے۔ اور خطبہ کیا ہے اس میں یا تو اخلاقی وعظ ہوتا ہے یا پیش آمدہ امور میں مسلمانوں کو جو راہ اختیار کرنی چاہئے۔ اس کا ذکر ہوتا ہے۔ گورنمنٹ خود اس ضرورت کو محسوس کرتی ہے کہ طلباء کی مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام ہو۔ تاکہ جو بد نتائج خالی نتائج خالی دنیوی تعلیم سے پیدا ہو رہے ہیں۔ جس کے ساتھ اخلاقی اور دینی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں۔ ان کا کوئی انتظام نہیں۔ ان کا انسداد ہو سکے۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ اور علمائے اہل اسلام توجہ کریں۔ تو جمعہ کے خطبہ سے بڑھ کر کوئی بہتر صورت اخلاقی اور دینی وعظ اور تعلیم کی نہیں۔ کیونکہ اس سے سب خاص و عام فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اور یہ امر کہ جمعہ کے دن دو گھنٹوں کے لئے مسلمان ملازمین اور مسلمان طلبار کو نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے اجازت دیدی جائے کوئی ایسا امر نہیں جس سے گورنمنٹ کی راہ میں کوئی مشکلات پیدا ہوتی ہوں کیونکہ سکولوں اور کالجوں میں تو یہ ضرورت صرف سردیوں کے موسم میں پیش آئے گی۔ گویا سال میں صرف چھ ماہ کے لئے اس انتظام کی ضرورت ہوگی۔ باقی چھ ماہ اس وجہ سے کہ سکول اور کالج گرمیوں میں گیارہ یا بارہ بجے بند ہو جاتے ہیں۔ ایسی ضرورت نہ ہوگی اور ملازمین گورنمنٹ کی اسقدر دیر کے لئے غیر حاضری سے جسقدر نقصان ہوگا۔ اس کی تلافی وہ خود بعد از وقت کام کر کے کر سکتے ہیں۔ کیونکہ جو کام ان کے ذمہ ڈالا گیا ہے۔ وہ انہیں بہرحال پورا کرنا ہوگا۔ برٹش گورنمنٹ کے نظام میں اس قسم کی مثالیں پہلے موجود ہیں۔ کیونکہ اس گورنمنٹ کو مختلف قوموں پر حکمرانی کا موقعہ خدا نے دیا ہے۔ اس لئے وہ حتی الوسع ان مختلف اقوام کے مذہبی اصولوں کو مد نظر رکھکر کام کرتی ہے۔ چنانچہ مصر میں جہاں بڑا عنصر آبادی کا مسلمان ہے اور خدیو مصر برٹش نگرانی کے نیچے حکمرانی کرتے ہیں۔ وہاں تعطیل کا دن بجائے اتوار کے جمعہ ہی ہے۔ چنانچہ سکول۔ کالج۔ دفاتر عدالتیں وہاں جمعہ کو بند ہوتی ہیں۔ اور اس طرح پر اہل اسلام کو اس حکم کے بجا لانے میں جو نماز جمعہ کے متعلق تاکیدی طور پر قرآن کریم میں دیا گیا ہے۔ کوئی دقت نہیں مگر وہاں چونکہ ایک کثیر حصہ اعلیٰ عہدہ داران کا انگریزوں کا ہے۔ جو عیسائی مذہب رکھتے ہیں۔ اس لئے گورنمنٹ نے ان کو یہ سہولت دے رکھی ہے کہ وہ اتوار کے دن چاہیں تو کام پر حاضر نہ ہوں۔ اور اپنے کام کو باقی دنوں میں پورا کردیں۔ پس جہاں اعلیٰ عہدہ داران کو محض ان کی مذہبی آزادی قائم رکھنے کے لئے برٹش گورنمنٹ نے اسقدر اجازت دیدی ہے۔ ہندوستان میں مسلمان ملازمین کو جن کی نسبت بھی کل عملہ سے بہت تھوڑی ہے۔ صرف دو گھنٹہ کے لئے اجازت کا مل جانا ایک یقینی امر ہے۔ کیونکہ صرف ساتویں دن دو گھنٹے کے لئے چند ملازمین کی غیر حاضری سے جو وہ بھی اکثر غیر ذمہ داری کے عہدوں پر ہوں گے۔ کام کا کوئی بڑا حرج متصور نہیں۔ اور اگر کوئی حرج ہو بھی۔ تو وہی ملازم خود اپنے کام کو پورا کرنے کے ذمہ دار رہیں گے۔

غرضکہ ایک طرف جب ہم نماز جمعہ کے لئے سخت تاکیدی حکم قرآن شریف میں پاتے ہیں۔ جس میں اسقدر تاکید ہے۔ کہ صاف الفاظ میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ جب نماز جمعہ کا وقت آجائے۔ تو تم دنیا کے ہر ایک قسم کے کاروبار چھوڑ کر نماز جمعہ کی ادائیگی میں مصروف ہو جاؤ۔ اور جب تک نماز جمعہ ادا نہ کر لو۔ کسی کام کی طرف متوجہ نہ ہو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی سخت گرفت کے نیچے آؤ گے۔ اور اس کے ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں۔ کہ نماز جمعہ میں خطبہ میں جو اخلاقی تعلیم مسلمانوں کو دی جاتی ہے۔ وہ ملک اور گورنمنٹ کے لئے مفید ثابت ہے اور پھر دوسری طرف ہم ایسی نظیر بھی پاتے ہیں جس میں اسی قسم کی دقت ایک دوسرے ملک میں پیش آنے پر انگریزی گورنمنٹ نے اپنے ملازمین کے مذہبی حقوق کی ادائیگی اور ان کے سرکاری کام میں حاضری پر ترجیح دیکر علاوہ تعطیل کے دن کے ایک دن اور بھی انہیں غیر حاضر رہنے کی اجازت دی ہے۔ اور جو امر ہم پیش کرتے ہیں۔ اس کی دقت اس دقت سے بدرجہا کم بھی ہے۔ کیونکہ صرف دو گھنٹے کی رخصت نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے نہ آرام کے لئے ہم چاہتے ہیں۔ تو ہمیں یقین کامل ہوتا ہے۔ کہ شہنشاہ جارج پنجم کی تاجپوشی کے موقعہ پر اگر کل ہندوستان کے مسلمان متفق ہو کر اس مذہبی رکاوٹ کے دور کیا جانے کی درخواست کریں۔ تو گورنمنٹ انگریزی ضرور ان کی اس دقت پر غور فرما کر اس کی اصلاح اس مبارک موقعہ پر کر کے چھ کروڑ نہیں بلکہ کل دنیا کے مسلمانوں کے دلوں کو مسخر کرے گی کیونکہ مسلمان قوم سب سے بڑھکر مذہبی آزادی کی دل سے قدر کرنے والی ہے۔

ان وجوہات مذکورہ بالا کی بنا پر ہم نے ایک میموریل تیار کیا ہے۔ جو حضور وائسرائے ہند کی خدمت میں بھیجا جائیگا لیکن چونکہ جس امر کی اس میموریل میں درخواست کی گئی ہے۔ وہ جملہ اہل اسلام کا مشترک کام ہے۔ اس لئے قبل اس کے کہ یہ میموریل حضور وائسرائے کی خدمت میں بھیجا جاوے۔ ہم نے یہ ضروری سمجھا ہے۔ کہ اس کا خلاصہ مسلمان پبلک اور مسلمان اخبارات اور انجمنوں کے سامنے پیش کیا جاوے۔ تاکہ وہ سب اپنی اتفاق رائے کا اظہار بذریعہ رزولیوشنوں و تحریرات وغیرہ کے کر کے گورنمنٹ پر اس سخت ضرورت کو ظاہر کریں۔ تاکہ اس مبارک موقعہ پر یہ آزادی اہل اسلام کو حاصل ہو جاوے ہماری غرض صرف اس امر سے ہے۔ کہ جملہ اہل اسلام کے اتفاق سے جیسی کہ یہ ضرورت متفقہ ہے یہ درخواست حضور وائسرائے بہادر کی خدمت میں پیش ہو۔ اور یہ غرض نہیں کہ ضرور ہم ہی اس کو

پیش کرنے والے ہوں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل میں یہ تحریک ڈالی ہے۔ اس لئے ہم نے اسے پیش کر دیا ہے۔ اگر کوئی انجمن یا جماعت ایسی ہو۔ جو صرف اس وجہ سے اس کے ساتھ اتفاق نہ کرے۔ کہ یہ میموریل ہماری طرف سے کیوں پیش ہوتا ہے۔ تو ہم بڑی خوشی سے اپنے میموریل کو گورنمنٹ کی خدمت میں نہیں بھیجیں گے۔ بشرطیکہ اس کے بھیجنے کا اور کوئی مناسب انتظام کر لیا جاوے۔

پس یہ اشتہار جملہ ایڈیٹران اخبارات اسلامی۔ و سکرٹریان انجمنہائے و شاخہائے لیگ و معززا اہل اسلام کی خدمت میں اس غرض کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ کہ بہت جلد بذریعہ ریزولیوشنوں کے اور بذریعہ تحریرات کے اس پر اظہار رائے کریں۔ تاکہ عام مسلمانوں کی طبائع کا میلان دیکھکر اس درخواست کو پیش کیا جاوے۔

المشتہر

نور الدین

(خلیفۃ المسیح موعود) قادیان ضلع گورداسپور یکم جولائی ۱۹۱۱ء

لنڈن کا دربار تاجپوشی

بقیہ ہفتہ گذشتہ

اس کے بعد بادشاہ کے سینہ پر بھی تیل ملا گیا۔ تیرا سینہ اس مقدس تیل کی برکت سے پاک ہو۔ اور جس طرح سلیمان بادشاہ کے "زڈک" پادری اور "نتھن" نبی نے تیل ملا تھا۔ اسی طرح تم اس رعایا کے بادشاہ بنو۔ خداوند۔ تمہارے خدا نے یہ اپنی رعایا۔ تمہاری حکومت کے لئے بخشی ہے۔ پس آپ باپ بیٹے روح القدس کے نام سے حکومت کرو۔

بادشاہ نے اس کے بعد پھر دو زانو ہو کے نماز ادا کی اور آرچ بشپ نے اس طرح دعا دی۔

ہمارے خداوند یسوع مسیح خدا کے اکلوتے بیٹے کے سر پر اس کے آسمانی باپ نے اپنی خوشنودی کا تیل ملا۔ اسی طرح ہمارے اس آسمانی باپ کی رحمت تم پر ہو۔ اور تمہارے ہاتھ کے سارے کاموں میں خدا کی رحمت و برکت شامل ہو خداوند کی رحمت تمہارے شامل حال ہو اور جو رعایا خداوند نے تمہارے سپرد کی ہے۔ تم اس کی دولت۔ امن اور روحانیت قائم رکھو۔ اس فانی دنیا پر عرصہ دراز تک شان و شوکت۔ عدل و انصاف۔ عقل و دانش مذہبی پابندی کے ساتھ حکومت کر کے ہمارے خداوند یسوع مسیح کی سفارش سے اس دائمی سلطنت کے شریک بنائے جاؤ۔ آمین۔

اس دعا کے بعد۔ بادشاہ سلامت پھر کنگ ایڈورڈ کی کرسی پر بیٹھے۔ نائٹ آف گارٹر نے اس وقت سنہری شامیانہ بادشاہ کے سر سے اتار کے لارڈ چیمبرلین کو واپس دیا۔ بادشاہ اس وقت کھڑے ہو گئے۔

ڈین آف ویسٹ منسٹر نے بادشاہ کو ایک ہلا آستینوں کا سنہری کرتہ پہنایا۔ ان کے اوپر پٹکہ باندھا گیا۔

لارڈ چیمبرلین نے جھک کے بادشاہ کے قدم چھوئے لارڈ جو شاہی تلوار اٹھا کے لائے تھے۔ لارڈ چیمبرلین کو تلوار دی اور وہ شاہی تلوار آرچ بشپ کو دی گئی جس نے قربان گاہ پر رکھکے یہ دعا پڑھی۔

اے خداوند ہمارے خدا ہم تیری درگاہ میں التجا کرتے ہیں۔ کہ تو اپنے خادم جارج کو ہدایت فرما اور اس کی مدد کر جس کی کمر میں یہ تلوار باندھی جاتی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس کا ناجائز استعمال کرے۔ بلکہ ایسا کر کہ وہ اس تلوار کو تیری ہدایت کے موجب خوف کے وقت یا اپنے دشمنوں اور خبیث روحوں کو سزا دینے کے لئے کام میں لاوے اور اس تلوار سے ان لوگوں کی حمایت کرے۔ اور ان کی ہمت بڑھائے جو خداوند یسوع مسیح کے زیر سایہ اس دنیا میں آباد ہیں آمین۔

اس دعا کے بعد آرچ بشپ نے شاہی تلوار قربانگاہ سے اٹھا کے بادشاہ کے دست راست میں دی۔ آرچ بشپ آف یارک۔ بشپ آف لنڈن۔ ونچسٹر۔ اور دیگر بشپ آرچ بشپ کی ساتھ تھے۔ اور وہ بھی اپنا ہاتھ لگا کے سہارا دیتے ہوئے تھے۔

جس وقت بادشاہ سلامت نے تلوار کو پکڑا۔ اس وقت آرچ بشپ نے کہا۔

اے بادشاہ اس شاہی تلوار کو جسے ہم خداوند کی مقدس قربانگاہ سے اٹھا لائے ہیں۔ اور جسے ہم خداوند کے خادم اور چرچ آف انگلینڈ کے بشپ آپ کو پیش کرتے ہیں قبول کیجئے بادشاہ کھڑے ہوئے۔ لارڈ گریٹ چیمبرلین نے بادشاہ کی کمر سے تلوار باندھی۔ بادشاہ پھر کرسی پر رونق افروز ہوئے اور آرچ بشپ نے اس طرح کہا۔

اس بادشاہ اس تلوار سے دنیا کا انصاف کر۔ دنیا سے بدی کا درخت اکھیڑنے کی کوشش کر۔ خداوند کے چرچ کی حفاظت کر اور بیوہ اٹھا بیوہ اور بیکس یتیموں کی دل و جان سے مدد کر۔ وہ چیزیں جو زوال کی حالت میں ہیں۔ انہیں از سر نو قائم کر۔ گناہ کی سزا دے اور غلطی کی اصلاح کر اور نیکی راستی کی تائید کر۔

اے بادشاہ ایسا کرنے سے دنیا میں تمہارا نام نیکی کے ساتھ قائم رہیگا۔ اپنی اس فانی زندگی میں خداوند یسوع مسیح کی وفاداری کے ساتھ خدمت کر۔ تاکہ آسمان کی حکومت میں خداوند یسوع مسیح تمہیں اپنا شریک کرے۔

بادشاہ نے پھر کھڑے ہو کے تلوار کھولکے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کے قربانگاہ پر چڑھائی۔ اور واپس آ کے پھر کنگ ایڈورڈ کی کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ اس کے بعد اس تلوار کی قیمت لگائی گئی۔ جو ایک سو شلنگ تجویز ہوئی۔ ڈین آف ویسٹ منسٹر نے تلوار لے کے لارڈ مذکور نے اسے میان سے کھینچ کر برہنہ بادشاہ سلامت کو پیش کیا۔

بادشاہ پھر کھڑے ہوئے اور ڈین آف ویسٹ منسٹر نے بادشاہ کو شاہی جبہ پہنایا۔ لارڈ چیمبرلین نے گھنڈی لگائی۔ بادشاہ پھر تخت پر جلوہ گر ہوئے۔ اور ڈین آف ویسٹ منسٹر قربانگاہ سے "کرہ" جس پر کروس بنا ہوا ہے۔ لائے۔ اور آرچ بشپ نے اس دعا کے ساتھ کرہ بادشاہ کے حوالہ کیا۔

اے بادشاہ شاہی لباس اور کرہ زمین قبول کیجئے۔ خداوند ہمارے خدا نے اپنا نور اور اپنی عقل آپ کو عطا کی۔ خداوند کی رحمت تمہیں حصار کئے ہوئے ہے۔ خداوند نے تمہیں نیکی کا لباس پہنایا

کو متحرک کرے گا۔

اصول اسلام۔ جناب مولوی محمد علی صاحب کے اس لیکچر کا اردو ترجمہ ہے۔ جو جلسہ مذاہب الٰہ آباد میں پڑھا گیا تھا۔ لیکچر نہایت لطیف اور قابل اشاعت ہے۔ پانچ ہزار چھاپ کر مفت تقسیم کیا گیا ہے۔ جو صاحب چاہیں شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی تاجر کتب قادیان سے ٹکٹ بھیجکر منگوالیں۔

اقیموا الصلوٰۃ۔ اس نام کا ایک مختصر سا رسالہ کتابی تقطیع پر شیخ عبدالرحیم صاحب نو مسلم مصنف الذکر نے لکھا ہے اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب تاجر کتب نے نہائت خوبصورت چھپوایا ہے یہ رسالہ بچوں اور لڑکیوں کے لئے بہت مفید ہے۔ قیمت صرف ۲ ہے۔

علماء خلف قیمت ۸؍ جناب میر قاسم علی صاحب مشہور مناظر کے زور قلم سے صرف احمدی ہی نہیں بلکہ آریہ اور اسلامی دنیا خوب واقف ہے۔ میر صاحب کی کسی تصنیف کے متعلق اب مبسوط ریویو کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ لکھدینا کافی ہے کہ میر صاحب نے اسے لکھا ہے۔ علماء خلف ان کی تازہ تصنیف ہے۔ جس میں علماء سوء کی حقیقت کو ان کے اپنے ہی الفاظ میں ان کے اپنے ہی مسلمات کی بنا پر کھولا ہے۔ خصوصاً امرتسری منکر ثناء اللہ کی دستار فضیلت کا تو تار تار الگ کرکے دکھا دیا ہے۔ یہ رسالہ میر صاحب موصوف سے دفتر الحق دہلی کے پتہ سے مل سکیگا۔

"نور" کے ناظرین کو اطلاع

میں تقریباً ایک ماہ سے بعارضہ آشوب چشم بیمار رہا ہوں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح نہائت محبت سے علاج کر رہے ہیں۔ آپ نے لکھنے پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ ۱۵ جولائی و یکم اگسٹ کا پرچہ اکٹھا ہی یکم اگسٹ کو شائع ہوگا بہی خواہان "نور" اس عاجز کے لئے دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد صحت عطا فرماوے۔ والسلام

خاکسار

محمد یوسف عفی عنہ

ایڈیٹر "نور" قادیان ضلع گورداسپور

خریداران الحکم کیلئے ضروری اطلاع

چونکہ خاکسار ایڈیٹر الحکم بلاد اسلامیہ و مصر کے سفر کا ارادہ کر چکا ہے اور اپنی جگہ اس سفر کی تیاری میں مصروف ہے اس لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اخبار کے متعلق ۱۹۱۱ء تک کے تمام حسابات صاف ہوجائیں اور جو لوگ سال کے کسی حصہ میں خریدار ہوئے ہیں۔ ان کے حسابات بھی آخیر دسمبر ۱۹۱۱ء تک ختم کر دیئے جاویں اور آئندہ سب کا سال یکم جنوری سے شروع ہوکر اخیر دسمبر تک ختم ہوجایا کرے اس لئے صفائی حساب کے واسطے جن احباب کے ذمہ کچھ بھی بقایا ہے۔ خواہ وہ اس سال کا ہے یا سالہائے گذشتہ کا ہے یا کتابوں یا ترجمۃ القرآن میں کسی کے ذمہ کچھ باقی ہے۔ ان کے نام مسطیع سے بعد اطلاع وی پی جاری کر دیئے جاتے ہیں۔ اور **وی پی میں اخبار** کا کوئی پرانا پرچہ بھیجا جاتا ہے۔ پس وہ احباب جن کے نام وی۔پی جاری ہوتے ہیں۔ کارڈ کے پہنچتے ہی اگر حساب میں کوئی غلطی ہو تو اس سے اطلاع دیں۔ تاکہ بعد درستی وی۔پی کیا جاوے اور اگر وی۔پی جاری ہوجاوے اور وہ اطلاع نہ دیں۔ تو وی۔پی کو بد امانت رکھکر تصفیہ حساب کرلیں **وی پی واپس نہ کریں**۔ اور اس سے پہلے تو بقایا باقساط بھی وصول کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اب جبکہ میں اپنے سفر سے پہلے اس قسم کے تمام حسابات کو ایسے طور پر صاف کرنا چاہتا ہوں۔ کہ میری غیر حاضری میں کوئی نقص حساب کا پیدا نہ ہو تو خریداران الحکم مطلع رہیں۔ کہ ان کے نام چکتہ حساب کا وی۔پی ہوگا۔ خواہ وہ کسیقدر رقم کا بھی ہو۔ میں بالآخر پھر سرپرستان الحکم سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ اس وقت انہیں اپنے خادم ہیچ کی ہر طرح اعانت کرنی چاہیئے۔ اور اپنی ضروریات کو روک کر بھی الحکم کے حساب کو صاف کریں کیونکہ الحکم کے ذمہ جو مطالبات بیرونی و اندرونی ہیں ان سب کو بھی مناسب طریق پر صاف کرنا ضروری ہے۔ اور الحکم کے آئندہ انتظام کے لئے بھی خصوصیت سے توجہ کرنی پڑیگی۔ ان سب کے علاوہ اسقدر لمبے سفر کے اخراجات خود میرے بھی زیر نظر ہیں۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ الحکم کے خریدار اس وقت اپنی اولوالعزمی اور قومی خدمت کی سچی قدردانی کا ثبوت دیں گے۔ کہ وہ اپنے خادم کے مطالبات ادا کرنے میں ذرا بھی تامل نہ فرماویں گے۔

یعقوب علی ایڈیٹر الحکم قادیان

الحق دہلی سے ضمانت لی گئی

الحق مورخہ ۲۱ جولائی کی اشاعت میں یہ خبر نہائت افسوس سے پڑھی گئی۔ کہ گورنمنٹ پنجاب نے دہلی کے مشہور اخبار الحق سے ایک ہزار روپیہ کی ضمانت لے لی ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ خوشی کی بات ہے۔ کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ نقد ضمانت فوراً ہی داخل ہوگئی اور الحق پر ایک وقت بھی ایسا نہیں گذرا کہ محض ضمانت کے سوال کی وجہ سے اس کی اشاعت میں کوئی تعویق ہوتی۔ گورنمنٹ کے اس فیصلہ پر ہم سر تسلیم خم کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں مگر ساتھ ہی نہائت ادب سے گذارش کرنے کی جرات کرتے ہیں۔ کہ الحق سے ضمانت لینے کے سوال پر مزید توجہ اور نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ نہ صرف اس لئے کہ اخبار الحق کا ایڈیٹر ایک ایسی سوسائٹی کا ممبر ہے۔ جو گورنمنٹ کی وفاداری اور ارادت اپنے مذہب کا جزو سمجھتی ہے یعنی وہ احمدی ہے گورنمنٹ پر یہ امر مخفی نہیں ہے۔ کہ احمدی پریس نہائت دور اندیشی اور احتیاط و اعتدال سے چلایا جاتا ہے اور میں بحیثیت ایڈیٹر الحکم یہ کہنے کا فخر رکھتا ہوں۔ کہ اس کی تحریروں کی ہمیشہ اس پہلو سے ذمہ وار آفیسروں نے بھی تعریف کی ہے ۱۹۰۷ء کے طوفان بے تمیزی میں احمدی پریس خصوصاً **الحکم** نے ان غلط فہمیوں کے دور کرنے میں جو کوتاہ اندیش لوگ گورنمنٹ کے متعلق پبلک میں پھیلانا چاہتے تھے جو حصہ لیا ہے وہ بھول نہیں سکتا۔ **الحق** کے ایڈیٹر نے شخصی طور پر اپنے اثر اور تقریروں سے گذشتہ چار سال کے اندر بہت بڑا کام کیا ہے۔ اور جب سے الحق جاری ہوا ہے۔ اس نے ہمیشہ گورنمنٹ کی **وفاداری** اور ارادت مندی کے جذبات کو مستحکم کیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ **الحق** نے آریہ اخبارات کو دندان شکن جواب دیا ہے۔ اور اس کے لب و لہجہ میں **حق** کی لازمی مرارت

اور دُنیا کی نجات تمہارے ہاتھ میں دی۔ اور جب تُم اس کرّہ پر اس کروس کو دیکھو گے۔ اس وقت اس بات کو ضرور یاد رکھو گے کہ یہ سب کچھ خداوند یسوع مسیح ہمارے نجات دہندہ کی برکت اور رحمت کا صدقہ ہے۔

بادشاہ نے اس دعا کے بعد اس کرّہ کو ڈین ویسٹ منسٹر کے حوالہ کیا اور انہوں نے اسے قربانگاہ پر رکھدیا۔

شاہی توشہ خانیہ نے آرچ بشپ کو شاہی "چھلہ" دیا اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے بادشاہ کے دائیں ہاتھ کی چوتھی انگلی میں پہنایا اور یہ دعا پڑھی۔

اے بادشاہ اس "چھلہ" کو قبول کرو۔ یہ آپ کی شاہی عظمت اور جلال کی نشانی ہے۔ اور پروٹسٹنٹ "مذہب" کے ڈیفنس کی یادگار ہے۔ اور جس طرح آج تُم کو یہ دنیاوی حکومت عطا کی گئی ہے۔ اسی طرح خدا کرے کہ وہ روحانی اقرار بھی پورا ہو۔ آسمانی حکومت میں تمہیں حصہ ملے اور تمہیں خدا کے اکلوتے فرزند خداوند یسوع مسیح کے ساتھ حکومت کرو۔ جس کا جلال اور جس کی حکومت لازوال ہے۔ آمین!

اس کے بعد ڈین آف ویسٹ منسٹر نے "کروس" کا عصا شاہی اور فاختہ عصا دونوں دیئے۔

لارڈ منیر آف ورکشاپ نے بادشاہ کو دستانہ پہنایا اس کے بعد آرچ بشپ نے عصا شاہی بادشاہ کو اس دعا کے ساتھ حوالہ کیا۔

اے بادشاہ اس عصائے شاہی کو جو شاہی حکومت اور انصاف کی نشانی ہے قبول کرو۔

پھر بادشاہ کو آرچ بشپ نے فاختہ والا عصا بائیں ہاتھ میں دیا۔ یہ عصا رحم اور سچے انصاف کی نشانی ہے۔ خداوند جو تمام نیکیوں کا سرچشمہ۔ تمام نیک ہدایتوں کا دینے والا اور دُنیا میں رحم انصاف اور تمام نیک کام کرنے والا ہے وہ آپ کی مدد کرے اور دُنیا کی حکومت میں آپ کو ہدایت کرے۔

اے بادشاہ دُنیا پر اتنا رحم جتنی رحم کی ضرورت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مظلوم انصاف سے ناامید ہو جائیں۔ اور اے بادشاہ انصاف اس طرح کرنا کہ خزانہ دل سے رحم فراموش نہ ہو جائے۔ شریروں اور سرکشوں کو سزا دو۔ مظلوموں کی حمایت کرو۔ نیک انسانوں کی پرورش کرو۔ اپنی رعایا کو اس راستہ پر چلاؤ جس راستہ پر ان کو چلنا واجب ہے۔

"تاجپوشی"

ان کل ابتدائی رسموں کے بعد تاجپوشی کی رسم اس طرح ادا ہوئی۔

اول آرچ بشپ قربان گاہ سے تاج اٹھا کے لئے۔ پھر قربان گاہ پر دونوں ہاتھوں سے چڑھایا۔ اور یہ دعا پڑھی۔

"اے خداوند" تیرا "نور" نیکیوں کا سچا تاج ہے۔ ہم تجھ سے التجا کرتے ہیں۔ کہ اپنی رحمت اپنے اس خادم ہمارے بادشاہ جارج کے شامل حال کر اور اسے گناہوں سے پاک کر جس طرح آج تیرے حکم سے یہ سونے کا تاج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح اس کے شاہی دل میں اپنی رحمت بے پایاں اور نور اعلیٰ نور کا چراغ روشن کر۔ اور دُنیا کی نیکیوں کا مرصع تاج اس کے سر پر رکھ۔ خداوند یسوع مسیح کی مدد سے یہ سب کچھ پورا ہو۔

اس کے بعد کنگ جارج کنگ ایڈورڈ کے تخت پر بیٹھے آرچ بشپ مع دیگر بشپ قربانگاہ سے واپس آئے۔ ڈین آف ویسٹ منسٹر دونوں ہاتھ سے شاہی تاج اٹھا کے لائے اور نہایت ادب سے بادشاہ کے سر پر تاج رکھا گیا۔ اسی وقت "خدا بادشاہ کو سلامت رکھے" کے نعرے بلند ہوگئے۔ اسی وقت جس قدر شاہزادہ اور لارڈ موجود تھے۔ سب نے اپنے اپنے تاج سر پر رکھے اور خوشی کا باجہ بجایا گیا قلعہ سے شاہی سلامی کی توپیں گرجنے لگیں جب یہ شور و شغب کم ہوا پھر آرچ بشپ نے پڑھا۔

خدا نے آج تمہیں یہ شاہی حکومت کا تاج عطا کیا۔ خدا کرے کہ تمہاری دنیاوی نیکیوں کا مبارک پھل تمہیں مرحمت ہو۔ اور خداوند یسوع مسیح کی مدد سے تمہیں آسمانی حکومت کا تاج مرحمت ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اعلان

چونکہ بورڈنگ ہوس کی عمارت کی تکمیل کے لئے کام کا جاری رکھنا ضروری ہے اور دوسری طرف اس فنڈ میں روپیہ نہیں رہا۔ اس لئے بذریعہ ایک سرکلر کے تمام انجمنوں میں تحریک کی گئی ہے کہ وعدوں کے علاوہ بھی اس فنڈ کے لئے چندہ وصول کر کے بہت جلد بھجوانے کی کوشش کریں۔ اس پر بعض احباب نے فرداً فرداً اور بعض انجمنوں نے کو شش کر کے روپیہ بھجوایا بھی ہے جس کے لئے ایسے تمام دوستوں کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ لیکن حضرت میر ناصر نواب صاحب نے یہ پسند فرمایا ہے کہ وصولی چندہ تعمیر کے لئے بعض جگہ احباب کی خدمت میں تشریف لے جاویں۔ بالفعل تمام احباب کو لکھا جاتا ہے کہ حضرت میر صاحب جہاں پہنچیں۔ وصولی چندہ میں ہر طرح سے ان کی امداد فرما کر مشکور فرماویں۔ والسلام

صدرالدین

اسسٹنٹ سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان ۷ جولائی ۱۹۱۱ء

متفرق نوٹ

الہامات مرزا کا جواب الہامات مرزا کا جواب خدا تعالیٰ کے محض فضل سے لکھا جا رہا ہے۔ اور کاتب بھی ساتھ ساتھ لکھ رہا ہے۔ اور بالسوانی علان کے ساتھ پریس میں جانے لگا ہے۔

مَیں نے دو ہزار کاپی اس کے چھاپنے کا ارادہ کیا ہے۔ مولوی عمر الدین صاحب شملوی نے پچاس روپیہ اس فنڈ میں دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس وقت ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو اس کتاب کے اخراجات طبع پیشگی ادا کر دیں۔ اگر مولوی عمر الدین صاحب ایسے دس آدمی اور نکل آویں تو کتاب انشاء اللہ العزیز ۱ اگست سے پہلے چھپکر شائع ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ ہی کے فضل پر موقوف ہے۔ اور وہی مطلوب

قادیان کے آریہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول

قادیان کے آریوں کو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے جو دشمنی ہے وہ مخفی نہیں۔ قادیان میں جو پبلک رفاہ کی تحریک سلسلہ کی طرف سے ہو۔ اس کی کسی نہ کسی رنگ میں یہ لوگ مخالفت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ باوجودیکہ قادیان کے عوام ہندوؤں اور خصوصاً آریوں کو اس سلسلہ کے طفیل سے ہر قسم کا فائدہ پہنچا ہے۔ مگر یہ لوگ بجائے احسان ماننے کے کفران نعمت کر کے مخالفت کی نئی تجویزوں میں لگے رہتے ہیں۔

قادیان میں جب تعلیم الاسلام سکول کھولا گیا۔ تو آریوں نے جوش میں آکر اس مدرسہ کی مخالفت کے لئے ایک آریہ سکول قائم کیا۔ مگر چونکہ اس کی غرض محض مقابلہ تھی۔ اس لئے وہ ناکامی کے ساتھ بند ہوا اور اس کا مرتک سنسکار ان آریوں کو اپنے ہاتھ سے کرنا پڑا۔ پھر سلسلہ کے اخبارات کو دیکھ کر ایک اخبار جاری کیا اور اپنے دوستوں کو خوش کرنے اور بازار خریداری تیز کرنے کے لئے خوب دل کھول کر ہمیں گالیاں دیں اور غلط سے غلط واقعات اس میں درج کر کے دکھا دیا کہ ہماری مخالفت میں یہ لوگ کہاں تک اندھے ہو رہے ہیں۔ ہم نے نہائت صبر سے ان گالیوں کو سُنا اور حوالہ بخدا کیا آخر قدرت کے ہاتھ نے

ظالموں کی صف کو لپیٹ دیا

آج وہ گالیاں دینے والے خدا جانے (بقول آریہ صاحبان) کس جون میں ہیں۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کا شفاخانہ عرصہ دراز سے جاری ہے اور اب تو اس کے ساتھ ایک ڈسپنسری کا بھی اضافہ ہو چکا ہے۔ باوجودیکہ یہ لوگ خود۔ ان کے بچے۔ ان کی عورتیں سب۔ ان سے فائدہ اٹھاتے رہے اور اب تک اٹھا رہے ہیں۔ مگر اس کی مخالفت میں بھی قسم قسم کی کوششیں کیں۔ کبھی مریضوں کو بہکایا۔ کبھی خود اپنے اہتمام میں دوائی خانہ کھول کر دوکان جاری کی۔ مگر اس قدرتی ناکامی کے سیاہ ٹیکے نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اس پر بھی ہماری طرف سے کبھی ان کے ساتھ بدسلوکی نہیں ہوئی۔ اور ہم سب انہیں اپنے محبوب کا ہموطن سمجھ کر اور محض اس وجہ سے کہ اسلام کا دوسرا اصل نوع انسان پر شفقت ہے۔ ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں کبھی فرق نہیں کیا۔ یہ سرشت اور فطرت ہمارے ساتھ ہی معاندانہ رنگ نہیں رکھتی بلکہ خود گورنمنٹ کے ساتھ جو حق احسان ادا کیا گیا ہے۔ اس کی نظیر

قادیان کے آریوں کا وہ سپوت ہے۔ جو پورٹ بلیر میں سڈیشن کے مقدمات میں سزا بھگت رہا ہے اور ان آریوں کو اتنی توفیق بھی نہیں ملی کہ اس کے فعل سے بیزاری کا اظہار کر لیتے۔ پھر اس پر بھی بس نہ کر کے قادیان سے اخبار **بھگوت** کے اجرا کی جو تجویز کی گئی تھی۔ وہ بھول نہیں گئی۔ اس قسم کی کارروائیوں سے صبر نہ کر کے اب بعض ناعاقبت اندیش لوگوں نے قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی سکول کو بدنام کرنے کے منصوبے کئے ہیں۔ اور اپنے خیال میں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قادیان کے سکول کو جو ایڈ ملتی ہے۔ وہ قادیان کے چند آریوں کے بچوں کے طفیل ملتی ہے۔ وہ خوب یاد رکھیں اور کان کھول کر سُن لیں کہ گورنمنٹ جو امداد دیتی ہے۔ وہ ضابطہ تعلیم پنجاب کے ماتحت قادیان کے تعلیم الاسلام سکول کو دیتی ہے۔ اور اگر آج ایک بھی ہندو یا آریہ ہمارے مدرسہ میں نہ ہو تو بھی یہ امداد جاری رہیگی۔ یہ ہمارے مدرسہ کا احسان ان پر ہے کہ وہ اتنی سستی تعلیم انہیں دے رہا ہے۔

یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ ان لوگوں کو احسان شناسی کی بجائے بدہضمی ہو رہی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ سکول کو بدنام کریں وہ یاد کریں کہ خدائے تعالیٰ نے جس قوم کو بڑھانے کا ارادہ کیا ہے۔ اسے ایسی روکیں نقصان نہیں پہونچا سکتی ہیں۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول اپنی تعلیمی اور تربیتی حالت کے لحاظ سے افسران سررشتہ تعلیم کی نظروں میں مقبول ہو چکا ہے اور اس کے نتائج اور عوام کا عام رجوع بتا رہا ہے کہ کس حالت میں سکول ہے۔ مگر یہ لوگ اب سکول کی ترقی کو دیکھ نہیں سکتے پچھلے دنوں جب وہ لڑکا جو اخبار بھاگوت کے اجرا کی درخواست کرتا تھا۔ مدرسہ تعلیم الاسلام سے سرٹیفکیٹ دیکر رخصت کر دیا گیا تو ایک زمیندار کو اکسایا گیا کہ اس کا لڑکا جبراً مسلمان بنا لیا گیا ہے۔ حالانکہ اس کی اصلیت کچھ اور تھی۔ اب ایک اور تازہ شگوفہ کھلایا گیا۔ کہ ایک ہندو لڑکے کو اندر بند کر کے گوشت کھانے پر مجبور کیا گیا۔ جب خود ان ہی لوگوں نے تحقیقات کی۔ تو اس واقعہ کو سراسر غلط اور بیہودہ پایا۔ میں حیران ہوں کہ یہ لوگ اس قسم کی غلط افواہیں پھیلا کر نہ صرف مدرسہ کی شہرت کو نقصان پہونچاتے ہیں بلکہ نقض امن کے لئے جاہلوں کو دنہ جوش دلاتے ہیں۔ دو دن قادیان میں یہ افواہ بڑے زور شور سے گرم رہی۔ اور بعض نااہلوں کی بابت سُنا گیا کہ وہ بورڈنگ ہوس کے طلبا کو روکنا چاہتے تھے۔

میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مقامی حکام کے نوٹس میں اس امر کو لاؤں کہ اس قسم کی جھوٹی افواہیں [illegible] ہماری انسٹیٹیوشن کو جو محض رفاہ عام کے [illegible] نقصان پہونچانا چاہتے ہیں۔

اگر خفیہ طور پر ایسے لوگوں کے متعلق تحقیقات [illegible] کی حقیقت کھل جائے گی۔ میں اپنے شہری ہمسایوں کو [illegible] مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس قسم کی تجویزوں کو [illegible] انہیں کوئی دینی اور دنیوی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ [illegible] صبر ہی کرتے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ تم نے ہمارے [illegible] کیا سلوک کئے ہیں۔ اس پر بھی اور تمہاری گالیاں سُن کر بھی [illegible] شفقت و احسان کیا گیا۔ اور آئیندہ بھی ہم یہی کریں گے بفضلہ تعالیٰ [illegible] کہ ہمارے امام نے یہی تاکید کی ہے کہ صبر کرو صبر [illegible] ہم صبر کریں گے۔ مگر مظالم کو حاکم وقت کے روبرو پیش [illegible] ہمیں حق ہے۔ اس لئے صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع کے نوٹس میں اس امر کو لانا ضروری ہے۔ امید ہونی چاہئے کہ ہمارے برادران شہر اپنے رویہ کو بدل لیں گے۔ وہ شوق سے اپنے بچوں کو دوسری جگہ لے جائیں۔ ہماری ہرگز درخواست نہیں کہ ہمارے مدرسہ میں انہیں بھیجو۔ مگر جھوٹے الزام لگا کر ہمیں بدنام نہ کرو۔

امید ہونی چاہئے کہ قادیان کے آریہ [illegible] اس ہمدردانہ نصیحت سے فائدہ اٹھائیں گے اور آئندہ ایسی باتوں کو پھیلنے نہ دیں گے۔ جو خلاف واقعہ [illegible] ہوں۔

احباب سے استدعا ہے کہ عاجزہ سید گلزار حسین احمد کیلئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ صحت بخشے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات اور سیرت

الحکم کی کسی پچھلی اشاعت میں "تاریخ اسلام کے دلچسپ واقعات" پر ریویو لکھا جا چکا ہے۔ یہ رسالہ نہایت مفید کام کر رہا ہے اور ہمارے مکرم دوست منشی غلام محمد صاحب نے ہندوستان کے مسلمانوں پر احسان عظیم کیا ہے کہ انہیں اسلامی تاریخ سے واقف بنانے کے لئے محنت شاقہ اختیار کی۔ منشی صاحب ایک کہنہ مشق جرنلسٹ ہیں۔ جس قابلیت کے ساتھ وہ ان رسالجات کو ایڈٹ کرتے ہیں۔ وہ قابل دید ہے۔ چھٹے رسالہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرۃ اور وفات پر ایک مضمون نکلا ہے۔ میں اسے شکرگزاری کے ساتھ ناظرین الحکم کے لئے ذیل میں درج کرتا ہوں اس سے وہ اندازہ کر سکینگے کہ تاریخ اسلام کے ان رسالجات کے ذریعہ کیا قابل قدر اضافہ اسلامی لٹریچر میں ہوا ہے میں پھر ایک بار اپنے ناظرین کو سپارش کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کو ضرور خریدیں اور پڑھیں۔ ایڈیٹر

شروع ماہ جمادی الاخر ۱۳ھ ہجری میں خلیفہ اول بخار میں مبتلا ہوئے وجہ یہ ہوئی کہ آپ نے صبح سرد پانی سے غسل کیا اور اس کی وجہ سے بخار ہو گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس سے ایک سال پہلے ایک یہودی نے آپ کی دعوت کی تھی اور کھانے میں اس قسم کا زہر ملا دیا تھا۔ جو بتدریج جسم میں اثر کرتا رہا۔ اس زہر کی وجہ سے ایک سال بعد آپ کو مہلک بخار آنا شروع ہو گیا۔ مگر یہ روایت غلط ثابت ہوئی ہے۔ صحیح یہی ہے کہ سرد پانی سے غسل کرنے کی وجہ سے بخار لاحق ہو گیا۔ جس نے ایسی مہلک صورت اختیار کر لی کہ آخر کار آپ کی وفات کا موجب ہوا ایک اور روایت یہ ہے کہ خلیفہ اول کی وفات کا سبب آنحضرت صلعم سے مفارقت تھی کیونکہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد خلیفہ اول ہمیشہ غمزدہ اور اندوہگین رہتے تھے اور ان کا جسم دن بدن گداخت ہوتا جاتا تھا۔ یہانتک کہ اس فراق اور ہجر کے صدمہ سے آپ نے وفات پائی اور اپنے پیارے حبیب کو جا ملے۔

جب بخار نے طول کھینچا اور حالت دن بدن نازک ہوتی گئی تو خلیفہ اول کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ صحابہ کی اتفاق رائے سے کسی کو اپنا جانشین مقرر کر جائیں۔ ان کی نگاہ میں خلافت کا بار گران اٹھانے کے اور اہل عرب کی کشتی کو حفاظت اور سلامتی کے ساتھ منزل مقصود پر پہنچانے کے قابل صرف حضرت عمرؓ تھے۔ اس لئے انہوں نے حضرت عمرؓ کو خلافت کے لئے صحابہ کرام کے پیش کیا اور ان کی رائے دریافت کی۔ پہلے آپ نے حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف کے ساتھ مشورہ کیا۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ نے کہا کہ آپ اس معاملہ کو بہتر سمجھتے ہیں۔ خلیفہ اول نے اصرار کیا۔ کہ آپ رائے انشراح صدر کے ساتھ ظاہر کرو۔ اس پر حضرت عبد الرحمٰنؓ نے کہا کہ بیشک حضرت عمرؓ اچھے آدمی ہیں۔ اور ہم سب میں ممتاز ہیں مگر ان کے مزاج میں سختی اور درشتی بہت ہے۔ خلیفہ اول نے فرمایا کہ اس وقت چونکہ وہ مجھکو رقیق القلب جانتے ہیں اس لئے سختی اور درشتی کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن مجھ کو امید ہے کہ جب وہ خلیفہ مقرر ہونگے تو وہ اس سختی کو بہت کچھ کم کر دینگے۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ بیشک ہم میں ان کی مثل اور کوئی نہیں اور ظاہر کی بہ نسبت ان کا باطن بہت اچھا ہے۔

اسی طرح خلیفہ اول نے سعیدؓ بن زیدؓ۔ اسیدؓ بن حضیرؓ اور دیگر اکابر مہاجرین اور انصار سے مشورہ طلب کیا۔ سب نے خلیفہ اول کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا۔ طبری لکھتا ہے۔ کہ صرف طلحہؓ ابن عبید اللہؓ نے خلیفہ اول کی خدمت میں آکر عرض کی کہ آپ حضرت عمرؓ کو ہم پر خلیفہ بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں حالانکہ آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ وہ کسقدر سخت گیر اور درشت مزاج ہیں۔ آپ خدا کے سامنے اس بات کا کیا جواب دیں گے۔

خلیفہ اول نے کہا کہ تم مجھے عاقبت کا خوف دلاتے ہو چنداں [illegible] ہے کہ میں ایسے شخص کو اپنا جانشین تجویز کیا چاہتا ہوں جس کو میں تم سب میں بہتر سمجھتا ہوں۔ اور یہ ہے جو کچھ کیا ہے۔ وہ اہل اسلام کی خیر خواہی اور بہبودی کو مد نظر رکھ کر کیا ہے۔ اس لئے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرخرو ہوں۔ تم بیشک میرے اس قول کا اعلان کر دو۔

جب سب صحابی متفق ہو چکے تو آپ نے حضرت عثمانؓ کو کہا کہ خلافت کے بارے میں میری وصیت لکھ لو۔ چنانچہ حسب ذیل وصیت لکھی گئی:-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ ابوبکرؓ بن ابو قحافہ کا آخری عہدنامہ ہے۔ جس کا آخری قدم دنیا میں اور پہلا قدم آخرت میں ہے یہ ایسی گھڑی ہے جبکہ کافر مومن ہو جاتا ہے۔ شریر اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے۔ اور جھوٹا سچ بولتا ہے۔ میں نے اپنا جانشین عمرؓ بن خطاب کو کیا ہے اس لئے اس کا حکم مانو اور اس کی اطاعت کرو۔ اگر وہ صراط مستقیم پر چلا تو میری امید پوری کریگا اگر خلاف چلا تو اپنے اعمال کا اللہ تعالیٰ کے روبرو جواب دہ ہوگا۔ میری نیت نیک ہے لیکن میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ آئندہ کیا پیش آنے والا ہے۔ جو شخص برا عمل کریگا۔ اس کو آخرت میں اس کی سزا بھگتنی پڑیگی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی ہو تم پر۔"

وصیت لکھے جانے کے بعد آپ نے حضرت عمرؓ کو بلایا اور فرمایا "میں نے تم کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے اور میں تم کو یہ وصیت کرتا ہوں۔ کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ اور اچھی طرح سے یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کوئی عمل رات کو قبول کرتا ہے۔ مگر دن کو نہیں کرتا۔ اور کوئی عمل دن کو قبول کرتا ہے اور رات کو نہیں کرتا۔ پس فرض ادا کرنے کا سب سے مقدم خیال رکھو۔ جبتک فرض ادا نہ کیا جائے۔ نفل کو قبولیت کا شرف حاصل نہیں ہوتا۔ معزز اور صاحب رفعت وہی شخص ہو سکتا ہے۔ جس نے دنیا میں حق کی پیروی کی۔ اور آخرت کے دن اس کی نیکیوں کا پلہ بھاری اترا۔ اور وہ شخص سخت بد نصیب ہے۔ جو دنیا میں جہالت کا پیرو بنا رہا اور قیامت کے دن اس کی نیکیوں کا پلہ ہلکا نکلا۔ ثواب اور عذاب دونوں کو اپنی نگاہ میں ہر وقت رکھنا چاہئے۔ اور سچائی اور حق کو چھوڑ کر برائی اور جھوٹ کی طرف سہواً بھی نہ جانا چاہئے۔ اپنے آپ کو ہمیشہ ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے بچائے رکھو۔ اگر تم نے میری وصیت کے مطابق عمل کیا تو یقین جانو کہ تمہاری موت نہائت خوشگوار ہوگی۔ اور موت کی تلخی تمہارے نزدیک بھی نہ آئیگی بلکہ حیات جاودانی اور ابدی سرور کے تم مستحق ہوگے۔ لیکن اگر تم نے میری وصیت پر عمل نہ کیا اور اس کے خلاف اپنی روش اختیار کی تو یاد رکھو کہ [illegible]

(باقی آئندہ)

کی وجہ سے کچھ تلخی اور تیزی بھی ہو۔ مگر قابل غور یہ امر ہے کہ الحق کا یہ رویہ ڈیفنسو تھا یا افینسو؟ اس کے جواب میں بلا تامل کہنا پڑیگا کہ الحق نے جو کچھ لکھا اور جب کبھی لکھا وہ دفاعی رنگ میں تھا۔ اور اس سے اصل غرض اس بے جا جوش اور اشتعال کو روکنا تھا۔ جو مسلمانوں میں آریوں کی ان برانگیختہ کرنے والی تحریروں سے پیدا ہو سکتا تھا۔ جو انہوں نے وقتاً فوقتاً اپنے اخبارات میں شائع کیں۔

اب قابل غور یہ امر ہے کہ کیا اس جوش کو بڑھنے دیا جاتا یا اس کو فرو کر دیا جاتا۔ گورنمنٹ اور اس کے نیکدل آفیسر کبھی پسند نہیں کر سکتے۔ کہ اس قسم کی بے چینی اس کی رعایا کے افراد کے دلوں میں پیدا ہو۔ اور یہ مسلم امر ہے کہ جب کسی اشتعال انگیز حملہ کا معقول اور مسکت جواب دیدیا جاوے۔ تو پھر اس سے انسان کے جوشیلے جذبات پر پانی پڑ جاتا ہے۔ اس حیثیت سے الحق نے جو کام کیا۔ وہ اسی غرض مشترک کے لئے تھا۔ جو تمام بہی خواہان ملک کی ہو سکتی ہے یعنی

امن اور سلامتی

الحق نے ان مضامین پر جو قابل اعتراض قرار دیئے گئے ہیں خود لکھنے کا ارادہ کیا ہے۔ مگر ایڈیٹر الحکم اس سے بھی پہلے اپنی آواز اٹھانی چاہتا ہے۔ اور وہ تمام اسلامی پریس کو اس پر متوجہ کرتا ہے۔ کہ وہ ادب اور نیاز مندی کے ساتھ اپنے ان جائز حقوق کا استعمال کرے۔ جو گورنمنٹ نے اسے اظہار رائے کے متعلق دے رکھے ہیں۔

ہمیں گورنمنٹ کے عدل اور انصاف پر بھروسہ ہے۔ لیکن اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ بعض وقت واقعات کی غلط بیانی اس کی راہ میں روک ہو جاوے۔

اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ الحق نے ہمیشہ آریہ منہ زور اخبارات کو دندان شکن جواب دیا ہے اور جو حملے وہ اسلام اور اہل اسلام پر کرکے ان کا دل دکھاتے اور انہیں اشتعال دلاتے ہیں۔ انہیں رد کیا ہے۔ لیکن اس کی غرض ہمیشہ امن کو قائم رکھنا ہے۔

گورنمنٹ پنجاب اس امر سے بھی ناواقف نہیں ہو سکتی کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بانی و امام نے گورنمنٹ کے حضور اس قسم کا میموریل بھیجنے کی تجویز کی تھی۔ اور جملہ مذاہب کے لیڈروں کے نام نوٹس جاری کیا تھا کہ وہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں کسی غیر مذہب پر حملہ نہ کریں بلکہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ پھر اس نوٹس کی تجدید ہمیشہ ایڈیٹر الحکم اپنے اخبار میں کرتا آیا ہے اور آریہ اخبارات کو نام بنام اس پر متوجہ کیا۔ مگر انہوں نے اپنی روش کو نہ بدلا مجبوراً الحق نے ان کے حملوں کا ذب کرنا اپنے ذمہ لیا۔ تاکہ مسلمانوں میں ان دل آزار حملوں کی وجہ سے کسی قسم کا اشتعال اور جوش پیدا نہ ہو۔ ایسی حالت میں اور صورت میں الحق سے ضمانت کا مواخذہ صوبہ پنجاب کے ذمہ وار حاکم کی نظر ثانی کا محتاج ہے۔

الحق گو عام اسلامی معاملات پر بحث کرتا ہے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خصوصیات مذہب کی اشاعت اس کے عام مقاصد میں داخل نہیں۔ تاہم اس میں کوئی کلام نہیں کہ ایڈیٹر الحق ایک مخلص اور غیور احمدی ہے۔ اور وہ وہ رعایا میں گورنمنٹ کے لئے وفاداری کا مخلصانہ جوش پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ اس وجہ سے کہ وہ ایک امام کے ماتحت ہے برخلاف دوسرے اخبارات اور رسالجات کے الحق اپنے امام کا حکم ماننے کو اپنی سعادت سمجھتا ہے۔

اس لئے گورنمنٹ پنجاب ہمارے امام و پیشوا حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ مدظلہ العالی کے ذریعہ وہی کام کر سکتی تھی جو ایک ہزار روپیہ کی ضمانت سے اسے مقصود تھا۔ بہرحال ہمیں اس پر اعتراض نہیں۔ کیونکہ ہم گورنمنٹ کے سیاسی نظام میں دخل دینا سلسلہ عالیہ احمدیہ کے امام کی ہدایات کے ماتحت گناہ سمجھتے ہیں۔ صرف یہ گذارش کرتے ہیں کہ اس معاملہ میں گورنمنٹ پنجاب کی مزید توجہ بکار ہے اور الحق کو ضمانت سے معاف کرنا اس کی عفو آمیز پولیسی کی اور بھی تحریک کو پیدا کریگا۔ اور اس کی ضمانت کی واپسی اس کیلئے قابل قدر اصلاح کا موجب ہوگی۔

ہمیں اپنے صوبہ کے اعلیٰ حاکم کے انصاف پر بھروسہ ہے۔ اس لئے ہمیں توقع ہے۔ کہ اگر اصل واقعات صاحب ممدوح کے نوٹس میں لائے جائیں گے۔ جو ان مضامین کے محرک ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ وہ آریہ اخبارات بھی اپنے کئے کا خمیازہ نہ بھگتیں۔

بالآخر مجھے اسلامی پریس کو متوجہ کرنا ہے کہ وہ اس معاملہ کو ادب کے ساتھ گورنمنٹ کے نوٹس میں لائیں۔ ورنہ آریہ پریس اس کوشش میں ہے کہ وہ مسلمانوں کے ان پرچوں کو بدنام کریں۔ جو ان کی اشتعال انگیز پولیسی کو طشت از بام کرتے ہیں۔ ایسی ہی ضرورتوں کے لئے میں نے مسلم پریس ایسوسی ایشن کی تحریک کی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ وہ قوم جو دوسروں کو مشورہ دینے میں ہوشیار اور جو قومی گائیڈ (رہنما) کہلانے کی شیدا ہے۔ وہ اتنا نہیں کر سکتی۔ کہ اپنی کمزوریوں اور اصلاح کے لئے بھی کوئی کمیٹی بنا سکے۔ مسلم پریس ایسوسی ایشن کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اگر مسلم پریس ایسوسی ایشن قائم ہو۔ تو ایسوسی ایشن کی طرف سے ایک درخواست اس مضمون کی گذر سکتی ہے کہ اگر گورنمنٹ کی نظر میں کسی اخبار کے مضامین اور پولیسی میں اصلاح کی ضرورت ہو۔ تو وہ اس مقصد کو محض ایسوسی ایشن کو معمولی ہدایت دینے سے پورا کر سکتی ہے۔ اب بھی وقت ہے ہمارے ہمعصر اس پر توجہ کریں اور اس ایسوسی ایشن کو باقاعدہ قائم کریں۔

بہرحال اگر الحق کی ضمانت کے متعلق گورنمنٹ پنجاب کے حضور نظر ثانی کے لئے اسلامی پریس نے مشترکہ آواز نہ اٹھائی تو وہ وقت دور نہیں کہ یہ نزلہ بعض دوسرے پرچوں پر بھی یاران وطن کی مہربانیوں سے گرے۔

گورنمنٹ اگر اس میموریل پر مناظرات مذہبی کے متعلق سلسلہ احمدیہ کی طرف سے کئی سال پہلے پیش کیا گیا تھا۔ اب بھی توجہ کرے۔ تو یہ جھگڑے ہی ختم ہو سکتے ہیں۔

الحق نے اس وقت خدا کے فضل سے اپنی قومی وفاداری کا ثبوت دیدیا ہے۔ اس لئے میں مسلمانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ الحق کی ان مالی مشکلات میں (جو اسے اس ناگہانی افتاد کی وجہ سے پیش آئی ہیں) اس کے ہمدرد ہوں اور اس کی توسیع اشاعت میں کوشش کریں۔ کیونکہ یہ تکلیف محض قومی کاز کے ڈیفنس کی وجہ سے پیش آئی ہے نہ ان کی کسی ذاتی کمزوری کا نتیجہ ہے۔ اس لئے یہ قومی ضرورت ہے اور قوم کو چاہیئے کہ قوم ہی پورا کرے۔ الحق کا ایڈیٹر کسی سے چندہ نہیں مانگتا۔ لیکن اگر وہ اس غرض کے لئے چندہ کا سوال بھی کرتا۔ تو بھی کسی اخلاقی الزام کے نیچے نہیں آسکتا

تاہم میں اپنے دوستوں اور عام مسلمانوں میں یہ تحریک کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ وہ الحق کی ہر طرح مدد کریں اس رقم کو پورا کریں۔ جو انہیں جمع کرنی پڑی ہے اور اس کی اشاعت کے حلقہ کو وسیع کریں۔ تاکہ اس کا اثر وسیع ہو

تبلیغ اسلام کا ایک آسان ذریعہ

یہ جدوجہد اور مقابلہ کا زمانہ ہے۔ کل ادیان میدان میں نکل آئے ہیں۔ یہانتک کہ جن مذاہب کے عقاید اور اعمال کو مخفی رکھنا داخل مذہب تھا وہ بھی عام ہو چکے ہیں۔ اور ایسی حالت میں ہر ایک مذہب خواہ وہ مشنری مذہب تھا یا نہیں مگر اس وقت مشنری مذہب بننا چاہتا ہے۔ یہانتک کہ شدھی سبھائیں باقاعدہ قائم ہو چکی ہیں۔ مذاہب کے اس مقابلہ کے زمانہ میں جہاں ہر طرف سے اسلام پر حملے ہو رہے ہیں۔ وہاں ایک ہی امر ہمارے لئے خوش کن ہے اور وہ

اسلام کے غلبے کی پیشگوئی ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ فرمایا ہے کہ مہدی اور موعود مسیح کے زمانہ میں اسلام کل ادیان پر غالب آئیگا۔ گویا اسلام کی **روحانی** فتح ہوگی اور تمام مذاہب جو اس کے سامنے آئیں گے۔ وہ شکست کھائیں گے۔ محض اس خوش کن پیشگوئی پر بیٹھے رہنا مومن کا کام نہیں بلکہ ضرورت ہے اس امر کی کہ ہم اس کے پورا کرنے کے لئے خود بھی ہاتھ پاؤں ہلائیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں عملی ہدایت ملتی ہے۔

اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے اس زمانہ کا سب سے زیادہ ہمیں شوق اور جوش ہے۔ اس لئے کہ ہم یقین کرتے ہیں کہ

وہ مبارک انسان جس کی آمد سے یہ پیشگوئی وابستہ تھی آ چکا ہے۔

اور جو لوگ ابھی اس کی آمد ہی کے منتظر ہیں۔ اُن کی نظر میں ابھی وہ وقت نہیں آیا اس لئے اُن کے اندر

جدوجہد کے لئے جوش پیدا ہی نہیں ہو سکتا

پس احمدی قوم تبلیغ اسلام کا ایک بار گراں اپنے کندھوں پر رکھتی ہے۔ میری رائے عرصہ سے یہ ہے کہ اس وقت بمقابلہ اشاعت اسلام کے حفاظت اسلام کا کام مقدم ہو رہا ہے۔ گو میری اس رائے پر بعض نے کہا تھا۔ کہ حفاظت اسلام اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ مگر میں نے اس وقت بتایا تھا کہ اسی حفاظت کے لئے تو مجددین کے ارسال کی ضرورت پڑی اور اس صدی پر بھی اللہ تعالیٰ نے

مجدد اعظم

کو پیدا کیا۔

سائینس کی ترقی اور علما کی سستی اور علماء کا باہم اختلاف انگریزی خوان جماعت کو اسلامی عقائد سے دلچسپی پیدا کرنے سے قاصر رکھا اور دوسری طرف مسلمانوں کی وہ کثیر جماعت جو ہندوستان کے مختلف حصص میں اسلام سے محض ناواقف ہو کر پڑی ہوئی ہے۔ ان پر آریہ اور عیسائی لوگوں نے یورش کردی اور انہیں ہندو یا عیسائی بنانے کی کوشش شروع کی جس سے عملی رنگ میں اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

ان دونوں قوموں یعنے نوجوان انگریزی خوانوں اور ناواقف مسلمانوں میں کام کرنے کی ضرورت ہے اول الذکر گروہ میں عصبیت اور حمیت اسلامی بہ رنگ فیشن پیدا ہو گئی ہے۔ اور یہ پیش خیمہ ہے۔ اسلام کی عملی روح کے پیدا ہونے کا۔ بشرطیکہ اس سے فائدہ اٹھایا جاوے۔

ہر چند یہ لوگ مذہب اور اصول مذہب سے واقف نہیں (الا ماشاء اللہ) تو بھی وہ مسلمان کہلانے کی حیثیت سے ضروری سمجھتے ہیں کہ مسلمان من حیث القوم ترقی کریں۔ اس لئے اگر اس نئی نسل کے بڑھتے ہوئے جوش کو زیادہ مفید اور کار آمد بنانے کے لئے کوئی عملی کام شروع کیا جاوے تو خدا کے **فضل** سے امید ہو سکتی ہے کہ یہ جماعت کار آمد فریق ہو جاوے۔ اس مضمون میں میں اس طریق کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اگر احباب اس پر تبادلہ خیالات کر کے اس کے مفید پہلوؤں اور صورتوں کو پیش کر سکیں تو اچھا ہو۔ اخبار نویس کا کام قوم کو گائیڈ کرنا ہوتا ہے اگر اس کی پیش کردہ تجاویز مفید اور موثر ہو سکیں تو انہیں عملی رنگ دینا قوم کا کام ہے۔ اسی غرض سے میں اسے پیش کرتا ہوں میری دانست میں امسال موسم گرما کی تعطیلوں میں ایک لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا جاوے اور تمام اسلامی سکولوں اور کالجوں میں ایک سرکلر لیٹر اس مقصد کے لئے بھیجدی جاوے کہ وہ طالب علم جو عقائد اسلام کا فلسفہ جاننے کے خواہشمند ہوں وہ کم از کم دو ہفتہ کے لئے قادیان میں آئیں۔

اور ان دو ہفتوں میں حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی سے چند خاص لیکچروں کی استدعا کی جاوے اور ایسا ہی حضرت خلیفۃ المسیح رضی کے ارشاد اور ہدایت کے ماتحت حضرت صاحبزادہ صاحب لیکچروں کا ایک کورس تیار کریں۔ جو مثلاً ضرورت الہام ضرورت نبوت۔ نبوت محمدیہ۔ حقیت قرآن مجید۔ ارکان اسلام کا فلسفہ۔ جنت و نار۔ ثبوت قیامت وغیرہ مضامین کے علاوہ مختلف مذاہب آریہ اور عیسائی۔ براہمو اور مادہ پرست کے عقائد پر تنقیدی مضامین پر مشتمل ہوں۔ گویا ان لیکچروں کے ذریعہ انہیں حقیت اسلام اور ابطال مذاہب باطلہ سے آگاہ کیا جاوے اور یہ لیکچر ایسے طریق پر ہوں جن کو وہ اس طرح پر نوٹ کرلیں جیسے کالجوں میں پروفیسر نوٹ کرا دیتے ہیں

اس طریق پر اگر کالجوں اور سکولوں کے کچھ طالب علم (جو ہائی کلاسس کے ہوں) یہاں آجاویں۔ تو وہ نہ صرف اسلام سے واقف ہو جائیں گے۔ بلکہ ان میں سلسلہ کی تبلیغ اور سلسلہ کے کام کی نوعیت کی بھی تبلیغ ہو جائے گی۔ اس وقت یہ تجویز ایک خیالی پلاؤ نظر آئے گا۔ مگر تجویزیں جسقدر بھی ہوں خیالی پلاؤ ہی ہوتی ہیں۔ جب تک عملی رنگ پیدا نہ ہو۔ میرا خیال ہے کہ اگر علیگڈھ اور دوسرے کالجوں کے ذمہ وار افسروں کے ذریعہ ایک چٹھی بھیجکر ایسے طلبا کی فہرست معلوم کی جاسکتی ہے جو آنا چاہیں۔ اس سے جہاں یہ فائدہ ہوگا۔ کہ تبلیغ و تعلیم اسلام کا موقعہ نکل آئے گا۔ وہاں یہ اندازہ کرنے کا موقعہ بھی مل جائیگا کہ کسقدر مسلمان نوجوان طالبعلم اپنے اندر مذہبی جوش رکھتے ہیں۔ کیا عجب یہ سلسلہ خدا کے فضل سے مفید اور بابرکت ہو۔

میں نے اس تحریک کو لکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی خدمت میں پیش کیا۔ تو آپ نے پسند فرمایا ہے۔ جس سے یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بابرکت کریگا۔ وباللہ التوفیق

چونکہ بعض جگہ تعطیلات ہو چکی ہیں۔ اس لئے اب اخبارت میں عام اعلان اگر کر دیا جاوے۔ اور تاریخیں مقرر ہو جاویں۔ تو بھی یہ کام شروع ہو سکے گا (انشاء اللہ)

جشن تاجپوشی کی یادگار

درخواست کے وقت الحکم کا حوالہ ضرور دیجیئے

ملک معظم کی جشن تاجپوشی وتشریف آوری ہندوستان کے اظہار تہنیت میں برویہ اسٹر صاحب افضل المطابع مراد آباد نے اپنے یہاں کی کل کتابوں کو ۱۵ ستمبر ۱۹۱۱ء تک نصف قیمت پر دینا منظور کیا ہے۔ ساتھ ہی میں یہ مزید رعائت کی ہے کہ جس فرمائش کی رعائتی مقدار قیمت عہ ہوگی۔ اس پر اور جس کی مقدار رعائتی قیمت ۱۵ یا اس سے زائد ہوگی۔ اس پر ۲ ر فی روپیہ بطور کمیشن اور پیش کیا جائیگا فرمائش لکھتے وقت اپنے دوست واحباب کو فرمائش میں شریک کریجئے تاکہ مقدار فرمائش بڑھنے سے کمیشن کا بھی استحقاق آپکو حاصل ہوجائے (نوٹ) تمام کتب کا محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

سیاحت حبیب یہ نصرف ہز مجسٹی امیر حبیب اللہ خان افغانستان کا مکمل ومفصل سفرنامہ ہند ہے بلکہ افغانستان کے متعلق ہر قسم کے حالات تاریخی نہائت وضاحت سے لکھے گئے ہیں حجم ۲۲۴ صفحہ قیمت عہ **جامع التواریخ** اس میں قوم پٹھان کی مکمل تحقیقات افغانوں کا مسلسل نسب نامہ ابتدا سے آجتک کا تحقیقات سے لکھا گیا ہے اس کے ضمن میں فرمانروان ایران۔ افغانستان۔ بادشاہان ہند سلاطین حکمران سلطنت خلیہ اسلامی شاہان دکن وعمارات دکن وحالات ریاستہائے رامپور ٹونک۔ جاورہ کھروائی۔ محمدگڑھ۔ بھوپال وغیرہ مشرح درج ہیں حجم ہر دو حصہ ۴۳۲ صفحہ قیمت ہے **جنگ روم و یونان** ۱۸۹۷ء ترکوں اور یونانیوں کی جنگی کارناموں کے متعلق اس سے بہتر کوئی کتاب ملک میں شائع نہیں ہوئی حجم ۳۰۰ صفحہ قیمت عہ **جنگ روس و جاپان** اس سے بہتر اور مفصل کتاب ابتک اس جنگ کے متعلق شائع نہیں ہوئی ۲ حصہ حجم ۹۰۰ صفحہ قیمت عہ **تاریخ المجوس** ابتدائی آفرینش عالم سے آغاز اسلام تک کے تمام مذاہب کی مفصل حالت اور اُن کے نتائج قابل دید قیمت عہ **تاریخ سندھ** ملک سندھ کی ابتدا سے ابتک کی قابل دید تاریخ قیمت عہ **تاریخ کشمیر** اس میں ابتدا آبادی کشمیر سے زمانہ حال تک کے فرمانرواؤں کے سلسلہ اور حالات مفصل درج ہیں۔ قیمت عہ **سوانحعمری** مہاراجہ نریندر پرشاد سابق پیشکار دولت آصفیہ مہاراجہ مدارالمہام حال کے خاندان کے تفصیلی حالات اور سلطنت دکن کے ناموروں کی سوانحات قابل دید۔ قیمت عہ **خمخانہ جاوید** قدیم مشائخ کے ملفوظات اور موجودہ علماء یورپ و امریکہ کے اقوال سے تصوف کا ثبوت قیمت ۱۲ ر **تیغ صابریہ** بر عقائد آریہ جس میں ویدکے کلام الٰہی ہونیکی تردید ویدسے ہی استدلال کیا گیا ہے۔ حجم ۱۱۶ صفحہ قیمت ۱۲ **اسلامی صداقت و ویدی بطالت** وید کی نامکمل اور ناقص تعلیم کا مقابلہ قرآن کریم کی پاک تعلیم سے قیمت ۶ ر **آستاک اسپیکنگ** دہرپال کی کتاب ترک اسلام کے جواب میں منشی نندکشور کی لاجواب تحریر بتائید اسلام قیمت ۳ ر **اسلام کی صداقت کا فوٹو** جس میں لالہ دینا ناتھ کے مختلف بیانات سے آریہ سماج ویدک دھرم کا ادھورا پن ثابت کیا گیا ہے قیمت ۴ ر **روزہ کی فلاسفی** قابل دید واقعی ہے قیمت ۴ ر **اذان کی فلاسفی** اور **تفسیر سورۃ التوحید** سورۃ اخلاص کی قابل دید تفسیر ۳ ر **بشارات احمدیہ** ۴ ر ذکر جمیل مولد پاک کے صحیح واقعات قابل دید قیمت ۲ ر

المشتھر منیجر افضل المطابع پریس مراد آباد دسلمہ مفتی ٹولہ

ضیاء الاسلام مراد آباد

یعنی صوبہ متحدہ کا وہ واحد ماہوار رسالہ جس میں اسلامی علمی تمدنی اخلاقی تاریخی مضامین اور مخالفین اسلام کے تمام اعتراضات کے متین اور دندان شکن جواب ہوتے ہیں قیمت عہ سالانہ۔ نمونہ مفت

المشتھر منیجر ضیاء الاسلام مراد آباد

کیا آپ بیمار ہیں؟

جبکہ آپ کی طبیعت درست نہ ہو۔ اس سے کچھ بحث نہیں کہ کونسی شکائت ہے۔ آپ نہ در خود سے یہ سوال کیجئے کہ آیا دن بھر میں ایک دست صاف ہوجاتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو۔ تو رات کو سوتے وقت دو یا تین ہاضمی گولیاں (ڈونس ڈ ریلیس) کھالیجے دوسرے روز صبح کو دست صاف ہوگا اور پیشتر کی نسبت آپ کو فوراً زیادہ اچھا معلوم ہوگا۔ قبض کی وجہ سے آنتوں میں فضلے زیادہ دیر تک رہتے ہیں اور ایسا فاسد مادہ پیدا کرتے ہیں۔ کہ جو نیک کے نصف سے زیادہ مرضوں کا باعث ہوتا ہے اس سے بخوبی سمجھ جائیگا۔ کہ کیوں قبض سے۔ بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ جگر کی شکائت۔ ہیجان۔ صفرا۔ صفراوی بخار یا تپ بدہضمی پٹھوں کی کمزوری جسم کی نقاہت۔ امراض قلب یعنے دل۔ دوار یعنے چکر آنا دردسر۔ نفخ۔ کھٹی ڈکاریں آنا مستورات کی بیماریاں اور اگر یہی عرصہ یہی حالت رہی۔ تو خون کثیف ہوجاتا ہے۔ اور صحت ہمیشہ کے لئے خراب ہوجاتی ہے۔ ڈون کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈونرلیس) نباتات سے بنائی گئی ہیں۔ اور مذکورۃ الصدر مرضوں کو مٹاتی ہیں۔ کیونکہ وہ فاسد اور زہریلے اجزوں کو نکالتی ہیں۔ جگر کو قوت عطا کرتی ہیں۔ قیمت ۴ ر و ۸ ر و ۱۲ ر۔ ۱۲ ر والی شیشی میں ۱۶ گولیاں ہیں۔ جو ۴ ر والی شیشی سے پانچگنی ہیں۔ ۱۲ ر والی شیشی

ڈون پی او باکس نمبر ۲۰ بمبئی سے طلب کرو۔

بچوں کی تندرستی

والدین سے کو ہمیشہ گھر سے تعلق خاطر موجب ہوتا ہے۔ اگر سست یا پژمردہ اور بھوک تھک گئی ہو۔ تو اس کو فوراً اسکاٹس ایملشن دینا چاہئے اس کے دودھ میں چند قطرے ملا کر دینے سے بچہ میں بڑا فرق ہوجائیگا اور وہ خوش وخرم اور بشاش ہوجائیگا جو تندرستی کی یقینی علامت ہے۔ استعمال سے چند روز بعد نتیجہ معلوم ہوجائیگا۔ ہاتھ سے نہیں چھپوا جاتا ہے

اسکاٹ ایملشن مینوفیکچرنگ کیمسٹس لنڈن

ایوانِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے زخم کی حالت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے۔ کہ نہ پورا تندرست ہے۔ اور نہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ابھی باقی ہے۔ کبھی کچھ اس میں سے نکل آتا ہے۔ اور بعض اوقات کچھ برآمد نہیں ہوتا۔ بہرحال اس کا بقیہ ہے ضرور۔ اور اس کی وجہ سے طبیعت میں عام ضعف محسوس ہوتا رہتا ہے۔ اگرچہ آپ صبح سے شام تک برابر اپنے ان تمام مشاغل میں معروف رہتے ہیں۔ جو اس سے پہلے آپ رکھتے تھے۔ لیکن پھر بھی فرماتے ہیں کہ

ضعف بہت ہے!

نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ اور سجدہ نہیں کر سکتے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان تمام شکایات کو دور کر دے۔ (آمین)

قرآن مجید کے حل کا گر

ناظرین پچھلی اشاعت میں پڑھ چکے ہیں کہ میں نے حضرت صاحب سے بعض امور دریافت کئے تھے۔ ان میں سے ایک کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔ دوسرا سوال میرا یہ تھا کہ "کیا آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کوئی آیت کبھی پوچھی ہے اور اگر پوچھی ہے۔ تو کونسی؟"

آپ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ کہ میں نے قرآن مجید کی کوئی خاص آیت حضرت صاحب سے نہیں پوچھی۔ بلکہ ایک ایسا گر پوچھا ہے۔ جس سے قرآن مجید کی کوئی آیت بھی مشکل نہ رہے۔ میں ایک مرتبہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں ان ایام میں **فصل الخطاب** لکھ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ بعض اوقات مخالفین اسلام ایسا اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اس کا تحقیقی جواب سمجھ میں نہیں آتا۔ میرا خیال ہے کہ یا تو ایسے اعتراضات کو چھوڑ دیا جاوے۔ اور یا ان کا الزامی جواب دے دیا جاوے۔

اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ میں تو اس کو سخت ناپسند کرتا ہوں۔ جس چیز کو انسان کا ایمان خود نہیں مانتا۔ پھر وہ دوسروں سے منوانے کا کیا حق رکھتا ہے؟

فرمایا۔ حضرت صاحب کی اس بات نے مجھے یقین دلا دیا اور میرا ایمان بہت بڑھ گیا۔ کہ یہ شخص فی الواقعہ خدا تعالیٰ کا مامور اور مرسل ہے۔ کیونکہ اس کی فطرت اور اس کا ایمان ہی ایسا ہے۔ کہ جس کو یہ خود نہیں مانتا۔ دوسروں سے اس کو منوانا نہیں چاہتا۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ اتنا بڑا دعویٰ یونہی کر دے۔ غرض مجھے حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کو ایک ایسا گر بتا دیتا ہوں کہ کوئی آیت آپ کے لئے مشکل ہی نہ رہے۔ اور وہ یہ ہے کہ **جو** اعتراض آپ کے خیال میں نہایت مشکل ہو۔ یا جس **آیت پر شرح صدر** نہ ہو۔ اس کو موٹی قلم سے لکھ کر ایسی جگہ لٹکا لو جہاں آتے جاتے تمہاری **نظر** ہر وقت پڑ سکے۔ چند روز کے اندر اللہ تعالیٰ اسی اعتراض کی حقیقت اور اس کا جواب سمجھا دیگا۔

حضرت اقدس کے اس گر کو میں صوفیانہ رنگ میں لے گیا اور میں نے یہ قرار دیا کہ سب سے بہتر جگہ جہاں انسان کی ہر وقت نظر پڑ سکے وہ **دل** ہے۔ پس میں نے یہ مناسب سمجھا۔ کہ اگر کوئی ایسا موقعہ ہو۔ تو اسے ہر وقت دل میں زیر **توجہ** رکھنا چاہئے۔ اور میں نے دیکھا ہے۔ کہ ایسا کرنے سے بڑے بڑے مشکل سے مشکل مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اور ظاہری طور پر اگر اپنی آمد و رفت کے عام منظر میں لکھ کر لٹکا لیا جاوے۔ تو بھی ضرور مفید ہوتا ہے۔ پس اس ایک نکتہ سے مجھے بہت فائدہ پہنچا۔

اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی۔ کہ اگر کوئی دشمن اسلام **قرآن کریم** یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کوئی اعتراض کرے اور تم کو اس کا جواب نہ آتا ہو۔ تو ہم فوراً سکھا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اس بشارت سے بہت سے موقعوں پر میری تائید فرماتا ہے۔ غرض میں نے حضرت صاحب سے یہ گر سیکھ لیا تھا اور اس کو سب کے واسطے مفید سمجھتا ہوں۔ قرآن کریم کے سمجھنے کا ایک اور میرا تجربہ کردہ نسخہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ **اول** قرآن مجید کو **عمل** کے لئے پڑھے۔ **دوم** جو آیات قرآن کریم میں مشکل معلوم ہوں۔ ان کو ایک کاپی پر لکھتے جاؤ۔ جب سارا قرآن ایک بار ختم ہو جاوے۔ پھر گھر والوں کو سناؤ۔ اس دوسرے دور میں قرآن مجید کے ان مشکل مقامات میں سے جو تم نے نوٹ کئے ہوں بہت سے حل ہو جائیں گے۔ پھر تیسرے دور میں بیرونی لوگوں کو شامل کر لو۔ اس مرتبہ اور بھی کم مقامات ہوں گے جو مشکل رہ جائیں گے۔ پھر عام طور پر سناؤ۔ تب خدا تعالیٰ ایسی مدد فرمائیگا۔ کہ مشکلات آسان ہونگی۔

اعجازی نشانات

میرا تیسرا سوال یہ تھا کہ کیا کبھی آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے۔ کہ آپ حضرت صاحب سے کوئی **اعجازی نشان** دیکھیں۔ یہ جدا امر ہے۔ کہ آپ نے ایسی خواہش کی ہو یا نہ کی ہو مگر محض خواہش پیدا ہوئی ہو۔

اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ مجھے کبھی یاد نہیں کہ میرے دل میں کبھی اس امر کا خیال بھی پیدا ہوا ہو کہ حضرت صاحب اپنی صداقت میں کوئی نشان دکھائیں۔ اگرچہ یہ سچ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات ظاہر کیں اور ہم نے بہت سے خوارق مشاہدہ کئے۔ مگر وہ میری کسی ایسی خواہش کا نتیجہ نہیں۔ **عبدالحی** کے متعلق جو واقعہ ہے اس میں بھی میری کسی خواہش یا آرزو کو دخل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس کو ایک آیت اللہ کے رنگ میں پیدا کیا۔ آپ کو یاد رہے (ایڈیٹر الحکم کو خطاب فرمایا) کہ آپ ایک امرتسری طبیب کا پیام لائے تھے کہ وہ اولاد نرینہ کے لئے مجھے بھی مشورہ دے۔ میں طبیب ہونے کی وجہ سے جانتا ہوں کہ ایسے امراض کا علاج ہو سکتا ہے لیکن آپ کو یاد رہے کہ میں نے آپ کو یہی جواب دیا تھا۔ کہ میں صرف اولاد نہیں چاہتا ہوں۔ سعادت مند اور صالح اولاد کا کوئی نسخہ ہو۔ تو جس قدر روپیہ بھی مانگو۔ دینے کو تیار ہوں۔

پس اولاد جیسے امر کے لئے میں نے حضرت صاحب سے کبھی نہیں کہا خدا تعالیٰ نے اپنی غریب نوازی سے میرے بچہ کو ایک **نشان** بنا دیا۔ تو میں نے کبھی خواہش نہیں کی کہ حضرت صاحب سے کوئی نشان دیکھوں۔ ہاں میں اس پر ہمیشہ ایمان رکھتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحب سے جو وعدے کئے ہیں۔ وہ سچے ہیں۔ وہ اپنے دشمنوں کے مقابلہ کے وقت **خوارق** کے دکھلانے کے لئے مؤید اور منصور ہوں گے۔ اسی ایمان کی بناء پر ڈاکٹر جگن ناتھ کی دعوت کو قبول کر لیا تھا۔ میرے لئے نشانات کی اس واسطے ضرورت نہ تھی۔ کہ میں آپ کی سچائی کے لئے اسی قدر کافی سمجھتا تھا۔ کہ آپ نے فرمایا کہ "میں **خدا کی طرف** سے مامور ہوں"۔

اللہ تعالیٰ پر افترا کرنا آسان نہیں اور پھر یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک شخص افترا کرے اور اس افترا کو لکھ کر شائع کرے۔ **قرآن مجید** میرے لئے رہنما تھا۔ پہلے مامورین و مرسلین کے واقعات میرے سامنے تھے پس خدا نے محض اپنے فضل سے مجھے مرزا صاحب کو ماننے کے لئے نشانات سے مستغنی کر دیا تھا۔

سب سے بڑی خواہش

پھر میں نے سوال کیا کہ آپ کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے۔ فرمایا مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ

قرآن مجید عملی طور پر کل دنیا کا دستور العمل ہو۔

اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ آپ کیا چاہتے ہیں اور قرآن مجید کی عملی اشاعت کے لئے کیسا جوش آپ کے اندر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک خواہش کا ہمیں ذریعہ بنائے۔ (آمین)

بلند ہمتی

حضرت خلیفۃ المسیح کی اولوالعزمی اور بلند ہمتی کے بہت سے نظائر ہیں۔ اور وہ آپ کی سیرۃ لکھنے والے کو تصریح سے لکھنے کی توفیق ملیگی۔ مجھے یہاں ایک مختصر سا واقعہ دینا ہے۔ آپ کے چھوٹے بچے عبدالسلام نے (جو بورڈنگ ہوس میں اپنے بھائی عبدالحی کے ساتھ رہتا ہے۔) ایک دن اپنے دو استادوں کے لئے دعا کی تحریک کی۔ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ ایک بچہ جو دعا کی فلاسفی اور حقیقت سے محض ناآشنا ہے۔ اس میں یہ ایمان پیدا ہونا کہ دعا بڑی عمدہ چیز ہے معمولی امر نہیں۔ تھوڑی دیر تک اس دعا کے بعد وہ ادھر ادھر پھرتا رہا۔ اور پھر ایک دفعہ آیا اور

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک و ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپ کر شائع ہوا۔

کہا "اباجی! دعا کرو کہ میں چوتھی میں ہو جاؤں۔"
اس پر فرمایا کہ چوتھی کیا بلا ہوتی ہے۔ بڑی سے بڑی کامیابی جو دنیا میں ممکن ہے۔ وہ حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اور میں اس کے لئے دعا کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے دعا کی۔

یہ واقعہ ایک معمولی واقعہ ہے۔ مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسقدر **ہمت بلند** آپ کو خدا نے دی ہے۔ اور وہی جذبہ آپ اپنی قوم اور اولاد میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ کسی شخص کو یہ خیال گذر سکتا ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی کامیابی شاید آپ کی نظر میں کوئی دنیوی امر ہوگا؟ دنیا اور اس کی کامیابیاں آپ ہمیشہ متقی کے تقویٰ کا معمولی نتیجہ سمجھا کرتے ہیں۔ آپ کی خواہش جو اولاد کے متعلق ہے۔ وہ اس واقعہ سے معلوم ہوگی۔ کہ ایک مرتبہ جب عبدالحی کی **آمین** ہوئی۔ یعنے اسنے قرآن مجید ختم کیا تو حضرت خلیفۃ المسیح کو بہت خوشی ہوئی۔ اس لئے نہیں۔ کہ کچھ ہوشیار ہوگیا۔ یا تعلیم کی طرف توجہ کرنے لگا ہے۔ بلکہ محض اس لئے کہ

اس نے خدا کی کتاب پڑھی ہے!

غرض جب **عبدالحی** قرآن شریف ختم کرکے آیا تو اسے فرمایا۔ بیٹا! ہم تم سے دس باتیں چاہتے ہیں۔ ان میں سے ایک آج تم نے کرلی ہیں۔ وہ باتیں کیا ہیں۔

قرآن شریف پڑھو۔ پھر اس کو یاد کرو۔ پھر اس کا ترجمہ پڑھو۔ پھر اس پر عمل کرو۔ پھر اسی عمل میں تمہیں موت آجاوے۔

قرآن شریف پڑھاؤ۔ پھر یاد کراؤ۔ پھر ترجمہ سناؤ۔ پھر عمل کراؤ۔ پھر اسی حالت میں تم کو موت آجاوے۔

ان **ہدایات عشرہ** میں وہ سربستہ راز موجود ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح اپنی اولاد کی آئندہ کامیابیوں کے متعلق بہ رنگ خواہش رکھتے ہیں۔

ایک موقعہ پر انہیں ایام علالت میں شدت مرض میں آپ نے کوئی کاغذ لکھا۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو اور دوسرے احباب کو آپ نے اس کے بعد کچھ نصائح کیں۔ ان کے متعلق **وصیت** کا ایک سوال پیدا ہو گیا۔ اور بعض کو خیال پیدا ہوا۔ کہ شاید اس تحریر میں اور اس تقریر میں کوئی اختلاف ہو۔ واقعات آپ کی خدمت میں عرض ہوئے۔ تو جو کچھ فرمایا۔ اس کا مفہوم یہ تھا۔ کہ میرے بیان میں اختلاف نہیں ہوتا جو اب کہا ہو یا پہلے کہا ہو۔ اس واقعہ کو میں نے بیان صرف اس لئے دوہرایا ہے۔ کہ آج سے ۶ سال پہلے کی بات جو آپ کی خواہش کو ظاہر کرتی ہے۔ آج ظاہر کی ہوئی خواہش سے کیسی مطابق ہے۔

میرے استفسار پر فرمایا کہ سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ **قرآن مجید عملی طور پر کل دنیا کا دستور العمل ہو** اور اپنی اولاد کے لئے جو خواہش ہے۔ وہ اس سے باہر نہیں جاتی کہ **قرآن شریف کا فہم۔ اس پر عمل۔ اس کی خدمت** ہو۔ کیسا مبارک ہے وہ باپ جس کی یہ خواہش ہو اور خوش قسمت ہے وہ بچہ جس کے باپ کے یہ ارادے ہوں۔ آج ہماری خواہشوں کا مرکز اعلیٰ عہدے اور اعلیٰ ڈگریاں ہیں۔

بعد علالت تیسرا خطبہ

از ایڈیٹر بدر۔ ۹۔ جون ۱۹۱۱ء

ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان۔ میں بڑے ارادے سے آیا ہوں۔ بڑے اخلاص کے ساتھ درد مند دل لے کے یہاں کھڑا ہوں۔ ایک طرف پاؤں مضبوطی سے کھڑا نہیں ہوتا۔ دوسری طرف بات کہنے کو جی چاہتا ہے۔ بیماری میں ساتواں مہینہ ختم ہونے کو ہے مگر اللہ تعالےٰ نے زبان کو محفوظ رکھا ہے۔ بہکی بہکی باتیں کبھی نہیں کیں۔ ڈاکٹروں سے پوچھا ہے۔ انہوں نے شہادت دی ہے۔ کہ کلوروفارم سونگھنے کی حالت میں بھی کوئی بہکی بات میرے منہ سے نہیں نکلی۔ بس اس وقت لقائمی ہوش و حواس تمہیں چند باتیں کہتا ہوں۔ جو تم سے مان لیگا اس کا بھلا ہوگا اور جو نہ مانیگا۔ اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔

ان اللہ یأمر بالعدل۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ انصاف کرو۔ تم میں سے کوئی بھی ایسا ہے۔ جو چاہتا ہے یا پسند کرتا ہے کہ مجھے کوئی گالی دے یا میری کوئی ہتک کرے۔ یا میرے ننگ و ناموس میں فرق ڈالے یا نقصان کرے یا بدی سے پیش آئے یا تحقیر کرے۔ میرا ملازم سستی سے کام لے۔ جب تم نہیں چاہتے۔ تو کیا یہ انصاف ہے۔ کہ تم کسی کا مال ضائع کرو۔ یا کسی کی ملازمت میں سستی کرو۔ یا کسی کو نقصان پہنچاؤ۔ یا کسی کے لڑکے یا لڑکی کو بدنظری سے دیکھو۔ تم عدل سے کام لو۔ اور وہ سلوک کسی سے نہ کرو۔ جو خود اپنے آپ سے نہیں چاہتے۔ اچھے جس سے پانچ دس روپے تنخواہ لیتے ہو۔ اس کی فرمانبرداری کرتے ہو۔ پس جس نے آنکھیں دیں۔ جن سے ہم دیکھتے ہیں۔ کان دیئے جن سے ہم سنتے ہیں۔ زبان دی۔ جس سے ہم بولتے ہیں ناک دیا۔ پاؤں دیئے۔ جن سے ہم چلتے ہیں۔ [illegible] فہم۔ فراست دی۔ اتنے بڑے محسن بتنے بڑے [illegible] رازق کی نافرمانی کریں۔ تو کیا یہ عدل ہے۔ بس [illegible] چھوٹا سا فقرہ ان اللہ یأمر بالعدل [illegible] اور میں تمہیں دوسری دفعہ [illegible] ہوں۔ کہ خدا کے معاملہ میں اپنے [illegible] غیروں کے معاملہ میں عدل سے کام لو۔ [illegible] اور مخلوق الٰہی سے احسان کے ساتھ پیش آؤ۔ اللہ تعالیٰ کے احسانوں کا مطالعہ کرکے اس کی فرمانبرداری میں [illegible] ہو۔ حلال روزی کماؤ۔ حرام خوری سے نیکی کی توفیق نہیں ملتی۔ شاہ عبدالقادر اپنا جوتا مسجد کے باہر اتار کر آئے۔ اور شاہ رفیع الدین اندر بیجا کے پھر بھی ضائع ہو جاتا۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے بتایا [illegible] جوتا اتار کر یہ نیت کر لیتے ہیں۔ کہ چور لے جائے۔ [illegible] حلال۔ چونکہ چور کم بخت کے نصیب میں رزق حلال نہیں۔ اس لئے اسے اٹھانے کا موقعہ ہی نہیں ملتا۔ غرض اکل حلال [illegible] اور بیویوں سے احسان کے ساتھ پیش آؤ۔ بیوی بچوں کے جننے اور پالنے میں سخت تکلیف اٹھاتی ہے۔ مرد کو اس کا ہزارواں حصہ بھی اس بارے میں تکلیف نہیں۔ ان کے حقوق [illegible] کرو۔ ولھن مثل الذی علیھن۔ ان کے قصوروں سے چشم پوشی کرو۔ اللہ تعالیٰ بہتر سے بہتر بدلہ دیگا۔

دوسرے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بے حیائیوں سے اور ان امور سے۔ جن سے دوسرے کو تکلیف پہنچے۔ اور وہ منع کرے یا شریعت منع کرے اور بغاوت کی راہوں پر چلنے سے منع کرتا ہے۔ وہ سُنناکس کام کا جس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ سنو۔ دل کو اس کے ساتھ حاضر کرو۔ القی السمع وھو شھید۔ پھر اس پر عمل کرو۔ اگر عمل نہیں۔ تو کوئی نیکی کوئی ایمانداری۔ کوئی وعظ کسی کام کا نہیں۔

ملفوظات امیر المومنین

۷۔ جون ۱۹۱۱ء
سلام علیکم

بما صبرتم۔ فرمایا۔ صبر دو قسم ہے (۱) صبر علی الاطاعۃ یعنی اطاعت الٰہی پر استقلال سے مداومت۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ احب الاعمال الی اللہ ادومھا۔ بہت پسندیدہ

عمل بارگاہ ایزدی میں وہی ہے جس میں مداومت ہے۔

(۲) صبر عن المعصیۃ۔ بدی سے باوجود بدی کے اسباب بہم پہنچانے کے رُکے رہنا۔

اقاموا الصلوٰۃ۔ وقت پر ٹھہر کر خشوع و خضوع سے جماعت کے ساتھ پڑھنا۔ اقامت صلوٰۃ ہے۔

یدرءون بالحسنۃ السیئۃ۔ بدیاں انسان کے اندر ہوں یا بیوی بچوں میں یا محلہ میں یا شہر میں یا ملک میں سب کو کسی عمدہ تدبیر سے دفع کرنے کی کوشش کرنا مؤمن کا فرض ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق کو کمال تک پہنچایا۔ کہ انک لعلی خلق عظیم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ پھر انسان کے اندر جھوٹ۔ فریب۔ دغا۔ کینہ۔ بغض۔ طمع۔ سُستی۔ تکبر۔ بدظنی یہ سب بیماریاں ہیں۔ ان کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئیے۔

عورتوں کے بارے میں مردوں کو فرمایا۔ قوامون علی النساء۔ پس مردوں کا فرض ہے کہ ان کی تادیب و اصلاح کریں نیک معاشرت رکھیں۔ رفق و مدارات سے پیش آئیں۔ بچوں میں بدعادتیں ہو پڑھنے میں سنگر ہوں۔ تو دور کرنے کی سعی کریں محلہ میں شہر میں جو بدعادات اور رسومات رواج پذیر ہوں۔ اُن کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اور ان سب کے لئے عمدہ عمدہ تدابیر سوچتے رہیں۔ ہر مؤمن اپنے نفس سے سوال کرے۔ کہ اس نے کسی بدی کا اپنے نفس یا اپنے گھر میں یا اپنے محلہ یا اپنے شہر یا اپنے ملک سے قلع و قمع کیا ہے؟

بدیاں انسان زیادہ تر حصول رزق کے لئے کرتا ہے۔

فرمایا بسط رزق تو اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

فرمایا۔ میں جوان سے بوڑھا ہوا۔ سرد و گرم زمانے کا دیکھا کبھی نیکی کا نتیجہ بُرا نہیں دیکھا۔ بلکہ خدا تعالیٰ تو نیک کی اولاد کو بھی ضائع نہیں کرتا۔ تم جھوٹ نہ بولو۔ بدظنیاں چھوڑ دو۔ بُری صحبتوں سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ ادنےٰ سے ادنےٰ نعمت خدا کی شکریہ کے ساتھ قبول کرو۔ بدیوں سے بچتے رہو۔ نیکیوں پر دوام کرو۔ نمازیں سنوار کر پڑھو۔ ہم تو چند روز کے مہمان ہیں۔ روز بروز مرنے کی تیاری ہے۔ ممکن ہے۔ اگر تم کوشش کرو۔ تو خدا کے فضل سے ہماری روح تمہاری طرف سے خوش جائے۔ حوالہٗ بخدا۔

۸ رجون ۱۹۱۴ء (جمعرات) فرمایا۔ خوش قسمت اور سعید انسان کے واسطے تو ایک کلمۂ حکمت ہی موجب ہدایت ہو جاتا ہے

ایک قوم کی طرف سے ایک شخص دریافت حال و تحقیق کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں آیا۔ اس وقت آپؐ فرما رہے تھے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔ یہ سُنتے ہی اپنی قوم کی طرف لوٹ گیا اور کہا کہ سب ایمان لاؤ۔ انہوں نے وجہ پوچھی۔ تو کہنے لگا۔ پسندیدہ سے پسندیدہ باتوں کا حکم کرنا اور اور بدیوں سے روکنا ہے۔ بس تمہیں اور کیا چاہئیے۔

بدقسمت اور شقی انسان کیلئے سارا قرآن مجید بھی موجب ضلالت ہو جاتا ہے۔ تعجب آتا ہے کہ بعض لوگ مسلمان مؤمن احمدی کہلاتے ہیں۔ پھر فریب۔ دغا۔ چوری۔ جھوٹ۔ کینہ۔ بغض۔ بدظنی۔ ناجائز کمائی نہیں چھوڑتے۔ اللہ ہدایت بخشے۔

فرمایا سچے کی نشانی یہ ہے کہ جو بات سچی اور بھلی ہو۔ اس کے کرنے کے لئے تاکید کرے۔ اور اللہ کی نصرت شامل حال ہو۔ اور دشمنوں کی تباہی ہوتی جائے۔

فرمایا۔ مؤمن ذکر اللہ میں اطمینان پاتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ الحمد شریف۔ استغفار یہ سب ذکر اللہ ہے۔ فرمایا۔ قرآن کا پڑھنا پڑھانا۔ سمجھانا۔ پھر قوم میں ایسی روح پیدا کر دینا کہ وہ عمل کر کے مزکّی و مطہر بن جاوے۔ یہ مجدد کا کام ہے۔

فرمایا۔ علیہ توکلت۔ اگر مسلمان صرف اسی آیۃ کے ٹکڑے پر عمل شروع کر دیں۔ تو سب بدیاں ان سے دور ہو جائیں۔ جسے اپنے مولیٰ پر توکل ہو۔ اُسے کیا ضرورت ہے۔ کہ فریب کرے۔ دغا دے۔ تکبر کرے۔ لڑائی کرے۔ دین میں سُست ہو۔ چوری سے مال لے۔ فرمایا۔ ولو ان قراٰنا سُیّرت بہ الجبال او قطعت بہ الارض او کلم بہ الموتی۔ بل للہ الامر جمیعا کے معنے بالکل صاف ہیں۔ لو ان قراٰنا جملہ شرطیہ ہے۔ اور لفعل بھذا القرآن جزا محذوف ہے۔ اور سیرت بہ الجبال کے معنے میں سیرت القرآن بالجبال۔ جیسے مفاتحہ لتنوء بالعصبۃ کے معنے ہیں کہ اس کے مفاتح سے ایک جماعت تھک جاتی۔ نہ یہ کہ مفاتح تھک جاتیں۔ جیسا کہ ظاہری ترکیب سے معنے معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک شعر ہے۔

فلما اجزنا ساحۃ الحی وانتحی

بنا بطن خبت ذی حقاف عقنقل

وانتحی بنا کے معنے ہیں۔ ایک طرف کر دیا۔ ہم کو ریت کے ٹیلے نے۔ حالانکہ ریت کے ٹیلے نے برطرف نہیں کیا۔ بلکہ وہ لوگ ریت کے ٹیلے سے الگ ہو گئے۔ پس قرآن سے پہاڑ چلائے گئے۔ اور زمین کاٹی گئی مراد نہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے۔ کہ قرآن پہاڑوں میں چلایا جاوے۔ یعنی پہاڑی لوگوں اور بڑے بڑے امراء تک پہنچ جاوے۔ اور زمین کے دور دراز علاقوں میں پہنچ جائے اور رُوحانی مُردے کلام کرنے لگیں۔ بلکہ اللہ کی حکومت ہو جاوے۔ (حصول سلطنت)۔ لفعل ھذہ الامور قرآن لفعل بھذا القرآن۔ یعنے مندرجہ بالا امور۔ اگر کسی قرآن سے ہوتے ہیں۔ تو وہی یہی قرآن ہے۔ چنانچہ قرآن تمام روئے زمین پر پھیل گیا۔ روحانی مُردے زندہ ہوئے۔ عرب میں بلکہ دور دور تک اسلامی سلطنت ہو گئی۔

فرمایا۔ لھدی الناس جمیعا فرما کر ایک طرف مومنوں کو بشارت دی۔ کہ تمام عرب مسلمان ہو جائیگا اور دوسری طرف او تحل قریبا من دارھم سے بتایا کہ کفار مصیبتوں میں گرفتار رہیں گے۔ یہاں تک کہ تو اے نبی ان کے گھروں کے قریب نازل ہوگا۔ چنانچہ فتح مکہ کے دن ایسا ہی ہوا۔

فرمایا۔ جھوٹ نہ بولو۔ ناجائز کمائی چھوڑ دو۔ برکت والی غذا حلال کی کمائی سے حاصل ہوگی۔ اس کے کھانے سے برکت ملیگی۔ خدا کی کتاب کا فہم آئیگا۔ نیکیوں کی توفیق ملے گی۔ حرام خوری سے نیکیوں کی توفیق چھینی جاتی ہے۔ انبیاء کا مذہب اختیار کرو۔ یطعمنی ویسقینی واذا مرضت فھو یشفین۔ وہی کھلاتا ہے۔ وہی پلاتا ہے۔ جب اپنی غلطی سے مریض ہو۔ تو شفا بھی وہی دیتا ہے۔

اس تذکرہ پر کہ مسلمان درخواست کرنا چاہتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کے چھاپنے کا حق صرف مسلمانوں کا حق صرف مسلمانوں کے لئے ہو۔ فرمایا۔ مسلمان اگر ہمت سے کام لینے والے ہوتے اور وہ خدا کے ہو جاتے۔ تو انہیں یہ مشکلات کیوں پیش آتے گورنمنٹ کو کیا پڑی ہے۔ کہ وہ دوسروں کو نہ چھاپنے پر مجبور کرے۔ پنجاب۔ ہندوستان میں جو قرآن چھپوائے ہیں پہلے کوئی ان میں سے صحیح تو دکھاؤ۔ کسی کا کاغذ خراب ہے کسی کی چھپوائی خراب ہے۔ کوئی غلطیوں سے پُر ہے۔ نہ ان کے پاس سرمایہ ہے۔ نہ ہمت۔ نہ استقلال حصہ مرزائے

کیا سچ کہا ہے

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے پاک بندوں کو

یہ پاک بندے بنتے تو ضائع کیوں ہوتے۔ انہوں نے قرآن کو چھوڑا۔ تو خدا نے اشاعت کی خدمت دوسروں کے سپرد کر دی۔

۱۴۔ جون ۱۹۱۱ء۔ فرمایا۔ بدیاں کھلی کھلی ہوتی ہیں۔ میں نے بعض ڈاکوؤں سے پوچھا ہے۔ کہ جو مال تم ڈاکے کے ذریعے حاصل کرتے ہو۔ اگر تمہارا کوئی آدمی اس میں سے چرا لے۔ تو تم اسے کیا سمجھتے ہو۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم اسے بہت مجرم سمجھیں بلکہ جان سے مار دیں۔ کیونکہ اس نے مال میں خیانت کی۔ اس پر جب یہ پوچھا کہ پھر تم کیوں محنت سے کمائے ہوئے مال میں ناجائز تصرف کرتے ہو۔ تو چپ رہ گئے۔

فرمایا۔ جو کسی کو حق بات اللہ کے لئے سمجھائے اور وہ اس پر ٹھٹھا کرے۔ تو اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

فرمایا۔ خدا کے ہر آن میں ہم پر لاکھوں کروڑوں احسان ہیں اگر وہ ہر آن ہر لحظہ ہماری دستگیری نہ کرے۔ تو دم لینا مشکل ہو جاوے۔

فرمایا۔ قرآن مجید سورہ رعد میں ظاھر من القول کے دونوں معنے ہیں۔ مضبوط بات۔ باطل بات۔ جس کی تہ میں کوئی حقیقت نہ ہو۔

فرمایا۔ مسلمانوں کے حال پر افسوس آتا ہے۔ اگر دریافت کیا جائے کہ جیل خانوں میں زیادہ کس قوم کے آدمی ہیں۔ تو یہی نکلیں گے۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے دس سلطنتیں ان کی ہلاک ہوئی ہیں۔ ذلت و ادبار ان پر سوار ہے جیسا کہ یہود پر ہوا۔ ایک وقت تھا۔ کہ اسلامیوں کے مقابل پر جو کھڑا ہوتا۔ وہ ہلاک ہوتا۔ یا یہ وقت ہے کہ یہ خود ذلیل ہیں اپنی ہی شامت اعمال کی وجہ سے۔

فرمایا۔ قرآن مجید میں جنت کی نعمار کا جو ذکر ہے۔ یہ بطور مثال ہے۔ مثال حقیقت کے مقابلہ میں کیا چیز ہے۔ دیکھو۔ اگر ایک ستارہ بھی زمین پر گر پڑے۔ تو ہلاکت یقینی ہے۔ لیکن اس کا تمثل بصفا پانی میں کیا بھلا معلوم ہوتا ہے۔

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں شرک کا بڑا زور تھا۔ آپ کی ہمت عالیہ و توجہ موجہ کا اکثر حصہ اسی کے رد میں خرچ ہوا۔ حضرت مرزا نے اس زمانے میں مخلوق خدا میں سب سے بڑا مرض یہ پایا کہ دنیا کو دین پر مقدم کرتے ہیں۔ بلکہ دین کی پرواہ ہی نہیں۔ اس لئے آپ نے بیعت میں یہ اقرار لازم رکھا۔ کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا۔

فرمایا قرآن مجید کا نام حکم عربی بھی ہے یعنے فیصلہ کرنے والا کھول کھول کر سنانے والا۔ عربی کے بھی یہی معنے ہیں۔ ایک شخص نے معنوں پر تعجب کیا تو میں نے اسے کہا کہ انبیاء کرام کے نزدیک اور کتب الٰہیہ میں اصل الاصول تمام نیکیوں کا کیا ہے۔ کہ اللہ پر ایمان لانا۔ میں نے کہا۔ دنیا کی کسی زبان میں اس رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین ہستی کے لئے ایسا لفظ بتا دو۔ جو غیر پر استعمال نہ ہوتا ہو۔ برخلاف عربی میں ایک اللہ ہے۔ جو کبھی غیر اللہ پر نہیں بولا جاتا۔ یہاں تک کہ تمام دواوین اور لغت عرب کو دیکھو کسی فاسق سے فاسق۔ ملحد۔ دہریہ کے کلام میں بھی یہ لفظ کسی غیر پر نہیں بولا جاوے گا۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ عربی ہی ایک فصیح اور کھول کھول کر بیان کرنے والی زبان ہے۔

فرمایا۔ میں دعا کرتا ہوں۔ اللہ تمہیں قرآن پڑھنے پڑھانے اس پر عمل کرنے۔ پھر آپس میں محبت بڑھانے کی توفیق دے۔ یاد رکھو کہ یہ سب باتیں بغیر عمل کے ہیچ ہیں۔

۱۳ جون ۱۹۱۱ء۔ دنیا میں مخلوق کی مختلف طبائع ہیں بعض لوگ افیون۔ گانجا۔ بھنگ۔ شراب شروع کر دیتے ہیں۔ تاکہ وقت آرام سے کٹ جاوے (۲) بعض اپنے آرام اور دل بہلانے کے لئے رنڈیوں کی جلسیں بھرنا اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں اور اس ہنسی مخول سے اپنا دل خوش کر لیتے ہیں۔ جو وہاں اکثر ہوتا رہتا ہے۔ (۳) بعض لوگ وظیفوں میں سارا دن رات گذار دیتے ہیں اور سخت سے سخت مجاہدے اس راہ میں کرتے ہیں کم خفتن کم گفتن۔ کم خوردن۔ ان کا اصول ہوتا ہے۔ اور بڑی مشکلات کے بعد وہ اپنی حالت ایسی بنا لیتے ہیں۔ کہ جس سے دل آرام میں رہتا ہے (۴) بعض لوگ تعلیم و تعلّم اپنا پیشہ رکھتے ہیں۔ صبح سے شام تک درس و تدریس میں لگے رہتے ہیں۔ ایک استاد تھے ان کے شاگرد بڑے آسودہ حال۔ ان میں کمپیٹیشن رہتا۔ ہم استاد جی کو حلوا کھلائیں گے۔ دوسرا کہتا۔ ہم پلاؤ کھلائیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ رحم کرے ایسی طبیعت کے تھے۔ کہ تنہائی میں خوب کھاتے اور پھر قے کرکے جو باقی ہوتا وہ بھی چٹ کر جاتے۔ پوچھنے پر فرماتے کیا کہوں پلاؤ بڑا مزیدار تھا چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا (۵) بعض لوگ ایسے ہیں کہ دل بہلانے کے لئے عمر بھر سیر و سیاحت میں گذار دیتے ہیں آج امرتسر کے ہوٹل میں ہیں۔ تو کل پشاور کی سرائے میں۔

غرض لوگ کچھ نہ کچھ اپنا شغل ضرور رکھتے ہیں جن لوگوں کو فقیری کا شوق ہے۔ وہ بھی عجیب عجیب کام کرتے ہیں۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے۔ کہ پاؤں میں اٹھائی تین من کی زنجیر ہے اور وہ کھڑے سورج کو دیکھ رہے ہیں۔ ان لوگوں کی کتابوں کو بھی پڑھا ہے۔ ان میں ایسی ایسی حکائتیں بھی دیکھیں۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جب معراج کو گئے تو رستے میں ایک پہاڑ آگیا۔ رستہ مسدود تھا۔ جبرائیل کے مشورے سے بھنگڑ فقیروں کی امداد کی ضرورت پڑی۔ انہوں نے بھنگ گھوٹ کر پہاڑ کو جو اس کا نگدا مارا اور دم شاہ مدار کہا تو رستہ کھل گیا۔

ایک بڑے امیر کبیر کو میں نے دیکھا کہ وہ ایک دہقان کے سامنے آگے ناچا کرتا تھا۔ ایک فقیر اس کے سر پر چلا گیا۔ اس سائیں کو جو ٹھکرایا بڑی آماد چلی۔ وہ دوڑا دوڑا آیا اور رام رام کرنے لگا۔ اس کی حماقت پر مجھے بڑا تعجب آیا۔ (۶) کئی دوکانداروں کو دیکھتا ہوں۔ کہ دن بھر بیٹھنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ دروازے کے ساتھ ایک نیچہ باندھ رکھی ہے اور اسے پکڑ کر کھڑے ہیں۔ اور خوش ہیں کہ گاہک بہت آتے ہیں۔

(۷) کاپی نویس سارا دن اس طرح بیٹھا رہتا ہے جیسے مرغی انڈوں پر۔ اور اسی پر خوش ہے۔ مجھے کبھی امام ویردی کی شاگردی کا موقعہ ملا۔ اگرچہ میرے ہاتھوں میں صنعت کم ہے۔ صرف ا ب ج د ر یہ چار حروف سیکھے۔

جب انبیاء آتے ہیں تو لوگوں کو ایسے شغلوں میں پاتے ہیں ان کا کام صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ ان شغلوں میں ایک شغل اپنی توجہ الی اللہ و ذکر اللہ کا بتا دیتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ دنیا کے کام بے شک کرو۔ بیوی بچے رکھو جیسا کہ انبیاء کے لئے بھی تھے اور سورۂ رعد کے آخری رکوع سے معلوم ہوتا ہے لیکن خدا سے غافل نہ ہو جاؤ۔ یہی روحانی تعلیم ہے یہی روحانیت ہے۔ جو انبیاء کرام اور اُن کے جانشین سکھلاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں مختلف اشغال تھے۔ آپ نے فرمایا پانچ وقت نماز بھی پڑھ لیا کرو۔ پاخانہ جانا سب کو ضروری ہے وہاں اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث بھی پڑھ لو۔ ایسا ہی بیوی کے پاس کوئی جاتا ہے آپ نے ایک دعا سکھا دی کہ یہ بھی پڑھ لیا کرو۔ غرض صحابہ اور روحانی تعلیم یہ ہے کہ انسان فطری کام کرے پاخانہ جائے کھائے پیئے احباب کو ملے جلے بیوی نکاح کرے۔ جماع کرے کمائے۔ مگر اللہ سے غافل نہ ہو یہ نہیں کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ رہے یہ طریق انبیاء کی سنت کے خلاف ہے۔

[illegible] جائز کام کرنے سے منع نہیں فرمایا۔ ہاں یہ ضرور ارشاد ہوا ہے
[illegible] یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر یعنے معزز جزوں کے کرنے

مفید کاموں میں لگے۔ مجھ[ے] بھی لوگوں نے پوچھا ہے کہ تم کیا روحانی تعلیم دیتے ہو۔ اور اس جماعت میں کیا روحانیت ہے۔ سو میں کھول کر سناتا ہوں۔ کہ روحانیت یہی ہے۔ تمہارا اٹھنا۔ بیٹھنا۔ چلنا پھرنا سونا جاگنا۔ پڑھنا۔ تجارت کرنا۔ کوئی اور محنت۔ ملنا جلنا سب کچھ اللہ کے لئے ہو۔ سب میں خدا یاد رہے۔ اپنے سارے کاموں میں اللہ کی رضامندی نظر رکھو۔ پس یہی تصوف۔ یہی فقیری۔ یہی روحانیت۔ یہی روحانی تعلیم ہے۔

قرآن مجید کو رحل پر رکھنا اور اوپر ایک کپڑا یہ ظاہری ادب بمنزلہ جسم کے ہے۔ اگر دل کے اندر اس کے احکام کی ایسی ہی عزت ہو۔ تو یہ اس کی روح ہے۔ زبان ذکر الٰہی کرے یہ جسم ہے۔ اگر اس کے اخلاق کے اور تعظیم اوامر حضرت احدیت کے۔ تو اس کی روح ہے۔ قرآن مجید پڑھنا اور اس کے معنے سیکھنا یہ بمنزلہ جسم ہے اور اس پر عملدرآمد یہ اس کی روح ہے۔ وعظ سننا جسم ہے۔ اور اس پر عمل روح ہے۔

اگر میں اپنی روحانی تعلیم سمجھا سکا ہوں۔ تو اپنے تئیں مبارکباد دیتا ہوں۔ اگر تم نہیں سمجھے تو انشاء اللہ پھر خدا توفیق دیگا۔

فرمایا محض تمہاری بھلائی کے لئے کہتا ہوں۔ اللہ نے مجھے تم میں سے ایک کا بھی محتاج نہیں کیا۔ میں کسی سے مفت کام لینا پسند نہیں کرتا۔ سات ماہ سے بیمار ہوں۔ تنہائی کا موقعہ کبھی نہیں ملتا مگر پھر بھی تم میں سے کوئی میرے رزق کا پتہ نہیں لگا سکا کہ میرا مولیٰ کہاں سے بیش از بیش دیتا ہے۔ یہ اس کی غریب نوازی ہے۔

۱۵ جون ۱۹۱۱ء۔ فرمایا۔ جو اللہ تعالیٰ دے۔ وہ بندہ شکر گذاری سے لے تو ضرور زیادہ انعام ملتا ہے۔ ایک عورت نے مجھے ایک دفعہ ادھیلہ دیا۔ جو میں نے بڑی شکر گذاری سے لیا کہ اس کے تیل کی روشنی میں نسخے لکھ کر دونگا۔ تو مخلوق کو کسقدر نفع پہنچ سکتا ہے۔ اگر میں فن طبابت سے ادھیلہ کی ایک دوائی بنالوں۔ تو وہ کسقدر مخلوق الٰہی کے لئے نافع ہو سکتی ہے۔

فرمایا۔ شفا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ میرے اس زخم پر دس ڈاکٹروں نے اپنا زور لگایا ہے۔ مگر یہ بات بھی جان نہ سکے کہ یہ ہے کیا۔

فرمایا۔ بعض لوگ دنیا کو ۶۔۷ ہزار سال سے جانتے ہیں بعض دو ارب سے۔ بعض ہندسہ پر بھی کئی صفریں ایزاد کرتے ہیں لیکن خدا کی خدائی اور اس کی صفت خلق کی ازلیت کے مقابل پر یہ ہندسے کیا چیز ہیں۔

فرمایا لوگ تجارت کرتے ہیں مگر نہ کسی تجربہ کار سے مشورہ لیتے ہیں نہ حساب صاف رکھتے ہیں اس کا نتیجہ ہے۔ کہ پھر نقصان اٹھاتے ہیں۔

فرمایا۔ قرض بہت ہی بُری چیز ہے۔ لیکن آجکل وعدہ پر کم ادا کیا جاتا ہے۔ بعض ایسے لوگ بھی جو دل سے اپنے بھائی کو نفع پہنچانا چاہتے ہیں۔ وہ بھی دینے میں تامل کرتے ہیں۔

فرمایا۔ جب تم اپنے کار منصبی سے فارغ ہو۔ تو بے ہودہ کتابیں جن سے نہ دنیا کا فائدہ ہو۔ نہ دین کا۔ نہ لے بیٹھو۔ بلکہ خدا کی طرف راغب ہو جاؤ۔ اور لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرو۔ درود پڑھو۔ استغفار بار بار کرو۔ الحمد شریف پڑھو۔ اور قرآن مجید کی تلاوت کرو۔

فرمایا۔ فلسفیوں کا کسی مسئلہ پر اتفاق نہیں۔ رسم و عادت کے کسی مسئلے میں لوگوں کا اتفاق نہیں۔ حتیٰ کہ خوراک اور پوشاک میں ایک ملک کے لوگوں کا اتفاق نہیں پھر بھی لوگ عام رائے کی پیروی کرتے ہیں۔ تعجب ہے۔ کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے ماننے اجماعی مسئلے کے ماننے میں تامل ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

فرمایا۔ نبی کے مقابل جو لوگ ان انتم الا بشر مثلنا کہتے ہیں۔ ان کو یہ خیال نہیں آتا۔ کہ بادشاہ جسے وہ حاکم اعلیٰ مانتے ہیں۔ وہ بھی تو آخر انسان ہی ہوتا ہے۔

فرمایا۔ اللہ پر بھروسہ کے یہ معنے نہیں۔ کہ سامان الٰہی کو ترک کردے۔ بلکہ سامان سے کام لے کر پھر نتیجے کے لئے اللہ پر توکل کرے۔

فرمایا۔ یہ بھی ایک قسم کا کفران نعمت ہے کہ آدمی بھلی بات سن لے اور اس پر عمل نہ کرے۔

۱۷ جون ۱۹۱۱ء۔ ہفتہ۔ فرمایا جب انسان اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔ تو اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے ایسے شخص کو اللہ جلشانہ کی طاقت کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اپنے ہی منصوبوں پر بھروسہ کرتا ہے۔ اس بلا میں بہت سی خلقت مبتلا ہے۔ یہ بلا اللہ کی غفلت اور اس سے بعد اختیار کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جن کو غفلت نہیں۔ وہ ہر آن میں اپنے تئیں زیر تصرف الٰہی مانتے ہیں۔ جن لوگوں نے الٰہی عظمت و جبروت کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے رسولوں کو اپنے جیسا بشر سمجھ کر کہہ دیا کہ تمہا ہمارا۔ زور ہمارا۔ ہمیں ان کی کیا پرواہ۔

فرمایا۔ ایک عجیب نکتہ ہے۔ کفار نے نخرجنکم کہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابل پر لنھلکن الظالمین فرما کر اس کی ہلاکت کی وجہ بھی بتا دی۔ اور لنسکننکم کے انعام کا سبب بھی بتا دیا۔ لمن خاف مقامی۔

فرمایا۔ یسقی من ماء صدید کا نظارہ آتشک کے بیماروں میں دیکھا ہے۔ جن کے گلوں میں زخم ہو جاتے ہیں۔ انہیں کھانے پینے وقت پیپ اور زخموں کا پانی ساتھ ہی نگلنا پڑتا ہے۔

فرمایا۔ انسان جو کام کرے خدا سے ڈر کر کرے۔ مخلوق کے واسطے گناہ کرنا عاقبت اندیشی نہیں۔ کیونکہ یہ سب جدا ہو جائیں گے۔ اور قبر میں تو اکیلا رہ جائیگا۔ کسی پنجابی نے کہا ہے۔

جنہاں واسطے پاپ کمائندے نی اوہ گھر دے

فرمایا ایک وقت آتا ہے۔ کہ ہم تم میں سے ایک بھی نہ ہوگا اور ہماری جگہ اور قوم ہوگی۔ اور نہ یہ مکان نہ یہ حالات۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے۔ پس عاقبت کی فکر کرلو۔

فرمایا۔ ہر کام میں دیکھ لو کہ خدا کی پروانگی ہے یا نہیں پھر یہ کہ اس میں مخلوق کی بہتری ہے یا نہیں۔ پھر کرو۔

فرمایا۔ میں دعا کرتا ہوں۔ اللہ تمہیں عاقبت اندیش بناوے دین کے معاملہ میں بھی اور دنیا کے معاملہ میں بھی۔

۱۸ جون ۱۹۱۱ء اتوار۔ ہر ایک شے جو خدا تعالیٰ سے دور ڈالے وہ شیطان ہے۔

میں نے ایک ڈاکو سے پوچھا تم جو اسقدر خونریزی کرتے ہو کیا تمہارا دل ملامت نہیں کرتا۔ کہا تنہائی میں تو ملامت کرتا ہے مگر جب ہم تین چار مل جاویں تو پھر کچھ یاد نہیں رہتا۔ اس سے مجھے یہ نکتہ معرفت ملا۔ کہ غافلوں کی صحبت میں غفلت بڑھ جاتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں مجلس میں بیٹھتا ہوں تو ۷۰ سے ۱۰۰ دفعہ تک استغفار کرتا ہوں تاکہ وہ میل جو اس صحبت کا نتیجہ ہو سکتا ہے دور ہو جاوے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غفلت پیدا کرنے والی صحبتوں سے بچنا چاہئے اور اگر کہیں اتفاق سے بیٹھنا ہو جائے تو پھر استغفار کی کثرت چاہئے۔ تاکہ دل زنگ آلود نہ ہوں۔

فرمایا۔ میں نے بڑے بڑے بدکاروں سے دریافت کیا ہے کبھی کسی نے نہیں کہا۔ کہ ہمیں شیطان پکڑ کر برے کام کی طرف لے گیا آدمی خود ہی جاتا ہے۔

فرمایا۔ ظالم وہ ہے جو کام کرنے کے ہوں۔ وہ نہ کرے اور نہ کرنے کے ہوں۔ انہیں کرے۔ فرمایا لوگ سمجھتے ہیں کہ ایمان الگ اور عمل الگ ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ایمان کا مقتضا عمل صالح ہے جیسا کسی کا ایمان ہوگا۔ ویسا ہی عمل ہوگا۔

فرمایا۔ لوگ اگر سالن میں نمک زیادہ یا کم ہو جائے۔ تو شور محشر برپا کر دیتے ہیں لیکن بیوی یا بچہ اگر نماز نہ پڑھے تو کچھ فکر نہیں خیالی

جنت قرآن

حدیث از مطرب دمے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بہ حکمت ایں معمّا را

قرآن مجید میں جس طرز سے جنت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور جس طریق پر اس کی نعمتیں اور اعلیٰ احتظاظ کا بیان ہوا ہے۔ اگرچہ اُس کی نسبت صوفیانہ۔ حکیمانہ رنگ میں مختلف دلچسپ خوش آیند تاویلیں کی جاسکتی ہیں۔ اور اُن کے دل آویز ہونے میں کوئی مشتبہ باقی نہیں رہتا۔ لیکن عام رنگ میں بھی وہ کچھ ایسا نہیں۔ کہ فطرت انسانی کے مخالف یا مغائر ہو۔ یا ایسا ہو۔ جس کے سُننے یا دیکھنے سے ایک قسم کی گھبراہٹ یا اضطراب پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ اگر بامعان نظر ایسے کل بیانات جنت کا مطالعہ کیا جائے۔ تو اخیر پر یہ کہنا پڑیگا کہ ایسے بیانات بالکل فطرت انسانی کے مطابق ہیں۔ اور ان میں کوئی بات بھی خلافِ فطرت یا خلافِ مقتضائے فطرت کے نہیں ہے۔

یہ جدا بات ہے کہ ان آیات اور بیانات یا نصوص کی تاویلات میں بصورت مختلف اجتہادات کے اختلافات ہوں۔ قرآن مجید کی سورۃ بقر میں جنت اور نعمائے جنت کے بارہ میں ارشاد ہوا ہے۔ (۱) وبشر الذین آمنوا وعملوا الصالحات ان لھم جنت تجری من تحتھا الانھار اور بشارت دے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ اور اچھے کام کئے ہیں کہ اُن کے لئے جنتیں ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

(۲) کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابھا۔ جتنی دفعہ اُن کو وہاں چکھنے کو پھل ملے تو کہیں یہ وہی ہے۔ جو پہلے ہم کو ملا تھا کیونکہ ایک ہی سے پھل لائے جائیں گے۔

(۳) ولھم فیھا ازواج مطھرۃ وھم فیھا خالدون اور وہاں ان کے لئے پاکیزہ عورتیں ہیں۔ اور وہ ہمیشہ وہاں رہیں گی۔

ان ہر سہ آیتوں میں امور یا نعمائے ذیل کا بیان ہوا ہے۔

(الف) جو لوگ نیک و رشید ہوں گے اُن کے واسطے ایسے مکانات یا ایسے باغات ہوں گے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

(ب) انہیں پھل کھانے کے واسطے ملیں گے۔ اور ان کا مزہ یا لذت قریباً ایک سا ہوگا۔

(ج) انہیں وہاں پاکیزہ عورتیں ملیں گی۔ اور وہ ہمیشہ ان مکانات اور باغات میں رہیں گی۔

ہم ابھی اس مضمون میں ان آیات اور انہیں آیتوں کے ہم مضمون دوسری آیتوں کے زائد اجتہادات اور تاویلات مختلف پر بحث نہیں کرتے۔ صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ ان ہر سہ امور یا ہر سہ نعمتوں یا ان انعامات میں سے کون سی نعمت یا کونسا امر انسانی فطرت کے منافی ہے اور کونسا ایسا انعام ہے۔ جس سے نعوذ باللہ خداوند کریم کی صمدیت اور جنتی تہذیب میں فرق آتا ہے۔ اور ایسی جنت کے قبول کرنے کے واسطے انسانی فطرت تیار نہیں ہے۔

ہم اس بحث میں یہ بحث بھی چھیڑنا نہیں چاہتے کہ جنت یا دوزخ بالفعل مخلوق اور موجود ہیں یا نہیں۔ یا یہ کہ جنت اور دوزخ کی ماہیت کیا ہے۔

ہم اس مضمون میں صرف یہ بحث کرنا چاہتے ہیں۔ کہ خدائے قادر نے ان آیتوں میں جن جن نعمائے جنت کا (خواہ جنت مخلوق اور موجود ہو۔ اور خواہ کسی آئندہ وقت خلقت مقدر ہو) بیان کیا ہے۔ ان کے ہونے یا تسلیم کرنے سے کیا کیا استحالہ لازم آتا ہے اور وہ استحالات خود فطرت انسانی یا قانون قدرت یا مشیت ایزدی کے کہاں تک منافی ہیں۔

مکانات یا باغات کے نیچے نہروں کا جاری ہونا یا بہنا یا نہر کی میں پانی چلنا اور اس پانی یا ان آبشاروں سے اہل مکانات یا صحن باغات کا لطف اٹھانا یا ایسے سامان کا صرف انہیں کے واسطے مہیا کیا جانا کسی صورت میں بھی فطرت انسانی اور نہ قانون قدرت کے منافی نہیں ہے اور نہ یہ استحالہ لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ خدا کی قدوسیت اور صمدیت کے یہ سامان خلاف ہے۔ کیونکہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ دُنیا کے تختہ پر اس وقت جو ہزاروں یا لاکھوں سالوں سے دریا۔ سمندر۔ بحر۔ نہریں جاری ہیں۔ اور ان سے لوگ قسم قسم کے کام لے رہے ہیں۔ ان سب کا پیدا کرنے والا اور بنانے والا خدائے قادر ہی ہے۔ کل مذاہب کے پرستار اس عقیدہ کے حامی ہیں جب خدائے قدیر نے ہمارے واسطے دُنیا میں یہ سامان کثرت سے مہیا کر رکھا ہے۔ اور ہم نے اس سے مستفیض ہوتے ہیں۔ تو کیا جنت میں اس قسم کے سامان کا مہیا کرنا اس کی قدرت اور اس کی قدوسیت اور صمدیت کے منافی ہوگا۔

یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ خدائے قدیر ایک گھر میں تو ایک امر جائز رکھے اور دوسرے گھر میں وہی امر اس کی قدوسیت اور صمدیت کے مغائر ہو۔ یہ جدا بات ہے کہ ویسا سامان دوسرے گھر میں وہ مہیا نہ دے لیکن یہ کس طرح سے ہو سکتا ہے۔ کہ پھر ویسے ہی سامان کا کسی دوسرے موقعہ یا مکان پر یا کسی دوسرے زمانہ میں مہیا کیا جانا خدائے قدیر کی قدوسیت اور صمدیت کے خلاف ہو جائے۔ اگر یہی اصول مانا جائے تو پھر ماننا پڑیگا۔ کہ جو امور یہاں تہذیب اور سعادت کے برخلاف ہیں۔ وہ لگے جہان یا دار الحشر میں نیکی میں شمار ہوں گے یا نیک امور بدی کے قالب میں آجائینگے علم الحقائق یہ کہہ رہا ہے۔ کہ جو کچھ یہاں نیکی ہے وہ وہاں بھی نیکی ہی رہیگی۔ اور جو بدی ہے وہ بدی ہی تعبیر ہو گی۔

نے تو اں غم دل را بخندہ بیروں برد
زخندہ روئے دل تلخی از گلاب نرفت

اگر کوئی یوم حشر ہے تو وہ یوم تنقیہ ہے نہ کہ یوم تمسیخ۔ اس دن نیکیوں اور بدیوں کی اپنے اپنے رنگ میں تنقید ہوگی۔ نہ کہ ایک دوسرے سے تبادلہ کیا جاویگا۔ اگر اس جہان میں مکانات باغات اور نہریں جائز اور مشروع ہیں۔ اور ان سے مستفیض ہونے میں کوئی قباحت اور کوئی کمی نہیں۔ تو دوسرے جہان میں بھی اُن سے کام لینا اور اُن کا عطا کیا جانا کسی قدوسیت اور کسی صمدیت اور کسی فطرت اور کسی الٰہی قانون کے منافی نہیں ہے اور خدا کی ذات اس دُنیا میں بھی سمیع و بصیر و قدوس اور صمد ہے اور اس آنیوالے جہان میں بھی یہی صفات رکھے گی۔

دُنیا میں ہم اب بھی انواع و اقسام کے پھل کھاتے ہیں۔ اور قدرت نے اپنی فیاضی سے اس کثرت سے پیدا کئے ہیں۔ جن کا احصار مشکل ہے۔ ہر ملک اور خطہ میں قدرت نے جدا جدا پھل پیدا کر کے انسان اور دیگر حیوانات کو مالامال کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے ڈاکٹروں اور حکیموں نے حیوانات کی زیادہ تر مفید غذا پھل ہی سمجھی ہے۔ مختلف مزوں کے بھی ہیں۔ اور رنگت مزہ۔ مقدار۔ خوشبو۔ طبع وضع میں ملتے جلتے بھی ہیں۔ اور مختلف بھی ہیں۔

جس طرح خدائے قدیر نے اور چیزیں بنائی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی اس کی قدرت کاملہ کا نمونہ ہیں ہم کھا پی کر صبح و شام سو جان سے شکر بجالاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللھم زد فزد۔

اگر دوسرے دور میں خدائے کریم جنت یا مکانات حشر میں

اسی قسم کے پاکیزہ اور مزہ اور لذت کے پھل مہیا کر دے اور لوگ انہیں کھائیں۔ تو اس میں بُرائی ہی کیا اور خدا کی قدوسیت اور جنت کی عظمت پر اس سے حرف ہی کیا آ سکتا ہے۔ خدا کی قدوسیت اور صمدیت پر یہاں یعنی اس جگ میں تو کوئی حرف نہ آیا۔ دوسرے دَور میں جاتے ہی پھلوں کی پیدائش اور پھلوں کا استعمال چادر خدائی کیواسطے نعوذ باللہ ایک داغ ہو گیا۔ فرمائیے ایسا کیوں ہو؟ کیا خدا نے ہمیں اس جہان میں بہ تقاضائے فطرت یہ حکم نہیں دیا کہ ہم عورتوں کی رفاقت اور مصاحبت کو ضروری اور لازمی سمجھیں۔ کیا ہر ایک مذہب میں عورتوں کی رفاقت اور مصاحبت کا حکم نہیں دیا گیا۔ کیا ہماری فطرت اس مرحلہ پر زور سے نہیں لے جاتی۔ اور کیا خدا دُنیا میں اس رفاقت اور اس مصاحبت کا حامی نہیں ہے۔ کیا خدائے قدیر اور خدائے قدوس نے باوجود اس قدرت اور اس قدوسیت کے اپنے پاک نبیوں اور پاک رسولوں کی معرفت ہر قوم کو یہ حکم نہیں دیا۔ کہ عورتوں سے نکاح پڑھانا اور انہیں اپنی بیویاں بنانا ان کی رفاقت میں رہنا ان کی مصاحبت سے حظ فطرتی اُٹھانا جائز ہے۔ اور خدا اس سے ناراض اور خفا نہیں۔ اور یہ تعلق قدرت اور قانون قدرت کے خلاف نہیں ہے۔

حکیموں نے اس دُنیا میں نہ کہ عورتیں کیں۔ اور بیویاں بنائیں راہبوں اور نبیوں اوتاروں اور رسولوں نے ان کی رفاقت کو جائز ثابت کیا۔ عورتوں کی عزّت اور احترام کیا گیا اور اُن کے ساتھ سلوک کرنا۔ انہیں دُنیا کا نصف حصہ سمجھنا تہذیب کا اعلیٰ جزو قرار پایا۔ ان کے بغیر کوئی قوم خالی نہ رہی بڑے بڑے ناموروں اور محترموں کی مائیں اور بیویاں بنیں۔ ان کی عزّت اور احترام پر لاکھوں کتابیں لکھی گئیں جب کسی نے اُن کے خلاف کوئی کلمہ کہا۔ اس کی خبر لی گئی۔ وہ جزو اعظم سمجھی گئیں۔

نیست بیکار دریں مرحلہ یک نشتر خار
ہمہ را بر محک دیدہ بینا زدہ ام

خدا کی مقدس کتابوں میں عورتوں کا ذکر اور اُن کی توصیف ہے۔ خدا کے محترم صحیفوں میں اُن کی داستانیں ہیں۔ نیوں کی زبانوں پر ان کا نام آتا رہتا ہے اور فلاسفروں کے دلوں میں ان کی عزّت اور ان کا احترام ہے۔ ان حالات میں اگر جنت یا حشری مکانات و باغات میں عورتیں ہوں۔ اور پھر پاکیزہ مجلسیں تو میں نہیں جانتا کہ اس میں حرج ہی کیا ہے اور کیونکر یہ کہنے کی جرات کی جاتی ہے۔ کہ یہ منشاء قدرت۔ تقاضائے قدوسیت احترام خدائی۔ اخلاق دین اور دُنیا کے خلاف ہے۔

اگر اس دُنیا میں خدا کی نگاہوں میں عورتوں کا وجود بحالات پاکیزہ بُرائی کا موجب نہیں تو جنت یا دوسرے دَور میں کیوں منافی قانون قدرت یا قدوسیت ہے۔ جب خدا نے یہاں بہ تقاضائے قدوسیت وصمدیت یہ حکم دیا ہے کہ جائز صورتوں میں عورتوں کی رفاقت موجب برکت ہے اور انسان کیواسطے یہ ضروری ہے۔ تو کیوں اس دُنیا میں جو آگے آنیوالی ہے یا جس کا آگے آنا بیان کیا جاتا ہے عورتوں کی موجودگی۔ عورتوں کی رفاقت۔ عورتوں کی جائز مصاحبت خدا کی قدوسیت اور انسان کی فطرت اور نیکی کے منافی ہوگی۔

ہاں! اگر یہ مان لیں۔ کہ دوسرے دَور میں خدا کی قدوسیت اور صمدیت بہ نسبت اس دنیا کے کوئی اور پہلو اختیار کرے گی اس واسطے جو اجازتیں اس دُنیا میں دی گئی ہیں۔ وہاں کالعدم ہو جائیں گی۔ اور ان امور کے ہونے سے نعوذ باللہ خدا کی قدوسیت اور خدا کی صمدیت کسی خدشہ اور خطرہ میں جا پڑے تو ہو سکتا ہے۔ جب خدا کی ذات میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی تو اس کے احکام حال اور آئندہ میں بھی کوئی فرق نہیں آ سکتا اب رہی یہ بحث کہ۔ دوسرے گھر یا دوسرے جہاں میں اس واسطے ان اشیاء کی ضرورت نہیں۔ کہ وہاں صرف ذات الٰہی ہی سے وابستگی ہوگی۔ اور کوئی خیال نہیں ہوگا صرف ایک احت یا بیچینی ہوگی اور کچھ نہ ہوگا۔

نہ کھانا۔ نہ پینا۔ نہ مکان۔ نہ منزل۔ نہ پوشش نہ ملا نہ ملا۔ نہ آمد۔ نہ رفت۔ نہ خوشی۔ نہ غم۔ نہ نسل۔ نہ ذریات۔ صرف ایک خاص قسم کی محویت ہوگی۔

ما را بس است سلسلہ جنبان اشارۂ
کافی ست بزم سوختگا نرا شرارۂ

ان حالات میں مکانات۔ باغات نہروں۔ ثمرات عورتوں کی کیا ضرورت ہے۔ جب صرف ایک محویت ہی محویت ہوگی۔ تو پھر اس کھڑاگ کی کیا ضرورت۔ یہاں تو خدا نے مال اموال اولاد کو فتنہ[1] سے تعبیر کیا ہے۔ کیا وہاں بھی یہی فتنہ فتنہ پرداز ثابت ہوگا قبل اس کے کہ ہم ان خدشات پر بحث کریں۔ یہ سوچنا چاہتے ہیں۔ کہ اس صورت میں کہ ہم حشر و نشر کا اعتراف کریں ان سوالات کا کیا جواب ہے:۔

(الف) حشر بالجسد ہوگا۔

(ب) یا حشر بالروح۔

اگر حشر بالجسد ہوگا۔ تو اس صورت میں یہ ماننا پڑیگا۔ کہ وہ جسد بہ حیثیت جسد اپنی ذات میں نہ کچھ نہ کچھ صفات اور خصوصیت جسدی رکھتا ہوگا۔ بہ صورت تسلیم خصوصیات جسدی اس کے کچھ عوارض بھی ہوں گے۔ جیسے سمع۔ بصر۔ وغیرہ وغیرہ اس صورت میں ضروریات عوارض کا بھی ہونا لازمی ہے۔ اگر سمع ہے۔ تو سلسلہ مسموعات کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اور اگر بصر ہے۔ تو سلسلہ بصریات بھی ہوگا۔ اسی طرح اور بھی گنتے جاؤ۔

پھر اسی ضمن میں یہ سوال ہوگا۔ کہ بصورت حشر اجساد صرف مردوں ہی کا حشر ہوگا یا عورتوں کا بھی۔ اگر صرف مردوں ہی کا حشر ہوگا۔ تو پھر حساب کتاب شخص میں جو ابتریاں پیدا ہوں گی۔ اُن کا جواب وہ کون ہے۔ اور اگر عورتوں کا بھی حشر ہوگا۔ تو اس صورت میں محشر میں عورتوں کا وجود ماننا پڑیگا حالانکہ معترضین کے مسلمات کے مطابق حشر ثانی میں عورتوں کا پایا جانا خلاف حقیقت خدائی اور متضاد قدوسیت الٰہی اور فطرت انسانی کے خلاف ہے اور اگر عورتوں کا حشر نہیں ہوگا۔ تو پھر حشر ناقص رہجاتا ہے اور نقص حشر قدرت خدای کی بجائے خود منافی ہے۔

اور اگر عورتیں ہونگی۔ تو کیا اُن کی مصاحبت اور رفاقت مردوں سے نہ ہوگی۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ چونکہ وہاں ذریات کا بڑھانا مقصود نہیں ہے۔ اس واسطے رفاقت عورتوں کی ضروری نہیں ہے۔ تو پھر اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں اس دُنیا

---

[1] میری رائے میں فتنہ کہنے سے یہ مراد نہیں۔ کہ سچ مچ مال اور اولاد فتنہ ہی ہے۔ اور وہ نعمائے الٰہی میں داخل نہیں۔ بلکہ یہ کہ ان میں بُری طرح سے منہمک ہو کر جو بُری صورتیں اور کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ ایک فتنہ اور فساد ہیں۔ دراصل بتلانا یہ ہے۔ کہ بُرے استعمال سے نیک شئیں اور نیک افعال بھی بدی کے قریب جا پہنچتے ہیں۔ مال و دولت اور اولاد الٰہی نعمات سے ہیں۔ اور ان کا عطا ہونا خدا کا خاص فضل اور برکت ہے۔ انہیں فتنہ سمجھنا ایک کفران نعمت ہے۔ البتہ ان کی محبت اور ان میں اس قدر منہمک ہونا معطی ازلی خالق نعمات کو بھی بھول جانا ایک برائی اور سخت فتنہ ہے۔

تقریر محمود

مخدوم و مکرم صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب نے جلسہ تاجپوشی پر جو تقریر فرمائی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے

آپ نے فرمایا۔ کہ لم تقولون ما لا تفعلون پر غور کرو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ تم کیوں وہ بات کہتے ہو۔ جو کرتے نہیں یعنی بہت شرم اور افسوس کی بات ہے۔ اگر مؤمن کا قول اس فعل کے خلاف ہے یہی تقویٰ حاصل کرو۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دل و زبان ایک ہو۔

بعض صحابہ وعظ سے بہت ڈرتے تھے تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ ہمارا قول ہمارے فعل کے خلاف ہو۔ اُن کے نزدیک یہ بات ناپسندیدہ تھی۔ کہ نصائح تو زیادہ ہوں اور عمل ان کے خلاف احمدیوں کی طرف سے ایسے موقع پر اظہار وفاداری ہوا کرتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ اس گورنمنٹ کی ماتحت سب سے بڑا سُکھ ہم نے کونسا پایا۔ یونیورسٹیاں۔ مدرسے۔ تجارت کی آزادی تار۔ ڈاک۔ ریل بہت سے انعام ہیں۔ مگر یہ سب ہیچ ہیں۔ اگر مذہبی آزادی نہ ہو۔ بلکہ مذہبی آزادی کے مقابلہ میں اُن کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی ہیرا لیکر پتھر اور تریاق لے کر زہر دیدے۔ پس سب سے بڑی خوبی جو اس زمانہ میں ہے۔ وہ مذہب کے بارے میں کامل آزادی ہے۔ مگر اس آزادی کے یہ معنے نہیں۔ کہ مسلمان۔ آریہ۔ عیسائیوں پر حملہ کریں۔ اور آریہ مسلمانوں پر اور عیسائی آریوں پر اور اس طرح ملک میں فساد پھیلائیں۔ آزادی یہ نہیں۔ کہ ایک دوسرے کی پگڑی اُتار سکیں۔ بلکہ آزادی یہ ہے۔ کہ ہم اپنی شریعت پر کھلم کھلا عمل کریں۔ نمازیں پڑھیں۔ روزے رکھیں۔ خدا تعالیٰ کی عبادت کریں۔ ہمیں کوئی اس سے نہیں روکتا۔ اب اس نعمت کا شکریہ کیا ہے۔ یہی کہ اس آزادی سے فائدہ اُٹھاویں۔ وہ تقویٰ۔ وہ اخلاص۔ وہ مؤدّت۔ وہ فرمانبرداری۔ وہ دینداری ہو۔ جو قرآن کریم ہم میں پیدا کرنی چاہتا ہے۔

لیکن اگر قرآن و حدیث پر عمل نہیں۔ وہ تقویٰ وہ طہارت نہیں وہ خشیۃ اللہ نہیں جو مذہب ہم میں پیدا کرنی چاہتا ہے۔ تو پھر یہ آزادی بٹیر بازی کی طرح کھیل ہو جاویگی جو بہت ہی معیوب امر ہے۔ اس کی مثال یوں ہے۔ جیسے کوئی روٹی بھوک کی حالت میں اور پانی پیاس کی حالت میں ہم کو دے اور ہم بجائے اُسے کھانے پینے کے ضائع کر دیں۔ یہ احسان کی شکرگذاری نہیں بلکہ ناشکری ہے۔

پس گورنمنٹ برطانیہ کی دی ہوئی مذہبی آزادی (جو سب سے بڑی نعمت اس حکومت کی ہے) کا شکریہ یہ ہے۔ کہ ہم اپنے نفوس کا تزکیہ کریں۔ اور اپنی زندگی ایسی طرز میں گزاریں جو مخلوق الٰہی کی ہمدردی سے لبریز ہو۔

اور ہمارا تو رونگٹا رونگٹا اس حکومت کے شکریہ سے معمور ہے اور کیوں معمور نہ ہو۔ انسان کو سب سے بڑی امید تو اپنے بھائیوں پر ہی ہوتی ہے۔ ہمارے بھائیوں نے جو مسلمان کہلاتے ہیں سب سے پہلے ہم پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ ہمارے قتل کے فتوے دیئے گئے۔ سؤروں اور کتوں کے لئے تو رہنے کی اجازت ہے مگر ایک احمدی کا گاؤں میں رہنا پسند نہیں۔ باہر کی اسلامی سلطنتوں کا یہ حال ہے۔ کہ افغانستان میں اس سلسلہ کے دو مخلص جو بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ جو ہم سے پیچھے آئے۔ پر آگے نکل گئے۔ وہ سنگسار کئے گئے۔ گویا ان کو وہ سزا دی گئی جو زنا کی ہے یعنی خدا کے مامور کو ماننا زنا سے بھی بُرا ہے۔

جو یورپین ٹرکی ہے۔ اس میں عیسائیت کے خلاف کہنا جرم ہے۔ چنانچہ جو کتابیں چھپتی ہیں۔ وہ بیروت مصر شام میں چھپائی جاتی ہیں۔ ایک ہم ہیں۔ کہ عیسائیت کی تردید کھلے بندوں کر سکتے ہیں۔ پس کس قدر احسان ہیں۔ جن کا شکریہ یہی ہے۔ کہ اس آزادی سے فائدہ اُٹھائیں اور اپنے اندر ایک خاص تبدیلی پیدا کرلیں۔ اور اس سلطنت کے لئے دعائیں کریں۔ ان کے پاس دُنیا تھی۔ اُنہوں نے ہمیں دُنیا دی۔ ہمارے پاس مذہب ہے۔ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان کے مطابق یہی پیش کرتے ہیں اور میں اللہ سے دعا کرتا ہوں جیسے اس شہنشاہ کے سر پر دُنیاوی تاج رکھا ہے۔ وہ دن آوے کہ اسلام کا تاج بھی اس کے سر پر ہو۔ سونے اور جواہرات کا تاج تو مٹی سے نکلا ہے مگر وہ تاج آسمان سے آتا ہے۔ جیسے دُنیاوی سلطنت کا دروازہ اس قوم کے لئے کھولا گیا ہے۔ ایسا ہی حقیقی سلطنت کا دروازہ بھی ان پر کھل جائے جس چشمہ سے ہم نے پانی پیا ہے۔ یہ بھی سیراب ہوں۔

یاد رکھو۔ کہ گورنمنٹ کی ترقی ہماری اپنی ترقی ہے اس لئے ہم جان و دل سے اس کی ترقی ملک کے خواہاں ہیں وہ وقت ضرور آئے گا۔ کہ یہ قومیں خود بخود اسلام کی طرف متوجہ ہوں!

رُباعیاتِ ثاقب

بہ تقریب جلسہ تخت نشینی اعلیٰ حضرت ملک معظم شاہ جارج پنجم قیصر ہند خلد اللہ مُلکہٗ وسُلطانہٗ وافاض علی العالمین برہ و احسانہٗ جو ریاست مالیر کوٹلہ کے ایک کثیر مجمع میں پڑھی گئیں

رباعی اوّل

یارب جسے چاہے تو حکومت بخشے
چاہے جسے تو دولت و عزت بخشے
اے مالک مُلک ہے ترے ہاتھ میں خیر
قوت بخشے کسی کو طاقت بخشے

رباعی دوئم

یارب یہ زمین و آسمان تیرا ہے
ہے مُلک ترا اور جہاں تیرا ہے
ہے سارے جہاں پہ تیری شاہنشاہی
شاہوں کی حکومت پہ نشاں تیرا ہے

رباعی سوئم

ہے تو ہی تو تاج بادشاہی بخشے
ہے تو ہی تخت کبریائی بخشے
یہ تیرا ہی انعام خداوندی ہے
عاجز بندوں کو تو خدائی بخشے

رباعی چہارم

یارب یہ کرم سے دن دکھایا تو نے
اور مژدہ جان بخش سُنایا تو نے
بر آئیں مرادیں اپنے دل کی ساری
قیصر کو جو تخت پر بٹھایا تو نے

رباعی پنجم

جب تک کہ رہے تیری خدائی قائم
جب تک کہ رہے تیری خدائی قائم
ہو نقش جہان جارج پنجم کا نام
قیصر کی رہے یہ بادشاہی قائم

رباعی ششم

اب تجھ سے یہ دل سے دعا ہے یارب
بس تیرے حضور التجا ہے یارب

میں کوئی جوڑا ایسا نہیں ہونا چاہئیے تھا۔ جو بچہ کش نہ ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اگرچہ وہاں قدریات کی ضرورت نہ ہوگی۔ مگر اس سے رفاقت کی مخالفت کیوں ہوگی۔ اگر کہیں کہ اس یا ایسی رفاقت سے قدوسیت خدائے رحیم میں نعوذ باللہ فرق آنے کا اندیشہ ہے۔ تو اس کا جواب اوپر آچکا ہے۔ اور اگر کہو کہ وہاں صرف اللہ ہو اللہ ہو ہی کرینگے اور کوئی مشغلہ نہ ہوگا اور وہی ذکر سب لذات کا جامع ہوگا۔ تو یہ کہا جائیگا کہ

رفاقت عورتوں کی اس لذت کے کب منافی ہے اور مکانات اور باغات اور نہریں اور ثمرات کا تہیہ کس صورت میں موجب تکدر ہے۔ جب ازلی نیک یا ازلی سعید یہاں ہی ان لذات کے ہوتے خدائی نشہ میں محو رہتے ہیں۔ تو وہاں اس سے بھی زیادہ مصروفیت رہے گی۔ بالفعل ہماری بحث صرف اس میں ہے۔ کہ ان نعمات مبینہ آیات مندرجہ بالا کا جنت میں مہیا کیا جانا قدوسیت اور صمدیت الٰہی یا فطرت انسانی کے خلاف نہیں ہے۔ اور ان کی وجہ سے قرآنی جنت پر اعتراض نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ جُدا بات ہے کہ وہاں سب لذات کی سردار لذت محبت خدائی ہوگی۔ اسے ہمیں بھی تسلیم کرنے میں انکار نہیں۔ اگر کہو کہ حشر روحی ہوگا۔ تو اس صورت میں بحث کا رُخ دوسرا ہو جائیگا۔ لیکن اس میں بھی یہ ماننا ہوگا۔ کہ روحیں یا تو راحت میں رہیں گی۔ یا اذیت اور تکلیف میں۔ اور دونوں قسم کی روحیں مردانہ اور زنانہ محشور ہونگی۔ اور اپنی اپنی جماعت میں ہر فریق شامل ہوگا۔ یا ایک ہی سلسلہ میں رہینگی۔ نتیجہ وہی رہیگا۔ مردوں اور عورتوں کی روحیں محشور ہوں گی اور اس حق میں وہی اعتراض عائد ہوگا۔ جو حشر اجساد کی صورت میں عاید ہوتا ہے۔

اب رہی یہ بحث کہ

جنت میں جو عورتیں ہونگی۔ وہ کوئی نئی عورتیں ہوں گی۔ یا وہی جو دُنیا میں گذر چکی ہیں۔ اور جن کا حشر ہو چکا ہے۔ اگر یہ مانا جائے کہ

دونوں قسم کی عورتیں ہوں گی۔ تو اس میں بھی کوئی مشکل نہیں پیش آتی۔ خدائے قدیر جس مردہ مخلوق کو وجود ثانی میں لایا ہے۔ کیا جنت میں نئی وضع قطع کی مخلوق نہیں خلقت کر سکتا ہے خواہ نئی مخلوق کی عورتیں ہوں اور خواہ پُرانی مخلوق کی بحث اس میں تھی کہ ان کی موجودگی جنت میں کہاں تک موزوں ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ ثابت ہے کہ ہر سہ نصوص میں جو کچھ نعمتیں بیان کی گئی ہیں۔ وہ کوئی نئی نعمتیں اور انوکھی چیزیں نہیں ہیں۔ دنیا میں بھی ان کے نمونے موجود ہیں۔ اور باوجود ان کے استعمال جائز کے نیکی اور سعادت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اسی طرح پر ان کا جنت میں بھی پایا جانا مزیل احترام جنت اور منافی قدوسیت خالق جنت اور مقتضاء فطرت انسانی نہیں ہے خدائے قدیر نے انسان کی فطرت پاک بنائی ہے۔ اور یہ سب نعمتیں اس کے جذبات مقدسہ کی منافی نہیں ہیں۔ حشر ثانی میں چاہے روحوں کا حشر ہو۔ اور چاہے روحوں اور اجساد دونوں کا۔ فطرت دونوں صورتوں میں موجود ہوگی۔

اور کوئی وجہ نہیں۔ کہ خواص فطرت دوسرے دور میں جاکر باقی نہ رہیں۔ لا تبدیل لخلق اللہ۔

پیش اہل حال مے باید لب از گفت بست

چوں طرف آئینہ باشد دم نمے باید زدن

(روز وکیل) سلطان احمد۔ بہاولپور ریاست پنجاب

قادیان میں تاجپوشی

کے جلسے

اس سے پہلے ہمیشہ قادیان میں کسی شاہی تقریب پر سلسلہ عالیہ احمدیہ ہی کی طرف سے جلسے ہوا کرتے تھے لیکن اس مرتبہ سردار بساوا سنگھ صاحب دیوان ریاست اجگدھ جو اپنے وطن مالوف قادیان میں جشن تاجپوشی کی تقریب پر موجود تھے۔ اس لئے انہوں نے ایک عام جلسہ ہر مذہب و ملت کے لوگوں کا تاجپوشی کی تقریب پر خوشی کے اظہار کے لئے اپنے نو تعمیر مکان میں ۲۲ جون ۱۹۱۱ء کو منعقد کیا۔ اس جلسہ میں ہر مذہب اور فرقہ کے لوگ موجود تھے۔ مکان کو جھنڈیوں وغیرہ سے آراستہ کیا گیا تھا دیوان صاحب نے اپنے اخلاق اور متواضع طبیعت کا ثبوت اس عملی رنگ میں دیا۔ کہ باوجود اصرار کے بھی آپ نے عام لوگوں کے ساتھ فرش پر ہی بیٹھنا پسند کیا۔ جلسہ کی افتتاحی تقریر میں دیوان صاحب نے تمام فرقوں کے باہمی اتحاد کی تحریک کرتے ہوئے گورنمنٹ برطانیہ کے متعدد برکات کا مختصر تذکرہ کیا اور عام طور پر بتایا۔ کہ ہر مذہب کے رو سے بادشاہ وقت کی اطاعت فرض ہے اس لئے ہم سب کو عملی رنگ میں تاج برطانیہ کے ساتھ عقیدت مندی اور وفاداری کے تعلقات رکھنے ضروری ہیں۔ اس تقریب کی خوشی کو مستقل طور پر یاد رکھنے کے لئے دیوان صاحب نے قادیان میں ایک لڑکیوں کا سکول ہندوؤں کے لئے جاری کیا۔ وہ ایک مشترک سکول جاری کرنا چاہتے تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ احمدی احباب نے اپنا مدرسہ جاری کر رکھا ہے اور ہندو لڑکیاں بسبب مذہبی تعلیم کے وہاں نہیں جا سکتی ہیں۔ تو ہندو قوم کے لئے ایک سکول جاری کر دیا جس کے تمام اخراجات وہ اپنی جیب سے دیں گے۔ وہ اور بھی قادیان کے باشندوں کی رفاہ کے لئے بعض ضروری کام کرنا چاہتے ہیں۔

دیوان صاحب کے بعد لالہ شرمپت رائے اور ایڈیٹر الحکم اور صوبہ دار پنشنر ٹھاکر سنگھ نے تقریریں کیں اور بالآخر ماسٹر عبد الرحیم صاحب نے ایک نظم پڑھی۔ بعد دیوان صاحب کی طرف سے ایڈیٹر الحکم نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ ازاں بعد طلباء میں مٹھائی تقسیم ہوئی سلوتامی اور غرباء کو پر تکلف دعوت دی گئی برہمنوں کو بھی پر تکلف کھانا اور خیرات دی۔ رات کو چراغاں اور آتشبازی کے علاوہ ایک الوننگ پارٹی کا بھی انتظام کیا اور تحریک کی گئی کہ تمام فرقوں کے لوگ اپنے معابد میں قیصر ہند کے لئے دعا کریں

اسی روز شام کو مسجد النور میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے ایک جلسہ ہوا۔ اور اس میں بھی ماسٹر عبد الرحیم صاحب اور ایڈیٹر الحکم کی تقریروں کے علاوہ حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب خلف الرشید حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقائق سے بھری ہوئی ایک مختصر سی تقریر کی۔ جو دوسری جگہ درج ہے اور بعد میں شاہی خاندان کے لئے خیر و برکت کی دعا کی گئی۔ الغرض قادیان میں ان تاجپوشی کے ان جلسوں کی وجہ سے ۲۲ جون کو خوب رونق رہی۔ ایڈیٹر الحکم نے اپنے ناظرین کی طرف سے مبارکباد کے برقی پیغامات ارسال کئے۔ دیوان صاحب اور صدر انجمن احمدیہ نے بھی برقی پیغامات کے ذریعہ مبارکباد کا اظہار کیا۔

آخر میں پھر دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تاج برطانیہ کو دینی اور دُنیوی ترقیوں سے مالامال کرے۔ اور ہمارے قیصر کی عمر امن اور عدل کی زندگی میں دراز ہو۔ آمین!

آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس

مندرجہ ذیل مراسلہ بغرض اشاعت وصول ہوا ہے۔ احمدی جماعت کے احباب غور سے پڑھیں اور فائدہ اٹھائیں۔ ایڈیٹر

طب یونانی ہو یا ویدک دونوں وطنی چیزیں ہیں اگرچہ فی الحال ان کو اگلا سا اوج وعروج نہیں چاہیئے ہے۔ اور ڈاکٹری کی عظمت انہیں دبا رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ سلطنت کی قدر دانی وسرپرستی کا ہار ڈاکٹری کے گلے میں ہے۔ جس کی تقویت کے لئے کروڑوں روپیہ کے سرمایہ سے سارے ہندوستان میں ہاسپٹل کھول دیئے گئے ہیں۔ جن سے مریضوں کو مفت دوائیں ملتی ہیں۔ اور بغیر کسی معاوضہ کے ادنیٰ اور اعلیٰ مریضوں کی داشت کی جاتی ہے۔ ڈاکٹری کی تعلیم کے لئے ہر صوبہ میں اعلیٰ درجہ کی درسگاہیں اور بڑے بڑے میڈیکل کالج قائم ہیں۔ اس کے مقابل ہمارے یہ دونوں مشرقی طبی فن کس مپرسی کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کس مپرسی پر بھی طب یونانی اور ویدک کشمکش زمانہ میں لڑ بھڑ کے اپنی زندگی قائم کئے ہوئے ہیں۔ بلکہ اکثر موقعوں پر ڈاکٹری کو پیچھے ہٹا کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ہمارے یہ دونو فن ازل سے ابدالاباد تک باقی رہنے والی زندگی لیکر آئے ہیں اور مٹنے والے نہیں۔ بیشک ہمارے ان فنوں کے لئے خطرہ بھی ہے۔ مگر وہ خطرہ نہ ڈاکٹری سے ہے نہ ہومیوپیتھک سے اور نہ کسی اور طریقۂ علاج سے۔ وہ خطرہ خود ہمارے ہاتھ سے ہے۔ ہم اگر اس کی ویسی ہی قدر کرتے رہے۔ جیسی کہ ہمیشہ کرتے آئے ہیں۔ تو وہ ہمیشہ ترقی کرتا رہیگا اور کیا عجب ہے کہ اپنے معاصر رقیبوں یعنی دیگر اصنافِ طب پر فوقیت لے جائے۔ لیکن ہاں اگر ہم نے اس کی طرف سے اپنی توجہ اٹھالی تو سوائے مولانا حالی کا مصرع

"عمارت کلس ہے اس کی اللہ ہی والی"

پڑھ دینے کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہمارے ان مشرقی طبی فنوں نے ہندوستان کو قرن ہا قرن سے فائدہ پہنچایا ہے اور سچ یہ ہے۔ کہ ہمارا قومی بقا انہیں دونوں علموں سے وابستہ ہے ان کے ہم پر حقوق ہیں۔ اور وہ حقوق یونہیں ادا ہو سکتے ہیں۔ کہ ہم بھی اس کی ترقی وبہبود کے لئے دل وجان سے آمادہ جوش وخروش سے کوشش کریں۔ اور زمانہ جس قسم کی مدد چاہے ویسی ہی مدد کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تعلیم اور روشن خیالی نے ہمیں بتا دیا ہے۔ کہ اب زمانہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے بیٹھنے کا نہیں بلکہ کچھ کرنے کا ہے۔ کیونکہ اگر ہم اپنے ان فنون کی حمایت کے لئے حسب ضرورت زمانہ کوشش کرنے پر نہ آمادہ ہوئے۔ تو دوسرے فنون آگے بڑھ جائیں گے اور موجودہ عہد کی تیز گھوڑدوڑ میں پیچھے پڑ جانے والے کا آگے نکلنا نہائت دشوار ہو گا۔ خلاصہ یہ کہ اگر ہم اپنے ان یادگار زمانہ فنون اور ان قدیم علمی تبرکات کی مدد کے لئے مستعدی سے نہ اٹھ کھڑے ہوئے اور بے پروائی کرتے رہے۔ تو نہائت افسوس کا مقام ہو گا۔ اور ایسا افسوس کہ ہم ہمیشہ کف افسوس ملیں گے اس ضرورت کو محسوس کر کے سنہ ۱۹۱۰ء میں ایک یونانی اینڈ ویدک طبی کانفرنس کی بنیاد ڈالی جس کے پہلے سال کے اجلاس نومبر سنہ ۱۹۱۰ء میں دہلی میں ہوئے۔ اور الحمد للہ کہ پہلے ہی سال اس کانفرنس کو پوری کامیابی ہوئی یہ امر مسلم ہے۔ کہ سارے ہندوستان میں دو ہی شہر لکھنؤ اور دہلی مشرقی تمدن اور مشرقی علوم وفنون کے مرکز ہیں۔ پس بڑے ہی افسوس کی بات ہوتی۔ اگر اس کانفرنس کا دوسرا سالانہ اجلاس لکھنؤ کے سوا کسی اور شہر میں ہوتا۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ ایک ایسی کانفرنس کیلئے جس میں طب یونانی اور ویدک کی ترقی وبہبود کے تدابیر سوچے جانے والے ہوں دہلی اور لکھنؤ کے سوا کوئی اور شہر موزون نہیں ہو سکتا۔ یہ امر کسی قدر خوف دلانے والا ضرور تھا۔ کہ اطبائے لکھنؤ اپنے فنون میں چاہے کیسا ہی کمال رکھتے ہوں۔ اور کتنے ہی بڑے حاذق طبیب ہوں مگر موجودہ زمانہ کی ضرورتوں سے بہت کم آشنا ہیں۔ مگر اس بارہ خاص میں ہماری امید کے خلاف انہوں نے نہائت روشنضمیری سے کام لے کے طبی کانفرنس کو بڑی فراخ حوصلگی کے ساتھ مدعو کیا۔ اور اس امر کا کامل یقین کر کے یہ اپنے فن کی سچی خدمت ہے۔ کانفرنس کے استقبال اور اس کی ترقی کے لئے ہمہ تن متوجہ ہو گئے چنانچہ ۲ ماہ مئی سنہ ۱۹۱۱ء کو جبکہ آل انڈیا طبی کانفرنس کے سکرٹری پنڈت رام سنگھ صاحب وید لکھنؤ میں تشریف لائے لکھنؤ کے کامل فن حاذق طبیبوں اور ویدوں کا ایک جلسہ جس میں اکثر مشہور اطبا اور ویدا اور بعض معززین شہر بھی شریک تھے عالی جناب حکیم حافظ عبد الولی صاحب کے مکان پر قرار پایا۔ اس جلسہ میں کانفرنس کے انتظامات کے لئے ایک لوکل کمیٹی منتخب ہو گئی جس کے ارکان کی تعداد ترقی کرتی جاتی ہے۔ تقریباً کل اطبائے شہر (الا ماشاء اللہ) اس کی رکنیت قبول فرما چکے ہیں۔ اور خان بہادر حکیم ظہیر حسن خان صاحب جو لکھنؤ کے نامی گرامی خاندان کے طبیب ہیں اور پنڈت گدا دھر صاحب وید نے بکمال عنائت آنریری سکرٹری کی خدمت قبول فرمائی ہے اس جلسہ میں یہ بھی طے ہو گیا۔ کہ طبی کانفرنس کے آئندہ اجلاس نومبر سنہ ۱۹۱۱ء کی ۱۲-۱۳-۱۴ تاریخوں کو لکھنؤ میں ہونگے۔ اور سارے ہندوستان کے معززین اور خاصتہً اطبا اور ویدوں کو مدعو کیا جائیگا۔ اس خوشخبری کو بھی ہم اس موقع پر سنائے دیتے ہیں۔ کہ کانفرنس کے کسی ایک اجلاس کی پریسیڈنٹی عالی جناب معلی القاب ہز ہائی نس نواب صاحب بہادر والی ریاست رامپور نے قبول فرمائی ہے اور یہ بھی امید ہے۔ کہ اجلاس کی پریسیڈنٹی عالی جناب ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب بہادر بنارس بھی قبول فرمائیں گے۔ جس کے ہندوستان کے تمام طبیب اور وید ہی نہیں بلکہ سارے اہل ہند کو شکر گذار رہنا چاہیئے لکھنؤ کی لوکل کمیٹی طبی کانفرنس بھی اپنے اس فخر کو بے ظاہر کئے نہیں رہ سکتی۔ کہ عالی جناب راجہ سر محمد تصدق رسول خان صاحب بہادر کے سی۔ ایس۔ آئی بالقابہ رئیس جہانگیر آباد اور عالی جناب راجہ سر علی محمد خان صاحب بہادر کے سی۔ آئی۔ ای رئیس محمود آباد نے ہماری اور ہماری کانفرنس کی سرپرستی قبول فرمائی۔ اور ہمیں قوی امید ہے۔ کہ عنقریب دیگر امرا اور راجگان ہند کی سرپرستی کی عزت بھی حاصل ہوتی جائے گی۔ کیونکہ لوکل کمیٹی کی تجویز کے مطابق تعلقداران اودھ اور اکثر امرائے ہند کی خدمت میں ڈیپوٹیشن جانے والے ہیں۔ یہ بھی بڑی خوشی کی بات ہے کہ قریب قریب تمام نامی اطبائے لکھنؤ اور یہاں کے تمام مشہور ومعروف ویدوں نے کانفرنس کے استقبال کو ذوق وشوق سے قبول فرمایا ہے۔ اور سب اس کی کامیابی اور استقبال کے لئے دل وجان سے سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ یہ ایسی باتیں ہیں جن سے ہمیں یقین کامل ہے کہ لکھنؤ کی طبی کانفرنس نہائت کامیاب اور مفید ثابت ہوگی۔ اور پہلی کانفرنس سے زیادہ باشان وشوکت ہوگی۔ لہذا جملہ امرائے ہندوستان

اس سے کہ ہندو ہوں یا مسلمان اور خاصۃً ہندوستان کے تمام طبیبوں اور ویدوں سے التجا ہے۔ کہ کانفرنس میں شریک ہوکے ہماری عزت افزائی فرمائیں۔ اور اس ملکی خدمت میں جو دراصل خود اپنی اور اپنے علم وفن کی سچی خدمت ہے۔ ہمارے ساتھ شریک ہوں۔ ڈیلیگیٹوں کی مہمانداری اور اُن کے ٹھہرنے کے انتظامات سے بہت جلد اطلاع دیجائیگی۔ مگر اس موقع پر اتنا عرض کردینا ضروری ہے۔ کہ اطباء اور ملک کے صاحب رائے حضرات میں سے جو صاحب کسی تجویز کو رزولیوشن کی حیثیت سے آئندہ کانفرنس میں پیش فرمانا چاہتے ہوں۔ تحریر فرما کے سکرٹری لوکل کمیٹی آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کے پاس آخر ستمبر ۱۹۱۱ء تک ارسال فرمائیں۔ کیونکہ جو تجویزیں اس زمانہ کے بعد آئینگی۔ ممکن ہے کہ ان کے پیش کرنے کے لئے موقعہ نہ مل سکے۔

خادم الاطباء

حکیم محمد عبدالقوی

اسسٹنٹ سکرٹری لوکل کمیٹی آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس۔ جھوائی ٹولہ۔ لکھنؤ

یکم جون ۱۹۱۱ء

مُفت

مَیں نے اپنا لیکچر کفارہ سرکاری درسی کتابوں کے طرز خط اور تقطیع پر ایک ہزار چھپوایا ہے۔ تاکہ عیسائی صاحبان کے درمیان مُفت تقسیم کیا جائے۔ عیسائی صاحبان کے بہت سے ایڈریس ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ اور ہم یہاں سے براہ راست روانہ کردیں گے۔ اور کچھ جلدیں مختلف شہروں کے احمدی احباب کو روانہ کی گئی ہیں۔ تاکہ وہ وہاں کے دیسی عیسائیوں میں تقسیم کردیں۔ ان کے علاوہ جو شخص منگوانا چاہیں۔ عیسائی یا غیر عیسائی اُن کی طرف سے صرف کارڈ آنے پر بذریعہ پیڈ پیکٹ روانہ کیا جائیگا۔

محمد صادق عفی اللہ عنہ

ایڈیٹر بدر

قادیان دارالامان

جمعہ کی تعطیل کیلئے

کوشش کرو۔

الحکم کی کسی پچھلی اشاعت میں جمعہ کی تعطیل کیلئے ایک مختصر سا نوٹ لکھا گیا تھا۔ افسوس ہے۔ وہ اخبارات جو مسلمانوں کے اخبارات کہلاتے ہیں۔ اس ضروری سوال پر ایسے خاموش ہیں۔ کہ گویا نہیں کسی ایسے کام کی تائید کرنا ہے۔ جو ان کے مذہب و ملت میں (نعوذباللہ) حرام ہے۔ اس سے بڑھ کر مسلمانوں کی گری ہوئی حالت کا اور کیا ثبوت ہوگا۔ مسلمان اخبارات ہندوؤں کی تحریکوں پر تو بہت جلد اعتراض کرنے کو آمادہ ہوجاتے ہیں۔ اور اُن کے بُرے نتائج پبلک میں پیش کرنے کو بڑا زور لگاتے ہیں۔ مگر جو بات اپنی قوم کے لئے ضروری ہو اور اس سے شوکت اسلام ظاہر ہو۔ اس کی طرف کچھ بھی توجہ نہیں۔ پیسہ اخبار وغیرہ میں حفاظت گٹے کے میموریل پر تو متعدد آرٹیکل نکلے۔ مگر جمعہ کی تعطیل کے متعلق ایک کالم کا مضمون لکھنا بھی مشکل ہوگیا۔ مسلم پریس کی اس گری ہوئی حالت پر افسوس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ کیا عجب وہ اب بھی ہوش میں آجاویں۔

جمعہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے اور جمعہ کی نماز مسلمانوں کے لئے فرض ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ نے ہر قوم کو مذہبی آزادی دی ہے۔ اور ان کے مذہبی معابد کو اگر وہ گورنمنٹ کے قبضہ میں تھے۔ واگذار کرکے اپنے عدل و انصاف کی داد دی ہے۔ ایسی فیاض اور وسیع الخیال گورنمنٹ کے حضور اگر ہم اپنی مذہبی ضرورت کو پیش کریں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ اسے شرف قبولیت حاصل نہ ہو۔ اس لئے مسلمانوں کو متفق ہوکر ایک میموریل گورنمنٹ ہند کے حضور بھیجنا چاہئیے کہ جمعہ کی تعطیل ان کے لئے منظور کی جاوے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب سے مسلمان اس ملک میں آئے ہیں۔ اُسی وقت سے جمعہ کی تعطیل جاری رہی ہے۔ اور اس کا رواج اور آثار باقیہ اب تک بھی پائے جاتے ہیں کہ ابتک بھی بعض ریاستوں میں باوجود ہندو حکومت کے جمعہ کی تعطیل کا رواج رہا ہے۔ اتوار کی تعطیل سے مذہبی رنگ میں عیسائی و ہندو یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور اپنی مذہبی مراسم جو سبت سے متعلق ہیں اس دن ادا کرتے ہیں۔ مگر مسلمان اپنے ایک عظیم الشان مذہبی فرض سے اس لئے قاصر رہتے ہیں کہ انہیں اس دن رخصت نہیں ہوتی۔ ہزاروں۔ لاتعداد مسلمان جو گورنمنٹ کے دفاتر اور دوسرے محکمہ جات اور کارخانجات میں ملازم ہیں وہ ایک ایسے فرض کے ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں جس کے ادا نہ کرنے سے دل سیاہ ہوجاتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا حق ہے کہ وہ گورنمنٹ ہند کو اپنی اس مذہبی

مذہبی ضرورت

سے آگاہ کریں اور ادب سے اپنے حق کا مطالبہ کریں۔ اس وقت جبکہ دوسری قومیں اپنے دنیوی حقوق کے لئے جد و جہد کررہی ہیں اور جائز و ناجائز درخواستوں کے پیش کرنے میں مضائقہ نہیں کرتی ہیں۔ یہ کیسی کم ہمتی اور غفلت کی دلیل ہے۔ کہ ہم ایک مذہبی فرض کے ادا کے لئے گورنمنٹ سے جائز استمداد نہ کریں۔ اگر دوسرے مسلمان اس وقت خاموش ہیں۔ تو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے سردست

ایک میموریل جمعہ کی تعطیل کے لئے

جانا چاہئیے اور دوسرے لوگوں کو جو تعطیل جمعہ کے حامی ہیں۔ ان سے دستخط لئے جاویں۔ مختلف انجمنوں کے پاس ایک کھلا مراسلہ بھیجا جاوے۔ کہ وہ اپنے ہاں سے تائیدی رزولیوشن پاس کرکے بھیجیں۔ اور گورنمنٹ کو توجہ دلائیں کہ مسلمانوں کا ایک کثیر حصہ جو گورنمنٹ کے محکمہ جات [illegible] میں ہے۔

اپنے مذہبی فرض سے قاصر ہے۔

مسلمانوں میں اگر مذہبی غیرت اور حرارت مفقود نہیں ہوگئی تو وہ جمعہ کی تعطیل پاس کرنے کے لئے اس وقت ادب و انکسار سے درخواست کرنے میں غفلت نہ کریں۔ عید میلاد جو ایک بدعت ہے۔ اس کے لئے تو اس قدر کوشش کی گئی کہ زمین و آسمان کے قلابے ملائے گئے۔ اور اپنے ساتھ چند مولویوں کو بھی ملا لیا گیا۔ اب ایک مذہبی فرض ترک ہورہا ہے۔ اس کے لئے نہ ان لیڈروں کو جنبش ہوتی ہے۔

دور ان علمایان دین متین کی رگ حمیت حرکت میں آتی ہے۔ اس سے بڑھ کر شرم کا مقام کیا ہوگا؟

میری سمجھ میں اس کی ایک اور وجہ بھی ہے اس کے بیان کرنے سے شاید ہمارے مخالف مسلمان ناراض ہو جائیں۔ مگر میں اس کے کہنے سے رک نہیں سکتا۔ اور وہ یہ ہے کہ بعض ناعاقبت اندیش ملا ہندوستان کو دار الحرب سمجھ کر جمعہ کے جواز ہی کے منکر ہیں۔ اگر مسلمان اس وقت اس تعطیل کے لئے کوشش کریں۔ تو یہ الزام بھی ان کے سر سے دور ہو جائے۔ ہندوستان دار الحرب نہیں ہے۔ یہاں ہمیں ہر طرح امن اور ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہے۔ پس اٹھو اور ہندوستان کے اس سرے سے دوسرے سرے تک کوشش کرو۔ اور ہر ایک اور ہر ایک حلقہ ملک سے گورنمنٹ کے حضور میموریل بھجواؤ۔ کہ

جمعہ کی تعطیل ضرور ملنی چاہیئے

اگر اس تعطیل کے لئے ہمیں کسی ایک یا دوسری تعطیل کو چھوڑنا پڑے۔ تب بھی پروا نہیں کرنی چاہیئے۔ مگر جمعہ کی تعطیل ضرور ملنی چاہیئے۔

پندرہ سال سے زیادہ عرصہ گذرتا ہے۔ کہ ہمارے سید و مولا امام علیہ الصلوۃ والسلام نے جمعہ کی تعطیل کے لئے کوشش کرنی چاہی تھی۔ مگر جو کام گورنمنٹ سے تعلق ہو۔ وہ مسلمانوں کی متفقہ کوشش کو چاہتا ہے۔ اس لئے اب پھر ہمیں اس تجدید کی حاجت ہے۔

اب وقت ہے۔ کہ ہم اپنے اس جائز مطالبہ کے لئے سعی کریں۔ اگر مسلمان اس کے لئے توجہ کریں اور ہر جگہ سے جمعہ کی تعطیل کے لئے میموریل بھجوائیں تو نہایت مفید ہوگا اور یہ کام ایک مجموعی صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔ کہ تمام انجمنیں متفقہ رزولیوشن پاس کر کے ہمارے پاس بھیج دیں تو یہاں سے ایک میموریل بھیجا جا سکتا ہے اور میں اپنی جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اگر دوسرے لوگ اس معاملہ میں غفلت بھی کریں۔ تو بھی ان کا فرض ہے۔ کہ وہ اس وقت ایک میموریل گورنمنٹ کے پاس تعطیل جمعہ کے متعلق بھیج دیں۔ تا کہ وہ کام جو ہمارے امام علیہ الصلوۃ والسلام نے شروع کیا تھا۔ پورا ہو۔ دیکھنا چاہیئے۔ دوسرے مسلمان اپنے فرض کو کہاں تک شناخت کرتے ہیں۔

مسلمان اخبارات عند اللہ سخت جوابدہ ہونگے۔ اور وہ قومی غفلت کے الزام کے نیچے ہونگے اگر وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا اس کے بعد اسلامی اخبارات میں تعطیل جمعہ کے متعلق مبسوط آرٹیکل شائع ہوں گے۔ اور مسلمانوں کی تمام انجمنیں اس مضمون پر نوٹس لیں گی اور لاکھوں نہیں کروڑوں مسلمانوں کے دستخط ایسی درخواستوں پر ثبت کئے جاویں گے۔ گورنمنٹ کی مہربانی سے ہم متوقع ہیں۔ کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی حقوق کی حفاظت کرنے میں کوئی تامل نہ کرے گی!

درخواست دعا

خاکسار سید گلزار حسین احمد عفی اللہ عنہ جو بہت دنوں سے بیمار ہے۔ بزرگان سلسلہ سے درخواست دعا کی کرتا ہے۔ کہ مہربانی سے دعا بدرگاہ رب العالمین شافی مطلق کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ صحت بخشے! آمین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امۃ الحفیظ کی آمین

میری اور عزیزان بشیر احمد شریف احمد مبارکہ کی آمین بنانے کے بعد حضرت صاحب کا ارادہ تھا۔ کہ آئندہ آمین کا مصرعہ فسبحان الذی اوفی الامانی ہو۔ لیکن منشائے الہی کے ماتحت آپ تو اس کام کو نہ کر سکے اب امۃ الحفیظ میری چھوٹی ہمشیرہ نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قرآن شریف ختم کیا ہے۔ اس کے لئے میں نے یہ آمین تیار کی ہے اور حضرت صاحب کے منشاء کو پورا کرنے کے لئے اسی مصرعہ کو مصرع آمین کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کام کو بابرکت کرے۔ آمین!

مرزا محمود احمد

آمین

خدا سے چاہیئے ہے لو لگانی ۔۔۔ کہ سب فانی ہیں پر وہ غیر فانی
وہی ہے راحت و آرام دل کا ۔۔۔ اسی سے روح کو ہے شادمانی
وہی ہے چارۂ آلام ظاہر ۔۔۔ وہی تسکین دہ دردِ نہانی
سپر بنتا ہے وہ ہر ناتواں کی ۔۔۔ وہی کرتا ہے ان کی پاسبانی
بچاتا ہے ہر اک آفت سے ان کو ۔۔۔ ٹلاتا ہے بلائے ناگہانی
جسے اس پاک سے رشتہ نہیں ہے ۔۔۔ زمینی ہے نہیں ہے آسمانی
اسی کو پا کے سب کچھ ہم نے پایا ۔۔۔ کھلا ہے ہم پہ سب رازِ نہانی
خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی ۔۔۔ فسبحان الذی اوفی الامانی

ہمارے گھر میں اس نے بھر دیا نور ۔۔۔ ہر اک ظلمت کو ہم سے کر دیا دور
ملایا خاک میں سب دشمنوں کو ۔۔۔ کیا ہر مرحلہ میں ان پہ منصور
حقیقت کھول دی ان پہ ہماری ۔۔۔ مگر تاریکیٔ دل سے ہیں مجبور
ہماری فتح و نصرت دیکھ کر وہ ۔۔۔ غم و رنج و مصیبت سے ہوئے چور
ہماری رات بھی ہے نور افشاں ۔۔۔ ہماری صبح خوش ہے شام مسرور
خدا سے ہم کو وہ جلوہ دکھایا ۔۔۔ جو موسیٰ کو دکھایا تھا سرِ طور
ملے ہم کو وہ استاد و خلیفہ ۔۔۔ کہ سارے کہہ اٹھے نور علیٰ نور
خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی ۔۔۔ فسبحان الذی اوفی الامانی

خدا کا اس قدر ہے ہم پہ احسان ۔۔۔ کہ میں کو دیکھ کر ہوں سخت حیران
نہیں معلوم کیا خدمت ہوئی تھی ۔۔۔ کہ سکھلایا کلام پاک یزداں
ہزاروں ہیں کہ ہیں محروم اس سے ۔۔۔ نظر سے جن کی ہے وہ نور پنہاں
جسے اس نور سے حصہ نہیں ہے ۔۔۔ نہیں زندوں میں ہے وہ بے ایماں
یہی دل کی تسلی کا ہے موجب ۔۔۔ اسی سے ہو میسر دید جاناں
اسی میں مردہ دل کی زندگی ہے ۔۔۔ یہی کرتا ہے ہر مشکل کو آساں
یہ ہے دنیا میں کرتا رہنمائی ۔۔۔ یہ عقبیٰ میں کریگا شاد و فرحاں
یہی ہر کامیابی کا ہے باعث ۔۔۔ یہی کرتا ہے پورے دل کے ارماں

بڑا تا ہے یہی اس دلربا سے
یہ نعمت ہم کو بے منت ملی ہے
خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی

کلام اللہ میں سب کچھ بھرا ہے
یہی ہر پاک دل کی آرزو ہے
یہ جامع کیوں نہ ہو سب خوبیوں کا
مٹا دیتا ہے سب زنگوں کو دل سے
یہ ہے تسکین وہ عشاق مضطر
خضر اس کے سوا کوئی نہیں ہے
جو اُس کی وید میں آتی ہے لذت
جو ہے اس الگ حق سے الگ ہے
یہ ہے بے عیب ہر نقص و کمی سے
ہمیں حاصل ہے اس سے دید جاناں
خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی

ہیں اس دُنیا میں جتنے لوگ حق بیں
وہ دل سے مانتے ہیں اس کی خوبی
خدا نے فضل سے اپنے ہمیں بھی
حفیظہ جو مری چھوٹی بہن ہے
ہوئی جب ہفت سالہ تو خدا نے
کلام ایزدی اس کو پڑھایا
زبان نے اس کو پڑھ کر پائی برکت
اکٹھے ہو رہے ہیں آج احباب
ہوئے چھوٹے بڑے سب ہیں آج شاداب
خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی

الٰہی جیسے یہ دولت عطا کی
تیرے ہو کر رہیں ہم پانچوں بہن بھائی
تیری خدمت میں لگائے جان و دل کو
رہیں ہم دور ہر یہ کشش و بد سے
بنائیں دل کو گلزار حقیقت
شفا ہوں ہر مریض روح کی ہم
نہ زور و ظلم کے خوگر ہوں یا رب
محبت تیری دل میں جاگزیں ہو
ہمارے کام سب تیرے لئے ہوں
رسول اللہ ہمارے پیشوا ہوں

یہی کرتا ہے زائل درد ہجراں
سکھایا ہے ہمیں مولیٰ نے قرآں
فسبحان الذی اوفی الامانی

یہ سب بیماریوں کی اک دوا ہے
یہی ہر متقی کا مدعا ہے
کہ اس کا بھیجنے والا خدا ہے
اسی سے قلب کو ملتی جلا ہے
مریضان محبت کو شفا ہے
یہی بھولے ہوؤں کا رہنما ہے
وہ سب دُنیا کی خوشیوں سے سوا ہے
جو ہے اس سے جدا حق سے جدا ہے
کرے جو حرف گیری بے حیا ہے
کہ قرآں مظہر شانِ خدا ہے
فسبحان الذی اوفی الامانی

جنہیں سچائی سے کوئی نہیں کیں
وہ پاتے ہیں اسی میں دل کی تسکیں
کھلائے اس کے ہیں اثمار شیریں
نہ اب تک وہ ہوئی تھی اس میں رنگیں
پنہایا اس کو بھی یہ تاج زریں
بنایا گلشنِ قرآں کا گلچیں
ہوئیں آنکھیں بھی اُس سے نور آگیں
منائیں آکے مل کر روز آمیں
نظر آتا نہیں کوئی بھی غمگیں
فسبحان الذی اوفی الامانی

ہمیں توفیق دے صدق و صفا کی
ہمیں طاقت عطا کر تو وفا کی
گھڑی جب جا ہے آجائے قضا کی
رہے صحبت ہمیں اہل وفا کی
لگائیں شاخ زہد و اتقا کی
دوا بن جائیں درد لا دوا کی
نہ عادت ہم میں ہو جور و جفا کی
لگی ہو لو ہمیں یاد خدا کی
اطاعت ہو غرض ہر مدعا کی
ملے توفیق اُن کی اقتدا کی

خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی

الٰہی تو ہمارا پاسباں ہو
ترے بن زندگی کا کچھ نہیں لطف
مصیبت میں ہمارا ہو مددگار
ہمیں اپنے لئے مخصوص کرلے
تجھے جس رہ سے لوگوں نے پایا
ہماری موت ہے فرقت میں تیری
ہمارا حافظ و ناصر ہو ہر دم
کرے اس کی اگر تو آبپاشی
ذلیل و خوار و رسوا ہو جہاں میں
عبادت میں کٹیں دن رات اپنے
خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی

ہماری اے خدا کردے وہ تقدیر
وہ ہم میں قوت قدسی ہو پیدا
زباں مرہم بنے بیماروں کے حق میں
وہ جذبہ ہم میں پیدا ہو الٰہی
دلوں کی ظلمتوں کو دور کردے
گناہوں سے بچالے ہمکو یا رب
خضر بن جائیں اُن کے واسطے ہم
وہی بولیں جو دل میں ہو ہمارے
خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی

عطا کر جاہ و عزت دو جہاں میں
بنیں ہم بلبلیں بستانِ احمد
ہمارا گھر ہو مثل باغ جنت
ہماری نسل کو یا رب بڑھا دے
ہماری بات میں برکت ہو ایسی
الٰہی تو ہی تیرا جاگزیں ہو
غم و رنج و مصیبت سے بچا کر
بنیں ہم سب کے سب غلام احمد
عطا کر عمر و صحت ہم کو یا رب
یہ ہوں میری دعائیں ساری مقبول
ترا وہ فضل نازل ہو الٰہی

فسبحان الذی اوفی الامانی
ہمیں ہر وقت تو راحت رساں ہو
ہمارے ساتھ پیارے ہر زماں ہو
ہمارے درد دل کا رازداں ہو
ہمارے دل میں آکر میہماں ہو
وہ رازِ معرفت ہم پر عیاں ہو
ہمیشہ ہم پہ تو جلوہ کناں ہو
ہمارے باغ کا تو باغباں ہو
تو پھر ممکن نہیں بیم خزاں ہو
جو حاسد ہو عدو ہو بدگماں ہو
ہمارا سر ہو تیرا آستاں ہو
فسبحان الذی اوفی الامانی

کہ جس کو دیکھ کر حیراں ہو تدبیر
جسے چھو دیں مٹی ہو جائے اکسیر
مگر اعدا کو کاٹے مثل شمشیر
جو دشمن ہیں کریں اُن کی بھی تسخیر
ہماری بات میں ایسی ہو تاثیر
نہ ہونے پائے کوئی ہم سے تقصیر
جو ہیں بھولے ہوئے رستہ سے رہگیر
خلاف فعل ہو اپنی نہ تقریر
فسبحان الذی اوفی الامانی

ہمیں عظمت دے پایہ آسماں میں
رہے برکت ہمارے آشیاں میں
ہو آبادی ہمیشہ اس مکاں میں
ہمیں پھیلا دے ہر کون و مکاں میں
کر ڈالے روح مردہ استخواں میں
زباں میں دل میں سینہ میں وہاں میں
ہمیشہ رکھ ہمیں اپنی اماں میں
کلام اللہ پھیلائیں جہاں میں
ہمیں مت ڈال پیارے امتحاں میں
ملے عزت ہمیں دونوں جہاں میں
کہ ہو یہ شور ہر کون و مکاں میں

خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی
فسبحان الذی اوفی الامانی

خواجہ صاحب اور پرکاش

خواجہ صاحب کے متعلق اخبار پرکاش میں ایک نوٹ چھاپا گیا ہے۔ جو پرکاش کے کسی ہر یمی نے لکھا ہے اس میں بحوالہ مسافر لکھا گیا ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے انجمن ہوائت الاسلام آگرہ کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر سوامی دیانند کو حضرت رامچندر اور مہاتما کرشن اور دُنیا کے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح ایک قابل تعظیم اور مکمل انسان قرار دیا ہے۔ اور یہ کہ وہ ان کی ویسی ہی تعظیم کرتے ہیں۔ جیسے دوسرے انبیاء کی۔ اس نوٹ سے پہلے راقم مضمون لکھتا ہے کہ ہم ان کی رائے کو کل احمدی جماعت کی ذمہ وار رائے تصوّر کرتے ہیں یہ تو راقم مضمون کی غلطی ہے۔ احمدی جماعت ایک امام کے ماتحت ہے اور صرف اُسی کی آواز ایک ایسی آواز ہے جو قول فیصل اور کلام ناطق کہلاتی ہے۔ باقی ہر شخص اپنی رائے کا آپ ذمہ وار ہے ہاں اگر کوئی ایسی رائے ہو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے جانشین کی کسی تحریری یا تقریری رائے کے خلاف نہ ہو۔ تو وہ خواجہ صاحب تو ایک معزز رکن ہمارے سلسلہ کے ہیں اگر کوئی گمنام آدمی بھی اُسے پیش کرے تو وہ سلسلہ کی رائے ہوگی۔ ورنہ کبھی نہیں۔

پھر اس کے بعد پرکاش کے ہر یمی کو معلوم ہونا چاہئے کہ خواجہ صاحب نے مسافر ہی کے ذریعہ اس غلط فہمی کو رفع کر دیا ہے۔ انہوں نے ہرگز ہرگز سوامی دیانند صاحب کو کسی مقدس نبی کا ہمتا نہیں قرار دیا اور نہ وہ ایسے انسان کو کبھی نبی کہہ سکتے ہیں۔ جو خدا کے برگزیدہ مامورین اور راستبازوں کی توہین کرے۔ مکمل انسان سے میں نہیں سمجھتا پرکاش کے ہر یمی کی مراد کیا ہے؟ کیا یہ کہ مسئلہ ارتقاء کے موافق وہ ترقی کر کے انسان ہو گیا۔ یا یہ کہ اس میں کوئی انسانی نقص نہ تھا؟ میں سوامی صاحب کو مکمل انسان اس لئے نہیں کہہ سکتا کہ وہ نوع انسان کی تمام جماعتوں اور طبقوں کے لئے اپنی زندگی میں عملی نمونہ نہیں رکھتے اور اسی سوال کو بار ہا آریہ صاحبان سے پوچھا گیا ہے جس کا جواب ان کے پاس نہیں۔ احمدی قوم نے سوامی دیانند صاحب کے متعلق اپنی رائے کو تبدیل نہیں کیا ہے اور نہ اسے ضرورت ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ سوامی صاحب کے متعلق لکھ دیا ہے ہم اسے **قول فیصل** سمجھتے ہیں اور یہ خواجہ صاحب پر اتہام ہے کہ انہوں نے اسے تبدیل کر دیا۔ خواجہ صاحب جہاں تک مجھے ان کی اس تحریر سے جو انہوں نے مسافر کو بھیجی ہے پتہ لگتا ہے

دیانند جی کو نبی نہیں مان سکتے

اور نہ سوامی دیانند کی زندگی میں کوئی ایسی بات ہے کہ وہ مقدس انبیاء کے زمرہ میں کھڑا ہو سکے۔ ہم ہے نبیوں کی دشمن۔ خدا کا دشمن۔ ملائکہ کا دشمن جزا و سزا کا منکر سمجھتے ہیں۔ وہ تمام راستبازوں پر اعتراض کرتا ہے۔ اس لئے ایسا انسان ہمارے اعتقاد میں کسی تکریم کے قابل نہیں ہے ہاں اس نے ہندو قوم میں بعض اصلاحیں کرنے کی تحریک کی ہے جیسے بت پرستی کو دور کرنا مگر پتھروں کی پوجا چھڑوا کر اس نے ذرّہ ذرّہ کو خدا بنا دیا اور صفات الٰہی کے مسئلہ ایسا دُھندلا کیا کہ کچھ پتہ ہی نہیں لگ سکتا۔

پھر ایسا انسان میری سمجھ میں کس تکریم کا مستحق ہو سکتا ہے؟ ہندو یا آریہ ان کی تکریم کریں ہم بُرا نہیں مناتے۔ اور ہمیں ضرورت نہیں کہ خواہ نخواہ سوامی دیانند صاحب کا مضحکہ اڑائیں اس سے اسلام ہمیں روکتا ہے۔ اُس نے راستبازوں کی ہتک کی ہے اس کا بدلا انہیں خدا کے حضور مل جاویگا۔ اور اگر یہ گالیاں جو کھنڈن کے سمولاس میں دی گئی ہیں اُنہوں نے تالیف نہیں کی ہیں جیسا کہ **دھرمپال** کی تازہ تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے تو پھر اُس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ پھر بھی اس کی زندگی ہمارے لئے ہادی نہیں

میں امید کرتا ہوں کہ پرکاش کے ہر یمی کے لئے اس قدر بیان تسلی کا باعث ہو سکیگا۔ اور وہ منتظر رہے کہ خواجہ صاحب کوئی مکمل مضمون **سوامی دیانند** کے متعلق لکھیں گے اس وقت ان کی اصل اور مکمل رائے معلوم ہو جائے گی۔

مختصر نوٹ

وحید الزمان اور اہل حدیث

وحید الزمان دکنی کی تجویز اتفاق بین المسلمین

پر سب سے پہلے الحکم نے نوٹس لیا تھا۔ اور اس مضر اور خلاف اسلام تجویز پر نفرین کی تھی خدا کا شکر ہے۔ کہ اب فرقہ اہلحدیث میں اس بیہودہ تجویز کی قلعی کھولی جا رہی ہے۔ اور اسے نہایت ہی بیہودہ اور واجب الاشتعال قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ نتیجہ ہے خدا تعالیٰ کے مامور کی ہتک کا۔ جو اس نے بخاری کے ترجمے میں خواہ نخواہ کی ہے۔ اور صداقت ہے

انی مھین من اراد اھانتک۔

کثرت رائے کا مسئلہ مغرب میں طے ہو گیا

مجلسوں اور کمیٹیوں میں پیش آمدہ معاملات پر آج تک کثرت رائے پر علی العموم فیصلہ ہوتے ہیں گو حق کے لئے کثرت رائے کی ضرورت نہیں حق گو اگر ایک بھی ہو۔ اور اس کے ساتھ کوئی بھی نہ ہو۔ اور اس کے مقابل ایک کروڑ بھی ہو۔ تو ایک کروڑ کی بات قابل پذیرائی نہیں ہو سکتی۔ مگر یورپی تمدن اور طریق عمل نے کثرت رائے کو مقدم کر لیا ہے۔ حال میں کارونیشن قیصر ہند کی تقریب پر ایک عجیب فیصلہ ہوا ہے۔ آئرلینڈ کے قوم پرستوں نے ایک جلسہ اس غرض کے لئے کیا تھا۔ کہ کیا ہمیں جشن تاجپوشی میں شامل ہونا چاہئے یا نہیں مسٹر ریڈ منڈ نے کہا۔ کہ اگر سرکاری طور پر جشن تاجپوشی میں حصہ لیں گے تو سیلف گورنمنٹ کے لئے مفید ہوگا۔ اس پر مباحثہ ہوا اور ۳۲ ممبروں کی رائے شمولیت کی تھی ۲۹ مخالف تھے۔ قاعدہ کے موافق کثرت رائے پر اگر فیصلہ ہوتا۔ تو شمولیت کا رزولیوشن پاس ہوتا۔ مگر چونکہ یہ سمجھا گیا کہ اگر ہم شامل ہوئے اور محض کثرت رائے کی قدر کی گئی تو جماعت میں نااتفاقی ہو جائیگی۔ اس لئے آخری فیصلہ ہوا کہ شامل نہ ہونا ہی اچھا ہے۔ آئرلینڈ کے قوم پرستوں کا یہ فیصلہ ان لوگوں کے لئے جو **قومی تفریق** محض کثرت و قلت رائے کی وجہ سے پیدا کر لیتے ہیں نہایت غور کے قابل ہے ہماری ملکی کمیٹیاں اور مجلسیں کیا عجب اس سے فائدہ اٹھائیں۔

ایک احمدی مدرس پر سازشی حملہ

اگرچہ ہمارے مخالف خواہ آریہ ہوں یا مسلمان جب کبھی موقعہ پاتے ہیں۔ احمدیوں کو ہر طرح سے دُکھ دینے کا جو موقعہ پاتے ہیں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ مگر سمرالہ سے ایک احمدی مدرس جس طریق پر سازش کا شکار کیا گیا ہے۔ وہ نہایت افسوسناک ہے اور اس قابل ہے کہ **افسران سررشتہ تعلیم** اس پر توجہ کریں منشی محمد سلیمان نائب مدرس سمرالہ جو قریباً چالیس سالہ شریف آدمی ہے وہ اکیلا **احمدی** وہاں ہے۔ اس پر ایک شرمناک الزام ایک مدرس سے تعلق رکھنے کا لگا کر بدنام کرنے کی کوشش کی ہے اس میں شک نہیں کہ یہ ابتلا بہت بڑا ابتلا ہے مگر میں سررشتہ تعلیم کے ذمہ وار عہدہ داروں سے امید کرنی چاہتا ہوں کہ وہ احمدی

ہمارے اسلامیہ سکول اور انٹرینس کا نتیجہ

امتحان انٹرینس کا نتیجہ نکل آیا اور پاس ہونے والے امیدواروں کی اوسط فیصدی ۴۶ رہی۔ اسلامیہ سکولوں کا نتیجہ آریہ سکولوں کے مقابلہ میں نہائت مایوسی بخش اور افسوسناک ہے۔ صرف لاہور کے دیانند ہائی سکول کے ۹۲ طلباء میں سے ۷۱ کامیاب ہوئے۔ اور یہ زیر تجویز بالمقابل اس کے لاہور ہی کے اسلامیہ سکول میں ۹۲ طلباء میں سے صرف ۲۲ پاس ہوئے۔ جو گویا الٹی نسبت ہے۔ دیانند سکول پنجاب بھر میں نتیجہ کے لحاظ سے اول رہا۔ پنجاب بھر میں اول رہنے والا طالب علم اسی سکول کا فرزند ہے اور سوم اور پنجم بھی اسی سکول کے۔ لاہور ڈویژن کے سات وظائف میں سے ۶ اسی سکول نے حاصل کئے۔ ۲۵ طالب علم اول ڈویژن میں اور ۲۴ دوم میں اور ۴ سوم میں پاس ہوئے۔ یہ نتائج فی الحقیقت ہندو قوم کے لئے فخر اور ناز کے قابل ہیں۔

ہمارے اسلامیہ سکولوں کے نتائج شرم دلانے والے ہیں۔ خصوصاً لاہور کی انجمن حمایت اسلام کا نتیجہ بالکل ردی۔ امرتسر کا اسلامیہ سکول نسبتاً اچھا کام کر رہا ہے۔ مگر وہاں کا ہیڈ ماسٹر انگریز ہے۔ اخبار ہندوستان نے انٹرینس کے نتائج پر جو غیرت مسلمانوں کو دلائی ہے۔ وہ اس کے لئے برسرحق ہے۔ اس نے واقعات سے بتایا ہے۔ کہ جہاں ہندو استاد تعلیم دیتے ہیں۔ وہاں کے مسلمان طلباء کے نتائج اچھے ہیں۔ جہاں خالص مسلمان استاد ہیں۔ اس جگہ کے نتائج تسلی بخش نہیں۔

یہ امر مسلمان ہیڈ ماسٹروں اور استادوں کیلئے شرم دلانے والا ہے کہ وہ **قومی کام** کرنے کا احسان الگ قوم پر رکھتے ہیں اور تنخواہیں بھی معقول لیتے ہیں۔ اور اس پر نتائج ایسے ردی اور برے۔

پنجاب کے اسلامیہ سکولوں میں ہمارے تعلیم الاسلام ہائی سکول کا نتیجہ اگر میں غلطی نہیں کرتا

خدا کے فضل سے سب سے اول ہے

کیونکہ ۲۶ طلباء میں ۱۵ کامیاب ہوئے ہیں۔ والحمد للہ علی ذالک

اس لحاظ سے ہمارے لئے یہ امر کچھ کم مسرت بخش نہیں کہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان قومی سکولوں میں اپنی تربیت اور مذہبی پابندی کے ساتھ تعلیمی نتائج میں اول رہا ہے اور یہ پہلا موقعہ ہی نہیں بلکہ تعلیم الاسلام کے نتائج اس سے پہلے بھی تسلی بخش اور ممتاز رہے ہیں۔

اور اگر ہمارے اساتذہ نے توجہ کی اور محنت اور سرگرمی کے ساتھ دعاؤں سے کام لیتے رہے۔ تو یہ امید کرنا خدا کے فضل سے بعید نہیں کہ دیانند **سکول** کا مقابلہ اگر صوبہ بھر میں کریگا تو

قادیان کا تعلیم الاسلام ہی کریگا

خدا کرے ایسا ہو۔

ہاں! یہ بالکل درست ہے کہ دیانند سکول میں کام کرنے والوں کا **ایثار اور اخلاص** ابھی تک بے نظیر ہے اور میں اس سکول کی کامیابی کو اسی صدق اور اخلاص کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔ جہاں **گریجویٹ** بی ٹی ہیڈ ماسٹر صرف گذارہ قلیلہ پر کام کرتا ہے ہمیں ابھی ایسے نیکدل بزرگوں کی ضرورت ہے۔ جو اپنی محنت اور جفاکشی کے ساتھ **قومی فنڈ** پر بھی احسان کرنے والے ہوں

بہرحال تعلیم الاسلام ہائی سکول کا نتیجہ پنجاب بھر کے اسلامیہ سکولوں کے لئے ایک نظیر ہوگا۔ میں تعلیم الاسلام کے نتیجہ کو ایک اور پہلو سے دیکھنا چاہتا ہوں اور اس کا وہی سنہری پہلو ہے جو

قوم کے سامنے پیش ہونا چاہئے

اور وہ اس کی **عربی تعلیم** ہے۔ اگر کوئی اسلامیہ سکول پنجاب بھر میں سب سے زیادہ طالب علم پاس کرائے اور عربی کی تعلیم ہو تو وہ سمجھو کہ نئے آرزو کا معاملہ ہے تعلیم الاسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ

وہ عربی کی تعلیم بھی دیتا ہے

دوسرے مدارس میں بھی غالباً عربی پڑھائی جاتی ہوگی مگر مدرسہ تعلیم الاسلام کے امتحان انٹرینس میں ۲۶ میں سے ۱۷ طالب علموں نے **عربی** بطور **لازمی مضمون** کے لی تھی اور ۳ نے اختیاری۔ گویا ۲۰ طالب علم عربی کے امتحان میں شامل ہوئے جن میں سے ۱۶ پاس ہوئے۔

عربی کے لازمی مضمون میں ۳ فیل ہوئے۔ مگر وہ صرف عربی میں نہیں بلکہ دوسرے مضامین میں بھی فیل ہیں۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ عربی کے لئے صرف ہفتہ میں ۶ **پیریڈ** ہیں اور انگریزی کیلئے ۲۴ تو اس نتیجہ کو نہائت ہی قابل قدر اور لائق تعریف کہیں گے اور یہ مولوی غلام محمد صاحب کی محنت اور دلی توجہ کا نتیجہ ہے۔ ہماری جماعت میں بعض لوگ ایسے ہیں۔ جو گویا

گودڑی میں لعل ہیں

انہیں میں سے ایک مولوی **غلام محمد** صاحب ہیں۔ جو اپنی درویشانہ سادہ وضع اور دینداری میں قابل تقلید ہیں۔ اور یہ اسی مدرسہ کے فیضیافتہ **فرزند** ہیں۔ تعلیم الاسلام اپنے ایسے بچوں پر ان شاء اللہ

ہمیشہ ناز کریگا

مدرسہ تعلیم الاسلام کی یہ خصوصیت اسے اور بھی ممتاز بناتی ہے اور ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیشہ ممتاز رہے۔

بالآخر اسلامی سکولوں کے افسوسناک نتائج امید ہے قوم کو متوجہ کریں گے اور ان برے نتائج کے لئے جو لوگ ذمہ دار ہیں۔ وہ خدا سے ڈریں اور اپنی قوم کے بچوں کی عمروں کو ضائع نہ کریں۔

قادیان تعلیم الاسلام کے عمدہ نتائج کے لئے میں مدرسہ کے استادوں کو **مبارکباد** دیتا ہوں۔ اور یہ کہنا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ وہ تعلیم الاسلام کے فرزندوں میں سادگی۔ خودداری اور قومی حمیت۔ ایثار اور اخلاص کی **روح** اپنے نمونے سے پیدا کریں۔ میں اس کے ساتھ اگر یہ کہوں۔ کہ مولوی **شیر علی** صاحب قبلہ نے اپنے نمونہ سے جو **روح** اپنے شاگردوں میں پھونکی تھی اس کی اب بھی ضرورت ہے۔ تو یہ ہرگز بے موقع نہیں۔ مولوی شیر علی صاحب کی صحبت میں جن بچوں نے مدرسہ کا کورس پورا کیا۔ وہ جہاں کہیں بھی ہیں۔ اپنی **دینداری۔ سادگی** اور **اخلاص** کا نمونہ ہیں۔ اور مولوی غلام محمد اور مولوی محمد دین صاحب بی۔ اے اس مدرسہ میں ابتک بھی ان کے نمونہ کو قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ **فی الجملہ** مدرسہ کے استاد قابل مبارکباد ہیں۔ کہ ان کا سکول پنجاب کے دوسرے اسلامی سکولوں میں ممتاز رہا۔ خدا کرے۔ وہ پنجاب میں بھی **ممتاز** ہو۔ آمین۔

ایڈیٹر الحکم کا سفر سوئے مصر و بلاد اسلامیہ

الحکم کے ناظرین یہ سن کر غالباً خوش ہونگے۔ کہ ان کا خادم پندرہ سال کی لگاتار دماغی خدمت کے بعد بلاد اسلامیہ اور مصر میں جانے کا عازم ہوا ہے۔ یہ سفر تفریح اور دماغی آرام کے لئے نہیں اختیار کیا گیا۔ بلکہ اس سفر کی غرض اور مقصود۔ عربی زبان کی تحصیل اور تکمیل اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے جو کمیشن نصیبین بھیجنا تجویز فرمایا تھا اور جس کے لئے جلسۃ الوداع کیا تھا۔ اس کے متعلق تحقیقات اور تفتیش کا کام بھی ایڈیٹر الحکم نے مد نظر رکھا ہے۔ یہ تمام کام اللہ تعالیٰ ہی کے فضل اور توفیق سے ہوں گے۔

اس سفر بلاد اسلامیہ و مصر کا ارادہ ایڈیٹر الحکم کے دل میں اس وقت سے مخفی تھا جبکہ عربی رسالہ البشریٰ کا اعلان کیا گیا تھا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھی اس کے متعلق سفر لاہور سے پہلے عرض کر دیا گیا تھا حضرت نے پسند فرمایا تھا۔ مگر واپسی لاہور پر اس کے متعلق اجازت معلق تھی۔ خدا کی شان کہ سفر لاہور سفر آخرت تھا اور میری درخواست بعلم الٰہی میں حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے حکم لکھا جانا مقدر تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے بعض شرائط سے مشروط مجھے اجازت دی ہے اور میں آج سے اس فکر میں ہوں کہ ان مشکلات کو حل کرنے کی خدا کے فضل سے توفیق چاہوں (۱) کارخانہ الحکم کے متعلق جو دیون (قرضے) ہیں ان کا طے کرنا (۲) غیر حاضری میں الحکم کے اجرا کا کوئی باضابطہ انتظام (۳) اہل و عیال کی خبر گیری اور بالآخر تہیہ سفر۔

ان امور کے متعلق میں ناظرین الحکم سے مشورہ چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ الحکم کی دلچسپی اللہ تعالیٰ چاہے تو اس سفر سے بڑھ جائیگی۔ سردست مجھے کسی ایسے مخلص اور ہمدرد کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی خدمات میری غیر حاضری میں الحکم کو دے۔ سفر کے اخراجات کا بوجھ انشاء اللہ العزیز کسی انجمن کے سر پر نہ ہوگا۔ بلکہ محض فضل پر یہ سفر شروع ہوگا۔ الحکم کے چند خاص مخلص سرپرست ہیں . . . . اور وہ ایڈیٹر الحکم کے دوستانہ نہیں مربیانہ امداد کے لئے کوئی دریغ نہیں کرتے ایسا ہی چند احمدی احباب ہیں کہ انشاء اللہ وہ اس کا ہاتھ بٹائیں گے۔ بہرحال اخراجات سفر کے لئے جو سبیل اللہ تعالیٰ چاہیگا ہو رہیگی اور محض یہ روک میرے اس سفر کے لئے نہیں ہے۔ میں خدا تعالیٰ کے فضل کا امیدوار ہوں۔ سب سے پہلے میں اس آواز کو سننے کے لئے ہمہ گوش ہوں۔ جو الحکم کی خدمت اپنے ذمہ لے۔ ایڈیٹر الحکم کا یہ سفر انشاء اللہ العزیز اس کے دوستوں۔ دشمنوں کو خوش کرنے والا ہوگا۔ اور الحکم میں دلچسپی کا سامان پیدا کر دیگا۔ دوست اس نیک کام کی وجہ سے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے خوش ہوں گے۔ دشمن کچھ عرصہ تک اس کی غیر حاضری کو غنیمت سمجھیں گے مگر وہ یاد رکھیں کہ میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے ان کی شخصیت اور ذات سے مجھے دشمنی نہیں واللہ علیٰ ما اقول شہید۔ بہرحال میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اس کی رضا کے لئے اور اس کے قائم کردہ سلسلہ عالیہ کی خدمت کے لئے اس سفر کا عزم کیا ہے۔

اس سفر پر روانہ ہونے سے پہلے **الہامات مرزا** کا جواب خدا تعالیٰ کے فضل سے میں شایع کرنا چاہتا ہوں۔ جو پریس میں جا رہا ہے۔ اس لئے کہ وہ میری منت ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کی صحت کے لئے مانی گئی تھی احباب دعا کریں کہ میں جلد اس سے فارغ ہو جاؤں۔ اور دوسرے امور جن کا مختصر ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ ان کے سرانجام پانے کے لئے بھی مخلص احباب دعا سے میری مدد کریں اس مختصر ذکر کے بعد غالباً ناظرین یہ سننے کے مشتاق ہونگے کہ یہ مبارک سفر کب شروع ہوگا؟ اس کیلئے میں دو تین ہفتہ کے اندر اعلان کر سکونگا وباللہ التوفیق میرا پروگرام اور کام کرنے کی سکیم کیا ہوگی۔ یہ امور انشاء اللہ العزیز ایک مختصر سے رسالہ کے ذریعہ شایع کرنے کا ارادہ ہے جو

وداع وطن

کے نام سے لکھنا چاہتا ہوں۔ بالآخر ساری توفیقیں اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ اسی کے فضل سے ہوگا جو کچھ ہوگا۔ نعم المولیٰ ونعم النصیر

سفر مصر کے متعلق اگر احباب کچھ دریافت کریں۔ تو وہ اس خط کی پیشانی پر لفظ "سفر مصر" لکھدیں۔

احباب کی دعاؤں کا خواستگار دلی
یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم قادیان
(عازم مصر و بلاد اسلامیہ)

لنڈن کا دربار تاجپوشی

جس طرح سے سلاطین عثمانیہ قسطنطنیہ کی مسجد "ایا صوفیہ" میں تیغ عثمانی زیب کمر کرتے ہیں۔ اسی طرح شاہان انگلستان کی تاجپوشی لنڈن کے مشہور و معروف شاہی گرجا یعنی ایسٹ منسٹر ایبے" میں ہوتی ہے۔ چنانچہ ہز میجسٹی کنگ امپرر جارج خامس و کوئن امپریس میری کی تاجپوشی کی شاندار رسم ۲۲ جون ۱۹۱۱ء بروز جمعرات ادا ہوئی۔ جس کی مفصل کیفیت یہ ہے۔

شاہ و ملکہ انگلستان گرجا کے مغربی دروازہ سے شاہی جلوس کے ہمراہ داخل ہوئے شاہی داخلہ پر ایک گت سلامی کی باجہ نے بجائی۔ شاہ و ملکہ نے شاہی تخت کے آگے سجدہ کیا اور نماز ادا کر کے شاہی کرسی پر جلوہ افروز ہوئے۔

اس کے بعد آرچ بشپ مع لارڈ چانسلر۔ لارڈ گریٹ چیمبرلین لارڈ ہائی کانسٹیبل ارل مارشل نے کٹہرے کے تین طرف طواف کیا تینوں جانب وہ لوگ جمع ہوئے جنہیں شاہی تاجپوشی دیکھنے کا موقع دیا گیا ہے۔

آرچ بشپ نے بآواز بلند رعایا سے مخاطب ہو کے کہا۔

صاحبو! میں آپ کے روبرو۔ آپ کے کنگ جارج کو پیش کرتا ہوں جو اس سلطنت عظمیٰ کے حقیقی تاجدار ہیں۔

بادشاہ سلامت تینوں جانب اپنی کرسی کے قریب کھڑے ہو کے اپنی رعایا کی طرف مخاطب ہوئے۔

آپ لوگ آج یہاں اپنے بادشاہ کو سلام کرنے اور اظہار اطاعت کے لئے جمع ہوئے ہیں کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں۔

رعایا بڑے جوش و خروش سے پکار رہی۔

"خداوند کنگ جارج کو سلامت رکھے"!

اس کے بعد ترئی بجائی گئی۔

بڑے بڑے پادری انجیل و مقدس و دیگر مقدس کتب کو اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے قربانگاہ پر چڑھائیں۔ اس کے بعد امرائے انگلستان شاہی لباس و جواہرات وغیرہ اٹھا کے لاکے لائے ہر ایک شخص نے اپنا اپنا بوجھ آرچ بشپ کے حوالے کیا۔ ڈین آف ویسٹ منسٹر ہر ایک چیز کو قربانگاہ پر لائے اس کے بعد پادری اکٹھے ہوئے۔ مذہبی راگ گائے گئے۔ راگ کے بعد نماز ہوئی "اے میرے خداوند میری آواز سن۔ میرے ہاتھ اٹھانے کو شام کی قربانی سمجھ"

آرچ بشپ نے دوسری دعا شروع کی۔

"خداوند ہمارے ساتھ ہو جواب تیری روح کی مدد سے ہم تیری درگاہ میں التجا کرتے ہیں اے خداوند تو جو اپنی قدرت سے اپنے بچوں کی پرورش کرتا ہے اور محبت سے ان پر حکومت کرتا ہے۔

اپنے اس خادم جارج۔ ہمارے بادشاہ کو نور عقل اور حکومت کی قابلیت عطا کر کہ وہ سچے دل سے تیری جانثاری اور فرمانبرداری کرے اور کمال عقل و دانش سے اپنے ملک پر حکومت کرے۔

اس کے زمانہ میں تیرا "چرچ" اور تیری رعایا دونوں سلامت رہیں۔ اور روز افزوں ترقی حاصل کریں اور اس دنیا میں اپنی حکومت کے دن نیکی اور استقلال سے پورے کر کے تیری غیر فانی سلطنت میں تیری رحمت سے داخل ہو۔ خداوند یسوع مسیح جو آسمان پر تیرے ہمراہ تخت نشین ہے اور روح مقدس ہمارے بادشاہ کی مدد کریں۔ آمین!

شاہی تخت کے دائیں جانب بشپ آف ڈرہم" اور وہ لارڈ کھڑے ہوئے جن کے پاس تلواریں تھیں۔ بائیں جانب بشپ آف باتھ اینڈ ویلز تھے اور وزیر اعظم۔

ملک کے پادری دونوں ان کے برابر دائیں بائیں کھڑے تھے۔ قربانگاہ کی جانب شمال۔ آرچ بشپ بیٹھے تھے۔ آپ کی کرسی سرخ مخمل کی تھی۔ آپ کے قریب دیگر پادری درجہ بدرجہ بیٹھے تھے

تھوڑی دیر بعد آرچ بشپ نے کنگ کے قریب آکے شاہی حلفنامہ جو ۱۷ فروری ۱۹۱۱ء کو پارلیمنٹ میں بادشاہ سلامت کے روبرو پیش ہو چکا ہے۔ دوبارہ پیش کیا۔ اور اس طرح سوال جواب شروع ہوئے۔ آرچ بشپ "کیا یور میجسٹی حلف اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ کنگ "میں تیار ہوں۔

بشپ" کیا آپ حلفیہ اقرار کرتے ہیں اور قسم کھاتے ہیں کہ اس یونائیٹڈ کنگڈم آف گریٹ برٹن و آئرلینڈ و دیگر مقبوضات پر پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قانون سے حکومت کریں اور اُن کی پوری پابندی کریں۔ کنگ" میں حلفیہ ایسا کرنے کا اقرار کرتا ہوں۔

بشپ" کیا آپ اپنے تمام احکام اور فیصلوں میں قانون انصاف اور رحم سے کام کرینگے۔ کنگ" میں ایسا ہی کرونگا۔

بشپ" کیا آپ حتی الامکان خداوند کے قانون قائم رکھیں گے۔ اور بائیبل مقدس و اصلاح شدہ پروٹسٹنٹ" مذہب کے پیرو رہیں گے۔ اور چرچ آف انگلینڈ کی پوری عزت قائم رکھیں گے۔

کنگ ہاں میں ان سب باتوں کا اقرار کرتا ہوں۔

بادشاہ کھڑے ہو کے قربانگاہ کے قربان گاہ کے قریب گئے۔ اور ٹوپی سر سے اتار کے دائیں ہاتھ سے بائبل چھوئی اور زبان سے فرمایا" جن باتوں کا میں نے ابھی اقرار کیا ہے میں انہیں پورا کرونگا اور ان پر قائم رہوں گا۔ خداوند میری مدد کرے۔

بادشاہ نے پھر کتاب مقدس کو بوسہ دیا۔ اور حلفنامہ پر دستخط ثبت فرمائے۔

بادشاہ پھر اپنی کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ آرچ بشپ گایا۔ اس کے بعد پھر یہ نماز ہوئی۔

اے خداوند۔ آسمانی باپ۔ تو تیل سے بادشاہوں پادریوں اور اپنے نبیوں کو پاک کرتا ہے اور اپنی قوم اسرائیل پر حکومت کرنی سکھاتا ہے۔ اپنی رحمت کا دروازہ اپنے برگزیدہ بندہ جارج پر کھول۔ جسے ہم اس تیل سے مقدس کرتے ہیں۔ اور اس سلطنت کا بادشاہ بناتے ہیں۔

اے خدا اس میں پاک روح پھونک اور اپنی طاقت دے اس میں اپنا جلال۔ اپنی عقل اپنا رحم۔ روحانیت نیکی وغیرہ سے اسے معمور کر۔ اس کے دل میں اپنا خوف قائم کر۔ اب اور ہمیشہ کے لئے۔

اس کے بعد قومی راگ گایا گیا۔ خدا بادشاہ کو سلامت رکھے خداوند بادشاہ کی عمر دراز کرے۔ خداوند ہمارا بادشاہ ابد الآباد تک قائم رہے۔ آمین! آمین!

اس کے بعد کنگ جارج اپنے والد کنگ ایڈورڈ کی کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ اور چار نائٹ اس وقت بادشاہ کے اوپر ایک سنہری شامیانہ تان کے کھڑے ہوئے۔

ڈین آف ویسٹ منسٹر تیل کی کپی اور چمچہ قربانگاہ سے اُٹھا کے لائے۔ تھوڑا سا تیل چمچہ میں ڈال کے آرچ بشپ آف کنٹربری نے اول بادشاہ کی پیشانی پہ ملکے کراس بنایا جس طرح سارے بادشاہوں۔ عابدوں اور نبیوں کے

فہرست کتب موجودہ دفتر الحکم قادیان

نماز پر تقریر اور مسئلہ وحدت وجود پر خط۔ حضرت مسیح موعودؑ نے نماز کے اسرار پر لطیف تقریر فرمائی ہے۔ اور وحدت وجود کے اعتقاد کا لاجواب رد کیا ہے۔ یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے۔ قیمت ... ۲ر

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ قیمت ۴ر

نور القرآن حصہ دوم۔ عیسائیوں کا عجیب رد ... ۴ر

فیصلہ آسمانی ... ۲ر

ایڈیٹر الحکم کی تالیفات **تفسیر القرآن** فی سپارہ

قیمت ... عمر

سات پارے قرآن شریف کے تیار ہیں۔ قیمت فی پارہ ... ۴ر

سلک مروارید حصہ اوّل۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اپنی طرز کا پہلا رسالہ جو مستورات کی اصلاح کیواسطے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق ناول کے طور پر لکھا گیا۔ قیمت ... ۴ر

ایضاً حصہ دوم ... ۴ر

حضرت اقدس کی پرانی تحریریں ... ۲ر

برہان الحق ... ۳ر

مجدد مسیح ... ۳ر

خطبات کریمیہ ... ۲ر

تفسیر سورہ تبت ... ۳ر

نمود قرآن ... ۳ر

شرح قیمت چندہ ہر حال میں پیشگی

عوام سے ... ... للعہ

خواص سے ... ... للعہ

ہندوستان سے باہر ... ... للعہ

غرباء طلباء اور غیر مستطیع احباب سے صرف ... ... للعہ

از منیجر الحکم قادیان ضلع گورداسپور

الحکم

قادیان دارالامان

۷ و ۱۴ اگست ۱۹۱۱ء

ایڈیٹر

شیخ یعقوب علی (تراب) احمدی

چہ گویم با تو گر آئی چہ در قادیان بینی

دو اپنی شفا بینی غرض دار الامان بینی

قادیان دار الامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شایع ہوتا ہے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک و ایڈیٹر [illegible] چھپ کر شائع ہوا

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات اور سیرت

بقیہ ہفتہ گذشتہ

حضرت عمرؓ نے خلیفہ اول کے پاس عرض کی کہ مجھکو خلیفہ نہ بنائیں کسی اور کو بنادیں۔ کیونکہ مجھے خلافت کی ضرورت نہیں۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ بیشک تم کو خلافت کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر خلافت کو تمہاری اشد ضرورت ہے۔ اس لئے چپ چاپ یہ گرانبار بوجھ دوش پر اٹھالو۔

حضرت عمرؓ نے سر تسلیم خم کیا اور مصافحہ کر کے خلیفہ اول سے رخصت ہوئے ان کے جانے کے بعد خلیفہ اول نے نہائت تضرع اور درد کے ساتھ اللہ کے حضور دعا مانگی۔ کہ۔ اے پروردگار میں نے یہ کام محض تیری رضامندی اور مسلمانوں کی خیرخواہی کے لئے کیا ہے۔ کیونکہ مجھکو خوف تھا کہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو ان میں فتنہ بپا ہوتا۔ میں نے جس شخص کو تمام صحابہ میں سے بہتر سمجھا اس کو میں نے خلیفہ نامزد کر دیا ہے کہ وہ تیری شریعت کو قائم رکھے اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرے اے میرے پروردگار تو اس کو نیک چلن خلیفہ اور رعایا کو اس کا تابع فرمان بنائے رکھ۔"

خلیفہ اول اس ضروری اور اہم کام سے فراغت حاصل کر کے بڑے مطمئن ہو گئے۔ لیکن کسی نے ان کو اطلاع دی کہ بعض لوگ ان کے اس فیصلہ پر راضی نہیں ہیں۔ چنانچہ جب حضرت عبدالرحمنؓ بن عوفؓ آپ کی مزاج پرسی کے لئے آئے۔ تو آپ نے شکایتاً کہا کہ تم لوگوں نے مجھ کو بیماری سے زیادہ تکلیف دے رکھی ہے۔ میں نے اپنے خیال میں جس شخص کو بہتر سمجھا اس کو تم پر خلیفہ مقرر کیا۔ مگر تم لوگ ناک بھویں چڑھاتے ہو۔ اور خود خلافت کی خواہش رکھتے ہو۔ دیکھو تمہاری آنکھوں میں دنیا خوش دکھائی دے رہی ہے۔ تم دنیا کو پیار کرتے ہو۔ دنیاوی آرام راحت اور لذت کے تم گرویدہ ہو رہے ہو۔ تم آسائش کے سامان اور راحت کی اشیاء اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو۔ تم کو کمبل پر بیٹھنا اور خاک پر بیٹھنا ناگوار گذرتا ہے۔ تم ریشمی بستروں کے خواہشمند ہو۔ اور نرم نرم گدیلوں کی آرزو رکھتے ہو۔ خدا کی قسم اگر کسی مسلمان کی یہ حالت ہو جائے تو اس کے لئے بہتر ہوگا۔ کہ وہ دنیاوی لذات میں پڑنے کے بجائے قتل کیا جائے۔ تم لوگ اسلام کے پہلے رہنما ہو۔ کیا تم کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ تم اپنے لئے دنیاوی راحت اور آسائش پسند کرو۔ میرے بھائیو۔ یہ نہائت ذلیل چیزیں ہیں۔ ان سے بچنے کی کوشش کرو۔

عبدالرحمنؓ کے دل پر اس تقریر نے اثر کیا اور اس نے خلیفہ اول کو تسلی دی۔ کہ آپ نے جو کچھ کیا ہے۔ نہائت نیک نیتی سے مسلمانوں کی خیرخواہی کے لئے کیا ہے اور تمام مسلمان اس پر راضی ہیں۔ اگر شاذو نادر کوئی اپنے دل میں راضی نہ ہو۔ تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے وہ خود بخود راضی ہو جائیگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس نیک کام کا اجر عظیم عطا فرماوے۔ اور آپ کے دل میں اس کام کے متعلق خوشی اور راحت بھر دے۔

خلیفہ اول کو یہ سن کر نہائت خوشی ہوئی۔ پھر آپ نے اپنے متعلق یہ وصیت کی کہ جب میں وفات پاؤں تو اسی وقت مجھ کو آنحضرت صلعم کے پہلو میں دفن کیا جائے اور غسل مجھ کو میری بی بی اسماء اور میرا بیٹا عبدالرحمن دیں۔ اس وصیت کے بعد آپ نے نہائت اطمینان کے ساتھ روز سہ شنبہ کی شام کو ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ ہجری میں اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کی۔ آپ کی وصیت کے بموجب اسی رات انہیں آنحضرتؐ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

طبری لکھتا ہے کہ خلیفہ اول کی وفات روز دوشنبہ جمادی الآخر ۱۳ھ ہجری میں ہوئی اور فتح دمشق کی تاریخ بھی یہی بیان کی گئی ہے اسی لحاظ سے بعض مورخوں نے یہ لکھا ہے کہ خلیفہ اول کی وفات اسی دن ہوئی۔ جس دن کہ قلعہ دمشق فتح ہوا تھا۔ بہرحال فتح دمشق خلیفہ اول کے عہد کا واقعہ ہے۔

خلیفہ اول کی عمر وفات کے وقت قریباً ۶۳ سال بیان کی گئی ہے آپ آنحضرت صلعم سے دو سال چند ماہ بعد پیدا ہوئے تھے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ آپ آنحضرت صلعم کے بعد اتنی مدت یعنی دو سال چند ماہ زندہ رہے۔ اور آنحضرت صلعم کی عمر کے قریب پہنچکر آپ نے انتقال کیا۔

خلیفہ اول کی وفات پر تمام مدینہ میں کہرام مچ گیا اور صحابہ پر وہی حالت طاری ہوئی۔ جو آنحضرت صلعم کی وفات پر ہوئی تھی آپ کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ کو سخت صدمہ پہنچا اور انہوں نے یہ فرمایا:-

اے میرے پیارے باپ! اللہ تعالیٰ نے تیری نیک کوششیں قبول فرمائیں اور تجھکو دنیا اور آخرت میں سرخرو کیا۔ تو دنیا کو ذلیل اور آخرت کو عزیز سمجھتا تھا اسی وجہ سے تو دنیا سے پرہیز کرتا تھا۔ اور آخرت کو حاصل کرنے کی طرف مائل رہتا تھا۔ رسول اللہ صلعم کی وفات ہمارے لئے سخت مصیبت تھی۔ مگر تیری موت بھی ویسی ہی مصیبت ہے۔ ہمارے لئے یہ دوسرا جانکاہ حادثہ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وعدہ دیا گیا ہے کہ جو شخص مصائب میں صبر کرے اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرماویگا۔ اس لئے میں خدا سے دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت میں مجھ کو صبر جمیل عطا فرماوے۔ اے میرے باپ! اگر میں تیری زندگی کی آرزو کروں تو فضول ہے۔ اور اگر تیری موت پر گریہ وزاری کروں تو وہ بے سود ہے اس لئے میں ان دونوں غیر مفید باتوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے تیرے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ تجھکو غریق رحمت کرے۔"

خلیفہ اول کی وفات کا صدمہ تمام صحابہ کے لئے یکساں تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس صدمہ کو معمول سے زیادہ محسوس کیا۔ آپ نے جس وقت خبر سنی۔ اسی وقت روتے ہوئے خلیفہ اول کے مکان پر آئے۔ آپ کے آنسو بے اختیار جاری تھے۔ اور آپ دردبھرے دل کے ساتھ یہ کہتے جاتے تھے:-

اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ تجھ کو غریق رحمت کرے تو پہلے اسلام لانے والا تھا۔ تو بڑا راسخ الاعتقاد تھا۔ تیرا ایمان نہائت مضبوط تھا۔ تو سیرچشم تھا۔ تو اسلام کا سچا حامی تھا اور دلی ہمدرد تھا۔ تو نے رسول اللہ صلعم کی اس وقت تصدیق کی جبکہ لوگوں نے ان کی تکذیب کی۔ تو نے ان کی اس وقت امداد کی۔ جبکہ لوگوں نے ان کو دکھ دیا۔ تو نے ان کی اسوقت دلداری اور خبرداری کی۔ جب دوسروں نے ان کو تکلیف پر تکلیف دی۔ تیرا رویہ اور تیرے اخلاق بالکل رسول صلعم کے ساتھ مشابہ تھے۔ تیرا بدن نحیف تھا۔ مگر دین پر اقوی تھا۔ تجھکو سب پر شرف حاصل تھا۔ تیرا دل شیر کی طرح تھا تو کسی مصیبت کے وقت نہیں جھجکا۔ تو کوہ وقار تھا۔ حوادث اور پریشانیوں کے جھونکے تجھکو ذرا جنبش نہ دے سکتے تھے۔ تیرے دلائل قوی ہوتے تھے۔ اور تیری رائے ہمیشہ صائب اور سلیم تھی۔ تو مسلمانوں میں جلیل القدر تھا۔ تجھکو کسی کے مال پر طمع نہ تھی۔ تو کوئی فضول خواہش نہیں کرتا تھا۔ اللہ کے نزدیک تیرا رتبہ بڑا بلند تھا۔ مگر مخلوق اللہ کے ساتھ تو خاکسارانہ پیش آتا تھا۔ زیردست تیرے نزدیک قوی تھا جب تک کہ اس کا حق اس کو نہ مل جائے اور زبردست تیرے نزدیک ضعیف تھا جب تک کہ تو اس سے دوسرے کا حق نہ دلوا دے۔ ہم کو تیری موت کا سخت صدمہ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس صدمہ کے معاوضہ میں ہم کو اجر عظیم عطا فرماوے۔ ہم کو گمراہی سے محفوظ رکھے اور تجھ کو اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے۔

ان کے بعد حضرت عمرؓ آئے اور کہنے لگے "اے خلیفۃ الرسول تو نے قوم کا بوجھ ایک تھکے ہوئے شخص پر رکھدیا ہے۔ اور ان کا والی ایک درماندہ شخص کو مقرر کیا ہے۔ افسوس کہ تیرا ساتھی تجھ سے دور پڑ گیا۔ اور کیونکر وہ تجھ سے مل سکیگا۔"

حضرت ابوبکر صدیق کے تین بیٹے تھے ایک عبداللہؓ جو آپ کے عہد خلافت میں فوت ہو گیا تھا۔ دوسرا عبدالرحمن جو خالدؓ بن ولیدؓ کے ہمراہ شام کے معرکوں میں ایک جانباز اور شجاع سپاہی ثابت ہوا اور جو اس موقعہ پر شام سے واپس آگیا ہوا تھا تیسرا محمدؐ جس نے خلیفہ سوم اور خلیفہ چہارم کے عہدوں میں نمایاں حصہ لیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وصیت کر دی تھی کہ جو کچھ میرا اثاثہ باقی رہ جاوے۔ وہ سب کا سب میرے جانشین کو دیا جاوے۔ اور اسی پر عمل کیا گیا۔

آپؓ کی سیرت

حضرت ابوبکر صدیقؓ قریش کے ایک ممتاز قبیلہ بنی تیم سے تھے۔ اور آپ ساتویں پشت میں آنحضرتؐ کے ساتھ ملتے تھے۔ جیسے کہ صفحہ ۳۴ کے نوٹ میں ذکر کیا گیا ہے۔ آپ کا پہلا نام عبدالکعبہ تھا۔ آپ ایک اچھے عالم۔ تاریخ دان اور بڑے زیرک اور معاملہ فہم تھے۔ آپ نامی تاجر اور بڑے مالدار آدمی تھے۔ مکہ کے رؤسا میں آپ کو بڑی عزت اور توقیر حاصل تھی اور ظہور اسلام کے وقت آپ مکہ کے چیف مجسٹریٹ تھے۔ اس وقت قریش کے قبائل میں سے حسب ذیل قبیلے بڑے ممتاز سمجھے جاتے تھے اور مکہ کی حکومت ان میں منقسم تھی یعنے (۱) بنی ہاشم (۲) بنی اُمیہ (۳) بنی نوفل (۴) بنی عبدالدار۔ (۵) بنی اسد (۶) بنی تیم۔ (۷) بنی مخزوم۔ (۸) بنی عدی (۹) بنی جمح۔ (۱۰) بنی سہم۔

(۱) حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت بنی ہاشم کے سپرد تھی۔ اور اس وقت بنی ہاشم میں سے پہلے عبدالمطلب۔ پھر ابی طالب اور پھر حضرت عباس اس خدمت پر مامور رہے اور وہ تمام قبائل قریش کے بڑے رئیس یعنی سید سمجھے جاتے تھے۔

(۲) بنی اُمیہ کی تفویض میں اہل مکہ کا جھنڈا رہتا تھا۔ جس کا نام عقاب تھا اور اس کا انتظام ابوسفیان کے متعلق تھا۔ اور وہ تمام قبائل قریش کا کمانڈر انچیف سمجھا جاتا تھا۔

(۳) بنی نوفل قومی فنڈ (رفادہ) کے تحویلدار تھے۔ یہ فنڈ قریش کے غرباء اور مسافروں کی امداد اور خورد و نوش میں خرچ

کیا جاتا تھا۔ حرث بن عامر اس فنڈ کا افسر تھا۔

(۴) بنی عبدالدار میں سے عثمان بن طلحہ کے سپرد کعبہ پر غلاف چڑھانا اور اس کی حفاظت یعنی دربانی کا کام تھا۔

(۵) بنی اسد میں سے یزید بن زمعہ دارالندوہ (کمیٹی ہال) کا مہتمم تھا۔

(۶) بنی تیم میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ دیوانی اور فوجداری کے چیف مجسٹریٹ یعنی عدالت العالیہ تھے۔

(۷) بنی مخزوم میں سے خالدؓ بن ولید کے متعلق سامان جنگ کی تیاری اور جنگ کے لئے نوبت بجانے کا کام تھا۔ وہ قبائل قریش سے مکہ کمسریٹ ورٹرانسپورٹ کا اعلیٰ افسر تھا۔

(۸) بنی عدی میں سے حضرت عمر بن خطاب کے سپرد سفارت کا کام تھا۔ اور قبائل قریش کے اعلیٰ سفیر تھے۔

(۹) بنی جمح میں سے صفوان بن امیہ کے متعلق (ازلام) تیروں سے فال لینے کا فیصلہ صادر کرنے کا کام تھا۔

(۱۰) بنی سہم میں سے حارث بن قیس کے سپرد پبلک خزانہ کا انتظام تھا۔

باوجود اس کے کہ اخلاقی حالت ان دنوں بالعموم نہایت گری ہوئی تھی۔ مگر حضرت ابوبکرؓ اپنی سوسائٹی کے تمام عیوب سے بالکل پاک صاف تھے اور بڑے پاک دامن اور نیکوکار مشہور تھے۔ آپ بڑے مہمان نواز تھے۔ محتاجوں کی دستگیری کرتے تھے مصیبت زدوں کی امداد کرتے اور ابنائے جنس کے ساتھ نہایت خلق اور احسان سے پیش آتے تھے۔

آپ کو آنحضرت صلعم کے ساتھ بچپن سے ہی اُنس تھا اور جب آنحضرت صلعم خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ شادی کرکے انہی کے مکان میں آرہے تو حضرت ابوبکرؓ کو جو اسی محلہ میں رہتے تھے۔ آنحضرتؐ کے ساتھ نشست و برخاست کرنے کا بہت ہی زیادہ موقعہ ملتا رہا۔ شاید ہی کوئی دن خالی جاتا۔ جس دن آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ میں ملاقات نہ ہوتی۔ یہ خالص محبت دن بدن ترقی کرتی گئی۔

جب آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنے رسول اللہ ہونے کی بشارت سنائی تو آپ نے بلا کسی ہچکچاہٹ اور تعجب کے آنحضرتؐ کی تصدیق کی۔ اور اسی وقت اُن پر ایمان لے آئے۔ بعض مورخ لکھتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کی رسالت پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ابوبکرؓ صدیق تھے۔ مگر بعض لکھتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں پھر حضرت علیؓ پھر زیدؓ بن حارث جو آنحضرتؐ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اور ان کے بعد حضرت ابوبکرؓ ایمان لائے۔ بعض نے ان اقوال کی یوں تطبیق کی ہے کہ عورتوں میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ لڑکوں میں سے حضرت علیؓ اور مردوں میں سے حضرت ابوبکرؓ پہلے ایمان لائے۔ لیکن اُن اقوال کی اس سے زیادہ اچھی تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ حضرت خدیجہ۔ حضرت علی۔ اور زید بن حارث آنحضرتؐ کے گھر کے لوگ تھے۔ اس لئے گھر سے باہر جو شخص آنحضرتؐ پر سب سے پہلے ایمان لایا۔ وہ حضرت ابوبکرؓ تھے۔ آنحضرتؐ نے آپ کا نام بجائے عبدالکعبہ کے عبداللہ رکھا۔ اور عتیق اور صدیق کا لقب عطا فرمایا۔

حضرت ابوبکرؓ نے صرف اپنے اسلام لانے پر ہی قناعت نہیں کی بلکہ اشاعت اسلام میں دل و جان سے کوشش شروع کی چنانچہ وہ پانچ آدمیوں کو قائل کرکے آنحضرتؐ کی خدمت میں لے گئے۔ جن کے نام یہ ہیں:—

۱۔ سعد بن ابی وقاص جس کی عمر اس وقت بمشکل سولہ سترہ سال کی تھی اور جو آنحضرت صلعم کی والدہ ماجدہ مرحومہ کا بھتیجا تھا

۲۔ زبیر بن عوام جو سعد سے کچھ کم عمر کا تھا۔ اور جو آنحضرتؐ کی پھوپھی کا بیٹا تھا۔

۳۔ طلحہ بن عبداللہ عمر میں زبیر کے برابر تھا اور حضرت ابوبکرؓ کا قریبی تھا۔

۴۔ حضرت عثمان بن عفان جو بنی امیہ قبیلہ سے تھے اور جن کی عمر اس وقت تیس سال سے اوپر اور چالیس سال سے کم تھی اور جو ماں کی طرف سے عبدالمطلب کے نواسے تھے۔ اور بڑے دولتمند تھے۔

۵۔ عبدالرحمٰن بن عوف جو عمر میں آنحضرتؐ سے دس سال چھوٹا تھا اور بڑا ذی وجاہت اور مالدار آدمی تھا۔ ابو عبیدہؓ بن جراح بھی عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ ہی ایمان لایا۔ اور یہ گروہ جو حضرت ابوبکرؓ کی سعی اور کوشش سے ایمان لایا۔ اسلامی تاریخ میں بڑا نامور اور ممتاز ثابت ہوا۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنا تمام مال اسلام کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا اور کئی ایک غلاموں کو جو مسلمان ہوجانے کی وجہ سے اپنے مشرک مالکوں کے ہاتھ سے سخت ایذائیں اٹھاتے تھے۔ خرید کر آزاد کردیا۔ جن میں بلالؓ جو اسلامی جماعت کا موذن تھا عامرؓ بن فہیرہ جو حضرت ابوبکرؓ کا گلہ چرایا کرتا تھا۔ اور جس نے ہجرت نبویؐ کے وقت بڑی جانفشانی سے آنحضرت صلعم کی قابل قدر خدمت ادا کی تھی اور عبداللہ بن مسعود جو آنحضرتؐ کا جان نثار خدمت گذار تھا بڑے مشہور ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ تمام مصائب اور تکالیف میں آنحضرت صلعم کے رفیق رہے۔ آپ نے ایک لمحہ کے لئے بھی آنحضرتؐ کی مفارقت گوارا نہ کی۔ اور آخر آنحضرتؐ کے ساتھ ہی ہجرت کرکے مدینہ پہنچے تمام غزوات میں حضرت ابوبکرؓ آنحضرتؐ کے باڈی گارڈ رہے اور دشمنوں سے آپ کی حفاظت کرتے تھے۔ جب کوئی دشمن موقعہ پاکر آنحضرتؐ پر حملہ آور ہوتا تو آپ سینہ سپر ہوکر اس سے مقابلہ کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گزند نہ پہنچنے دیتے۔ ابتدائے اشاعت اسلام سے لیکر آنحضرتؐ کی وفات تک یہ دونوں مقدس وجود باہم شیر و شکر رہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے خلافت پر بیٹھتے ہی سوائے مدینہ منورہ مکہ معظمہ اور طائف کے تمام عرب کے لوگ مرتد ہوگئے تھے۔ اور کئی ایک مدعیان نبوت اٹھ کھڑے ہوئے۔ جن کا مختصر ذکر صفحہ ۴۵ میں آچکا ہے۔ یہ ایسی حالت تھی۔ جیسے کہ ابتدائے اسلام میں آنحضرتؐ کے پیش آئی تھی۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق ایک لمحہ کے لئے بھی نہ گھبرائے۔ آپ نے گیارہ دستے فوج کے تیار کئے اور ہر ایک دستہ ایک افسر کے ماتحت دیکر چاروں اطراف عرب میں روانہ کردیا۔

پہلا دستہ خالدؓ بن ولید کی ماتحتی میں طلیحہ بن خویلد اسدی کے مقابلہ پر جس نے دعویٰ نبوت کیا تھا ارسال کیا اور حکم دیا کہ اس طرف سے فراغت پاکر مالک بن نویرہ کی سرکوبی کو جانا۔

دوسرا دستہ عکرمہ بن ابی جہل کی ماتحتی میں مسیلمہ کذاب کے مقابل روانہ کیا جس نے دعویٰ نبوت کرکے ایک کثیر جماعت اپنے ساتھ فراہم کرلی تھی۔

تیسرا دستہ شرجیل بن حسنہ کی ماتحتی میں دے کر اس کو عکرمہ بن ابی جہل کی امداد پر روانہ کیا۔

چوتھا دستہ عمرو بن عاص کی ماتحتی میں دے کر قبیلہ قضاعہ کی طرف بھیجا۔ اسی طرح گیارہ سرداروں کو مختلف قبیلوں کی طرف تہامہ۔ یمن۔ حضرموت۔ عمان بحرین وغیرہ علاقوں میں ارسال کیا گویا تمام عرب میں اسلامی لشکر پھیلا دیا۔ اور خود مدینہ کی حفاظت کرنے لگے۔ اتنے میں بنی غطفان۔ بنی اسد۔ اور بنی طے وغیرہ قبیلوں نے پیش قدمی کرکے مدینہ پر چڑھائی کردی۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے معہ حضرت علیؓ۔ زبیرؓ اور طلحہؓ کے بہ نفس نفیس مدینہ سے باہر نکلکر دشمنوں کو فاش شکست دی اور کئی ایک قتل کرکے اُن کو تتر بتر کردیا۔

قبائل عرب میں سے سب سے بڑا معرکہ اہل اسلام کو مسیلمہ کذاب کے ساتھ یمامہ میں پیش آیا۔ عکرمہ بن ابوجہل نے بجائے شرجیل کی امداد کا انتظار کرنے کے لڑائی شروع کردی۔ مسیلمہ کے ہمراہ کثیر فوج تھی۔ اور قوم بنی حنیف بڑی دلیر اور سخت لڑاکی تھی۔ عکرمہ گو جان توڑ کر لڑا مگر اس کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور اس نے شکست کھائی۔ جب خلیفہ اول کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ نے عکرمہ کی جلد بازی پر ناراضگی کا اظہار کرکے اس کو حکم بھیجا کہ تم اپنے باقی ماندہ ہمراہیوں کو لیکر عمان کی طرف چلے جاؤ۔ اور خالدؓ بن ولید کو جو طلیحہ بن خویلد کو بھگا کر اور مالک بن نویرہ کو قتل کرکے اپنے ڈیوٹی سے فارغ ہوچکا تھا مسیلمہ کذاب کے مقابلہ پر روانہ کیا اور شرجیلؓ بن حسنہ کو لکھ بھیجا کہ خالدؓ بن ولید کے لشکر کے ساتھ شامل رہے۔

جب خالدؓ بن ولید یمامہ میں پہنچا تو مسیلمہ بڑی جمعیت کے ساتھ جس کی تعداد چالیس ہزار بیان کی گئی ہے۔ مقابلہ کے لئے نکلا۔ لڑائی بڑی خونریز ہوئی۔ اور طرفین کے کثرت آدمی مقتول ہوئے۔ مگر آخرکار مسیلمہ قتل ہوا۔[1] اور میدان خالدؓ بن ولید کے ہاتھ رہا۔ اسی عرصہ میں تمام دستے ہر ایک موقعہ پر غالب آئے اور عرب کے تمام قبائل از سرنو اسلام کے مطیع و منقاد ہوگئے اور ارتداد چھوڑ کر ایسے پکے مسلم بن گئے۔ کہ اسلام کی خدمت کرنے میں جان و مال خرچ کرنے پر تیار ہوگئے۔

خلیفہ اول کی عہد کی فتوحات کا جو ملک شام میں ہوئیں مفصل ذکر آچکا ہے۔ سرحد ایران یعنے عراق عربی میں جو فتوحات خالدؓ بن ولید نے کیں۔ اُن کا ذکر فتح عراق کی ضمن میں مفصل کیا جائیگا۔

جب جنگ یمامہ میں بہت سے حافظ قرآن صحابی شہید ہوگئے تو خلیفہ اول نے مناسب سمجھا کہ قرآن کو جمع کرکے قلمبند کردیں۔ دراصل آنحضرتؐ کی زندگی میں ہی آیات کی ترتیب اور سورتوں کی تکمیل ہوچکی تھی۔ بعض صحابیوں کو ایک ایک دو یا زیادہ سورتیں حفظ تھیں اور بعض کو تمام سورتیں قرآن مجید کی ازبر یاد تھیں علاوہ اس کے تمام سورتیں متفرق طور پر آنحضرت صلعم نے لکھا رکھی تھیں حضرت ابوبکرؓ نے صرف اتنا کیا کہ تمام سورتوں کو جمع کرکے ایک جلد

[1] نوٹ ایک روائت میں ہے۔ کہ مسیلمہ کذاب کو اسی حبشی نے اسی حربہ کے ساتھ قتل کیا جس حربہ کے ساتھ اس نے جنگ احد میں حضرت حمزہ شیر خدا کو چھپ کر شہید کیا تھا۔

کے اندر قلمبند کر دیا حضرت ابوبکرؓ اسلام میں پہلے شخص تھے جنہوں نے بلا تذبذب اسلام قبول کیا۔ وہ پہلے شخص ہیں۔ جو خلیفہ کہلائے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ممالک غیر سے خراج لیا اور وہ پہلے شخص ہیں۔ جنھوں نے بیت المال (پبلک ٹریژری) کی بنیاد رکھی۔

یہ کم تعجب اور حیرت کی بات نہیں کہ وہ شخص جو تمام عرب کا حکمران تھا جو حکومت یعنے تمام عرب پر کسی بادشاہ کو پیدائش آدمؑ سے لیکر نصیب نہ ہوئی تھی۔ جس کی ظفر موج فوج ادھر شام اور ادھر عراق میں فتح پر فتح پا رہی تھی۔ جس کے رعب اور دہشت سے شاہ ایران اور شاہ روم اپنے اپنے تخت پر لرزان و ترسان تھے اور جس کے نام سے یہ طاقت ور اور زبردست سلطنتیں بے اختیار کانپ رہی تھیں۔ وہ پُرجلال اور پُرہیبت بادشاہ ابتدائے خلافت میں دن کے وقت کچھ فراغت حاصل کر کے اسی مدینہ کی گلیوں میں جہاں وہ زبردست اور طاقتور عصائے شہنشاہی ہاتھ میں لئے ہوتا تھا کچھ سوداگری کا سامان کاندھے پر ڈالے بے تکلف بیچتا پھرتا تھا اس طرح جو کچھ نفع پیدا کرتا۔ وہ اپنے عیال کی پرورش میں صرف کرتا تھا۔ اور یہ اس نامور سلطان عرب کا ذریعہ معاش تھا۔

اس پُرشکوہ اور کوہ وقار بادشاہ کے چیف سٹیٹ کونسلرز (یعنی اعلیٰ مشیران سلطنت) یعنی حضرت عمرؓ جو لارڈ چیف جسٹس (اعلیٰ افسر عدالت العالیہ) اور حضرت ابو عبیدہ جو ابتدا میں لارڈ آف ٹریژری (اعلیٰ افسر بیت المال) تھے اور حضرت علیؓ جو چیف سکرٹری تھے۔ اور حضرت عثمان اور زید بن ثابت جو چیف سکرٹری کے نائب تھے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی تنخواہ نہ لیتا تھا۔ اور اپنی اپنی معاش کے لئے الگ کاروبار کرتے تھے۔

جب صحابہ کرام نے دیکھا کہ امور سلطنت کا بوجھ دن بدن زیادہ بڑھتا جاتا ہے اور خلیفہ اول کو تجارت کے کاروبار کے لئے فرصت نہیں ملتی تو انھوں نے کہا کہ آپ اپنے ذاتی مصارف کے لئے بیت المال سے کچھ روزانہ نقدی لے لیا کریں۔ اس پر خلیفہ اول نے صرف اسی قدر بیت المال سے روزینہ لینا شروع کیا۔ جو اُن کی نہایت سادہ گذران کے لئے بھی بمشکل کافی ہوتا تھا۔ ایک دن اس عظیم الشان شہنشاہ کی بیوی شہنشاہ بیگم نے کہا کہ میرا دل مٹھائی کھانے کو چاہتا ہے۔ شہنشاہ نے اپنی بیگم کو جواب میں کہا۔ کہ میرے پاس کچھ نہیں جس سے میں مٹھائی خرید لاؤں۔ بیگم نے کہا کہ اچھا آئندہ میں اپنے روزینہ میں سے تھوڑا سا ہر روز بچایا کرونگی۔ تاکہ کبھی دل چاہے تو مٹھائی خرید لیا کریں۔ شہنشاہ نے کہا کہ اچھا بچایا کرو۔ بیگم صاحبہ نے ہر روز تھوڑا تھوڑا بچانا شروع کیا۔ جب ایک خفیف سی رقم جمع ہوگئی۔ تو بنفس شہنشاہ نے وہ رقم بیگم صاحبہ سے لیکر بیت المال میں جمع کرا دی اور کہا کہ جس قدر ہمارے روزانہ گذارہ سے بچ سکتا ہے اس کے لینے کا ہم کو کوئی حق نہیں۔ کیونکہ ہمارا روزینہ قومی خزانہ سے آتا ہے اور جو کچھ ہمارے مصرف سے بچ رہا ہے۔ وہ قوم کا مال ہے۔ اور چونکہ اتنا ہمارے صرف سے بچ سکتا ہے۔ اس لئے آئندہ اسی حساب سے ہم کم روزینہ لیا کریں گے۔ چنانچہ اسی اندازہ سے اپنا روزینہ کم کر دیا۔ وفات کے وقت آپ کو یہ روزینہ لینا بھی شاق گذرا اور آپ نے وصیت کی کہ جس قدر روپیہ میں نے بیت المال سے اپنے ذاتی مصارف کے لئے لیا ہے۔ وہ سب حساب کر کے اتنی رقم میرا مکان بیچکر بیت المال میں داخل کی جائے۔ حضرت ابوبکرؓ ہر ایک امر کا فیصلہ کرنے کے وقت ہمیشہ کتاب اللہ اور رسول اللہ کو پیش نظر رکھتے تھے۔ اگر کوئی انوکھا امر پیش آجاتا۔ تو اس وقت بموجب حکم الٰہی صحابہ سے مشورہ کر لیتے تھے۔ اسی کا نام اجتہاد ہے۔

آپ کے دو اقوال میں سے یہ دو قول آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

(۱) اعمال صالحہ مصائب کے شدید صدموں سے انسان کو یقیناً محفوظ رکھتے ہیں۔

(۲) موت جبتک دُور ہوتی ہے۔ سخت ترین دکھائی دیتی ہے۔ لیکن جب آجاتی ہے۔ تو سہل ترین ہو جاتی ہے۔

کیا مُسلمان ہِندو ہیں اور قرآن کریم وید کا ترجمہ ہے؟

جو میرے دل میں ہے وہ مُنہ پر صاف کہتا ہوں
کسی کا کوئی شکوہ غائبانہ ہو نہیں سکتا

لاہور کے روزانہ پیسہ اخبار میں کسی "خیر خواہ احمدی" نے لاہور کے میونسپل الیکشن اور آریہ سماج کے عنوان سے ایک آرٹیکل شائع کیا ہے۔ اس آرٹیکل میں حضرت مسیح موعودؑ کی طرف بعض ایسی باتیں منسوب کی ہیں کہ ایک **غیور احمدی** ایک لحظہ کے لئے بھی انہیں پڑھنا اور سُننا گوارا نہیں کر سکتا علاوہ بریں ایسے خیالات جو حقیقت اسلام سے دور ہیں اور جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی شان پر حملہ ہوتا ہو ممکن نہیں۔ ناممکن ہے کہ جوش نہ آئے۔ اس لئے ان کی تردید کرنا ضروری ہے وہ خواہ کسی کے خیالات اور مقالات ہوں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں تو اس سے ہمارے اندر بزدلی۔ نفاق اور دینی بے حمیتی پیدا ہوگی۔

اس میں شک نہیں کہ جب کسی اپنے دوست یا بھائی کے کسی ایسے خیالات کی تردید کرنی پڑتی ہے۔ جو قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر سلسلہ عالیہ احمدیہ پر ایک حملہ کی صورت رکھتا ہو۔ تو ناگوار ضرور معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب اس سلسلہ حقہ کے لئے اپنے بھائیوں اور دوسرے علماء اسلام کے خیالات کی تردید کرنے میں ہمیں تامل نہیں۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ اگر ہمارے اندر سے کوئی ایسی آواز نکلے جو حق کے خلاف ہو تو ہم اُس کی تردید نہ کریں۔

میں نے بارہا اس امر کو الحکم کے ذریعہ پیش کیا ہے کہ ہم میں سے کسی کا کوئی حق نہیں۔ کہ ہم کوئی فتویٰ دیں یا اجتہاد کریں

ہمارا امام موجود ہے

اس سے یہ مراد نہیں کہ ہم اپنی ذہنی اور اجتہادی استعدادوں کو کچل دیں۔ بلکہ مطلب صاف ہے۔ اگر ہم کو ایسی ضرورت پیش آئے تو ہم اس کے اظہار سے پہلے اس خیال یا اجتہاد کو **حضرت امام** کے حضور پیش کریں۔ اگر وہ اس پر صاد کرتا ہے اور اسے صحیح تسلیم کرتا ہے۔ تو اس کی اشاعت کے لئے ہم جرأت کریں ورنہ خاموش رہیں۔ ایسے امور جن کا اثر کسی شخصیت پر نہیں بلکہ سلسلہ پر پڑتا ہو۔ وہ **امام** کی منظوری کے بغیر ہرگز شائع نہیں ہونے چاہئیں۔ اس طرح پر غیر ذمہ دار لوگوں کی تحریریں بُرا اثر ڈالتی ہیں۔ اگر ان کی تردید نہ کی جاوے تو **حق اور باطل** مل جاتے ہیں اور حق مشتبہ ہوتا ہے اور اگر ان کی تردید کی جاوے تو پھر **تفرقہ** کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے میں پھر ایک بار اس امر کو پیش کرتا ہوں کہ جو لوگ تحریر یا تقریر کے ذریعہ کوئی جدید خیال پیش کریں انہیں لازم ہے کہ

وہ حضرت امام کے حضور پیش کر کے اجازت حاصل کریں

اس صورت میں ان کی وہ رائے مستند اور سلسلہ کی رائے قرار پاکر وقیع اور قابل اعتبار ہوگی۔

اس مختصر تمہید کے بعد میں اصل مطلب کا اظہار کرتا ہوں پیسہ اخبار میں "خیر خواہ احمدی" نے جو مضمون شائع کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے۔

> زمانہ کے بہی خواہ اور ہمدرد بندگانِ خدا حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جب صرف مذہبی نقصانات کو آپس میں ہندو مسلمانوں کے درمیان نفاق کا موجب پایا اور فتنہ و فساد ان دو قوموں میں برپا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہیں سکتیں۔ اسکی جڑ ایسی بات میں محسوس کی تو ہندو صاحبان کی توجہ کو اس طرف کھینچ کر دنیا میں صلح اور آشتی قائم کرنے کے لئے پیغام صلح پیش کیا اور لکھا۔
>
> کہ جہاں اتنے متضاد خیالات کی قوموں کو ہمارے ہندو بھائی ہندو کہہ سکتے ہیں۔ دخل کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کو وہ ہندو نہ کہیں اور قرآن کریم میں جو مضامین ہیں۔ اور جو ہدایات اور احادیث صحیحہ ہیں جو احکام ہیں جن پر کہ اہل اسلام کاربند ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ان کو بھی ایک ترجمہ وید کا نہ مان لیں۔

یہ وہ خطرناک اور زہریلے خیالات ہیں جو خیر خواہ نہیں بلکہ بدخواہ احمدی نے شائع کئے ہیں۔ اور وہ اس قابل ہیں کہ ان سے بیزاری ظاہر کی جاوے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیغام صلح میں ہرگز ہرگز ان خیالات کو ظاہر نہیں فرمایا کہ نعوذ باللہ قرآن مجید وید کا ترجمہ ہے یا احادیث اور احکام اسلام وید کا ایک ترجمہ ہیں اور نہ یہ فرمایا کہ مسلمانوں کو ہندو کہا جاوے۔ یہ دلیری اور گستاخی سخت افسوس کے قابل ہی نہیں بلکہ نفرت کے قابل ہے۔ یہ سراسر

تقول علی الامام ہے!

ونعوذ باللہ من ذالک۔

حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام صلح چھپا ہوا موجود ہے۔ اس میں ان خیالات کو ہرگز ظاہر نہیں کیا گیا اور وہ عظیم الشان انسان جو اسلام کا مجدد اعظم تھا۔ جس کو وحی ہوئی قل انی امرت وانا اول المسلمین جو قرآن کریم میں ان الدین عند اللہ الاسلام پڑھتا اور اسی کی تلقین کرتا ہے۔ وہ عظیم الشان مجدد اسلام جو یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مسلمان ہی نام رکھا ہے۔ کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ

مسلمانوں کو ہندو کہو

اور وہ جو قرآن مجید کو تمام صداقتوں کا منبع اور چشمہ یقین کرتا اور اسی کا وعظ دُنیا میں کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ اس کو وید کا ترجمہ کہو!! ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ یہ ایک ایسی **ناقابل عفو**

غلطی ہے۔ جس کا کفارہ آسان نہیں۔ اس سے **قرآن مجید اور اسلام کی سخت ہتک متصور ہے۔**

حضرت مسیح موعودؑ نے پیغام صلح میں کیا جاہتے ہے؟ یہ کہ "ہندو صاحبان اگر دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کردیں۔ اور اس کا مضمون بھی یہ ہوگا۔ کہ ہم **حضرت محمد مصطفے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں۔ اور آپؐ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں** اور آئندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کرینگے جیسا کہ ایک **ماننے والے کے مناسب حال ہے۔"**

اور خود جو اقرار نامہ لکھتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ

"ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے اور وید اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لینگے"

اب خدا کے لئے غور کرو۔ یہ **معاہدہ صلح** ہے اور یہ شرط ہے جو حضرت مغفور نے پیش کی اس میں صاف لکھا ہے۔ کہ وہ فریق ثانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت پر ایمان لانے کا اقرار چاہتے ہیں اور اور آپ ویدوں کے مصدق ہونے کا اقرار دیتے ہیں۔ قرآن مجید جس طرح پر توریت و انجیل کا مصدق ہے۔ یہی وہ تصدیق ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس موقعہ پر پیش کرتے ہیں۔

قرآن مجید جمیع صداقتوں **کا جامع ہے**۔ کیونکہ فرمایا گیا ہے **فیھا کتب قیمۃ**۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ ویدوں کا ترجمہ ہے۔ ویدوں کی جو کچھ حالت ہے اور امتداد زمانہ نے اس کتاب کو جس سانچہ میں ڈالا ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اور خود حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں جو کچھ اس کے متعلق لکھا گیا ہے۔ وہ ایک ظاہر بات ہے۔ ہاں یہ جدا امر ہے کہ ہم تسلیم کریں کہ **وید** کسی زمانہ میں خدا تعالیٰ **کی طرف سے** آئے اور جس طرح پر توریت اور دوسرے صحف انبیاء پر انسانی **دستبرد** نے اپنا کام کیا۔ ویدوں کی حالت اس سے بھی ابتر ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے کھول کر بھی پیغام صلح میں بتایا ہے۔ کہ **وید کی تعلیم پورے طور پر کسی فرقہ** کو خدا پرست نہیں **بنا سکی** اور نہ بنا سکتی تھی ...... **اور وید** ایک **ایسی مجمل کتاب ہے کہ یہ تمام فرقے اسی میں سے اپنے اپنے مطلب نکال لیتے ہیں** (پیغام صلح صفحہ ۲۳)

ہاں! یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ آپ **وید** کو مفتری کا کلام نہیں سمجھتے مگر جس کتاب کی نسبت ہزار ہا برس موت وارد ہو چکی ہے اور اس میں ہزارہا مفاسد پیدا ہوگئے ہوں۔ وہ کیا ہدایت کا موجب ہوگی؟ ہاں ہو تو اس ابتدائی زمانے میں جب وہ نازل ہوئی۔ ضروریات وقت کے مناسب حال ہدایت نامہ ہوگی۔

الغرض ہمارے "خیر خواہ احمدی" نے یہ مضمون لکھ کر ایک غلط رائے سلسلہ کے متعلق قائم کرنے کا دوسروں کو موقعہ دیا ہے۔ چونکہ اس نے اپنا نام مخفی رکھا ہے ہم نہیں جانتے کہ وہ کون ذریعہ کرتا ہے اسلئے ایسی غیر ذمہ دار رائے ہرگز قابل التفات نہیں ہو سکتی خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس سے **قرآن مجید** اور اسلام پر حملہ ہوتا ہو۔

پس ہم ہرگز ہندو صاحبان سے نہیں چاہتے کہ وہ ہمیں نعوذ باللہ ہندو کہیں۔ ہم مسلمان ہیں جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

اس قسم کی بیہودہ اور دور از کار راؤں کے ظاہر کرنے میں خدا کا خوف کرنا چاہیئے اور ہر شخص کو جرأت نہیں ہونی چاہیئے کہ وہ جو کچھ اناپ شناپ اس کے سر میں آئے اس کو حوالہ قلم کرکے لوگوں کو ہنسی کا موقعہ دے۔ "خیر خواہ احمدی" صاحب کو ایسے خیالات سے **توبہ کرنی چاہیئے۔**

مرادِ ما نصیحت بود کردیم

تعطیل جمعہ پر اخبارات

تعطیل جمعہ کا جو میموریل تجویز کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق اخبارات میں جو رائیں نکل رہی ہیں۔ وہ ذیل میں درج کردی جاتی ہیں۔ ایڈیٹر

اخبار ملت لاہور کی رائے

ملت (خلیفۃ المسیح موعودؑ) مولانا مولوی نورالدین صاحب سے کلی اتفاق کرکے جملہ انجمنہائے و شاخہائے مسلم لیگ و معززاہل اسلام و اسلامی پبلک اور معاصرین کرام کی خدمت میں نہائت زور مگر ادب کے ساتھ درخواست کرتا ہے۔ کہ وہ مولانا ممدوح کی خواہش کے مطابق اس میموریل کی پُرزور تائید کریں۔ جو مولانا موصوف نے اعلیٰ حضرت حضور وائسرائے بہادر کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے تیار کیا ہے۔ مولانا ممدوح نے اپنے سرکلر لیٹر میں جو یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی انجمن یا جماعت ایسی ہو۔ جو صرف اس وجہ سے اس کے ساتھ اتفاق نہ کرے کہ یہ میموریل ہماری طرف سے (مولوی نورالدین صاحب کی طرف سے) کیوں پیش ہوتا ہے۔ وغیرہ۔

ہمارے خیال میں ان الفاظ کی کوئی ضرورت نہ تھی میموریل جس غرض اور ضرورت کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ وہ تمام اہل اسلام کی متفقہ و مشترکہ غرض اور ضرورت ہے اور بفضل اللہ مسلمانوں میں ایسا بیوقوف کوئی نہیں کہ محض فروعی اختلاف کی وجہ سے ایسے معاملہ میں اختلاف کرے۔ جو مشترکہ اسلامی معاملہ ہے۔ اور اگر مولوی صاحب کو پہلے بھنک پڑ گئی ہے کہ فلاں شخص یا انشٹی ٹیوشن اس تجویز کی محض اس بنا پر مخالفت کریگا کہ یہ مسلمانوں کے احمدی فرقہ کے مقتدائے کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ تو اُن کو چاہیئے تھا۔ کہ پہلے ہی اس تجویز کو کسی ایسی انجمن کی طرف سے پیش کراتے۔ کہ مخالفت کا اندیشہ ہی باقی نہ رہتا۔ اور امید ہے۔ اب بھی کوئی شخص ایسی مبارک اور نیک تجویز کی مخالفت کرنے کی جرأت نہیں کریگا۔ چونکہ اس میموریل کے لئے صرف تائیدی رزولیوشنوں کی ضرورت ہے۔ چندہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ اس لئے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اسلامی پبلک شامت جوش کے ساتھ اسکی تائید کرے گی۔

زمیندار کی رائے

کلام مجید کے اوامر میں یوں تو ہر ارشاد اپنی اپنی جگہ آنکھوں سے لگانے اور سر پر رکھنے کے قابل ہے۔ لیکن ہر مسلمان کا سر سب سے زیادہ اس فرمان واجب الاذعان کے آگے جھکنا چاہیئے کہ یاایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع۔ ظاہر ہے کہ جو مسلمان دیدۂ دانستہ اس حکم سے سرتابی کرے۔ وہ بہت بڑا گنہگار ہے۔ نماز جمعہ کی اذان ہوتے ہی ہر مسلمان پر یہ واجب ہو جاتا ہے کہ سب کاروبار چھوڑ کر مسجد چلا جائے۔

اسلامی ممالک میں یوم جمعہ اس لحاظ سے کہ یہ عید المومنین ہے اور نیز اس اعتبار سے کہ اس دن نماز کے لئے ایک وقت خاص پر مسلمانوں کا مسجد میں جمع ہو جانا ایک فریضہ مذہبی ہے تعطیل کا دن قرار دیا گیا ہے۔ ہندوستان کو بھی ہم بوجہ دار الامن اور دارالسلام ہونے کے ایک اسلامی ملک سمجھتے ہیں۔ ہمیں یہاں ہر طرح کی مذہبی آزادیاں اور تمدنی فارغ البالیاں حاصل ہیں۔ ایک ذراسی تکلیف البتہ ہے۔ جو ہمیں رہ رہ کر محسوس ہوتی ہے۔ یعنی جمعہ کے دن سرکاری دفاتر نماز جمعہ کے وقت مسلمانوں کے لئے بند نہیں ہوتے۔ یہ تکلیف بھی اگر رفع ہو جائے۔ تو پھر تو ہندوستان پورا دارالسلام و دارالاسلام ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جو مسلمان نماز جمعہ ادا کرنا چاہتے ہیں وہ اکثر صورتوں میں اپنے افسروں کی مہربانی سے گھنٹہ دو گھنٹہ کی اجازت حاصل کرکے اپنا یہ مذہبی فرض ادا کرسکتے ہیں لیکن بعض صورتیں ایسی بھی پیش آتی ہیں کہ نامسلمان افسروں کی غیر ہمدردانہ روش نماز گذاروں کی سنگ راہ ہو جاتی ہے جس سے حضور ملک معظم کی رعایا کے ایک جان نثار طبقہ کے روحانی احساس کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ اس لئے نہائت ضروری ہے کہ گورنمنٹ جمعہ کے دن مسلمانوں کو دو گھنٹہ کی اجازت ادائے نماز کے لئے مرحمت فرما کر مسلمانوں کی دعائیں لے۔

اب تک مسلمانوں کی طرف سے متفقہ طور پر کوئی عرضداشت سرکار میں اس بارہ میں نہیں گذری اور یہی وجہ ہے کہ سرکار نے بھی اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اگر مسلمان کوئی میموریل پیشگاہ سرکار میں گذرانتے۔ تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اس پر لحاظ نہ ہوتا۔

اس ضروری مگر اہم تحریک کی سعادت مولانا حکیم نورالدین صاحب کے حصہ میں آئی ہے۔ جنہوں نے قادیانی جماعت کے پیشوا ہونے کی حیثیت سے تمام مسلمانان ہند کی توجہ کو اس طرف مبذول کیا ہے اور ایک تحریر چھاپ کر تمام اسلامی اخبارات اور اسلامی انجمنوں کے پاس بغرض اظہار رائے بھیجی ہے۔ تاکہ اگر سب مسلمان اس بارہ میں متفق الرائے ہوں۔ تو میموریل حضور وائسرائے کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ ہمیں اس مبارک تحریک سے کلی اتفاق ہے اور ہمیں یقین ہے کہ کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا۔ جو ایسے میموریل کے گذرانے کو بنگاہ احسان نہ دیکھے۔ مولوی نورالدین صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ان کی یہ غرض نہیں۔ کہ ضرور ہم ہی اس کے پیش کرنے والے ہوں ...... اگر کوئی انجمن یا جماعت ایسی ہو جو صرف اس وجہ سے اس کے ساتھ اتفاق نہ کرے کہ یہ میموریل ہماری طرف سے کیوں پیش ہوتا ہے۔ تو ہم بڑی خوشی سے اپنے میموریل کو گورنمنٹ کی خدمت میں نہیں بھیجیں گے۔ بشرطیکہ اس کے بھیجنے کا کوئی اور مناسب انتظام کر لیا جائے"۔ لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ عام مسلمان ایسے تنگدل ہوں گے۔ کہ تقدم کی فضیلت کو اُن سے محض عقائد کی جزئی اختلافات کی بنا پر چھینے کی کوشش کریں۔

الاسلام کی رائے

الاسلام۔ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کے دل میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ کے پیارے دین اسلام کی سچی محبت ہو اور وہ اس میموریل کی مخالفت کرے یا اسے ناپسند کرے۔ کیا کوئی مسلمان ایسا کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ مسلمانوں کو کوشش تو یہ کرنی چاہیئے۔ کہ ان کو جمعے کے روز جو مسلمانوں میں گویا روز عید ہے۔ تمام دن کی چھٹی مل جایا کرے۔ لیکن چونکہ اس قسم کی کوشش میں کامیابی ہونا موجودہ صورت میں ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کم از کم دو گھنٹے کی رخصت تو جمعے کے دن حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ دفتروں میں کاروبار کی اس قدر کثرت ہوتی ہے کہ جب تک خاص طور پر سرکار کی طرف سے دو گھنٹے کی رخصت نہ ہو مسلمان کام چھوڑ کر جمعہ پڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ اس پر ان کے ہندو مہربان ہوتے ہیں جو مسلمانوں پر اپنی خاص نظر عنایت رکھتے ہیں۔ ایسی صورت میں مسلمان خواہ مخواہ جمعے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ برٹش گورنمنٹ کی ایسی عادل گورنمنٹ ہو۔ اور مسلمان ملازموں کی مذہبی آزادی کا یہ حال کہ وہ بیچارے نماز جمعہ تک نہ پڑھ سکیں۔ مسلمانو! تم نے شعائر اسلامی کی بے ادبی اور بے عزتی کی تو خدا نے تمہاری عزت و سلطنت کو خاک میں ملا دیا۔ پس شعائر اسلامی کی بے ادبی ست ڈرو۔ جمعے کے دن دو گھنٹے کی تعطیل حاصل کرنے کے لئے از حد کوشش کرو۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا فرض ہے کہ وہ اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے۔ اور ایک میموریل تیار کرے۔ تمام انجمنوں و ڈسٹرکٹ لیگوں کا فرض ہے کہ وہ اس میموریل کی تائید میں رزولیوشن پاس کریں۔ تمام رسالوں اور اخباروں کا فرض ہے کہ اس معاملہ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک کہ اس میں کامیابی نہ ہو جاوے ہم امید کرتے ہیں۔ کہ ہمارے معزز ہمعصر اور تمام مسلمان پبلک اس دینی کام میں یک دل وجان ہو کر کوشش کریں گے۔

اہلحدیث کی رائے حکیم صاحب نے ایک اشتہار سب مسلمانوں کی اتفاق رائے اور تائید کے لئے اس امر کے متعلق دیا ہے۔ کہ دربار تاجپوشی دہلی کے موقعہ پر گورنمنٹ سے ایک میموریل کے ذریعہ جمعہ کی نماز کے لئے ۲ گھنٹہ کی تعطیل حاصل کی جائے اور بذریعہ سرکاری سرکلر سرکاری و نان سکولوں اور کالجوں میں یہ تعطیل ہونی چاہئے۔ ہم نے اہلحدیث کے کالموں میں کبھی اس امر کی تحریک کی تھی اور دوسرے اسلامی اخباروں کو اس امر پر زور دینے کے لئے لکھا تھا۔ لیکن انہوں نے کچھ توجہ نہ کی۔ حکیم صاحب کی رائے سے ہم متفق ہیں۔ تمام مسلمانوں کو اس امر کے لئے میموریل تیار کر کے وائسرائے کی خدمت میں بھیجنا چاہئے۔ مگر میموریل مسلم لیگ کی معرفت بھیجنا چاہئے اور اس کے لئے محکمہ تعلیم پنجاب کے اس حکم کو نظیر سمجھنا چاہئے جس میں نماز جمعہ کی رخصت سکولوں میں مسلمان طلبہ اور مدرسوں کے لئے منظور کی جا چکی ہے۔

الحق کی رائے عبادت کا اعلیٰ مقصد دنیا میں اخلاق اور تہذیب کو ترقی دینا ہے۔ تمام سلیم الفطرت انسان اور مذاہب جسمانی اور مادی زندگی سے ان عبادتوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو روحانی امراض کے دفع کرنے میں سریع الاثر ہیں۔ نیچر نے انسانی زندگی کی گہری تہ میں روحانیت کو چھپا رکھا ہے۔ جو عقدے اور پیچیدہ مسئلے سائنس اور فلسفہ کو مجبور کر دیتے ہیں اور جہاں احساس اور ادراک عاجز ہو جاتا ہے۔ وہ خدا کی بندگی کرنے اور اس کے سامنے سر جھکا دینے سے حل ہو جاتے ہیں۔ اگر تقویٰ اور عبادت سے ہم کچھ بھی لگاؤ نہ رکھتے تو انسانی علم کی ترقی میں روک پیدا ہو جاتی اور جملہ معلومات پردہ میں پنہان رہتیں۔ قدیم سے قدیم اور عاقل سے عاقل قوموں میں عبادت کا طریقہ رائج ہے۔ مسلمانوں کے مذہب میں نماز ایک ایسی عبادت کا نام ہے جو سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ جس طرح کوئی عظیم الشان عمارت ستون کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح ایمان بھی نماز کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اقیموا الصلوة ولا تکونوا من المشرکین یعنی نماز پڑھو اور اپنے آپ کو مشرکوں میں شامل نہ کرو۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ نماز ترک کرنے سے کفر عائد ہوتا ہے۔ اور ایمان و کفر میں ترک نماز کا فرق ہے۔ ہر قوم ہر مذہب تمام دنوں میں سے ایک دن کو متبرک قرار دیتا ہے۔ اور اس روز کی عبادت کو مقدس مانا جاتا ہے چنانچہ مسلمانوں میں جمعہ کا روز اور دنوں سے افضل قرار دیا گیا ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام پر اسی روز دنیا کی روشنی پڑی تھی۔ یہی وہ دن ہے۔ جس نے حضرت ابو البشر کو جنت الفردوس کی فضا اور دلکش نظارہ دکھایا تھا۔ اور وہ اس میں داخل ہو کر قدرت کی صنعتوں کے گوناگون نمونوں کا مشاہدہ کرتے تھے۔ یہی وہ دن ہے۔ جس نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کرائی۔ اور اسی دن آپ جسم خاکی کو خیرباد کہہ گئے اور ہمارے عقیدے کے بموجب قیامت بھی اسی دن آنے والی ہے۔ جیسے راتوں میں شبقدر کی عظمت کی جاتی ہے۔ ایسے ہی دنوں میں جمعہ کو بھی روحانی دن سے نامزد کیا جاتا ہے۔ جو مسلمان اس دن دنیا سے کوچ کر جائے۔ اس کا نام ہمارا مذہب شہیدوں کی فہرست میں لکھ رکھتا ہے۔ جمعہ کی نماز دیگر نمازوں سے زیادہ اشرف سمجھی گئی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ من ترک الجمعة ثلاثا من غیر عذر طبع اللہ علی قلبه یعنی جو شخص بغیر عذر جمعہ کو چھوڑے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ پھر دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو شخص بلا عذر تین جمعہ ترک کرے اس نے اسلام کو اپنی پشت کے پیچھے پھینک دیا ہے۔ گذشتہ ہفتہ کے صیغہ مراسلات میں جناب حکیم نور الدین رضؓ صاحب قبلہ خلیفة المسیح موعود کا ایک مضمون درج ہو چکا ہے۔ جس میں خلیفہ صاحب موصوف نے مودبانہ لہجہ میں گورنمنٹ سے درخواست کی ہے کہ وہ مسلمان ملازمین اور مسلمان طلبا کو نماز جمعہ کی ادائیگی کے واسطے دو تین گھنٹہ کی اجازت دے۔ مصر میں جہاں بڑا عنصر آبادی کا مسلمان ہے اور خدیو مصر برٹش حکومت کی ماتحتی میں کام کرتا ہے۔ وہاں تعطیل کا دن بجائے اتوار کے جمعہ ہے۔ خلیفہ صاحبؓ کی رائے ہے کہ جہاں مصر میں گورنمنٹ نے عیسائیوں کو یہ اجازت دے رکھی ہے۔ کہ وہ اتوار کے دن کام پر حاضر نہ ہوں۔ وہاں ہندوستان میں مسلمان ملازمین کو بھی نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے دو گھنٹے ملنے چاہئیں آپ گورنمنٹ کی خدمت میں ایک میموریل بھیجنے والے ہیں۔ جس کا خلاصہ اپنے مضمون میں اسلامی انجمنوں اور اسلامی اخبارات اور اسلامی انجمنوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ تاکہ وہ رزولیوشن اور تحریروں کے ذریعہ گورنمنٹ پر اس دینی ضرورت کا انکشاف کریں۔ درحقیقت گورنمنٹ کسی کی مذہبی آزادی میں خلل انداز نہیں ہوتی۔ اس کا انصاف مقتضی ہے کہ مسلمان ایسے مبارک دن کی نماز سے محروم نہ رہیں۔ جس کے خطبہ میں اخلاقی نکات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوتے ہیں۔ اور جس کے ادا ہونے سے نہ صرف ثواب بلکہ آخرت کا سامان ہاتھ آتا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ جس طرح گورنمنٹ نے ہماری جسمانی زندگی کی آسائش کے لئے ریلوے۔ ٹیلیگراف۔ حفظان صحت۔ نل آب رسانی سڑکیں وغیرہ تیار کی ہیں۔ اسی طرح نماز جمعہ کے لئے اجازت دیکر ہماری روحانی زندگی کی بھی قدر و منزلت بڑھائے گی۔ اسلامی انجمنوں اور اسلامی اخبارات کا فرض ہے کہ نماز جمعہ کی بابت نوٹس لیں اور گورنمنٹ سے بآواز بلند معروض کریں۔

انتان کی رائے مولوی حکیم نور الدین صاحب خلیفہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مرحوم (مدعی مہدویت و مسیحیت) نے جملہ مسلمانان ہندوستان سے اپیل کیا ہے کہ ایک میموریل تمام اہل اسلام کی جانب سے گورنمنٹ میں بھیجا جائے کہ "اعلیٰ حضرت ملک معظم کی تاجپوشی کی یادگار میں جمعہ کی نماز کے لئے یا تو دو گھنٹہ کے واسطے جملہ دفاتر سرکاری اور سکول و کالجوں میں دو گھنٹہ کی تعطیل ہوا کرے ورنہ کم سے کم مسلمانوں کو دو گھنٹے کی چھٹی نماز پڑھنے کے لئے عطا کی جاوے"۔ ان کی خواہش ہے کہ "مختلف فرقوں کے اہل اسلام اور انجمن ہائے اسلامیہ اگر اس تجویز سے اتفاق کریں۔ تو رزولیوشن پاس کر کے "قادیان" بھیج دیں۔ تاکہ یہ میموریل کل مسلمانان ہندوستان کی جانب سے روانہ کیا جاوے"۔

اس میں شک نہیں کہ یہ تحریک نہایت مناسب اور ضروری ہے اور کسی مسلمان کو اس قسم کی ضرورت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس معاملہ میں دو باتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔

اول تو یہ کہ آجکل جبکہ یونیورسٹی کا سوال اٹھا ہوا ہے اور وہ خاص اسی دربار کے موقعہ کے لئے مخصوص ہے۔ تو اس حالت میں میموریل کا جشن تاجپوشی کے موقعہ پر پیش کرنا مناسب نہیں ہے اس موقعہ کی یادگار کے لئے مسلمانوں کی قوم کی جانب سے جو متفقہ درخواست اعلیٰ حضرت ملک معظم کی خدمت میں پیش ہو۔ وہ صرف "مسلم یونیورسٹی" کے چارٹر ملنے کی درخواست ہو۔

دوسرے یہ کہ یہ میموریل کسی دوسرے موقعہ پر مسلم یونیورسٹی کی چارٹر کی درخواست سے پہلے یا بعد میں مقتدر اسلامی اخباروں اور لیڈروں کی رائے سے کسی اسلامی و قومی انجمن کی جانب سے پیش کیا جائے۔ اور یقین ہے۔ کہ گورنمنٹ آف انڈیا نہایت خوشی سے مسلمانوں کی اس جائز درخواست کو منظور فرما کر اپنی معدلت گستری کا ثبوت دے گی۔

معاونین الحکم حساب صاف کر کے مشکور کریں

اسوۂ حسنہ پر فاضل امروہی کی تقریظ

جو خواجہ صاحب کی درخواست پر لکھی

عالی جناب حضرت احسن المناظرین فاضل امروہی کا نام نامی احمدی قوم میں روز روشن کی طرح درخشاں ہے۔ اس بزرگ قوم نے سلسلہ حقہ کے قبول کرنے میں جو ایثار اور قربانی کی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ پھر سلسلہ عالیہ کی تائید و اشاعت کے لئے جو قیمتی تصانیف جناب سید امروہی نے لکھی ہیں۔ وہ اس وقت تک مخالفین کی پوری کوشش اور ہمت کے باوجود لاجواب ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے بعد آپ کے جانشین حضرت خلیفۃ المسیح صاحب آپ کے وجود کو قابل قدر وجود قرار دیتے ہیں۔ سید صاحب میں حق گوئی اور امر بالمعروف کی قوت بڑی زبردست ہے اور حق کے مقابلہ میں کوئی اثر ان پر نہیں پڑ سکتا۔ حقیقت میں علماء ربانی کی یہی شان ہونی چاہئے۔

فاضل امروہی نے جناب خواجہ صاحب قبلہ کی کتاب اسوہ حسنہ پر ایک تقریظ لکھکر بغرض اشاعت بھیجی ہے۔ مجھے خواجہ صاحب کی کتاب کے پڑھنے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی (کیونکہ میری درخواست طلبی بذریعہ وی پی کی بھی شائد کثرت کام کی وجہ سے تعمیل نہیں ہو سکی) اس لئے میں کتاب مذکور کے متعلق اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں کر سکتا سید صاحب کی تقریظ کے بعد کسی دوسری رائے کی ضرورت بھی نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سید صاحب نے بعض غلطیوں کا اظہار کیا ہے مگر تقریظ کی حقیقت یہی ہے۔ کہ مصنف کی کمزوریاں کو دور کیا جاوے۔ نہ یہ کہ خواہ نخواہ اس کی تعریف ہی کر دی جاوے اور غلطیوں کے اظہار سے یہ مقصد ہوتا ہے کہ مؤلف کی محنت کو خاک میں ملا دیا جاوے اگر کوئی ایسا خیال کرے تو ریویو نگار پر ظلم کرتا ہے۔

بہرحال سید صاحب کی یہ تقریظ احمدی سلسلہ میں حق گوئی کی ایک درخشاں مثال کے طور پر قائم رہیگی۔

امید کی جاتی ہے کہ کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں ان کمزوریوں کی اصلاح کر دی جائیگی۔

یہ تقریظ حضرت فاضل امروہی نے بطور خط جناب خواجہ صاحب کو لکھ بھیجی تھی۔ اور اس تقریظ کے بعض حصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسکو شائع نہ کرنا چاہتے تھے مگر بعد میں سید صاحب نے اس خیال سے کہ عوام کو فائدہ پہنچے اسکو شائع کرنا پسند کیا جیسا کہ فاضل امروہی نے اپنے خط مورخہ ۲۸ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء میں لکھا ہے اس لئے میں اس تقریظ کو جناب ممدوح کے ارشاد کے ماتحت شائع کر دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سید صاحب کو جزائے خیر دے کتاب کے متعلق جو کچھ اس تقریظ سے میں سمجھ سکا ہوں اتنا کہنے میں مجھے تامل نہیں کہ کتاب بہرحال مفید ہے اور محنت اور قابلیت سے لکھی ہے جَزَاہُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَا۔ ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی اظہر دین الاسلام علی کل الادیان۔ والصلوٰۃ علی رسولہ الکریم الذی کان خلقہ القرآن۔ وھو الاسوۃ الحسنۃ لنا لا بالادعاء المحض بل بالحجۃ و البرھان۔ وعلی اٰلہ العظام واصحابہ الکرام الذین استنوا بسنتہ وتمسکوا بالقرآن۔ امابعد ایھا المحب القدیم والمحب الکریم کمال الدین ثبتہ اللہ علی صراط المستقیم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا رسالہ اسوہ حسنہ مع عنایت نامہ بتحریر التقریظ موصول ہوا جزاکم فی الدارین خیرا اگرچہ خاکسار کی آنکھیں اب کام نہیں دیتیں لیکن بامداد برخوردار سید محمد یعقوب کے حسب الارشاد کچھ تحریر کرتا ہوں آپ نے آیت لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ الآیۃ کی تفسیر ایک عجیب و غریب تفسیر کی ہے للہ در ک اور پھر استقامت کی شرح اور اس کا ثبوت و اثبات صرف ایک محمود الصفات حضرت رسالتمآب خاتم النبیین کے ساتھ بالکل وجہ بہت عمدہ طور سے کیا ہے جزاکم اللہ احسن الجزا۔ آپ کی کل تقریر جو جوش و اخلاص کے ساتھ تحریر کی گئی ہے۔ اس میں وہی رنگ ہے۔ جو حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی تقریر و تحریر میں تھا۔ گویا ان کی تحریر و تقریر کو آپ نے زندہ کر دیا ہے۔ گو بعض مواقع میں کچھ اغلاط بھی واقع ہو گئے ہیں جو شائد کاتب کی قلم سے واقع ہوئے ہوں یا سہواً آپ کی ہی قلم سے صادر ہو گئے ہوں۔ لہذا بحکم المومن مرآۃ المومن کے میں اس کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں۔ مثل مشہور ہے کہ منکر را تا کسے عیب نگیرد سخنش صلاح نپذیرد اگرچہ میرا اظہار اخلاق فاضلہ حضرت خلیفۃ المسیح کے خلاف واقع ہو گا۔ مگر میں اپنی فطرت سے مجبور ہوں۔ لفظ مسیح الموعود غلط ہے۔ لفظ ایزاد اگرچہ عوام میں مشہور ہے مگر صحیح نہیں وجعلنا للمتقین اماما میں ہمزہ وصل متروک ہو گیا ملاحظہ ہو صفحہ ۴ سطر ۶۔ لفظ نمونتہً خلاف قواعد فرس کے ہے صفحہ ۴۲ سطر ۱۱۔ ہاں اگر اساتذہ سے یہ تصرف خاص اس لفظ میں ثابت ہو جاوے۔ تو مسلم ہو سکتا ہے فرد دو میں ضمیر ترک کر دی گئی ہے۔ فرد دو چاہئے تھا۔ لفظ نکتہ اس جگہ کسقدر خلاف ہے مناسب لفظ نقطہ چاہئے ملاحظہ ہو صفحہ ۵ سطر ۸۔ لفظ موزی غلط ہے۔ موذی بذال معجمہ چاہئے۔ اصالی غلط ہے۔ عصائی چاہئے صفحہ ۱۲۴ سطر ۲۔ صفحہ ۶۵ سطر ۱۱ میں کی جاوے غلط ہے اور نہ کی جاوے صحیح ہے۔ یہ اغلاط تو چنداں قابل التفات نہیں مگر غلطی آئندہ ضرور قابل اصلاح ہے۔ وہو ہذا۔ صفحہ ۱ سطر ۹ میں جو مضمون ہے (کہ سری مہاراج رامچندر جی یا سری کرشن بھگوان وغیرہم کی سوانح عمریاں آج بھی اہل دنیا کے لئے نیک مثال اور ان کے کارنامے انسان کے لئے بہترین نمونہ موجود ہیں الخ) یہ مضمون محض غلط ہے کیونکہ نزول قرآن مجید کے وقت سے قیامت تک کوئی ایسی کتاب یا کوئی اسوہ حسنہ بجز رسول مقبول صلعم کے دنیا میں موجود نہیں ہے اور نہ آئندہ ہو گا جس کا اقتدا کیا جاوے۔ کیونکہ اول تو ظھر الفساد فی البر والبحر کی طرف تاریخ قرآنی ہدایت کر رہی ہے۔ دوم و من یتبغ بغیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وارد ہوا ہے پھر لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی خود فرمایا ہے۔ ثالثاً خود آپ کی اس رسالہ کا موضوع ہی یہ ہے کہ آج بھی اہل دنیا کے لئے سوائے ذات پاک حضرت رسالتمآب صلعم کے کوئی اور دوسرا اسوہ حسنہ دنیا میں موجود نہیں۔ ملاحظہ ہوں صفحات ذیل ۲۰ و ۲۳ و ۲۶ و ۲۷ و ۳۰ و ۳۲ و ۳۴ و ۳۵ و ۴۰ و ۴۵ وغیرہ وغیرہ پس مضامین مندرجہ صفحات بالا کے مضمون مندرجہ صفحہ ۱ کو رد کر رہے ہیں پھر اگر مضمون صفحہ ۱ صحیح ہو تو پھر کل رسالہ آپ کا اور اس کا موضوع لا باطل ہوا جاتا ہے اور پھر علاوہ بریں نہ ضرورت قرآن مجید کی باقی رہی اور نہ حاجت دین اسلام کی رہتی ہے جو آپ کے رسالہ کا موضوع لہ اور مقصود اصلی ہے اور قریب قریب اسی کی اس مضمون غلط کو تفصیل آپ نے پیسہ اخبار میں بھی شائع کرایا تھا۔ جو بالکل خلاف آپ کی اس استقامت کے تھا جس کو بشرح و بسط اس رسالہ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے اور نیز آیت قل یا اھل الکتٰب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم کی ایک غلط تفسیر اسی پیسہ میں آپ نے تحریر فرمائی تھی اور بحکم بناء فاسد علی الفاسد کے اس کے نتائج غلط پیسہ اخبار میں تحریر فرمائے گئے تھے جس کا رد خاکسار نے بدلائل عقلی و نیز براہین نقلی قریب سو آیات سے لکھا تھا۔ اسی طرح جس طرح آپ نے صفحہ ۶۰ سطر ۶ میں لکھا ہے۔ وہو ہذا۔ لوتھر کا یہ عمل محمدی تعلیم فردوہ الی اللہ والرسول سے اخذ شدہ تھا یعنی امور متنازعہ میں تم کل انسانی احبار و رہبان کو چھوڑ کر خدا اور اس کے رسول کے کلام کی طرف رجوع کرو۔ انتہی موضع الحاجۃ اور اگر اندک تدبر بھی اس آیت میں کیا جاوے تو کل مضمون مندرجہ پیسہ اخبار کا خود اسی آیت سے رد ہو جاویگا۔ کیونکہ آخر آیت ہذا میں فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون وارد ہے یعنی اگر اہل کتاب اور مخالفین اس ہماری دعوت سے روگردانی کریں تو تم پکار کر کہدو کہ بیشک ہم ہی مسلم ہیں۔ اور تم مسلم نہیں ہو۔ خصوصاً جبکہ اتخذوا احبارھم کی تفسیر حدیث صحیح سے کی جاوے جو خاص باتخاذ ارباب کی تفسیر میں وارد ہوئی ہے تو پھر تمام پیر پرست بھی غیر مسلم قرار پا جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو غیر مسلم ہیں یا تو مغضوب علیھم ہوں گے یا ضالین ہوں گے جن کے ساتھ ہم ہرگز ہرگز امور دینی میں شریک ہو کر اتحاد یا اتفاق نہیں کر سکتے۔ گو ان میں کچھ امور مشترکہ بھی پائے جاویں (یہ امور مشترکہ کا نمونہ مثل تقریر بنا فقر کے عجیب غریب پیدا کیا ہے۔ جن امور مشترکہ سے شیطان بھی باہر نہیں ہے۔ پھر تو اس کے ساتھ بھی ہمارا اتفاق ہونا چاہئے آعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بھی ان امور مشترکہ سے رد ہو گئی) آنحضرت جس دستاویز میں کسی جگہ کچھ جعل کیا گیا ہو۔ وہ کسی کے نزدیک مقبول نہیں ہو سکتی یا جس معجون کے پیالہ میں زہر ملا ہوا ہو۔ اس کا استعمال ہرگز درست نہیں۔ گو ان میں بعض امور مشترکہ اچھے بھی موجود ہوں۔ کیونکہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین نازل ہے۔ پس ایسی غیرت کی حالت میں اتحاد یا اتفاق کیا۔ ہاں معاملات اس سے مستثنیٰ ہیں وکذا وکذا من الامور التی ترد الی الباطل لیکن اس رد کو خاکسار نے اس لئے شائع نہیں کیا کہ آپ کی حسنات بہ نسبت سلسلہ احمدیہ کے ان سیئات پر غلبہ رکھتی ہیں۔ امید ہے کہ کسی نہ کسی وقت اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان سیئات کو حسنات کے ساتھ بدل دیویگا اور میں یہ دعا کیا کرتا تھا۔ کہ اللھم بدل سیئاتہ بالحسنات الحمد للہ کہ یہ دعا مری قبول ہوئی مجھ کو امید ہے کہ یہ رسالہ آپ کا اس مضمون مندرجہ پیسہ اخبار کے لئے بطور کفارہ کے ہو جاویگا۔ آمین ثم آمین۔ اور جو تفسیر غلط آیت قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم کی آپ نے پیسہ میں تحریر فرمائی تھی۔ جس سے صریح طور پر ثابت ہوتا تھا۔ کہ آپ کی استقامت میں فرق آگیا۔ وہ معفو ہو جاویگا۔ آمین کیونکہ اس رسالہ میں اس مضمون غلط کا رد موجود ہے اور یہ ترک استقامت کا ایک سر لکھا تھا جو حضرت سید جی اللہ کے الہام میں

آچکا تھا جس کا وقوع ہونا واسطے پورا ہونے پیشگوئی الہام کے ضروری تھا۔ کیونکہ آیت اسوہ حسنہ کے سیاق میں کچھ ذکر ضعیف الایمان لوگوں کا ہے جس میں اُن کی عدم استقامت اور ضعیف ایمان وعدم استقامت پر ملامت کی گئی ہے اور بعد آیت اسوہ حسنہ ہے جس میں واسطے اقتدا کرنے کے دربارہ استقامت رسول کریم کے اُن کو سخت تاکید فرمائی گئی ہے اور یہی شان نزول اس آیت کا مفسرین محققین نے تحریر فرمایا ہے۔ اب ملخص فیہ میں بھی ایسا ہی کچھ واقع ہوا ہے کہ آپ کی استقامت میں جو فرق آگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے کفارہ کے لئے آپ کے قلم سے آیت اسوہ کی ایک عجیب وغریب تفسیر شائع کرادی اور شرح استقامت رسول کریم صلعم کی بہ تفصیل وبسط کے ساتھ آپ کے قلم سے نکلوادی فجزاکم اللہ احسن الجزا۔ مگر ضروری ہے کہ جس طرح پر آپ نے چندہ یونیورسٹی کی تحصیل کے لئے کوشش بلیغ فرمائی ہے۔ اگر چندہ مدرسہ احمدیہ کے لئے بھی ویسی ہی اور کوشش بلیغ فرمادیں تو اس ترک استقامت کا بھی کفارہ ہوجاوے اور مجھکو آپ کی سعادتمندی سے اس کی امید بھی ہے دعائے ابراہیمی ومن عصانی فانک غفور رحیم میں جو یہ نکتہ آپنے تحریر کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے مخالفین معاندین مکہ کو بعد فتح مکہ کے کوئی سزا نہیں دی۔ بدیں وجہ دعائے ابراہیمی کا کوئی لفظ قبولیت سے خالی نہیں رہا۔ ایک گروہ نے آپ کی اتباع میں ہو کر اجتناب کیا تو اس سے دعا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام قبول ہو کر پوری ہوئی۔ اور دوسرا وہ گروہ جنہوں نے اپنے جاہلیہ کا راستہ چھوڑا بعدہ ان کے لئے لا تثریب علیکم الیوم فرماکر اُن کو سزا سے معاف کردیا کیونکہ آنحضرت عبد الغفور اور عبد الرحیم ہے جس سے فانک غفور رحیم کے الفاظ کا مضمون پورا ہوا۔ الی آخرہ۔ یہ نکتہ تفسیری بھی مجھ کو بہت پسند آیا کیونکہ اس تفسیر نے سلک الفاظ میں سے کوئی لفظ دعا کا ضائع نہیں کیا۔ فجزاک اللہ احسن الجزا۔ ماحصل کرر عرض ہے کہ مضمون مندرجہ صفحہ ۷ سطر ۹ کا قابل اصلاح ضرور ہے۔ اگر زبان انگلش میں بھی آپ اس رسالہ کا ترجمہ کریں۔ تو اس مضمون کی اصلاح ضرور فرمادیں یعنی یا تو آج بھی کا لفظ حذف فرمادیویں اور بجائے لفظ جس کے ہوئے تھے لکھدیویں تب کسیقدر صحیح ہوسکتا ہے۔ غرضکہ کسی لفظ مربوط کے ساتھ اصلاح کردیجاوے۔ جو مقصود اصلی کے مخالف اور موضوع لہ کی ضد نہ ہو۔ پھر مجھ کو قوی امید اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہے۔ کہ جو سابق ازیں آپ کی طرف سے بعض مضمون غلط شائع ہوئے ہیں۔ اُن کے لئے یہ آپ کا رسالہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انشاء اللہ تعالیٰ کفارہ ہوجاویگا۔ میں نہ تو خوشامدی ہوں اور نہ خوشامد طلب ہوں۔ لہذا جو کچھ ان چند سطور میں تحریر کیا گیا ہے اگر ناگوار ہو تو معاف فرمایا جاوے۔

اور جبکہ آپ خود اقرار کرچکے ہیں کہ (اگر تعلیم کے ساتھ معلم کا عمل موجود نہ ہو۔ تو تعلیم کے غلط سمجھے جانے کا احتمال ہوسکتا ہے) آخر تک صفحہ ۲ سطر اول سے ملاحظہ ہو۔ تو جب تک آپ مضمون بیسہ اخبار کا رد اور نیز غلطی بذا کا حک عملی رنگ میں یہ تصریح نہ فرمادیں۔ تب تک آپ کی طرف بھی احتمال خلاف ہوسکتا ہے۔ ہاں ایک امر اصلاح طلب اور ہے۔ کہ آپنے مسئلہ ارتقا میں جو کچھ لکھا ہے۔ اور اس کا مصداق دیانند وغیرہ کو گردانا ہے۔ بعینہ اسی طرح پر آپ کی کلی تقریر کو مخالف حضرت مسیح موعودؑ پر چسپاں کرسکتے ہیں پس مسئلہ ارتقا کے ماتحت دیانند وحضرت جری اللہ ہر دو مساوی بالاقدام ہیں۔ جیسا دیانند ویسا ہی حضرت جری اللہ۔ اظاہر رسالہ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیا کو مصداق مسئلہ ارتقا کا گردان سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ یہی حال ہم حضرت مرزا صاحب کا دیکھتے ہیں۔ پس اس کا جواب آپ کے نزدیک کیا ہوسکتا ہے جس جواب سے حضرت اقدسؑ اس مسئلہ ارتقا سے مستثنیٰ رہکر ماموری من اللہ ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ جملہ حالات مسئلہ ارتقا کے بھی محض بارہا منجانب اللہ ہوتے ہیں اور بطور ارہاص کے اللہ تعالیٰ کی ہوا کو پہلے ہی سے انبیاء علیہم کی تبلیغ کے مناسب مطابق پیدا کردیا کرتا ہے۔ تاکہ منکرین اور معاندین پر اس طرح سے بھی ایک حجت قائم ہوجاوے گو ہمارے حضرت خاتم النبیین وسید المرسلین ماتحت حالات ارتقا کے بعض اعتبارات سے نہ ہوئے ہوں اور پھر آپ نے بھی ایسے امور کو آنحضرت کی قبل بطور ارہاص کے ہونا تسلیم کرلیا ہے دیکھو صفحہ ۳۷ سطر اخیر کو۔ یہ مضمون ایک بڑی تفصیل کو چاہتا ہے۔ جو پھر کسی وقت میں انشاء اللہ تعالیٰ تحریر کی جاویگی۔ بشرط باقی صحبت ہی۔ اور پھر آپؑ جو تحصیل چندہ یونیورسٹی کے لئے اس نیک نیتی سے کوشش اور سعی فرمائی ہے۔ کہ اس دنیا کی ترقی میں دین اسلام کی ترقی متصور ہے۔ یہ آپ کی نیک نیتی ایک اجتہادی غلطی پر مبنی ہے۔ جس کو خود آپنے کامل طور پر رد کردیا ہے اور ایسی نیک نیتی کو ترک استقامت قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۸۵ سے صفحہ ۹۰ تک۔ بلکہ کل آنحضرت صلعم کی استقامت کا بیان جو آپ کی اس نیک نیتی کو پورے طور پر ادا کررہا ہے۔ فتدبر ولا تکن من الغافلین۔ اس لئے آپ پر فرض ہے۔ کہ اُس نیک نیتی سے جو اجتہادی غلطی پر مبنی ہے رجوع فرمادیں۔ اقل درجہ یہ کہ چندہ مدرسہ احمدیہ کے لئے اسی قدر کوشش کریں جو یونیورسٹی کے لئے کی گئی ہے۔ تاکہ یہ کوشش اُس پہلی کوشش کے لئے کفارہ ہوجاوے اور صفحہ ۶۰ سطر ۶ کے بعد آپ اس فقرہ کا لکھنا بھول گئے ہیں۔ کہ وہی باتیں مسیح موعودؑ کے مقابل ابکہی ہیں"۔ تاکہ زندہ ثبوت اور نقد حال مسیح موعود کی صداقت کا ہوجاتا۔ فقط

اس تقریظ کا لطف جب ہو۔ کہ جو اغلاط قابل التفات لکھی گئی ہیں۔ اُن کو صفحہ وار اسوہ میں بغور مطالعہ فرمایا جاوے اگر یہ اغلاط خواجہ صاحب سے سہواً واقع ہوئی ہیں۔ جو کثرت النسیان اُن کی فطرت میں داخل ہے۔ تو دعا ہے کہ ربنا لا تواخذنا ان نسینا۔ دعا ضرور کی جاوے

محمد احسن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

صدر انجمن احمدیہ قادیان دار الامان

اعلان

تمام احمدی احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان واسطے چندہ جمع کرنے کے لئے اس وقت تک ذیل کے پانچ اصحاب کو وصولی چندہ کی اجازت دی گئی ہے (۱) شیخ غلام احمدؐ صاحب واعظ۔ (۲) حکیم محمدؐ صاحب۔ (۳) چوہدری غلام سرور صاحب قانونگو ہے۔ (۴) ڈاکٹر محمد امین صاحب دفتر نزدی اسسٹنٹ (۵) منشی محمد عبد اللہ صاحب منشی ضلعداری تحصیلان۔ ان احباب کے علاوہ اگر کسی کے مقرر کرنے کی ضرورت سمجھی جاویگی تو سرٹیفکیٹ کے علاوہ جو ہر محصل یا واعظ کو دیا جاتا ہے۔ بذریعہ اخبار احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کردیا جاویگا۔ بغیر اس کے کسی صاحب کو چندہ وصول کرنے کی یا چندہ دینے کی اجازت دفتر ہذا کی طرف سے نہیں ہے غلطی سے بچنے کی خاطر یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ نیز یہ بھی اطلاع دی جاتی ہے کہ ہر محصل کے پاس رسید بکیں ہوں گی۔ چندہ دینے والوں کو رسید باقاعدہ دی جاویگی جس کی ایک نقل محصل اپنے پاس رکھے گا۔

محمد علی

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان ۲۶ ۶/۱۱

نوٹ۔ طلباء مدرسہ کے لئے جو اجازت چندہ وصول کرنے کی دیجاتی ہے۔ وہ صرف ایام تعطیلات موسم گرما کے لئے جو اس دفعہ ۱۶۔ اگست ۱۹۱۱ء سے ۳۰ ستمبر تک ہوں گی۔ ایسے طالب علموں کے نام شائع کئے جاوینگے اور ہر ایک طالب علم کو سند دی جاویگی جس کے دکھانے کے بغیر وہ چندہ وصول کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ اور رسید بکیں دیجاوینگی اور ہر ایک رقم جو کوئی صاحب دیں مناسب ہوگا کہ رسید بک ہر دونوں طرف یعنی مثنیٰ اور اصل پر اپنے سامنے اندراج رقم کرالیں اور رسید لے لیں۔

محمد علی

سکرٹری ۲۶ ۶/۱۱

ملفوظات امیر المومنین رضؓ

۲۹۔ جون ۱۹۱۱ء

فرمایا۔ مسلمان جب سے اس مرض میں مبتلا ہوئے ہیں۔ ذلیل ہیں۔ وہ خدا کے فضل کو بھول گئے۔ اور "تسخیر" کے پیچھے پڑ گئے۔ ہماری طرف جب رجوع خلائق دیکھتے ہیں۔ تو گمان کرتے ہیں ہمیں کوئی وظیفہ یاد ہے۔ جس سے تسخیر کرلیا ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا (۲) وسخر لکم اللیل والنہار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ۔ جب یہ نعمت قرآن مجید میں پہلے ہی موجود ہے۔ تو اس قدر گھبراہٹ کی کیا ضرورت ہے۔

دوسرا مرض مسلمانوں میں ناشکری ہے اور وہ حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتے۔ حلال رزق سے اولاد نیک صالح پیدا ہوتی ہے اور عبادت میں لذت ملتی ہے۔

فرمایا۔ پہاڑ دل میں فائدے ہیں۔ انہاں جملہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان تمید بکم جس کے چار معنے ہیں۔ (۱) تاکہ تم ہلاک نہ ہوجاؤ (۲) پہاڑ تمہارے ساتھ حرکت کرتے ہیں (۳) کھا نا دیتے ہیں تمہیں (۴) ذہن ایک طرف جھک نہ جائے۔

فرمایا۔ انسان کا ایک ایک بال بھی نعمت ہے۔ دیکھو ایک بانکے جوان پر ایک بال بھی سفید آجائے۔ جب تک موچنے سے نوچ نہ لے۔ اُسے قرار نہیں آتا۔

فرمایا۔ بدیوں سے بچنے کے لئے اسی بات کا مطالعہ سخت ضروری

ہے۔ کہ اللہ چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔

۳ جولائی ۱۹۱۱ء

فرمایا۔ ہجرت یہ ہے کہ ایک چیز سے تعلق ہے اور اللہ اسے پسند نہیں کرتا۔ بس اس تعلق کو محض اللہ کی رضامندی کے لئے چھوڑ دیا۔ چنانچہ نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ المهاجر من هاجر ما نهى الله عنه۔

فرمایا۔ اللہ کی رضا کے لئے کوئی چیز چھوڑ دیجائے تو اللہ اس سے بہتر بدلہ دیتا ہے۔ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ چھوڑا۔ اس کا بہت سے بہتر بدلہ پایا۔ اسی ہجرت کا اجر ہے۔ کہ ابتک ان کی قوم معزز سمجھی جاتی ہے۔

فرمایا۔ قرآن نے جو کچھ بتایا ہے غور کریں تو انسان کا دل اس کا فہم اس کی روح۔ اس کو مانتی ہے صرف بھولی ہوئی بات یاد کرائی جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن کا نام ذکر ہے۔

فاسئلوا اهل الذكر کے نعوذ باللہ یہ معنے کہ عیسائیوں اور یہودیوں سے پوچھو۔ بالکل غلط ہیں۔ ان کو کیا معلوم۔

فرمایا۔ انسان حرامخوری کرتا ہے۔ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے۔ مگر نتیجہ نظر نہیں آتا۔ تو وہ دلیر ہو جاتا ہے۔ مگر جب پیمانہ لبریز ہوتا ہے۔ تو فوراً پکڑا جاتا ہے۔

فرمایا۔ ظاہر سے باطن کی طرف جانا مسلمانوں کا معمول نہیں رہا بلکہ بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ دل صاف چاہئے۔ اعمال خواہ کیسے ہوں۔ یہ ان کی غلطی ہے۔

فرمایا۔ انگریزوں کی صناعیاں (ریل۔ ہوائی جہاز۔ تار) دیکھ دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ مگر مجھے اس سے بڑھکر تعجب آتا ہے۔ ان کے اس عقیدہ پر کہ وہ عاجز و غریب انسان کو خدا یا خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں۔

فرمایا۔ اللہ کی کتاب اور نبی کریمؐ کی ارشادات پر جو قوم متمسک ہے اس میں اختلاف کم ہے۔ پھر جن میں خشية الله ہے۔ ان میں اور بھی اختلاف کم ہے۔

فرمایا۔ ہر روز اپنے کھانے کا مطالعہ کرو۔ کپڑے کا مطالعہ کرو آمدنی کا مطالعہ کرو۔ کہ حرام تو نہیں۔ مشتبہ مال ہرگز استعمال نہ کرو کیونکہ اس سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

فرمایا۔ ہم سے سوا دعا کے کیا ہو سکتا ہے۔ حکومت قہری نہیں کہ زبردستی منوایا جائے۔

۴۔ جولائی ۱۹۱۱ء

فرمایا۔ انبیاء کرام ذات الٰہی کا بہت ادب کرتے ہیں۔ ابوالانبیاء خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم فرماتے ہیں۔ يطعمني ويسقين فاذا مرضت فهو يشفين۔ کھانا کھلانے اور پانی پلانے کو تو خدا کی طرف منسوب کیا ہے اور مرض کو اپنی طرف۔ ایسا ہی سورہ کہف میں ایک ولی اللہ نے کشتی کا عیبناک کرنا اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ فاردت ان اعيبها غرض انبیاء کا مذہب یہ ہے۔ کہ

والشر ليس اليك

فرمایا۔ مجھے قرآن سے محبت ہے اور بہت محبت ہے۔ قرآن مجید میری غذا ہے۔ میں سخت کمزور ہوتا ہوں۔ قرآن مجید پڑھتے پڑھتے مجھ میں طاقت آجاتی ہے۔

فرمایا۔ بچپن سے خدا نے مجھے اس دین پر چلایا ہے جس پر میں اب ہوں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اسی پر میرا خاتمہ ہو۔

فرمایا۔ مجھے خدا ہمیشہ قرآن سے عقلی دلائل سمجھاتا ہے یہ اس کا فضل ہے۔

فرمایا۔ قرآن مجید دُنیا میں سے اختلاف دور کرنے کیلئے آیا افسوس ہے کہ بعض بدبخت سمجھتے ہیں۔ قرآن میں اختلاف ہے۔ حالانکہ قرآن مجید اختلافی مسائل میں ایک فیصلہ بتاتا ہے پھر اختلاف مٹا کر اس راہ پر چلاتا ہے۔ جس پر چلنے سے خدا راضی ہو۔ پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ خدا کی نعمتوں سے انسان مالامال ہو جاتا ہے۔

فرمایا۔ عربی میں چار سو نام شہد کا ہے۔

فرمایا۔ جیسے بارش ہو۔ تو زمین سے روئید گی نکلتی ہے اسی طرح جب وحی آسمانی کا نزول دل پر ہو۔ تو عجیب عجیب معارف و حقائق کھلتے ہیں۔

فرمایا۔ کہ جب مکھی کے پیٹ سے وحی الٰہی کے سبب شہد جیسی نافع چیز نکلتی ہے تو پھر انبیاء کے ذریعہ وحی کے نزول سے کیا کیا فوائد مخلوق الٰہی کو پہنچ سکتے ہیں۔

فرمایا۔ جیسے بھوسہ اور خون میں دودھ موجود ہے مگر اسے سوا الٰہی مشین کے کوئی نکال نہیں سکتا۔ اسی طرح دُنیا میں صداقتیں تو موجود ہیں۔ مگر وہ صرف وحی کے ذریعے الگ ہو سکتی ہیں۔

۵۔ جولائی ۱۹۱۱ء

فرمایا۔ فضیلت اگر کھانے سے ہو۔ تو پھر ہاتھی اور ویل مچھلی کی زیادہ قدر ہو۔

فرمایا۔ کام کرنے والا اور نہ کرنے والا ہرگز برابر نہیں ہو سکتے عرب میں امرا فصیح شعرا موجود تھے۔ لیکن غور کرو۔ کوئی ان میں سے خدا کے لئے بھی کام کرتا تھا۔ ہرگز نہیں۔ برخلاف اس کے حضرت نبی کریم دن رات خدا کے کام میں مصروف رہتے۔ اس کا نمونہ ہم نے اس زمانہ میں بھی دیکھا۔ حضرت صاحب کا یہ حال تھا کہ سر میں چکر اور اسہال۔ مگر پھر بھی بڑا کام کرتے۔ اور اکثر میں نے آپ کی زبان سے سُنا۔ کہ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں اور کام (دین کی تسلی) ابھی ادھورے پڑے ہیں۔

فرمایا۔ تم میں کوئی سعادت مند ہو۔ جو سوچے کہ خدا نے کیا کیا نعمتیں دی ہیں۔ اور پھر اُس نے مخلوق کی بہتری اور خدا کی رضامندی کے لئے کیا کام کیا ہے۔ میں نے پاگلوں کو دیکھا ہے۔ کبھی کسی نے کھانا کھاتے وقت بجائے مُنہ کے کان میں نہیں ڈالا۔ بلکہ اپنے مطلب کے لئے خوب دانائی سے کام لیتے ہیں۔ پس انسان کی اس میں کوئی خوبی نہیں۔ کہ وہ اپنے نفس کی خواہشوں کے پورا کرنے میں ہوشیار ہو۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے۔ کہ وہ دوسروں کی بہتری اور اللہ کے دین کی اشاعت میں کیا کام کرتا ہے۔

فرمایا۔ یوم ظعنکم میں اشارہ ہے کہ مومن سفر میں بھی اکثر بی بی کو ساتھ رکھے۔ نبی کریم صلعم نے یہاں تک التزام فرمایا۔ کہ احد کی جنگ میں عائشہ صدیقہؓ اور بتولؓ آپ کے ہمراہ تھیں۔ خود ہمارے حضرت صاحب جب سفر پر جاتے۔ اپنی بی بی کو ہمراہ لیجاتے۔

ناظرین الحکم ہر قسم کی خط وکتابت میں نمبر جسٹ ضرور لکھا کریں

مُسلم یُونیورسٹی اَور احمدی قوم

مسلم یونیورسٹی کی تحریک کا احمدی قوم کی طرف سے نہایت جوش اور مسرت کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ احمدی قوم کے موجودہ لیڈر اور امام نے باوجودیکہ اس کے سلسلہ کی اپنی ضروریات ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں اپنی جیب سے ایک ہزار دیا اور اپنی جماعت کو یونیورسٹی کی تحریک میں چندہ دینے کا مشورہ دیا۔ احمدی جماعت کے اخبارات نے اس تحریک کی تائید میں اپنے مقدور کے موافق مضامین لکھے اور جو جس سے بن آیا۔ اس کے متعلق کیا۔ لیکن ۱۲۔ جولائی ۱۹۱۱ء کے علیگڈھ گزٹ میں "مسلم یونیورسٹی کے متعلق بعض شبہات" کے عنوان سے جو مضمون شائع ہوا ہے اس نے کم از کم احمدی قوم کو یونیورسٹی کی طرف سے موضع مایوسی کا دیا ہے۔

یونیورسٹی میں مذہبی تعلیم کے انتظام پر اعتراض کیا گیا تھا اس کا جواب دیتے وقت ظاہر کر دیا گیا ہے۔ کہ شیعہ اور سُنی کے سوا اور کسی فرقے کی تعلیم کا انتظام نہیں کیا جائیگا۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ

"باقی بعض فرقے جن کی تعداد بہت قلیل ہے (مثلاً عامل بالحدیث یا قادیانی یا عامل بالقرآن) یہ گروہ اپنے معتقدین کی تعلیم کا خود انتظام کرتے ہیں اور وہ کافی بھی ہے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے اُن لوگوں میں سے کسی کا دعویٰ یہ نہیں ہے کہ جبتک مسلم یونیورسٹی ان کی مذہبی تعلیم کا خاص انتظام نہ کرے اس وقت تک وہ اس کو مسلم یونیورسٹی تسلیم نہ کرینگے۔"

یہ جواب جو ازالہ شبہ کی خاطر شائع کیا گیا ہے نہ صرف مایوسی بخش ہے بلکہ اس کا لب ولہجہ نہایت کرخت اور غیر مہذبانہ ہے۔ قادیانی کے لفظ پر عزیز ہمعصر بدر نے بڑے زور سے لکھا ہے اور علیگڈھ کے مدعیان تہذیب و تقدس کو بتایا ہے کہ وہ آیۂ شریفہ لا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الايمان الاية پر غور کریں اور ہمارے اصل نام احمدی کے سوا اور کسی نام سے نہ پکارا کریں۔

مُسلم یونیورسٹی کے لئے اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کے جملہ فرقوں کی مذہبی تعلیم کا انتظام کرنا آسان امر نہیں مگر ان کے مذہبی فیلنگس کا خیال نہ رکھنا بھی تو نامناسب ہے۔

ہمارے ایک واجب الاحترام دوست نے اپنے ایک لیکچر میں (جو یونیورسٹی کی تائید میں دیا گیا تھا) کہنے کو تو یہ کہدیا۔

"ہم کو جب خدا۔ رسول۔ کتاب۔ کعبہ۔ کلمہ۔ معاد اور بہت سے دیگر امور ایک امر پر متحد اور جمع نہ کرسکے تو خداتعالیٰ نے ایک اور امر ہم میں اتفاق کی صورت پیدا کرنے کا پیدا کر دیا۔ وہ کیا ہے؟ وہی مسلم یونیورسٹی ہے۔"

آہ! جس قوم کو کلمہ ایک نہ کر سکا تو یونیورسٹی اس سے بڑھکر قوت کہاں سے لے آئیگی؟ بہرحال قطع نظر اس کے کہ ہم یونیورسٹی کو ایسی عزت دینے کو تیار ہیں یا نہیں کہ اس کے ذریعہ وہ کام ہو سکے۔ جو مندرجہ بالا امور (جن کی عزت اور تکریم ایک مسلمان کا ایمان ہے) نہ کرسکے۔

اس قدر ماننے میں کوئی شُبہ نہیں ہوسکتا کہ احمدی جماعت کی طرف سے یونیورسٹی کی تحریک کی تائید کس جوش اور مستعدی کے ساتھ

کی گئی ہے۔ مگر مجھے شبہ ہوتا ہے کہ ہمارے دوست کی امید پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ علی گڑھ انسٹیٹیوٹ کا یہ آرٹیکل مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کی بجائے اشتعال اور باہمی بغض پیدا کر دیگا۔ اور یونیورسٹی کے ساتھ ہمدردی کم ہو جائیگی۔ شروع ہی میں جب اختلاف کی بنیاد رکھی گئی تو آئندہ چل کر کیا ہوگا۔

اس کے بالمقابل ہندو یونیورسٹی کی سکیم شائع ہوئی ہے اس میں اخلاقی اور مذہبی تعلیم کے متعلق یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ

"یہ مذہبی تعلیم تمام فرقوں کے جذبات کا لحاظ رکھکر عام مسلمہ اصولوں پر ہوگی ساتھ ہی اس یونیورسٹی میں سداچار (عملی حالت) پر خاص دھیان دیا جائیگا۔"

ہندوؤں کے لاانتہا فرقوں کی مذہبی تعلیم کے لئے ان کی یونیورسٹی ایسی تجویز کر سکتی ہے جس میں تمام کے مذہبی جذبات کا لحاظ رکھا جا سکے۔ مگر مسلم یونیورسٹی اس سے گھبراتی ہے۔

ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ جزئیات مذہب کی تعلیم دینا یونیورسٹی کی قدرت سے باہر ہو۔ مگر وہ مذہبی تعلیم کا ایسا انتظام کر سکتی ہے اور اسے کرنا چاہئے جس سے کسی کو یہ کہنا نہ پڑے۔ کہ ہمارے مذہبی جذبات کا خیال نہیں رکھا گیا۔

یونیورسٹی کو اگر مسلمانوں کے باہمی تفرقہ کے دُور کرنے کا ایک آلہ قرار دیا جاتا ہے تو پہلے ہی قدم پر اس سے تفرقہ پیدا کرنے کی کیوں کوشش کی جاتی ہے۔ جب یونیورسٹی شیعہ اور سُنی کی جداگانہ تعلیم کا انتظام کرتی ہے۔ تو اس کے معنے دوسرے الفاظ میں یہ ہیں کہ

وہ خود تفرقہ قائم رکھنا چاہتی ہے

اس لئے یونیورسٹی کی سکیم بنانے والی کمیٹی کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ اس قسم کے خیالات سے گھبرائے نہیں اور ایسی مذہبی تعلیم کا انتظام کرنا چاہئے۔ جس سے تمام مختلف فرقے اپنے جذبات مذہبی کو اس اصل پر لے آئیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لیکر آئے تھے۔

اسلام جس وحدت کو پھیلانا چاہتا ہے اور جس کے فیوض ابتدائے اسلام میں مشاہدہ کر چکے ہیں سو ورنہ یہ امید غلط ہوگی کہ

یونیورسٹی ہم کو متحد کرے گی

بلکہ اندیشہ ہے کہ یونیورسٹی موجبات تفرقہ میں اضافہ کرنے والی نہ ہو (خدا نکرے کہ ایسا ہو) اس لئے میں علی گڑھ کی اس معزز پارٹی کو جو یونیورسٹی کے اصحاب حل وعقد کی جماعت ہے توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس قسم کی دل شکن تحریروں کی اشاعت سے یونیورسٹی کے متعلق عام ہمدردی کو کم نہ کرائے اور مسلمانوں میں تفرقہ کے مزید اسباب پیدا کرنے سے پرہیز کرے۔ مسلمانوں کو اس قسم کی تحریکیں کبھی ایک نہیں کر سکیں اور اگر وہ مذہب کے ذریعہ ایک نہیں ہو سکتے تو یہ یقینی امر ہے کہ وہ دُنیا کی کسی تحریک سے کبھی ایک نہیں ہوں گے۔ اکٹھا کرنے کی تاثیر صرف مذہب میں ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نظیر موجود ہیں کہ آپ نے عرب جیسی اکھڑ قوم کو جس میں سوائے تفرقہ کے اور کچھ تھا ہی نہیں ایک کر دیا۔

پھر جب دُنیا کا رنگ اس قوم میں آیا۔ وہ اجزا کے متعدد متعدد منتشر ہوگئے آج بھی مذہب ہی انہیں اکٹھا کر سکتا ہے کیا احمدی قوم اس کی نظیر نہیں کاش ہمارا قابل لیکچرار محض آمد تقریریں ایسا محو نہ ہو جاتا اور وہ اس موقعہ پر اپنے اثر سے کام لیکر کہدیتا کہ مسلمانوں کے پراگندہ اجزا کو ایک امام کی ماتحتی ایک کر سکتی اور یونیورسٹی بھی تب ہی بابرکت ہوگی۔ کہ وہ ایک امام کے ماتحت ہو۔ والا فلا۔

میرا سفر مصر

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت الحکم میں میں نے اپنے سفر سوئے مصر و بلاد اسلامیہ کا اعلان کیا تھا اور اسی اعلان میں مختصراً اس سفر کی غرض اور مقصود کو بھی ظاہر کر دیا ہے۔

اس اعلان کے ہوتے ہی خریداران و سرپرستان الحکم میں یہ سوال دلچسپی کے ساتھ چھڑ گیا ہے۔ بعض ایڈیٹر الحکم کے اس سفر کو الحکم کی خوش آئند اور شاندار مستقبل کا پیش خیمہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سفرنامہ کے دلچسپ حالات اور مفید واقعات الحکم میں ایک نئی روح پیدا کر دیں گے۔ بعض کا خیال ہے کہ ایڈیٹر الحکم کی شخصیت الحکم کی قدر وقیمت کا موجب ہے۔ جب اخبار اس کے انتظام سے نکل جائیگا اور کوئی شخص اسے ایڈٹ کریگا تو اخبار کے موجودہ حالت سے گر جانے کا اندیشہ ہے۔ میں ان ہر دو قسم کی تجاویز کو قبل از وقت سمجھتا ہوں۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ کیا ہوگا اور کیا نہیں ایسا خیال کرنا کہ الحکم کے ایڈیٹر کی شخصیت کو الحکم کی قدر وقیمت سے تعلق ہے۔ ہرچند میری قدر افزائی اور میری نسبت حسن ظنی ہے مگر میں اس کو شرک سمجھتا ہوں میں کیا اور میری قابلیت کیا۔

میں پہلے ظاہر کر چکا ہوں کہ سفر کے متعلق جو میری سکیم ہے میں اسے رسالہ **وداع وطن** میں انشاءاللہ تفصیل سے بیان کروں گا۔ اس لئے ان احباب کی خدمت میں جو اس کے متعلق استفسار کرتے ہیں عرض کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کا انتظار کریں

بعض احباب پوچھتے ہیں۔ کہ یہ سفر کسقدر عرصہ کے لئے ہوگا اس کے متعلق بھی میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہاں دُنیا کے کام میں جہاں تک ارادوں اور تجاویز کا دخل ہے میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میں نے جب اس سفر کا ارادہ کیا ہوا تھا (اور یہ قریباً دس سال سے ہے) اس ارادہ میں یہ داخل ہے کہ میں پانچ سال کے لئے انشاءاللہ نکلوں گا۔ اور میری تجویز یہ تھی کہ ہر دو سال کے بعد دو یا تین مہینوں کے لئے یہاں آیا کروں۔ جب تک کہ میں اپنی تجویز کے موافق خدا کے فضل سے اس سفر کو پورا نہ کرلوں۔ مگر بعض مخلص احباب نے اس تجویز میں اس قدر ترمیم کرائی ہے اور میں نے بھی اسے الحکم کی ضروریات کے لحاظ سے اور اپنی ذاتی بھلائی اور روحانی فائدہ کی وجہ سے ضروری سمجھا ہے کہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر میں دارالامان میں خدا کے فضل سے پہنچنے کی کوشش کیا کروں اس لئے میں اس سفر میں یہ التزام بفضلہ تعالیٰ رکھنا چاہتا ہوں کہ جلسہ کے ایام میں یہاں آجایا کروں۔ اگرچہ اس آمد و رفت میں اخراجات بڑھینگے۔ مگر میں اس کے مفاد کو چند پیسوں کے مقابلہ میں نہایت قیمتی اور بیش بہا سمجھتا ہوں۔ اس لئے یہ سُن کر ان دوستوں کو بہت خوشی ہوگی۔ جو الحکم سے میری وابستگی ایک حد تک ضروری سمجھتے ہیں۔

کیونکہ اس طرح پر اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو سال میں کم از کم ایک مہینہ تو مجھے اپنی نگرانی میں کام کرنے کا موقعہ مل جایا کریگا۔

بعض احباب نے میری کسی تحریک کے بدوں اس سفر کے لئے اعانت فرمانے کا وعدہ کیا ہے اور بعض نے اپنے جوش سے کچھ بھیجا ہے۔ میں ایسے احباب کے لئے جزاک اللہ کہتا ہوں۔ اور میں ایسے دوستوں کے ملنے پر خدا تعالیٰ کے حضور سجدات شکر بجا لاتا ہوں۔ فی الحال میں کوئی چندہ کی تحریک نہیں کرتا۔ اور ایسے تمام دوستوں کو جو اس غرض کے لئے میرا ساتھ دینا چاہتے ہیں۔ آگاہ کرتا ہوں کہ وہ سردست دعاؤں سے میری مدد کریں۔ میں اس سے زیادہ اس وقت اُن سے کچھ نہیں چاہتا کیونکہ میرے اس سفر میں جو میں تبلیغ دین اور تحصیل وتکمیل عربی زبان کے لئے کرنا چاہتا ہوں۔ مختلف قسم کی روکاوٹوں اور ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے۔

مگر میں اپنے رحیم وکریم مولیٰ پر ایمان رکھتا ہوں کہ وہ ان ابتلا کے بادلوں کو دور کر دیگا اور مجھے توفیق دیگا کہ میں باہر نکل کر تبلیغ دین کرنے والوں کے لئے راستہ صاف کر دوں۔ اس طریق پر جیسے خدا تعالیٰ نے مجھے قوم میں اخباری مذاق پیدا کرنے میں سابق ہونے کا فخر بخشا میں قلیل سے قلیل خرچ پر بلاد اسلامیہ اور یورپ و امریکہ میں تبلیغ کا راستہ صاف کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بہت بڑا کام ہے اور خدا کے فضل سے آگے کوئی چیز انہونی نہیں۔

جن کی نظریں خدا تعالیٰ کے وراء الوراء کاموں پر نہیں پڑتی ہیں اور جو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ اس قسم کے کام ان لوگوں سے ہی ہو سکتے ہیں جو دُنیا میں بڑا اعتبار اور بڑی دولت رکھتے ہوں وہ غلطی کرتے ہیں۔ دین کی اشاعت میں غریبوں اور ضعیفوں کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ اور پھر خدا تعالیٰ جس سے چاہے اس کام کو لے میں دیکھتا ہوں

نھنی سی آنکھ دیکھتی ہے آسمان کو
چھوٹوں کو دی بڑائی یہ کتنی بڑائی ہے

پھر اگر وہ اپنے فضل سے مجھے یہ موقعہ دے تو کیا بعید ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے جن لوگوں کو منتخب کیا وہ بڑے دولتمند اور ممتاز اہل علم نہ تھے بلکہ غریبوں کی ایک جماعت جو اس ملک کی زبان اور رسم ورواج سے ناواقف۔ اور بات بھی یہی ہے ایک غریب آدمی جہاں دس کوس پیدل چلنے کی جراءت کریگا۔ ایک امیر آدمی وہاں ٹٹو اور ٹمٹم کی تلاش میں رہیگا۔ غرض بہت سی باتیں ہوتی ہیں۔

میں نے عرض کر دیا ہے کہ یہ پانچ سال سفر ہوگا جس کے ابتدائی دو سال مصر میں عربی زبان کی تکمیل اور تحصیل کے لئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی فرنچ زبان کی تحصیل زیر نظر ہے اور باقی کے تین سال ہیں ڈیڑھ سال انگلستان کا قیام اور باقی ڈیڑھ سال تبلیغ اسلام کے لئے عام چکر ہے یہ میری نیت ہے اور میں نے محض خدا کے فضل پر بھروسہ کرکے اس دور دراز سفر کا ارادہ کیا ہے اس وقت یہ شیخ چلی کے خیالی پلاؤ اور ہوائی قلعے ہیں۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ نے مجھے اگلی سہ ماہی تک زندہ رکھا۔ تو وہ وقت انشاءاللہ العزیز قریب ہے کہ میں

اس سفر پر روانہ ہو جاؤں

ساری توفیقیں اسی کے ہاتھ میں ہیں وباللہ التوفیق۔ احباب دیکھینگے کہ اس سفر کے ارادہ کے ساتھ ہی یہ تحریک بہت سے دلوں میں پیدا ہوگی کہ وہ باہر نکلیں اور میں اسے بھی اپنی کامیابی کا پیش خیمہ سمجھونگا۔ کیونکہ میں یہی عملی مذاق پیدا کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے دوست بہت ہی سادے طریق اور کم خرچ پر مختلف ملکوں میں جاویں اور اس پیغام حق کو کو پہنچاویں جس کا پہنچانا ان کا فرض ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہوا ہے کہ تیری تبلیغ کو زمین کے سارے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ پس آؤ کہ ہم ان مبلغین میں شامل ہوں۔ جو اس کو زمین کے کناروں تک پہنچانے والے ہوں۔ خدا کرے کہ وہ ہم ہی ہوں آمین۔

ناظرین دیکھینگے کہ میرا یہ سفر مصر عنقریب انجمن کو بھی اس ضرورت

نایاب آنکھونکا انجن

پچاس روپیہ انعام

قیمت شیشی کلاں ۲ [illegible] قیمت شیشی خورد ایک روپیہ (عہ)
دو شیشی کلاں کے خریدار سے [illegible] دو شیشی خورد کے خریدار سے (عہ)
محصولڈاک علاوہ

پچاس روپیہ اُس کو انعام دیا جائیگا جو نایاب انجن کو ۴۸ بیماریوں پر غیر مفید ثابت کردے :-

یہ آنکھوں کا انجن ۴۸ بیماریوں کو دور کرنے میں بے نظیر اور لاثانی تریاق ہے۔ یہ مفید انجن (سرمہ) آنکھوں میں لگتا نہیں چکتا نہیں۔ ہو بہو سرمہ سا معلوم ہوتا ہے آنکھوں کو بند کرنے یا باہر جانے یا کام وغیرہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سلائی سے سرمہ کیطرح لگایا جاتا ہے۔ یہ عجیب و غریب انجن آنکھ کی ہر ایک مرض کو منٹوں اور گھنٹوں میں دور کر دیتا ہے اور پھر صرف ایک دو ہفتہ کے استعمال سے برسوں کی پرانی بیماریوں کو بالکل جڑھ سے دور کر دیتا ہے۔ خواہ وہ کیسی ہی شدید اور پرانی مرض کیوں نہ ہو۔ یہ انجن آنکھ کی بیماریوں کو دور کرنے میں تریاق کا کام دیتا ہے اور اعلےٰ ترین آنکھ کی دوا ہے۔ زود اثر ایسا کہ صبح سے شام تک آنکھ کو درست کر دیتا ہے۔ اور پھر سالہا سال کی بگڑی ہوئی اور گلی سڑی آنکھوں کو صرف چار یا پانچ یوم میں موتی کیطرح خوبصورت بنا دیتا ہے۔ جب کہ نہایت خوبصورت چہرہ آنکھوں کی مرض کے سبب سے بہت ہی منحوس سا معلوم دیتا ہو جسکے پاس بیٹھنے یا بٹھانے سے عموماً ہر ایک متنفر ہوتا ہے چند یوم میں وہی بُری شکل اور منحوس سا چہرہ چاند کا سا ٹکڑا نکل آتا ہے **اس میں شک نہیں کہ خوبصورت چہرہ کو آنکھوں کا مرض مثل گرہن کے ہوتا ہے جو اس دوا سے فوراً کافور ہو جاتا ہے** اس انجن کے استعمال کرنیوالے کی آنکھوں میں کوئی مرض پیدا نہیں ہو سکتا۔ **شیر خوار بچہ سے لیکر بوڑھے تک یکساں مفید ہے۔** ہاں وہ آنکھ کا مرض جسکا سبب کوئی دماغی یا بدنی علت ہو تو ایسے بیمار رفیق حیات کا ایک ہفتہ تک کھانا ضروری ہے۔ تاکہ بدنی اور دماغی فاسد مادہ خارج ہو جاوے جو کہ آنکھوں کو خراب کر رہا ہے۔ ایسا بیمار جب تک رفیق حیات کا استعمال نہ کریگا۔ خالی انجن سے اسکو پورا فائدہ نہیں ہو سکیگا

[illegible] بالکل جھوٹے ہیں اور کسی سنی سنائی دوا کے حکیم ہیں جو علم [illegible]

بچے سے لیکر بوڑھے تک کو ہر حالت میں (برخلاف اور کشتوں کے) اسکے کھانیکی اجازت ہے۔ یہ ایسا سریع الاثر کشتہ ہے کہ سالہا سال کی زایل شدہ قوت معدہ کو فوراً واپس لانیوالا ہے۔ دل۔ دماغ۔ جگر۔ گردہ کو قوت دینے والا۔ مثانہ کے ضعف کو دور کرنیوالا۔ اعلےٰ درجہ کا ممسک۔ ضعیفوں کا عصا ہے۔ حرارت غریزی کو بڑھانیوالا

دنیا بھر میں اگر کوئی کشتہ ہو تو یہی ہے بشرطیکہ احسن طریق کا اصلی کشتہ ہو دوسرا کسی کام کا نہیں۔ جو زندہ ہو سکو اور پھر بھی جاوے تو ٹوٹ کر نگانیکے جاوے۔ ایسی کشتوں سے پرہیز کریں۔

کشتہ قسم اعلےٰ فی تولہ [illegible]

کشتہ چاندی اس کشتہ کو بھی ہر ایک حالت میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بدن کو موٹا اور طاقتور بناتا ہے۔ قوت باہ کو حالت [illegible] بڑھاتا ہے۔ جریان۔ احتلام۔ ضعف دماغ۔ دردِ دل وغیرہ کو دور کرتا ہے۔

قیمت فی تولہ کشتہ قسم اعلےٰ [illegible]

(ملنے کا پتہ:- حکیم بصری فضل احمد خوشنویس [illegible] (پنجاب)

[illegible] ایک ماشہ سب کو باہم ملا کر کٹھالی میں رکھ کر سونار چرخ دلادیں۔ اگر وہ کشتہ چاندی کا ہوگا تو چاندی۔ اور اگر سونا کا ہوگا تو سونا ضرور رہیگا۔ برآمد ہوگا۔ اگر کچھ بھی برآمد نہ ہو تو کچھ بھی نہیں [illegible] غلط [illegible]

[illegible] کرتا۔ بہت ہی بُرا مرض ہے اسکا علاج سو بہت سے معالج مجبور ہیں۔ اسکی دوائی ہماری [illegible] مجرب ہے جسکے صرف ۳ دن کے لگانے سے مرض دور ہوکر بال جم آتے ہیں (اسکے غیر مفید ثابت کرنیوالے کو [illegible] ۲۵ انعام دیا جائیگا) قیمت [illegible]

پانچ روپے سے دو لاکھ روپے کس طرح ہوئے؟

یہ کل کی بات ہے کہ میں ایک معمولی حیثیت کا انسان گنا جاتا تھا۔ آج ان سطروں کے پڑھنے والوں کے سامنے صرف ایک مفید ایجاد سے دس ہزار نہیں پچاس ہزار نہیں۔ بلکہ پورے دو لاکھ روپے کی جائیداد کا بلا شرکت غیرے مالک و مختار ہوں میری کامیابی کا راز روح حیات کی ایجاد ہے۔ چند سال ہوئے کہ میں نے پانچ روپیہ کے سرمایہ سے روح حیات کی تجارت شروع کی تھی۔ اور اب تک دس لاکھ روپے کا فروخت ہو چکا ہے۔ جس شخص نے میری اس ایجاد سے ایک دفعہ استعمال کیا ہے۔ وہ تمام عمر کیوں سے روح حیات کا مجسم اشتہار بن گیا ہے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لاہور میری تین یوم کی ۸۸۳ روپیہ تصدیق کرتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جبتک کوئی دوائی شرتیہ مفید نہ ہو اس کی مقدار بکری ناممکن ہے۔ بقول حضرت مرزا داغ دہلوی وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے۔ جو ابتک روح حیات کے مجرب فوائد اور شرتیہ نتائج سے محروم رہا ہے۔ سنئے روح حیات کیا چیز ہے؟ روح حیات مزاج کی بھری ہے کہ نامی اور شیرہ کا مقابلہ اس کے پینے والے کو آسان ہے۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ جناب ڈاکٹر میجر بی ناتھ صاحب بہادر لفٹنٹ سرجن انڈین میڈیکل سروس حضور شاہ ایڈورڈ ہفتم اور گورنمنٹ انگلش کے معزز عہدہ داروں وغیرہ نے روح حیات کو طاقت میں بے نظیر مانا ہے۔ روح حیات رگ و ریشہ میں تحریک دیکر ہڈیوں کے گودے فاسفورس کو جو کہ خون صالح پیدا کرکے اعصاب کی سستی کو اپنی برقی طاقت سے چاق و چوبند کرکے ہر انسان کو صحیح و تندرست بنا دیتا ہے کہ حوادث زمانہ اگر تلواریں بھی ماریں۔ تو بھی چٹ ہو کر بے آب ہو جاویں۔ ہندوستان و انگلستان اور ممالک غیر کے بہترین اور مانے ہوئے ڈاکٹروں۔ میڈیکل کالج کے لیکچراروں۔ معزز عہدہ داروں۔ سلطنت کے سرٹیفکیٹوں اور باوجود امتیاز زمانہ کے مدت کے استعمال ہونے کی بھی دن دگنی ہوتی مانگ اور ۸۸۳ روپے کی۔ روح حیات کی تین دن کی بکری سے کون ہے۔ جو یہ نتیجہ نکالے کہ روح حیات اس وقت انسان کی دوبارہ زندگی کے لئے لاثانی دوا نہیں ہے۔ بچپن کے زمانہ یا جوانی کی بے پرواہ حالت میں بوجہ بے اعتدالیوں یا خلاف قاعدہ قدرت عامل ہونے سے جو لوگ امراض اعصاب پیدا کرکے دنیا کی تمام لذتوں سے محروم ہو بیٹھے ہوں۔ ان کے لئے روح حیات تریاق کامل تیر بہدف دوا ہے۔ یہ نہ صرف دوا ہی ہے۔ بلکہ اعصاب کی طاقت افزا دوا بھی ہے یا یہ وہ مقوی روح ہے۔ جو دو ہی یوم میں قوت رجولیت کو بڑھانا شروع کر دیتا ہے۔ چہرے میں رونق و آبداری حاصل ہوتی ہے۔ قوت باہ حالت طبعی پر آجاتی ہے۔ دیگر امراض جو کثرت فواحشات اور طفولیت کی نازیبا حرکات سے لاحق ہو گئے ہوں۔ ان کے دفعیہ کے لئے روح حیات اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ نامردی۔ ضعف باہ۔ ضعف مثانہ۔ جریان۔ سرعت رقت۔ ضعف اعصاب۔ ضعف معدہ۔ ضعف دماغ۔ ضعف جگر۔ ذیابیطس اور اختلاج قلب کے واسطے روح حیات بمنزلہ تریاق ہے۔ جسمانی کمزوری۔ لاغری۔ بے رونقی اور زردی چہرہ کے لئے اگر اسے تمام مقوی دواؤں پر ترجیح دی جائے۔ تو بجا ہے۔ حلق سے اترتے ہی اس کا خاص اثر ان اعصاب پر پڑتا ہے۔ جن پر قوت باہ کا مدار ہے۔ بزدل کو جوانمرد اور جوانمرد کو ممتاز اور بوڑھے کو صاحبکار بنانا اسی روح کا کام ہے۔ اس کے استعمال سے علی العموم اولاد نرینہ پیدا ہوتی ہے۔ روح حیات کی حیرت انگیز شہرت اور کثرت خریداری کو دیکھ کر لوگ مجھے کیمیاگر کے نام سے پکارتے ہیں۔ قیمت فی شیشی روح حیات (عہ) روح حیات کے علاوہ ایک اور عجیب الاثر دوائی روغن دافع سستی موجود ہے۔ جو صرف بیرونی استعمال سے مردہ اعصاب کو زندہ کرتا ہے۔ رگوں پٹھوں کی سستی اور لاغری بے رونقی وغیرہ دور ہو کر مفقود شدہ طاقت بحال ہو جاتی ہے۔ مایوس مریضان نامردی کو مرد کامل بناتا ہے اور لطف یہ کہ پھر عمر بھر کسی اور دوائی کی ضرورت نہیں رہتی۔ قیمت روغن دافع سستی شیشی کلاں چار روپیہ چار آنہ (للعہ) شیشی خورد دو روپیہ دو آنہ (عہ)

یہ دوائیں۔ حکیم محمد شریف آئی ڈاکٹر کیمیاگر پروپرائٹر شفاخانہ عام لاہور سے طلب کریں۔

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری۔ مضمونوں کی تیز و طراری مریضوں کی آہ و زاری۔ آجکل وہ سماں دکھا رہی ہے۔ کہ الامان۔ لیکن ہمارا کام صرف باتوں سے ہی نہیں چلتا ہم پہلے مفت دوا دیتے ہیں۔ اول آزماؤ۔ پھر منگواؤ۔ بھلا اس میں بھی دھوکا ہے۔ قوائے تناسل کے متعلق ان دنوں مختلف بیماریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت ہے۔ میں نے اس مرض کے لئے یہ معجون تیار کی ہے۔ جس کے چند روزہ استعمال سے امراض متعلقہ قوائے تناسل انشاء اللہ فوراً رفع ہوتے ہیں اور ہر قسم کی شکایت کے لئے انشاء اللہ مفید ہے ہمارا کام یہ نہ تھا کہ لکھ ماریں کہ جواہرات سے تیار ہوتی ہے۔ اول نمونہ مفت منگائیے پھر اگر شفا ہو تو طلب فرمائیے۔ قیمت فی بکس عہ **طلا طلسمی** بیہودہ سالی کہ اثر اور جانکی غلط کاریوں سے یہ امراض لاحق ہوتے ہیں اور بعض اوقات خودکشی تک نوبت پہنچتی ہے ہمارے اس طلا طلسمی سے فائدہ اٹھائیے [illegible] انشاء اللہ وہ اس کو مفید پائیں گے قیمت ۸ ماشہ عہ **سرمہ سلیمانی**۔ آنکھوں کی کل بیماریوں کو دفع کرنے والا اور قوت بصارت بڑھانے والا۔ قیمت فی تولہ ۸ر

سنون دندان۔ دانتوں کی کل بیماریوں کو دفع کرنے والا قیمت فی بکس ۴ر

حکیم سرفراز حسین مالک کارخانہ احمدیہ بلب گڑھ ضلع دہلی

ڈاکٹر [illegible] ہرمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائی
جلاب کی گولیاں

رات کو دو گولی کھا کر سو جاؤ۔ دوسرے دن صبح کو دست صاف ہوگا۔ پیٹ میں گرانی و مروڑ نہیں ہوگا حسب معمول نہانے اور کھانے پینے میں کچھ روکاوٹ نہیں ہوگی۔ ۱۶ برس سے ڈاکٹر ہرمن صاحب اپنے مریضوں کو دیتے چلے آئے ہیں۔ یہ گولیاں کل میں بنتی ہیں۔ مقدار اور وزن میں گولیاں برابر ہیں۔ ہر عیالدار کو ایک ڈبیہ رکھنی چاہئے۔ قیمت سو گولیوں کی ڈبیہ ۵ر ایک سے چھ روپیہ تک محصولڈاک ۵ر

درد سر اور ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد لحظہ میں زیادہ ہو جاتا ہے۔ یہ دوا لحظہ میں اس کو پانی کر دیتا ہے۔ درد ریاح جیسے سر چمک ٹیک۔ رگوں میں لہر سن کون کنی سے جو کہیں چلنے ہو۔ اس دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہے۔ درد سر نصف ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے ہو۔ فوراً دور ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے۔ قیمت ۳۰ ٹکیوں کی ایک ڈبیہ ۶ر محصول ڈاک ایک سے ۳ ڈبیہ تک چھ آنہ۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

دائی

یہ کتاب ایک پردہ نشین خاتون نے فن قابلہ کے متعلق اس قابلیت سے لکھی ہے کہ کوئی لفظ فارسی یا انگریزی کا استعمال نہیں کیا۔ اور تمام مطلب اردو میں سمجھا دیا ہے۔ اب اس کتاب کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

قیمت فی جلد ۱۲

ملنے کا پتہ — نعیم دہلی [illegible]

شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لی جائیگی

عوام سے ۵ر
خواص سے ... ... عہ
ہندوستان سے باہر ۶ے
غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے صرف ۳ے

چہ گویم بالو گر آئی چہ در قادیان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

قادیان دار الامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک و ایڈیٹر رجسٹرڈ ... چھپ کر شائع ہوا

شیخ علی احمد خان صاحب پلیڈر مرحوم

یہ خبر نہایت افسوس سے پڑھی جائیگی کہ جناب شیخ علی احمد صاحب پلیڈر گورداسپور نے ۱۸-جولائی ۱۹۱۱ء کو وفات پائی۔

شیخصاحب مرحوم مسلمانان پنجاب کے ایک مسلّم لیڈر اور ضلع گورداسپور میں ان کی ملکی اور قومی ضروریات کے اکیلے وکیل اور رہنما تھے اس لئے یہ قدرتی امر ہے کہ ان کی وفات سے مسلمانان پنجاب اور خصوصاً مسلمانان ضلع گورداسپور کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ اور میاں حسین بخش آف بٹالہ کی وفات کے بعد یہ دوسرا صدمہ ہے جو ضلع گورداسپور کے مسلمانوں کو اٹھانا پڑا ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہی اس کی جزا ہو)۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ مسلمانوں کے قومی کاز کو ضلع گورداسپور میں سخت دھکا لگا ہے۔ ان کی پولیٹیکل ضرورتوں کی حمایت اور وکالت کے لئے ان کی آنکھیں کسی وجود کو تلاش کرتی ہیں مگر وہ نہیں ملتا۔ ان کے اخلاق حمیدہ کے متعلق منشی حسین بخش صاحب سکرٹری انجمن اسلامیہ بٹالہ نے ذیل کا مراسلہ بغرض اندراج بھیجا ہے۔ ممکن ہے بہت سے لوگ اس کو مبالغہ قرار دیں مگر جو شخص اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر کچھ کہتا ہو وہ برسرحق ہوتا ہے۔

شیخصاحب ہرچند ہمارے سلسلہ میں داخل نہ تھے مگر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے ہمیشہ سے مودّت اور محبت کے وفادارانہ تعلقات رکھتے تھے اور حضرت کے اکثر مقدمات میں وہی کام کیا کرتے تھے۔ مقدمات کے اس طوفان بے تمیزی میں جو اس سلسلہ کے خلاف اٹھایا گیا تھا۔ شیخصاحب کو بڑے بڑے آدمیوں نے فریق مخالف سے شامل ہونے کو اکسایا مگر ان کی حمیت اور غیور طبیعت نے اس کو وفاداری کے خلاف سمجھا۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کے ساتھ انہیں خاص ہمدردی تھی اور اپنے صاحبزادہ بشیر احمد خان کی تعلیم کے لئے اسی مدرسہ کو پسند کیا۔ انہوں نے مختلف موقعوں پر ہمدردی اور محبت کا ثبوت دیا۔

ایڈیٹر الحکم کو ان سے ذاتی نیاز حاصل تھا۔ اور وہ بعض مشورہ طلب امور میں جو مسلمانوں کی بھلائی اور خیر سگالی کے متعلق ہوتے اس سے مشورہ کر لینا ضروری سمجھا کرتے غرض

بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

شیخصاحب مرحوم کے لئے دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کے خاندان کو صبر جمیل۔ آمین۔

میری رائے میں مسلمانان ضلع گورداسپور کی پولیٹیکل ضرورت کا تقاضا ہے کہ شیخ محمد نصیب خانصاحب اب گورداسپور کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنائیں اور اپنے قابل باپ کی طرح خدمت قوم کا کام اپنے ذمہ لیں۔

اب میں اس مراسلہ کو درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

انتقال پُر ملال

یہ خبر وحشت اثر باعث نہائت رنج و افسوس ہو گی کہ شیخ علی احمد خانصاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب رئیس و مقیم گورداسپور نے ۱۸ جولائی ۱۱ء کو اس جہان فانی سے ملک جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ صاحب مرحوم خاندانی فخر قوم۔ چراغ خاندان حامی اسلام۔ پکے دیندار۔ نمازی۔ متقی۔ پرہیزگار۔ ذہین۔ فہیم و متین اپنے فن وکالت میں کامل و اکمل وجیہ۔ خوش صورت۔ نکو سیرت۔ بارعب۔ باہمت۔ باقبال۔ صاحب استقبال۔ مرد میدان۔ ہمدرد بنی نوع انسان۔ صاحب مروت و احسان۔ اعلیٰ درجے کے فیاض مشہور سخی۔ رحم دل۔ ہر دلعزیز۔ مسکین مزاج۔ بردبار۔ صادق الاقرار وفادار۔ خلق مجسم۔ ملنسار۔ پیتوا منع۔ مہمان نواز۔ غریبوں کے مددگار دوستوں کے معین و مددگار۔ بیواؤں کے خبرگیر۔ یتیموں کے دستگیر زر و مال خداداد کی بدولت امیر۔ فروتنی و خاکساری کی وجہ سے پورے درجے کے درویش و فقیر۔ راہ خدا میں سیم و زر کے لوٹانے والے۔ احباب و دیگر اہل حاجات کو ان کی مطلب براری سے ہنسانے والے۔ خویش و بیگانہ۔ ہندو مسلمانوں کو اپنی وفات حسرت آیات پر رلانے والے۔ امورات مفید پبلک میں سب سے زیادہ حصہ لینے والے۔ رفاہ عام کے کاموں میں دل کھول کر چندوں کے دینے والے۔ اپنی آپ نظیر تھے۔ چنانچہ حال میں ایڈورڈ میموریل فنڈ میں ۱۵۰۰ روپیہ دیا۔ آپ کے خلف الصدق و جانشین شیخ محمد نصیب خان صاحب بیرسٹر ایٹ لا وکیل سرکار ضلع حصار اور دوسرے فرزند سعادتمند شیخ محمد خورشید خان ولائت میں بیرسٹری کی تیاری کر رہے ہیں۔ اور آپ کے دو اور صاحبزادہ محمد بشیر خان و محمد نذیر خان خوردسال تعلیم ابتدائی میں مصروف ہیں خداوند تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے اور آپ کے جملہ پسماندوں و احباب کو صبر و شکیبائی عطا فرمائے اور آپ کے لخت جگران آپ کے نقش قدم پر چل کر اپنے آپ کو آپکا سچا جانشین ثابت کریں اور اپنے نیک ارادوں میں کامیاب اور سرسبز و بامراد ہوں۔

چونکہ حالات مردان راہنما پبلک کے لئے اچھا نمونہ اور عمدہ سبق اور باعث تحریص و ترغیب اعمال حسنہ ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے اخباری دنیا میں اس خبر کا مشتہر کیا جانا ضروری خیال کیا گیا۔

مخبر خاکسار حسین بخش دبیر انجمن اسلامیہ بٹالہ

تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ

خدا نے انسان کو تین شریعتیں دی ہیں:۔

(الف) ضمیری شریعت۔

(ب) افعالی شریعت۔

(ج) اقوالی شریعت۔

ہر انسان ان تینوں شریعتوں سے وابستہ ہے۔ اگرچہ کوئی انسان بظاہر ان شرائع کی پابندی اور اقتدار سے انکار کرے اور اپنے تئیں آزاد رکھے۔ لیکن اس کی گردن اور اس کا دل ان کی پابندی سے کسی صورت میں رہائی نہیں پا سکتا۔

ضمیری شریعت انسان کی فطرت یا سرشت میں رکھی گئی ہے اور انسان کا ضمیر اسی کا خوگر یا فنا اور مقتدی ہے اور کوئی انسان اس سے خالی نہیں۔

ہر انسان ایک ضمیر رکھتا ہے اور ہر ضمیر کے صفحات پر صحیفہ فطرت کندہ ہوتا ہے۔ اور ہر ضمیر اسی صحیفہ فطرت کے مطابق حکم دینا اور تعمیل کرانا چاہتا ہے اور اسی کے مطابق اس کی جانب سے اعلائے کلمۃ الخیر اور تبلیغ ہوتی ہے۔ باوجودیکہ ضمیر انواع و اقسام کی الجھنوں اور مشکلات میں گرفتار ہوتا۔ اور طرح طرح کے مشاغل رکھتا ہے اور قوت ارادی بوجوہ اس پر غالب ہوتی یا غالب ہونا چاہتی ہے۔ پھر بھی ضمیر تبلیغ ضروریہ سے باز نہیں رہتا ؎

دل بایں وارستگی کے غافل از تدبیر ماست
ہادی ما رہبر ما مرشد ما پیر ماست

یہ شریعت اس وقت دی گئی تھی۔ جب دوسری شریعتیں وجود پذیر نہ ہوئی تھیں یا قوت سے فعل میں نہیں آئی تھیں۔ کیا کوئی شخص اس شریعت سے انکار کر سکتا ہے۔ اگرچہ کوئی اس کے عمل سے انکاری ہو لیکن اس کے وجود سے انکاری نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ شریعت اپنی موجودگی کا ثبوت خود بوجہ احسن دے رہی ہے۔ قانون اور شریعت کا مدعائے اخیر تبلیغ اور تنبیہ ہوتی ہے۔ اور یہ صورت منظر ضمیر میں پائی جاتی ہے کوئی فعل کرو۔ کوئی خیال پیدا ہو۔ ہر حال میں ضمیر اس فعل اور اس خیال کی اپنے رنگ میں تنقید کرتا اور اپنے رنگ میں اس فعل اور اس خیال کے حسن و قبح پر حاشیہ چڑھاتا ہے ؎

مشغول بہ بازی است دراں سلسلہ زلف
دیوانہ دل من بچہ کار است بہ بینید

دُنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ اپنے اپنے رنگ میں ہماری نگاہوں سے گزر رہا ہے اور جو کچھ ہمارے ارد گرد ہے وہ سب فعالی دنیا ہے اور اس افعالی دُنیا کی رفتار اور عمل سے ایک افعالی شریعت وجود پذیر ہوتی ہے۔ جو فعل اور جو حرکات اور جو تصرفات ہم نہیں کرتے۔ وہ قدرتی افعال۔ قدرتی حرکات اور قدرتی تصرفات ہیں۔ یا ایسے افعال اور ایسی حرکات یا ایسے تصرفات ہیں جو انسانی نہیں ہیں۔ ان افعال ان حرکات اور ان تصرفات کی کچھ نہ کچھ حقیقت اور کیفیت ہوتی ہے اُن میں ایک ترتیب۔ ایک سلیقہ۔ ایک بندش۔ ایک اثر۔ ایک نتیجہ پایا جاتا ہے۔ اس ترتیب۔ سلیقہ۔ بندش۔ اثر اور نتیجہ سے انسان اور نتائج اور اور آثار کی ترتیب دیتا ہے اور اُن پر اپنے افعال کی بنیاد رکھتا ہے۔ ان قدرتی افعال کی مخالفت سے بُرے نتیجے اور موافقت سے اچھے نتائج مترتب ہوتے ہیں۔ اسی عمل کا نام دوسرے الفاظ میں افعال شریعت ہے۔ یہ شریعت موجودات اور کائنات کے افعال اور تصرفات پر جزا و سزا کی جہت سے مؤثر ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص آگ میں ہاتھ ڈالتا ہے۔ تو جل جاتا ہے۔ جب پانی میں ہاتھ ڈالتا ہے۔ تو اس میں برودت کا احساس ہوتا ہے۔ جب آدمی اوپر سے گرتا ہے تو کشش ثقل اُسے کسی صورت میں اوپر جانے نہیں دیتی۔ اور گرنے والا ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ سوائے ایک حکمت کے اس کا جسم یا اس کی جان محفوظ نہیں رہ سکتی جو شخص اوپر چڑھتا ہے۔ وہ اسی قدر پرواز کر سکتا ہے۔ کہ جس قدر اُس کی طاقت ہے۔ اس قسم کی باتیں پتہ دے رہی ہیں کہ افعالی شریعت کے احکام میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ چاہے کوئی کبھی ان کی تعمیل اور تسلیم کرے۔ جو طاقت حاصل مان لی جا سکتی اور اس کی نسبت یہ خیال کیا جائے۔ کہ اس کی سکت یا اس کی جانب سے یہ سلسلہ افعال عمل میں آرہا ہے۔ تو اس کی نسبت یہ خیال کرنا

علیکم انفسکم کا موقعہ ہوتا ہے۔

فرمایا۔ میرا یہی دستور ہے کہ ایک حد تک کہتا ہوں۔ پھر میں حضرت ابوبکرؓ کے قول پر عمل کرتا ہوں۔

۷ جولائی ۱۹۱۱ء اس سوال کے جواب میں کہ مسجد حرام میں مشرکین کا آنا کیوں منع کیا گیا۔ فرمایا:۔

اس سوال کے پوچھنے والا یہودی یا عیسائی ہے۔ تو اس کے لئے یہ جواب کافی ہے کہ سات گاؤں تھے۔ جو حضرت موسیٰ نے ایسے ٹھہرائے کہ ان میں کسی قوم کے آدمی کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔

دوسرا جواب۔ اللہ تعالیٰ اسی رنگ میں سزا دیتا ہے۔ جس میں نافرمانی ہو۔

مثلاً ایک شخص کے پاس ایک گھوڑی ہے۔ پڑوسی چور ہے وہ اسے چرا لیتا ہے۔ مگر اسے چرا کر وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا۔ بلکہ دیکھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ سو کوس کے اندر تو رکھ ہی نہیں سکتا۔ گویا جس مطلب کے لئے اس نے چوری کی اس سے محروم رہ گیا۔ ایسا ہی زنا سے بدنگاہ رونگٹا فائدہ اٹھاتا ہے تو آتشک سے بال بال دکھ اٹھاتا ہے۔ مشرکین عرب کا جرم تھا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام میں آنے سے روکا ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ تو اب سزا بھی اسی رنگ میں دی گئی یعنی مشرکون مسجد حرام کے نزدیک پھٹکنے بھی نہ پائیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جب کوئی مذہب پیدا ہوتا ہے تو اس کی ابتدائی حالت میں بڑے بڑے مخلص لوگ ہی شامل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ وقت بڑی مصیبتوں کا ہوتا ہے۔ مومن کے جان و مال پر ابتلا آتا ہے اور بعض اوقات تو اس بستی میں رہنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ مخلص لوگ اس صبر کے اجر میں بادشاہ بنائے جاتے ہیں۔ اس وقت منافق اور گندے لوگ بھی طرح طرح کے حیلوں سے بیچ میں آگھستے ہیں اور دین کی اکثر باتوں کو کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں مثال کے طور پر نصاریٰ کو دیکھو کہ اب اصل انجیل تک ان کے پاس نہیں۔ ایک طرف تو علم طبقات الارض وغیرہ میں یہاں تک ترقی کی ہے کہ سب زمین کو چھان ڈالا۔ دوسری طرف دینی امور کا یہ حال کہ اپنے مذہب کی کتاب کا پتہ نہیں۔ ہندو یہ بتا سکتے کہ رام چندرجی اور کرشن مہاراج کا طرز عبادت کیا تھا۔

غرض ایک وقت مذہب پر آتا ہے کہ اس کے پیروؤں میں دنیا پرستی بڑھ جاتی ہے۔ اور اصل مذہب کی طرف توجہ کم ہو جاتی ہے۔ تو قوم خدا کے احکام کو بھول جاتی ہے اور غیر قوموں کے اثر سے متاثر ہو کر انہیں کا رسم و رواج اختیار کر کے بعض اوقات انہیں مل جاتی ہے۔ اس خطرے سے محفوظ رکھنے کے لئے ضرور تھا کہ مکہ معظمہ غیر قوموں کے دخل سے بالکل پاک رہے۔ تا دین بھی محفوظ رہے اور اگرچہ بعض قسم کی تبدیلیاں پیدا ہونی ایک قدرتی بات ہے۔ مگر پھر بھی دوسری قوموں سے مسلمان نسبتاً بہت محفوظ رہے۔ عیسائیوں کے دو فرقوں کا طریق عبادت بھی نہیں ملتا مسلمانوں میں یہ امر مشترک تو ہے خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ والسلام۔

۹ جولائی ۱۹۱۱ء فرمایا۔ کھانے میں تین باتیں نہ ہوں۔ تو وہ کھانا غفلت کا موجب ہوگا۔

حلال ہو۔ یہ نہ سمجھ لو کہ چور ہی حرام خور ہوتے ہیں بلکہ جو چوری کا مال کھاتا ہے وہ بھی حرام خور ہے۔ جو جعلسازی اور دھوکے سے مال جمع کرتا ہے۔ وہ بھی حرام خور ہے۔ جو کسی دوکان میں مال شراکت رکھتا ہے اور اس کا کوئی حساب کتاب نہیں۔ وہ بھی حرام خور ہے۔ جو اپنے منصبی فرض کو عمدگی سے ادا نہیں کرتا۔ اور ترقی تنخواہ کے لئے ہوشیار ہے وہ بھی حرام خور ہے۔ غرض جو بالباطل مال کھانے والے ہیں۔ وہ سب حرام خور ہیں۔

دوم یہ کہ۔ کھانا طیّب ہو۔ یعنے وہ کھائے جو موجب ضرر نہ ہو مثلاً کھانسی والا اگر ترش چیز کھاتا ہے۔ تو وہ طیّب نہیں کھاتا۔ فالج والا اگر سردائیاں پیتا ہے تو طیّب کا استعمال نہیں کرتا۔ غرض جو کھاؤ پہلے دیکھ لو کہ بدن کے لئے مفید و پسندیدہ ہے۔ یا نہیں۔

سوم۔ لقمہ اٹھاتے وقت اللہ کا نام لے اور شکر ادا کرے روٹی پکانا اور تنور سے نکالنا میری جیسی طبیعت کے انسان کے لئے تو ایک قسم کا معجزہ ہے۔ تین دفعہ آنا پڑتا ہے اور میں آگ سے ایسا نفور۔ کہ سردی میں بھی تاپ نہیں سکتا۔

لوگ حلال حرام کا خیال نہیں کرتے۔ ایک عورت نے میرے سامنے ذکر کیا۔ کہ ہم شادی کے موقعہ پر بکرے کا کھلائینگے۔ میں نے پوچھا۔ کہاں سے حاصل ہونگی۔ کہا ہمارے نوجوان بہت ہیں۔ جو ادھر ادھر سے پکڑ لاتے ہیں پھر کہا کہ اپنے علماء کے لئے تو بکریاں ذبح کرتے ہیں۔ میں نے کہا وہ تو چوری کی نہیں ہونگی۔ کہا نہیں وہ تو گڈریوں سے لیتے ہیں اور وہ کیوں نہ دیں۔ اگر ذرا بھی انکار کریں تو ہم ان کا ریوڑ کا ریوڑ نہ غارت کر دیں۔ اور پیر صاحب کی زیادہ خاطر ہے۔ اُن کے لئے مرغے کا گوشت ہوگا۔ میں نے پوچھا وہ کہاں سے لوگے۔ کہا جولاہوں سے۔ پوچھا قیمتاً۔ کہا نہیں جوتے کے زور۔

غرض آجکل مسلمانوں کی قابل رحم حالت ہے۔ خوب سن لو اکثر مردار خور الٰہیات کے علم سے بالکل ناواقف رہتے ہیں۔ یورپ کی قوموں کو بھی دیکھ لو۔ کہ الٰہیات کے باریک مسائل میں کچھ فہم نہیں۔ ایک انسان کو خدا کا بیٹا سمجھ لیا ہے۔ فرمایا کہ خون سے تشنج و استرخا پیدا ہوتا ہے۔ اور لحم الخنزیر اخلاق و عادات پر برا اثر ڈالتا ہے اور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے۔ وہ پاک عقائد کے لئے بد اثر ڈالتا ہے۔ فرمایا کہ بعض بداعمالیوں کی وجہ سے یہود سے رزق حلال چھین لیا گیا۔ مسلمانوں کو بھی یہی سزا ملی ہے۔ حلال طیّب رزق تو مال غنیمت ہے۔

۱۰ جولائی ۱۹۱۱ء فرمایا:۔ سورہ نحل کے آخری رکوع سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ نعمتیں پانچ چیزوں سے حاصل ہوتی ہیں۔

جو چاہتا ہے کہ دنیا میں سکھ یا آرام پائے۔ آخرت میں بزمرہ صالحین مبعوث ہو۔ خدا تعالیٰ اُسے اپنا برگزیدہ بندہ بنا لے۔ اپنی جناب سے دین و دنیا کے امور کی ہدایت کرے صراط مستقیم حصول مقصد کی اقرب راہ پر چلائے۔ تو اسے چاہئے کہ حضرت ابراہیمؑ کی مانند سارے جہان کی خوبیاں اپنے اندر جمع کرے اللہ کے تمام احکام کا فرمانبردار رہے۔ ما ستبازہو۔ شرک نہ کرے اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر کرے۔

فرمایا:۔ ایک بزرگ نے لکھا ہے۔ اگر میں رات غفلت میں گذارتا ہوں۔ تو صبح میرا گدھا بھی میرے کام سے غافل و سست ہوتا ہے۔

فرمایا۔ مولوی فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی کا ذکر ہے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ جنت میں حوریں ہوں گی۔ تو آپ کا کیا طرز عمل ہوگا فرمایا۔ میں کہونگا کہ جاؤ بیبیو۔ قرآن پڑھو۔ یہ اپنا اپنا ذوق ہے۔

فرمایا:۔ جب انسان اپنی اصلاح کرے تو ضروری ہے کہ دوسروں تک تمام حق پہنچائے۔ وہ بھی لٹھ ماروں کی طرح نہیں بلکہ حکمت اور احسن طریق سے۔ بالتی ھی احسن کا حصول موقوف ہے اس امر پر کہ انسان مناظرات کی خود خواہش نہ کرے۔ دعا سے بہت کام لے اور خدا کے حضور نہایت منکسر اور متواضع ہو۔ مناظرے سے کسی انسان پر برتری و بڑائی مقصود نہ ہو بلکہ محض للہ احقاق حق مطلوب ہو۔

فرمایا:۔ مقدمات میں لوگوں کو کئی سہارے ہوتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ ہمارا مجسٹریٹ ہے۔ کوئی کہتا ہے ہمارا وکیل ہے۔ مگر اللہ کی معیت ان کے ساتھ ہے جو متقی اور محسن ہوں۔

۱۱ جولائی ۱۹۱۱ء فرمایا:۔ عباسیہ سلطنت ایک وقت بڑے زور پر تھی۔ محمود غزنوی جو بڑا فاتح اور عظیم الشان بادشاہ تھا۔ اُن کی سلطنت کے خلیفہ سے یمین الدولہ کا خطاب موجب عزت و افتخار سمجھا۔ ایک دفعہ خلیفہ بغداد اس پر ناراض ہوا۔ محمود نے لکھ بھیجا کہ میرے پاس اتنے ہزار ہاتھی ہے ہم فوج کشی کر سکتے ہیں۔ جواب میں خلیفہ نے ایک کاغذ پر الم الم لکھ بھیجا محمود کو اللہ نے عقل و فراست بخشی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ اشارہ ہے الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل۔ الم یجعل کیدھم فی تضلیل کی طرف۔ پھر جب مسلمانوں میں نافرمانی۔ کاہلی سستی بڑھی۔ دنیا میں منہمک ہو گئے۔ تو باوجودیکہ پانچ لاکھ فوج بغداد کے اندر موجود تھی۔ ہلاکو نے ان کا نام و نشان مٹا دیا اور ہزار کے قریب ایسے لوگ جن پر مدعی سلطنت ہونے کا گمان ہو سکتا تھا۔ زندہ دیوار میں چنوا دیئے گئے پھر ہسپانیہ میں کتنی بڑی زبردست سلطنت تھی۔ مگر جب سستی تکبر۔ بڑائی اور حرص آئی۔ تو نام و نشان نہ رہا۔ مسلمانوں کی درخواست تھی۔ کہ ہمیں کتابیں تو لیجانے دو۔ انتخاب کی اجازت ہوئی۔ جب تین لاکھ کتابوں کا انتخاب کر کے جہاز میں لاد چکے تو وہ جہاز ڈبو دیا گیا۔

اب مسلمانوں کے سامنے ان باتوں کا ذکر تقریباً ایسا ہے جیسے کسی اندھے کے آگے کسی خوشنما پھول کی تعریف کی جائے۔ ہاں یوں سمجھ میں آ سکتا ہے کہ کوئی تمہیں اپنے گھر سے نکالدے پھر دل پر کیا گذرتی ہے۔ یہ مصیبت کا زمانہ مسلمانوں پر کیوں آیا۔ محض اپنی ہی غفلت و کاہلی اور خدا کے احکام کی نافرمانی سے۔

مشکل نہیں کہ ان دو طریقوں ضمیری اور افعالی کے سوائے اُس کا کوئی اور طریقہ بھی تبلیغ اور تنبیہ کا ہو سکتا ہے۔ ان دونوں شریعتوں ضمیری اور افعالی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ضمیر میں جو صدائیں آتی ہیں۔ وہ ایسی مبہم نہیں ہیں۔ کہ کوئی ان سے انکار کر سکے۔ ناطق۔ گونگا۔ بہرہ۔ اندھا۔ بینا۔ مریض۔ تندرست سب کے سب سنتے اور اثر پذیر رہتے ہیں۔ افعالی شریعت بھی گویا اپنی زبان میں بول رہی ہے۔

ضمیری شریعت یہ اعلان کر رہی ہے۔ کہ ضمیر آواز دیتے اور تبلیغ کرتے ہیں۔ اور اُن میں بولنے کی طاقت موجود ہے ضمیروں میں امتیاز اور فرق ہے۔ فطنت اور فطرت کے اعتبار سے اُن میں نسبتیں ہیں۔ ان نسبتوں کے اعتبارات سے اُن کی درجہ بندی ہوئی ہے۔

جب ضمیر عامیانہ رنگ میں بولتے اور تبلیغ کرتے ہیں۔ تو اُسے ایک ضمیری شریعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور جب مجموعہ ضمائر میں سے چند ضمیر اپنے اپنے وقت پر خاص طور سے دُنیا کو مخاطب کرتے ہیں۔ تو اُس کا نام قولی شریعت ہوتا ہے۔ ایک جداگانہ ضمیر عامیانہ رنگ میں صرف اپنے ہی لئے صدا دیتا ہے اور تبلیغ کرتا ہے۔ لیکن ایک خاص ضمیر اپنے رنگ میں صحیفۂ فطرت سے تعلیم پاکر ساری دُنیا کے واسطے بولتا اور تبلیغ کرتا۔ پہلا ضمیر جو اپنی ہی ذات کے واسطے بولتا ہے ایک شخصی نبوت رکھتا ہے۔ اور دوسرا ضمیر جو ساری دُنیا یا سارے ابنائے جنس کے واسطے بولتا ہے صحیح معنوں میں نبی اور شریعت لانے والا ہے۔ اگر شخصی ضمیر کی تبلیغ نہ ہوتی تو اس مجموعی تبلیغ یا شریعت کی تصدیق ہی نہ ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب کا قانون اور ہر شریعت بعض مختص ضمیروں کے ذریعہ سے تبلیغ پاتی ہے ممکن تھا کہ افعالی رنگ میں ہی اس کی تنبیہ کی جاتی۔ مگر چونکہ ضمیر کی شہادت کا لانا ضروری تھا۔ اس واسطے بعض ممتاز ضمائر کے ذریعہ سے ہی ابلاغ کیا گیا۔ اگر ایک نبی موجودات کے سامنے یہ کہتا ہے کہ مجھے کچھ القا ہوا ہے اور مجھ میں ایک روح بولتی اور مجھے تبلیغ کے لئے مجبور کرتی ہے۔ تو مختلف ضمیر اپنے اپنے رنگ میں اُس کی تصدیق اور تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ ہر ضمیر اپنی ذات میں اپنی ذات میں اس کا تماشا کسی نہ کسی رنگ میں دیکھ رہا ہے اور کوئی ضمیر اس سے انکاری نہیں ہو سکتا۔ ہر ضمیر جانتا ہے کہ اس کے اندرون میں سے وقتاً بیوقت صدائیں نکلتی ہیں اور اُن میں صداقت ہوتی ہے

نبی کیا ہے اور مرسل کیا ہے
ایک خاص ضمیر اور خاص فطنت یا جداگانہ مزکّی سرشت کی صدا۔
کیسی صدا۔ کیسی آواز۔ کیسی تبلیغ!

جو صداقت۔ نفاست۔ لطافت سے بھرپور اور مزیّن ہو جس پر خود ضمیر کا تیقّن ہو جو دل سے نکلے اور دلوں پر پڑے۔ کیسی صدا جو ایک اعلیٰ طاقت کی جانب سے دی گئی ہو جس میں اس کا نور اور جلوہ پایا جاتا ہو۔[۱]

عنوان میں جو الفاظ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ لکھے گئے ہیں یہ منجملہ ان صداؤں کے ایک پاک صدا ہے۔ جو قولی شریعت کا ایک ممتاز فقرہ ہے یا ایک قانون اس فقرہ میں یہ جتلایا گیا ہے۔ کہ الٰہی اخلاق کی پابندی کرو۔ یہ پابندی ایک مفید پابندی ہے۔

خدائی اخلاق دو قسم کے ہیں۔
(الف) اخلاق متعلق بہ معاشرت۔
(ب) اخلاق متعلق بہ معاد۔

اس فقرہ میں معاشرتی اخلاق سے زیادہ تر مراد ہے۔ اگرچہ خدائے لایزال ہر طرح سے ہر مخلوق پر قابض اور مسلط ہے اور اُس کی قدرت جامع اور وسیع ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی اخلاقی وسعت معاشرتی امور میں بالکل جامع اور غیر محدود واقع ہوئی ہے۔ چاہے کوئی اسے مانیں اور چاہے کوئی نہ مانیں۔ چاہے کوئی اس کی تصدیق کرے یا نہ کرے۔ اُس کی رحمت معاشرتی کبھی اس سے جدا نہیں ہوتی مثلاً دیکھو شعبۂ رزاقی میں۔ دہریوں کو پالتا ہے۔ منکروں کی خبر گیری کرتا ہے۔ فاسقوں کو بھی دیتا ہے اور عابدوں و زاہدوں کی بھی خبر لیتا ہے۔ اس میں کوئی تفریق نہیں۔ کمی بیشی کا ایک دوسرا سوال ہے۔ لیکن معاشرتی امور میں ہر ایک سے اپنے اپنے رنگ میں سلوک کیا جاتا ہے۔ بادشاہ بھی اسی طریق سے پیدا ہوتا ہے جس طریق سے ایک چوہڑہ ہوتا ہے۔ بادشاہ کو دُنیا کے تغیر و تبدل کا اسی طرح خوف ہے۔ جس طرح ایک مزدور کو ہے۔ مصیبت اور رحمت دونوں پر پڑتی اور نازل ہوتی ہے۔ ہر ایک کی دعا سنتا اور اپنی مرضی کے مطابق سب کی دعاؤں کا فیصلہ کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ فاسق دعا نہ کرے اور عابد کرے۔ فاجر در خدائی پر نہ آئے اور زاہد آئے۔ بمصداق ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

یہ حکم معاشرتی یا اخلاقی رنگ میں صرف اس واسطے دیا گیا ہے کہ لوگ معاشرتی زندگی میں آرام اور سہولت سے رہیں اور خدائی اخلاق کے مطابق ایک دوسرے سے پیش آئیں اگر ایک نیک آدمی زاہد عابد ایک بدبخت گنہگار کے ساتھ معاشرتی رنگ میں کوئی حرج اور مؤاثرت نہ رکھے اور جو اُس کے حقوق واجبی ہیں۔ اُن کو بوجہ احسن ایفا کرے تو وہ گویا خدائی اخلاق کی پابندی سے زندگی بسر کر رہا ہے۔

خدا سو گناہ دیکھتا ہے اور پھر بھی دیر رزق بند نہیں کرتا۔ یہ اس کی وسعت اخلاقی ہے۔ لیکن جب گرفت کرتا ہے تو پوری کرتا ہے۔ یہ بھی اس کا ایک اخلاقی عمل ہے۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کا مفہوم نرا رعایات ہی کو محتوی نہیں تنبیہات پر بھی محتوی ہے۔

دُنیا میں ضدیت اور تعصب کی رو چل رہی ہے اور اسی وجہ سے انسانی جماعتیں ایک بے آرامی اور شورش میں پڑ رہی ہیں اُس کا موجب یہی ہے کہ بدقسمتی سے لوگوں میں سے الٰہی اخلاق کی پابندی کا اصول اُٹھتا جاتا ہے۔ لوگوں نے اس کے مقابلہ میں ایک اپنا خود ساختہ اصول یا قانون بنا لیا ہے۔ اگر خدا درگذر اور برداشت نہ کرے تو یہ گنہگار دُنیا ایک دن بھی باقی نہیں رہ سکتی اور اگر غلطیوں پر گرفت کرے تو نیکی کا نام بھی باقی نہ رہے۔

صوفیائے کرام نے سب سے پہلے یہ کوشش کی۔ اور اُن کا ضمیر کہاں ٹھہرا؟ اسی مرکز پر کہ خدائی اخلاق سے اپنے تئیں متصف کیا جائے۔ صادق القلب صوفی ایک لغزش کھانے والی روح کو تنبیہ کرنے پر اس کے واسطے تضرع سے دعائیں ہی کرتا ہے لیکن جو اُس کے حقوق جائز ہیں۔ انہیں غصب نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کا عمل خدائی عمل کے خلاف ہے۔ ایک نبی علیہ السلام کے گھر میں ایک دہریہ مہمان ہوا۔ نبی علیہ السلام نے اس کی مدارات اور خاطر داری و ضیافت سے اس واسطے پہلو تہی کی۔ کہ وہ خدا کا منکر ہے۔ خدائے جلیل کی جانب سے عتابی رنگ میں القا ہوا۔

"ہم اپنے بندے کو باوجود اس غلطی کے اب تک پالتے رہے اور تم ایک وقت کی روٹی سے بھی رہ گئے"

یہ کیا تھا خدائی اخلاق کے خلاف کرنا۔ دُنیا میں رہ کر یہ چاہنا کہ کسی شخص کی خلافِ مرضی کوئی بھی نہ رہے۔ یہ ایک فریب دہ خیال ہے خدا کی مرضی کے خلاف دُنیا کا بہت سا حصہ چل رہا ہے۔ لیکن خدا ان سے ساتھ ذرہ کنجوسی کرتا ہے اور نہ انہیں زندگی کی ضروریات اور معاشرتی حوائج سے جواب دیتا ہے۔ کیا یہ عمل ہمارے واسطے ایک سند اور فتویٰ نہیں ہے اور ہم اس کے محتاج نہیں ہیں؟

دُنیا کی اکثر خرابیوں اکثر اُلجھنوں اکثر جھگڑوں کا موجب صرف یہ ہے کہ ہم خدائی اخلاق سے وابستہ نہیں ہوتے۔ خدا اگر نیکی اور گرفت چاہتا ہے تو یہ بھی چاہتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ وسعت خیالی سے سلوک کریں۔ ان امور میں دخل نہ دیں جو صرف خدا کا ہی حصہ بخرہ ہیں۔ تعصب۔ ضد سے کام لینا اور ایک دوسرے کی خرابی میں ساعی رہنا قطعاً خدائی اخلاق کے خلاف ہے۔

خدا محبت ہے اور اُس کی محبت میں ایک بُردباری اور استقلال ہے اس کی گرفت نفسانیت اور ضدیت سے پاک اور صاف ہے۔

دُنیا کی معادی اور معاشرتی آسائش محض خدائی رنگ میں ہے خدا ہمیں تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کی توفیق بخشے جو ایک جامع وسعت خیالی اور کشادہ دلی ہے۔ اور ایک دوسرے کی محبت میں ہم سب کے سب وارفتہ ہوں ؎

عاجز اے دل دو تفرقہ یارب نگاہ دار
دین دفترِ صفا دستے پیش و پس مباد

سلطان احمد از بہاولپور

ملفوظات امیر المومنینؓ

۶ رجولائی ۱۹۱۱ء فرمایا۔ مومن کا فرض ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا رہے۔ [illegible] یا عیسیٰ بدین خود۔ موسیٰ بدین خود صحیح نہیں۔ فرمایا۔ [illegible] دھوکہ ہوا ہے۔ وہ لم تقولون ما لا تفعلون۔ سے [illegible] کہ جس بات پر خود عمل نہ ہو۔ اسے کہنا ہی نہیں چاہئیے۔ [illegible] مطلب تو یہ ہے۔ کہ جو قول و قرار پورا نہ کرنا ہو۔ [illegible] دوسری آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ سے استدلال غلط کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ سے کسی نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا اذا رأیت شحًّا مطاعًا وھوًی متبعًا و اعجاب کل ذی رای برأیہ فعلیکم انفسکم جب تو دیکھے ایک شخص دنیا کا حریص و متبع ہے اور گری ہوئی خواہشوں کا پیرو ہے اور خود پسندی کا یہ حال کہ اپنی ہی رائے پسند ہے۔ تو اس وقت

[۱] چونکہ اس بحث میں کسی اور مطلب کا اظہار مقصود ہے۔ اس واسطے ان ہر سہ شرائع کی بابت کسی اور وقت پر بالخصوص بحث کی جائے گی۔

وہ شہزادہ امن تھا

اور چونکہ خدا تعالیٰ نے اسے **سلطان القلم** بنایا اور اب تلوار کی جگہ دنیا پر قلم کے ذریعہ حکومت ہو رہی ہے اور یا اس کے اثر کے ماتحت تقریر بازی اپنا کام کر رہی ہے۔ اس لئے انگلستان میں امیروں اور غریبوں کی جنگ میں لوہے کے آلہ ہائے حرب کے بجائے

قلم اور زبان کام کر رہی ہے

ہمارے ناظرین میں بہت تھوڑے لوگ ہوں گے جو انگلستان کے طریقہ حکومت سے واقف ہوں۔ اس لئے مختصر الفاظ میں انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ انگلستان کی حکومت میں دو جماعتوں کا دخل ہے جس کو صفائی بیان کے لئے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہاں دو انجمنیں کام کرتی ہیں۔ ایک کا نام **دیوان عام** اور دوسرے کا نام دیوان خاص ہے۔ **دیوان عام** میں وہ لوگ ممبر ہوتے ہیں۔ جن کو عام لوگ اپنے قائمقام کی حیثیت سے منتخب کرتے ہیں۔ یہ لوگ عوام کے قائمقام ہوتے ہیں اور دیوان خاص میں وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو خاندانی امیر کبیر اور ان کے قائمقام ہوتے ہیں۔

دیوان عام ملک کے لئے قانون بناتا ہے اور دیوان خاص اسے منظور یا نامنظور کرتا ہے۔

چونکہ بادشاہ تک کسی قانون کے پہنچنے سے پہلے دیوان عام کے وضع کردہ قوانین کی قسمت دیوان خاص یا (ہوس آف لارڈز) کے ہاتھ میں ہے۔ اور اسے اختیار ہے کہ وہ چاہے تو دیوان عام کے کسی قانون کو نامنظور کر دے اس لئے دیوان عام یہ تجویز کر رہا ہے۔ کہ دیوان خاص کے اختیارات کو اعتدال پر لایا جاوے اور اس کی ضرورت پارلیمنٹ بل سے پیش آئی جس کو دیوان خاص نے چند ترمیموں کے ساتھ واپس کر دیا تھا۔ دیوان عام نے ان ترمیموں کا بڑے زور سے انکار کیا اور

اس پر جنگ چھڑ گئی

اب جبکہ دونوں مجلسوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ تو دیوان عام نے دیوان خاص کو سرکاری طور پر لکھا ہے کہ دیوان عام ضرورتاً **بادشاہ** کو جو سب کا حکمران ہے اور کسی قانون کا نفاذ نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کے دستخط نہ ہوں) یہ مشورہ دیگی۔ کہ وہ اپنے شاہی استحقاق کی رو سے پارلیمنٹ بل کو قانون کی حیثیت عطا کریں۔ بادشاہ نے دیوان عام کی اس رائے سے اتفاق کر لیا ہے۔ کیونکہ دیوان عام انگلستان کی

پبلک آواز ہے۔

اس مباحثہ نے طول کھینچا اور ہر دو فریق کی طرف سے دھواں دھار تقریریں ہوئیں اور دیوان خاص کے زور کو توڑنے کے لئے یہ بھی تجویز کی گئی کہ لارڈوں کی تعداد میں اضافہ کیا جاوے اور نئے لارڈ بنوا دیئے جاویں۔ غرض اس ساری بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ

پارلیمنٹ بل پاس ہو گیا اور امرا کا زور گھٹ گیا

بلکہ دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہیئے کہ دیوان خاص عملی طور پر مردہ ہو گیا اور انگلستان کی پولیٹیکل زندگی میں ایک نیا دور شروع ہوا۔

یہ ہے پبلک رائے کی قدر جس ملک کے آئین اور تمدن کو ہم اپنے کاموں میں اسوہ بنانا چاہتے ہیں وہ خود رفتہ رفتہ **اسلام ہی کے اصولوں** کی طرف آ رہے ہیں پبلک رائے دبائی جا سکتی ہے۔ مگر اس کے دبانے کے نتائج کبھی خوش آئند نہیں ہو سکتے۔ آخر وہ اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی کیونکہ

صداقت میں ناقابل مغلوب قوت ہے

یہی وجہ ہے۔ کہ انگلستان کے امیروں کے مقابلہ میں

غریبوں کی فتح ہوئی

مختصر نوٹ

ثنائی ہرزہ درائی

رسالہ احمدی جو مشہور اہل قلم میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ مخالفین سلسلہ کے خوب دانت توڑ رہا ہے۔ ان کے حوصلے پست اور ہمتیں ٹوٹ چلی ہیں۔ ان مخالفین کا گرو گھنٹال امرتسری منکر احمدی کے حملوں کی تاب نہ لا کر چلا اٹھا ہے۔ حال میں جو نمبر شائع ہوا ہے جو اگست اور ستمبر کا مجموعہ ہے۔ اس میں ثنائی ہرزہ درائی کی حقیقت کو کھولا گیا ہے اور ثنائی بدزبانی کا جواب **صدائے گنبد** کے موافق ایسا دیا ہے۔ کہ اگر اس میں غیرت اور حمیت ہو تو آئندہ اس بدزبانی سے توبہ کرلے۔

ایسے رسالہ کی فی الواقع ضرورت ہے اور مخالفین جو تہذیب اور متانت سے گر کر حملے کرتے ہیں۔ ان کے دندان شکن جواب احمدی ہی دے سکتے ہیں۔ اگرچہ کہا جاتا ہے کہ جب کتا کسی کو کاٹے تو کتے کو دانشمند کاٹ نہیں کھاتا۔ مگر یہ تو ہو سکتا ہے کہ کتے کو ڈنڈے سے درست کیا جاوے امید ہے مخالفین آئندہ توبہ کر لیں گے۔

پنجاب گورنمنٹ اور اخبارات

قائمقام لفٹنٹ گورنر پنجاب نے جو رائے بعض اخبارات دراسے کے رویہ کے اعتدال پر لانے کے متعلق پریس کمیونک کے ذریعہ ظاہر کی ہے۔ وہ کسی دوسری جگہ درج ہے اس میں کوئی کلام نہیں کہ بعض اخبارات کا رویہ اس قابل تھا کہ اس کی اصلاح ہوتی مگر قابل غور امر یہ ضرور تھا کہ الحق کی ضمانت لینے کے متعلق جو کارروائی ہوئی ہے۔ اس میں اس امر کو کہاں تک ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کہ آیا اس کے مضامین زیر ضمانت ڈیفنسو تھے یا آفینسو؟ اور دفاعی ہونے کی وجہ سے وہ امن کے موید تھے یا نقص امن کے محرک۔ اب سر لوئی ڈین کی گورنمنٹ سے ہماری توقع کر لینے معنی نہیں رکھتی کہ وہ ضرور اس **ضمانت** کے سوال پر غور کرے گی کیونکہ سر لوئی ڈین کی گورنمنٹ نے اپنی بیدار مغزی اور علو ہمتی سے سب کو اپنا ممنون بنا رکھا ہے۔ میری دانست میں اگر **ایڈیٹر صاحب الحق** خود جا کر سر لوئی ڈین کے حضور اپنے عذرات پیش کریں۔ تو سر لوئی ڈین کی گورنمنٹ انہیں واپسی عزت دینے میں فیاضی سے کام لیگی۔ مسلم پریس کو اس وقت پوری توجہ سے کام لینا چاہیئے اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ فدائے قوم الحق کی خصوصیت سے اعانت کریں۔ جو اس کڑے امتحان میں ثابت قدم ثابت ہوا ہے۔ یہ محض خدا کے فضل کی بات ہے ورنہ بڑے بڑے پرانے اخبارات اس امتحان میں آ کر بیٹھ گئے۔

مکتی فوج کے کارنامے

اخبار وکیل نے مکتی فوج کے کارناموں پر لکھتے ہوئے ظاہر کیا ہے کہ :-

"اس کے مقابلہ میں ہم اپنے قومی شہیدوں کے کارنامے اور قومی انجمنوں کا رجسٹر دیکھتے ہیں۔ تو وہاں صفر نظر آتا ہے"!

مکتی فوج جن ذریعوں سے دین عیسویت کی اشاعت کر رہی ہے۔ وہ ہماری انجمنوں کے لئے **قابل غور** ہے۔ دستکاری اور صنعت کے رنگ میں اور جرائم پیشہ اقوام کی اصلاح کے خیال سے ایک بہت بڑا حصہ ہندوستان و پنجاب کی آبادی کا ان کے ہاتھ میں جا چکا ہے۔ اور وہ کوشش کر رہے ہیں۔ کہ وہ حصہ مخلوق جس کو ہندوؤں اور مسلمانوں نے ناکارہ سمجھ کر الگ کر دیا ہے یعنی **ادنیٰ اقوام** انہیں وہ اٹھا کر گلے سے لگائیں اور ابھاریں۔ مکتی فوج نے جب جرائم پیشہ **اقوام کی اصلاح** کی خیال سے بیرتے وغیرہ اقوام میں کام کرنا شروع کیا تو میں نے اپنی کمزور آواز کو اٹھایا اور آگاہ کیا کہ ابھی وقت ہے اٹھو اور ہمت کر کے اپنے مسلمان بھائیوں کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ لیکن کسی نے پرواہ نہ کی۔ ابھی وقت ہے اور ضرورت ہے کہ

واعظین ان میں بھیجے جاویں۔

اور عیسوی اثر کو متعدی نہ ہونے دیا جاوے کیا مسلمانوں کی انجمنیں اس پر توجہ کر سکتی ہیں؟ جواب وقت دیگا کہ نہیں! انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تعطیل جمعہ کا میموریل

تعطیل جمعہ کی تحریک کی ملک کے تمام مسلمان اخبارات اور قریباً کل انجمنوں نے تائید کی ہے۔ اور اگر بعض نے میموریل کے ارسال کرنے کے وقت یا نوعیت پر کوئی رائے زنی کر کے ترمیم کرنی چاہی ہے۔ تو اسے ہم ناپسند نہیں کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے وقت پر اور اب حضرت خلیفۃ المسیح رض نے اس امر کا اعلان کر دیا تھا کہ اگر کوئی اور شخص اس کام کو کرنا چاہے۔ تو بڑی خوشی سے ہم اس کے ساتھ ہونے کو تیار ہیں۔ بہرحال یہ نہایت خوش کن بات ہے۔ کہ مسلمان اپنی ضروریات دین کو سمجھنے لگے ہیں۔ بعض نادانوں نے احمدی اور غیر احمدی کے سوال کو اس مبارک تحریک کی راہ میں روک بنانا چاہا ہے مگر وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ **فرضیت جمعہ** میں کسی کو کیا کلام ہے یہ تو مسلمانوں کا ایک مشترکہ **اصول مذہب** ہے اور اس کی تائید کرنا ہر شخص کا فرض۔ اس کے ساتھ ہی اگر ملک کے امن پسند اور نیک دل لوگ جو ہندو مسلمانوں میں اتحاد اور اتفاق کے خواہشمند ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحریک پر بھی توجہ کریں جو آپ نے مناظرات مذہبی کی اصلاح اور تعزیرات ہند کی دفعہ ۲۹۸ کی توسیع کے متعلق تھی تو کیا عجب کہ اب وہ تحریک بھی بارور ہو۔ اس لئے میں حضرت خلیفۃ المسیح رض سے استدعا کرتا ہوں کہ

وہ اس تحریک کی تجدید فرما دیں

اس تحریک کے عملی صورت میں آنے سے گورنمنٹ اور اہل ملک کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ اور جب صرف حقائق مذہب کی اشاعت پر زور ہوگا تو

یقیناً اسلام کی فتح ہوگی

گوکھلے کا مسودہ تعلیم جبری

مسٹر گوکھلے مشہور پولیٹیکل سنیاسی ہیں اور خادمان ہند کے مدرسہ کے محرک اور گورنر۔ انہوں نے لازمی تعلیم

خدا تمہیں قرآن شریف کا سچا متبع بنائے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا متبع بنائے۔ دنیا کی ہوا و ہوس تمہیں خدا سے غافل نہ کرے۔ تمہارے دل نرم ہوں اور اس غیظ و غضب بچو جو انسان کو اندھا کر کے جہنم میں لے جاتا ہے۔ تمہارے دل گندے نہ ہوں۔ تمہاری زبان پر گندے کلمات نہ آویں۔ تم ایسے نہ بنو۔ کہ تجارت کی شراکت میں حساب کتاب کی پرواہ نہ رکھو۔ یا سود لو۔ اللہ سے ڈرو۔

۲۰ جولائی ۱۹۱۱ء فرمایا۔ حیوٰۃ طیبہ قرآن مجید سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اُسے خدا نے روح فرمایا ہے۔ اگر تم قرآن مجید پر عمل کرو گے۔ تو ایک زندہ قوم بن جاؤ گے۔ ورنہ مردہ ہو۔

فرمایا ایک شخص عالم فاضل کو کہا گیا کہ قرآن مجید کی مثل ایک سورۃ بنائے۔ اس نے چھ ماہ کی مہلت مانگی اور معارضہ کے لئے سورۃ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ کو انتخاب کیا۔ چھ ماہ کے بعد دیکھا گیا۔ کہ اپنے ارد گرد کاغذوں کے ڈھیر لگائے بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ صرف ایک آیت کا جواب بھی نہیں دے سکا۔

فرمایا۔ میں دیکھتا ہوں۔ آپس میں کینے۔ بغض۔ خود پسندی۔ ناجائز طور سے روپیہ کمانا۔ سستی۔ کاہلی۔ حرص۔ دو شخصوں کو آپس میں لڑا دینا۔ تجارت میں حساب کتاب نہ رکھنا اکثر پایا جاتا ہے۔ تم سب لوگ ایسی بداخلاقیوں سے بچو۔

جن کے گھروں میں ایسی عظیم الشان کتاب موجود ہے۔ ان کے اعمال ایسے خراب ہوں۔ تو افسوس کی بات ہے۔ استغفار۔ لاحول بہت پڑھو۔ اور دعاؤں میں لگے رہو۔ کہ ان فتن سے اس طرح بچ سکو گے

۲۱ جولائی ۱۹۱۱ء عصر کے بعد ایک دوست کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

اس وقت مسلمانوں میں مذہب سے ناواقفیت بہت ہے اور اس کا بڑا اثر یہ ہے۔ کہ ہندو جن کا کوئی مذہب نہیں۔ وہ بھی ان پر اعتراض کرتے ہیں۔ میں ایک دفعہ ایک رئیس کا علاج کر رہا تھا دربار میں بیٹھے تھے۔ اس نے دوائی پینی تھی۔ میں تاڑ گیا۔ کہ اور تو سب یہیں بیٹھے رہیں گے۔ مگر مجھے اُٹھنا پڑیگا۔ اس میں ایک مسلمان کی سخت ہتک ہے اس لئے میں نے سوال کیا کہ ہندو کسے کہتے ہیں۔ کہا جو گائے کا گوشت نہ کھائے۔ میں نے کہا کہ اتفاق ہی ایسا ہوا ہے کہ میں گائے کا گوشت نہیں کھاتا۔ تو کیا میں آپ کے خیال میں ہندو ہوں۔ سوچ کر کہنے لگا۔ جو چوٹی رکھے۔ میں نے ایک سنیاسی کو پیش کر دیا۔ نادم ہو کر کہا۔ جو جنیو پہنتے ہیں۔ ایک سکھ بیٹھا تھا اس سے میں نے پوچھا کیوں صاحب آپ جنیو پہنتے ہیں۔ اُس نے کہا نہیں تب وہ رئیس بولا۔ جو وید مانے۔ ایک جینی بیٹھا تھا۔ میں نے پوچھا یہ ہندو ہے یا نہیں اور یہ دوائی پینے کے وقت بیٹھا رہیگا یا نہیں پھر تناسخ کا فرق بتلایا۔ تو میں نے ایک برہمو کو پیش کر دیا۔ اس پر وہ رئیس کہنے لگا۔ میں خود ہی اُٹھ کر دوسری جگہ دوائی پی لوں گا۔ آپ تکلیف نہ کریں۔

اب غور کرنے کی بات ہے کہ جن لوگوں کا اپنا مذہب ہی کوئی نہیں وہ اسلام پر اعتراض کریں۔ یہ مسلمانوں کے لئے بڑی ہوشیاری کا وقت ہے۔ چاہیئے کہ اپنے دین کو مضبوط پکڑیں۔ اور اس سے آگاہی

حاصل کریں۔

(۱) پانچ وقت نماز باجماعت ادا کریں۔
(۲) قرآن کو ترجمہ کے ساتھ ضرور پڑھو۔
(۳) تکبر۔ بڑائی چھوڑ دو۔
(۴) بُری صحبتوں سے لازمی طور پر کنارہ کش رہو۔
(۵) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کا ذکر بہت کرتے رہو

سرکاری خبریں

مقام لاہور۔ مورخہ ۸ اگست ۱۹۱۱ء

اس بارہ میں اطلاع موصول ہوئی ہے کہ بین الاقوامی میونسپل کانگرس و نمائش اور بین الاقوامی کانگرس ودستی سرشک ہائے بمقام شہر شکاگو واقع ممالک متحدہ امریکہ ۱۸ ستمبر لغایت ۳۰ ستمبر آئندہ تک بسر پرستی انجمن تجارت منعقد ہوگی (انجمن) مذکور کی خواہش ہے کہ جملہ ایسے شہروں کے باشندے کانگرس مذکور میں شامل ہوں جو امور ذیل مثلاً چارٹر ہائے یا طریق گورنمنٹ و میونسپل حسابات و باغات و تفریح گاہوں و صحت و حفظان صحت و خیرات و اصلاح و محصول و ہوم رول و مدارس و پولیس و آتش و کتب خانہ جات کے متعلق روشن خیالات رکھتے ہیں۔ مزید براں یہ خواہش ہے۔ کہ ہر ایک شہر کی طرف سے ایک قائمقام ہو اور بذریعہ نقشہ جات یا چارٹ ہائے یا فوٹو گراف ہائے یا خاکہ جات انجمن مذکور کی امداد کی جائے۔ بین الاقوامی میونسپل کانگرس میں شہرہ آفاق اور مشہور قابلیت کے ماہرین کی موجودگی سے اقوام و شہروں کے مابین مقابلہ کرنے میں آسانی ہو جائیگی اور اس طرح بعض اصحاب کو امداد دینے اور دیگر کو واقفیت حاصل کرنے کا موقع مل جائیگا۔ انجمن تجارت شکاگو کی طرف سے میونسپلٹی ہائے کو براہ راست کسی مابعد تاریخ پر باضابطہ طور پر مدعو کیا جائے گا۔

لاہور
مورخہ ۹ اگست ۱۹۱۱ء

دستخط۔ گل محمد
نائب میر منشی گورنمنٹ پنجاب

قائمقام جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے اُس ناگوار و اشتعال انگیز لہجہ کو فکر مندی (کی نظر) سے دیکھا ہے۔ جو کچھ عرصہ سے ورنیکلر پریس کے ایک حصہ کی تحریروں میں قومی و مذہبی سوالات کی بحث کے متعلق نمایاں رہا ہے (ان تحریروں کی) زبان غیر معتدل و اہانت آمیز اور بعض حالتوں میں فحش رہی ہے۔ حال ہی میں (منجانب گورنمنٹ) ایک ہندو اور ایک مسلمان اخبار سے ضمانت طلب کرنے اور دوسروں کو متنبہ کرنے کی بابت جو کارروائی کی گئی ہے۔ وہ اسی خواہش پر مبنی تھی۔ کہ اس مضرت کو آگے بڑھنے سے روکا جائے۔ (پس) قائمقام جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اُن تمام اشخاص سے جو بذریعہ تحریر یا تقریر پبلک رائے کی رہنمائی کرنی چاہتے ہیں ایک مخلصانہ اپیل کریں گے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو پہچانیں اور کسی ایسی بات سے محترز رہیں جس سے پنجاب میں ان مختلف مذاہب کے پیروؤں میں جو پنجاب میں ملے جلے رہتے ہیں بد مزگی بڑھنے کا کچھ احتمال ہو۔

انگلستان کی پولیٹیکل زندگی میں انقلاب عظیم

ناظرین الحکم جو مذہبی مذاق رکھتے ہیں۔ وہ غالباً حیران ہونگے کہ مندرجہ بالا عنوان سے لکھے ہوئے مضمون کو ان کے مذہبی مذاق سے کیا تعلق ہے؟ مگر ان کی حیرانی جلد ہی دور ہو جائے گی۔ جب انہیں معلوم ہوگا کہ اس انقلاب عظیم میں اصول اسلام کی فتح کے آثار نظر آتے ہیں۔ اور محض اسی ایک غرض سے میں نے اس انقلاب کا ذکر کرنا پسند کیا ہے۔

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں میں نے ظاہر کیا تھا کہ کثرت رائے کا مسئلہ مغرب میں حل ہو گیا اور آئرش پارٹی کے تازہ فیصلہ کا ذکر کر کے بتایا تھا کہ عملی طور پر ان لوگوں نے دکھا دیا ہے کہ

کثرت رائے دراصل کوئی چیز نہیں

مجالس (کثرت رائے) اگر حق کے خلاف ہو تو کبھی تسلیم نہیں ہونی چاہئے مگر چونکہ آجکل جو کانفرنسوں اور کانگرسوں اور کمیٹیوں کا زمانہ ہے ان میں

کثرت رائے ہی حکمران ہے!

میں کمیٹیوں اور کانفرنسوں کے اس بڑھتے ہوئے مذاق کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود پر ہمیشہ دلیل سمجھا کرتا ہوں۔ اور والنفوس زوجت کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس کام کا ایک نمونہ قرار دیا کرتا ہوں۔ جو قومی وحدت کا اور اتحاد کا آپ کرنا چاہتے تھے۔ گویا اس مذاق نے بتا دیا کہ اس وقت ضرورت ہے کہ دُنیا ایک ہاتھ پر جمع ہو۔ اور چونکہ یہ ساتواں ہزار

عظیم الشان جمعہ ہے۔

اس لئے ضروری تھا کہ ارہاص کے طور پر مختلف رنگوں میں جماعتیں قائم ہوں۔ یہ مضمون بہت باریک اور عمیق فلسفہ اجتماع کی طرف جا رہا ہے۔ اور مجھے لے جانا چاہتا ہے۔ مگر میں اصل مطلب کی طرف آتا ہوں۔ غرض چونکہ یہ اجتماع کے ایام ہیں۔ اور ان کی ابتدا مجلسوں اور کمیٹیوں کے قیام سے ہوئی حکومت میں بھی وہی کانسٹی ٹیوشنل رنگ پیدا ہو گیا۔ جو کام خواہ وہ دینی ہو یا دُنیوی کونسٹی ٹیوشنل رنگ رکھیگا اسے پبلک آرا کے ماتحت رکھنا لازمی ہوگا یا اس کی ہیئت تبدیل کرنا پڑیگی۔ اسی بنا پر انگلستان میں

غریبوں اور امیروں کی جنگ ہوئی۔

جنگ سے مراد توپ و تفنگ کا استعمال نہیں۔ بلکہ تقریری اور تحریری لڑائی مراد ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ قلم کا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا نشان تھا کہ

جنگ اٹھا دی جائیگی

چنانچہ دنیا کی تمام سلطنتیں باوجود اپنے ملکی مصالح کے لحاظ سے جنگی سامان بڑھانے کے

امن پرور ہونا پسند کرتی ہیں۔

اور ہمارا سابق قیصر ہند تو دُنیا کا سب سے بڑا صلح جو قیصر تھا۔ اور اب بھی

امن کو جنگ پر ترجیح ہے۔

یہ ہمارے آقا اور امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوت قدسی کا طفیل ہے کہ خواہ اسباب کچھ بھی ہوں۔ دُنیا سے جنگ موقوف ہو گئی اور اس طرح پر سب کو بالاتفاق تسلیم کرنا پڑا۔ کہ

کا ایک قانون پاس کرانا چاہتے ہے۔ ہندو اخبارات بڑے جوش و زور کے ساتھ اس کی تائید کر رہے ہیں اور مسلمان اخبارات میں باستثنائے بعض مخالفت ہو رہی ہے۔ جن اخبارات نے اس بل کی تائید کی ہے۔ ان کا لیڈر او یزر دز اور زمیندار۔ اور الاسلام۔ صدائے ہند کے علاوہ کامریڈ اور محمڈن مدراس اس کے ہم نوا ہیں۔ اس کے علاوہ باقی محمڈن کمیونٹی کا اہل الرائے طبقہ اور مسلم پریس اس کا مخالف ہے۔ ہماری جماعت کی طرف سے کوئی رائے ابھی تک اس بل کے متعلق میری نظر سے نہیں گذری۔

مَیں انشاء اللہ العزیز اگلی اشاعت میں ایک مستقل آرٹیکل میں اس بل کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرونگا۔ اتنا مَیں کہنے سے متردد نہیں ہوں کہ یہ امر سمجھ میں کسقدر مشکل سے آتا ہے کہ یہ بل سراسر مسلمانوں کے لئے مضر ہو ممکن نہیں۔ یقیناً ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسٹر گوکھلے نے اس قانون میں اپنے قومی مفاد اور اغراض کو مد نظر رکھا ہے۔ لیکن کیا مسلمانوں میں ابھی ایسے اہل الرائے پیدا نہیں ہوئے۔ جو مناسب اصلاحوں اور ترمیموں کے بعد اس بل کو اپنے مفید مطلب بنا سکیں؟ اگر گوکھلے نے اس بل کے ذریعہ مسلمانوں کے مفاد کو نقصان پہنچانا مد نظر رکھا ہے۔ تو تم اپنے آپ کو اس کے مضر پہلو سے بچانے کی کوشش کرو۔ بہرحال مَیں اپنی رائے کے موافق اس بل کے مفید اور مضر پہلوؤں پر انشاء اللہ آئندہ بحث کروں گا۔

مولوی نذیر حسین دہلوی کی لائف

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں مولوی نذیر حسین دہلوی کی اس لائف کے جو ان کے کسی شاگرد رشید نے لکھی ہے ایک نوٹ لکھا گیا تھا۔ جس پر دہلوی محدث کے طرفداروں میں ایک شور مچ گیا۔ بجائے اس کے کہ سعادت مندی کے ساتھ مولوی نذیر حسین صاحب کی ایک بشری کمزوری کا اعتراف کر لیا جاتا۔ گالیوں پر اُتر آئے۔ ان میں سے ایک صاحب "محمد حسین دہلوی" (اگر میں غلطی نہیں کرتا تو غالباً مولوی محمد حسین، کوئلہ والے ہیں) نے یہ بھی لکھ دیا کہ حضرت خلیفۃ المسیحؓ کے مولوی نذیر حسین مرشد اور اُستاد ہیں۔ اس لئے عقلاً و نقلاً و عرفاً مجھے ان کے خلاف نہیں لکھنا چاہئے تھا۔

مَیں حیران ہوں کہ دہلوی کوئلہ فروش کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ سید نذیر حسین صاحب حضرت خلیفۃ المسیحؓ کے استاد اور مرشد ہیں۔ ان کی ساری سوانح عمری میں تو اس کا ذکر نہیں اور نہ فہرست تلامذہ میں آپ کا نام۔ اگر آپ کے پاس کوئی خاص ثبوت ہے تو پیش کریں۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ سید نذیر حسین صاحب نے ہمارے آقا و مولیٰ امام علیہ السلام کا نکاح ضرور پڑھا تھا جب حضرت مسیح موعودؑ دہلی بغرض نکاح تشریف لے گئے تھے اور غالباً دو روپیہ نکاح خوانی کے بھی دیئے گئے تھے۔ ہم مولوی نذیر حسین صاحب کی بہت سی خوبیوں کے معترف ہیں انہوں نے حدیث شریف کی بڑی اشاعت بذریعہ تعلیم کی ہے اگرچہ یہ سچ ہے کہ وہ دقیقہ رس اور نازک فہم نہ تھے اور اظہار حق کے لئے پُر قوت قلب رکھتے تھے ورنہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں تقویٰ اللہ سے کام لیتے۔ حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے ان سے ایک لفظ بھی نہیں پڑھا اور غالباً مصلحت الٰہی اس میں یہ تھی۔ کہ آپ چونکہ ایک قوم کے امام بننے والے تھے۔ اگر آپ نے ان سے کچھ پڑھا ہوتا تو کم حوصلہ لوگ ان سے اس وقت جبکہ حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کیا ضرور عاق نامہ لکھواتے۔

ہاں ایک بات ضرور ہے اور ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مولوی نذیر حسین صاحب کے لائف نویس نے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیحؓ دہلی گئے اور سید صاحب کے پاس ٹھہرے۔ حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے آپ سے اس حدیث کا مطلب پوچھا کہ گرگٹ کو مارنا چاہئے۔ کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ میں پھونکیں مارتا تھا۔ آپ نے سوال کیا کہ یہ گرگٹ جو اب موجود ہیں ان کا کیا قصور۔ اس کا جواب مولوی نذیر حسین صاحب نے تو کچھ نہ دیا۔ بلکہ یہ کہا کہ یہ اعتراضات اس زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ آپ ہی اس کا جواب دیں۔ گویا حق بحقدار رسید۔ دہلوی محدث نے تسلیم کر لیا۔ کہ اس زمانے کے اعتراضات کا جواب دینے کی قابلیت آپ ہی کو دی گئی ہے اور ایک صحیح بخاری حضرؔ کی نذر کی اس واقع سے حضرت خلیفۃ المسیحؓ کا جو مقام اور مرتبہ ثابت ہوتا ہے۔ وہ ظاہر ہے اس پر بھی اگر کوئی نادان نہ سمجھے۔ تو اس کا خدا حافظ۔ دیکھیں۔ دہلوی کوئلہ فروش اپنے بیان کو کس طرح ثابت کرتے ہیں۔

خواجہ صاحب اور غیر احمدی

یہ امر ناظرین الحکم سے مخفی نہیں ہے۔ کہ جب خواجہ صاحب نے پیسہ اخبار اور المنیر جھنگ میں غیر احمدیوں کے متعلق ایک مضمون اور فتویٰ لکھا ہے اس وقت سے احمدی جماعت اور غیر احمدی لوگوں میں اس بحث کے متعلق دلچسپی اور جوش پیدا ہو گیا۔ سب سے پہلے ایڈیٹر الحکم نے یہ ظاہر کرنا ضروری سمجھا کہ اس قسم کے معاملہ پر فتویٰ دینے کا حق کسی شخص کو حاصل نہیں اور

یہ صرف خلیفۃ المسیحؓ کا کام ہے

جو قوم کا امام ہے اور تقویٰ اللہ اور علم صحیح اور جماعت کی ضرورتوں کے پورے علم میں ممتاز ہے۔ اس آواز کو اگرچہ تفرقہ پیدا کرنے والی آواز سمجھا گیا۔ مگر اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد قوم نے اس احساس کا ثبوت دیدیا کہ فی الواقعہ ایک ایسی قوم کے کسی فرد کو (جو اپنا امام اور پیشوا رکھتی ہے اور حقیقی معنوں میں اہل سنت والجماعت ہو) کوئی حق نہیں کہ فتویٰ دے۔ اس سوال کی اہمیت اور دلچسپی کے پیدا ہونے پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اپنے رسالہ تشحیذ الاذہان میں ایک بردست مضمون فیصلہ کن لکھا جس کو حضرت خلیفۃ المسیحؓ مدظلہ کی پسندیدگی کے بعد شائع کیا گیا۔ اس کے بعد غیر احمدی لوگوں میں ایک جنبش پیدا ہوئی اور انہوں نے خواجہ صاحب کو اپنی پوزیشن صاف کرنے کے لئے مختلف قسم کے استفسار کرنے شروع کئے اور اس بحث نے یہاں تک طول کھینچا کہ لاہور کے بعض ناعاقبت اندیش لوگوں نے اسی ایک سوال کی وجہ سے خواجہ صاحب کے ایک پبلک لیکچر کو جو غیر احمدی لوگوں میں ہونے والا تھا روک دیا۔ اور ایک طوفان بے تمیزی پیدا کر دیا مگر لاہور کی آزاد خیال پبلک پر افسوس ہے۔ جو ایک طرف تو احمدی اور غیر احمدی کے سوال سے ناراضگی کا اظہار کرتی ہے اور اس کو وسعت حوصلہ اور آزاد خیالی کے خلاف بتاتی ہے۔ دوسری طرف اس سے اتنا نہیں ہو سکا کہ وہ اس حرکت پر اظہار افسوس ہی کرتی۔

میری دانست میں اس سوال کے ذریعہ سب سے زیادہ مغالطہ میں پڑ جانے والے ہمارے غیر احمدی مسلمان ہی ہیں۔ وہ آئے دن

کوئی نہ کوئی نیا شاخسانہ نکال دیتے ہیں جس کے لئے سلسلہ کے اخبارات کو ان کی ان غلط بیانیوں کی تردید کرنی پڑتی ہے۔ اس کی تازہ نظیر روزانہ پیسہ اخبار کا وہ نوٹ ہے۔ جو اس نے ۱۲ اگست ۱۹۱۱ء کی اشاعت میں شائع کیا ہے جس میں خواجہ صاحب کی طرف منسوب کر کے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ "رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان کے نوجوان اور ناتجربہ کار ایڈیٹر کے اس قول سے متفق نہیں کہ احمدی لوگ سب مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں جو مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت یا مجددیت کے قائل نہیں" اور پھر آخر میں پیسہ اخبار کہتا ہے کہ "امید ہے کہ خواجہ صاحب نے انجمن احمدیہ کی اتفاق رائے سے اس امر کا اعلان کیا ہوگا۔"

اس نوٹ سے پیسہ اخبار کی غرض بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ احمدی جماعت کے کارکنوں میں تفرقہ اور عناد پیدا کرے۔ مگر پیسہ اخبار اور اس کے امثال اس بیہودہ آرزو میں خدا کے فضل سے کامیاب نہیں ہو سکتے۔

کوئی شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہو ایک منٹ کے لئے بھی یہ گمان نہیں کر سکتا کہ خواجہ صاحب یا کوئی احمدی حضرت صاحبزادہ صاحب کے متعلق ایسے رکیک اور دور از ادب خیالات ظاہر کرے۔ اور انہیں ناتجربہ کار کہے اول تو اس لئے کہ صاحبزادہ صاحب نے جو کچھ لکھا۔ قطع نظر اس کے کہ وہ کیا ہے کیا نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کے حوالے سے لکھا اور پھر حضرت خلیفۃ مدظلہ العالی نے اس کی تصدیق فرمائی۔ دوم صاحبزادہ صاحب اس میں شک نہیں کہ زمانہ سازیوں اور ہیجدار باتوں سے محض ناآشنا اور ناواقف ہیں اور یہ ان کی ذات کے لئے فخر ہے کہ وہ ایک صادق مسلمان کی طرح اس زمانہ کے پولٹیشن لوگوں کی طرح نہیں مگر اس میں کچھ بھی کلام نہیں کہ وہ اپنے ایمانی نور اور معرفت ربانی کی وجہ سے ایسا تجربہ اور علم رکھتے ہیں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے آپ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کارکن کمیٹی (صدر انجمن احمدیہ) کا میر مجلس تجویز کیا اور انجمن نے ان کی دینی قابلیت اور مذہبی حمیت اور غیرت اور کام کرنے والی سپرٹ کو دیکھکر

مدرسہ احمدیہ کا افسر اعلیٰ مقرر کیا

اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے اپنی علالت کے ایام میں ان کے تقویٰ اور طہارت کو دیکھ کر امام مقرر کیا۔ اگر اس پوزیشن کا انسان ناتجربہ کار کہلا سکتا ہے تو

ایسے ناتجربہ کاروں پر ہمارا جان و مال نثار

غرض ایک احمدی کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ خواجہ صاحب اس قسم کے الفاظ بولیں۔ یہ محض خواجہ صاحب پر افترا ہے۔

اس قسم کی تحریریں احمدی قوم کو بدنام کرنے کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ اس لئے احمدی احباب ایسی تحریروں کو ہرگز وقعت نہ دیں اور انہیں محض لغو سمجھیں۔

خواجہ صاحب سے جن احباب نے اس مسئلہ پر تبادلہ خیالات کیا ہے انہوں نے صاف صاف ظاہر کیا ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنا جو مذہب ظاہر کیا ہے وہ وہی ہے جو دوسرے احمدی رکھتے ہیں۔ انہوں نے کھلے الفاظ میں کہا ہے کہ

وہ رسمی اور اسمی مسلمان قرار دیتے ہیں

اور تشحیذ کے کسی گذشتہ نمبر میں مکرمی مولوی فضل الدین صاحب نے بھی یہی ظاہر کیا ہے۔ اب ہمارے درمیان کوئی اختلاف باقی نہیں رہ جاتا اور یہ امر تھا بھی ناممکن کہ خواجہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام و حضرت خلیفۃ المسیحؓ مدظلہ العالی کی کسی تحریر یا تقریر

خلاف کوئی رائے رکھیں۔ اور ایک احمدی ایسے خیالات سے خدا کی پناہ چاہتا ہے۔

یہ صرف مخالفین کی اپنی چالاکی ہے کہ وہ غلط بیانات ہمارے یا ہمارے دوستوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور پیسہ اخبار کی یہ امید محض کا سنول کی سی شکل ہے کہ انجمن احمدیہ کی اتفاق رائے سے ایسا کہا ہوگا انجمن احمدیہ ایسے لغو امور پر اتفاق رائے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ ہم اس سوال کو ہمیشہ کے لئے فیصلہ شدہ سمجھتے ہیں اور ہمارے موجودہ امام کا طرز عمل بتا رہا ہے۔ اس کے بعد امید ہے پیسہ اخبار یا کوئی اور غیر احمدی اخبار اس قسم کی باتیں غیر ذمہ دار لوگوں کی طرف سے شائع کرنے کی جرأت نہ کرے گا۔ اور عنقریب خواجہ صاحب کی کوئی تحریر اس سوال کو انشاء اللہ ہمیشہ کے لئے طے کر دیگی۔

بہرحال پیسہ اخبار کی اس قسم کی بیہودہ اور دور از کار تحریروں کو احمدی احباب قطعاً وقعت نہ دیں۔ اس نے جو کچھ خواجہ صاحب کے خیالات کے متعلق ظاہر کیا ہے۔ وہ محض افترا ہے۔

جو لوگ اس قسم کی تحریروں سے ناراض ہوتے ہیں اور اُن کو وسعت حوصلہ کے خلاف بتلاتے ہیں۔ کیوں وہ اخلاقی جرأت سے کام لیکر ہم پر کفر کا فتویٰ دینے والے علماء کو تنبیہ نہیں کرتے اور ان سے بیزاری کا اظہار نہیں کرتے

ان سطور کی سیاہی ابھی خشک نہ ہوئی تھی کہ خواجہ صاحب کا وہ اشتہار اتفاقاً میری نظر سے گزرا۔ جو اُنہوں نے "غیر احمدی مسلمانوں کے متعلق میرا مذہب" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ میں اس امر پر اظہار افسوس سے رُک نہیں سکتا کہ خواجہ صاحب نے بلا ضرورت اس سوال کو لاہور کے اسلامیہ سکول میں کسی لیکچر کے اثنا میں چھیڑ دیا۔ جس پر خود انہیں اپنی پوزیشن غیر احمدیوں کے سامنے صاف کرنی پڑی۔ کیونکہ احمدی جماعت کا جو مذہب اس مسئلہ کے متعلق ہے۔ وہ رسالہ تشحیذ الاذہان اور اخبار بدر و الحکم میں بالتفصیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کی بنا پر شائع ہو چکا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح رضی مدظلہ العالی نے اس کی تائید فرمائی اور ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن کے ایک سوال کے جواب میں صاف فرما دیا تھا کہ

"یہ بات تو بالکل غلط ہے کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان کوئی فروعی اختلاف ہے۔ کیونکہ جس طرح پر وہ نماز پڑھتے ہیں ہم بھی پڑھتے ہیں۔ اور زکوٰۃ حج اور روزوں کے متعلق ہمارے اور ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ میری سمجھ میں ہمارے **اور ان کے درمیان اصولی فرق ہے** اور یہ کہ ایمان کے لیے یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو۔ اس کے ملائکہ پر کتب سماویہ پر اور رسل پر۔ خیر و شر کے اندازوں پر اور بعث بعد الموت پر۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے مخالف بھی مانتے ہیں اور اس کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن **یہاں سے ہی ہمارا اور ان کا اختلاف شروع ہو جاتا ہے ایمان بالرسل نہ ہو تو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہو سکتا۔** اور اسی ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں بلکہ عام ہے۔ خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے۔ ہندوستان میں ہوں یا کسی اور ملک میں **کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے** ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں اب بتلاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا۔ قرآن مجید میں تو لکھا ہے لا نفرق بین احد من رسلہ۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں خاتم النبیین فرمایا ہے۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہمارا یہ مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہ کرے **بالاتفاق کافر ہے۔**

یہ جدا امر ہے کہ ہم اس کے معنے کیا کرتے ہیں اور ہمارے مخالف کیا۔ اس خاتم النبیین کی بحث کو لا نفرق بین احد من الرسل سے کوئی تعلق نہیں اور وہ ایک الگ امر ہے اس لئے **میں تو اپنے اور غیر احمدیوں کے درمیان اصولی فرق سمجھتا ہوں**"

یہ وہ تقریر ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح رضی مدظلہ العالی نے ۱۲ فروری ۱۹۱۱ء کو قبل دوپہر بجواب سوال ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب فرمائی اس میں حضرت خلیفۃ المسیح رضی نے اپنا مذہب متعلق غیر احمدی مسلمانان کھلے الفاظ میں ظاہر کر دیا ہے۔

پھر ایک مرتبہ صاف الفاظ میں یہ سوال آپ سے کیا گیا کہ "(۱) غیر احمدی مسلمان ہم سے پوچھے کہ ہماری بابت تمہارا کیا خیال ہے تو اسے کیا جواب دیا جاوے؟" فرمایا:-

لا الہ الا اللہ ماننے کے نیچے خدا کے سارے ماموروں کو ماننے کا حکم آجاتا ہے اللہ کو ماننے کا یہی مطلب ہے کہ اس کے سارے حکموں کو مانا جاویگا۔ اب سارے ماموروں **کا ماننا لا الہ الا اللہ کے مفہوم میں داخل ہے۔** حضرت آدم حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم السلام ان سب کا ماننا اسی لا الہ الا اللہ کے ماتحت ہے۔ حالانکہ ان کا ذکر اس کلمہ میں نہیں۔ قرآن مجید کا ماننا سیدنا حضرت خاتم النبیین پر ایمان لانا قیامت کا ماننا سب مسلمان جانتے ہیں کہ اس کے مفہوم میں داخل ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو نیک مانتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے تھے۔

یہ لوگ بڑے جھوٹے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب او کذب بالحق۔ دنیا میں سب سے بڑھ کر ظالم دو ہی ہیں **ایک جو اللہ پر افترا کرے دوم جو حق کی تکذیب کرے پس یہ کہنا مرزا نیک ہے اور دعاوی میں جھوٹا گویا نور و ظلمت کو جمع کرنا ہے۔ جو ناممکن ہے**

حضرت خلیفۃ المسیح رضی کے یہ ارشادات بالکل صاف ہیں۔ اور ان پر کسی حاشیہ کی قطعاً حاجت نہیں۔ خواجہ صاحب کو ایسی کیا حاجت پڑی ہے کہ وہ خواہ نخواہ اس سوال کو زیادہ پیچیدار اور حل طلب بناتے جاتے ہیں۔ اگر غیر احمدی مسلمان ہمارے نیک نہ بنیں گے تو ہمیں اس کی پرواہ ہی کیوں ہو۔ حضرت خلیفۃ المسیح رضی فرمایا کرتے ہیں۔ کہ

"مجھے خیال بھی نہیں ہوتا کہ کوئی سنتا ہے یا نہیں۔ میں تو صرف خدا کا کلام سنانا اپنا کام سمجھتا ہوں"

بہرحال اس اشتہار میں اگرچہ صاف نہیں مگر خواجہ صاحب نے اتنا بیان کر دیا ہے کہ

"حضرت مرزا صاحب ہمارے نزدیک مامور من اللہ ہیں۔ تو ان کے مصدق **مومن بالمامور** کہلائیں گے اور ان کے منکر کافر بالماموں" **کافر بالمامور** اب لغوی حیثیت سے دیکھے جانے کے قابل کوئی لفظ نہیں بلکہ اس کو ہم نے شرعی اصطلاح میں دیکھنا ہے۔ کہ شریعت اس کے کیا معنی کرتی ہے اور خواجہ صاحب کا بھی وہی مفہوم ہونا چاہئے نہ کچھ اور کیونکر حضرت خلیفۃ المسیح رضی نے جو اس کی اشاعت کی اجازت دی ہے تو اسی حیثیت اور مفہوم کے لحاظ سے جو آپ کی مندرجہ بالا تقریروں میں درج ہے۔ نہ کسی اور رنگ میں۔

اب یہ مسئلہ بالکل صاف ہے اور مختصر الفاظ میں ہم اس کو یوں بیان کر سکتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل ہیں۔ اور ان پر ایمان لانا **ایمان بالرسل** میں داخل ہے۔ جب تک کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتا اس وقت تک وہ اس ایمان کا مومن نہیں کہلا سکتا جو **لا نفرق بین احد من** رسلہ میں سکھایا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود ہی کا منکر نہیں بلکہ **ایمان بالرسل** میں اس آیت کے ماتحت تفرقہ کرتا ہے۔

"ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ و یریدون ان یفرقوا بین اللہ و رسلہ و یقولون نؤمن ببعض و نکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئک ھم الکافرون حقا و اعتدنا للکفرین عذابا مھینا"

ہم کو اخلاقی جرأت سے کام لینا چاہئے اور اپنے مذہب کو چھپانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے مصلحت وقت کوئی چیز نہیں ہے ہمیں خواہ نخواہ کی ضد اور ہٹ نہیں کہ دوسرے مسلمانوں کو کافر بناتے پھریں اور نہ خدانخواستہ اس میں ہمیں کوئی خوشی ہے۔ لیکن ہم پر افسوس ہوگا کہ دوسرے مسلمان تو ہمارے امام اور خدا کے **برگزیدہ مامور و مرسل** کو نعوذ باللہ کاذب کہیں اور ہم ان کو **مومن حقیقی یقین** کرلیں اس دن کیلئے خدا ہمیں نہ رکھے۔ کہ ہم میں دینی حرارت اور حمیت اس حد تک سلب ہو جاوے۔

ہم تمام ان کاموں میں جو قومی حیثیت سے ہمارا اشتراک چاہتے ہیں۔ شامل ہونا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور حضرت امام نے اپنے عمل سے بتا دیا ہے۔ لیکن جہاں مذہبی معتقدات کی بحث آتی ہے وہاں **ہم ان سے الگ رہنا ضروری جانتے ہیں** اور ہمارے مغفور امام علیہ السلام اور موجودہ امام مدظلہ العالی نے جو کچھ خدا تعالیٰ کے اشارہ اور ہدایت کے ماتحت اپنا مذہب ظاہر کر دیا ہے۔ وہی ہمارے لئے سند اور حجت ہے۔ دیگر ہیچ۔

محض وجاہت اور امتیاز کوئی چیز نہیں اسلام نے ہمیں یہ نہیں سکھایا کہ زید کے منہ سے جو نکلے وہ درست۔ کیونکہ وہ ایک دولتمند انسان ہے اور بکر کے منہ سے جو نکلے وہ غلط کیونکہ وہ ایک معمولی انسان ہے نہیں بلکہ

اسلام حق کی تعلیم دیتا ہے

خواہ وہ کسی کے منہ سے نکلے۔ پس احمدی جماعت جنہوں نے حق کے لئے قوم سے علیحدہ ہونا اختیار کیا جنہوں نے اپنے مردوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کئے جانے اور قتل کئے جانے کے فتوے سُنے۔ وہ کبھی اپنے

اصل مرکز سے [illegible] ہمیشہ سکتے

[illegible] ایک ہی صورت ہے

رکھاہے۔ خاص روز قیامت مراد نہیں لیا اور یہ روایۃً و درایۃً قرآن شریف کی اپنی تصریح اور قواعد نحو کے رو سے غلط ہے۔

اقول۔ سیالکوٹی نے حضرت خلیفۃ المسیح رضہ کے ترجمہ پر جو اعتراض کیا ہے وہ ایسا لغو اور قرآن مجید کی ہتک کرنے والا ہے کہ ایک مسلمان پھر مسلمان مولوی کہلانیوالے کے منہ سے نہیں نکلنا چاہیئے۔ قرآن مجید اپنے اندر ہدایات مستقلہ رکھتا ہے وہ کسی خاص وقت اور قوم کا دستورالعمل نہیں اور نہ اس کی آیات مختص الزمان ہیں۔ اس زمانہ میں بعض ایسے آزاد خیال لوگ بھی پیدا ہوگئے ہیں جو قرآن مجید کی بعض آیات کو نعوذ باللہ غیر ضروری کہتے ہیں جیسے یہ لوگ قرآن مجید کی شان پاک میں گستاخی کرنے والے ہیں۔ وہ لوگ بھی بڑے ہی بے ادب اور شوخ ہیں۔ جو اس کو حقائق مستقلہ نہیں مانتے اور اس کے معانی کو محدود کرکے ایک بہتے ہوئے چشمہ کے بجائے ایک چھوٹا سا جوہڑ بنانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کو کتاب مبارک کہا گیا ہے اور وہ ابدالآباد کے لئے اپنی تعلیمات اور ہدایات رکھتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح رضہ مدظلہ العالی نے جو ترجمہ یوم الدین کا کیا ہے وہ ایسا اعلیٰ اور دور از اعتراض اور بضرورت زمانہ کے موافق ہے کہ ایک آریہ اور میٹریلسٹ بھی اس پر اعتراض نہیں کرسکتا۔ لیکن جب سیالکوٹی کے مفہوم کے موافق مالک یوم الدین کے معنے

خاص دن قیامت کا مالک

ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے نہ صرف ترجمہ کی خوبی اور کمال ہی دور ہوجاتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر ایسی خطرناک زد پڑتی ہے کہ قرآن مجید کی عظمت اور وقعت پر بھی اس سے دھبہ لگتا ہے۔

صفات الٰہی کا مسئلہ ہی عظیم الشان مسئلہ ہے۔ جس پر برخلاف دوسری تمام کتابوں کے قرآن مجید نے ایسی روشنی ڈالی ہے کہ آئندہ کبھی اس پر کوئی اعتراض وارد ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر ہمارے سیالکوٹی بزرگ چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کے اس یگانہ ناز کو دور کردیں۔

اول تو قابل غور یہ امر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے ترجمہ میں یہاں انکار ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کا مالک نہیں۔ بلکہ ایسے کھلے طور پر آپ نے بتایا ہے کہ ایک معمولی عقل کا آدمی بھی صفائی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

"دُنیا میں بھی جزا سزا ہوتی ہے پھر حشر میں پھر مرا اور پھر جنت و نار میں اور ان سب مقاموں اور وقتوں کا اللہ ہی مالک ہے۔"

اس میں کہاں قیامت کا انکار ہے؟ اور اگر صرف ایک خاص وقت پر ہی جزا و سزا ہوتی ہے۔ باقی دوسرے اوقات میں نہیں جیسا کہ سیالکوٹی کا مذہب معلوم ہوتا ہے۔ تو یہ قرآن مجید کے صریح خلاف ہے اور واقعات کے ایسا متضاد اور مخالف کہ ایک اندھا بھی اسے محسوس کرسکتا ہے مگر نہیں سمجھ سکتا ہے تو سیالکوٹی مولوی۔

دنیا میں اگر جزا و سزا کا سلسلہ نہیں تو یہ ایسا بدیہی جھوٹ ہے کہ وہ شخص جس کو مذہب سے کوئی بھی علاقہ ہو اس کو تسلیم نہیں کریگا اور مجھے تعجب ہے کہ سیالکوٹی اہلحدیث کہلا کر اہلحدیث اخبار میں ایسا لغو عقیدہ ظاہر کرتا ہے۔

میں اس سے اور اس کے دوسرے بزرگ اہل حدیث سے پوچھتا ہوں کہ جو تم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ چور کے ہاتھ کاٹنے یا زانی کے رجم اور جلد وغیرہ سے اس کا کفارہ ہوجاتا ہے۔ کیا یہ عقیدہ وہ اب چھوڑ بیٹھے ہیں؟ اور اگر محدثین کا یہ مذہب درست ہے اور یقیناً درست ہے تو پھر اس نادان نے یہ کہاں سے نکال لیا؟

مجھے تعجب ہے کہ اگر سیالکوٹی کا مذہب صحیح قرار دیا جاوے تو قرآن مجید کا اور احادیث کا بھی بہت بڑا حصہ جو حدود شرعی اور تعزیرات کے متعلق ہے۔ ترک کرنا پڑیگا اور گویا یہ کہنا پڑیگا کہ نعوذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خود اللہ تعالیٰ نے ایک لغو کام کیا۔ جو دُنیا میں حدود اور تعزیرات کو جاری رکھا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اور نہ صرف قرآن اور احادیث اور فقہ کا حصہ تعزیرات اور حدود باطل ہوتا ہے بلکہ علوم صحیحہ اور تجربہ اور مشاہدہ صحیحہ کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے کیونکہ اگر دُنیا میں جزا و سزا نہیں ہوتی تو پھر بتانا چاہیئے کہ امراض اور قسم قسم کے دُکھ کیوں آتے ہیں۔ آگ میں ہاتھ ڈالنے سے جل کیوں جاتا ہے۔ پانی پیاس کیوں بجھا دیتا ہے۔ نادان سیالکوٹی کے اعتقاد کے موافق

حقائق الاشیاء باطل ہیں

بحالیکہ وہ اعمال اور ان کی جزا کا مسئلہ عملی رنگ میں ظاہر کرتے ہیں۔ سب سے بڑی بات جو جزائے اعمال کے متعلق سائنس کے اصولوں پر ہم پیش کرتے ہیں اور ہم کیا قرآن مجید پیش کرتا ہے وہ یہی تو ہے کہ ہم دنیا میں اس نظارہ کو دیکھتے ہیں اور یہی نظارہ اور طرز عمل قیامت پر زبردست دلیل ہے اور قرآن مجید کی حقیت پر منجملہ دیگر دلائل کے یہ دلیل گل سرسبد کی طرح ہے اور نہ صرف قیامت پر بلکہ خود اللہ تعالیٰ کی ہستی پر بھی اسی دلیل کو پیش کیا گیا ہے۔

میں اس وقت قرآن مجید کی ان آیات کو پیش نہیں کرتا جہاں سے میں نے اس اصل کو استنباط کیا ہے اگر سیالکوٹی اس اصول کی تکذیب کریگا۔ تو انشاء اللہ العزیز اس کی قرآن دانی کے دعویٰ کی حقیقت کو کھولنے کے لئے بتاؤنگا کہ حضرت خلیفۃ المسیح رضہ کے درس سے ادنیٰ فیض یافتہ لوگ بحمداللہ اس سے بہتر حقائق قرآن جانتے ہیں۔

غرض دُنیا میں ایک ایسا وسیع نظارہ ہے۔ جو جزائے اعمال فی الدنیا کو روز مرہ دکھا رہا ہے۔ لیکن یہ سیالکوٹی مولوی کو نظر نہیں آتا۔ سچ ہے۔

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہوگئے سو سو حجاب
ورنہ قبلہ تھا ترا رُخ کافر و دیندار کا

قرآن مجید کی تعلیم عامہ اور ہدایت مستقلہ پر نظر نہ رکھکر ترجمہ کرنے والوں کی بدولت ہم یہ آج روز بروز دیکھ رہے ہیں کہ قرآن مجید کی تعلیم پر تیرہ ہزار سے زیادہ اعتراض کئے گئے ہیں۔ اسی ترجمہ پر جو سیالکوٹی کرتا ہے کہ یوم الدین سے مراد ایک خاص دن ہے آریہ سماج کے بانی نے زبردست اعتراض کیا ہے۔ جو اس کی ستیارتھ پرکاش میں ان الفاظ میں درج ہے۔

"کیا خدا ہمیشہ انصاف نہیں کرتا۔ کسی خاص دن انصاف کرتا ہے"

یہ تو اندھیر کی بات ہے

سیالکوٹی اور اس کے امثال اس قسم کے اعتراضوں کو قرآن مجید پر سُنتے کا دل اور حوصلہ رکھتے ہوں گے۔ مگر ہم خدا کے فضل سے ایک لحظہ کے لئے بھی قرآن مجید کی شان کو گرانا اور اس کے بیان میں دشمنی کو ہنسی کا موقعہ نہیں دینا چاہتے اور جس حال میں اس کی شان لاریب فیہ اور وہ ھدایۃ اور نور ہے۔ پھر اس میں کوئی بات ایسی ہو ہی کب سکتی ہے۔

غرض قرآن مجید کے ترجمہ میں حضرت خلیفۃ المسیح رضہ نے تو وہ طرز اختیار کیا ہے کہ اس سے کسی قسم کا اعتراض ہو ہی نہیں سکتا

اب جو شخص عقل اور انصاف کے فطری قوی کو کھو نہیں بیٹھا۔ وہ غور کرے کہ جو ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح رضہ مدظلہ نے کیا ہے کیا اس پر کوئی حملہ ہوسکتا ہے؟ یا اس سے قرآن مجید کی شان بلند کا اظہار ہوتا ہے۔

دُنیا میں جزا سزا ہوتی ہے اور اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ پس قرآن مجید نے مالک یوم الدین کہہ کر بتا دیا کہ جو کچھ دُنیا میں جزا اور سزا کا نظارہ ہے یہ اس جزا و سزا کے لئے ایک دلیل ہے جو قیامت میں ہوگی اس ترجمہ میں نہ صرف قرآن مجید کی شان حقیقی کا اظہار ہے بلکہ قیامت پر دلیل بھی ساتھ ہی دیدی ہے اب اس کو قرآن مجید کے خلاف بتانا یہ ایسے ہی لوگوں کا کام ہوسکتا ہے جو قرآن مجید سے محض ناواقف اور اس کی شان بلند کے منکر ہوں۔

یہاں تک تو میں نے سیالکوٹی کے اعتراض کا ایک اجمالی جواب دیا ہے اب اس کے بعد دوسرے نمبر میں جن آیات سے استشہاد کرکے اس ترجمہ کو غلط قرار دینا چاہتا ہے۔ انشاء اللہ العزیز ان پر بحث ہوگی۔

رفع وہم کے لئے یہ کہنا ضروری ہے کہ مالک یوم الدین کے ترجمہ میں حضرت خلیفۃ المسیح رضہ قیامت کا ثبوت دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ایک خاص وقت جزا و سزا کا ہے اور جب جب اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا ظہور ہو۔ وہ بہرحال خاص ہی وقت ہوتا ہے۔ اس میں عمومیت کہاں ہوتی ہے۔ علاوہ بریں مجھے حیرت ہے کہ یہ نادان مُلاں اتنا نہیں سمجھ سکتا کہ عمومیت میں بھی تو خصوصیت داخل ہوتی ہے اور پھر یہاں تو کوئی عمومیت رکھی ہی نہیں بلکہ خصوصیت ہی قرار دی ہے۔ یعنی جب جب جزا و سزا کی صفت کا ظہور ہو۔ خواہ وہ دُنیا میں ہو جیسا کہ ہو رہا ہے یا حشر میں ہو جیسا کہ ہوگا اور ہم ایمان رکھتے ہیں۔ نادان مولوی لوگوں کو یہ لکھکر دھوکا دینا چاہتا ہے۔ کہ نعوذ باللہ

ہم قیامت کے منکر ہیں

حالانکہ مالک یوم الدین کے ترجمہ میں حضرت نے ایسی خوبی رکھدی ہے کہ وہ وجود قیامت پر دلیل ہوگیا ہے ایسا لطیف ترجمہ جو قرآن مجید کی حقیت اور شوکت کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ سیالکوٹی کی نظر میں عیب ہے

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است

جس طرح پر کوربا طن قرآن مجید پر حملہ کرتے ہیں۔ اُن کے ہی نقش قدم پر سیالکوٹی نے قدم مارا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مسیح موعودؑ کو اپنے دعویٰ میں صادق مان لیا جاوے یا جن لوگوں نے انہیں کافر کہا ان کے کفر کا اعلان کیا جاوے۔

یہی شرط حضرت مسیح موعود نے لکھی ہے اور اسی پر ہمارے امام کا اب عمل ہے۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ بعض لوگوں کو یہ کہکر اُکسا دینا آسان ہے کہ میں نعوذ باللہ جماعت میں تفرقہ پیدا کرتا ہوں جس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے تفرقہ سے

ایک ہاتھ پر جمع کرکے بچا لیا ہو۔

اس میں تفرقہ کی کوشش لعنتی کوشش ہے اور میں تو خدا تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے اس کو پسند نہیں کیا اور اپنے ایمان اور مذہب کے خلاف سمجھا کہ جو امر ہمارے امام سے ثابت نہیں اور نہ اس کے قائمقام امام نے اسے پیش کیا بلکہ کھلے الفاظ میں ان کی مخالفت ثابت ہے پھر

اسے کیوں پیش کیا جاوے

بہرحال خواجہ صاحب نے غیر احمدی لوگوں کے سامنے اپنی پوزیشن صاف کر دی ہے۔ کہ وہ انہیں

کافر بالماموریقین کرتے ہیں

اور ماموریت و مرسل کا کفر جس نتیجہ کا مستحق بنادیتا ہے۔ وہ ایک ظاہر امر ہے اور ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں اور خواجہ صاحب بھی اس سے انکار نہیں کرتے۔ بلکہ ایک خط میں جو ان کے ایک صادق دوست نے لکھا ہے اور مولوی فضل الدین صاحب نے اس کے مضمون سے آگاہ کیا۔ صاف طور پر اقرار کیا گیا ہے کہ وہ انہیں جہنمی سمجھتے ہیں۔ اب جبکہ یہ سوال حل ہو گیا ہے۔ ہمیں اس پر آئندہ اس وقت تک لکھنے کی ضرورت نہیں جب تک کوئی نیا پہلو پیدا نہ کیا جاوے۔

میں آخر میں پھر کہنا چاہتا ہوں کہ اگر خواجہ صاحب اس مسئلہ کو پبلک ذکر نہ کرتے تو ہمیں ضرورت نہ تھی کہ اس پر بحث کرتے۔ لیکن جبکہ یہ سوال عام طور پر چھیڑ گیا ہے تو میں نے ضروری سمجھا کہ احمدیت کے پہلو سے اس سوال پر روشنی ڈالوں۔ اور خواجہ صاحب کی ذاتی رائے کو احمدی جماعت کی رائے کی غلط فہمی سے بچاؤں۔ کیونکہ احمدی جماعت کی رائے وہی ہو سکتی ہے۔ جو

اس کے امام کی رائے ہے اُس کے آگے سب آرائیں ہیچ ہیں۔

مجھے آخر میں یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ خواجہ صاحب نے مخالفین کے لئے کافر مرزا لکھا ہے یہ بے معنی لفظ ہے مومن بالمرزا اور کافر بالمرزا کوئی حقیقت نہیں مرزا صاحب پر جو ہم ایمان لائے ہیں۔ تو ان کی نبوت۔ رسالت اور مسیحیت و مہدویت پر ایمان ہے اور ایسا ہی کافر بالمرزا کا مفہوم یہی ہو سکتا ہے۔ کہ ان کی نبوت۔ مسیحیت مہدویت اور ماموریت کا کفر کیا جاوے۔ ورنہ ان کی شخصیت کو کیا سے کیا تعلق۔ پس اس غلط فہمی میں کوئی نہ رہے۔

ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح رضی مدظلہ العالی نے جب اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو تم اس پر لکھنے والے کون۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی رائے کے خلاف کرنا میں تو کفر سمجھتا ہوں۔ کیونکہ خلافت کو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی مانتا چلا آیا ہوں اور الحکم میں متعدد مرتبہ یہ لکھا گیا ہے۔ میں اس کو کسی انسان یا جماعت کی تجویز اور انتخاب نہیں مانتا۔ ہاں یہ جدا امر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ قلوب کو اس امر پر متفق بھی کر دے۔ جیسا کہ خلافت راشدہ میں واقع ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے جو کچھ اس پر لکھا۔ ہمارا ایمان ہے۔ اور میں یقیناً کہتا ہوں۔ کہ آپ نے اسی حیثیت اور مفہوم کے لحاظ سے لکھا ہے۔ جو آپ کی مندرجہ بالا تقریروں میں ظاہر کر دیا گیا ہے اور میں اس محکم کے مقابلہ میں متشابہات میں پڑنا یا کسی کو پڑنے دینا گناہ سمجھتا ہوں۔ اور اسی سے بچانے کے لئے یہ آرٹیکل لکھا گیا ہے۔

انما الاعمال بالنیات

سید اکبر علی شاہ انسپکٹر پولیس کی وفات

گورنمنٹ کی توجہ طلب

۲۹ اگست ۱۹۱۱ء کو سید اکبر علی شاہ صاحب انسپکٹر پولیس بٹالہ ایک گھوڑے سے گر کر فوت ہو گئے۔ شاہ صاحب اگرچہ ہمارے سلسلہ میں داخل نہ تھے۔ مگر وہ اپنی خوش اخلاقی۔ دیانت داری اور راستبازی انصاف پسندی کی وجہ سے تمام لوگوں میں نہایت عزت و احترام سے دیکھے جاتے تھے۔ پولیس کے محکمہ میں شاہ صاحب ایسے افسروں کا وجود نایاب سمجھا گیا ہے۔ اس ناگہانی اور جوانا مرگی پر ہر شخص افسوس کر رہا ہے۔ شاہ صاحب ایک بڑا کنبہ اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گئے ہیں اور کوئی ایسی جائیداد نہیں چھوڑ گئے جو ان کے بچوں اور کنبہ کی اعانت کر سکے اس لئے گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں یہ درخواست بے موقع نہیں کہ ایسے دیانت دار اور نیک آفیسر کی ناگہانی وفات پر ان کے بچوں اور بیوہ کے لئے ضرور کوئی معقول پنشن مقرر ہونی چاہئے۔ اور کوئی یکمشت عطیہ بھی اس موقعہ پر دینا ضروری ہے۔

مجھے امید ہے کہ ہمارے ضلع کے صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس جو اس وقت ان کے ساتھ سوار تھے اور جن کے سامنے یہ حادثہ وقوع میں آیا۔ ضرور زبردست رپورٹ اس بارے میں کریں گے۔

میں آخر میں شاہ صاحب کے وارثوں سے اظہار ہمدردی کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرماوے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین!

شاہ صاحب کی وفات کے متعلق منشی حسین بخش صاحب نے ایک مراسلہ بھیجا ہے جو اگلی اشاعت میں درج ہو سکے گا۔ منشی حسین بخش صاحب مسلمانان بٹالہ میں ایک روح کام کرنے کی پھونکنا چاہتے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ہر قومی ضرورت پر قدم بڑھاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی کوششیں انشاء اللہ تعالیٰ چاہے تو مسلمانوں کے لئے مفید اور بابرکت ہو سکتی ہیں۔

یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی۔ کہ کپتان صاحب پولیس پوری ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ ان سے ایسی ہی توقع تھی اور آئندہ ہے۔

ابراہیم سیالکوٹی اور آئینہ نوری

نمبر اول

ابراہیم سیالکوٹی جو کئی مرتبہ سلسلہ عالیہ احمدیہ پر علمی اعتراض کرکے ذلیل ہو چکا ہے۔ اب کہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی قرآن دانی پر اعتراض کرنے کے لئے اخبار اہلحدیث میں ظاہر ہوا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح رضی مدظلہ العالی نے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے انہیں موقع اور توفیق دی۔ دُنیا میں قرآن مجید پہنچانے کی کوشش کی اور اس وقت تک اُن کی روحانی غذا قرآن مجید کی تبلیغ اور تعلیم ہے۔ اس علالت کے لمبے زمانہ میں کرب اور قلق کی ساعات میں جو چیز آپ کے لئے تسکین بخش تھی وہ قرآن مجید ہے۔

آپ کے بیان اور فہم پر سیالکوٹی کا اعتراض کرنا ہمارے لئے کچھ بھی افسوس اور تعجب کا مقام نہیں۔ کیونکہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید پر باوجود ہدایت۔ شفا اور نور اور قول فصل وما ہو بالہزل ہونے کے اب تک اندھی دُنیا اس پر اعتراض کر رہی ہے۔ اور عیسائی۔ آریہ اور دہریہ وغیرہ لوگ کبھی اس کی فصاحت و بلاغت پر کبھی اس کی تعلیم و ہدایت پر نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں۔ تو سیالکوٹی اگر ایک معلم قرآن کی تعلیم اور تدریس اور تفہیم پر اعتراض کرے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہو سکتی۔

سیالکوٹی نے آئینہ نوری لکھا ہے اس میں در اصل اس نے اپنی شکل و شباہت کو معائنہ کیا ہے۔ کیونکہ یہ سچی بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے ماموروں اور خلفاء میں کوئی عیب دیکھتا ہے۔ وہ اس کی اپنی ہی حالت کا نقشہ ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے کبھی اس غرض سے دُنیا کو قرآن نہیں سُنایا کہ لوگ تعریف کریں۔ کہ کیا اچھے حقائق بیان کئے ہیں۔ ان کی غرض

خدا کا کلام سُنانا اور پہنچانا ہے

وہ جو حق سمجھتے ہیں اور جس کو حق سمجھکر یقین کرتے ہیں اُسے کہہ دیتے ہیں۔ اس کی اُنہیں پرواہ نہیں کہ لوگ اس پر کیا کہیں گے۔ کیونکہ

ان کا معبود خدا ہے نہ مخلوق

غرض سیالکوٹی کے اعتراضات کو ہم اس سے زیادہ وقعت نہیں دیتے جو آریہ اور یہودی اور مسیحی دہریہ قرآن مجید پر کر رہے ہیں۔ جب خدا تعالیٰ کی مجید اور کامل کتاب ظالموں کے اعتراض سے نہیں بچی تو اس کے ترجمہ پر اعتراض کرنا اور بھی آسان ہے۔ مگر میں محض اس خیال سے کہ قرآن مجید کی شوکت اور عظمت کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ سیالکوٹی کی لغویات کی حقیقت کو کھولا جاوے۔ آمین!

مالک یوم الدین پر سیالکوٹی کے اعتراضات سیالکوٹی نے سب سے اول مالک یوم الدین کے معنوں پر جو حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے کئے ہیں۔ اعتراض کیا ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اول حضرت خلیفۃ المسیح کا ترجمہ اور اس پر جو اعتراض سیالکوٹی کرتا ہے۔ اُسے لکھ دیا جاوے اور بعد میں جواب ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح۔ یوم کے معنے وقت۔ دین کے معنے جزا اور سزا دُنیا میں بھی جزا سزا ہوتی ہے۔ پھر حشر میں۔ پھر صراط پر۔ پھر جنت اور نار میں۔ اور ان سب مقاموں اور وقتوں کا اللہ ہی مالک ہے۔

سیالکوٹی۔ ظاہر ہے کہ حکیم صاحب نے اس آئت میں یوم الد[ین]

ابراہیم سیالکوٹی اور آئینہ نوری

نمبر (۲)

گذشتہ نمبر میں مَیں نے مختصراً بتایا ہے کہ یوم الدین کے جو معنے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے کئے ہیں۔ وہ مشاہدہ صحیحہ اور تعزیرات وحدود شرعی کے ذریعے سے ہر روز دیکھتے ہیں۔ آج مَیں ابراہیم سیالکوٹی کی ان پیش کردہ آیات پر نظر کرتا ہوں۔ جو اُس نے یوم الدین کے معنے مخصوص بہ قیامت کرنے کے لئے تائیدی رنگ میں پیش کی ہیں۔ سیالکوٹی کے اس اشتہار سے معلوم صاف معلوم ہو جائیگا کہ اس کی قرآن فہمی کا کیا حال ہے

قولہ خاص قرآن (حکیم) ہی سے پوچھتے ہیں کہ وہ خود یوم الدین کسی خاص دن کو کہتا ہے یا عام رکھتا ہے۔ منکرین قیامت کے استبعادی سوال کا ذکر اور اس کا جواب یسئلون ایان یوم الدین یوم ھم علی النار یفتنون ذوقوا فتنتکم ھذا الذی کنتم بہ تستعجلون (منکرین) پوچھتے ہیں۔ کہ یوم الدین کب ہوگا۔ ان سے کہو جس دن تم آگ پر سینکے جاؤ گے اور کہا جائیگا اپنی اس سینک کے مزے چکھو۔ یہ تو وہی ہے جس کے لئے تم جلدی مچاتے تھے۔

اقول ابراہیم سیالکوٹی نے آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اس میں جو خوبی اور لطافت ہے وہ ناظرین کے غور کے لئے چھوڑی جاتی ہے۔ یہاں صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ سورہ ذاریات کی آیت مندرجہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ جو وجود قیامت پر دلیل تو ہو سکتی ہے اسی طرح پر جو مَیں نے پچھلے نمبر میں بتایا کہ دُنیا میں جزا و سزا کا سلسلہ قیامت کے وجود پر دلیل ہے اور اسی لئے حکیم الامت کے ترجمہ میں یہ خوبی ہے کہ وہ اپنے اندر وجود قیامت پر دلیل رکھتا ہے۔ سورہ ذاریات مکی سورت ہے اور مکی سورتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اثبات نبوت اور حقیقت قرآن کریم اور وجود ملائکہ اور جزا و سزا کے دلائل اپنے اندر رکھتی ہیں یہ آیت جو سیالکوٹی نے پیش کی ہے اس سورۃ کی ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ آیت ہے۔

اس سورۃ کے شروع میں قسموں کے رنگ میں مسئلہ جزا و سزا اور فلسفۂ نبوت۔ وجود ملائکہ۔ نظام روحانی میں ملائکہ کا اثر وغیرہ امور پر دلائل پیش کئے ہیں اور پھر آیت نمبر ۵ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی دلیل پیش کی انما توعدون لصادق یعنی جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ وہ ضرور ضرور پورا ہونے والا ہے۔ اور پھر اس سے آگے آیت نمبر ۶ میں وہ وعدہ بتا دیا ہے۔ وان الدین لواقع یعنی جزائے اعمال ضرور ضرور ہو کر رہے گی۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ظاہر فرمایا کہ مَیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہا ہوں اور تم اس کی مخالفت کر رہے ہو۔ اب یہ دو جدا جدا فعل ہیں۔ تم اس مخالفت کی سزا اسی دُنیا میں پاؤ گے اور میں اس کے مقابلہ میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ ان آیات میں ایک لطیف تناسب اور ترتیب ہے۔ پہلی چار آیتوں کو بطور شاہد بیان کر کے کہا گیا ہے۔ کہ انما توعدون لصادق یعنے اے مکہ والو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعدے تم سے کئے ہیں۔ وہ پورے ہو کر رہیں گے اس کا ثبوت وہ نظارہ قدرت ہے جو ہر شخص کے سلسلہ طبعی سے تم دیکھتے ہو۔ کہ کس طرح ہوائیں بخارات مائی کو اُٹھاتی ہیں اور پھر انہیں بکھیرتی ہیں جبکہ وہ ایک ایسے طبقہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ کہ جہاں سے مینہ کی شکل میں نازل ہونے لگتے ہیں۔ ابتدائً یہ علم بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ سمندروں اور دوسرے پانیوں کے بخارات ہی اوپر جا کر مینہ بن رہے ہیں۔ اسی طرح پر رضاء الٰہی کا حال ہے۔ خدا تعالیٰ کے پاک ارادوں کا الہام پہلے ملائکہ پر ہوتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کے ماموروں اور رسولوں پر اور پھر وہ ارادے کل دُنیا میں پھیل جاتے ہیں۔ یہی حال بدیوں کا ہے پہلے چھوٹا سا گناہ ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ انسان کے تمام اعضاء اور جوارح اس گناہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ میں توحید کو پھیلایا۔ اور عبادۃ الاوثان کی مذمت کی۔ ہر ایک شخص نے اپنی فطرت کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے اس کی ہوا کا حصہ لیا۔ سعیدوں نے سعادت کا۔ شقیوں نے شقاوت کا۔ پہلے فاتح ہوئے۔ دوسرے ذلیل۔ اس طبعی نظارہ کو بر رنگ قسم پیش کر کے کہا ان الدین لواقع۔ جزا و سزا کا قانون برحق اور ضروری ہے۔ پھر بتایا کہ جس طرح پر ہوائیں ستاروں کے اثر سے متاثر ہوتی ہیں۔ تمام روحانی امور کے نفاذ میں ملائکہ وسائط ہیں اور اس پیشگوئی کے للانے اور پورا ہونے میں بھی ملائکہ کا اثر اور دخل ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کے شبہ کا ازالہ ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیشگوئیاں نعوذ باللہ اٹکل بازی سے کرتے ہیں اور فرمایا قتل الخراصون۔ یعنی اٹکل باز چونکہ حق اور حقیقت سے دور ہوتے ہیں اور افتراء بامراد نہیں ہو سکتا مگر محمد رسول اللہ تو جو کچھ کہتا ہے۔ یہ ہو کر رہیگا۔ اس پر وہ کفار مکہ سوال کرتے ہیں۔

یسئلون ایان یوم الدین

وہ فیصلہ کا وقت جبکہ جزا و سزا ہوگی یعنے تیرے متبعین اور تو کامیاب بامراد ہو جائیں گے اور تیرے منکرین پر عذاب آجائیگا وہ کب ہوگا؟ اس سے ان کی مراد قیامت نہیں۔ بلکہ وہ دُنیا میں اس کا فیصلہ چاہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید دوسرے موقعہ پر اس کی تصدیق کرتا ہے۔ ویستنبؤنک احق ھو قل ای وربی انہ لحق وانتم بمعجزین یعنے یہ مخالف تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ پیشگوئی جو ان کے ہلاک اور اپنی کامیابی کی تو کرتا ہے حق ہے؟ تو اس کے جواب میں کہہ کہ ہاں ہاں مجھے اپنے رب کی قسم وہ یقیناً واقع ہوگی اور وہ حق ہے اور تم اپنے بل بوتے سے قادر خدا کو مغلوب اور عاجز نہیں کر سکو گے۔ غرض یہ تو منکرین و مشرکین مکہ کو نبوت محمدیہ کی تصدیق کے لئے ایک نشان دیا جاتا ہے اور بتایا کہ وہ دن ایسا ہوگا۔ کہ اے مکہ والو! تم نار الحرب کے ذریعہ آزمائے جاؤ گے۔ کیا مطلب کہ تمہاری اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جنگ ہوگی اور اس جنگ کے ذریعہ میں عذاب دیا جائیگا۔ یہی وہ پیشگوئی ہے۔ جس کے لئے تم اسقدر جلد باز ہو۔ اور یہ متقی جماعت کامیاب اور بامراد ہوگی۔ اور تمام نجم کی یہ فاتح ہوگی۔ جہاں ان کو جنات اور عیون ملیں گے اور پھر بڑی قوت اور شوکت کے ساتھ فرمایا فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون یعنے آسمان اور زمین کے رب کی قسم ہے کہ یہ بالکل حق ہے ایسا ہی ہوگا۔ یہ ایسا بدیہی امر ہے۔ جیسا کہ تم کلام کرتے ہو۔ اور یہ دُنیا میں واقع ہوا۔ اور دلیل **نبوت** ٹھیرا۔

اب سیالکوٹی صاحب بتائیں کہ یہ جزا سزا تو دُنیا میں واقع ہوا اور اسی آیت سے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی **نبوت** اور قیامت کا ثبوت ہوتا ہے نہ یہ کہ یہ آیت مخصوص بہ قیامت ہے دُنیا میں اس کا **وقوع** نہیں ہوا۔

اس قرآن دانی پر یہ دعوٰی ہے کہ حکیم الامۃ کا ترجمہ غلط ہے۔ العجب ثم العجب!! ناظرین خدا کے لئے غور کرو کہ اس طریق پر اس آیت کی تفسیر کرنے سے قرآن مجید کی عظمت وشان معلوم ہوتی ہے۔ جبکہ اس کو ایک دعوٰی کی دلیل ثابت کر دیا جاوے یا **محض** ایک دعوٰی قرار دیا جاوے۔ جو سیالکوٹی کہتا ہے!!!

پھر دوسری آیت سیالکوٹی نے سورہ انفطار کی آخری آیت پیش کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس آیت سے بھی **قیامۃ** مخصوص ہے حالانکہ یہ بھی مکی سورۃ ہے اور اس میں بھی دلائل نبوت ہیں اس سورۃ کے آخر میں مسئلہ **جزا و سزا** کا ذکر ہے۔ جزا و سزا الگ چیز ہے اور **قیامۃ** ایک اور شے۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ جدا جدا امر ہیں۔ یہ امر دیگر ہے کہ **قیامت** میں بھی جزا و سزا ہوگا اور ہمارا ایمان ہے کہ ہوگا۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر جزا و سزا قیامت ہی میں ہو۔ جزا و سزا کے منکر دُنیا میں ہمیشہ رہتے ہیں اور کبھی وہ منکر بالفعل ہوتے ہیں اور کبھی بالقول۔ منکرین بالفعل تو کثرت سے ہیں۔ کیونکہ جب انسان جزا و سزا کے مسئلہ پر ایمان لے آوے اور نیکی اور بدی کے جدا جدا نتائج اور تاثیرات کو قبول کر لے۔ پھر ناممکن ہے۔ کہ بدی کرے۔ پس جب ایک شخص جان بوجھ کر بدی کرتا ہے۔ تو وہ درحقیقت عملی رنگ میں جزا **اعمال** کا منکر ہی ہے۔ پس یہاں تو منکرین جزا کو متنبہ کیا گیا ہے عام اس سے کہ وہ جزا و سزا کب ہو۔ چنانچہ فرمایا۔

ان الابرار لفی نعیم۔ ان الفجار لفی جحیم

دو مختلف گروہوں کا ذکر کر دیا اور ان کے اعمال کی جزا بتا دی پس یہاں ثبوت جزائے اعمال کا ذکر ہے۔ مخصوص قیامت مراد نہیں۔

مَیں نے ابھی کہا ہے کہ قیامت اور چیز ہے اور وہ مخصوص ہے یوم الدین عام ہے۔ چنانچہ خود قرآن مجید میں چالیس اور پچاس کے مابین یوم القیامۃ کا ذکر ہوا ہے۔ اگر یوم الدین اور یوم القیامۃ ایک ہی ہوتے تو پھر یوم القیامۃ مخصوص ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی۔ اس پر اگر مبسوط بحث کی جاوے تو یہ مضمون بہت ہی لمبا ہو جاوے۔ کیونکہ پھر جہاں جہاں یوم القیامۃ آیا ہے اُس ہر آیت کی تفسیر لکھنی ہوگی قرآن مجید میں یوم الدین عام ہی آیا ہے۔ یہ جدا امر ہے کہ کسی جگہ یوم الدین کے واقعات اور آثار ایسے ہوں کہ وہ یوم القیامۃ پر بھی حاوی ہوں۔ اگر یوم الدین اور یوم القیامۃ ایک ہی تھے۔ تو خدا تعالےٰ کی مجید کتاب کو ان دو جُدا لفظوں کے استعمال کی کیا حاجت تھی۔ کیا یہ ایک لغو فعل ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ ناحق شناس احمق اس لطیف استدلال کو شاید سمجھ بھی نہ سکے۔ جو قرآن مجید کی شان امجد کو ظاہر کرتا ہے۔

اسی طرح پر الساعۃ کا ایک لفظ ہے وہ قیامۃ کے

شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لی جائیگی

عوام سے ۳عہ

خواص سے ۵عہ

ہندوستان سے باہر ۴ے

غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے صرف ... ... ۱۲ آنے

چہ گویم با تو گر آئی بچشم در قادیان بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

بدر

ایڈیٹر ابو یعقوب علی تراب

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شایع ہوتا ہے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک و ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شایع ہوا

کے مفہوم کو اپنے اندر لئے رکھتا ہے مگر مخصوص بالقیامت نہیں ہاں قیامت بھی ایک ساعت ضرور ہے۔ پس یہ تین جداجدا الفاظ ہیں ان کی حقیقت پر غور کروگے تو انشاء اللہ لطف آجائیگا اور حکیم الامتہ کے ترجمہ کے ساتھ

سرجھکا دوگے

پھر تیسری آئت جو سورۃ صٰفٰت کی پیش کی ہے اور اس میں **یوم الدین** کا لفظ آیا ہے۔ اس میں بیشک **یوم الدین** سے مراد وہ جزا و سزا کا وقت ہے جو قیامت میں ہوگا۔ اور ہم اس بات سے کب منکر ہیں۔ ہم تو اس پر ایمان لاتے ہیں اور حضرت حکیم الامتہ نے اپنے ترجمہ میں کھول کر بتا دیا ہے جیسا کہ پہلے نمبر میں کھول کر لکھا جا چکا ہے۔

اب ناظرین غور کریں کہ **یوم الدین** کے معنے عام ثابت ہوئے یا خاص۔ قرآن مجید سے تو اس کے معنے عام ہی ثابت ہوتے ہیں۔

اگرچہ سیالکوٹی نے اعتراض کیا ہے کہ اپنے معنوں کی تصدیق اور تائید کے لئے کسی بزرگ کے قول کو لکھے۔ مگر اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ **اکابران امت** میں ایسے لوگ بہت ہیں جنہوں نے **یوم الدین** کو عام قرار دیا ہے۔ ایک عظیم الشان اہل باطن نے **یوم الحساب** کے معنی اس دنیا میں بھی حساب کا ہونا قرار دیا ہے۔ یہ میں یوم الحساب پر لکھتے وقت انشاء اللہ العزیز بیان کرونگا۔ اور اس بزرگ کی اصل عبارت بھی درج کردی جائے گی۔ وباللہ التوفیق۔ (باقی تیسرے نمبر میں)

ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو

(رقمزدہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب)

آریہ سماج کا سارا دارو مدار ستیارتھ پرکاش پر ہے اور اسی کی وہ کثرت سے اشاعت کرتے ہیں۔ اس میں علاوہ اپنے مذہب کے اصول بیان کرنے کے پنڈت دیانند صاحب نے دوسرے مذاہب پر اعتراض بھی کئے ہیں۔ اور اس طرح اپنے متبعین کے لئے مباحثات کا ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے اور اسی کا اثر ہے کہ آریہ سماج تمام مذاہب پر اعتراض کرنے میں درجہ اول رکھتی ہے اور غلط و درست عیب جینی میں لگی رہتی ہے۔

ستیارتھ پرکاش میں یوں تو بہت سی باتیں قابل مضحکہ ہیں لیکن اس موقعہ پر ہم چند عجائبات پر ریویو کرنا چاہتے ہیں۔ جن کا حل ہماری سمجھ میں کوئی نہیں آتا۔ امید ہے کہ آریہ سماجی پرچارک اور اخبارات خصوصاً پرکاش و مسافران آگرہ و جالندھر ان عقدوں کو حل کرکے ستیارتھ پرکاش کے مصنف کا دامن بیہودہ تحریروں کے الزام سے پاک کریں گے۔

پنڈت دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش کے باب ۱۳ میں مسیحیوں کے خلاف لکھتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۴۲۔ پس جو کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹالدیوے۔ اور ایسا ہی آدمیوں کو سکھلاوے۔ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلاویگا۔ (متی باب ۵ آئت ۱۴ و ۱۸ و ۱۹)

محقق (یعنی پنڈت دیانند)۔۔۔ یہ تو صرف لالچ اور خوف دکھلایا ہے۔ کہ جو ان حکموں کو نہ مانیگا۔ وہ آسمان میں سب سے چھوٹا شمار کیا جائیگا (صفحہ ۶۲۱)

پنڈت صاحب نہ معلوم اس وقت کس حالت میں تھے۔ کیا یہ کہنا کہ فلاں بات کے خلاف کرنے والا دکھ پائیگا اور بازی ہوگا۔ لالچ اور خوف ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو کیا پنڈت دیانند جو بار بار لکھتے ہیں کہ اصل ناجی وہی ہے کہ جو وید کی تعلیم پر عمل کرے اور دوسرے سب جونوں میں پڑے رہیں گے تو کیا یہ لالچ و خوف نہیں۔ اگر یہ لالچ و خوف نہیں تو مسیح کا مقصد بالا فقرات کہنا بھی لالچ و خوف نہیں۔ اس کا جواب تو یہ ہوسکتا تھا۔ کہ مسیحیت کی تعلیم کو ناقص یا غلط ثابت کرکے پنڈت صاحب کہتے کہ یہ تعلیم الٰہی نہیں اور اس کا خلاف کرنے سے کچھ خوف نہیں۔ نہ کہ وہ جواب دیتے۔ جو لکھا گیا ہے۔

اعتراض نمبر ۴۶۔ نہ ہر ایک جو مجھے خداوند خداوند کہتا ہے آسمان کی بادشاہت میں داخل ہوگا (متی باب ۷ آئت ۲۱) محقق غور کیجئے۔ کہ اگر بڑے بڑے پادری بشپ اور کرسچین لوگ عیسیٰ کا یہ قول سچا سمجھتے ہوں۔ تو عیسیٰ کو خداوند کہکر کبھی کبھی نہ پکاریں۔ اگر اس بات کو نہ مانیں گے۔ تو گناہ سے کبھی نہ بچ سکیں گے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۶۲۱ و ۶۲۲)

مسیح تو اپنے مریدوں کو یہ کہتا ہے کہ صرف زبانی خداوند کہنے سے کام نہیں چلیگا۔ بلکہ ایمان بھی ہونا چاہئے۔ پنڈت صاحب یہ معنے سمجھے کہ جو خداوند کا لفظ مسیح کی نسبت استعمال کرے وہ گنہگار رہے۔ حالانکہ عبارت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا اور نہ الفاظ پنڈت صاحب کے معانی کی تائید کرتے ہیں۔ جو شخص اردو کی عبارت بھی نہیں سمجھ سکتا۔ اس کو یہ رتبہ کس طرح مل سکتا ہے۔ کہ کل دنیا کی مذہبی کتب پر ریویو کرنے بیٹھے۔ پنڈت صاحب کے اس اعتراض سے آپ کی لیاقت علمی ظاہر ہوتی ہے۔ کاش کہ آریہ پرتی ندھی سبھا اس قسم کے فضول قطعات کو ستیارتھ پرکاش سے نکالدیں۔

اعتراض نمبر ۱۰۵۔ اس واسطے ایسے خدا کے تخت کے آگے ہیں اور اس ہیکل میں رات دن اس کی بندگی کرتے ہیں (مکاشفات یوحنا باب ۷ آئت ۱۵)

محقق! کیا یہ اول درجہ کی بت پرستی نہیں ہے اور کیا ان کا خدا انسان کی مانند مجسم اور محدود المکان نہیں ہے۔ کیا وہ رات کو سوتا بھی ہے۔ اگر سوتا ہے تو رات کے وقت بندگی کیسے کرتے ہونگے اور اس کی نیند بھی دور ہوجاتی ہوگی۔ اور اگر رات دن جاگتا رہتا ہوگا۔ تو بہت پژمردہ اور بیمار رہتا ہوگا (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۶۴۵)

اس اعتراض کو دیکھ کر بیساختہ پنڈت صاحب کے ذہن رسا کی داد دینی پڑتی ہے۔ کیا معقولیت کے ساتھ دو قضیئے بنائے ہیں۔ اول تو یہ ہے کہ کیا مسیحیوں کا خدا سوتا ہے اگر سوتا ہے تو وہ لوگ رات دن اس کی بندگی کیوں کرتے ہیں اور اگر نہیں سوتا۔ تو پھر پژمردہ اور بیمار رہتا ہوگا۔ پنڈت صاحب کو یہ خیال نہ آیا۔ کہ آریوں کے خدا کا کیا حال ہے۔ چونکہ دنیا گول ہے۔ اس لئے ہر وقت اس کی عبادت ہوتی ہوگی۔ پھر اگر وہ سوتا ہے تو عبادت کیونکر ہوتی ہے۔ اور اگر جاگتا ہے تو خود بقول پنڈت صاحب کے وہ بہت پژمردہ اور بیمار رہتا ہوگا۔ واقعی پنڈت صاحب کی معرفت یہ بات نئی معلوم ہوتی ہے کہ نہ سونا خدا کے لئے بھی مضر ہے ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

پھر اسلام پر اعتراض کرنے کی سوجھی ہے اور قرآن شریف کا کوئی ترجمہ لیکر ایک آئت کا ترجمہ پہلے نقل کرتے ہیں پھر اس پر اعتراض جماتے ہیں۔ اعتراض تو سب غلط و بے بنیاد ہیں۔ لیکن بعض بعض تو نہایت قابل مضحکہ ہیں چنانچہ چند ایک ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۳۶۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ داخل ہو بیچ اسلام کے (سورہ بقرہ آئت ۲۴)

محقق! اگر مسلمانوں کے مذہب میں داخل ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے تو وہ مسلمانوں ہی کا طرفدار ہے۔ سب دنیا کا خدا نہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہ قرآن خدا کا بنایا ہوا نہ اس میں کہا ہوا خدا ہوسکتا ہے۔ صفحہ ۶۶۷

اول تو پنڈت صاحب نے آئت کا ترجمہ ہی غلط کیا ہے۔ آئت تو یہ ہے۔ **یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافہ** اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ تمام کے تمام کامل فرمانبرداری اور سلامت روی کے طریقوں کو اختیار کرلو۔ ورنہ جبکہ وہ پہلے ہی مسلمان تھے۔ تو اس کے کیا معنی ہوئے کہ اسلام میں داخل ہوجاؤ۔ یہ ظاہری ایمان کے بعد حقیقی اخلاص اور نیکی کی تعلیم دی گئی ہے۔

دوسرے اگر بفرض محال پنڈت صاحب کے اعتراض کو پرکھنے کے لئے اس ترجمہ کو صحیح بھی قرار دیدیا جائے۔ تب بھی اعتراض فضول اور خلاف عقل ہے۔ کیونکہ جب کہ خود پنڈت دیانند کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ آریہ مذہب میں داخل ہوکر ہی نجات مل سکتی ہے اور بغیر ویدوں کے ماننے کے انسان سرخرو نہیں ہوسکتا ہے تو کیا ان کے اعتقاد پر یہ اعتراض نہ وارد ہوگا۔ کہ کیا خدا صرف ویدوں کے ماننے سے خوش ہوتا ہے۔ کیا وہ آریوں کا طرفدار ہے۔ اور پھر ہر ایک سچائی پر اعتراض ہوگا۔ کہ کیا خدا اس سچائی کا طرفدار ہے جب اسلام کا دعوے ہے کہ کل سچائیاں اسی کے اندر پائی جاتی ہیں۔ تو کیا یہ کہا جائے۔ کہ اسلام کے باہر جسقدر گند ہیں۔ ان پر بھی اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور ان میں ملوث انسان کو نجات عطا کرتا ہے۔ جب آریوں کا ویدوں کی نسبت یہی عقیدہ ہے تو پنڈت صاحب کو اسلام پر اعتراض کرنے کی کیا سوجھی ؎

نیش عقرب از پئے کین است
مقتضائے طبیعتش این است

اعتراض نمبر ۱۴۱۔ جو کچھ آسمان اور زمین پر ہے سب اسی کے لئے ہے (سورہ بقرہ آیت ۲۵۰)

محقق۔ جو آسمان اور زمین پر چیزیں ہیں۔ وے سب انسانوں کے واسطے خدا نے پیدا کی ہیں۔ اپنے واسطے نہیں۔ کیونکہ اس کو کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ صفحہ ۶۷۸

جس آئت پر پنڈت صاحب نے اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے۔ **لہ ما فی السموات والارض** یعنی جو کچھ آسمان و زمین میں ہے

انتقال پُرملال

۲۹ر اگست ۱۹۱۳ء بوقت ۸ بجے صبح سید اکبر علی شاہ صاحب انسپکٹر پولیس اپنے معزز افسر مسٹر کیل صاحب بہادر کے ہمراہ شہر بٹالہ کو آرہے تھے کہ سید صاحب کی گھوڑی جھکی اور اپنے سوار کو لے بھاگی۔ اور کوشش سے رُک نہ سکی۔ اور آپ اس سے گرتے ہی دماغ کے پھٹ جانے سے طرفۃ العین میں راہی ملک بقا ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چونکہ سید صاحب مرحوم اعلیٰ درجہ کے دیانتدار۔ متقی و پرہیزگار۔ خلق مجسم۔ نکوکار۔ درویش طبع ملنسار۔ جملہ صفات انسانی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ آپ کی اس ناگہانی موت کا اہل بٹالہ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور ہر ایک گلی کوچہ میں آپ کی ہر دلعزیزی اور نیکیوں کا ذکر کرکے تمام ہندو مسلمان رنج و افسوس کرتے تھے۔

قریباً ۶ بجے شام کے آپ کا جنازہ نہایت عزت و شان کے ساتھ اٹھایا گیا جس کے ہمراہ مسٹر کیل صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع گورداسپور معہ اپنے ماتحت عہدہ داران و ملازمین باوردی (جنہوں نے جنازہ کی حسب قاعدہ سلامی کی) و خان محمد ظفر خان صاحب ای۔ او۔ ایم اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر و مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور مقیم بٹالہ و ملک قادر بخش خان صاحب تحصیلدار و خان غلام حسن خان صاحب لالہ دلیکی نندن صاحب منصفان و وکلاء صاحبان و اہل کاران و معززین رؤسا ہندو و مسلمان بٹالہ تھے۔ آپ کی نماز جنازہ میں (جو ایک وسیع باغ میں ہوئی) تین ہزار سے زیادہ مسلمان شامل تھے۔ جس کے ادا ہونے کے وقت صاحب بہادر موصوف و معززین ہندو صاحبان منتظم خاطر باغ میں موجود رہے۔ شاہ صاحب مرحوم معززین و مشہور خاندان میاں انصاحب بٹالہ سے تھے۔ جو عزت و قدر آپ کی تھی۔ اور آپ کی وفات پر کی گئی یہ محض آپ کی ایمانداری و نکوکاری و ہر دلعزیزی کا نتیجہ ہے اور آپ کی زندگی اور موت ایک اچھا نمونہ واسطے ... کے ہے۔ اور آپ بالکل اس قول کے مصداق ہوئے۔

یاد داری کہ وقت زادن تو ... ہمہ خنداں بوند و تو گریاں
آنچناں زی کہ وقت مردن تو ... ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

مرحوم کے تین پسر خورد سال نہایت واجب الرحم ہیں۔ اور آپ کے بھائی محمد حسن صاحب سب انسپکٹر ریلوے پولیس بھی تعلقات رکھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کو اور آپ کے جملہ پسماندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو غریق رحمت کرے۔

مسٹر کیل صاحب بہادر کی ہمدردی اور مہربانی اور خاص تکلیف (جو سخت گرمی کے وقت آپ نے برداشت کی) اور رقم ۵۰ کا عطیہ جو انہی جیب خاص سے مرحوم کے یتیموں کو بطور دستاربندی کے عطا فرمایا اور جن سے آئندہ بھی امید ہے۔ خاص کر شکریہ کے قابل ہے اور ایسے نیکدل یورپین افسر کا وجود باوجود ایک نعمت غیر مترقبہ ہے اور خان محمد ظفر خان صاحب جو بٹالہ میں ایک قابل قدر ہر طرح سے لائق تحسین و آفرین حاکم ہیں ان کا بھی پسماندگان و احباب شاہ صاحب مرحوم شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے مرحوم کے جنازہ کا بہ توجہ خاص حسن انتظام و اہتمام فرمایا اور ...

حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کے حضور پر ازرہم ظہیر

ناظرین الحکم منشی ظہیر الدین صاحب کے نام سے واقف ہیں کیونکہ وہ ایک وقت الحکم کے اسسٹنٹ ایڈیٹر رہ چکے ہیں اور علاوہ بریں وہ پہلے ظہور میں آئی۔ "ادعو نبی اللہ کا ظہور" اور رد تکلیف الوی وغیرہ رسالہ جات کے مشہور مصنف ہیں اس لئے مجھے ان کے انٹروڈیوس کرانے کی چنداں حاجت نہیں وہ چند روز سے دارالامان میں ہیں اور انہیں حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور کچھ وقت گذارنے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے مختلف اوقات میں جو کچھ انہیں بطریق نصیحت فرمایا اس کا خلاصہ انہوں نے مجھے سُنایا ہے اور میں نے ان کے ایماء سے مناسب سمجھا کہ اسے الحکم میں چھاپ دوں۔ تاکہ دوسروں کو فائدہ پہنچے اور بہت سی غلط فہمیاں رفع ہوں۔

بعض موجودہ اختلافات متعلقہ احمدی اور غیر احمدی کے سوال پر جو کچھ مخالف اخباروں میں لکھا جا رہا ہے اور المنیر وغیرہ زور دے رہے ہیں کہ اب خلیفۃ المسیح اپنی پوزیشن صاف کریں۔ اس کے متعلق فرمایا کہ ان کو لکھدو کہ خلیفہ کے پاس اس قدر وقت نہیں کہ وہ پوزیشن صاف کرتا رہے۔ میں کوئی مامور نہیں ہوں۔

نیز فرمایا کہ ہم اس کو پسند نہیں کرتے۔ جو پیغام وغیرہ میں ہماری جماعت کے لوگ مضامین چھپواتے ہیں۔ وہ سلسلہ کا دشمن ہے۔ نیز یہ کیوں مجھ سے فیصلہ نہیں کرایا جاتا ہر شخص کیوں خود ہی فیصلہ کرنے بیٹھتا ہے جو مجھے خلیفۃ المسیح کہتا ہے اس کا یہ حق نہیں۔

اور میں نے اگر کسی تحریر پر اپنی پسندیدگی کا ذکر کیا ہے تو کسی کو کیا معلوم ہے کہ کس امر میں پسند کرتا ہوں جبکہ میری رائے پہلے شائع ہو چکی ہے اور میں ظاہر کر چکا ہوں کہ اصولی اختلاف نہیں ہے۔ ہاں میں اگر حضرت صاحب کی کسی تقریر یا تحریر یا صحیح سے اختلاف کروں تو حق پہنچتا ہے کہ اسے نہ مانا جاوے۔ ورنہ نہیں جو کچھ کہتا ہوں وہ ماننا چاہئے۔ خلیفہ ماننے کے معنے نہیں کہ جو بات اس کی اپنی سمجھ اور عقل میں آوے وہ مان لی جاوے اور دوسری سے انکار ہو۔ اس طرح پر تو ہر ایک عقلمند اور معمولی انسان کو بھی خلیفہ مانا جا سکتا ہے۔

علاوہ بریں حضرت خلیفۃ المسیح نے مختلف اوقات میں مختلف طریقوں سے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ وہ قوم میں نظام وحدت قائم رکھنا چاہتے ہیں اور ہرگز پسند نہیں کرتے کہ کسی قوم کا تفرقہ ہو۔ ایسے لوگ جو تفرقہ پیدا کرنے والے اسباب کو پیدا کرتے ہیں وہ خواہ کوئی ہوں آپ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایسا ہی وہ ان لوگوں کو کبھی پسند نہیں کرتے جو دوسروں کے پاس اپنے کسی بھائی کے متعلق غلط فہمی پھیلاتے اور ان کی نکتہ چینیاں ریزہ گویاں کرتے ہیں اور دوسروں کو اس کے خلاف اکساتے ہیں اس طریق کو آپ سخت ناپسند کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ وحدت جو حضرت مسیح موعود نے پیدا کی ہے قائم رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے کئی دفعہ ان الفاظ میں فرمایا کہ میں مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق مانتا ہوں۔ کہ یہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کے متعلق ہے اور وہی احمد رسول ہیں۔

غرض آپ کے اندر زوردار خواہش ہے کہ **نظام وحدۃ** کو قائم رکھا جاوے اور **حقوق اخوت** کی قدر کی جاوے۔ ایسی باتیں جو جماعت میں اختلاف پیدا کرتی ہیں انہیں ہرگز نہ پیدا کیا جاوے اگر اس قسم کی باتیں ہوں۔ تو پھر ہزاروں اختلاف ہو سکتے ہیں۔

حضرت مسیح

مسلمانوں کا ذبیحہ

(نتیجہ فکر سید سردار شاہ صاحب گیلانی پروفیسر وٹرنری کالج لاہور)

حضور سرور کائنات کی سنت سنت اللہ ہے۔ جو فرائض یا سنن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کے لئے بموجب حکم الٰہی مقرر فرمائے ہیں ہر ایک زمانہ کی فلسفیانہ تحقیقتوں کے عین موافق اور اصول حفظان صحت کے بالکل مطابق ہیں۔ اگر ان میں سے کسی فرض یا سنت کو ہم علوم جدیدہ کے انکشافات کے خلاف پائیں تو اس میں یقیناً ہماری معلومات کا قصور ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مثالاً میں مسلمانوں کے ذبیحہ کا مختصر ذکر کرکے بتانا چاہتا ہوں کہ ذبح کا یہ طریقہ اصول حکمت سے تطابق کلی اور توافق تام رکھتا ہے اور یوں ہی بے سوچے سمجھے نہیں وضع کر دیا گیا بلکہ عالم علم لدنی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو بڑی حکمت بالغہ سے تجویز فرمایا ہے۔

یہ علمی حقیقت ہے جس پر تمام حکمائے زمانہ متفق ہیں۔ کہ انسانی غذا کے لئے گوشت کو خون کی آمیزش سے پاک ہونا چاہئے۔ اور یہ بات علمی تجربات سے پایہ تحقیق کو پہنچ گئی ہے کہ جانور کی لاش اسی صورت میں بیخون ہو سکتی ہے۔ جبکہ اس کے گلے پر تیز دھار کی چھری پھیری جائے۔ یہاں تک کہ گردن کی شرائن کٹ جائیں اور ان کی راہ سے جسم کا تمام خون دل کی قوت دافعہ کی مدد سے کھنچ کھنچ کر نکل جائے۔ جانور کو بغرض خورش ہلاک کرنے کا یہی طریقہ مسلمانوں میں رائج ہے جس سے ثابت ہے کہ اسلامی طریقہ جدید ترین علمی تحقیقات کے مطابق ہے۔ اس طریقہ کے خلاف اگر جانور کو اس طرح ہلاک کیا جائے کہ اس کے گلے سے خون رواں نہ ہو۔ تو خون لاش کے اندر رہ جائے گا جو علمی اصطلاح میں مضر صحت اور اسلامی اصطلاح میں حرام ہوگا۔

ذبح کے وقت اگر اتفاق سے جانور کا سر تمام ہو جائے۔ تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ وہ حلال تو ہے لیکن اس کا کھانا مضر صحت ہونے کے باعث کسی حد تک نادرست ہے یہ مسئلہ متفق علیہ ہے اور اس میں ایک ایسی حکمت اور بصیرت مرکوز ہے جس کے ادراک کے لئے آج سے تیرہ سو برس پہلے ایک علم لدنی سے لبریز دماغ درکار تھا اور وہ دماغ حضور سرور کائنات مفخر موجودات رحمت عالمیان تمدور زمان علیہ افضل التحیات کا دماغ اقدس تھا جس نے باوجود علوم ظاہری سے ناواقف ہونے کے تشریح اجسام حیوانی کی اس دقیق حقیقت کا ادراک کر لیا۔

ماہرین فن تشریح ابدان نے ثابت کیا ہے کہ دماغ و حرام مغز کے سلسلہ نظام عصبی کے علاوہ جو حیوانات کی کھوپڑی اور ریڑھ کے خول سے شروع ہو کر حیوانات کی جسمانی ساخت میں پھیلتا ہوا ان کو محرک و مدرک قوت عصبی عطا کرتا ہے۔ اعصاب کا ایک اور نہایت ضروری سلسلہ بھی جسم حیوانی کے اندر موجود ہے جس کا نام "ویزو موٹر نروس سسٹم" (سلسلہ اعصاب متحرکہ منقبضہ) ہے۔ اس سلسلہ اعصاب کی دو سفید ڈوریاں حیوانات کی گردن یا کھوپڑی کے دونوں جانب سے شروع ہو کر پیٹ پر جا ختم ہوتی ہیں اور ان کی ساخت میں جا بجا عصبی غدودی گرہیں پائی جاتی ہیں۔ جو قوت عصبی کا مرکز ہوتی ہیں اس سلسلہ اعصاب کا فعل نہایت اہم ہے جملہ اندرونی آلات انہضام وغیرہ کے غیر اختیاری عضلات کو حرکت میں لانا انہیں سفید اعصاب کا فعل ہے۔ دماغ اور نخاع کے بیرونی عضلات کی حرکت ہمارے اختیار میں ہے

اسلام میں بدعات

وہ کون سے سیاسی، کاروباری اور معاشرتی معاملات ہیں۔ جن کے ہر ایک پہلو کو اسلام نے نہایت خوبی اور بسط و تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کیا۔ وہ کون سے مادی ترقی اور اخلاقی ترقی کے اصول و اسباب اور کونسی زندگی کی ضروریات ہیں جن کے ہر ایک دقیق سے دقیق مسئلہ پر اسلام نے روشنی ڈال کر ہماری فلاح و بہبودی کو مدنظر نہ رکھا ہو۔ وہ کون سی دین یا دنیا کی مفید باتیں ہیں۔ جن کو عملی صورت میں لانے کے لئے اس نے ہمیں طرح طرح کی ترغیبیں نہ دی ہوں۔ وہ کونسی ہمارے لئے دوجہان کی مضرت رساں چیزیں ہیں۔ جن سے روکنے کے لئے اس نے کئی کئی پیرایوں میں ہمیں خوف نہ دلایا ہو۔ جو امور ہماری اجتماعی قوت پر اچھا اور خوشگوار اثر ڈالنے والے تھے۔ ان تمام کو اس نے ہمارے لئے مباح کردیا ہے۔ اور مختصر یہ کہ اسلام ہماری مادی اور سیاسی ترقی کی سیڑھی اور دنیاوی اور دینی قدر و منزلت اور اقتدار کا اعلیٰ درجے کا ذریعہ ہے۔

جب ہم اسلام کے پہلے دور کی تاریخ پر ایک عمیق نگاہ ڈالتے ہیں۔ تو ہمیں بلا مبالغہ کہنا پڑتا ہے کہ اس نے جو چار دانگ عالم میں اپنی صداقت کا جھنڈا گاڑ دیا تھا اور بڑی بڑی عظیم الشان اور زبردست طاقتوں کو شکست فاش دیکر اپنا لوہا منوالیا تھا۔ اور بڑے بڑے اولوالعزم فرمانرواؤں اور حکمرانوں کے دلوں میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ تو اس کی وجہ یہی تھی۔ کہ مسلمان اس کی حبل متین کو ایک جان ہو کر مضبوط ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے اور ان کے تمام کاروبار میں یہی دستور العمل ہوتا تھا۔ اس کی پیروی کو وہ اپنی زندگی کی اصلی غائت سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی تھوڑی سی جماعت نے لاکھوں اقوام پر غلبہ پالیا تھا۔ اور کوئی بڑے سے بڑا لشکر بھی ان کی ہمت استقلال اور مستعدی پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتا تھا۔ اسی کی بدولت جہاں ناقوس بجا کرتے تھے۔ وہاں اذانوں کی مبارک آوازیں گونجنے لگیں۔ اور جہاں ناپاک بتوں کی پرستش ہوتی تھی۔ وہاں اس وحدہ لاشریک کی پوجا ہونے لگی۔ اسی کی پیروی سے بڑے بڑے مقتدر بادشاہوں نے بڑے بڑے خونریز معرکوں کے بعد نہائت ذلت و خواری سے مسلمانوں کے آگے اپنی گردنیں جھکا دی تھیں۔ اور چونکہ قرآن کریم اور حدیث نبوی کو وہ ہر ایک امر میں اپنا دستور العمل سمجھتے تھے۔ اس لئے ہر ایک موافق و مخالف کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے علمی، اخلاقی، سیاسی اور تمدنی میدانوں میں قدم رکھکر یہاں تک ترقی کی کہ ابنائے جنس نہائت حسرت کی نگاہ سے اس کو دیکھتے لگے علم و فضل کی نہائت مضبوط بنیادیں قائم کر کے اعلیٰ درجہ کی دماغی قابلیت اور اولوالعزمی کا ثبوت دیا۔ جب اسلام نے یہاں تک حیرت انگیز ترقی کی۔ تو بحکم ہر کمالے را زوالے کچھ ایسے اسباب پیدا ہوگئے۔ جن کی وجہ سے تنزل اور انحطاط نے اس کے میدان ترقی میں اپنا قدم رکھنا شروع کردیا۔ مسلمانوں کی خانہ جنگیوں اور ذاتی کاوشوں نے اپنا ناگوار اثر ڈالنا شروع کردیا۔ جن سے اسلام کے وہ پاک اصول جنہوں نے مسلمانوں کو زینۂ اعلیٰ ترقی پر پہنچا دیا تھا۔ ٹوٹنے شروع ہوگئے اور رفتہ رفتہ وہ سب کے سب نظر انداز کردیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مسلمانوں کی متفقہ قوت اور مجموعی طاقت کے ستون گرنے لگے اور رفتہ رفتہ اس کے عظیم الشان قصر کا خاتمہ ہوگیا۔ ان کی یہ حالت دیکھکر دشمنوں کو بھی جو اسی گھات میں لگے رہتے ہیں کہ کب ان کے درمیان پھوٹ پڑے اور ہم اپنا الو سیدھا کریں۔ اپنی آرزو پوری کرنے کا موقعہ مل گیا اور انہوں نے ان کی رہی سہی حالت کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم۔ خاصکر موجودہ مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت دیکھکر کلیجہ منہ کو آتا ہے اور کونسا سخت سے سخت دل انسان ہوگا۔ جو ان کی اس حالت زار کو دیکھکر اشک حسرت نہ بہائیگا۔

اس کی وجہ بجز اس کے اور کوئی نظر نہیں آتی۔ کہ آجکل کے مسلمانوں میں بدعت کی گرم بازاری ہے اور اس کا بھوت ان پر کچھ ایسا سوار ہوگیا ہے۔ کہ بت پرستوں میں اور ان میں کوئی نمایاں فرق نظر نہیں آتا۔ جس توحید کی اسلام نے بنیاد قائم کی تھی۔ اس کی بجائے انہوں نے بدعات کی بنیادیں قائم کرلی ہیں۔ اور سب سے زیادہ رونا اس وقت آتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے ایک مذہبی پیشواؤں کے گروہ نے جہلاء کے دلوں میں بدعات کی جڑیں اور بھی مضبوط کردی ہیں۔ اور اپنے کیسے پُر کرنے کے لئے ایسے ایسے حیلے تراشتے ہیں جو شیطان کے باپ کو بھی نہیں سوجھتے وہ کون ہیں۔ آجکل کے گدی نشین۔ مسلمانوں کی بدقسمتی سے اس نامراد گروہ کا کچھ ایسا برا اثر پڑا ہے۔ کہ سر توڑ کوششوں سے بھی ان کی حالت سدھرنی مشکل نظر آتی ہے۔ جہلاء کے مختلف طبقوں کے لوگ ان کے زیر حکومت ہوتے ہیں۔ اور اپنی دینی اور دنیاوی حاجات کی کلیدیں ان کے ہاتھ میں سمجھتے ہیں۔ ان کو اعتقاد ہوتا ہے کہ ہمارا بقا و فنا۔ آرام و تکلیف غرض تمام امور اس احکم الحاکمین نے ان کے ہاتھ میں دیئے ہیں۔ اگر یہ چاہیں تو آن کی آن میں زمین و آسمان کو الٹ پلٹ کر دکھائیں۔ اور ایک نگاہ سے کرۂ ارض کو ہباءً منثوراً کردیں۔

یہ گروہ ایک مقدس گروہ سمجھا جاتا ہے اور واقعی کسی زمانہ میں اس گروہ نے اسلام کا مغز نکال کر رکھدیا تھا اور اس کی ایسی شاہراہوں کا کھوج لگایا تھا۔ جن سے باطنی جذبات میں ایک حیرت انگیز حرکت آجاتی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ موجودہ گروہ نے اپنی پولیٹکل چالبازیوں سے اس پاک اور مقدس گروہ کو بھی بدنام کردیا ہے۔ یہ لوگ روحانی اسرار اور باطنی جذبات سے واقف ہونا تو درکنار شریعت کے سیدھے سادے احکام سے بھی نابلد اور ناواقف ہوتے ہیں۔

صبح سے شام تک امت مرحومہ کے بعض بھولے بھالے افراد سے ٹکے بٹورنے اور ان کے دلوں میں اپنا اعتقاد جمانے کے ذرائع سوچتے رہتے ہیں۔ ان بیماروں کو طرح طرح کی امیدیں دلاتے ہیں۔ اور روز قیامت کے تمام معاملات کے ذمہ وار ہوجاتے ہیں۔ جب کسی کو مالدار دیکھتے ہیں۔ تو ان کے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ اور اس کو دام تزویر میں پھنسانے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا جاتا۔ یہ لوگ صوم و صلوٰۃ سے تا آشنا فسق و فجور کی تمام شاہراہوں سے واقف اور مکر و فریب کے فن میں یکتا ہوتے ہیں۔ ان کو لازم تھا۔ خواہ کچھ ہی کرتے مگر مرکز اسلام سے باہر قدم نہ رکھتے حدود شرعی سے بالکل دور نہ جا پڑتے اور انسانیت اور عبودیت کے دائرے سے باہر نہ نکل جاتے۔ مگر افسوس یہ برائے نام مسلمان اس وحدہ لاشریک پر بھی حملہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ آپ حیران ہوں گے کہ یہ کیا معما ہے۔ خدا پر حملہ کرنے کے کیا معنے؟ مگر امید ہے کہ آپ کا بھی یہی اعتقاد ہوگا۔ کہ خدا کے سوا کسی اور کے آگے سجدہ کرنا کفر ہے۔ مگر خانقاہوں وغیرہ پر جاکر دیکھو۔ کہ قبروں پر اور اس گروہ کے آگے صبح سے شام تک لاکھوں سجدوں تک نوبت بلا مبالغہ پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ بات سچ ہو۔ تو آپ ہی انصاف سے بتائیں۔ کہ فرعون اور ان کے درمیان کیا فرق رہ جاتا ہے۔ میں تو یہی کہوں گا۔ وہ ان سے اچھا تھا۔ کیونکہ وہ علانیہ اپنے آپ کو خدا کہتا تھا۔ اور ان کی اس پالیسی سے کچھ منافقانہ جھلک نظر آتی ہے۔ یہ لوگ بظاہر مسلمان کہلا کر اسلام کی پاک گود میں بیٹھکر اسلام کی سفید داڑھی کو نوچتے ہیں۔ اور اس پر ان کو مطلق شرم نہیں آتی۔

ان کی محفلوں میں سرود اور رقص کی خوب آؤ بھگت کی جاتی ہے۔ جسقدر اسلام نے اس زہریلے مادہ کو رد کیا تھا۔ اسی قدر انہوں نے اس کے رواج دینے میں خوب مستعدی اور جانفشانی دکھائی ہے۔ ان محفلوں میں ان کو ایسے ایسے وجد آتے ہیں جن پر بیوقوف سے بیوقوف شخص کی ہنسی اڑائے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔

کیا اب وہ وقت نہیں۔ کہ علمائے کرام نہائت سرگرمی سے شریعت کا زبردست کوڑہ ہاتھ میں لیکر امت مرحومہ کے جاہل افراد کو اس ناپاک گروہ کے مکروں سے بچائیں۔ اور اسلام کی ڈوبتی ناؤ کو پار لگائیں۔ اگر کچھ اور عرصہ علماء کی طرف سے خاموشی رہی۔ تو یقیناً یہ یاجوج ماجوج کا لشکر اسلامی برکات کو ایک ایک کرکے مٹا دیگا۔ اور اس کی رہی سہی حالت کو اور بھی خطرناک کردیگا۔ غرض جہاں اور طرح طرح کے ناگوار حملوں سے اسلام کا دم ناک میں آگیا ہے۔ اور اس کے اپنے گھر کے آدمی بھی اس کی جڑوں کو دیمک کی طرح اندر ہی اندر کھا رہے ہیں معزز علماء کو اور کام چھوڑ کر بدعات اور رسومات قبیحہ کے بدنما داغ کو اس کے دامن سے دور کرنا چاہیئے۔ ورنہ قیامت کے روز اس احکم الحاکمین کی بارگاہ میں ضرور ان سے بازپرس ہوگی۔ اور اس وقت کچھ جواب نہ بن پڑے گا۔ (ترجمہ اللواء از روزانہ پیسہ)

ہم جب چاہیں اور جس طرح چاہیں انہیں حرکت میں لا سکتے ہیں۔ بازوؤں اور ٹانگوں وغیرہ کی حرکت انہیں بیرونی عضلات کی جنبش اختیاری کا نتیجہ ہے لیکن بدن کے اندرونی عضلات کی حرکت ہمارے حیطہ اختیار سے باہر ہے۔ خواہ ہم سوتے ہوں یا جاگتے۔ قلب برابر متحرک رہیگا۔ نفس کی آمد و شد پھیپھڑوں کے ذریعہ سے برابر جاری رہیگی۔ نبض کا تموج بدستور برقرار رہے گا۔ اور اس میں ہماری قوت ارادی کو کچھ دخل نہ ہوگا انہیں اضطراری حرکات اندرونی میں معدے اور آنت وغیرہ کی حرکات شامل ہیں۔ جن کے ذریعہ سے غذا ہضم ہوتی ہے سب سے زیادہ ضروری حرکت دل کی حرکت ہے اور جو شرائین دل سے نکلتی ہیں۔ ان سب کی جنبش انقباضی و انبساطی انہیں اعصاب کے توسل سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔

نظام عصبی کے اس طرز عمل کو مدنظر رکھنے اور قوت غور و فکر سے ذرا سا کام لینے سے صاف معلوم ہو جائیگا۔ کہ اگر مذبوح جانور کا سر قلم کر دیا جائے تو سلسلہ اعصاب متحرکہ منعکسہ کی ڈوری یک کٹ جانے سے ان کا فعل درہم و برہم ہو جائیگا۔ اور جو تعلق ان کو دماغ سے تھا جو قوت ارادی کا مرکز ہے۔ اس کے قطع ہو جانے کے باعث شرائین اپنا کام انجام نہ دے سکینگی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دل اور اس کے عروق متعلقہ مفلوج و غیر متحرک ہو جائیں گے اور بہت سا خون جسم کے اندر رہ جائیگا۔ جس کی وجہ سے لاش بے خون نہ ہو سکیگی۔ بخلاف اس کے جب گلا آلہ جارحہ سے کاٹا جاتا ہے اور سر دھڑ کے ساتھ ہی رہتا ہے تو دل کی حرکت کے کچھ دیر تک جاری اور شرائین کی جنبش کے سلسلہ کے برقرار رہنے سے سارا خون رفتہ رفتہ جسم سے نچڑ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ دورانی خون کی ایک بوند بھی باقی نہیں رہتی۔

یہ ہے حکمت بالغہ ذبح کے اس طریقہ میں جس سے تیرہ سو سال قبل کل دنیا بے خبر اور لاعلم تھی لیکن ہمارے ہادی برحق بخوبی آگاہ تھے۔

اب ہم اس حقیقت کی بھی توضیح کئے دیتے ہیں کہ لاش بے خون کیوں ہونی چاہئے۔ جو شخص علم الابدان اور علم الامراض و علم حفظان صحت کے اصول سے کچھ بھی آشنا ہے وہ جانتا ہے کہ جس طرح جسمانی پرورش اور بقائے حیات کا ذریعہ خون ہے اسی طرح امراض متعدیہ کے جراثیم کی پرورش اور جسم کے ان سے متاثر ہو جانے کا ذریعہ بھی خون ہی ہے اور باستثنا چند ان امراض کے جن کا زہر اعصاب کے ذریعہ سے جزو بدن ہو جاتا ہے۔ باقی سب امراض کا زہر جسم میں خون کے ذریعہ پھیلتا اور باعث ہلاکت ہوتا ہے۔

حضور خواجہ دو جہاں اس علمی حقیقت سے واقف تھے نفع رسانی خلائق و خیر خواہی ابنائے جنس کے اس پاک جذبہ سے متاثر ہو کر جو حضور انور کے قلب مبارک میں جناب باری کی طرف سے ودیعت ہوا تھا آپ نے قصد فرمایا کہ استعمال خون کی مضرتوں سے جسے اکثر قومیں بشکل خام و پختہ مقوی غذا تصور کرتی تھیں دنیا کو آگاہ کریں اسی لئے وما ینطق عن الھویٰ کے مصداق اعظم نے قانون نافذ فرمایا کہ دم مسفوح حرام ہے پس باتباع سنت نبوی مسلمانوں نے دم مسفوح کو حرام قرار دیا اور نجس ہونے کے لحاظ سے اسے لحم خنزیر و منتقہ کے برابر تصور کیا۔

"زمیندار" کے گذشتہ نمبر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ہندو اخبار نویس حلال گوشت کو جھٹکے یعنی سر قلم شدہ جانور کے گوشت کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں۔ مذہباً ان اخبار نویس حضرات کو بیشک اختیار ہے جو وہ جھٹکے کو پوتر سمجھیں اور ہم اسے حرام سمجھتے ہیں لیکن علمی لحاظ سے ہم ثابت کر ہی چکے ہیں۔ کہ جھٹکے کا گوشت بوجہ اس کے کہ اس کے اجزاء دورانی خون کی آمیزش سے پاک نہیں ہوتے بلحاظ صحت و ممد حیات ہونے میں کسی طرح حلال گوشت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(زمیندار)

درخواست دعا

منشی عبد الغنی صاحب نقل نویس جہلم امتحان عرضی نویسی میں شریک ہوتے ہیں۔ احباب دعا کریں۔ کہ کامیاب ہوں۔

مجربات نور دین جلد سوم

چھپکر تیار ہو گئی ہے۔ اور فروخت ہو رہی ہے۔ قیمت فی جلد ۱۰ / ۔ منیجر کارخانہ الحکم قادیان سے طلب کریں۔

نوٹ:۔ اس کی جلد اول اور دوم بھی فی جلد ۱۰ / کے حساب سے مل سکتی ہیں۔ منیجر الحکم

ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو

"جولائی کے پرچہ میں پنڈت دیانند صاحب بانی آریہ سماج کے بعض اعتراضات کا میں نے جواب لکھا تھا۔ جو انہوں نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں مسیحیت اور اسلام پر کئے ہیں۔ اور ناظرین سے وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ اس مضمون پر آئندہ بھی اسی ہیڈنگ کے نیچے کچھ نہ کچھ لکھا جایا کریگا۔ چنانچہ اس پرچہ میں اس وعدہ کا ایفا کیا جاتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ تو جب تک اس کا منشا ہوگا۔ یہ سلسلہ جاری رہیگا"

میں نے پچھلے پرچہ میں ان سوالات پر بھی کچھ لکھا تھا۔ جو پنڈت صاحب نے مسیحیت پر کئے ہیں۔ لیکن آئندہ سے میرا ارادہ ہے کہ صرف انہی سوالات کو لیا کروں۔ جو اسلام کی نسبت پیش کئے گئے ہیں۔ اور اسلامی تعلیم کو اصل رنگ میں پیش کر کے دیکھا جائے۔ کہ کیا اس پر کسی قسم کے اعتراض پڑتے ہیں۔ یا پنڈت صاحب نے محض تعصب سے اپنے دماغ سے اس قسم کے اعتراض پیدا کئے ہیں۔ میں نے یہ بھی مناسب جانا ہے۔ کہ چودہواں سمولاس چونکہ سارے کا سارا اسلام کے خلاف اعتراضات سے بھرا ہوا ہے۔ اور بانی آریہ سماج نے قرآن شریف پر شروع سے لیکر ترتیب سے اعتراض کئے ہیں۔ اس لئے میں بھی اسی ترتیب سے ان اعتراضات کا جواب لکھوں۔ تاکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے اور یہ جوابات تکمیل کو پہنچ جاویں۔ تو آخر میں ایک کتاب بن جائے۔

بہتر تو یہ ہوتا۔ کہ چند صفحے رسالہ کے اس کام کے لئے وقف کئے جاتے۔ اور کتاب کی صورت میں ہر رسالہ میں چند صفحات نکل جاتے تا آخر میں ناظرین ان کو اکٹھا کر کے جلد بند ہوا سکتے۔ لیکن اس صورت میں اکثر ہر رسالہ میں مضمون ادھورا رہ جاتا ہے۔ اور پڑھنے والوں کو لطف نہیں آتا۔ اور بعض دفعہ تو جواب کا سمجھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے اس مجبوری کی وجہ سے یہی تجویز ہے۔ کہ رسالہ میں تھوڑے تھوڑے جوابات شائع کئے جاویں۔ اگر ختم ہونے پر ضرورت سمجھی جائے تو کتاب کی صورت میں اس کو شائع کر دیا جائے۔ اتنی تمہید کے بعد اب میں اصل مضمون کو شروع کرتا ہوں۔

اعتراض اوّل۔ پنڈت صاحب کا سب سے پہلا اعتراض بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر ہے (یہ بھی شکر ہے ورنہ پنڈت صاحب سے کچھ بعید نہ تھا کہ لفظ قرآن سے اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیتے۔ منہ المؤلف) اور اپنے آپ کو محقق قرار دیکر اس پر یوں اعتراض کئے ہیں۔

محقق۔ مسلمان لوگ ایسا کہتے ہیں۔ کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے لیکن اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی دوسرا ہے۔ کیونکہ اگر خدا کا بنایا ہوا ہوتا۔ تو "شروع ساتھ نام اللہ کے" ایسا نہ کہتا بلکہ "شروع واسطے اپدیش انسانوں کے" ایسا کہتا۔

اس اعتراض کے کرنے سے پنڈت صاحب کا یہ مطلب ہے۔ کہ چونکہ اس میں مخاطب خدا ہے۔ اس لئے یہ کلام خدا کا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انسان کا ہے۔ کیونکہ اگر خدا نازل کرنے والا ہوتا۔ تو قرآن شریف ایسی طرز سے شروع ہوتا جس میں یوں معلوم ہوتا۔ کہ اللہ تعالیٰ بول رہا ہے لیکن اس آئت سے اُلٹا یوں معلوم ہوتا ہے کہ بندہ بول رہا ہے اور خدا مخاطب ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ کلام انسانی ہے۔

جواب اول۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سورہ فاتحہ کی ایک آئت ہے اور سورہ فاتحہ ایک دعا ہے۔ جو انسان کو اللہ تعالیٰ نے سکھلائی ہے کہ تا وہ اسے خدا کے سامنے پڑھ کر اپنا حال عرض کرے۔ چنانچہ عربی کے قاعدہ کے لحاظ سے بسم اللہ میں جو با آتی ہے۔ اس کا ایک متعلق مقدر ضرور ماننا پڑیگا۔ کیونکہ جملہ میں با کا متعلق ضرور آتا ہے۔ جو کہ یا فعل ہوتا ہے یا معنی فعل یا شبہ فعل۔ پس اس قاعدہ کے ماتحت بسم اللہ کا مقدر متعلق جب ہم نکالتے ہیں۔ تو فقرہ یوں بن جاتا ہے۔ اقرأ بسم اللہ یعنی میں اللہ تعالیٰ کا نام لیکر یہ دعا یا یہ قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ دوسرے ایک حدیث میں ہے کہ کل امر ذی بال لم یبد بہ بسم اللہ فھو اقطع و ابتر اس قرینہ سے بجائے اقرأ کے ابتدا کی تقدیر نکلیگی۔ اور اس آئت کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کے نام سے استعانت طلب کرتا ہوا اس کلام کو پڑھنا شروع کرتا ہوں۔ یا اس کلام کو کرتا ہوں۔ پس سورہ فاتحہ ایک دعا ہے جو انسان کو سکھائی گئی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ دعا خدا کی طرف سے نہیں بلکہ بندہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اگر پنڈت صاحب کا یہ مطلب ہے کہ اس دعا میں اللہ تعالیٰ سائل ہوتا۔ اور بندہ مسئول تب قرآن شریف خدا کا کلام ثابت ہوتا۔ تو آریہ سماج کو بہت جلد یہ اعتراض ستیارتھ پرکاش میں سے مٹا کر اہل عقل و دانش کی ہنسی سے بچنا چاہئے۔ دعا بندہ کی طرف سے ہوتی ہے خدا کی طرف سے نہیں۔ کیونکہ جو شخص سوال کرتا ہے۔ وہ محتاج ہوتا ہے اور جس سے سوال کیا جاتا ہے۔ وہ محتاج الیہ یعنی اس کے حضور میں دوسرے لوگ محتاج ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے حضور میں کوئی کمی نہیں۔ اور زمین و آسمان اور ذرہ ذرہ کا مالک ہے کسی کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اگر وہ محتاج ہو۔ تو اس پر لفظ اللہ کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اللہ کے معنی ہیں ہر ایک خوبی سے متصف اور ہر ایک عیب سے مبرا اور کسی کا محتاج ہونا تو بہت بڑا بھاری عیب ہے جو اللہ تعالیٰ میں نہیں پایا جا سکتا۔ پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ پنڈت صاحب کو اس اعتراض کرنے کا خیال ہی کیوں پیدا ہوا۔ کیونکہ جب سورہ فاتحہ ایک دعا ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سکھائی ہے۔ تو ضرور تھا کہ وہ ایسے الفاظ میں ہوتی۔ جس سے ظاہر ہوتا کہ بندہ عرض کر رہا ہے اور مالک سُن رہا ہے۔

اس کی مثالیں دُنیاوی گورنمنٹوں کی قواعد میں بھی کثرت سے مل سکتی ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ انگریزی نے بھی مختلف عرائض کے لئے خود الفاظ بنا دیئے ہیں۔ اور لازمی ہوتا ہے کہ ہر ایک سائل جب کوئی درخواست کسی خاص محکمہ میں دے۔ تو وہی الفاظ استعمال کرے۔ جو کہ گورنمنٹ نے اس عرضی کے لئے خود مقرر کئے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جو دفاتر کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ یا جنہیں کبھی کسی مقدمہ میں حاضر ہونا پڑا ہو۔ اس بات کو خوب جانتے ہیں۔ وکلاء کے لئے بھی چیف کورٹ نے خاص الفاظ مقرر کئے ہوئے ہیں۔ کہ جو انہیں جج کے سامنے تقریر کرنے سے پہلے کہنے پڑتے ہیں۔ اسی طرح مختلف سوسائٹیوں میں داخلہ کے لئے خاص فارم پُر کرنے پڑتے ہیں اور یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک انسان سمجھ ہی نہیں سکتا کہ کن الفاظ میں اپنا مافی الضمیر ادا کرے۔ اور نہ وہ یہ جان سکتا ہے کہ کون سے الفاظ ضرر اور نقص سے پاک ہیں۔ اس لئے دنیاوی گورنمنٹیں بھی احتیاطاً خود درخواست کے الفاظ مقرر کر دیتی ہیں اور سائل کو ضروری ہوتا ہے کہ ان الفاظ کو استعمال کرے۔ تا کہ بہت حد تک نقصوں سے محفوظ رہے۔

اسی کے دیئے ہوئے پیروں سے چلے۔ اُسی کی عطا کردہ آنکھوں سے دیکھے۔ دماغ سے غور کرے اور پھر اپنے نفس پر جبر کرے۔ پھر بعض دفعہ یوں بھی ہوجاتا ہے۔ کہ انسان اول تو نیک نیتی سے کام شروع کرتا ہے بعد میں نیت بدل جاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہم کو سکھایا کہ قرآن شریف پڑھنے سے پہلے بسم پڑھنی چاہئے۔ اور ہر ایک سورۃ کے شروع میں یہ آئت نازل فرماکر انسان پر یہ لازم کردیا۔ کہ ابتدا اسی آئت سے ہو۔ پھر حدیث کے ذریعہ ہر ایک بڑے کام سے پہلے اس کا پڑھنا سنت ہوا۔

اس آئت کے یہ معنی ہیں۔ کہ میں یہ کام اپنے نفس کے لئے نہیں کرتا۔ اور کوئی گندی اور ناجائز خواہشات کو دل میں چھپاتے ہوئے شروع نہیں کرتا۔ بلکہ میں اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اور اسی پر بھروسہ کرکے اور اسی سے اس بات کی مدد مانگتے ہوئے کہ وہ مجھے ہر ایک قسم کی بدنیتوں اور شرارتوں سے بچائے شروع کرتا ہوں۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ پاک الفاظ اس قسم کے ہیں جن پر اعتراض ہوسکے۔ ان مختصر سے الفاظ میں کیسے معارف بھر دیئے گئے ہیں۔ کہ کوئی کتاب ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ وید کا ابتدا بھی میں اوپر درج کرچکا ہوں کہ آگ کی تعریف سے شروع ہوتا ہے۔ توریت و انجیل کی ابتدا بھی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ پھر قرآن شریف کے ابتدا کو بھی دیکھو کہ کس طرح ہوا ہے۔ اور پھر غور کرو کہ کیا یہ خدا کا کلام ہے۔ یا وہ ان تین چار الفاظ میں کس طرح اول انسان کو اپنی نیت صاف رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر خالص خدا پر بھروسہ رکھنے کا حکم ہے۔ پھر یہ ہدائت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے ہر ایک کام کے شروع میں مدد اور استعانت طلب کرنی چاہئے۔ تاکہ انسان راہ سے گمراہ نہ ہو جائے اور جادۂ اعتدال سے اس کا پاؤں دوسری طرف نہ پھر جائے۔ کیا اس کلام کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ یہ خدا کا کلام نہیں تو پھر اور کونسا کلام ہوسکتا ہے۔ جسے خدا کا کلام کہا جائے۔

پھر اسی آئت پر پنڈت صاحب دوسرا اعتراض یوں کرتے ہیں کہ اگر اس آئت کے یہ معنی مان لئے جائیں۔ کہ انسان کو حکم ہے کہ تو ہر ایک کام کے ابتداء میں یہ آئت پڑھا کر۔ تو پھر گناہوں کا ابتدا بھی اسی آئت سے لازم آئیگا۔ چنانچہ اسی وجہ سے مسلمان گائے وغیرہ کے ذبح کے وقت یہ الفاظ کہتے ہیں۔

جواب اوّل۔ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ قطعاً یہ بیان نہیں فرمایا کہ ہر ایک کام کے ابتدا کے وقت یہ آئت استعمال کی جائے۔ بلکہ یہاں تو صرف سورہ فاتحہ کی ابتدا میں بیان فرمائی ہے۔

جواب دوم۔ جیسا کہ میں اوپر بیان کرچکا ہوں۔ یہ آئت تو ابتدائے قرآن میں اس لئے رکھی گئی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ الٰہی تو مجھے ہر ایک بدی سے محفوظ رکھ۔ اور گناہ سے بچا۔ اور میں سب قسم کی غلط کاریوں میں پڑنے سے بچنے کے لئے تیرے نام سے برکت طلب کرتا اور تیری استعانت کا خواہاں ہوں۔ پھر یہ آئت گناہ کی ابتداء میں کس طرح پڑھی جاسکتی ہے۔

جواب سوم۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اسلام میں بدیوں کو اور گناہوں کو جائز قرار دیا ہوتا۔ تب تو یہ اعتراض پڑتا۔ لیکن جب کہ اسلام کا خدا ہر ایک مسلمان کو قطعی حکم دیتا ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یعنی اے انسان اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور قریبیوں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم کرتا ہے۔ اور ایسی باتوں سے جو فحش ہوں۔ جو لوگوں کے لئے ایذا رساں ہوں جن سے حکام یا ماتحتوں کے حقوق تلف ہوتے ہوں۔ منع کرتا ہے تو باوجود ایسے صریح حکم کے جو شخص بدیوں میں مبتلا ہے۔ وہ مسلمان کب رہ سکتا ہے۔ اور اس کے کا اسلام پر کیا الزام۔ جانور وغیرہ ذبح کرنے کے متعلق آگے چل کر بحث کرینگے کہ یہ ظلم ہے یا نہیں؟

(محمود)

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق نوٹ اور خبریں

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ کی عام صحت اچھی ہے۔ زخم بزنگ ناسور تھوڑا سا باقی ہے۔ اس ہفتہ آپؑ نے ایک دانت نکلوایا جس کے سبب بہت سا خون نکل گیا۔ اس کی وجہ سے ایک رات دن ضعف شدید رہا۔ بخار بھی ہوگیا۔ اس وقت کہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں (۵ نومبر [illegible]) آپؑ کی صحت الحمدللہ اچھی ہے۔ بدستور پہلے مشاغل تعلیم و تدریس و تلقین و اصلاح جماعت میں مصروف ہیں۔

سیالکوٹ کی انجمن کا سالانہ جلسہ ایک مہینے سے زائد عرصہ ہوتا ہے کہ ہوچکا ہے میرے مکرم بھائی مفتی محمد صادق صاحب نے بدر میں جلسہ کی رپورٹ اجمالی رنگ میں درج کردی ہے۔ جلسہ کی تقریریں غالباً سیالکوٹ کی جماعت ایک رسالہ کی صورت میں شائع کریگی۔ سالانہ جلسوں کا سوال الحکم میں گذشتہ سالوں میں چھیڑا تھا اور اس کے مفاد اور مصارف کی نسبت بتا کر دکھایا گیا تھا کہ سالانہ جلسوں کے مقابلہ میں واعظین کا مستقل تقرر زیادہ مفید اور مؤثر ہوسکتا ہے اور سالانہ جلسے زیادہ تر نمائش کا رنگ لے لیتے ہیں اس وقت اس رائے سے ہمارے بعض دوستوں نے بھی اتفاق کیا تھا۔ بہرحال مجھے اور ہر احمدی کو خوشی ہے کہ جلسہ کامیابی سے ہوا یا بیان کیا جاتا ہے گو میں کامیابی کا کوئی معیار نہیں بتا سکتا اور نہ ہمارے کسی دوست نے ابتک بتایا کہ کامیابی کن معنوں میں لی جاتی ہے سیالکوٹ کی جماعت اپنے حسن انتظام اور ترتیب کے لئے فی الواقعہ قابل تقلید جماعت ہے اور قادیان کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس مقام کو پسند کیا وہ سیالکوٹ ہے اس لئے سیالکوٹ کے ساتھ ہمیں خاص محبت اور وہاں کے بزرگوں کے لئے میرے دل میں خاص عزت ہے اس لئے بھی کہ سیالکوٹ کی سرزمین نے

اپنا قیمتی فرزند

سلسلہ احمدیہ کی نذر کیا جس کی قربانی ایک بے نظیر قربانی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اسے مسلمانوں کا لیڈر رکھا۔ مگر میں سیالکوٹ کی جماعت کی اس غلطی کو قابل عزت نہیں سمجھتا جو اس نے ایک غیر احمدی کو کسی جلسہ کا پریسیڈنٹ بنانے میں کی یہ ایک بُری نظیر ہے جو وہاں سے قائم ہوئی ہے میں برادرم صادق کی رائے سے بالکل متفق ہوں جو اُس نے جلسہ کے حالات لکھتے ہوئے "ہمارے پریسیڈنٹ کون ہوں" "ہمارے امام کون ہوں" کے عنوان سے لکھے ہیں۔ ہمارے دلوں سے محض تعریفی الفاظ سُننے کی خواہش سلب ہوجانی چاہئے۔ اور اگر کوئی شخص محض اخلاص اور اصلاح کے خیال سے کسی غلطی پر آگاہ کرے تو اسے بدمت ملامت بنانے کے بجائے دیکھنا چاہئے کہ جو کہتا ہے وہ کہاں تک سچ ہے۔ ہمارے جلسوں میں ہمارے اپنے میر مجلس ہوں اور وہی حق رکھتے ہیں کہ صدارت کی کرسی پر بیٹھیں۔ غیر احمدی خواہ وہ کیسے ہی معزز مقتدر اور ہم سے محبت رکھنے والے بھی کیوں نہ ہوں۔ آخر وہ غیر احمدی ہیں۔ اور احمدی اور غیر احمدی میں جو لفظ غیر بطور امتیاز ہے۔ وہ ہر حالت میں قابل غور ہے۔ سیالکوٹ کی جماعت نے اس جلسہ میں جو قابل قدر اور قابل تقلید نمونہ دکھایا ہے۔ بڑی ہی ناانصافی ہوگی اگر

اسی فائدہ کو مدنظر رکھکر اللہ تعالیٰ نے بھی ابتدائے قرآن میں سورہ فاتحہ نہائت ہی پاک اور بے عیب الفاظ میں انسان کو سکھائی ہے۔ تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے اپنے ہر قسم کے مطالب کو اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔ پس اس پر اعتراض کرنا تعصب نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دعا کی وجہ سے مسلمان ہر ایک مذہب پر غالب ہیں۔ اور کوئی مذہب نہیں جو اپنے پیروؤں کو ایسی پاک اور جامع دعا سکھاتا ہو۔ جس میں مختصر الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی کل صفات کا بیان بھی ہو۔ بندوں اور انسان کے تعلقات بھی بیان کئے گئے ہوں۔ پھر انسانوں کے آپس کے تعلقات بھی مذکور ہوں۔ اور پھر ایک جامع مانع دعا بھی ہو۔ یہ ایک اسلام اور صرف اسلام ہی ہے۔ جس میں اپنے پیروؤں کو اس کامل دعا کا ہتھیار دیا گیا ہے۔ اور چونکہ دعا کے ماتحت ہی نتائج نکلتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کی طرح کوئی قوم خدا تعالیٰ سے نیک ثمرات کی امیدوار نہیں ہو سکتی۔

وید خدا کا کلام نہیں؟ یہاں تک یہ ثابت کرنے کے بعد کہ چونکہ انسان دعا میں اپنے الفاظ میں پوری طرح محتاط نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سورہ فاتحہ ایک کامل دعا سکھلائی ہے اور یہ کہ اس کی مثال دنیاوی گورنمنٹوں کے انتظام میں بھی ملتی ہے میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ پنڈت صاحب نے جو اعتراض قرآن پر کیا ہے۔ وہی وید پر اُلٹ کر پڑتا ہے۔ اور قرآن شریف میں تو صرف ایک قلیل حصہ ہے۔ جو بطور حکائت از انسان بیان کیا گیا ہے۔ لیکن وید سارے کا سارا اس الزام کے نیچے ہے۔ اور چونکہ پنڈت صاحب اس بات کو قبول کرتے ہیں۔ کہ جس کلام کا کوئی حصہ انسان سے حکائتاً بیان ہو۔ وہ الٰہی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انسان کلام ہوتا ہے اس لئے ان کے پیروؤں کو لازماً اقرار کرنا پڑیگا۔ کہ وید خدا کا کلام نہیں چنانچہ رگوید جو سب ویدوں میں معتبر مانا گیا ہے۔ اس کا اکثر حصہ دیکھنے پر میں نے ایک بھی منتر ایسا نہیں پایا جس میں خدا مخاطب ہو۔ اور بندہ مخاطب ہو۔ بلکہ ہر جگہ بندہ بولتا ہے اور اللہ تعالیٰ مخاطب ہوتا ہے۔ پس بقول پنڈت دیانند صاحب وہ خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر خدا کا کلام ہوتا تو اللہ تعالیٰ بولنے والا ہوتا۔ چنانچہ مثال کے طور پر ہم رگوید کے چند منتر ذیل میں درج کرتے ہیں جس سے ناظرین پر کھل جائیگا۔ کہ پنڈت صاحب نے قرآن شریف پر اعتراض کرتے وقت کسقدر حقگوئی کی طرف مائل تھے۔ چنانچہ رگوید اشٹک اول پہلا ادھیائے سکت اول کا منتر اول اسطرح شروع ہوتا ہے۔

۱۔ میں اگنی دیوتا کی جو ہوم کا بڑا اگرو کارکن اور دیوتاؤں کو نذر پہنچانے والا ہے۔ اور بڑا ثروت والا ہے۔ مہما کرتا ہوں۔

اب ہر ایک عقلمند غور کر سکتا ہے کہ جیسے قرآن شریف کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ اسی طرح وید کا شروع بھی اس رنگ میں کیا گیا ہے۔ کہ بندہ بول رہا ہے اور خدا مخاطب ہے۔ پس جو انسان اس وید کے شروع میں اس منتر کو پڑھکر پھر بھی اُسے خدا کا کلام مان رہا ہے۔ اور ہمیشہ ویدوں کی بڑائی کے گُن گا رہا ہے۔ کیسے شرم کی بات ہے۔ کہ جب قرآن شریف کی طرف آتا ہے۔ تو یہ بات اُسے تعجب میں ڈال دیتی ہے اور بے اختیار چلا اُٹھتا ہے کہ ایسا کلام خدا کا نہیں ہو سکتا۔ کاش! وہ یہ غور کرتا۔ اگر قرآن شریف ایسی چند آیتوں کی وجہ سے جو حکایتاً انسان سے بیان کی گئی ہیں خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ تو وید جو سارے کا سارا اسی رنگ میں بیان کیا گیا ہے خدا کا کلام کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ وید کے کل منتروں کو خدا کا کلام تو مانا جائے۔ لیکن یہ بھی یقین کیا جائے۔ کہ ویدک عقیدہ کی رو سے دو خدا ہیں۔ اور وید میں ایک خدا دوسرے خدا سے جو اس سے بڑا درجہ رکھتا ہے۔ ہم کلام ہے۔ لیکن آریہ صاحبان امید نہیں۔ کہ اس تجویز سے بھی متفق ہو سکیں۔

یہ تو ابتدا کا حال ہے لیکن رگوید کو کہیں سے کھول کر دیکھ لو ہر جگہ بندہ خدا سے دعا کرتا ہوا نظر آتا ہے جس سے یقین ہوتا ہے۔ کہ وید ہرگز خدا کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ وقتاً فوقتاً ہندوؤں کے بزرگوں نے جو دعائیں کی ہیں۔ ان کا مجموعہ ہے۔ ہم مختلف جگہوں سے چند اور مثالیں درج کرکے دکھلاتے ہیں۔ کہ رگوید میں ایک بھی منتر نہیں جس میں خدا متکلم ہو۔ اور بندہ مخاطب۔ چنانچہ انوکا ۷ سکت ۲ کا پہلا منتر یوں ہے۔

میں اندر کے وہ بہادرانہ کام جو اس نے یعنی میگھراج نے پہلے زمانہ میں کئے ہیں۔ بیان کرتا ہوں۔ اس نے بادل کو چیرا۔ اس نے مینہ برسایا۔ اس نے ان ندیوں کے واسطے جو پہاڑ سے آتی ہیں راستہ بنایا۔

پھر انوکا ۱۲ سکت ۱ میں لکھا ہے۔

استھر اور بھولے دیوتا اے اگنی تیرے قدموں کے کھوج لگاتے ہوئے تیرے پیچھے ہو لئے۔ جبکہ تُو نے اپنے تن کو پانی ہی کی نشیب میں اسطرح چھپا دیا۔ جیسے مویشی کا چور اپنے تن چھپاتا ہے۔ ان کو تیری اس لئے تلاش تھی کہ تجھ سے وہ بھوگ کا دعویٰ کرتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ تو دیوتاؤں تک اس بھوگ کو پہنچائے۔ تمام دیوتا جو پوجا کے مستحق ہیں۔ تیرے پاس بیٹھ گئے۔

انوکا ۱۳ سکت ۱ میں یوں لکھا ہے۔

یگ میں جلدی جاکر آؤ۔ ہم اگنی کی مہما میں منتر پڑھیں۔ جو ہماری دور سے سُنتا ہے۔

اسی طرح ساتواں ادھیائے انوکا ۱۵ سکت ۲ میں ہے۔

تیری جو بڑا بلوان ہے۔ بڑی اور فتحمند روشنی آسمان میں پھیل جاتی ہے۔ اے اگنی ہم نے تجھے دوش کیا ہے۔ ہمیں اپنی سب عیبوں اور رکشا کرنے والی کلاؤں سے بچا۔

ہم نے یہ چند منتر مختلف جگہ سے اس لئے نقل کر دیئے ہیں کہ تا حق کے متلاشیوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ رگوید سارے کا سارا اسی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور کہ پنڈت دیانند کو بقول مسیح اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آیا۔ اور دوسرے کی آنکھ کے خواہ مخواہ تنکے نکالنے کی فکر میں پڑ گئے۔

قرآن شریف ضرور تھا کہ بسم اللہ سے شروع ہوتا۔

اس کے بعد اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں (انشاء اللہ) کہ ضرور تھا کہ قرآن شریف اسی آئت سے شروع ہوتا۔ اور اس آیت سے شروع ہونا قرآن شریف کے لئے کوئی عیب کی بات نہیں۔ بلکہ اس کی سچائی کا ثبوت ہے۔

جب کوئی کام بھی انسان شروع کرتا ہے تو دو قسم کی اغراض اس کے مدنظر ہوتی ہیں۔ یا نیک یا بد۔ بعض لوگ بدنیتی سے کام شروع کرتے ہیں اور بعض نیک نیتی سے۔ اسی طرح بعض اپنی ذاتی اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے نفس پر یا دوسرے اسباب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور خدا کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ لیکن غور کرکے دیکھا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ اس کلام میں برکت ہو سکتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے کیسے شرم کی بات ہے کہ ایک آدمی خدا تعالیٰ کے بنائے ہاتھوں سے کام کرے

اس کا ذکر نہ کیا جاوے وہ یہ ہے کہ ہر شخص جس کام پر مقرر کیا گیا تھا اس نے اپنے فرض کی سرانجام دہی کو لیکچروں کے سُننے پر مقدم کیا۔ یہ نظیر فی الحقیقت قابل قدر ہے اور اس کی قدر یہی ہے۔ کہ ہمارے ہر قسم کے جلسوں میں ناظمین اس سے سبق لیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بڑا عظیم الشان حربہ قلم کا دیا گیا تھا اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپکا نام سلطان القلم رکھا اس کی ضرورت بھی تھی کیونکہ یہ زمانہ قلم کا زمانہ ہے۔ لوہا جو انسان کے لئے نہائت مفید چیز ہے جہاں خطرناک آلات حرب و ضرب اس کے ذریعہ حفاظت خود اختیاری کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں قلم بھی اسی سے بننے لگے۔ اسی قلم پر ناز کر کے ایک موقعہ پر سلطان القلم نے لکھا ہے۔

سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

ہمارے خلیفۃ المسیح رضؓ کو جو مجاہدات حضرت مسیح موعودؑ نے بتلائے ان میں سے دو قلم ہی کے مجاہدے تھے غرض ہمارے دوستوں کو قلم سے کام لینا چاہئے اور وہ لوگ بڑے ہی مبارک اور قابل قدر ہیں۔ جو اس ہتیار کو چلاتے رہتے ہیں۔ ہمارے دوستوں میں سے منشی ظہیر الدین صاحب سابق اسسٹنٹ ایڈیٹر الحکم ایک قابل قدر نوجوان ہیں۔ ان کا قلم چلتا رہتا ہے اور اچھے اچھے نکات اس سے نکلتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح رضؓ نے بھی آپکی بعض تالیفات کو بہت پسند کیا ہے "وید کے ظہور میں فتور" نامی رسالہ کو نہائت قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ حال میں منشی صاحب نے نبی اللہ کا ظہور کا پہلا حصہ شائع کیا ہے جس پر بہت ہی مبسوط ریویو ریویو آف ریلیجنز کے قابل اور واجب الاحترام ایڈیٹر

مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے نے لکھا ہے

اور میں اس پر کچھ بھی مستزاد نہیں کر سکتا حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کی حقیقت اور معیار الصادقین اور آیت خاتم النبیین کی تفسیر نہائت ہی لطیف بیان کی ہے اور بڑی جرأت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی حقہ کو بیان کیا ہے۔ یہ ان کی ایمانی معرفت کا نتیجہ ہے۔ یہ مختصر رسالہ نہائت پُرشوکت عبارت میں لکھا گیا ہے اس کی قیمت صرف ۵ پیسے جو حاجی الٰہی بخش تاجران کتب گجرات پنجاب سے مل سکتا ہے۔ میں اس رسالہ کی تالیف پر اپنے نوجوان معزز بھائی کو مبارکباد دیتا ہوں۔ کہ

اللہ تعالیٰ ان کے قلم میں بیش از بیش قوت عطا کرے کہ وہ حق کی حمائت میں لکھتے رہیں۔

سالانہ جلسہ کے متعلق انجمن کی طرف سے ابھی کوئی نوٹس شائع نہیں ہوا۔ دسمبر کے اوائل میں جلسہ تاجپوشی دہلی کی تقریب ہوگی۔ اس لحاظ سے اگر اس سال جلسہ کو ایسٹر کی تعطیلات پر ملتوی کر دیا جاوے۔ تو شائد غیر مناسب ہوگا۔ ابھی معلوم ہوا ہے کہ انجمن نے ڈسمبر کی مقررہ

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ نے لنگر خانہ کی طرف قوم کو توجہ دلائی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار کی تجدید فرمائی ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا تھا کہ جو شخص تین ماہ تک متواتر چندہ نہ دے اسے خارج کر دیا جاویگا۔ جماعت کی خاص توجہ کے قابل یہ اشتہار ہے اگلی اشاعت میں پورا چھاپ دیا جاویگا

وباللہ التوفیق۔

ماسٹر عبدالرحیم صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں حضرت کے ارشاد کے ماتحت اکونہ سے قادیان کے مدرسہ تعلیم الاسلام میں آئے تھے افسوس ہے انہیں بعض مجبوریوں کی وجہ سے بٹالہ ملازمت کرنی پڑی۔ ماسٹر صاحب نے اس تعلق جدید کو بخوشی قبول نہیں کیا بلکہ سکول کے دور جدید میں جہاں ماسٹر ضیاء اللہ صاحب ماسٹر محمد یوسف صاحب کو کسی نہ کسی وجہ سے الگ ہونا پڑا اور بعض اساتذہ کو اپنی ترقی تعلیم کے خیال سے سکول سے علحدگی اختیار کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ماسٹر صاحب کو بھی کسی ایک یا دوسری وجہ نے بٹالہ پہنچا یا بد اس میں کلام نہیں کہ عاشق صادق کی طرح انہوں نے صبر سے کام نہ لیا۔ مگر

وہ اپنی بھلائی کو مجھ سے زیادہ سمجھتے ہیں

بہرحال امید ہے کہ وہ اپنے قومی سکول کے لئے نیکی اور ایثار کے خیال کو نہ بھولیں گے۔

احباب سید گلزار حسین احمد کاتب الحکم کیلئے خصوصیت سے دعا کریں

کلام امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرمایا۔ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک وہ جن میں دخل انسانی کچھ بھی نہیں۔ دوسری وہ چیز جس پر انسان کا تصرف ہے شریعت اسی حصہ کیلئے ہے جس پر انسانی تصرف ہے۔ مثلاً ایک زبان ہی کو لو۔ کہ اس میں دو قوتیں ہیں۔ ایک تو ذائقہ دریافت کرنے کی دوسرے بولنے کی۔ شریعت میں یہ نہ ہوگا کہ زبان سے نمک کو میٹھا ثابت کرو۔ بلکہ یہ ہوگا کہ جھوٹ مت بولو۔ گالی مت دو۔

فرمایا۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَهُوَ الْاٰخِرُ کے معنی یہ ہیں کہ جیسا کہ ایک مخلوق اپنی ابتدا میں اس کا (یعنی اللہ کا) محتاج ہے۔ ویسا ہی بقاؤ انتہا میں بھی اس کا محتاج ہے۔ یہ معنی غلط ہیں۔ کہ وہ (یعنی اللہ) مخلوق کے پہلے تھا اور جب کل مخلوق فنا ہو جائیگی۔ تب وہی ہوگا۔ اس سے تو جنت کی نعماء کی حقیقت فانی ہی رہ جاتی ہے۔

فرمایا ہمارے مقابلہ میں مخالفوں نے ناخنوں تک زور لگائے پھر دیکھتے ہو۔ اس بستی میں جہاں کوئی دلچسپی نہیں کہاں کہاں کے لوگ جمع کر دیئے ہیں اور جمع کر رہا ہے۔

فرمایا۔ ابلیس اس کو کہتے ہیں۔ جس کی ذات میں بدی ہو۔ پھر جب وہ اپنی بدی دوسرے تک پہنچاتا ہے۔ تو اس کا نام شیطان ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں یہ دونوں لفظ آئے ہیں۔ انہیں دونوں خصوصیتوں کے لحاظ سے آئے ہیں۔

فرمایا۔ کہ حضرت صاحب سے میں نے مجاہدہ کیلئے پوچھا تو کہا کہ فصل الخطاب لکھو۔ پھر پوچھا تو فرمایا کہ تصدیق براہین احمدیہ لکھو۔ پھر پوچھا تو فرمایا کہ ایک کوڑہی کو اپنے مکان میں رکھ کر علاج کرو۔ وہ مریض بھی بڑا ہی نیک انسان تھا۔ اس نے کہا کہ میرا علاج نہ کرو۔ کیونکہ جب تک مجھ کو مرض ہے اس وقت تک تنہائی میسر ہے۔ اور خدا سے دعا کرنے کے لئے جوش پیدا ہوتا ہے۔ مگر میں نے کہا کہ میں بھی مجبور ہوں۔ کیونکہ میرے امام کا حکم ہے حقیقت حال یہ ہے کہ مصیبت بھی بڑے بڑے فضلوں کا باعث

ہو جاتی ہے۔

فرمایا میری بیمار کے دوسرے کا مقدمہ تھا اُس نے مجھے دعا کیلئے کہا کہ دعا فرمائیے۔ کہ مقدمہ کسی انگریز کے اجلاس میں پیش ہو۔ ہندوستانی حاکم اکثر رشوت خوار ہوتے ہیں۔ میں نے بہت کہا کہ ایسی دعا نہ کراؤ۔ بلکہ یہ دعا کراؤ کہ خدا مدد کرے۔ مگر اس نے نہ مانا۔ خدا کی شان کہ انگریز ہی کے اجلاس میں مقدمہ پیش ہو گیا۔ فریق ثانی نے کسی رئیس سے سفارش کرا دی۔ اور مقدمہ اس کے حسب خواہ فیصل ہو گیا۔ پھر اپیل میں بھی اسی وجہ سے کہ اول فیصلہ ایک انگریز حاکم کا تھا اسی کو کامیابی ہوئی۔ اسی سے سبق ملتا ہے کہ خدا کے

خُدا اور اُس کا رسُول صلی اللہ علیہ وسلم

(از جناب مولوی سراج الدین احمد خان صاحب مرحوم ایڈیٹر زمیندار)

یا فتّاحُ

اے جمال بے مثال نقش بر آب روان
بر کمال صنعت از ہر بن موصد زبان
اے بسا دل غرق بحر حیرت اندر کنہ تو
وے بسا سر اندریں سودا بسر بر وہم و گماں
اے بسا سبحان بہ بزم ذکر و صفت گنگ کر
وے بسا لقمان بہ رمز حکمت قاصر بیاں
اے بسا اسکندر و دارا بدر گاہت گدا
وے بسا رستم بہ میدان تو زال ناتواں
حسن خوباں آیتے از حسن مہر افزائے تو
واز محبت ہائے تو رمزے وفائے عاشقاں
نالۂ بلبل شہادت بر وجود پاک تو
خندۂ گل میدید از حسن صنع تو نشاں
مظہر فیض جمالت رونق فصل بہار
مصدر شان جلالت لطمۂ باد خزاں
آفتاب خاوری یک ذرۂ از نور تو
کمتریں مشت غبار آستانت کہکشاں

گردش افلاک بر زور قوائے تو گواہ
وسعت قدرت عیاں از فرش تا عرش لامکاں
آنچہ مے شنوم بہ ذکرت ست سر گرم مقال
وانچہ مے بینم بہ حمد و مدح تو رطب اللساں
مے فتد بر ہر بن موئے تن خود چوں نظر
دم بدم فوارۂ فیض تو مے بینم رواں
بحر را از بہر ما کردی تو کان لعل و در
آسماں را از ابر و باراں کردۂ گوہر فشاں
از نباتات زمیں گسترد ۂ خوان کرم
شکر نعمت ہائے تو از ما ادا گردد چساں
باز گرد و گرد حال ما نگاہ لطف تو
ایں ہمہ ہیچ است جسم و پیکر و روح و رواں
کارساز ما ز بہر کار ما پیدا کنی
ابر و باد و ماہ و خورشید و زمین و آسماں
چشم و گوش ما نمودی مہبط اسرار غیب
مظہر راز کمالت کردہ کام و زباں
دست ہائے ما زباں ہا در ثنا و وصف تو
پائے ہائے ما زمانی کاریت نقش رواں
چوں معاش ما بطرز احسن اتمامے گرفت
ہم معاد ما نمودی بہتر و برتر ازاں
ساختی در یوم محشر چارہ ساز کار ما
احمد مرسل شفیع المذنبین خیر الوریٰ
آنکہ نور اوست عنوان بیاض اولیں
وانکہ نام اوست نقش خاتم اوراق دیں
آنکہ در شانش شہ کون و مکاں لولاک گفت
وانکہ در اوصافش آمد رحمۃ للعالمیں
آنکہ ذاتش بود زیب مسند پیغمبری
پیش از اں کیں قصر برافراختند از ماء و طیں
آنکہ یادش حرز جاں آدم و حوا بدہ
وانکہ روحش ناخدا ئے کشتی نوح امیں

آنکہ ابراہیم از بہر رخش تمنا نمود
وانکہ مے خواند رخش سلیماں دل ربائے نازنیں
آنکہ موسیٰ امتت خود را بشارت داد از د
گفت عیسیٰ نام او تسکیں دل ہائے حزیں
مے سزد در حضرت مداح شاہ دو جہاں
از پئے خود گر مگس رانی کند روح الامیں
شمۂ از خلق شیریں بیش چہ شد زیب رقم
شد مداد اندر دوات من سراسر انگبیں
چوں ز حلم و عزم او خرش نکتۂ کردم بیاں
شد وقار کاہ کلک من از کوہ متیں
مست شادی مرگ مے بینم گناہ و جرم
تا شنیدم نام والائش شفیع المذنبیں
از جمالش روز روشن شد شب تار عرب
واز کمالش در عجم ہم نکتہ سنجاں خوشہ چیں
فیض او بنگر شتربانان جہاں بانان شدند
خانہ جنگاں ہم شدہ جنگ آزمائے روم و چیں

کلام امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرمایا لوگ جو کہتے ہیں کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت نہیں ہے صرف قرآن کریم کافی ہے۔ وہ غلط ہے۔ صرف نماز ہی کو لو۔ تو اگر سنت رسول کے لحاظ سے اس کی خاص نوعیت نہ سمجھی جائے تو عربوں کی نماز تو (ما کان صلوتھم الا مکاء و تصدیہ) صرف تالیاں لگانی اور سیٹیاں بجانی ہی تھی جس کا ذکر خود قرآن کریم میں ہے پس عربی لغت کی رو سے تو وہی سیٹیاں بجانی اور تالیاں لگانی ہی نماز ہو گی۔

فرمایا۔ کہ آدم خلیفۃ اللہ تھا۔ یہ غلط ہے قرآن کریم میں کہیں ایسا نہیں آیا اللہ تعالیٰ کا کوئی خلیفہ (جانشین) نہیں ہو سکتا۔

فرمایا۔ ریا بھی ایک رنگ میں جائز ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممبر پر نماز پڑھ کر دکھلائی کہ یوں نماز پڑھی جاتی ہے۔ تاکہ سب دیکھ لیں۔ مطلب یہ کہ بہت نیک ہو ✦

جب چھ نمازیں پڑھینگے۔ تو ان کی توجہ اللہ تعالیٰ کے حضور پہلے سے بھی بڑھ جائیگی۔

مسلمانوں نے جب اس کے خلاف کیا۔ تو اُن پر ہر طرف سے دُکھ کی مار پڑی۔ ملک چھینے جا رہے ہیں۔ عزت و مال جاتے رہے۔ سب سے زیادہ ذلیل ہو گئے ہیں۔ دیکھو۔ مراکش مسلمانوں کی سلطنت ہے۔ مگر جرمن اور فرانس اس پر قبضہ کرنے کے واسطے علانیہ آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ گویا اسلامی بادشاہ کی کوئی ہستی ہی نہیں۔ اور اس کے ملک کو اپنا حق جانتے ہیں۔ اور اس کی کوئی عزت ان کے دلوں میں نہیں۔ ہمارے بادشاہ بھی ذلیل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ابتلاؤں سے بچنے کا یہ علاج مقرر کیا ہے۔ کہ پہلے سے بڑھ کر عبادت کرو۔ صدقہ کرو۔ حج کے لئے سفر اختیار کرو۔ قربانیاں کرو۔ افسوس ہے کہ مسلمان خیال کرتے ہیں کہ عید ایک میلہ ہے۔ اور دنیوی راحت کے لئے ہے۔ اصلی راحت تو اللہ تعالیٰ کی رضا سے حاصل ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم حقیقی راحت کو سمجھیں اور پائیں۔

عبد اللہ تیماپوری پاگل کا فتنہ

اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ بعض اوقات کسی قومی یا شخصی کمزوری کا اظہار ایک نئے سلسلہ کے لئے شماتتِ اعدا کا موجب ہو سکتا ہے۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ اگر ٹھیک وقت پر کسی ایسے فتنہ سے (جو بعد میں سخت ضرر یا قومی نقصان کا موجب ہو سکتا ہے) قوم کو آگاہ نہ کیا جاوے تو بعض سادہ لوح لوگوں کا کسی مغالطہ میں آجانا مشکل نہیں ہوتا اس وقت وہ خیالی شماتت سے زیادہ ضرر رساں ہوتا ہے (ونعوذ باللہ من ذالک) اس قسم کے وجوہات سے مجبور ہو کر مجھے پہلے بھی بعض ایسے مضامین لکھنا پڑتے تھے۔ جو اپنی آنی تاثیرات کی وجہ سے ناگوار خاطر ہو سکتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں آج مجھے عبد اللہ تیماپوری کے متعلق قوم کو آگاہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب قبلہ کا ایک مضمون کسی دوسری جگہ اسی موضوع پر درج کیا گیا ہے۔ مولوی عبد اللہ صاحب کا فتنہ مجھے تو اسی وقت سے نظر آتا تھا۔ جب انہوں نے حضرت سیدنا المہدی کے وصال کے بعد اپنی بلند پروازیوں کا اظہار شروع کیا اور میں نے بارہا چاہا کہ اس کے متعلق ایک پردہ برانداز تحریر شائع کر دوں۔ مگر چونکہ ہمارے امام و مطاع حضرت خلیفۃ المسیح فاروقی ہو کر بھی اپنے اور ہمارے آقا اور محبوب سیدنا المہدی کے جمالی رنگ میں زیادہ رنگین ہیں اور کچھ خدا تعالیٰ نے اس قوم کی فطرت ہی ایسی بنائی ہوتی ہے کہ وہ مخلوق کی ہمدردی اور شفقت کے لئے اپنی جان پر بہت سے دُکھ برداشت کر لیتے ہیں۔ اُن کے حوصلے وسیع اور سینہ فراخ ہوتے ہیں اور کوہ وقاری کی وجہ سے اس قسم کے ابتلاء انہیں جنبش نہیں دے سکتے۔ اور وہ دُنیا میں وصل کو فصل پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور دوسروں کو ابتلاء میں ڈالنے سے ایسے ڈرتے ہیں کہ اس حالت میں اس قوم کا مطالعہ کرنے والا آدمی مغالطہ کھا سکتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ نہایت کمزور دل رکھتے ہیں۔ مگر ان کی قلبی قوت کے معائنہ کا وقت وہ ہوتا ہے جبکہ نااہل اور ناحق شناس لوگ ان کی مخالفت کے لئے اٹھتے ہیں۔ اور ہر طرف سے ان کا محاصرہ کر کے اپنے خیال میں ان پر زمین تنگ کر دینا چاہتے ہیں۔ اس حالت اور ساعت میں ان کی قلبی قوت اور شجاعت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایسے کوہ وقار ہیں کہ کوئی چیز انہیں جنبش نہیں دے سکتی۔ برخلاف اس کے ان کی رقتِ قلب کے نظارہ کا وہ دوسرا وقت ہے۔ جبکہ ان کے سامنے کوئی شخص کسی ابتلا میں پڑتا ہو۔ اس وقت وہ ایک بچے سے بھی نرم اور شیشے سے بھی نازک دل رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہمارے امام نے مولوی عبد اللہ صاحب تیماپوری کے جنونی کیفیات کے اظہار کو خاموشی سے سُنا اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اُنہیں ایمانی فراست کے نور کے علاوہ علمی رنگ میں وہ قوت اور ملکہ عطا کیا ہے کہ وہ دماغی خلل اور جسمانی کمزوریوں کو معاً سمجھ جاتے ہیں۔ اور طبی دُنیا میں آپ کی حذاقت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔

میں اپنے جوش طبیعت سے چاہتا تھا کہ مولوی عبد اللہ صاحب کے متعلق کچھ لکھوں لیکن ڈر جاتا تھا کہ مبادا حضرت کو ناپسند نہ ہو بعض اس لئے کہ ان کے متعلق کچھ کہنا ان کے جنون کے اضافہ کا محرک نہ ہو جاوے لیکن اب جبکہ ان کا فتنہ بڑھتا ہے اور بعض سادہ لوح لوگوں کے مغالطہ کھانے کا اندیشہ ہے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے اعلان کو حضرت خلیفۃ المسیح نے پسند فرمایا ہے۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ احمدیوں کو آگاہ کروں کہ وہ اس قسم کے لوگوں سے پرہیز کریں۔ ۱۴ جون کے الحکم میں میں نے ایک آرٹیکل چھوٹے خلیفوں سے بچو کے عنوان سے لکھا تھا اور اس میں ظاہر کیا تھا۔ کہ حقانی اور ربانی سلسلوں پر دو قسم کے ابتلا آیا کرتے ہیں۔ ایک اس کے ابتدائی ایام میں ابتلاؤں کا دور شور ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ ربانی سلسلوں کی ابتدا مشکلات اور ابتلاؤں سے ہوتی ہے ہر طرف سے ایسے دل و دماغ کے لوگ جو شیطانی تصرف کے نیچے ہوتے ہیں ان کو برباد کرنا چاہتے ہیں مگر ان عسر کی ساعتوں میں اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کی کامیابی کی بشارتیں دیتا ہے اور بالآخر وہ سلسلہ بامراد ہو جاتا ہے۔ پھر دوسرا وقت مشکلات اور ابتلاؤں کا وہ ہوتا ہے۔ جبکہ اس سلسلہ کا بانی اور امام منشاء الٰہی کے ماتحت بعض امور کو ایسے رنگ میں چھوڑ کر رخصت ہوتا ہے کہ وہ تکمیل طلب ہوتے ہیں اور چونکہ مصلحت الٰہی تو یہ چاہتی ہے کہ تا وہ قوم جو اس نے تیار کی ہے۔ وہ ان کی تکمیل کر کے عملی رنگ میں ان اجور کی مستحق ہو جو خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ مامور کے لئے بطور انعام مقرر کئے تھے اور تا عملی قوت اس جماعت کی ترقی کرے مگر وہ لوگ جو محض مخلوق پرست اور مادہ کے غلام ہوتے ہیں اور جن کی نظر کسی شخصیت سے اوپر نہیں جاتی وہ سمجھتے ہیں کہ اب اس سلسلہ کا خاتمہ ہے۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ

زندہ خدا کا سلسلہ زندہ رہیگا

ہمارے اس سلسلہ کے ساتھ (جس کا ایک ادنیٰ فرزند میں بھی ہوں) بھی سنت اللہ کے موافق یہی ابتلاؤں کا سلسلہ پیش آیا۔ مجھے چونکہ یہاں تاریخ سلسلہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور ہمارے ناظرین جانتے ہیں اس لئے لکھ کر کہ سخت سے سخت مشکلات اور آزمائشوں کا زمانہ دراز اس پر آیا۔ الحمد للہ کہ وہ

آندھی کی طرح آیا اور بگولے کی طرح گذر گیا

مگر خدا تعالیٰ نے ہر مصیبت اور مشکل میں اس کے جلال کو ظاہر کیا۔ بانیٔ سلسلہ کی وفات کے بعد ابتلاؤں کا دوسرا دور شروع ہوا۔ مگر

ایک جوان ہمت بوڑھے کے ذریعہ

لوگوں کے خیال میں گرتی ہوئی قوم اور نعوذ باللہ منتشر ہو جانے والی جماعت کی تائید اور نصرت فرمائی اور اُس نے اپنی عقدِ ہمت اور دُعاؤں سے اس شیرازہ کو خدا کے فضل اور تائید سے قائم رکھا۔ زندہ رہنے والی اور نشوونما پانے والی قوم میں جدوجہد کا ہونا لازمی ہے اس لئے

خطبہ عید

بروز عید الفطر ۲۵ ستمبر ۱۹۱۱ء

(حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا وعظ)

(بعد نماز عید۔ در مسجد اقصیٰ)

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم۔ اذ قال الحواریون یٰعیسی ابن مریم ھل یستطیع ربک ان ینزل علینا مآئدۃ من السمآء قال اتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین۔ قالوا نرید ان نأکل منھا وتطمئن قلوبنا ونعلم ان قد صدقتنا ونکون علیھا من الشٰھدین۔ قال عیسی ابن مریم اللھم ربنا انزل علینا مآئدۃ من السمآء تکون لنا عیدا لاولنا واٰخرنا واٰیۃ منک وارزقنا وانت خیر الرازقین۔ قال اللہ انی منزلھا علیکم فمن یکفر بعد منکم فانی اعذبہ عذابا لا اعذبہ احدا من العالمین۔

انسان اپنے نفس کی خوشی کے لئے بہت سی مختلف خواہشات اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے اُسے آرام ملے۔ سکون حاصل ہو۔ عزت ہو۔ خوشی ہو۔ راحت ہو۔ فرحت ہو۔ ان خواہشات کو پورا کرنے کے واسطے وہ مختلف طرز کی کوششیں کرتا ہے اور ہر قسم کے سامان مہیا کرتا ہے۔ دانا لوگوں نے جب فطرت انسانی کا مطالعہ کیا اور دیکھا کہ ان خواہشات کا پورا کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے تو انہوں نے ایسی تدابیر سوچیں جن سے یہ فطری تقاضا بھی پورا ہو۔ اور کوئی مفید مطلب نتیجہ بھی نکل آئے اس کوشش کی سب سے چھوٹی مثال گڑیوں کے کھیل میں پائی جاتی ہے جب دیکھا گیا کہ لڑکیوں میں قدرتاً کھیل کی طرف میلان ہے تو ان کے واسطے ایک ایسا کھیل ایجاد کیا گیا۔ جو نہ صرف تفریح کا کام دے اور بچے کی نشوونما میں مدد دے۔ بلکہ ان کی تعلیم و تربیت کا موجب ہو جائے۔ گڑیوں کا کھیل ایسا ہے کہ اس میں لڑکیاں سینا۔ پرونا سکھانا۔ پکانا اور آئندہ زندگی کے تمام ضروری حالات سے واقف ہو جاتی ہیں۔ کبھی گڑیا کا پاجامہ سیا جاتا ہے کبھی اس کا کرتا بن رہا ہے۔ پھر گڑیا کا بیاہ ہوتا ہے۔ اس طرح کھیل میں ہی اُن کا تمام چال چلن سنوارا جاتا ہے۔ ان کے خیالات میں ترقی ہوتی ہے۔ ان کے نشوونما میں مدد ملتی ہے۔

یہ تو انسانی تدابیر کا نتیجہ ہے۔ مگر انسان کیا اور اس کے ذہنی قویٰ کیا۔ جب اللہ تعالیٰ اس طرح انسان کے فطرتی تقاضا کو پورا کرنے کے واسطے کوئی مفید حکمت بتلاتا ہے۔ تو وہ بہت ہی اعلیٰ بات ہوتی ہے۔ اور اس میں بڑے بڑے فوائد نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چونکہ خود خالق ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ انسان کی فطرت میں بھی یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ خوشی کی خواہشمند ہو۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اس کی خوشی کے لئے عید کا دن مقرر کیا ہے اور اس میں بہت سی باریک حکمتیں رکھ دی ہیں اور انسان کے لئے بڑے بڑے منافع کی باتیں اس میں شامل کر دی ہیں۔ عید یا خوشی کا دن چونکہ فطرت انسانی میں داخل ہے۔ اس واسطے تمام قوموں میں عید منائی جاتی ہے عیسائیوں کی عید عنقریب دسمبر کے آخر میں ہونے والی ہے۔ جس کو کرسمس کہتے ہیں۔ ایک اور عید عیسائیوں کی ایسٹر میں ہوتی ہے۔ ہندو بھی دسہرہ اور ہولی مناتے ہیں۔ سکھ بھی عید کرتے ہیں۔ یہودیوں میں بھی فرعون کی غلامی سے بچنے کے دن سال بسال عید ہوا کرتی ہے اور اس کے سوائے اور بھی ان کے درمیان عیدیں ہیں۔ غرض کل قوموں میں عید منانے کا دستور چلا آتا ہے۔ یہی انسانی فطرت کا تقاضا ہے اس سے قوٰی میں نشوونما ہوتا ہے۔ لیکن حقیقتاً عید دل کی خوشی سے ہوتی ہے۔ اگر کسی کے گھر میں رات چوری ہو گئی ہو۔ اور اس کا تمام مال لوٹا گیا ہو۔ تو وہ صبح کیا عید منائیگا۔ یا کسی کے ہاں ماتم ہو گیا۔ تو وہ کیا عید کرے گا۔ جب تک کہ دل میں راحت نہ ہو۔ کوئی عید نہیں۔ صرف کپڑوں کی تیاری اور کھانے پینے کا نام عید نہیں ہے۔ مگر عید دل کی خوشی سے بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے واسطے دو عیدیں مقرر کی ہیں۔ اور ہر دو میں بڑی حکمتیں رکھ دی ہیں۔ ہر دو میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ دل کی سچی راحت جس کو تم تلاش کرتے ہو۔ وہ ہم بتلاتے ہیں کہ کس طرح مل سکتی ہے۔ پہلی عید سے قبل ایک ماہ کا روزہ مقرر کیا ہے۔ کہ جب انسان اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس کے لئے بھوک پیاس برداشت کرتا ہے تو یہ اس کے واسطے ایک خوشی کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس عبادت کے بعد وہ ایک عید مناتا ہے۔

دوسری عید میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی طرف اشارہ کر کے ہر مسلمان کو جسے استطاعت ہو۔ قربانی دینے کا حکم ہے۔ اس میں یہ سر ہے کہ تم حضرت اسماعیل کی طرح اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دو۔ حقیقی عید یہی ہے۔ مگر یہاں کیسی مشکل ہے کہ برخلاف اس کے آجکل کے مسلمان عید کے دن گندے افعال کرتے ہیں۔ عیش و عشرت میں دن گزارتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ دل کی خواہشوں کو قربان کریں۔ زنا اور فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح کے حواریوں نے خواہش کی کہ ہمیں مائدہ ملے تاکہ ہمارے لئے عید ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مائدہ تو اُترے گا۔ مگر مال و دولت پاکر انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ اور فرعون بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیاروں پر حملہ کرنے لگ جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ اگر مائدہ پاکر تم میری مرضی کے خلاف چلو گے۔ تو میں ایسی سزا دونگا۔ جو کبھی کسی کو نہ ملی ہو۔ جب خدا کی نعمت ملتی ہے تو اس کے ساتھ ذمہ واریاں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ خدا کے عذاب سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے۔ خدا اندھا کر دے۔ بہرہ کر دے۔ جذام ہو جائے۔ مرگی پڑ جائے پاگل بن جائے ننگ و ناموس جاتا رہے۔ عذاب الٰہی کو کون برداشت کر سکتا ہے عیسائیوں کو دیکھو انہوں نے خدا ہی نیا بنا لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ ایسا سخت گناہ ہے کہ قریب ہے اس سے آسمان و زمین پھٹ جائیں پیشگوئیوں سے ظاہر ہے کہ کوئی ایسا سخت وقت آنے والا ہے۔ ابتلاء سے بچنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے عید کے دن جو خوشی کا دن ہے۔ بجائے پانچ کے چھ نمازیں مقرر کر دی ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ جب مال و دولت آرام و راحت حاصل ہو تو عبادت زیادہ کرو۔ جب ان کی خواہشات بڑھیں۔ تو نماز بھی ایک اور بڑھا دی

یہ کوئی نئی اور عجیب بات نہیں کہ کسی وقت ہم میں باہم کسی معاملہ پر اختلاف رائے ہو۔ لیکن یہ خدا کے فضل ہاں اسی کے فضل کی بات ہے کہ جس کامل ہادی اور وقت کے ماتحت خدا تعالیٰ نے ہمیں رکھا ہے اسی میں وہ طاقت ہے کہ

اس کے لبوں کی جنبش میں تمام نزاعوں کا مٹا دینا رکھدیا ہے

پس کبھی یہ امر گھبراہٹ کا موجب نہیں ہوتا کہ اگر دو بھائیوں میں کسی مسئلہ پر اختلاف رائے ہوا۔ احمدی قوم کو ایسے اختلافات اللہ کے فضل سے نقصان نہیں پہنچا سکتے اس لئے کہ وہ ایک امام اور حکم کے ماتحت ہے غرض بانی سلسلہ کی وفات کے بعد میرا اپنا علم یہی ہے کہ اس کے جانشین کے لئے بیرونی ابتلاؤں کا سلسلہ کم ہو جاتا ہے اور بعض اندرونی ابتلاء بڑھ جاتے ہیں۔ اور بڑھنے بھی چاہئیں۔ کیونکہ وہ ابتلا

اس جانشین کے مؤید اور منصور ہونے کے زندہ ثبوت ہوتے ہیں

اسی سنت کے موافق یہاں بھی بعض ایسے امور کبھی پیدا ہو جاتے ہیں آجکل **مولوی عبداللہ صاحب تیماپوری** کا فتنہ ہے وہ اپنے آپ کو **ملہم اور قدرت ثانیہ** کا مصداق قرار دیتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیحؓ سے ہمیشہ لوگوں نے اس کے متعلق استفسار کیا ہے اور آپ نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ **وہ مجنون ہے اس کے لئے دعا کرو۔**

چونکہ آپ نے بہت سے مجنونوں کا ہمیشہ علاج کیا ہے اور آپ نے بارہا فرمایا ہے کہ مجنونوں کو بھڑکنے کا موقعہ نہیں دینا چاہئے اس لئے جسقدر نرمی ان کے ساتھ روا رکھی گئی اور ان کے معاملہ میں خاموشی سے کام لیا گیا وہ ان کے لئے مضر ثابت ہوئی۔ اور اب وہ کھلم کھلا اپنے مامور اور صاحب بیعت ہونے کا اعلان کرتے اور تقریریں کرتے ہیں۔ اس لئے لوگوں کو ایسے مغالطوں سے بچنا چاہئے۔ الہام کے رنگ میں احمدی قوم کا جو حسن ظن کرنے کے لئے مامور ہے مغالطہ کھا جانا بہت ہی سہل ہے کیونکہ ہم بلا وجہ کسی کو مفتری علی اللہ تو کہہ نہیں سکتے اس لئے ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ جب مفتری نہیں تو پھر صادق ہے۔ حالانکہ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا یہ ایسی ہی بات ہے جیسی ہمارے مخالف مولوی کہتے ہیں کہ جب مسیح مصلوب نہیں ہوا یا مقتول نہیں ہوا تو آسمان پر ہے یہ نتیجہ صریح غلط اور لغو ہے ایک شخص مفتری نہ ہو تو اس کے صادق ہونے کا نتیجہ کہاں سے نکلا کیوں ہم اس کی بلند پروازیوں کو جنون نہ کہیں۔ جنون کے ایسے کرشمے پاگل خانوں میں جا کر معائنہ ہو سکتے ہیں۔

بہرحال تجربہ نے خدا تعالیٰ کے فضل نے ثابت کر دیا کہ آنیوالا **خلیفہ بلا فصل** وہی تھا جسے خدا نے نہ کسی انسان نے حضرت مسیح موعود کے بعد مقرر کیا اور جس کے ہاتھ پر تکمیل سلسلہ ہوئی پھر اگر کوئی دوسرا شخص مدعی کھڑا ہو۔ وہ

اس دعوی میں حق پر نہیں ہو سکتا

رہی **قدرت ثانیہ** اس کے متعلق **الوصیت** کو پڑھو۔ اور **سنت اللہ** کو دیکھو۔ ہر سلسلہ حقہ میں ایک عظیم الشان وجود کا وعدہ دیا جاتا رہا ہے۔ مگر وہ سلسلہ کے ابتدائی ایام ہی میں نہیں آیا کرتا۔ بلکہ ایک زمانہ دراز اور کم از کم ایسا انقلاب اکھڑ جانے کے بعد ہوا کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح اور مہدی کا وعدہ دیا گیا۔ لیکن کیا تم نہیں جانتے اور نہیں دیکھتے کہ

آنیوالا تیرہ صدیاں گذرنے پر آیا

اسی طرح پر حضرت **مسیح موعود** کو **قدرت ثانیہ** کا وعدہ دیا گیا۔ مگر اس سے پہلے کہ **قدرت ثانیہ** آوے اس کے **مظاہر** کا آنا لازمی ہے جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود نے **الوصیت** میں فرمایا ہے:۔

"میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور
میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود
ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے"

یہ الفاظ صراحتاً بلا تاویل بتلاتے ہیں کہ **قدرت ثانیہ** کے آنے سے پہلے بعض مظاہر کا آنا لازمی ہے۔ ایسی حالت میں یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ابھی حضرت کی وفات پر چار سال بھی پورے نہ ہوئے ہوں اور **مظہر اول** کا دور ہو اور قدرت ثانیہ کا ظہور ہو جاوے اس خیال سے سلسلہ کی جو ہتک ہو سکتی ہے اس کے تصور سے بھی خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔ کیا تم اپنے ہاتھ سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ نعوذ باللہ یہ سلسلہ جھوٹا ہے کیونکہ پھر اس کے یہ معنی ہونگے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوت قدسی نعوذ باللہ ایسی کمزور تھی کہ چوتھے سال ہی ایسی زبردست قوت کے آنے کی ضرورت پڑی جو دائمی قوت ہوگی۔ یہ خیال یہ اعتقاد محض **باطل** اور لغویت مجسم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو جماعت تیار کی ہے وہ ایک ربانی جماعت ہے اور آپ کے بعد اس کا ہاتھ ایسے ہاتھ میں دیا ہو نہایت زبردست ہے اس جماعت کی اصلاح کے لئے اس وقت کسی دوسرے وجود کی ضرورت نہیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی دوسرا ہاتھ اور دوسری شخصیت جماعت کی اصلاح میں ممد و معاون ہو سکتی ہے تو وہ اپنی ذات میں کسی پاک اور اعلیٰ کیوں نہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں **فرشتہ** بھی کہلائے تو بھی میں کہونگا کہ

اگر ایسے ملائک آدم کے مطیع نہیں تو شیطان ہیں

میرا یہی مذہب ہے اور میں اسی پر قائم رہنے کی خدا سے توفیق چاہتا ہوں **خلیفہ وقت** اپنے وقت کا **آدم** ہوتا ہے۔ ملائکہ کو بھی جو اصلاح کے لئے نیک تحریکیں کرتے رہتے ہیں اس کے ماتحت ہو کر ہاں اس کے لئے **سجدہ** کر کے اپنی ترقی کرنی پڑتی ہے پس سمجھنے والے سنیں اور یاد رکھیں کہ خواہ کوئی ہو۔ زید ہو یا بکر مولوی عبداللہ ہو یا عبدالحکیم کیسے باشد خواہ وہ اپنے الہام سنائے یا خواب اور پیشگوئیاں کرے یا بد دعائیں جب وہ اپنے مامور ہونے کا دعوی کریں اور لوگوں سے بیعت لینے کا اعلان کریں۔ انہیں

رد کر دو

وہ ابتلا ہیں تمہاری راہ میں ٹھوکر کا پتھر ہیں۔ ان کے الہامات اور خوابات کچھ چیز نہیں اس قسم کے ہاتھوں سے ہمیشہ بچو وہ تمہارے مالوں پر ہاں تمہارے نقد ایمان پر ایک زبردست ہاتھ مارنا چاہتے ہیں اور قریب ہے کہ وہ تمہیں گرا دیں۔ حضرت **مسیح موعودؑ** اگر سچے تھے اور ضرور سچے تھے۔ وہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی اور رسول تھے انہوں نے **الوصیت** میں جو کچھ لکھا ہے وہ **سچ** ہے اور ضرور سچ ہے **نور الدین** اگر خلیفہ **برحق** ہے اور لاریب وہ بلا فصل **خلیفہ** ہے تو پھر اس کی زندگی میں جو شخص اس قسم کا دعوی کرتا ہے

وہ سراسر دعوی میں جھوٹا ہے

وہ ایک **فتنہ** ہے۔ جو کچھ اور **مستقل** مزہبوں کے امتحان کے لئے پیدا ہوا ہے ایسے مدعیان الہام سے تم نے پہلے کیا بیا جواب تمہیں ان سے کچھ ملے۔ کیا عبدالحکیم الہامات کا مدعی نہ تھا۔ چراغدین جمونی ملہم کہلانے کا عہد لیکر نہ آیا تھا۔ پھر ان کا انجام کیا ہوا؟ پس خدا

ڈر جاؤ۔ اور استغفار کرو۔

شیطان چاہتا ہے کہ کسی ایک یا دوسرے فتنہ کے ذریعہ تمہیں کمزور کرے اور تمہارا ایمان چھین لے۔ یاد رکھو اس سے سلسلہ کا کوئی نقصان نہیں مگر ہاں تمہارا سخت نقصان ہے۔ اس لئے اس کو یاد رکھو کہ اگر مولوی عبد اللہ تیماپوری کسی جگہ جاوے تو اس کی طرف قطعاً التفات نہ کی جاوے وہ ایک دماغی مرض میں مبتلا ہے اس لئے واجب الرحم ہے اس کے لئے دعا کرو۔

میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو اس جنون میں مبتلا ہیں اور ایسے لوگوں کی طرف بہت جلد مائل ہو جاتے ہیں اس مضمون سے ناراض ہوں گے اور گھبرائیں گے مگر حق کی لازمی مرارت سے اگر وہ ناراض ہوں تو ہوں یہ وقت ہے کہ ایسے لوگوں کی چالوں سے قوم کو آگاہ کیا جاوے۔ تا وہ ان کے فتنہ سے خدا کے فضل سے سچی فراست حاصل کرنے کی توفیق چاہے۔ میں نے محض ہمدردی اور نیک نیتی سے امر واقعہ سے اطلاع دی ہے۔ خدا کرے کہ اسے نیک نیتی سے پڑھا جاوے۔

پس یہ خوب یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور عبد اللہ تیماپوری کے دعوی ماموریت کی تکذیب لازم ملزوم امر ہے۔ اور مجھے تو حیرت ہے کہ وہ کیسے دل ہیں۔ جو اس شخص کے دعوی کو شرح صدر سے سنتے ہیں یا اسے جرات دلاتے ہیں کہ وہ بیان کرے وہ اس کے معتقدات سے واقف نہیں۔ وہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے دعوی مہدویت میں حق پر نہیں سمجھتا۔ پھر تمہاری غیرت اور حمیت کا کیا یہی تقاضا ہے؟ کہ ایک شخص اس موعود کو جو تیرہ سو سال کی آرزوؤں اور امیدوں اور ہزاروں راستبازوں کی دعاؤں کے بعد اپنے وقت پر آیا اور جسے تم نے محض خدا کے فضل سے شناخت کیا اپنے دعوی میں جھوٹا کہے اور آپ اس تخت پر بیٹھنا چاہے جس کا وہ اہل نہیں حضرت مسیح موعود کے دعوی کی تائید اللہ تعالیٰ نے لاانتہا نشانوں سے کی اور ایک بڑی جماعت اسے عطا فرمائی۔ وہ جماعت جس کے بعض افراد کو پہلے سے اس الہام میں شامل رکھا تھا ینصرک رجال نوحی الیہم من السماء۔ اب یہ شخص اپنے دعاوی میں کیونکر صادق ہو سکتا ہے جبکہ وہ بجائے نصرت کے تردید کر رہا ہے۔

بجائے اس کے کہ ہم خدا تعالیٰ کے نشانات دیکھ کر ایک صادق کو صادق مان کر نعوذ باللہ پھر اس کے انکار کے ذلت کے گڑھے میں گریں۔ ہمارے لئے یہ آسان تر ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ مجھے وحی ہوئی ہے کہ مسیح نے دعوی مہدویت میں غلطی کھائی۔ اسے جھوٹا کہہ دیں۔ اور اس سے الگ ہو جاویں۔ اس کی صحبت کو ترک کریں۔ جو لوگ ایسے شخصوں کے مجمع سے الگ نہیں ہوتے اور ان کی باتیں سنتے ہیں۔ وہ ان آیات کو یاد رکھیں وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم ایات اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم ان اللہ جامع المنافقین والکفرین فی جھنم جمیعا۔ قرآن مجید کی اس آیت کو غور سے پڑھو اور اس پر تدبر کرو۔ یہ تمہیں کس حد تک ڈراتی ہے۔ مسیح و مہدی خدا تعالیٰ کی ایک آیت ہے اور اس کے وجود سے ہزارہا آیات کا صدور ہوا۔ جب ایک شخص کہتا ہے کہ اس نے اپنے فلاں دعوی میں غلطی کی تو بتاؤ کہ اس سے بڑھ کر استہزا اور کفر آیات اللہ کا کیا ہوگا؟ ایسی باتیں سننے والوں کا انجام جہنم ہے۔ جہنم کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگو۔

ربنا اصرف عنا عذاب جھنم انھا ساءت مستقرا ومقاما

جس آیت کو اوپر میں نے پیش کیا ہے اس سے یہ بھی ہدایت ملتی ہے کہ ایسی باتوں کے سننے سے اور ایسی مجلسوں میں بیٹھنے سے منع کیا ہے نفاق کے جو اسباب قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں یا احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کا ذکر ہے۔ انہیں میں ایک اس آیت سے بھی استنباط کیا کرتا ہوں اور وہ صاف ثابت ہے کہ نفاق ایسی مجلسوں میں بیٹھنے سے پیدا ہوتا ہے جہاں آیات اللہ کا انکار اور استہزا ہو۔ پس میں سچ کہتا ہوں کہ عبد اللہ تیماپوری کی باتیں سننا اور اس کی مجلسوں سے الگ نہ ہونا ایک قسم کی روحانی موت ہے جو قلبی قوتوں کو زائل کر دیتی ہے قلب ربانی علوم کا سرچشمہ ہے جس قدر قلبی قوتیں طاقتور ہوں معارف الٰہیہ کھلتے ہیں اور جس قدر کمزور ہوں انسان روحانی طور پر اسی قدر مرتا جاتا ہے اسی لئے منافق کے قلب میں مرض ہے فی قلوبھم مرض۔ اس لئے اگر چاہتے ہو کہ منافق نہ ہو اور نفاق کے اثر سے اللہ تمہیں محفوظ رکھے اور ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ منافق نہ بناوے۔ تو میرے دوستو! ایسی مجلسوں کو ترک کر دو۔

قرآن مجید میں کونوا مع الصادقین کا حکم ہے ایسی مجلسوں سے تو منع کیا ہے جہاں کفر بالآیات اللہ ہو۔ پس مسیح و مہدی کو اپنے دعوی میں غلطی پر کہنا اس سے بڑھ کر کفر بالآیات اللہ کیا ہے؟ پس تم ایسی مجلسوں سے الگ رہو پھر یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ حضرت امام کے بعد جو شخص ہمارا امام ہوا۔ وہ بھی آیات اللہ ہے۔ اس لئے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی لاانتہا دعاؤں کی قبولیت کا نتیجہ ہے کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کیا کیا دعائیں اپنے صادق دوست اور معاون پیدا کرنے کے لئے کی ہوں گی اس کا اندازہ کسی قدر اس سے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ ایسے جلیل الشان انسان کے لئے کیسی دعائیں کرتے تھے۔ ماموروں کو ضرورت ہوتی ہے ایک صادقوں کی جماعت کی اس لئے وہ نہایت بے چینی کے ساتھ ایسے وجودوں کے لئے دعاؤں میں لگے رہتے ہیں۔ پس یہ اس جہت سے اور ان ارشادات کی بنا پر جو آئینہ کمالات اسلام وغیرہ میں حضرت خلیفۃ المسیحؓ میں درج ہیں بجائے خود ایک آیۃ ہیں اب جن مجلسوں میں اس کے انکار پر گفتگو ہو۔ وہ مجلس کفر ہے۔ اس کی خلافت میں دوسرا مدعی اگر کہے کہ میں خلیفہ ہوں تو وہ صریح ایک آیۃ اللہ کا انکار اور استہزا کرتا ہے۔ میرے دل میں اس وقت ایک جوش ہے اور اگر میرے ہاتھ میں چار قلم بھی ہوں تو وہ چل سکتے ہیں۔ میں آئینہ کمالات کے ان مقامات کو جب پڑھتا ہوں تو میرے دل میں جوش عجیب طرح میں وجد پیدا ہو جاتا ہے۔ جہاں حضرت خلیفۃ المسیحؓ کا ذکر ہمارا مہدی کرتا ہے۔ جس کو تیماپوری پاگل اپنے دعوی میں جھوٹا قرار دیتا ہے اور افسوس ہے کہ تم ٹھنڈے دل سے اس کی باتیں سن لیتے ہو۔ سنو! وہ مہدی کیا کہتا ہے کس قدر دعاؤں سے وہ نور الدین کو پاتا ہے۔ کیا تمہارا قلب ہے کہ اس کا اندازہ کرے اور تمہارا دماغ ہے کہ سوچ سکے؟ ہرگز نہیں

وکنت اصرخ فی لیلی ونہاری واقول یارب من انصاری یارب من انصاری انی فرد مہین۔ فلما تواتر رفع ید الدعوات۔ وامتلاء منه جو السموات۔ اجیب تضرعی وفارت رحمة رب العالمین۔ فاعطانی ربی صدیقاً صدوقاً هو عین اعوانی وخالصة خلصانی وسلالة احبائی۔ فی الدین المتین۔ اسمه کصفاته النورانیة **نور الدین** هو بھیروی مولداً وقرشی هاشمی نسباً من سادة الاسلام ومن ذریة النجیبین الطیبین۔ فوصلت بوصوله الی الجذل المفروق۔ واستبشرت به کاستبشار السید (صلی اللہ علیہ وسلم) **بالفاروق**۔ ولقد انسیت احزانی۔ منذ جاءنی ولقانی

پھر ایک لمبی تحریر کے بعد فرماتے ہیں۔

انی اری الحکمة قد فاضت علی شفتیه۔ وانوار السماء قد نزلت لدیه واری تواتر نزولها علیه کالمتضیفین۔ پھر فرماتے ہیں وکان العلماء معروق العظم صفر الراحة۔ من دولة العلوم الروحانیة وجواهر الاسرار الرحمانیة فقام هذا الفتی وسقط علی اعداء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کسقوط الشهب علی الشیاطین۔ فهو کحدقة العیون فی العلماء وفی فلک الحکمة کالشمس البیضاء۔ پھر ایک لمبی دعا کرتے ہیں۔ رب انزل علیه برکات من السماء۔ واحفظه من شرور الاعداء۔ اور اس فروق میں وجد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ایسی نعمت ہے کہ اموت وانا شاکر نعمائک بحالی وقالی وکلامی۔ یشکرک عظامی فی قبری امجاجی فی جدثی وروحی فی السماء۔

غرض آئینہ کمالات کے عربی مکتوب کا آخری حصہ اسی پر ختم ہوتا ہے ان اقتباسات کا ترجمہ یہ ہے:۔

اور میں رات دن خداتعالیٰ کے حضور چلاتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اے میرے رب اے میرے رب میرا کون ناصر و مددگار ہے۔ میں ایک یکہ وتنہا اور کمزور وبیکس انسان ہوں۔ پس جبکہ میری ان دعاؤں میں بہت کثرت واقع ہوئی اور میرے ہاتھ متواتر اُٹھتے رہے اور آسمان کی فضا میری دعاؤں سے بھر گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو اور تضرع کو سُنا اور **رب العالمین کی رحمت جوش میں آئی**

تب اس نے مجھے ایک مخلص **صدیق** عطا فرمایا اور وہ میرے مددگاروں کی آنکھ یا میرے مددگاروں کے لئے بطور چشمہ کے ہے۔ جس سے دوسرے سیراب ہوں۔ اور وہ میرے مخلصوں کا **عطر اور خلاصہ** ہے اور وہ میرے دوستوں میں برگزیدہ ہے ہاں وہ میرا محب فی الدین ہے۔ اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح **نور الدین** ہے۔ وہ بھیروی ہے اور نسب کے لحاظ سے **ہاشمی قریشی** ہے سو وہ اسلام کے سرداروں میں سے ہے اور **نجیب اور طیب ذریّت** میں سے ہے۔ پس مجھے اس کے ملنے پر ایسی خوشی ہوئی۔ کہ گویا کوئی الگ شدہ عضو مل گیا اور ایسا مسرور ہوا جسطرح پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم **فاروق** رضؓ کے ملنے سے خوش ہوئے۔ اور یقیناً میں اپنے ہم وحزن کو بھول گیا جب سے وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا۔

اور میں دیکھتا ہوں کہ اس کے لبوں پر حکمت کے چشمے جاری ہیں۔ اور **آسمانی انوار اُس کے پاس اتر رہے ہیں**۔ اور میں ان سماوی انوار کے متواتر نزول کو ایسے طور پر مشاہدہ کرتا ہوں۔ کہ گویا وہ اس پر مہمانوں کی طرح آتے ہیں۔ اور علماء کی حالت یہ تھی۔ وہ روحانی علوم کی دولت سے محض بے نصیب اور برہنہ ہڈیوں کی طرح تھے اور خداتعالیٰ کے اسرار سے محض خالی ہاتھ اور ناواقف۔ پس ایسی حالت میں یہ جوان (نور الدین) کھڑا ہوا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر اس طرح پر گرا۔ جس طرح پر شہاب ثاقب شیاطین پر گرتا ہے۔ وہ علماء میں حلقہ آنکھ کی طرح ہے۔ اور حکمت کے آسمان میں

آفتاب درخشاں ہے

اے میرے رب اس پر آسمانی برکات نازل فرما اور دشمنوں کی شر سے محفوظ رکھ۔ اور اس کے ساتھ ہو جہاں کہیں وہ ہو۔ اور اُس پر دُنیا وآخرت میں رحم فرما وانت ارحم الراحمین۔ میں مروں گا ایسی حالت میں کہ تیری اس نعمتوں کے مجموعہ پر شکر گزار رہوں گا۔ ہاں میں اپنے حال سے قال سے اور کلام سے شکریہ میں رطب اللسان رہوں گا۔ نہیں بلکہ میری ہڈیاں قبر میں بھی تیرا شکر کریں گی (امجاجی فی جدثی) اور میری روح آسمان میں شکر گزار ہوگی۔ پھر بھی تیری نعمت میرے شکر تیرے پر غالب آئی۔

اب

غور کا مقام ہے کہ یہ کسقدر عظیم الشان **آیۃ اللہ** ہے۔ حضرت مسیح موعود کی لا انتہا اور جو السما کو پُر کردینے والی دعاؤں کا نمونہ اور نتیجہ ہے **نور الدین** کی قدر ہماری آنکھ سے پوشیدہ اور ہمارے دل سے فی الواقعہ مخفی تھی۔ مجھے تو یہ نور آج نظر آیا ہے۔ اور میں اس جگہ اس ذکر سے رُک نہیں سکتا کہ یہ ربانی تحریک تھی۔ جو میرے قلب کو آئینہ کمالات اسلام کی طرف پھیر دیا۔

الغرض یہ **مقام بلند** کا انسان مہدی اور مسیح کی دعاؤں کا **نشان** ہم کو دیا گیا ہے۔ جس کے **نسب** کا بھی مہدی نے خصوصاً ذکر کیا۔ اور اس کے **آباؤ اجداد** کے **طیب** اور **نجیب** ہونے کا بھی اظہار فرمایا۔ یہ اسرار ہیں جو دوسرے لوگ نہیں سمجھ سکتے مختصراً میں یہاں بتاتا ہوں کہ چونکہ یہ ضروری امر ہے کہ جو شخص **مامور** ہو۔ اور ایک قوم کا روحانی **امام** ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ذاتی وجاہت اور شرف رکھتا ہو۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی ادنیٰ درجہ کا انسان ہو جس کی ماتحتی کے لئے دوسروں کو عار آئے چونکہ **نور الدین** نے قوم کا امام ہونا تھا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود نے خدا سے وحی پاکر اُس کے علو نسب اور شرافت ونجابت کی تصدیق کی وللہ الحمد۔

یہ سچ ہے کہ اسلام نے تفریق ذات اور امتیاز قوم کو اٹھا دیا ہے مگر اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ اس کے مامور اور ان کے مخلص نائب ہمیشہ ایسا **شرف** رکھتے ہیں کہ دوسروں کو کراہت نہ ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب تریاق القلوب میں صفحہ ۶۶ پر اس کی مفصل بحث کی ہے۔ یہ مضمون حد سے زیادہ بڑھ رہا ہے۔ ورنہ میں اس جگہ اس مضمون کو تمام وکمال نقل کرتا۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ جو لوگ **دوسروں کی اصلاح** کے لئے مامور ہوتے ہیں وہ [illegible] ادنیٰ اقوام سے کبھی نہیں ہو سکتے [illegible] اور نیچی قومیں بھی [illegible]

ان میں علو نسب اور شرافت اور نجابت ہو پھر ان قوموں کی تفصیل دیتے ہوئے جن میں سے کوئی مامور نہیں ہو سکتا بتایا ہے کہ جولاہے بھی ان میں سے ہیں میاں عبداللہ بھی اسی قوم میں سے ہیں۔ ہمیں نعوذ باللہ ان کی حقارت مقصود نہیں اور تکریم کے لئے قرآن مجید کا یہی معیار ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم مگر جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمایا ہے کہ مامور کے لئے علو نسب اور شرافت ضروری ہے اور میاں عبداللہ کو اپنے مامور ہونے کا گمان ہے۔ اس لئے اس نکتہ کو بھی یہاں لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ بہرحال میاں عبداللہ تیما پوری کی حالت نہایت خطرناک ہے۔ قرآن مجید سے میں نے بتایا ہے کہ ایسے لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھنا اور ان کی باتیں سننا شعبۂ نفاق ہے۔ یا نفاق اس سے پیدا ہوتا ہے پس مومن کا کام نہیں کہ ایسی مجلسوں میں بیٹھے۔ اس کی باتیں سن کر اور تصدیق کر کے حضرت مسیح موعودؑ کا انکار اس سے لازم آتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں وہ امام دیا ہے۔ جس کی شان اوپر بیان کر دی ہے۔

فماذا بعد الحق الا الضلال

پس مرے دوستو! خدا کے لئے ایسے شغل چھوڑ دو۔ اور ایسی مجلسوں اور ایسے لوگوں کی صحبت ترک کر دو۔ کہ عافیت اسی میں ہے خدا تمہارے ساتھ ہو۔ آمین۔

اس نادان کو ایک یہ خیال بھی دامنگیر ہو رہا ہے جس کو اس نے اپنے خطوط میں ظاہر کیا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کمزور تھی؟ نہیں معلوم تعلیم کی کمزوری سے اس کی کیا مراد ہے؟ قرآن مجید نے تعلیم کی قوت اور طاقت کا ایک معیار ہمارے سامنے رکھا ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منکم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعلق تین امر بیان فرمائے ہیں آیات اللہ کی تلاوت تزکیہ قوم اور تعلیم الکتب والحکمتہ۔

پھر ایک دوسرے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا علّمہ شدید القوی یہاں شدید القوی کے ذکر سے یہی غرض ہے کہ تا ظاہر کیا جاوے کہ آپ کی تعلیم میں بھی بڑی طاقت قوت ہے اور جس قدر قوت معلم میں ہو۔ اسی قدر اثر اور قوت متعلم میں پیدا ہوتی ہے۔ پس ہم اس معیار پر دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم میں کیسی طاقت تھی؟

یہ امر تو ایک مسلّم امر ہے کہ قرون ثلاثہ کے بعد فیج اعوج کا زمانہ شروع ہو گیا۔ اور مسیح و مہدی کی آمد اس وقت میں مقدر کی گئی تھی جبکہ علوم حقیقی دنیا سے اٹھ جاویں اور روحانیت کا مغز باقی نہ رہے اور خیر امت کی حالت اس درجہ تک گر جاوے کہ وہ یہود کے مثیل ہو جاوے اور اس وقت اصلاح امت کے لئے آنیوالا انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز اور مہدی کہلائے اس لئے کہ اس زمانہ میں ایک ہدایت یافتہ اور ہادی انسان کا پایا جانا ہی قریباً ناممکن ہوگا۔

ایسی حالت میں مہدی آتا ہے اور حالات زمانہ کے لحاظ سے علمی تکشیفات اس درجہ تک پہنچتی ہیں کہ سائنس کی ترقی میں بجائے عرفان الٰہی میں ترقی ہونے کے خدا تعالیٰ کی ہستی ہی معرض شکوک میں ڈالی گئی اور دہریہ اور میٹریلسٹ لوگوں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا۔ یورپ کے فلسفہ اور علوم کے مقابلہ میں اہل مذہب نے اپنے ہتیار ڈالدیئے اور وہ اس کے پجاری ہو گئے ایسے وقت میں خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان ہی نہیں بلکہ عرفان پیدا کرا دینا کسی معمولی معلم کا کام نہیں بلکہ ایک ایسے قوی الاثر اور مزکی کا اعجاز ہو سکتا ہے۔ مگر کیا آپ کی تعلیم کا اثر اور اعجاز نہیں کہ لاکھوں انسان ایسے پیدا ہو گئے جنہوں نے گویا خدا تعالیٰ اپنی آنکھ سے دیکھ لیا۔ اس ایمان اور عرفان کا پیدا ہو جانا ہی ایک ایسی بات ہے کہ اگر کوئی شواہد ہمارے ہاتھ میں نہ ہوں تو بھی مہدی کی تعلیمی طاقت کے اعجازی اثر کو اس سے ثابت کر سکتے ہیں۔ مگر ہم اسی پر اکتفا نہیں کرنا چاہتے ایمان اور معرفت کی ترقی کے ساتھ یہ لازمی امر ہے۔ کہ تزکیہ نفوس ہو۔ اور تزکیہ کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قرآن مجید جو خدا تعالیٰ کا زندہ اور ابدی کلام ہے۔ اس کے حقائق اور معارف پر علی وجہ البصیرۃ اطلاع پیدا ہو۔ پس جماعت نے جسقدر ترقی کی ہے۔ وہ ایک ایسا امر ہے کہ اس پر اگر تفصیل سے لکھا جاوے۔ تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو۔ مگر میں مختصراً چند باتیں پیش کرتا ہوں۔ اس وقت چونکہ مادی ترقی اور اقتصادی پہلوؤں پر عوام میں بحث ہو رہی ہے اس لئے میں ان امور کو بھی زیر نظر رکھونگا۔

اوّل۔ تمام مذاہب اور تمام قومیں اپنی اپنی جگہ چاہتی ہیں کہ ان کی اجتماعی قوت اور طاقت دوسروں سے بڑھ جاوے اور ان میں باوجود اختلاف رائے اور مختلف طبائع اور مذاق کے وحدت پیدا ہو جاوے دراصل یہی ایک امر ہوتا ہے جس پر تمام فیوض الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ وحدت ایک ایسی برکت ہے کہ دنیا میں کوئی چیز اس کے برابر نہیں۔ اس میں ایک سرّ ہے اور وہ روحانی مذاق کا راز ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات واحد ہے اور وہ اپنے اسمار۔ افعال اور صفات میں یگانہ ہے۔ باوجود مختلف صفات کے پھر بھی وہ وحدت کا ایک عظیم الشان اور اکیلا مرکز ہے اس لئے اس کی وحدانیت بالطبع تقاضا کرتی ہے کہ دنیا میں وحدت کا جلوہ ہو۔ اور یہ وحدت مختلف اجتماعوں سے ایک لطیف نظارہ پیدا کرے۔ غرض آج قومیں چاہتی ہیں کہ ان میں وحدت پیدا ہو۔ مگر باوجود ایک زبردست کوشش کے وہ سب کی سب اس مقصد میں ناکام اور نامراد ہو رہی ہیں مثال کے طور پر دیکھ لو کہ ہندو چاہتے ہیں۔ کہ وہ تمام قومی تفرقوں کو دور کر کے ایک قومیت ہندو قوم میں پیدا کریں۔ مگر جس قدر اس مقصد کے لئے کوشش ہو رہی ہے۔ اسی قدر تفرقہ بڑھتا جاتا ہے۔ اور جسقدر اصلاح کی طرف قدم اٹھایا جاتا ہے اسی قدر بعض قومی مفاد پیدا ہو رہے ہیں۔ خود مسلمانوں میں ان کے لیڈر چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے تمام تفرقوں کو جو مذہبی حیثیت سے یا دوسرے رنگ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اٹھا دیا جاوے۔ مگر اس کا جو نمایاں اثر ہے۔ وہ دیکھ لو۔ کہ بعض اوقات خود لیڈروں کی حالت قابل افسوس ہو جاتی ہے ان تمام کوششوں کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تعلیم کے ذریعے چاہا کہ

قوم میں وحدت پیدا کرے

اب دیکھ لو کہ قوم میں مختلف مذاق۔ مختلف طبائع۔ مختلف قابلیتوں مختلف عمروں اور مختلف ملکوں کے لوگ داخل ہوئے۔ احمدی ہوتے ہی جو پہلا اثر اس پر پڑتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ وہ ان تمام جھگڑوں کو جو احمدیت سے پہلے اس کے لئے اس کے مذہب کا ایک جزو تھے۔ بھول جاتا ہے۔ صدیوں کی کوشش کے

بعد اور سینکڑوں مناظرات سے بھی شیعہ اور سنی کا تفرقہ نہیں مٹ سکا۔ مگر خدا کے لئے بتاؤ اور سوچ کر جواب دو۔ کہ یہ کس زبردست تعلیمی قوت اور قدسی طاقت کا اثر ہے کہ ایک شیعہ اور ایک سُنی آتے ہیں اور مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کے دل سے وہ بغض اور کینہ دور ہو جاتا ہے۔ جن میں وہ مُبتلا تھے اور وہ غلطیاں جو ان میں اعتقادی رنگ میں پیدا ہو چکی تھیں دور ہو جاتی ہیں۔ ایک غیر مقلد اور مقلد آتے ہیں۔ ان میں کوئی جھگڑا باقی نہیں رہتا۔ ایک سیّد اور ایک تیلی آتا ہے۔ مگر سیّد اپنے آپ کو تیلی سے افضل قرار دیکر اسے حقیر نہیں جانتا اور اپنے برابر جگہ دیتا ہے۔ ایک مولوی اور ایک جاہل زمیندار آتے ہیں۔ مگر ان میں تعزز کا متکبرانہ اثر نہیں غور کرو اور سوچو کہ اس سے بڑھکر اتحاد پیدا کرنیکا نمونہ کیا ہوگا۔ کیا یہ کسی کمزور تعلیم کا اثر ہو سکتا ہے۔ کبھی نہیں۔ پھر مختلف خیالات ہیں۔ آپس میں اختلاف رائے ہوتا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں غیر احمدیوں کے متعلق بحث تھی۔ لیکن امام نے جب ہر دو فریق کو کہا۔ کہ کیوں جھگڑتے ہو۔ تو نتیجہ کیا تھا۔

سب کی خاموشی

یہ کیسی زبردست قوت ہے اور یہ کیسی طاقت ہے باوجودیکہ قہری حکومت نہیں کوئی کسی کو سزا نہیں دے سکتا۔ مگر ایک لب کی حرکت اور جنبش جو چاہتی ہے کرا لیتی ہے۔

اس قسم کے اتحاد کی مثال تو ایک ہی ملتی ہے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔ باہم تکرار ہوتا ہے۔ وہ ذات بابرکات بولتی ہے۔

آ الی الجاھلیة وانا فیکم

اور اس غصہ کی آگ پر ٹھنڈک پڑ جاتی ہے۔ مختلف خیال کے لوگوں میں اختلاف ہونا لازمی ہے۔ اور اختلاف رائے ترقی کی جڑ بھی ہے۔ مگر اس پر بھی زبردست قوت ہے۔ جو اس کو مٹا دیتی ہے یہ ہے طاقت تزکیہ نفس کی جب تک معلم کا کیرکٹر اعلیٰ درجہ کا بے لوث نہ ہو وہ اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ یہ تو ہے ایک پہلو تعلیمی قوت کا۔

دوم۔ لوگ علی العموم رسم و رواج کے پابند ہوتے ہیں اور ہزاروں کوششوں کے بعد بھی وہ ان کو چھوڑنا مذموم سمجھتے ہیں ہمارے غیر مقلد دوستوں نے بڑی کوشش کی کہ وہ مسلمانوں میں شادی اور غمی کے خلاف سنت طریقوں کو مٹا دیں۔ مگر وہ کیوں کامیاب نہ ہوئے؟ ان کا مقصد نہائت اعلیٰ اور اقتصادی رنگ میں قابل قدر تھا۔ باوجود اس کے بدستور اب تک لوگوں میں یہ بلا جاری ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود کے جھنڈے کے نیچے جو شخص آتا ہے۔ ضرورت نہیں۔ کہ اس امر پر اسے خاص وعظ کہا جاوے۔ یہ مراسم اس کے گھر سے دور ہو جاتے ہیں۔ سُنت کا احیاء ہو گیا۔ لوگ آتے ہیں اور نہائت سادگی سے شادیاں کر لیتے ہیں۔

عصر جدید کے مؤلف خواجہ غلام الثقلین صاحب اور ان کے دوستوں نے مسلمانوں میں کفائت شعاری کے پیدا کرنے کے لئے بڑا زور مارا اور بعض جگہ گورنمنٹ نے زمینداروں کی بڑھتی ہوئی مفلسی کو دیکھ کر اپنے اعلیٰ اور ذمہ وار حکام کے ماتحت کمیٹیاں بنائیں اور بڑی کوشش کی کہ اخراجات کم ہوں۔ مگر نہ گورنمنٹ کے حکام باوجود اپنے اثر اور قوت کے اور نہ دوسرے لوگ باوجود اپنی طاقت اور کوشش کے کامیاب ہوئے مگر اس پاک نفس میں نہیں معلوم کہ وہ کیا قوت اور اثر تھا۔ اور ہے کہ احمدی قوم میں ایک سادگی پیدا کر دی۔ اور اسی میں اقتصادی رنگ جلوہ گر ہو گیا۔ یہ تعلیمی قوت کا نتیجہ نہیں ہے تو کیا ہے؟

سوم۔ ایثار کا اس دُنیا طلبی کے زمانہ میں پیدا کرنا آسان کام نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت دُنیا میں خود غرضی اور خود مطلبی کی حکومت ہو رہی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے جانشین کی تعلیم کی وجہ سے قوم میں ایثار پیدا ہو رہا ہے اپنی ذاتی ضروریات یا ایسے امور کے لئے اپنے مالوں اور جانوں کو نثار کرنا آسان ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے ایسے اغراض کے لئے روپیہ کو دیدینا جہاں دم نقد کوئی فائدہ نہ ہو۔ بہت ہی مشکل ہے لیکن سلسلہ کے مختلف انسٹی ٹیوشنز کے لئے محض احمدی قوم ہی کا سپرد کرنا بتا رہا ہے۔ کہ ان میں کسقدر ایثار کی قوت پیدا ہو چلی ہے۔ تعلیمی اغراض اور اشاعت اسلام کے کام ایسے ہیں۔ کہ ان میں ہزاروں روپیہ قوم کا خرچ ہو رہا ہے۔ پھر اس کام میں محض اخلاص اور رضا ہی کی رضا کا ثبوت اس سے ملتا ہے۔ کہ بانی سلسلہ نے اشاعت اسلام کے سلسلہ کے مستحکم کرنے کے لئے نہ اپنی ضروریات اور ذرّیت کے لئے یہ قرار دیا کہ ہر احمدی کم از کم اپنی جائیداد کے ۱/۱۰ کی وصیت کرے اور احمدی قوم نے شرح صدر سے اس کو تسلیم کر لیا۔ یہ معمولی امر نہیں ہے بلکہ جب تک ایک نہائت قوی الاثر محرک نہ ہو۔ انسان خرچ مال کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یہ بھی آپ کی تعلیمی قوت ہی کا اثر ہے۔

چہارم۔ گورنمنٹ نے مختلف قوانین کے ذریعہ اور اپنے سطوت اور شوکت کے ذریعہ چاہا کہ جرائم میں کمی ہو۔ مگر باوجود سخت سزاؤں کے جرائم بڑھ رہے ہیں۔ یہ تو ایک قہری حکومت کے قوانین کی تاثیر ہے اس کے اسباب پر یہاں بحث مقصود نہیں۔ بلکہ یہ دکھانا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم نے کیا اثر پیدا کیا اور اس کے ساتھ ہی مختلف مذاہب کی اخلاقی تعلیم بھی ہے اور وہ بڑے زور سے جرائم سے بچنے کی ہدائیت کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی خطرناک جرائم ہوتے ہیں اور مختلف قوموں۔ مختلف ملتوں اور فرقوں کے لوگ مُبتلا ہوتے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ احمدی قوم محض اسی کے فضل سے شرمناک جرائم سے نسبتہً محفوظ ہے۔

ڈاکہ زنی۔ سرقہ بالجبر۔ زنا بالجبر۔ جعل سازی وغیرہ جرائم میں جہاں تک ہمارا علم ہے کسی احمدی نے سزا نہیں پائی اور یہ معلم کے تزکیہ نفس اور تعلیم کا اثر ہے۔ میں ابھی یہ کہنے کا حوصلہ نہیں کرتا کہ لکھدوں کہ ۱۰۰ فیصدی احمدی ایسے جرائم سے پاک ہیں۔ مگر ہاں میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ ۹۰ فیصدی سے بھی زائد خدا کے فضل سے پاک ہیں۔ ایسا تزکیہ اس زمانہ میں ایک زندہ معجزہ ہے۔

پنجم۔ قرآن مجید کی تعلیمی قوت کا یہ بھی ایک نتیجہ ہے۔ کہ انسان کی قوت استدلال بڑھ جاتی ہے اور منکرین اسلام کے ساتھ دلائل و براہین سے وہ غالب آجاتا ہے۔ اس سلسلہ کو بھی چونکہ لیظھرہ علی الدین کلہ کے لئے خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ اس لئے اس کے پیرووں کو بھی خصوصیت کے ساتھ قوت استدلال عطا فرمائی ہے اور ایسے روشن دلائل اور اصول مناظرہ بانی سلسلہ نے بیان کئے۔ کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ مثلاً جملہ مذاہب کے ساتھ مناظرہ کے دو ایسے اصول بتا دیئے۔ کہ بس ان سے ہی باطل کو ہلاک کر دیا جاتا

ہے۔ کہ ہر ایک الہامی کتاب کیلئے ضروری ہے کہ وہ اصولی طور پر دعوٰی بھی خود ہی بیان کرے اور دلائل بھی۔ ایسے ہی سچے مذہب کے آثار اور ثمرات ہر زمانہ میں تازہ ہوں۔ اس کی تعلیمی تاثیرات بطور کہانی نہ ہوں۔ اب ان ہر دو اصولوں پر کوئی مذہب پورا نہیں اُتر سکتا۔

اپنے مذہب کے متعلق بعض ایسے اصول بتلائے جو مطول کتابوں کے پڑھنے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر آپ نے چند الفاظ میں بتادیا۔ مثلاً اصول حدیث کے متعلق بتایا کہ جو احادیث تعامل کی ہیں۔ وہ تو بلا چون و چرا تسلیم کرو۔ اور دوسری قرآن مجید کے محک پر دیکھ لو۔

مَیں نے نہایت ہی مختصر طور پر یہ بیان کیا ہے ورنہ مَیں خدا کے فضل سے ان تمام اصولوں کو بیان کر سکتا ہوں۔ جو مختلف علوم کے متعلق آپ نے بتلائے ہیں۔

غرض قوت استدلال اور قرآنی حقائق کے لئے ایک راہ کھول دیا۔ اب ایک احمدی سے عیسائی۔ آریہ۔ برہمو۔ دہریہ ایسے ڈرتے ہیں جس کی حد نہیں وہ ان کی قوت استدلال کے آگے لاجواب ہیں۔ یہ آپ کی تعلیم کی طاقت کا مختصر بیان ہے۔ اس قسم کے مضمون یکجا اگر کتاب چاہتے ہیں۔ اس مختصر میں کہاں گنجائش پھر توفیق ملی تو لکھوں گا۔ باللہ التوفیق۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم ایسی زبردست اور طاقتور ہے کہ اس نے قرآن مجید کی طرح ایک دہقان اور عالم کو یکساں اپنا گرویدہ کر لیا قلوب کی فتح آسان کام نہیں ہے۔ سب سے بڑی طاقت اس کے لئے ہی بکار ہوتی ہے۔ قتل کر دینا آسان۔ ملکی فتوحات حاصل کر لینا سہل مگر قلوب کو فتح کرنا مشکل ہے اور پھر فتح بھی ایسی فتح کہ ان سے جدا ہو کر الو۔ نادان ہے وہ انسان جو اس طاقت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔

بہرحال جماعت کو ایسے لوگوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور ان کے حملوں سے الگ رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ٹھوکر کے پتھر ہیں ایسا نہ ہو۔ شیطان انہیں گرا دے۔

جنگ اٹلی و آلِ عثمان اور ایک تازہ نشان

اس وقت اٹلی اور ٹرکی کی لڑائی کا غلغلہ عالم اخبارات میں بلند ہے اور یورپ اور اسلامی دُنیا میں اس جنگ کے متعلق ایک شور بپا ہے۔ اسلامی دُنیا میں اٹلی کی غاصبانہ دستبرد پر ملامت کے ووٹ پاس ہو رہے ہیں۔ اور ٹرکی کی کامیابی کے لئے وہ دست بدعا ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ یورپ کی دوسری سلطنتیں بھی خواہ کسی نظر اور نکتہ خیال سے کیوں نہ ہو اٹلی کی اس بیہودہ حرکت پر نفرین کا اظہار کر رہی ہیں۔

الحکم کے ناظرین اس جنگ کے حالات سے دوسرے ذرائع سے واقف ہو چکے ہوں تو یہ جُدا امر ہے مگر یہ پہلا موقعہ ہے کہ الحکم انہیں ایسے جنگ کے واقعات اور حالات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ اور وہ بھی صرف اس لئے کہ

یہ جنگ ایک نشانِ صادق ہے

اور چونکہ دُنیا آیات اللہ کو ہنسی اور استہزا سے دیکھتی اور اندھوں کی طرح اس پر سے گذر جاتی ہے اس لئے مَیں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس موقعہ پر بھی اُن لوگوں کو جو میرے اخبار کے پڑھنے والے ہیں آگاہ کروں کہ

وہ اس نشان کو دیکھکر عبرت حاصل کریں

مَیں جانتا ہوں کہ اس نشان کے اعلان اور اظہار پر اسی طرح مخالفت ہوگی۔ جس طرح پر اس وقت ہوئی تھی۔ جبکہ پہلی مرتبہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے مسیح موعودؑ نے سلطنت عثمانیہ کے متعلق الٰہی تحریک سے متحرک ہو کر کچھ کہا تھا اور ہندوستان کے اسلامی اخبارات نے سب و شتم کی ایک بوچھاڑ برسا دی تھی۔ یہاں تک کہ اسی صدی میں چودہویں صدی اخبار کا ایک بزرگ بھی بہ گیا اور بالآخر اسے توبہ کرنی پڑی یہ امر اب مخفی نہیں رہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحی سے یہ اعلان فرمایا تھا کہ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ پر خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔

اس وحی الٰہی پر تیس سال کے قریب گذرنے کو ہیں۔ اور اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کیا تو بھی بہت سے دِل ایسے ہیں۔ جو اس کے مقدس دعوٰی کو سمجھ نہیں سکتے۔ اور بہت سی آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہوئی نہیں دیکھتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیشہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں سلطنت برطانیہ کے محاسن اور برکات کے بیان سے مسلمانوں میں

سچی ارادت اور وفاداری کے جذبات

کو پیدا کیا اور مذہبی حیثیت سے جو فوائد مسلمانوں کو تاج برطانیہ سے پہنچے ہیں۔ اُن سے آگاہ کیا۔

آپؑ کی سب سے پہلی اور سب سے آخری تحریر اس امر کی شہادت کیلئے کافی ہے غرض آپؑ کو جب موقعہ ملا کہ کوئی تقریر یا تحریر شائع کریں تو آپ نے

گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری

کے پہلو کو بیان کرنے سے تامل نہ کیا۔

ناظرین حیران ہوں گے کہ اس لمبی تمہید کو جنگ ٹرکی و اٹلی کے نشان سے کیا تعلق؟ مگر ان کا یہ تعجب بہت جلد جاتا رہیگا جب انہیں معلوم ہوگا۔ کہ یہ اتنا بڑا زبردست نشان ہے کہ ایک مادہ پرست اور دہریہ بھی اس کے خدا کی طرف سے ہونے میں شُبہ نہیں کر سکتا۔ یا کم از کم اس کے مشکوک ہونے پر دلائل قائم نہیں ہو سکتے۔

۱۸۹۷ء میں حسین کامی نام ایک شخص جو سفیر سلطان روم کہلاتا تھا۔ قادیان آیا اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تخلیہ میں مُلاقات کی خواہش کی حضرت مسیح موعودؑ نے محض حسنِ اخلاق سے اس کی اس درخواست کو ردّ نہ فرمایا اگرچہ آپؑ کو تخلیہ کی ملاقاتوں سے ہمیشہ نفرت تھی اس ملاقات میں سفیر مذکور نے حضرت مسیح موعودؑ سے ”سلطان روم کے لئے ایک خاص دعا کرنے کی درخواست کی اور یہ بھی چاہا کہ آپ ان کے لئے جو کچھ آسمانی قضا و قدر سے ظاہر ہو۔ اس سے وہ اطلاع پاوے“

اس درخواست کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا وہ یہ ہے۔

"سلطان کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔

میں نے کئی اشارات سے اس بات پر بھی زور دیا۔ کہ رومی سلطنت کئی باتوں میں خدا کے نزدیک قصوروار ہے اور خدا سچے تقویٰ اور طہارت اور نوع انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔ توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔ مگر میں اس کے دل کی طرف خیال کر رہا تھا کہ وہ ان باتوں کو بہت ہی برا مانتا تھا۔ اور یہ ایک صریح دلیل اس بات پر ہے کہ سلطنت روم کے دن اچھے نہیں ہیں۔ اور پھر اس کا بدگوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور دلیل ہے۔ کہ زوال کے علامات موجود ہیں"

یہ ابتدا ہے اس نشان کا جس کا ذکر میں اس مضمون میں کرنا چاہتا ہوں۔ سفیر مذکور نے قادیان سے واپس جا کر نہائت ہتک آمیز مضامین لاہور کے ایک پرچہ میں شائع کرائے اور گالیاں دیں اور خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل کی توہین کی۔ وہ نادان اس بات سے بے خبر تھا۔ کہ خدا نے وعدہ کیا ہے۔

انی مھین من اراد اھانتک

چنانچہ اس الہام الٰہی کے موافق حسین کامی ماخوذ ہوا۔ اور نہائت ہی ذلت اور خواری کی مار اس پر پڑی۔ وہ خیانت کے جرم میں ماخوذ ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو نشان اس کے وجود سے ظاہر ہو گئے۔

بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جب وہ اشتہار جس کے اقتباسات میں نے اوپر دیئے ہیں شائع ہوا۔ تو اسلامی ہندوستان میں ایک طوفان بے تمیزی پیدا ہو گیا اور مسلمان اخبارات نے عموماً اور چودہویں صدی نے خصوصاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف مضامین لکھے محض اس قصور پر کہ انہوں نے ٹرکی کے متعلق وہ پیشگوئی جو اوپر درج ہو چکی ہے کیوں کی؟ یہاں تک کہ پنجاب کے ایک مشہور چوٹی کے مسلمان نے ایک آرٹیکل لکھا اور اس میں یہ شعر بھی لکھا ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنہ پاکاں برد

اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ اشتہار شائع کیا جس کا عنوان ہے۔

"کیا وہ جو خدا کی طرف سے ہے لوگوں کی بدگوئی اور سخت عداوت سے ضائع ہو سکتا ہے"

اور آپ نے بھی اس اشتہار پر یہ شعر لکھا ؎

تا دل مرد خدا نامد بدرد

ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

یہ اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو شائع ہوا۔ ضرورت ہے کہ ناظرین اس اشتہار کو اب پھر پڑھیں۔ اس اشتہار میں بزرگ کے لئے بھی ایک پیش گوئی کی گئی تھی جس نے بالآخر توبہ کی اور معذرت چاہی جس کا مفصل ذکر چودہویں صدی کے بزرگ کے توبہ والے اشتہار میں ہے۔

جو اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو شائع ہوا اس میں بھی حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا کہ

"انہوں (مخالفین مراد ہیں) نے بجائے تحقیق و تفتیش کے اسقدر گالیاں اور لعنتیں بھیجیں کہ شیعوں کو بھی پیچھے ڈال دیا کیا یہ ممکن نہ تھا کہ جو کچھ میں نے رومی سلطنت کے اندرونی انتظام کی نسبت بیان کیا وہ دراصل صحیح ہو اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے بھی ہوں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری سرشت ظاہر کرنے والے ہوں"

اسطرح پر ٹرکی کے متعلق اور اس کے ارکین کے متعلق اس پیشگوئی کی تجدید ہو گئی۔ پھر جب ٹرکی میں انقلاب ہوا اور سلطان کو معزول کر کے پارلیمنٹ قائم کی گئی اور سلطان جدید تخت نشین ہوا۔ تو یہ پیشگوئی اپنی پوری قوت اور شوکت کے ساتھ پوری ہوئی اور ارکین سلطنت کی حالت آئینہ ہو گئی اس طرح پر جو کچھ کئی سال پہلے کہا گیا تھا اور خدا نے کہا تھا۔

وہ پورا ہوا

یہ پیشگوئی پوری ہوئی مگر افسوس کہ

دنیا اندھی ہے اور نہیں دیکھتی

بعد ۴ جنوری ۱۹۰۷ء کو اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ وحی نازل کی

غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون

اس وحی الٰہی میں رومیوں کے مغلوب اور پھر غالب ہونے کی پیشگوئی موجود ہے۔

یہ پیشگوئی ایسے وقت اور ایسے حالات میں کی گئی تھی کہ کوئی قیافہ شناس مدبر اور پولیٹیشن بھی اس قسم کی پیشگوئی آج سے آٹھ سال پیشتر نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس وقت بظاہر رومی سلطنت سے کسی جنگ کی توقع نہ تھی۔ بلکہ دوستی کے عہدناموں کی تجدید ہوتی تھی اور مراسم دوستی بڑھ رہے تھے۔ اور اس وقت جو جنگ ٹرکی اور اٹلی کی شروع ہوئی ہے اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ مگر آج ہم دیکھتے ہیں کہ

خدا کا یہ کلام پورا ہو گیا یعنے ایک جزو پورا ہو گیا

اس پیشگوئی کے پہلے حصہ میں رومیوں کے مغلوب ہونے کی پیشگوئی ہے آج تک جو خبریں میدان جنگ سے آئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ

رومی مغلوب ہو گئے

اس میں کلام نہیں کہ بعض لوگ اسے فال بد کہیں گے اور ہمیں کوسیں گے کہ ہم رومیوں کی شکست پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں مگر وہ احمق ہیں ہمیں ترکوں کی شکست پر کوئی خوشی نہیں ہم تو اس بات سے خوش ہیں کہ خدا تعالیٰ کے مامور مہدی کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ اور اس پیشگوئی کے دوسرے جزو میں ترکوں کی کامیابی کی بشارت ہے۔

مجھے امید کر لی چاہئے کہ جو لوگ حق جو ہیں اور خدا تعالیٰ کے نشانات کی قدر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے احمق ہنسیں گے انہیں ہنسنے دو۔

ٹرکی اور اٹلی کی خبروں کو انشاء اللہ سلسلہ وار درج کر دیا جاویگا۔

اس وقت مجھے اس نشان کو دکھانا مقصود ہے اور ساتھ ہی اس امر کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ مسلمانان ہند کا ٹرکی اور اٹلی کی لڑائی میں کیا طرز عمل ہونا چاہئے۔

یہ ایک سوال ہے جس پر سنجیدگی سے غور کرنا مسلمان لیڈروں کا

کام ہے مسلمانان ہند نے فوری جوش سے متاثر ہو کر جو جلسے کئے ہیں اور اُن میں گورنمنٹ ہند اور فارن سکرٹری برطانیہ کو بذریعہ تار مسلمانان ہند کے جذبات سے آگاہ کیا ہے۔ بہ حیثیت ایک احمدی ہونے کے مَیں چاہتا ہوں کہ

اپنی قوم کی پوزیشن کو اس موقعہ پر صاف کروں

ہماری احمدی قوم کا جو رویہ برٹش گورنمنٹ کے متعلق آجتک رہا ہے وہ ہمارے دوست اور دُشمن اور خود گورنمنٹ جانتی ہے۔ ٹرکی کے متعلق مندرجہ بالا پیشگوئی جو کسی اختیاری یا ارادی خواہش سے نہیں کی گئی تھی۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے حسین کامی کی آمد پر حضرت مسیح موعودؑ کو کشفی رنگ میں

ٹرکی کا مستقبل دکھایا تھا

اس پیشگوئی کی اشاعت پر مسلمانوں نے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا خطرناک گالیاں دیں مگر ہمارے امام نے اس کو برداشت کیا اور حق گوئی سے مُنہ نہ پھیرا اور صاف الفاظ میں کہدیا۔

"سلطان روم کے حقوق بجائے خود ہیں مگر اس گورنمنٹ کے حقوق بھی ہمارے سر پر ثابت شدہ ہیں اور ناشکری ایک بے ایمانی کی قسم ہے۔ اے نادانو! گورنمنٹ انگریزی کی تعریف تمہاری طرح میرے قلم سے منافقانہ نہیں نکلتی۔ بلکہ مَیں اپنے اعتقاد اور یقین سے جانتا ہوں کہ درحقیقت خدا تعالیٰ کے فضل سے اس گورنمنٹ کی پناہ ہمارے لئے بالواسطہ خدا تعالیٰ کی پناہ ہے"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار کے اس حصّہ کو اسلامی ہند کے دنیوی لیڈر سر سید احمد خان بالقابہ نے نہائت عزت و احترام کے ساتھ اپنے اخبار علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مورخہ ۴ جولائی ۱۸۹۷ء میں نقل کیا اور مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ

"مرزا صاحب نے جو اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو جاری کیا ہے اس اشتہار میں مرزا صاحب نے ایک نہائت عمدہ فقرہ گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی اور وفاداری کی نسبت لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک ہر مسلمان کو جو گورنمنٹ انگریزی کی رعیت ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ جیسا مرزا صاحب نے لکھا ہے"

اب جبکہ یہ جنگ شروع ہوا ہے۔ یہ ایک قدرتی امر ہے کہ مسلمانانِ ہند کو اٹلی کی اس غاصبانہ حرکت پر افسوس ہو۔ مگر قابل غور یہ امر ہے کہ ملک و مملکت کا عطا ہونا یا کسی کے ہاتھ سے نکل جانا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے یدِ قدرت میں رہا ہے۔ جب مسلمانوں کی حالت اس درجہ تک پہنچ گئی کہ وہ ملکداری کے قابل نہ رہے تو اللہ تعالیٰ نے اس امانت کو ان کے اہل کے سپرد کر دیا۔ تاج برطانیہ کے ماتحت جو فوائد مسلمانوں کو دینی اور دنیوی رنگ میں حاصل ہیں آج اسلامی سلطنتوں میں ان کا نام ونشان بھی نہیں۔ مسلمانوں کا یہ کام اس وقت نہیں کہ وہ مسلمانوں کے جذبات کو اپیل کریں اور اُبھاریں۔ ہاں اس وقت اگر کوئی کام اس جنگ سے لینا چاہئے تو وہ یہ ہے کہ

مسلمان اپنی اصلاح حالت کی طرف متوجہ ہوں

اور جن اسباب کے ماتحت ان کے ہاتھ سے یہ امانت لی گئی ہے اور ہر جگہ ان کی سلطنتیں خانہ جنگی یا دوسری بلاؤں میں گرفتار ہیں ان کو ترک کریں۔ محض افسوس اور غم کے آنسو بہانے اور خون شہدا کو نذر گذرانے سے کچھ نہیں بنتا۔

مسلمانان ہند جو جلسے جابجا کر رہے ہیں۔ اور تاج برطانیہ کے تعلقات اٹلی پر رائے زنیاں ہو رہی ہیں۔ یہ ہمارے فرائض سے دور تر ہے۔ مسلمانانِ ہند کا سنجیدہ فرض یہی ہے کہ وہ اطاعت و وفاداری برٹش گورنمنٹ کے جذبات کو بڑھائیں اور خدانخواستہ وہ راہ اختیار نہ کریں۔ جو ان کی وفاداری کو دھبہ لگائے۔ من حیث المسلمین ہمیں ترکوں کی مشکلات میں ان سے ہمدردی ہے اور اٹلی کی غاصبانہ کارروائی کو ہم نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہم کیا یورپ بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے لیکن ہمارے لئے اس امر کی کوشش کرنا محض بے سود ہے کہ ہم برطانیہ پر دباؤ ڈالیں۔ کہ وہ ترکوں کی مدد کریں یا ترکوں کی خاطر اٹلی سے جنگ خرید لیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے ہمیں تاج برطانیہ کے ماتحت رکھا ہے اور ترکوں اور دوسری اسلامی سلطنتوں سے الگ رکھا ہے۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ اس پہلو کو اختیار کیا جاوے جو ہماری وفاداری کے منافی ہو۔ مَیں بحیثیت ایک احمدی ہونے کے اور اپنے امام اور اس کے جانشین اور خلیفہ برحق کے طرزِ عمل کو سالہا سال سے مطالعہ کرتے ہوئے یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ احمدی قوم اپنے امام کے مسلک کو نہیں چھوڑ سکتی خواہ مسلمانانِ ہند اسے کچھ ہی کیوں نہ کہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے امام نے ضرورت نہیں سمجھی کہ وہ اس قسم کا کوئی جلسہ کرے اور وزیر ہند یا فارن سکرٹری کو تار بھجوائے میری سمجھ میں احمدیوں کو ایسے جلسوں میں شامل ہونے کی ضرورت بھی نہیں۔ جبتک کہ ہمارا امام انہیں شامل ہونے کی اجازت نہ دے اور جو جلسے اظہار نفرت کے ہو رہے ہیں اور جن میں گورنمنٹ برطانیہ سے ایسے مطالبات کئے جاتے ہیں۔ جو محض نامناسب اور غیر موزوں ہیں ہم ان سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے۔

اس میں شک نہیں کہ شوریدہ سر لوگ اسی طرح اس پر بھڑکیں گے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اشتہار پر تعل درآتش ہوئے تھے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔

مَیں یہاں تک لکھنے پایا تھا کہ سول ملٹری گزٹ لاہور اور روزانہ پیسہ اخبار لاہور میں سراج الدین احمد سابق ایڈیٹر چودہویں صدی حال بیرسٹرایٹ لاء کی ایک تحریر اسی مضمون پر شائع ہوئی ہے اور انہوں نے مسلمانوں کو بڑے زور سے سید احمد خان صاحب کے طرزِ عمل اور تحریروں کے حوالہ سے رہنمائی کی ہے کہ وہ اس طرزِ عمل کو چھوڑ دیں۔ جو انہوں نے اب اختیار کیا ہے۔ مجھے اس کو پڑھ کر بہت خوشی ہوئی نہ اس لئے کہ وہ میرا ہم خیال نکلا۔ نہ اس لئے کہ اس نے مسلمانوں کو اس وقت عمدہ مشورہ دیا۔ بلکہ میری خوشی کا باعث اور ہی تھا وہ یہ کہ یہی شخص جب حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمانوں کو اس امر کی طرف رہنمائی کی تھی ۱۸۹۷ء میں تو سخت مخالفت کرتا تھا۔ اور اس کے اخبار میں سب سے اول گالیوں کی بھرمار شائع ہوئی تھی آج پندرہ برس کے بعد وہ بھی حضرتِ مسیح موعودؑ کے سچے مشورہ کے آگے سر جُھکا دیتا ہے یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ وہ جس طرح پر چاہتا ہے کرتا ہے۔ میں اگر اپنے امام کے طرزِ عمل سے مسلمانوں کو اس نیک کام کی طرف رہنمائی کرتا تو میرے حصّہ میں گالیاں ہی آتیں۔ مگر اب جبکہ منشی سراج الدین صاحب نے سید کے مشورہ کو پیش کیا ہے۔ کیا عجب نئی روشنی کے لیڈروں کو سمجھ آجاوے۔

میں اس کے کام نہ آتے ہوئے نہیں معلوم تھا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے الحکم کے ذریعہ اس پیشگوئی کو بھی پورا کیا تھا جو مقدمات کے خاتمہ کے متعلق حضرت نے شائع کی تھی۔ اور اللہ تعالےٰ نے محض اپنی غریب نوازی اور پردہ پوشی سے الحکم کو

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

میں داخل کیا تھا۔

باوجود اس کی خدمات کے باوجود اس کی عظمت کے بہت تھوڑے دلوں میں حرکت ہوئی اور وہ دل وہ تھے۔ جو غریب تھے۔ جن کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا۔ ہاں ایک بات تھی اور

وہ نقد دعا تھا

ان دعاؤں ہی نے اپنا اثر کیا اور آج میں اس قابل ہوں کہ یہ خوشخبری سناؤں کہ چار ہزار اس میں سے کم ہو گیا۔ ابھی الحکم چار ہزار کا اور زیر بار ہے اور اس میں ایک ہزار سود بھی وہ بھی داخل ہے۔ جو الحکم کی بابجائی کے لئے ضروری ہے۔ میرے دوستو خدا تعالیٰ کے کام رکا نہیں کرتے۔ وہ جس کام کو چاہتا ہے وہ کسی نہ کسی طرح ہو کر رہتا ہے میری امیدیں اور میرا ایمان اس واقعہ سے بہت بڑھ گیا ہے جس نے یہ فضل کیا وہ باقی کے لئے کیوں نہ کریگا باوجود اس حالت کے کہ الحکم بے ترتیب شائع ہوا کیا اس کی قبولیت میں فرق نہیں آیا۔

مَیں نے بعض اوقات چاہا کہ اسے بند کردوں مگر مسیح موعودؑ کے جانشین اور خلیفہ نے مجھ سے تین مرتبہ عہد لیا کہ مَیں اسے بند نہیں کرونگا۔ یہ عہد بتاتا ہے کہ منشاء الٰہی ہے کہ

خادم سلسلہ الحکم زندہ رہے

پس اے سُننے والو سُن لو! الحکم خدا تعالیٰ کے دین کا خادم ہے اس کے ایڈیٹر کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس خدمت کے قابل دِل و دماغ عطا فرمایا ہے اور مَیں اس ربّانی عطیہ پر ناز کرتا ہوں کہ میرے آقا اور مطاع حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے عموماً

الحکم کی ایڈیٹوریل خصوصیّت کو سراہا ہے

اور قوم کے سربرآوردہ اور ممتاز لوگ سمجھتے ہیں کہ الحکم نے خاص خدمات کی ہیں مخالفین تک اعتراف کر چکے ہیں کہ وہ کس محنت سے لکھا جاتا رہا ہے جب لکھا گیا ہے۔ اب تک بھی الحکم کے ناظرین اور خریدار

پانچ روپیہ سالانہ دیکر سال میں ایک مضمون پڑھ لینا بھی غنیمت سمجھتے ہیں میرے لئے یہ جائے فخر اور شکریہ کا مقام ہے اور یہ محض **ربانی فضل** ہے۔ میری قابلیت اور استعداد نہیں بلکہ سلسلہ حقہ کی خدمت کے طفیل مجھے یہ فضل دیا گیا ہے

ان حالات کے اندر کیا تم پسند کرتے ہو کہ وہ قلم جو خدمت کرنے کا اہل ہے محض اس وجہ سے رُکا رہے۔ کہ **الحکم مالی زیر باری کے نیچے ہے**۔ تمہاری غیرت اور حمیت کا تقاضا ہونا چاہیئے تھا کہ تم خود بلا کسی تحریک کے اس کمی کو پورا کر دیتے اور مجھے خبر بھی نہ ہوتی مگر تم نے تغافل ہو کر بے پرواہی کی اس کا جواب تم اللہ کے حضور دو گے۔

یہ یاد رکھو کہ الحکم ان مشکلات سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے نکل جاویگا لیکن تم پر یہ حجت رہ جائیگی۔ آنیوالی نسلیں الحکم کے پچھلے فائلوں کو پڑہیں گی اور اس کے کارناموں کو دیکھیں گی پھر جب وہ ان مشکلات کے سالوں کے اندر سے گذریں گی تو تمہاری سرد مہری پر افسوس کئے بغیر نہ رہیں گی۔ اس زمانہ میں قلم کا ہتیار تمہیں دیا گیا تھا اور ضرورت تھی کہ تم کپڑے بیچ کر بھی اس ہتیار کی قدر کرتے۔ مگر تم خود سوچو کہ الحکم کے ساتھ تم نے کیا کیا ہے ؟

مَیں پھر تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اپنے اس خادم کی خبر لو۔ مَیں یہ تحریک بھی نہ کرتا۔ مگر اس تحریک کا محرک دراصل وہ مبارک وجود ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی پاک وحی میں اولوالعزم کہا جس کو فضل عمر کہا اور اس کے عجیب عجیب نام رکھے جو ہمارے لئے برکت اور فضل ہے یعنی صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد۔ اُنھوں نے الحکم کی ضرورتوں اور مشکلات سے متاثر ہوکر

دس روپیہ مجھے بھیجے ہیں

اور یہ تحریک کی ہے کہ مَیں تحریک کروں مَیں اس دس روپیہ کی رقم کو دس کروڑ سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں اس لئے کہ یہ اس ہاتھ سے ملے ہیں جو آیۃ اللہ ہے یہ اس دل سے نکلی ہوئی تحریک ہے جو مظہر انوار سماوی ہے۔ خدا کے فضل سے یہ ضرور بابرکت ہوگی اور نتیجہ خیز۔

پس مَیں احباب اور سرپرستان الحکم میں سے چار سو ایسے احباب کو بلاتا ہوں جو حضرت صاحبزادہ صاحب کی اس مبارک سنت کی

تقلید کریں اور الحکم کی مشکلات میں اس کے ناصر ہوں بعض ایسے احباب ہیں جو اکیلے سو سو روپیہ دے سکتے ہیں۔ الحکم کے خریداروں میں سے چار سو ایسے آدمیوں کا نکلنا کچھ بھی مشکل نہیں اور یہ رقوم کم از کم دسمبر ۱۹۱۱ء تک آجانی چاہئیں تاکہ جنوری ۱۹۱۲ء سے خدا تعالیٰ چاہے تو الحکم پہلی سی شان سے نکل سکے

مَیں سخت ناشکر گذار رہونگا اگر مَیں اُن غریب بھائیوں کا خصوصاً شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اس زمانہ مشکلات میں میرے ساتھ نہیں نہیں اپنے پیارے الحکم کے ساتھ خاص ہمدردی کا ثبوت دیا۔ برادرم ہاشم علی صاحب فدائے سلسلہ کا ذکر تو بارہا کیا گیا ہے سید نذیر حسین ساکن گٹھالیاں نے خصوصیت سے الحکم کی امداد کے لئے کوشش کی اور ایک نہائت قلیل تنخواہ کے مدرس منشی قائم علی صاحب نے مستقل طور پر الحکم کے قرضہ کی ادا کیلئے مدد دینے کا اظہار کیا۔ مَیں نے ایسے دوستوں کے متعلق آجتک الحکم میں لکھنا ضروری نہیں سمجھا تھا مگر اب جبکہ یہ تحریک کی جاتی ہے تو مَیں سچے دل سے ان کی ہمدردیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنے ارادوں میں کامیاب کرے (آمین)

بالآخر یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ چار سو آدمی جو الحکم کے بقا اور احیا کو ضروری سمجھتے ہیں اس وقت ہمت کریں۔ جو اس سے زیادہ دے سکتے ہیں دیں الحکم کے بقا کے لئے ایک اور تجویز بھی ایک پاک دل کے سامنے ہے اس قسم کی تحریکوں کا پیدا ہو جانا ہی مَیں سمجھتا ہوں کہ مبارک فال ہے۔

مَیں نے اس مضمون کے لکھنے سے پہلے دیوان حافظ کو کھولا تو اس میں یہ شعر نکلا جو اوپر درج ہے ؎

بہر کمند کہ خواہی بگیر و بازم بند بشرط آنکہ زکارم نظر نگیری باز

سب سے آخر مَیں الحکم ہی کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے حضور عرض کرتا ہوں کیونکہ ایڈیٹر کا سب سے بڑا ذریعہ خط و کتابت و عرض حال اس کا اخبار ہی ہوتا ہے۔ کہ

میرے آقا! تیرا یہ خادم کیسا ہی نابکار ہو مگر آخر تیرا ہے لڑکے کی لاج ہوتی ہے تیری خواہش ہے کہ قادیان سے کوئی کام شروع ہو کر بند نہ ہو۔ الحکم کے زور قلم اور اس کی قوت استدلال نے تیرے پاک دل میں اپنے لئے جگہ حاصل کی ہوئی ہے۔ تیرے طیب مال نے الحکم کی سرپرستی سے مضائقہ نہیں کیا۔ اگر اس کی کمزوریوں نے تیرے شفاف دل پر کبھی اثر پیدا کرنا چاہا ہے تو الحکم کی خصوصیتوں نے اسے تیرے رحم کے نیچے فوراً محو کر دیا۔ یہ وقت اس کے لئے خاص امتحان کا ہے ایک حصہ سے وہ نکل گیا ہے دوسرا پرچہ باقی ہے اپنی نیم شبی دعاؤں سے اس کی مدد فرما تیری دعائیں ان پہاڑوں کو جو ابھی اس کے سامنے ہیں دُور کرنے کا اثر رکھتی ہیں! مَیں اس میں بھی قدح نہیں سمجھتا بلکہ فخر رکھتا ہوں کہ یہ عرض کروں کہ دعاؤں کے ساتھ اپنے پاک دل نے

بہرحال احمدیوں کو اس جنگ میں جو پارٹ لینا چاہیئے وہ جہاں تک میں حضرت امام کے طرز عمل سے سمجھتا ہوں یہی ہے کہ ان خوانوں اور جلسوں میں جو مسلمانوں کی طرف سے ہو رہے ہیں۔ ہمیں شامل ہونے کی ضرورت نہیں۔

اور خدا تعالیٰ کے اس نشان پر جو پورا ہوا ہے۔ سجدات شکر کرنے ضروری ہیں۔ اور دعا کرنی چاہیئے کہ وہ اس کا دوسرا جزو بھی ہمیں دکھائے۔ آمین۔

جو دل رکھتے ہیں وہ پڑھیں

بہر کمند کہ خواہی بگیر و بازم بند
بشرط آنکہ ز کارم نظر نگیری باز

سرپرستان الحکم ایک عرصے سے افسوس سے دیکھ رہے ہیں کہ انکا اخبار نہائت بے ترتیبی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے اور اس بے ترتیبی کے جو وجوہات ہیں۔ ان سے بھی وہ کم و بیش واقف ہو چکے ہیں۔ مختصر طور پر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ ایک وقت الحکم کی بڑھتی ہوئی ضروریات کی وجہ سے اس کے کارخانہ میں مشین نصب کی۔ جس سلسلہ میں قریباً چھ ہزار روپیہ خرچ ہو گیا ہے اور پھر مشین کے اجراء سے چونکہ کافی کام اس گاؤں میں مہیا نہ ہو سکا۔ اس پر مزید زیر باری بڑھتی گئی یہاں تک کہ یہ کل مطالبہ آٹھ ہزار روپیہ تک پہنچ گیا۔ اس کا لازمی اثر اخبار کی مالی حالت پر پڑنا چاہیئے تھا اور پڑا۔ جس سے اس کی اشاعت میں بے ترتیبی واقع ہوئی۔ اس بے ترتیبی پر بعض نا عاقبت اندیش مخالفوں نے "الحکم پر بجلی گری" کے عنوان سے مضامین لکھے اور خوشی کی اور بغلیں بجائیں۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے الحکم کے قلم میں ایک خاص قوت رکھی ہے۔ جو انہیں بے چین کئے رکھتی تھی اور وہ دل و دماغ جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے ان کی ریشہ دوانیوں کو تاڑتا تھا۔ دوسری طرف اس وجہ سے مصروف ہو گیا اس لئے انہیں خوشی کا موقع مل گیا۔ مگر میرے لئے یہ ایک ایسی بات ہی تھی اور ہے جو

تلک الایام نداولہا بین الناس

میں رکھی گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس بے ترتیبی اور غیر مستقل اشاعت نے مجھے بہت پریشان خاطر رکھا۔ مگر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کبھی مایوس نہیں ہوا میں جانتا تھا کہ یہ

بادل پھٹ جاویں گے

میں نے مشکلات کی اس داستان کو سرپرستان الحکم کو سرسری طور پر ایک آدھ مرتبہ دہرایا۔ اور بعض نے اس کو سن کر میری ہمت افزائی کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ بعض نے سن کر منہ پھیر لیا اور اس موقعہ کو غنیمت سمجھا کہ اب اس آواز کو قدرت دبا رہی ہے۔ جو کبھی ان کے خیال میں بے موقعہ نکل جاتی ہے۔ میں اب ان درمیانی واقعات کو دہرانا اور شکوہ و شکائت اور شکریہ کے اظہار کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ہر شخص نے جو کچھ الحکم کے متعلق کیا اپنا فرض سمجھ کر یا اپنی عقل اور ایمان کے موافق جو مناسب موقعہ سمجھا کیا۔ میں اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ابتلاء سمجھتا رہا ہوں اس لئے کسی کی کیا شکائت اور کیا شکوہ۔

اس وقت میں ناظرین اور سرپرستان الحکم کو خوشخبری سناتا ہوں کہ وہ ابتلا کے بادل جو الحکم پر منڈلا رہے تھے اور جو اس کو دبائے ہوئے تھے خدا ہی کے فضل سے کسی انسانی تجویز اور تحریک سے پھٹنے شروع ہو گئے ہیں اور الحکم جو آٹھ ہزار کے قریب بوجھ میں دبا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے ایک ہی ساعت میں اسے

چار ہزار سے زیادہ

کے نیچے سے نکال کر باہر کھڑا کر دیا ہے وللہ الحمد

یہ اس کا فضل ہے یہ اس کی رحمانیت کا تقاضا ہے۔ میرے لئے اور الحکم کے بہی خواہوں کے لئے یہ خاص خوشی کا موقعہ اور شکریہ کا مقام ہے۔ میں تو اسے ایک اعجاز نشان سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جس مقصد کے لئے دو سال سے انسانی کوششیں عاجز تھیں اور جن تجاویز کے لئے پوری سعی کی گئی اور ہر ایک جائز اثر کام میں لایا گیا اور ناکامی ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے اسے ایک آن میں کر دکھلایا۔

میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ اگرچہ الحکم زیر بار ہے مگر وجود ایسا تھا

کہ اس کے اس کے کارخانہ میں اتنی مالیت کا سامان ہے کہ وہ اس زیر باری کے دور کرنے کے مناسب ہے۔ ہاں ضرورت اس امر کی تھی۔ کہ وہ لوگ جو جانتے ہیں کہ الحکم ہی وہ پرچہ ہے جس نے سب سے اول ایسے وقت میں قوم کی خدمت کے لئے قدم اٹھایا کہ بجز اس کے کہ ہر طرف سے لعنت ملامت اور سب و شتم ہوا اور کچھ حاصل نہ تھا۔ اس کی مدد کریں۔ اس وقت قوم کی تعداد سینکڑوں کے اندر محدود اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوی مہدویت کا آغاز اور سلسلہ کی ابتدائی مشکلات کا سامنا۔ اخباری مذاق اور پھر مذہبی اخبار بینی کا مذاق علی العموم مفقود۔ دوستوں نے اس کے نوجوان اور ناتجربہ کار ایڈیٹر کو مالک کو دھمکایا اور ڈرایا کہ یہ اخبار کامیاب نہ ہو گا۔ مگر مولیٰ کریم نے دکھا دیا کہ ہر انسانی منصوبہ اور رائے ٹھکانے پر نہیں بیٹھتی۔

پھر جن مشکلات میں سے نکل کر وہ آگے بڑھا وہ تاریخ دلگداز ہے۔ آج خدا تعالیٰ کے فضل سے قوم میں اخبار کا مذاق پیدا ہو چکا ہے۔ متعدد اخبار جاری ہو چکے ہیں۔ آج کسی اخبار کا کامیاب ہو جانا سہل ہے۔ جبکہ قوم اخبار کو اپنے ستہ ضروریہ میں داخل کر چکی ہے۔ یہ وقت الحکم کے شباب کا تھا مگر اس کی حالت بھی ان آفتوں کا نشانہ ہو گئی جو شباب کے حسب حال ہیں اور

پنہاں تھا دام سخت قریب آشیان کے
اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

یکایک الحکم مالی مشکلات کے نیچے آ گیا اور ان مشکلات کے بوجھ نے اس کی کمر کو توڑ دیا۔ یہ وقت تھا کہ وہ لوگ جو خدا کی دی ہوئی دولت کا حصہ رکھتے تھے اس کیلئے اپنا ہاتھ بڑھاتے۔ اور اس بات کی پرواہ نہ کرتے کہ کیوں

ایڈیٹر ان کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا

انہوں نے اپنا فرض ادا کرنا تھا نہ کہ ایڈیٹر کے دست سوال کا ملاحظہ وہ جانتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

اس کو اپنا بازو کہا تھا

کیا انہیں یہ شرم نہ آتی تھی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کٹا ہوا بازو دیکھیں کیا اس کی خدمات کا یہی صلہ تھا۔ کہ وہ مصیبت

میں اس کے کام نہ آتے ؟ نہیں معلوم تھا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے الحکم کے ذریعہ اس پیشگوئی کو بھی پورا کیا تھا جو مقدمات کے خاتمہ کے متعلق حضرت نے شائع کی تھی - اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنی غریب نوازی اور پردہ پوشی سے الحکم کو

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

میں داخل کیا تھا۔

باوجود اس کی خدمات کے باوجود اس کی عظمت کے بہت تھوڑے دلوں میں حرکت ہوئی اور وہ دل وہ تھے - جو غریب تھے - جن کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا - ہاں ایک بات تھی اور

وہ نقد دعا تھا

ان دعاؤں ہی نے اپنا اثر کیا اور آج میں اس قابل ہوں کہ خوشخبری سناؤں کہ چار ہزار اس میں سے کم ہو گیا - ابھی الحکم چار ہزار کا اور زیر بار ہے اور اس میں ایک ہزار روپیہ وہ بھی داخل ہے - جو الحکم کی بابجائی کے لئے ضروری ہے - میرے دوستو خدا تعالیٰ کے کام رکا نہیں کرتے - وہ جس کام کو چاہتا ہے وہ کسی نہ کسی طرح ہو کر رہتا ہے میری امیدیں اور میرا ایمان اس واقعہ سے بہت بڑھ گیا ہے جس نے یہ فضل کیا وہ باقی کے لئے کیوں نہ کریگا باوجود اس حالت کے کہ الحکم بے ترتیب شائع ہوا کیا اس کی قبولیت میں فرق نہیں آیا - میں نے بعض اوقات چاہا کہ اسے بند کر دوں مگر مسیح موعودؑ کے جانشین اور خلیفہ نے مجھ سے تین مرتبہ عہد لیا کہ میں اسے بند نہیں کرونگا - یہ عہد بتاتا ہے کہ منشاء الٰہی ہے کہ

خادم سلسلہ الحکم زندہ رہے

پس اے سننے والو سن لو! الحکم خدا تعالیٰ کے دین کا خادم ہے اس کے ایڈیٹر کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس خدمت کے قابل دل و دماغ عطا فرمایا ہے اور میں اس ربانی عطیہ پر ناز کرتا ہوں کہ میرے آقا اور مطاع حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے عموماً

الحکم کی ایڈیٹوریل خصوصیت کو سراہا ہے

اور قوم کے سربرآوردہ اور ممتاز لوگ سمجھتے ہیں کہ الحکم نے خاص خدمات کی ہیں حتی المخالفین تک اعتراف کر چکے ہیں کہ وہ کس محنت سے لکھا جاتا رہا ہے جب لکھا گیا ہے - اب تک بھی الحکم کے ناظرین اور خریدار

پانچ روپیہ سالانہ دیکر سال میں ایک مضمون پڑھ لینا بھی غنیمت سمجھتے ہیں یہ کہ لئے یہ جائے فخر اور شکریہ کا مقام ہے اور یہ محض ربانی فضل ہے - میری قابلیت و استعداد نہیں بلکہ سلسلہ حقہ کی خدمت کے طفیل مجھے یہ فضل دیا گیا ہے

ان حالات کے اندر کیا تم پسند کرتے ہو کہ وہ قلم جو خدمت کرنے کا اہل ہے محض اس وجہ سے رکا رہے - کہ

الحکم مالی زیر باری کے نیچے ہے - تمہاری غیرت اور حمیت کا تقاضا ہونا چاہئے تھا کہ تم خود بلا کسی تحریک کے اس کمی کو پورا کر دیتے اور مجھے خبر بھی نہ ہوتی مگر تم نے واقف ہو کر بے پرواہی کی اس کا جواب تم اللہ کے حضور دوگے۔

یہ یاد رکھو کہ الحکم ان مشکلات سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے نکل جاویگا لیکن تم پر یہ حجت رہ جائیگی - آنیوالی نسلیں الحکم کے پچھلے فائلوں کو پڑھیں گی اور اس کے کارناموں کو دیکھیں گی پھر جب وہ ان مشکلات کے سالوں کے اندر سے گذریں گی تو تمہاری سرد مہری پر افسوس کئے بغیر نہ رہیں گی - اس زمانہ میں قلم کا ہتیار تمہیں دیا گیا تھا اور ضرورت تھی کہ تم کپڑے بیچ کر بھی اس ہتیار کی قدر کرتے - مگر تم خود سوچو کہ الحکم کے ساتھ تم نے کیا کیا ہے ؟

میں پھر تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اپنے اس خادم کی خبر لو میں یہ تحریک بھی نہ کرتا - مگر اس تحریک کا محرک دراصل وہ مبارک وجود ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی پاک وحی میں اولوالعزم کہا جس کو فضل عمر کہا اور اس کے عجیب عجیب نام رکھے جو ہمارے لئے برکت اور فضل ہے یعنی صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد۔

اُنھوں نے الحکم کی ضرورتوں اور مشکلات سے متاثر ہو کر

دس روپیہ مجھے بھیجے ہیں

اور یہ تحریک کی ہے کہ میں تحریک کروں میں اس دس روپیہ کی رقم کو دس کروڑ سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں اس لئے کہ یہ اس ہاتھ سے ملے ہیں جو آیۃ اللہ ہے یہ اس دل سے نکلی ہوئی تحریک ہے جو مظہر انوار سماوی ہے - خدا کے فضل سے یہ ضرور بابرکت ہوگی اور نتیجہ خیز

پس میں احباب اور سرپرستان الحکم میں سے چار سو ایسے احباب کو بلاتا ہوں جو حضرت صاحبزادہ صاحب کی اس مبارک سنت کی تقلید کریں اور الحکم کی مشکلات میں اس کے ناصر ہوں بعض ایسے احباب ہیں جو اکیلے سو سو روپیہ دے سکتے ہیں - الحکم کے خریداروں میں سے چار سو ایسے آدمیوں کا نکالنا کچھ بھی مشکل نہیں اور یہ رقوم کم از کم ڈسمبر ۱۹۱۱ء تک آ جانی چاہئیں تا کہ جنوری ۱۹۱۲ء سے خدا تعالیٰ چاہے تو الحکم پہلی ہی شان سے نکل سکے

میں سخت ناشکر گذار رہونگا اگر میں اُن غریب بھائیوں کا خصوصاً شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اس زمانہ مشکلات میں میرے ساتھ نہیں نہیں اپنے پیارے الحکم کے ساتھ خاص ہمدردی کا ثبوت دیا - برادرم ہاشم علی صاحب فدائے سلسلہ کا ذکر تو بارہا کیا گیا ہے سید نذیر حسین ساکن گٹھالیاں نے خصوصیت سے الحکم کی امداد کے لئے کوشش کی - اور ایک نہایت قلیل تنخواہ کے مدرس منشی قائم علی صاحب نے مستقل طور پر الحکم کے قرضہ کی ادائیگی کیلئے مدد دینے کا اظہار کیا - میں نے ایسے دوستوں کے متعلق آج تک الحکم میں لکھنا ضروری نہیں سمجھا تھا مگر اب جبکہ یہ تحریک کی جاتی ہے تو میں سچے دل سے ان کی ہمدردیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنے ارادوں میں کامیاب کرے (آمین)

• بالآخر یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ چار سو آدمی جو الحکم کے بقا اور احیا کو ضروری سمجھتے ہیں اس وقت ہمت کریں - جو اس سے زیادہ دے سکتے ہیں دیں الحکم کے بقا کے لئے ایک اور تجویز بھی ایک پاک دل کے سامنے ہے اس قسم کی تحریکوں کا پیدا ہو جانا ہی میں سمجھتا ہوں کہ مبارک فال ہے۔

میں نے اس مضمون کے لکھنے سے پہلے دیوان حافظ کو کھولا تو اس میں سے یہ شعر نکلا جو اوپر درج ہے ؎

بہر کمند کہ خواہی بگیر و بازم بند ۔۔۔ بشرط آنکہ ز کارم نظر نگیری باز

سب سے آخر میں الحکم ہی کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے حضور عرض کرتا ہوں کیونکہ ایڈیٹر کا سب سے بڑا ذریعہ خط و کتابت و عرض حال اس کا اخبار ہی ہوتا ہے - کہ

میرے آقا! تیرا یہ خادم کیسا ہی نابکار ہو مگر آخر تیرا ہے لڑکے کی لاج ہوتی ہے تیری خواہش ہے کہ قادیان سے کوئی کام شروع ہو کر بند نہ ہو - الحکم کے زور قلم اور اس کی قوت استدلال نے تیرے پاک دل میں اپنے لئے جگہ حاصل کی ہوئی ہے - تیرے طیب مال نے الحکم کی سرپرستی سے مضائقہ نہیں کیا - اگر اس کی کمزوریوں نے تیرے شفاف دل پر کبھی اثر پیدا کرنا چاہا ہے تو الحکم کی خصوصیتوں نے اسے تیرے رحم سے نیچے فوراً محو کر دیا - یہ وقت اس کے لئے خاص امتحان کا ہے ایک حصہ سے وہ نکل گیا ہے دوسرا پر چڑھا باقی ہے اپنی نیم شبی دعاؤں سے اس کی مدد فرما تیری دعائیں ان ... جو ابھی اس پر منڈلا رہے ہیں دور کرنے کا اثر رکھتی ہیں! میں اس ... نہیں سمجھتا بلکہ فخر رکھتا ہوں کہ یہ عرض کروں کہ دعاؤں کے ساتھ اپنے پاک ...

انصار اللہ

میں کل انصار اللہ کو رسالہ تشحیذ الاذہان کے ذریعہ اطلاع دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کام باقاعدہ ہو رہا ہے اور ایک کثیر تعداد انصار کی غیر معمولی جوش کے ساتھ اپنا کام کر رہی ہے اور بہت سی جگہوں پر خاص کامیابی ہوئی ہے اور قریباً پچاس کے آدمی جماعت میں داخل ہوئے ہیں اور آجکل تو کثرت کے ساتھ انصار کی رپورٹوں سے خوشخبری کی بو آتی ہے۔ میں آپ سے آپ لوگوں کی کامیابی کیلئے خاص طور سے دعا میں مشغول ہوں اور دیکھتا ہوں کہ قبولیت کے آثار ہویدا ہو رہے ہیں۔ اور وہ رکاوٹیں جو پہلے پیش آتی تھیں۔ خود بخود اٹھ رہی ہیں اور غفلت کے پردہ چاک ہو رہے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ تو عنقریب انصار کی طرف سے ایک بڑی فہرست ان اسمار کی شائع کی جائیگی۔ جو ان کی کوششوں سے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

مگر باوجود اس خوشخبری کے میں افسوس کرتا ہوں کہ ابھی آپ لوگوں میں سے ایک اچھی خاصی تعداد اپنے کام سے ناواقف ہے اور سمجھتی ہے کہ ہمارے بدلہ ہمارے بھائی کام کر رہے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو سچ سچ بتاتا ہوں۔ کہ کسی کی قبر میں کوئی دوسرا نہیں جاتا۔ اور ہر ایک شخص اسی کام سے نفع کا امیدوار ہو سکتا ہے۔ جو اس کے ہاتھوں نے کیا۔ پس ہوشیار ہو جاؤ۔ اور ان وعدوں کو یاد کرو۔ جو آپ لوگوں نے اپنے مولیٰ سے جماعت انصار سے داخل ہوتے وقت کئے کیا کسی کی جرأت ہے کہ وہ اپنے ضلع کے حاکم سے ایک بات کہکر مکر جائے۔ اگر نہیں تو پھر قادر مطلق خدا جس کی بادشاہت سے کوئی نہیں بھاگ سکتا۔ ان کے وعدوں کو توڑ کر کون نفع حاصل کر سکتا ہے۔ اپنی ذمہ واریوں سے واقف ہو۔ کہ ناواقف انسان ٹھوکر کھاتا ہے۔ آپس میں محبت اور اتفاق کے رسہ کو مضبوط پکڑ و تا خدا سے بڑے بڑے انعام کے مستحق بنو۔ تمام احمدی جماعت کی بہتری اور اس کے شیرازہ کے مضبوط باندھنے میں کوشش کرو اور اگر کسی جگہ پر جھگڑا اور فساد ہو۔ تو اس کے دور کرنے کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور اپنے پورے زور سے اسے دفع کرو۔ سلسلہ احمدیہ خدا کا بنایا ہوا ہے تم اس کے خادم بنو۔ اور ہر ایک احمدی بہتری کا خیال رکھو۔ تا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بہتری کا خیال کرے میں سنتا ہوں کہ لوگ آپ لوگوں پر ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کیا بدعت ایجاد ہوئی ہے۔ گھبراؤ نہیں کیونکہ جب تک مخالفت نہ ہو۔ کوئی کام ترقی نہیں پاتا۔ وہ لوگ خود کام نہیں کر سکتے۔ دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ اس جماعت کی دیکھا دیکھی اور کئی جماعتیں انہی اغراض کے پورا کرنے کے لئے بنتیں۔ مگر وہ الٹا تم کو بھی کام کرنے سے روکتے ہیں۔ پس خدا پر بھروسہ رکھو اور حضرت خلیفۃ المسیح سے تعلق کو بڑھاؤ کیونکہ خدا جن کو اپنے کام کیلئے چنتا ہے۔ ان کے کلام میں برکت دیتا ہے۔ تم علوم کس وقت کی دعا تمہارے لئے تیر بہدف ہو جائے۔ اکثر انصار رپورٹ بھیجنے میں سست ہیں۔ اس سستی کو دور کرنا چاہیئے۔ جہاں جہاں کسی انصار کے ذریعہ سے کوئی شخص جماعت میں داخل ہو۔ وہ فوراً مجھے اطلاع دیں۔ ارادہ ہے کہ ایسے آدمیوں کے ناموں کا ایک رجسٹر رکھا جائے۔ تاکہ دوسروں کے لئے تحریص کا موجب ہو۔ والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

وَاَمَّا بِاَنْفُسِہِمْ

قوم اپنی حالت بدلے

از منیجر الحکم قادیان ضلع گورداسپور

شرح قیمت جو ہر پیشگی لی جائیگی

عوام سے ... ... صہ

خواص سے ... ... عہ

ہندوستان سے باہر ... ... تے

غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے ۳/ ۱۲

جلد ... نمبر ۳۶

۱۴ نومبر ۱۹۱۱ء

قادیان دارالامان

الحکم

ایڈیٹر:۔ شیخ یعقوب علی تراب احمدی

دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

چہ گویم با تو کر آلی چہ در قادیاں بینی

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے شائع ہوتا ہے!

مطبع انوار احمدیہ قادیان دارالامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک ایڈیٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا

ایک ضروری اعلان

میرے دوستو! میں درد دل سے یہ اعلان شائع کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کہ تمہاری بھلائی کے لئے کرتا ہوں۔ میرے دل کو بہت دُکھ پہنچتا ہے۔ جب میں دیکھتا ہوں کہ تم میں بہت سے ایسے ہیں۔ جو اپنے اس فرض سے غافل ہو کر نمی بحثوں اور لغو جھگڑوں میں اپنے اوقات کو ضائع کرتے ہیں۔ کیا تم اس بات سے واقف نہیں ہو۔ کہ کس غرض کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو دُنیا میں قائم کیا ہے۔ یاد رکھو کہ جن بحثوں اور جھگڑوں کو تم تازہ کرنا چاہتے ہو۔ اُنہی کے لئے یہ سلسلہ قائم ہوا ہے۔ پس اگر تم اس سچی راہ پر قدم نہ مارو گے۔ جو تمہیں دکھائی گئی ہے۔ اور جس کی حجت بھی تم پر پوری ہو چکی ہے۔ تو خدا کو بھی تمہاری کوئی پرواہ نہیں مایعبؤ بکم ربی لولا دعاؤکم۔ تم وہ لوگ ہو۔ جو ایک دفعہ نہیں دو دفعہ یہ معاہدہ اللہ تعالیٰ کے حضور کر چکے ہو۔ کہ ہم دین کو دُنیا پر مقدم کرینگے اور خوب سمجھ لو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے عہد کرکے توڑتا ہے وہ سخت قابل مواخذہ ہے۔

یہ بھی یاد رکھو۔ کہ ایمان بغیر ایمان صالحہ کے کچھ چیز نہیں بہت سے لوگ بھولتے ہیں۔ جو دعویٰ کرنے میں تو سب سے آگے قدم رکھتے ہیں مگر عمل کے وقت کچھ بھی نہیں۔ اگر تم کو یہ دعویٰ ہے۔ کہ تم مرزا صاحب پر ایمان لائے ہو۔ تو یہ دعویٰ کسی وقعت کے قابل نہیں۔ جب تک تم اپنے عمل سے اس دعویٰ کی سچائی کو ثابت کرکے نہ دکھاؤ۔ جب تک ان کاموں میں دلی جوش اور سچی ہمدردی سے حصّہ نہ لو۔ جو تمہیں کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ اور صدق دل سے ان احکام کے بجالانے میں ساعی نہ رہو۔ جو تم کو دیئے گئے ہیں۔ میں اپنے نفس کے لئے تم سے کچھ نہیں مانگتا ان اجری الا علی اللہ۔ بلکہ تمہاری بھلائی کے لئے تمہیں یہ نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تم چندوں میں سستی کو چھوڑ دو۔ میں تمہیں اس اشتہار کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں **آخری فیصلہ** قرار دیا ہے۔ جس میں آپ نے یہ تحریر فرمایا ہے

"یہ اشتہار کوئی معمولی تحریر نہیں۔ بلکہ اُن لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں۔ یہ آخری فیصلہ کرتا ہوں۔ مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میرا اُنہیں سے پیوند ہے یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں مگر بہتیرے ایسے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ سو ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ اس نئے انتظام کے بعد نئے سرے عہد کرکے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دیں۔ کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے۔ مگر چاہیئے کہ اس میں لاف گزاف نہ ہو۔ جیسا کہ پہلے بعض سے ظہور میں آیا۔ کہ اپنی زبان پر وہ قائم نہ رہ سکے۔ سو اُنہوں نے خدا کا گناہ کیا جو عہد کو توڑا۔ . . . . . . اس اشتہار کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے جواب کا انتظار کیا جائیگا۔ کہ وہ کیا کچھ ماہواری چندہ اس سلسلہ کی مدد کے لئے قبول کرتا ہے۔ اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا۔ تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائیگا۔ اور مشتہر کر دیا جائیگا۔ اور اگر کسی نے ماہواری چندہ کا عہد کرکے تین ماہ تک چندہ کے بھیجنے سے لاپرواہی کی۔ اس کا نام بھی کاٹ دیا جائیگا۔ اور اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز ہرگز نہیں رہیگا۔"

اب اس سے بڑھ کر میں تمہیں کیا کہہ سکتا ہوں۔ کہ جو لوگ چندہ نہیں دیتے یا چندہ دینے میں سستی اور کاہلی سے کام لیتے ہیں وہ خود ہی سوچ لیں کہ کہاں تک وہ احمدی ہیں۔ کسقدر افسوس کی بات ہے کہ دوسروں کا فتویٰ پوچھتے ہیں۔ اور اپنی حالتوں پر کچھ غور نہیں کرتے۔ بہت سے آدمی ہماری نگاہ میں ہیں۔ جنہیں بہت کچھ دعویٰ ہے۔ کہ ہم یہ ہیں اور یہ ہیں مگر وہ دیتے کچھ نہیں وہ خدا کے لئے سوچیں کہ آیا وہ حقیقی طور پر اس سلسلہ میں شامل بھی ہیں؟ خدا کو وہی لوگ پیارے ہیں جو اپنے ایمان کو اپنے اعمال سے پختہ کرتے ہیں۔ بعض ایسے مخلص بھی ہیں جو بہت غریب ہیں اور اپنے لئے کوئی سلسلہ معاش بھی نہیں رکھتے مگر ہاں جب اُن کو کچھ مل جاتا ہے تو وہ چندہ میں دیتے ہیں جیسے یہاں حافظ معین الدین حضرت صاحب کے پُرانے خادم ہیں کوئی شخص یہ نہ خیال کرے کہ میں بہت نہیں دے سکتا۔ جس حد تک کوئی شخص استطاعت رکھتا ہے اُسی حد تک ادا کرے مگر یہ ضروری ہے کہ مقررہ چندہ کی ادائیگی کو اپنے اوپر قرض کرلے اور وقت مقرر پر اس کی ادائیگی میں غفلت نہ کرے۔ تمہارے مالوں کے اللہ کی راہ میں خرچ ہونے سے تم ہی کو فائدہ ہوگا۔ بہت سے ہیں جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ ہم نے دین کو دُنیا پر مقدم کیا ہے۔ مگر دین کے لئے کچھ مانگا جائے تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں۔ حالانکہ دُنیا کے لئے اگر خرچ کرنے کی ضرورت ہو۔ یا محض نمود کے لئے بھی۔ تو اس بات سے کبھی پرہیز نہیں کرتے کہ قرض لیکر خرچ کر دیا بلکہ سود پر قرض لیکر بھی خرچ کرلیتے ہیں۔ وہ غور کریں کہ خدا کی راہ میں دینے کے لئے کیوں وہ ویسا جوش دکھا نہیں سکتے۔ جو دُنیا کے لئے خرچ کرنے میں دکھاتے ہیں۔ کیا اس سے ان کا دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا دعویٰ سچا ثابت ہوتا ہے یا جھوٹا۔

دیکھو میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم روپے کو اپنا معبود مت بناؤ۔ یہ تمہارے کسی کام نہیں آئیگا۔ جس نفس کے حظ کے لئے جس اہل و عیال کے لئے۔ جن دوستوں کے لئے تم ناجائز کماؤ گے یا خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے رُکو گے وہ تمہیں کبھی کوئی فائدہ نہ دیں گے اور اس طرح سے تمہارے دل کو کبھی اطمینان اور خوشی نصیب نہیں ہو سکتی بلکہ حرص کی جلن دن بدن ترقی کرتی چلی جاویگی۔ اور تمہارے ایمان کو بھی برباد کرکے چھوڑیگی۔

یہاں ایک لنگر خانہ ہے۔ جو ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو اپنے دُنیوی کاروبار سے فراغت کا وقت نکال کر یہاں علم دین سیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ یہ اس سلسلہ کی سب سے پہلی شاخ ہے۔ وہ بھی اس وقت قریباً دو ہزار روپے کا مقروض ہے۔ اگر سب احمدی اپنے اوپر حسب استطاعت ایک رقم مقرر کرکے اسے باقاعدہ ادا کریں تو اس کے اخراجات بآسانی چل سکتے ہیں۔ مگر بہت ہیں۔ جن کو باوجود بار بار کی تاکید کے اس طرف توجہ نہیں ہوتی۔ یا کوئی رقم مقرر کرکے وعدہ کرلیتے ہیں۔ تو پھر ادا نہیں کرتے۔ پھر ایک مدرسہ ہے۔ جس میں تمہارے بچوں کی دینی و دُنیوی تعلیم کا سامان کیا گیا ہے۔ اور اس زہریلی ہوا سے بچانے کی فکر اس میں کی جاتی ہے۔ جس نے بہت سی روحوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ ایک دوسرا مدرسہ ہے۔ جس میں صرف دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے استحکام کے لئے ابھی بہت سے روپے کی ضرورت ہے۔ اشاعت اسلام کا سلسلہ ہے۔ یتامیٰ اور مساکین کے لئے علٰحدہ ضرورت ہے۔ ایسے ہی اور کئی قسم کے ضروری کاروبار ہیں جن میں تم سب کو حصّہ لینا ضروری ہے۔ پھر ان کے ساتھ ہر ایک کام کے لئے عمارت کی ضرورت ہے۔ تمہیں ان اخراجات کا فکر کم از کم اتنا تو ہونا چاہیئے۔ جتنا اپنی ضروریات کا فکر رکھتے ہو۔

میں آخر میں پھر تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ہر قسم کی لغو بحثوں کو چھوڑ دو۔ ان سے نہ تمہارے دین کو فائدہ پہنچ سکتا ہے نہ دُنیا کو آپس میں تنازعات اور جھگڑوں کو چھوڑ دو۔ اور محبت اور رحم کا برتاؤ کرو۔ بڑے چھوٹوں کو اپنا بھائی سمجھیں اور ان کی تحقیر نہ کریں۔ چھوٹے بڑوں کا ادب کریں۔ چاہیئے کہ کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے۔ اور اگر ایک شخص زیادتی کرتا ہے تو دوسرا بجائے بالمقابل جواب دینے کے صبر سے کام لے۔ ان اغراض کے لئے جو سلسلہ کے اہم اغراض ہیں۔ چندہ دینے کو اپنے اوپر فرض کرلو۔ دُنیا کی حرص کو کم کرو۔ اور ہر ایک قسم کے ناجائز طریق حصول روپیہ کو سخت آگ سمجھو میں نے محض تمہاری خیر خواہی کے لئے اور تمہارے ساتھ ہمدردی کی وجہ سے یہ باتیں تم کو کہی ہیں۔ اگر تم ان باتوں کو مان لوگے۔ تو دُنیا و آخرت میں سکھ پاؤ گے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ!

نور الدین۔ ۷۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء

حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشادات

صحابہ کس سادگی میں زندگی بسر کرتے تھے

فرمایا۔ وہ کیا عجیب نظارہ ہوگا۔ کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے گھر میں گئے۔ آپ کے ساتھ بارہ صحابی تھے۔ ان میں سے ہر ایک سر سے ننگا تھا۔ کسی کے گلے میں کرتہ نہ تھا۔ کسی کے مونڈھے پر چادر نہ تھی اور کسی کے پاؤں میں جوتا نہ تھا۔ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آپ کے ساتھ چلے جاتے تھے۔ دیکھو صحابہ کس حالت میں اپنی زندگی بسر کرتے۔ اور اس وقت یہ پیشگوئیاں ہوتی تھیں۔ کہ ہم قیصر و کسریٰ کے فاتح ہوں گے۔

ایک شخص نے کہا کہ اس وقت عام طور پر غربت تھی اور سب لوگوں کا یہی حال ہوگا۔ فرمایا۔ نہیں۔ سب ایسے نہ تھے۔ ابوجہل کے اونٹ کی نکیل سونے کی تھی۔

قرض سے بچنے کا علاج

ایک شخص نے عرض کی کہ میں مبلغ پچیس ہزار روپے کا مقروض ہوں فرمایا۔ اس کے لئے تین علاج ہیں۔ (۱) استغفار کرو۔ (۲) فضولی چھوڑ دو۔ (۳) ایک پیسہ بھی ملے تو قرض خواہ کو دیدو۔

یقین

فرمایا۔ کوئی عقلمند جان بوجھ کر کوئیں میں نہیں گرتا آگ میں نہیں گھستا۔ بلکہ کوئی جانور بھی اپنے آپ کو پہاڑ سے نہیں گراتا۔ کیوں؟ اس واسطے کہ اُسے یقین ہے۔ کہ اگر میں ایسا کروں گا۔ تو تباہ ہو جاؤں گا۔ ہلاک ہو جاؤں گا۔ یہ یقین ہے۔ جو اُسے موت سے بچاتا ہے۔ اور دینی معاملات میں اسی یقین کی کمی ہے۔ جو لوگوں سے گناہوں کا ارتکاب کراتی ہے۔ دعویٰ تو ہے کہ ہم خدا۔ نبی۔ قرآن اور جزا اور سزا پر ایمان رکھتے ہیں لیکن یہ یقین اور ایمان اگر فی الواقع ہے۔ تو پھر کیوں دغا اور فریب عام ہے۔ یقین تو بدی سے روکتا ہے۔ کوئی بچہ اپنی ماں کے سوائے دوسری عورت کے پاس نہیں جاتا۔ پھر لوگ کیوں اپنے خدا کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس جاتے ہیں۔ اگر جزاء اور سزا پر ایمان اور یقین ہے۔ تو پھر احکام الٰہی کی خلاف ورزی کیوں ہے۔ یاد رکھو جتنی

یقین کی کمی ہے۔ اتنا ہی انسان بدی کا مرتکب ہوتا ہے۔ بھلے بنانے سے سیدھا ہی کیوں نہیں کہہ دیتے۔ کہ ہم نہیں مانتے۔

ستاری سے فایدہ اٹھاؤ
فرمایا۔ انسان بدی اور بدکاری کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس پر ستاری کرتا ہے۔ پردہ پوشی کرتا ہے۔ رحم کرتا ہے۔ انسان رات کو بدی کرتا ہے۔ صبح اس کے ماتھے پر لکھی ہوئی نہیں ہوتی۔ کیوں اس واسطے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے رحم سے فائدہ اٹھائے اور توبہ کرے اور آئندہ بدی سے پرہیز رکھے۔

بدی سے بچنے کا نسخہ
فرمایا۔ بدی سے بچنے کا یہ گر ہے کہ انسان علم الٰہی کا مراقبہ کرے۔ سوچے اور فکر کرے اور بار بار اس بات کو دل میں لائے اور اس پر اپنا یقین جمائے۔ کہ خدا علیم ہے۔ خبیر ہے۔ وہ مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ میرے ہر فعل کی اس کو خبر ہے۔ اس طرح ریاضت کرنے سے انسان بدی سے بچ جاتا ہے۔

بے فائدہ بحث
فرمایا بعض لوگ بیفائدہ بحثوں میں پڑتے ہیں مثلاً یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مومن تھے یا کافر تھے۔ یہ بیہودہ بحث ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دن کا زمانہ تھا۔ جبکہ سورج روشن تھا۔ آنحضرت سے قبل کا زمانہ رات کا زمانہ تھا۔ رات کے وقت میں جو لوگ ہوتے ہیں۔ ان پر کفر و اسلام کا فتویٰ کیا۔ وہ تو اندھیرے میں چلے گئے۔ وہ لوگ بڑے گنہگار ہوتے ہیں جو مصلح کا زمانہ پاتے ہیں اور پھر اس کا انکار کرتے ہیں۔ رات کو غفلت کا وقت ہوتا ہے۔ مگر جب جگانے والا آگیا۔ تو اس کے نہ ماننے والا ملزم ہوتا ہے۔

ایک روز درس قرآن کریم ختم کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں سمجھ دے! اللہ چاہے تو اپنے فضل سے تمہارے دل میں کوئی ایک بات بٹھا دے۔ اللہ کی کتاب کی قدر کرو۔ پھر سمجھو۔ اور عمل کرو۔

فرمایا بخل کے دور کرنے کا علاج یہ ہے کہ جب ایک پیسے کا بخل ہو۔ تو دو پیسے دینے چاہئیں۔ اور دو پیسے کا بخل ہو تو چار دینے چاہئیں۔ اس کا میں نے جوانی میں خوب تجربہ کیا ہے۔ اور بہت فائدہ اٹھایا ہے۔

سورۃ القصص کے آٹھویں رکوع کے درس کے بعد فرمایا کہ اس رکوع کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کسی کو کسی قسم کی عزت میسر ہو۔ تو اس کو مغرور ہو کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔ خدا تعالیٰ بڑا قادر ہے۔ اُسے دیر نہیں لگتی۔ اللہ سے ڈرو۔ اس سے خوف رکھا کرو۔ بدی کا نتیجہ کبھی نیک نہیں ہو سکتا۔ اور نیکی کا نتیجہ کبھی بُرا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نیکی کی توفیق دے۔ آمین!

فرمایا۔ جو لوگ اپنے کو جبریہ کہتے ہیں۔ وہ دل سے اس عقیدہ کو نہیں مانتے۔ کیونکہ وہ اپنے دنیاوی کاموں میں خوب خوب زور لگاتے ہیں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ نہیں جاتے۔ پھر دینی احکام کی بجا آوری میں جبر کے قائل ہیں حضرت مولانا روم نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

اشقیا در کارِ عقبےٰ جبری اند
اولیاء در کار دُنیا جبری اند

فرمایا ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور اُسے لذت نہیں ملتی تو اس کو سوچنا چاہئیے۔ کہ یہ بھی خدا کا فضل ہے کہ میں نے نماز تو پڑھ لی دوسرا اس سے اعلیٰ ہے۔ وہ نماز سمجھ کر پڑھتا ہے مگر دنیاوی خیالات نماز میں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ تو اس کو بھی خوش ہونا چاہئیے کہ سمجھ کر تو نماز پڑھنی نصیب ہوئی۔ تیسرا لذت وہی پاتا ہے اس کو بھی خوش ہونا چاہئیے۔ اسی طرح انسان ترقی کر سکتا ہے۔ شکر کرنے سے بھی ترقی ہوتی ہے۔ اگر پہلے ہی نماز کو اس خیال سے کہ لذت نہیں ملتی۔ کوئی چھوڑ دے۔ تو وہ کیا ترقی کریگا۔

ایک مبشر کشف
فرمایا۔ ایک دفعہ مجھے رؤیا ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی کمر پر اس طرح اٹھا رکھا ہے۔ جس طرح چھوٹے بچوں کو لنک بناتے ہوئے اٹھاتے ہیں پھر میرے کان میں کہا تو ہم کو محبوب ہے۔

کھجور
فرمایا۔ حدیث میں آیا ہے کہ کھجور مومن کی پھوپھی ہے۔ آج کل بعض آریاؤں نے مذاق اڑایا ہے۔ لیکن ان کو اس کی وجہ معلوم نہیں۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے۔ کہ کھجور کا درخت آدم کی بقیہ مٹی سے بنا ہے۔ ہر چیز جب بنائی جاتی ہے۔ تو اُس کا کچھ بقیہ رہ جاتا ہے۔ جو زیادہ ضروری اور کار آمد نہیں ہوتا۔ لیکن اُسی کا جزو ضرور ہوتا ہے۔ کھجور ہی ایک ایسا درخت ہے۔ جس کا کوئی جزو بھی خراب اور بے مطلب نہیں ہوتا۔ اس پر حوادث بھی کم اثر کرتے ہیں۔ مومن کو بھی ایسا ہی بننا چاہئیے۔

حمد
فرمایا۔ حمد کا لفظ قرآن شریف میں بھی آیا ہے اور حدیث میں بھی۔ لیکن ثنا کا لفظ قرآن شریف میں کہیں نہیں آیا البتہ حدیث میں آیا ہے۔

اور یہ غلط ہے کہ حمد کا لفظ صرف خدا کے لئے مخصوص ہے اور اوروں کے لئے جائز نہیں۔ دیکھو۔ خود نام محمدؐ ہی اس بات کو ثابت کر رہا ہے۔ کہ حمد کا لفظ اوروں کے واسطے آ سکتا ہے۔ محمدؐ کے معنی ہیں حمد کیا گیا۔ ایسا ہی مقام محمود۔ جگہ حمد کی گئی۔ غرضکہ قرآن شریف محمد رسول اللہ اور مقام محمود دو جگہ اس بات کے ثبوت میں کافی ہیں۔ کہ حمد کا لفظ غیر خدا پر بھی استعمال ہوا ہے۔

احادیث بخاری
فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک سے لے کر پانچسو برس تک مدینہ منورہ میں کوئی داعی بدعت نہیں ہوا۔ اسی لئے امام بخاری علیہ الرحمۃ کی عادت ہے۔ کہ مدینہ والوں کی روایات کو مقدم سمجھتے ہیں۔ امام بخاری بدعتیوں میں سے خارجیوں کی روایات کو تو لے لیتے ہیں۔ لیکن رافضیوں کی روائیت کو شاذ ہی لیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خارجیوں کے ہاں جھوٹ کفر ہے اور شیعوں کے ہاں تقیہ کے رنگ میں جھوٹ بولنا جائز ہے۔ اسی طرح امام بخاری اُن روایات کو شیعوں اور خارجیوں سے ہرگز نہیں لیتے۔ جو اُن کے مذہب سے مخصوص ہوں۔

غربا چھپے رہے
فرمایا۔ دین جسقدر اولیاء اللہ کے ذریعہ سے پھیلا ہے۔ اس قدر بادشاہوں کے ذریعہ سے نہیں پھیلا۔ اگر کوئی کہے کہ عالمگیر بادشاہ نے دین کی خدمت کی۔ تو اس سے پوچھا جائے۔ کہ گولکنڈہ میں کون تھا۔ جس کے ساتھ عالمگیر کے جنگ ہوتے تھے۔ وہ ایک سید تھا۔ تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا کہ ایک آدمی بھی عالمگیر کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہو۔ جب کبھی دینی کام ہوئے۔ غرباء سے ہی ہوئے۔

عربی لٹریچر
فرمایا۔ ہم نے جرمن کے پروفیسروں سے دریافت کیا۔ کہ وہ کون کون سی کتابیں ہیں جن کے پڑھنے سے عربی زبان بہت اعلیٰ درجہ کی آجائے۔ انہوں نے بالاتفاق مفصلہ ذیل کتابوں کا نام لکھوایا۔

قرآن شریف۔ بخاری۔ مسلم۔ آثار کی کتابیں۔ امام شافعی کی کتاب اُم۔ احیاء العلوم۔ جاحظ کی کل کتابیں۔ مبرد کی کتاب کامل۔ عقد الفرید۔ سیرۃ ابن ہشام۔ تاریخ طبری۔ فتوح البلدان تقویم البلدان۔ مقدمہ ابن خلدون۔ شفا۔ رحلہ ابن بطوطہ۔ الف لیلہ۔ کلیلہ دمنہ۔ سبع معلقہ۔ حماسہ آغانی۔ دیوان حریر ابن ربیعہ۔ سقط الزند۔ قانون بوعلی سینا۔ سیرۃ المختار۔

فرمایا۔ ہم نے ان پر یہ کتابیں بڑھائی ہیں۔ مدونہ۔ مبسوط مغنی۔ محلی شیخ ابن تیمیہ۔ ابن قیم۔ تفسیر کبیر۔ امام غزالی کی کل تصانیف۔

بخاری
فرمایا۔ نوے ہزار آدمیوں نے بخاری صاحب سے کتاب بخاری سُنی ہے۔

استاد ہوں تو ایسے
فرمایا۔ قبولیت دعا کے بھی عجیب عجیب رنگ ہیں میرے ایک استاد تھے۔ جن کا نام حکیم علی حسین صاحب۔ میں ایک دفعہ انہیں ملنے گیا۔ اس وقت میری ماہوار آمدنی ایک ہزار روپے تھی۔ مگر جیسی میری عادت ہے۔ میرا لباس سادہ تھا۔ بلکہ کچھ میلا بھی تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ گھبرائے اور کہنے لگے کہ میں جو خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگا کرتا ہوں۔ اُن کی قبولیت کے نشان میں ایک یہ دعا بھی مانگا کرتا ہوں۔ کہ میرا کوئی شاگرد ذلیل نہ ہو۔ اور اس کی آمدنی ہزار روپے سے کم نہ ہو۔ تمہاری کیا حالت ہے۔ تب میں نے اپنی اصلی حالت کا اظہار کیا۔ تب ان کی تسلی ہوئی۔

موقع سے یوں فائدہ اٹھاتے ہیں
فرمایا۔ جب ہم حج پر گئے تو ہم نے ایک روائت سُنی ہوئی تھی۔ کہ کعبہ میں جو شخص دعا مانگے ایک دعا اُس کی ضرور قبول ہوتی ہے یہ روائت تو کوئی چنداں قوی نہیں۔ تاہم جب وہ دعا مانگنے لگے تو ہم نے یہ مانگا کہ یا الٰہی! میں جب مضطر ہو کر کوئی دعا تجھ سے مانگوں۔ تو اُس کو قبول کر لینا۔

ایسا سوال ناجائز
فرمایا۔ ایک شخص نے ہم سے سوال کیا۔ کہ بتلاؤ۔ خدا کی شکل کیا ہے اور اس کی رنگت کیا ہے۔ میں نے کہا اچھا! پہلے تم یہ بتلاؤ۔ کہ تمہاری آواز کی کیا شکل ہے۔ اور تمہاری قوت ذائقہ کی کیا صورت ہے۔ اور تمہاری بینائی کی کیا رنگت ہے۔ اُس نے کہا یہ تو ہم نہیں بتلا سکتے۔ لیکن ان چیزوں کا کم از کم مقام تو معین ہے۔ میں نے کہا اچھا بتلاؤ۔ تمہاری قوت واہمہ جو ذرا سی دیر میں سارا جہان گھوم آتی ہے۔ اُس کی کونسی جگہ مقرر ہے۔ اور زمانہ کی کونسی جگہ مقرر ہے۔ پس جبکہ ہم ایسی بہت سی مخلوق کو جانتے ہیں جس کی کوئی جگہ مقرر نہیں کر سکتے۔ پھر جب مخلوق میں ایسی مثالیں موجود ہیں۔ تو خدا تو پھر خدا ہے۔ ایک سیکنڈ کا لاکھواں حصہ بھی سارے جہان کو اپنی بغل میں لئے بیٹھا ہے۔ زمانہ موجود ہے۔ مگر اس کی کوئی شکل نہیں۔ اور نہ اُس کا کوئی مکان مقرر ہے۔ تو خدا تعالیٰ کے متعلق ایسا سوال کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

مومن
فرمایا۔ مومن وہ ہوتا ہے۔ جو دوسرے مومن کے لئے موجب راحت ہو۔

نیازمندی فرمایا نیازمندی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک خادمانہ ہوتی ہے۔ دوسری عاشقانہ ہوتی ہے۔ خادمانہ نیازمندی یہ ہے۔ کہ جیسے بادشاہ کے دربار میں انسان عمدہ لباس پہن کر قواعد کے مطابق وضعداری کے ساتھ حاضر ہوتا ہے۔ اس کی مثال مومن کی نماز اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہے۔ دوسری نیازمندی قواعد سے آزاد عاشقانہ رنگ میں ہوتی ہے۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رونے اور رنج کے ساتھ ہے۔

عمل تسخیر فرمایا۔ جموں میں ایک مولوی صاحب میرے پاس آیا کرتے تھے۔ ایک دن کہنے لگے۔ آپ کو تسخیر کا علم ضرور آتا ہے مجھے بھی سکھلاؤ۔ میں نے کہا۔ وہ عمل یہ ہے کہ جب گھر سے نکلا کرو۔ تو یہ پڑھا کرو۔ بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ۔ کہنے لگا۔ یہ تو میں جانتا ہی ہوں کوئی نئی بات بتلاؤ۔

یار کا خیال ہو تو پھر اوروں پر نظر کہاں فرمایا۔ ہمارے ملک میں ہیر اور رانجھا کا قصہ مشہور ہے۔ دو عاشق تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مولوی صاحب نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ ہیر ان کے آگے سے گذر گئی۔ نماز سے فراغت کے بعد جب ہیر انہیں ملی تو انہوں نے شکوہ کیا۔ کہ دیکھ میں نماز پڑھتا تھا۔ تو میرے آگے سے گذری یہ گناہ ہے۔ اس نے کہا اس وقت میں اپنے یار کے خیال میں بے خبر جا رہی تھی۔ میں نے نہ آپ کو دیکھا ہے نہ آپ کی نماز کو۔ اور تعجب ہے کہ آپ تو نماز میں تھے۔ چاہئے تھا۔ کہ آپ کو اپنے خدا کا دھیان رہتا۔ میں کس طرح آپ کو نظر آ گئی۔ مولوی صاحب بہت شرمندہ ہوئے۔

الہامات رحمانی اور شیطانی فرمایا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی الہامات ہوتے ہیں اور شیطان اور نفس امارہ کی طرف سے بھی الہامات ہوتے ہیں۔ رحمانی اور شیطانی الہاموں میں فرق یہ ہے:۔

(۱) خدا کے الہام کے ساتھ ایک سرور ہوتا ہے اور شوکت ہوتی ہے جو شیطانی الہامات میں نہیں ہوتی۔
(۲) خدا تعالیٰ کے الہامات کی عظیم الشان تائید ہوتی ہے۔
(۳) رحمانی الہام کے ساتھ اس کی سچائی کا کوئی نشان بھی ہوتا ہے۔
(۴) رحمانی الہامات کے ساتھ فرشتوں کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور وہ فرشتے رسولوں کو نظر بھی آتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ فلاں سورۃ آئی تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ تھے مگر یہ حالت بڑے عظیم الشان لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے۔

یا رسول اللہ فرمایا۔ یا رسول کر کے پکارنا جائز نہیں ہے۔ شاعر حالت شعر اور حالت وجد میں کہا جائے۔ تو اور بات ہے۔ ایہا النبی منصوص ہے اور عبادت میں ہے۔ لکھا ہے کہ عبادت میں قیاس جائز نہیں۔ لہذا اس پر قیاس کر کے یا رسول اللہ نہیں کہا جا سکتا۔

خلیفہ فرمایا۔ خدا جسے چاہتا ہے۔ خلیفہ بناتا ہے۔ خدا کی مرضی سے خلافت ہوئی۔ خدا خود بناتا ہے۔ سورہ نور میں لکھا ہے۔ کہ خدا خود خلیفہ بناتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر خطبہ پڑھا۔ تو بعد میں خلیفہ ہوئے۔ خلافتیں قرآن شریف میں چار آئی ہیں:۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ۔
(۲) حضرت داؤدؑ کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کہا۔
(۳) سورۂ نور میں خلفائے راشدین کا وعدہ ہے۔
(۴) سارے جہان کو خلیفہ کہا۔ ثم جعلناکم خلئف فی الارض

مریض دل فرمایا۔ جس آدمی میں قوت فیصلہ اور تاب مقابلہ نہ ہو سمجھو۔ کہ اس کا دل مریض ہے۔

صحابہؓ کس طرح فتح پاتے تھے فرمایا۔ صحابہ کرامؓ نے مفصلہ ذیل قواعد پر عمل کر کے فتوحات حاصل کیں۔ (۱) خشوع فی الصلوٰۃ۔ مومن خاشع وہ ہے۔ جسے اپنی قوت اپنے علم اپنے جتھے کسی کا گھمنڈ نہ ہو۔ اس زمین کی طرح ہو۔ جو پانی کی محتاج اور اس کے اثرات قبول کرنے کے لئے بالکل تیار ہو۔ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ۔ (۲) اعراض عن اللغو۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ (۳) زکوٰۃ۔ اپنے مال۔ قویٰ کا حصہ اللہ کے نام پر دینا۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ (۴) حفظ فروج۔ اپنے سوراخوں کی حفاظت۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ (۵) امانت و عہد کا لحاظ کرنا۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ (۶) محافظت صلوٰۃ۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۔

وعدہ و وعید دونو ٹل سکتے ہیں؟ سورۂ مومنون میں جب ہم یہ آیات پڑھتے ہیں قل رب اما ترینی ما یوعدون رب فلا تجعلنی فی القوم الظلمین و انا علیٰ ان نریک ما نعدھم لقادرون۔ تو یہ دو باتیں کھلتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ کی ذات کسقدر غنا میں پڑی ہوئی ہے۔ کہ وہ انبیاء جن کے مبارک وجود کی خاطر بعض اوقات تمام ملک کو بھی غرق کر دیتا ہے۔ اس کے حضور گڑگڑانے کے محتاج ہیں۔ اور دعا کی احتیاج سے خالی نہیں۔ اب دیکھئے۔ حضرت نبی کریم صلعم کی خاطر عذاب آتا ہے۔ مگر دوسری جانب آپ ہی کے منہ سے کہلواتا ہے۔ رب فلا تجعلنی فی القوم الظلمین یعنی اے میرے رب مجھے ظالموں کی قوم میں نہ گردانیو۔ اس آفت میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ دوم یہ کہ وعدہ ہو یا وعید وہ ضرور ٹل سکتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ انا علیٰ ان نریک ما نعدھم لقادرون۔ یعنی ہم جو ان کو وعدہ دیتے ہیں۔ اس کے دکھلانے پر قادر ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ ضرور وہ وعدہ اسی رنگ میں پورا کریں گے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ قادر ہیں۔ چاہیں تو اسے بدل کر کسی اور رنگ میں پورا کر دیں۔ یہ نکتہ معرفت اگر خوب سمجھ لیا جائے۔ تو پھر بروز محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں پر کوئی اعتراض نہیں رہتا۔

آجکل کی تہذیب غلط ہے آجکل کے مہذب جو جنٹلمین کہلاتے ہیں جب اپنی کسی کمزوری کو چھپانا چاہتے ہیں تو یہ عذر کر دیتے ہیں۔ یہ پرائیویٹ بات ہے۔ مگر یہ طرز اسلام کا نہیں۔ مومن جو کچھ کرتا ہے۔ اپنے مولیٰ کی اطاعت میں کرتا ہے۔ اس لئے وہ بزدل نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں کئی جگہ نبی کریم صلعم کے خانگی امور کا ذکر ہے۔ کیونکہ آپؐ کی ذات ستودہ صفات تمام جہانوں کے لئے اسوہ حسنہ تھی۔ آپؐ کا تھوکنا۔ آپؐ کا پیشاب کرنا۔ آپؐ کا اٹھنا بیٹھنا آپؐ کا اپنی بیویوں سے طرز معاشرت سب ہی کچھ محفوظ ہے۔

نبی کریمؐ کا تعلق بارگاہ ایزدی سے عرب لوگوں میں یا تو لڑائی بزدوں وغیرہ کا ذکر ہوتا رہتا تھا۔ یا صحرائے ربے آب گیاہ یا شراب شہوت کے محلوں کا۔ اونٹنیوں کا۔ کھجوروں کا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے صفات۔ افعال۔ نعم۔ نقم کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ قرآن مجید کا ایک ایک رکوع غور سے دیکھو۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے خالی نہیں جس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ آپ صلعم کو کتنا بڑا تعلق بارگاہ ایزدی سے تھا۔

صحابہ کرامؓ کی خصوصیات جیسا کوئی نبی بہرہ نہیں ہوا ایسا ہی کوئی صحابیؓ بہرہ نہیں تھا۔ تاکہ کلام نبوی سے محروم نہ رہے۔ پھر اتنی بڑی قوم میں روایت کے اعتبار سے کسی کا جھوٹ ثابت نہیں ہوگا۔ سبحان اللہ نبی کا صدق اس قدر پر تو انداز تھا۔ کہ کسی روایت کے صدق کے لئے صرف اس قدر ثبوت کافی ہے۔ کہ ایک صحابیؓ کہتا ہے کہ میں نے نبی کریم صلعم سے سنا۔

منکر فضیلت ابوبکرؓ منکر قرآن ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اولو الفضل (صاحب فضیلت) فرمایا ہے۔ پڑھو یہ آئت۔ ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربیٰ والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ فضل سے مراد مال ہے۔ مگر ان کی تردید کے لئے والسعۃ ساتھ ہی فرمایا۔ اگر فضل سے مراد مال ہوتا تو سعۃ کو علیحدہ نہ فرماتا۔

اپنے مردے آپ نہلاؤ حضرت امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں ہمدردی یہاں تک کم ہوئی ہے۔ کہ انہوں نے اپنے مردوں کو آپ نہلانا چھوڑ دیا ہے۔ جب کوئی مرتا ہے تو اس کی جائیداد کو منتقل کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔ اور اس کے نہلانے دھلانے کا کام کسی ملاں کے سپرد آٹھ دس آنے کے پیسے دیکر کر دیتے ہیں۔ اسلام کا یہ دستور نہ تھا۔ حضرت نبی کریمؐ کو بھی اہل بیت حضرت علیؓ و فضل۔ اسامہ نے غسل دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ کم از کم احمدی احباب اس سنت کو جاری رکھیں۔ اور وہ اپنے مردوں کو خود غسل دیا کریں۔ (تشحیذ)

مسلمانان ہند جنگ اٹلی کے متعلق جوش کو روکیں

اور

گورنمنٹ کے جدید اعلان کی قدر کریں

اٹلی نے جو خلاف دانش و انصاف کارروائی کی ہے۔ وہ کسی حالت میں قابل تحسین نہیں ہو سکتی۔ اس لحاظ سے کہ اٹلی یسوعؑ کے قائمقام کا مرکز ہے اور وہاں سے یہ خلاف دیانت و مذہب شرارت پھیلی ہے اور بھی قابل ملامت ہے۔ ہر شخص جو مذہبی کتابوں کا کچھ بھی مطالعہ رکھتا ہے ایک طرف وہ امن کی انجیل میں یسوع مسیح کا پہاڑی وعظ پڑھتا ہے اور اسی انجیل میں دیکھتا ہے کہ اگر کوئی کرتہ مانگے تو چغہ بھی دیدے اور دوسری طرف اس قوم کا جو اپنے نبی اور رسول نہیں بلکہ خود خدا اور خدا کے بیٹے کے بروز اور مظہر پاپائے روم کے زیر تربیت تیار ہوئی ہے یہ عمل ہے کہ بلا وجہ و بددل کسی حق کے طرابلس پر جابرانہ قبضہ کرنے کو حملہ آور ہوئی ہے۔ اس نمونے سے یہ بخوبی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ کہ کم از کم اٹلی کا

ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دینے

کے مقولہ پر کہاں تک عمل ہے۔ اس جنگ سے ترکوں یا اٹلی کا کیا نفع یا نقصان ہوگا۔ اس پر مجھے اس وقت بحث کرنے کی حاجت نہیں

مگر اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ اٹلی کا یہ غاصبانہ حملہ طرابلس پر نہیں۔ بلکہ سچ پوچھو تو

ساری گولہ باری انجیل پر ہے

کیونکہ اس سے عملی طور پر ثابت ہو گیا کہ انجیل میں جو کچھ بھی پیش کیا گیا ہے وہ عمل کے لئے نہیں بلکہ محض ہاتھی کے دکھانے کے دانتوں کی طرح ہے۔ اگر یورپ کی کوئی ایسی سلطنت جہاں عیسائیت کا منظر اور سب بڑا انسان (ان کے عقیدے کے موافق) نہ رہتا ہوتا۔ تو شائد کسی حد تک یہ طرز عمل مذہبی نقطہ خیال سے قابل ملامت نہ ہوتا۔ مگر پوپ کے شہر سے اور عمانوئیل کی حکومت کے نیچے سے یہ شرارت پیدا ہوئی ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ

انجیل قابل عملدرامد نہیں

یہ ٹرکی اور اٹلی کے جنگ کے متعلق مذہبی نقطہ خیال سے میری رائے ہے۔ اٹلی دُنیوی رنگ میں جو کچھ اس کا خمیازہ بھگتیگی۔ وہ بعد میں معلوم ہو جائیگا۔ مگر اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ مذہبی حیثیت سے اس کو ناقابل تلافی شکست ہو چکی ہے اور ہمیشہ کے لئے اس نے ثابت کر دیا ہے کہ پوپ کے شہر سے

عیسائیت کی تعلیم پر حملہ ہوا ہے

یورپ کے تمام اخبار متفق اللفظ ہو کر اٹلی کو ملامت کر رہے ہیں۔ کہ اس کا یہ فعل تہذیب و سیاست کے چہرہ پر ایک داغ ہے مگر مجھے تعجب ضرور ہے۔ کہ جب یورپ اس کو صریح ناانصافی اور ظلم اور جبر قرار دیتا ہے۔ تو کیوں وہ خاموشی کے ساتھ ایک ظالم کو موقعہ دیتے ہیں کہ وہ اپنے ظلم کے فعل کو پورا کرے۔

مجھے اس تہذیب اور برداشت کے اصول کی بھی سمجھ نہیں آتی کہ یہ کس سیاسی قانون میں درج ہے کہ ظالم اور مجرم کو ارتکاب جرم کا موقعہ دیا جاوے۔ وہ لوگ جو اسلامی جنگوں پر جو محض دفاعی تھیں اعتراض کیا کرتے ہیں خصوصاً ہمارے عیسائی مخالفین۔ وہ اٹلی کی اس کارروائی اور یورپین سلطنتوں کی خاموشی پر غور سے نگاہ کریں۔ غرض اٹلی کی یہ جنگ انجیل کی تعلیم کے خلاف خطرناک حربہ ہے اور اب یسوع مسیح کے بردے اور بقول حضرت صادق لیکلے انجیلی عفو اور برداشت کی شیخیاں مارنے کی جرأت نہ کریں گے۔

اس کے بعد مجھے اپنے برادران اہل اسلام سے کچھ عرض کرنا ہے الحکم کی گذشتہ اشاعت میں بھی اس کے متعلق اشارہ کیا ہے اور آج کسیقدر اور صراحت اور وضاحت سے لکھتا ہوں۔ اس جنگ کے چھڑنے سے جو کہ محض ایک ڈکیتی کا رنگ رکھتی ہے۔ یہ قدرتی امر ہے کہ مسلمانوں میں جوش پیدا ہو۔ اور اپنے برادران مذہب کے لئے ہمدردی اور حمایت کے جذبات کو اپیل ہو۔ یہ جوش محض اس لحاظ سے کہ اس سے قوم میں ایک زندگی پیدا ہوتی ہے۔ مبارک ہے۔ مگر اس سے کبھی غافل نہیں رہنا چاہئے کہ بعض اوقات ایسے عارضی جوش جو کسی حقیقت کے نیچے نہیں ہوتے یا کسی للہی غرض کے ماتحت نہیں ہوتے نقصان رسان بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو نہائت اعتدال سے سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہئے۔ جذبات کی اصلاح ہمیشہ مذہب کے نیچے ہوتی ہے۔ جب تک انسان اپنی خواہشوں کو ایک روحانی معلم کے سپرد نہیں کرتا۔ اور اس کے حکم کو ماننا اپنے لئے لازمی قرار نہیں دیتا۔ اُٹھتے ہوئے جذبات اور بھڑکتی ہوئی خواہش اسے غلط راہ پر لے جاتی ہیں۔ پس میں محض اس خیال سے کہ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف کا حکم دیا ہے۔ کہ ہر مومن امر کرے۔ اپنے مسلمان بھائیوں کو اس موقعہ پر بے جا جوش اور غیظ و غضب سے بچنے کی صلاح دیتا ہوں۔

ہماری گورنمنٹ نے بار دیگر اپنی نیوٹریلٹی کا اعلان کیا ہے اور رعایا کو بھی یہی مشورہ دیا ہے اس لئے ہمیں اس سے بہت کچھ فائدہ اٹھانا چاہئے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس حکم کی پوری اطاعت اور فرمانبرداری کریں۔ جہاں تک حکومت۔ اخلاق اور ہمدردی اجازت دیتی ہے ہم اپنے برادران دور کے لئے اس سے فرق نہ کریں۔ مگر عوام میں زیادہ جوش پیدا کرنا قرین مصلحت نہیں۔

غرض مسلمانوں کو اپنے جوش کو کم کرنا چاہئے اور اسے افراط تفریط کی راہوں سے بچا کر اعتدال پر لانا چاہئے۔ اور کوئی حرکت ان سے ایسی سرزد نہ ہو۔ جو کسی حال میں ہماری اس گورنمنٹ کے خلاف منشا ہو جس کو ہم دُنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ملنتے ہیں اور جو عدل و انصاف کے ساتھ ہم پر حکومت کرتی ہے۔ جس کے عہد میں ہم نے بہت بڑا آرام پایا۔ اور خدا تعالیٰ کے حکم کے موافق ہمیں اس کا فرمانبردار اور شکرگذار ہونا ضروری ہے۔ اس لئے وہ گورنمنٹ کے اس جدید اعلان کی قدر کریں۔ کیونکہ یہ محض اُن کی بھلائی کے لئے شائع کیا گیا ہے۔

امید ہے کہ وہ لوگ جو اس وقت مسلمانوں کی پولیٹکل امور میں رہنمائی کرتے ہیں۔ وہ اس پر غور کریں گے اور وہ یہ خیال نہیں کریں گے کہ اس جوش سے مسلمانوں کی ہستی اور زندگی کا پتہ لگتا ہے۔ یہ زندگی جو محض عارضی ہو کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ حقیقی زندگی کی روح مسلمانوں میں اُسی راہ سے نفخ ہو سکتی ہے۔ جس راہ سے پہلے ان میں زندگی آئی تھی۔ اور وہ تھا

قرآن کریم کی حکومت کے نیچے آنا

جب تک اسی راہ کو جو صراط مستقیم اور اسوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اختیار نہیں کیا جائیگا۔ زندگی پیدا نہیں ہوگی۔ اس جوش کو سوڈا واٹر کا سا جوش سمجھنا چاہئے اور یہ مفید اور مؤثر نہیں گو تھوڑی دیر کے لئے اس کا کچھ اثر ہو۔ اور وہ بھی بے سود۔ اس سے مسلمانوں کے اخلاق ان کے اقتصادی امور اور سوشل معاملات پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ یہ ایک ایسی ہی بات ہے جیسے کیکر سنگھ اور غلام کی کشتی میں جوش پیدا ہو جایا کرتا تھا۔ یہ محض وصرطہ بازی ہے۔ حقیقی اخوت اور ہمدردی جب پیدا ہوتی ہے۔ تو اس کے لئے بوژنژ دیک اور رنگ و روپ کوئی شے نہیں ہوتا۔ ہماری محبت محض خدا کے لئے ہو۔ اور ہماری دشمنی محض خدا کے لئے ہو۔ اور ہماری دشمنی بھی محض اسی کے لئے۔ اگر اس جوش سے کوئی فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔ تو اسے ملک کے اہل الرائے لوگو! کوشش کرو۔ کہ مسلمانوں میں دینی روح پیدا ہو۔ مگر یاد رکھو۔ یہ تمہارا کام نہیں اور نہ تم اس کے اہل ہو۔ اس کا اہل وہی قدسی نفس وجود ہو سکتا ہے جو اس غرض کے لئے دُنیا میں آوے۔ انسانی وجود میں کچھ شک نہیں کہ دماغ اور دوسرے اعضا بڑا بڑا کام کرتے ہیں مگر دل ایک ایسی شے ہے کہ ان سب پر حکمران ہے۔ پس کسی اہل دل کے آگے جھکو وہ تمہیں ایک ایسی راہ بتائیگا۔ جس تمہارا بڑھتا ہوا جوش خدا کے لئے ہو جائیگا اور نفسانی جذبات کو وہ کچل دیگا۔ اس مقصد کے لئے خدا نے ایک سلسلہ قائم کیا ہے۔ اہل دُنیا کے نظروں سے وہ پوشیدہ ہے۔ کیونکہ اس میں ڈپلومیٹک کارروائیاں نہیں۔ مگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ ظاہر ہو۔ اس لئے آؤ۔ میں تمہیں اس نور کی طرف رہنمائی کروں۔ تا کہ ہر قسم کی ظلمت سے نکل کر تم روشنی میں آؤ۔ اور خود شناسی اور خود فراموشی کی حقیقت تم پر کھلے۔ وہ یہی احمدیہ سلسلہ ہے جو منہاج نبوۃ پر قائم ہوا اس کا بانی مرفوع ہو چکا ہے۔ اور اس کا سچا جانشین اُسی قوت اور نور معرفت سے رہنمائی کرتا ہے۔

بشتاب گر عاقلے دریاب گر صاحبدلے
شائد کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

حضور شہنشاہ معظم کا عزم ہندوستان!

(لندن ۱۱۔ نومبر) حضور شہنشاہ معظم کی روانگی کے وقت سرکاری شان و شوکت کا بہت کچھ اظہار ہوا۔ حضور ممدوح ایک کھلی گاڑی میں قصر بکنگھم سے روانہ ہوئے۔ ہاؤس گارڈ کا ایک دستہ ہمراہ تھا۔ پرنس آف ویلز و پرنسس آف میری بھی ہمراہ تھیں۔ راستہ پر خلقت کا ہجوم تھا۔ جو ہر گاڑی کے پہونچنے پر نہائت جوش سے تالیاں بجاتے تھے۔ وکٹوریہ اسٹیشن پر ۳۰۰ معززین و مشاہیر کا مجمع تھا جس میں خاندان شاہی کے ہر ایک ممبر کے علاوہ سفیران ممالک غیر اور مسز اسکوتھ ارک بشپ کنٹربری ممبران کیبنٹ و دیگر مشاہیر شامل تھے۔ قومی گیت بجائے جانے کے بعد حضور ممدوح پون گھنٹہ تک گفتگو میں مصروف رہے۔ بعد ازاں گاڑی روانہ ہوئی اور "خدا بادشاہ کو سلامت رکھے" کے نعروں نے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ ہر میجسٹی کوئن الگزینڈرا اور پرنس آرتھر آف کناٹ پورٹسمتھ تک دی میجسٹی ز کے ہمراہ گئے پورٹسمتھ کے پہنچنے پر بحری اور فوجی افسران نے حضور کا استقبال کیا۔ یہاں سے آپ جہاز مدینہ پر سوار ہوئے اور شاہی جھنڈا استول پر چڑھایا گیا۔ ادھر توپوں کی سلامی سر ہوئی۔ اس کے بعد لنچ تناول کیا گیا۔ پارٹی میں کوئن الگزینڈرا۔ شہزادی ماد۔ شہزادی وکٹوریا پرنسس آف ویلز اور شہزادی میری شامل تھیں۔ جہاز مدینہ کی روانگی سے پہلے جانبین کی طرف سے الوداعی رسومات عمل میں آئیں۔ بعد کی خبر کہ پورٹسمتھ پر شہنشاہ معظم و ملکہ معظمہ کا مسٹر چرچل و لارڈ آف ایڈملرٹی نے استقبال کیا۔ بندرگاہ کے تمام جہازوں نے سلامی اُتاری۔ لنچ کے وقت صحت کا جام تجویز کیا نہیں گیا۔ تماشائیوں کا ہجوم تھا۔ الوداعی رخصت بڑی رقت آمیز تھی بارش موسلا دھار ہو رہی تھی۔ توپوں کی آواز سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ جہازوں کے باجوں نے "قومی گیت" گایا۔ اور شاہی ممبر جب تک مدینہ نظر سے غائب ہو گیا۔ برابر رومال ہلاتے رہے ایک حادثہ ہوتے ہوتے بچ گیا۔ ایک چھوٹا جہاز کسی طرح اپنی جگہ سے اکھڑ گیا اور قریب تھا کہ جہاز مدینہ سے اس کی ٹکر ہو جائے۔ مگر خیر گذری۔ حضور ملک معظم اور ملکہ معظمہ جہاز مدینہ میں سوار ہو کر ہندوستان کی سمت روانہ ہو گئے۔ جہاز مذکور سے ہوم فلیٹ کی اول ڈویژن اور اول سکواڈرن کروزر مقام سپٹہیڈ پر ملی اور رود بار انگریزی کے اندر اس کی حفاظت کرتی ہوئی۔ بحری جلوس کے دیکھنے والوں کے دلوں پر لاثانی اثر پڑتا تھا۔ کیونکہ اس میں دُنیا کے عمدہ ترین دس جنگی کروزر شامل تھے۔ اخبار ملک معظم کی روانگی پر مضامین لکھ رہے ہیں۔ وہ مملکت ہندوستان اور فرمانروا کے لاثانی دورہ کی کامیابی کے لئے نیک آرزوؤں سے لبریز ہیں۔

وقت

تعلیم الاسلام اسکول کے ایک طالب علم سید محمد یوسف اسپیشل کلاس نے بورڈنگ کی انجمن الاخوان مرغ کوڈ بیلا سرخی کے ماتحت جو لیکچر سنایا۔ درج ذیل ہے اور امید ہے۔ ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ (محمود احمد)

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ

اے خداق عالم۔ اے میرے محسن و مالک! میں کمزور و ناچیز اس قابل بھی نہیں ہوں کہ تیرے اُن اکرام و انعام کا جائے ورود ہو سکتا۔ جو تونے باوجود میری غفلتوں سستیوں اور نادانیوں کے مجھ پر کئے۔ مجھ میں اتنی سکت ہرگز نہیں کہ میری زبان تیرا شکریہ ادا کر سکے۔ کماحقہ تیرا شکریہ ادا کرنا میرے لئے ایسا مشکل کام اور ایسی حرکت طفلانہ ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص کرہ ارض پر رہ کر اُس کو اپنے سر پر رکھ کر کھڑا ہو جانیکا دعویٰ کرے۔ مگر لئن شکرتم لازیدنکم کو مدنظر رکھکر الحمد للہ رب العالمین کہتا ہوں۔ کہ تونے مجھکو اسلام میں اور پھر مسلمانوں کے گھر میں پیدا کیا اور یہ بھی تیرا بڑا ہی فضل ہے کہ تونے مجھ بنام کنندہ بنی آدم کو یہاں کھڑے ہو کر مضمون سنانیکا وقت اور موقع عطا فرمایا۔ تیری اُن نعمتوں میں سے جو تونے ہم پر محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائی ہیں سایک نعمت لعلی وقت بھی ہے۔ اور یہ وہ نعمت ہے۔ کہ اسی پر ہماری تمام زندگی۔ ہستی و نیستی اور رنج و خوشی سب کچھ منحصر ہے یہی تیری عطا کردہ نعمت عظمیٰ سکنڈ۔ سکنڈ اور منٹ منٹ جس کو ہم بوجہ اپنی غفلت اور سستی کے بے حقیقت سمجھ کر فضول رائیگاں اور ضائع کر دیتے ہیں در اصل ہم میں سے بہت سوں کو دوزخ سے روک کر جنت اور جنت سے روک کر دوزخ میں جھونکے جانے کا موجب ہوگی۔ میری اس بات پر بیشک کوئی سفیہہ ناشناس ضرور اپنے دل میں خیال کر سکتا ہے۔ کہ وہ اچھی نعمت ہے۔ کہ جو مورد نعمت کو دوزخ کی ڈاٹ بنا دیگی۔ سنو۔ اور غور سے سنو جس طرح انسان کی آنکھ اور غضب بھی انعام خداوندی میں سے ہیں۔ مگر اُن کے موقع محل کا استعمال انسان کو بہشت بریں میں اور اس کا ناجائز استعمال جس کو گناہ کہتے ہیں (ورنہ حقیقت میں گناہ کوئی چیز نہیں) مورد غضب اور قابل مواخذہ ٹھہرا دیتا ہے۔ اسی طرح وقت کا جائز اور ناجائز استعمال ہی دوزخ و جنت میں جا پہنچنے اور دھکیلا جانے کا موجب ہوگا۔ مثلاً غور کرو۔ کہ جس وقت دُنیا میں کوئی نبی یا رسول مبعوث ہو کر آتا ہے۔ وہ ایک خاص وقت ہوتا ہے کہ بلا چوں و چرا اُس کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔ اسی ایک اصول کے مشاہدہ سے یہ امر اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ جو لوگ وقت کو صحیح طور سے استعمال کرتے ہیں یعنی رسول کو مان لیتے ہیں۔ تو اُن کو وقت (یعنی اس کا صحیح استعمال) ہی لائق جنت بنا دیتا ہے یا نہیں۔ اور جو لوگ رسول کو نہیں مانتے۔ یعنی برخلاف اول الذکر لوگوں کے وقت کو ٹھیک طور پر استعمال نہیں کرتے۔ اُن کے لئے وہ وقت ہی باعث دوزخ ہوتا ہے یا نہیں۔

اے خدا! ہوا اور پانی بھی تیری نعمتیں ہیں۔ مگر وقت میں جیسی ایک عجیب خاصیت تونے رکھی ہے۔ وہ کسی شئے میں بھی پائی نہیں جاتی۔ ہوا اور پانی تمام بنی نوع انسان کے لئے یکساں ہیں۔ مگر ایک ہی وقت بعض اشخاص کے لئے خاص بھی ہے (کاش! میری بات کو لوگ سمجھیں۔ جو دل دانا اور چشم بینا رکھتے ہیں ضرور سمجھینگے۔ وہ مہینہ [illegible] دیکھو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوا اور پانی ملا۔ ہم کو بھی۔ اُن کو بھی وقت ملا۔ ہم کو بھی ملا مگر یاد رکھو کہ رسول اللہ کے اصحاب کرام اور آپ کے زائرین کو جو وقت ملا کیا ہم اُس کو پا سکتے ہیں۔ اور کیا اُن کے اس فخر میں سے جو اُن کو سرور کائنات کی فرمانبرداری صحبت اور زیارت سے حاصل ہوا۔ ہم کوئی حصہ لے سکتے ہیں۔ یا اُن کے اس بے بہا اور نایاب مرتبہ کی برابری کا دعویٰ کر سکتے ہیں نہیں ہرگز نہیں۔ استغفر اللہ و نعوذ باللہ وہ اس بات میں خاص تھے اور وہ وقت انہیں کے لئے خاص تھا۔ اب قیامت تک بھی خواہ کوئی کتنے ہی مراتب طے کر جائے۔ کتنی ہی ریاضتیں کیوں نہ کرے۔ مگر اب اس صفت میں کوئی بھی ان کی برابری نہیں کر سکتا۔ یہ ایک وقت ہی کی عجیب خاصیت ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ وہ نعمت ہے کہ جو حقیقتاً دُنیا میں سب سے عظیم الشان سمجھی جاتی ہے پھر یاد رکھو کہ جسقدر نعمت بڑی ہوگی۔ اسی قدر اُس کی ناشکری اور انکار پر سخت سزا دیئے جانے کا بھی خوف ہوتا ہے۔ غور کرو۔ اور نظر تعمق سے دیکھو کہ جن لوگوں نے خدا کی ایک نعمت عظمیٰ سے انکار کیا۔ اُن پر خدا کی لعنت ابد الآباد تک کے لئے ہوتی ہے۔ کیا کوئی یہ بتلا سکتا ہے کہ روئے زمین پر کہیں بھی چپہ بھر زمین اُن کے قبضہ و تصرف میں ہے۔ سو چوکہ خدا کے برگزیدوں کا انکار یعنی وقت کی ناقدری کیسی بُری بلا ہے۔

خدا نے ہم کو بھی وقت دیا اور ساتھ ہی ایک موقع بھی دیا۔ پس مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے وقت کی قدر کی اور اس موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیا ایک خدا کے بندے کی فرمانبرداری کے وقت کو صحیح استعمال کیا اور اس بات میں وہ قیامت تک کے لئے تمام دُنیا پر سبقت لے گئے۔ لیکن افسوس ان لوگوں پر جنہوں نے وقت کو صحیح استعمال نہ کیا یعنی اس سے انکار کیا مگر اے دوستو۔ اب بھی وقت ہے اور مبارک ہیں وہ لوگ جو ابھی خواب خرگوش سے بیدار ہوں اور اس کے خلیفہ اول ہی کے دست مبارک پر مشرف ہو کر اس ایک خاص بات ہی میں آئندہ آنیوالی نسلوں سے سبقت و تمیز حاصل کریں۔ اے خدا! تیرا عطا کردہ وقت ایک بہتے دریا کی مانند ہے۔ جو چپ چاپ چلا جاتا ہے۔ جو گھڑی گذر تی ہے واپس نہیں آسکتی۔ اس لئے یہ بالکل سچ ہے کہ گم شدہ مال تلاش سے۔ بھولا ہوا سبق محنت سے اور صحت جیسی قیمتی چیز علاج سے دوبارہ حاصل ہو سکتی ہے مگر گیا ہوا وقت کسی طرح سے بھی واپس نہیں آسکتا۔

تمام قومیں جو شائستہ و مہذب اور ترقی یافتہ سمجھی جاتی ہیں اور جن کی اندھی تقلید ہم بات بات میں بڑے کرّ و فر اور فخر و ناز سے کرتے چلے جاتے ہیں وہ سب پابندی اوقات اور اس کے صحیح استعمال کے طفیل ہی سے اس درجہ تک پہنچی ہیں۔ ہم اور باتوں میں تو اُن کی تقلید کرتے ہوئے بہت اتراتے اور شیخی جتلاتے ہیں۔ مگر افسوس کہ اس خاص بات میں اُن کی تقلید کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ باتیں کرتے ہیں۔ تو اس کثرت سے کہ اناپ شناپ جو منہ میں آیا بکتے چلے گئے۔ مذاق دل لگی پر اترے تو نقالوں کو بھی شرمندہ کیا۔ نہ وقت کا دھیان نہ انجام کا خیال۔ سونے پر آئے تو مردوں سے شرط باندھ کر۔ دوستوں سے ملاقات کی تو دُنیا و مافیہا کو بھول کر۔ جہاں بیٹھے پہاڑ ہو کر۔ جہاں کھڑے ہوئے تو ستون و تھم ہو کر۔ غرض کوئی کام بھی باقاعدہ نہیں۔ یہ آفت ہم پر اس لئے ہے کہ حقیقت میں ہم اسلام کے سچے پابند نہیں۔ کیونکہ اسلام اور اس کا خدا جو پابندی وقت کی تعلیم قرآن اور ہر وقت میں ہم کو اسلام اور نیچر کے ذریعہ سے سکھلاتا ہے وہ کوئی دوسرا مذہب کیا سکھلائیگا۔ وہ نمازوں کا مقررہ وقت اور روزوں کا خاص ماہ اور ان کے رکھنے کے اور افطاری کے خاص اوقات اور نظام شمسی کا اپنے اپنے وقت پر غروب و طلوع ہم کو جہاں اور بہت سی تعلیمات اور فوائد پہنچاتے ہیں۔ وہاں وہ ہم کو پابندی اوقات اور ان کے صحیح استعمال۔ ایک کام کے لئے ایک وقت اور ایک وقت کے لئے ایک کام مقرر کرنے کی بھی تعلیم دیتے ہیں۔ اگر انسان دل دانا اور چشم بینا رکھتا ہو۔ اور نظر تعمق سے صرف نیچر ہی سے جو بنی آدم کے لئے اعلیٰ درجہ کا نیچر ہے عبرت و نصیحت حاصل کرے۔ تو وہ معاملات اوقات کا بڑا پابند اور اس سے صحیح استعمال کا سچا عامل بن سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ غفلت [illegible] ہم کو خواب سے بیدار نہیں ہونے دیتی۔ اس لئے اے رحیم و ارحم خدا! ہم تیری جناب میں بصدق دل سے دعا کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔ کہ ہم نہائت کمزور ہیں پس تو ہم پر اپنے فضل و کرم کی بارش نازل فرما۔ کیونکہ بغیر تیرے فضل و کرم کے ہم اپنی کوششوں میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم کمزور اور مجبور۔ تو قادر و توانا۔ تیرے نزدیک کوئی بات مشکل نہیں۔ پس تو ہماری غفلتوں اور سستیوں کے پردوں کو جو ہماری آنکھوں اور دلوں پر پڑے ہوئے ہیں دُور فرما۔ اور اپنے سچے دین اسلام کا صادق فرمانبردار بنا۔ تاکہ ہم معاملات وقت میں چست و چالاک ہو کر تیری رضا حاصل کر سکیں۔ فقط والسلام

آٹو بایوگرافی

کئی مہینے گذرے کہ میر ناصر نواب صاحب قبلہ کے نام جناب اکبر خان صاحب نے ایک خط لکھا تھا۔ جو کسی وجہ سے صاحب مکتوب الیہ کے نام تو نہ پہنچ سکا اور اب میرے ہاتھ لگ گیا۔ جناب والد صاحب قبلہ چونکہ خاص ضرورتوں کے باعث سفر میں ہیں اور اخبار کے چند صفحے خالی تھے۔ لہذا خان صاحب کی اجازت سے اس خط کو جو درحقیقت ان کی خود نوشت سوانح عمری ہے۔ درج ذیل کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ ناظرین اخبار کے لئے ضرور یہ ایک دلچسپ اور بیش بہا تحفہ ہوگا۔
(محمود احمد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و آلہ مع التسلیم

بجناب اقدس مخدومنا سیدنا حضرت میر صاحب قبلہ ادام اللہ ظلکم!
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ و طیب صلواتہ و رضوانہ

اس عاجز نے ہفتہ گذشتہ کے بدر میں آپ کی سوانح عمری (جو آپ نے خود ارقام فرمائی ہے) بڑے ہی شوق اور محبت کے ساتھ مطالعہ کی۔ جناب کی طرف سے ایک تحریک بدر میں شائع ہوئی تھی۔ کہ احمدی احباب اپنی اپنی زندگی کے حالات لکھ لکھ کر جناب کی خدمت میں حاضر کریں۔ تاکہ رسالہ کی حیثیت سے شائع ہوں۔ میرے دل میں بھی جناب کی اس ارشاد کی تعمیل کا خیال پیدا ہوا۔ لیکن ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ چونکہ میں کسی قطار و شمار میں نہیں۔ یعنی کوئی قابل تذکرہ شخص نہیں۔ لہذا اُس ارشاد مذکور کا صحیح مخاطب نہیں۔ دوسری طرف اپنے حالات میں کوئی ایسی بات بھی نظر نہیں آتی تھی۔ جو دوسروں کے لئے موجب عبرت یا مشعل راہ ہو سکے۔ اب جبکہ جناب کے حالات زندگی بدر میں پڑھے۔ تو علاوہ بہت سے دوسرے قوی اور مفید اثرات کے جو میرے قلب پر وارد ہوئے۔ امیر الامراء خان دوراں خان کا نام پڑھ کر اُس قوی تعلق اور نیازمندانہ عقیدت کے علاوہ جو جناب سے پیشتر ہی سے ہے۔ ایک نئی محبت کا اضافہ ہوا۔ اور میری سمجھ میں یہ بات آئی۔ کہ حالات زندگی کی ترقیم میں جو تمہیداً خاندانی و قومی حالات مذکور ہوتے ہیں۔ وہ بھی مفید اور ضروری ہی ہوتے ہیں۔ میں نہائت ادب کے ساتھ جناب سے التجا کرتا ہوں۔ کہ آپ اُس موعودہ رسالہ میں اپنے حالات زیادہ بسط اور تفصیل سے لکھیں۔ اور یقیناً جسقدر بسط سے کام لیا جائیگا۔ اسی قدر ناظرین کی انبساط خاطر کا موجب ہوگا۔

میں اپنے خاندان کے بزرگوں سے اکثر پرانے زمانہ کے حالات اور بڑے بڑے دلچسپ و عبرت انگیز معرکوں کی ایسی روئیدادیں سنتا رہا ہوں جن کو ہمارے ملک کے مورخوں نے بھی اپنی کتابوں میں درج کرنے سے چھوڑ

حالات سے واقف نہ ... موصوف نے میری خوب تربیت فرمائی۔ دو چار روز کے بعد ایک رسالہ یا اشتہار بعید یا کرتے تھے۔ اعجاز احمدی۔ شہادۃ القرآن۔ تذکرۃ الشہادتین۔ کشتی نوح۔ راز حقیقت حقیقۃ المہدی۔ الہدی وغیرہ وغیرہ ملے اس ترتیب کے باد دیگرے میرے پاس بھیجے کہ مجھ کو کوئی ٹھوکر نہیں لگی۔ میں مولانا موصوف مرحوم کے لئے محبت کا اپنے دل میں بہت بڑا جوش پاتا ہوں۔ اور اُن کے لئے دعائیں بھی کیا کرتا ہوں۔ دسمبر ۱۹۰۳ء میں قادیان آکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت ... بیعت سے مشرف ہو کر ایک ہفتہ رہکر واپس نجیب آباد گیا۔ گو شہر والے پہلے ہی سے جانتے تھے کہ فلاں شخص مرزا صاحب کا معتقد ہے۔ لیکن کوئی بڑی ... نہ تھا۔ قادیان آنے کے بعد جب واپس گیا ہوں تو خدا جانے کیا بات تھی کہ میں نے نجیب آباد کے اسٹیشن ہی پر معلوم کیا کہ تمام شہر میں بڑے زور شور سے اس بات کا چرچا ہے کہ قادیان جاکر لامذہب ہو گیا ہے۔ ہاں میں یہ بات بیان کرنی بھول گیا کہ قادیان کے اس پہلے سفر میں بھائی نظام الدین صاحب کلاہ ساز میرے ہمسفر تھے جو نجیب آباد ہی سے معتقد ہو کر میرے ہمراہ آئے تھے۔ واپسی میں ہم دونوں سہارنپور سے مظفر نگر بھی گئے۔ وہاں کے بھائیوں منشی عبدالحق صاحب۔ سلیمان خانصاحب حکیم عبدالرزاق صاحب وغیرہ نے بڑی ہی محبت اور شفقت کا برتاؤ کیا۔ اور ہم دونوں کو بہت کچھ صعوبات کے سہارنے کے لئے آمادہ بنا دیا تھا۔ نجیب آباد ہمارے لئے امن کا مقام نہ تھا۔ رات دن۔ صبح و شام ہر وقت ہر قسم کی مخالفت کا جوش تھا۔ عوام کالانعام جن کے سلام کے بھی ہم روادار نہ تھے۔ برملا گالیاں دیتے تھے۔ شعراء نے ہجویں لکھیں اور برسر ممبر جامع مسجد میں لوگوں کو سنائیں۔ بدمعاشوں نے جان سے مار ڈالنے کی دھمکیاں دیں۔ بازار والے ہم لوگوں کے ہاتھ سودا نہیں بیچتے تھے۔ سلام علیک کوئی نہیں کرتا تھا۔ ہم سلام کرتے تو جواب میں گالیاں سننی پڑتی تھیں دوست سب دشمن اور دشمن دشمن تر ہو گئے تھے۔ غرضکہ ہماری ہمت و استقلال اور صبر و تحمل کا ایک امتحان تھا۔ خدا جانے خدا تعالیٰ کی نظر میں ہم اس امتحان میں کامیاب ہوئے یا نہیں۔ کیونکہ کبھی کبھی تنگ آکر بیچ آمد کی حالت میں بعض نامردوں کو تنبیہ الغافلین یعنی مولا بخش کے ذریعہ سے جواب دینے میں بھی ہم نے دریغ نہیں کی۔ میں انگریزی مدرسہ میں کام کرتا تھا۔ مدرسہ کی منتظمہ کمیٹی کے ممبروں اور منیجر صاحب نے اپنی لیاقت کا ثبوت اس طرح دیا کہ مجھ کو علیحدہ کر کے تقریباً ڈیڑھ مہینہ کی تنخواہ بھی نہیں دی۔ دسمبر ۱۹۰۶ء کو قادیان آیا۔ اور اب تک یہیں ہوں۔ تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں بعہدۂ اول مدرس فارسی کام کرتا ہوں۔ اپنے آقا۔ محبوب۔ مخدوم اور پیاروں میں ہر وقت مسرور اور مکروہات دنیوی سے بہت کچھ محفوظ رہتا ہوں۔ الحمد للہ رب العالمین۔ الحمد للہ رب العالمین۔ الحمد للہ رب العالمین۔ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مجھکو جو تعلق تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے میرے جس قسم کے تعلقات ہیں اور جس طرح یہاں دارالامان اور دارالعلوم میں میرے اوقات بسر ہوتے ہیں۔ اُس سے سب واقف ہیں۔ میرے عرض کرنے کی ضرورت نہیں میری عمر اب تیس سال کے قریب ہے۔ خدا تعالیٰ کے مجھ پر بڑے بڑے فضل ہیں۔ اور مجھ سے ادائے شکر میں بہت قصور ہوتا ہے۔

رب اعنی علیٰ ذکرک وشکرک وحسن عبادتک

آرزو ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوں اور مقبرہ بہشتی میں دفن کیا جاؤں۔

دُنیا ایک سرائے ہے جس میں چندروزہ قیام ہے۔ بیہودگی ہے نسب کا فخر اور حماقت ہے۔ بزرگوں کی استخوان فروشی۔ سب آدم کی اولاد ہیں۔ ہم خاک سے پیدا ہوئے۔ انجام کار خاک ہی ہو جائینگے۔ اعمال نیک ہی کام آئینگے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل کے جاذب بن کر دارنعیم تک پہنچائینگے۔ ورنہ معاملہ نوع دگر ہو۔ تو الامان الامان الامان۔ اللہم اجرنی من النار۔

اللّٰھم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔

المستغفر من اللہ المنان
اکبر شاہ خان نجیب آبادی ثم قادیانی

جو دل رکھتے ہیں وہ پڑھیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ ایک خط مکرمی پنڈت دینا ناتھ صاحب ایڈیٹر ہندوستان لکھتے ہیں۔ جس سے الحکم کے ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ الحکم کے کیسے کیسے مہربان ہیں۔ امید ہے کہ سرپرستانِ الحکم اس سے فائدہ اٹھا دیں گے۔

محمود احمد

دفتر
ایڈیٹر "ہندوستان"
لاہور

مورخہ ۱۹۔ نومبر ۱۹۱۱ء

مکرمی شیخ صاحب۔ تسلیم۔

اخبار الحکم کو جاری رکھنے کے لئے آپ نے اپنے ناظرین سے مالی امداد کی درخواست کی ہے۔ گو میں آپ کے ناظرین میں شامل نہیں ہوں لیکن اس عزت کے اظہار میں جو میرے دل میں آپ کے لئے بطور ایک با اصول اخبار نویس اور نیکدل انسان کے ہے۔ میں آپ کے کام میں مدد دینا اپنا ضروری فرض سمجھتا ہوں۔ میں نے آج کی ڈاک میں ... روپیہ کا منی آرڈر بھیجدیا ہے۔ الحکم کے امدادی فنڈ میں شامل کیجئے۔

آپ کا داس
دینا ناتھ
ایڈیٹر "ہندوستان" لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

درخواست دُعا

میرے لڑکے برخوردار مولوی رحمت علی کا نکاح منشی عبدالعزیز صاحب شریف خاندان کے گھر میں بروز جمعہ کو عصر کے وقت ہوا ہے۔ لہٰذا سب احمدی بھائیوں کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ ان کے لئے رحم کر کے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے۔ اور ان کی آپس میں محبت اپنے منشاء کے مطابق رکھے اور ان کا اللہ تعالیٰ حامی اور مددگار ہو۔ اور ان کی سب ضرورتیں پوری کرے اور اپنے فضل سے پوری کرتا رہے۔ اور ان کو اپنے فضل سے دین اسلام کا خادم بنا دے۔ اور ان کو دین اسلام کے پھیلانے میں اپنے منشاء کے مطابق ازحد توفیق عطا کرے اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ ان پر راضی اور خوش ہو جاوے اور پھر دُنیا اور آخرت میں کبھی ناراض اور غصے نہ ہو۔ آمین۔ ثم آمین۔

بڑی عاجزی سے عرض ہے کہ ان کے لئے بڑے درد سے دعا فرماویں آپ کو بھی اللہ تعالیٰ اجر عطا کرے۔ آمین۔

خاکسار محمد حسن دفتری

اعلان

بعدالت جناب خان غلام حسن خان صاحب منصف درجہ دوم بٹالہ

گنڈا مل ولد راجیداس قوم ... بنام منصو ولد جہان ذات ارائیں ساکن کھتری ساکن بٹالہ ڈگریدار ... مدیون

اللہ ماد ...

اشتہار بنام منصو ولد جہان ذات ارائیں ساکن ... تحصیل بٹالہ

مقدمہ مندرجہ بالا میں منصو مدیون تعمیل سے گریز کرتا ہے۔ اور تم کو بذریعہ اشتہار مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ اگر تم ۲۰۔ نومبر ۱۹۱۱ء کو حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی نہ کرو گے۔ تو تمہاری نسبت کارروائی یکطرفہ کی جاویگی۔ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۱۱ء دستخط حاکم و مہر عدالت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی

استفسار

ببابل ھاروت وماروت۔ اس پوری آیت کی پوری تشریح اور ترجمہ لکھکر مرحمت فرمائیگا۔ المستفسر حسن محمد خان احمدی

جواب

برادرم مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حسب الحکم حضور امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے خط کا (جو آپ نے ان کے نام بھیجا ہے) جواب ذیل میں عرض کرتا ہوں۔ حضرت امیر علیہ السلام کے ملاحظہ اور اصلاح کے بعد ابلاغ خدمت ہے۔

پوری آیت۔ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علیٰ ملک سلیمان وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت وما یعلمان من احد حتیٰ یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر فیتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ وما ھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ ویتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم ولقد علموا لمن اشترٰہ مالہ فی الاٰخرۃ من خلاق ولبئس ما شروا بہ انفسھم لو کانوا یعلمون ○ ولو انھم اٰمنوا واتقوا لمثوبۃ من عند اللہ خیر لو کانوا یعلمون ○

سب سے پہلے اس آیت کے بعض الفاظ مشکل کے معنے ملاحظہ ہوں۔

شیاطین۔ آئمۃ الکفر۔ کفار فساق کے چودہری نمبردار۔ بدکار لوگ۔ امراء اور صاحب اثر دشمنان دین اللہ سے دور۔ ارواح خبیثہ۔ ہلاک شدہ اور ملع

ملک۔ سلطنت۔ زمانہ۔ کرسی۔

سحر۔ باریک اور لطیف الماخذ چیز۔ پوشیدہ راز مثلاً فریمسن وغیرہ۔ دلربا باتیں مثلاً گندے ناول۔ جھوٹی کہانیاں۔ غزلیں وغیرہ شعبدہ بازی۔ مسمریزم۔ دلفریب ودلچسپ تقریریں یا لکچر وغیرہ۔ سحر دو قسم

کر بہت سی قیمتی باتوں کو تاریکی کے گڑھے میں دفن ہونے دیا ہے۔ چونکہ ہمارے خاندان میں خاص طور پر بہادروں کے حالات بڑی محبت سے تذکرہ کئے جاتے ہیں۔ اور اس کو خاندان کے امتیازی نشان کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے شاید اسی وجہ سے میں نے اپنے بزرگوں سے امیر الامراء خاندوران خان بہادر کے حالات کچھ اس طرز اور اس کثرت سے سُنے کہ مجھ کو امیر الامراء موصوف سے بڑی محبت ہے۔ میں اس بات کا بہت ہی آرزومند تھا کہ امیر الامراء خاندوران کی اولاد میں کوئی شخص اب موجود ہو۔ تو میں اُس سے دوستی پیدا کروں اور وہ میرا ہم مشرب بھی ہو۔ تو اُس کو قابل اطمینان دوست سمجھوں۔ میری یہ دیرینہ آرزو اس طرح پوری ہوئی۔ کہ دوست کے بجائے مخدوم میسر ہو گئے ؏

سرزمینے بود منظور آسمانے یافتم

فالحمد للّٰہ رب العالمین۔

میرے نزدیک کم سے کم امیر الامراء مذکور کے نام کے ساتھ اتنا تذکرہ تو آپ ضرور ہی فرماتے۔ کہ ایک بڑی ضرب المثل ہنوز دلی دور است امیر الامراء موصوف ہی کی بہادری کا صدقہ زبان زد خلائق ہے۔ نادرشاہ ایرانی کے ساتھ دربار کے امراء صفدر جنگ و نظام الملک وغیرہ کی خفیہ خط و کتابت تھی۔ انہوں نے نادرشاہ کو لکھا کہ یہاں میدان صاف ہے آؤ اور گھر کی کھیر سمجھ کر مزے سے ہندوستان پر قبضہ کر لو۔ یہاں کسی میں مقابلہ کرنے اور مارنے مرنے کی ہمت نہیں۔ جب امیر الامراء موصوف اپنی جبلی شجاعت و مردانگی کے ساتھ اپنی مٹھی بھر جمعیت لیکر ہندوستانی امراء کی ناک رکھنے کے لئے بڑھے اور میدان میں ایرانیوں سے ٹڈی دل سے مقابلہ ہوا تو ایسا رن پڑا۔ کہ ایرانی سرداروں کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا اور نادرشاہ ایرانی کو اپنی فوج کے دس دس آدمی ایک ایک ہندوستانی سپاہی کے مقابلہ میں ہلکے نظر آنے لگے۔ اس وقت اس نے نہایت خوفزدہ ہو کر صفدر جنگ کو خط لکھا کہ "گفتید کہ اینجا کسے ہمت مقابلہ و تاب مقاومت ندارد امادیدیم کہ یکے از سرداران در راہ لشکر قزلباش سدِّ رہ شدہ کارے کرد کہ کارنامہ رستم و اسفندیار از یاد رفت۔ ہنوز دلی دور است و اعاظم سرداران تاحال در حرکت نیامدہ اند۔ افسوس کہ فریب خوردم و در حیرتم کہ چہ کنم۔" نادرشاہ کے خط کا یہ فقرہ کہ ہنوز دلی دور است ضرب المثل کے طور پر مشہور ہو گیا۔ یہ ضرب المثل گویا امیر الامراء بہادر کی بے نظیر شجاعت و حمیت کی ایک محکم دستاویز ہے۔ میں کہ حالات پیشتر عرض کر چکا ہوں۔ کہ زیادہ دلچسپ نہیں تاہم اس لئے عرض کرتا ہوں کہ ممکن ہے بہت سے بزرگوں کے ساتھ ایک کتاب میں مسطور ہونے سے میری بھی مغفرت ہو جائے ؎

گرچہ از نیکاں نیم لیکن بہ نیکاں بستہ ام
در بہارِ آفرینش رشتۂ گلدستہ ام

میری قوم پٹھان ہے۔ تمام معزز اور شریف النسب پٹھان اپنا سلسلہ قیس علیہ الرحمۃ بن عیص تک پہنچاتے ہیں۔ قیس بن عیص المعروف عبد الرشید بادشاہ طالوت (جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے کہ ان اللّٰہ قد بعث لکم طالوت ملکا) سے چھتیسویں پشت میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھیالیسویں پشت میں تھے۔ بنی اسرائیل کے قبیلہ افغنہ اور افغنہ بن ارمیا بن طالوت کے تفصیلی حالات اور اس قبیلہ کا بخت نصر کے دست تطاول سے آوارہ ہو کر کوہ ہندوکش کے قریب آباد ہونا اور اس قبیلہ افغنہ کی وجہ سے اس ملک کا نام افغانستان مشہور ہونا بڑی مشہور باتیں ہیں اور مستند تاریخی کتابوں میں اس کی پوری تفصیل اور بڑے لمبے چوڑے شجرے زبردست شہادتوں کے ساتھ مسطور ہیں جس بزرگ ملک یاغستان کے ایک حصہ یعنی بونیر میں جو سوات بونیر کے نام سے مشہور ہے۔ رہتے تھے اس لئے ہماری قوم بونیر وال کے نام سے بھی پکاری جاتی ہے جس قبیلہ سے میرے خاندان کو تعلق ہے اس کا نام علی شیر خیل ہے۔ اور اُس کا شجرہ اس طرح ہے:۔

سید شاہ خان اور علی شیر کے درمیان چند شخص ہیں۔ چونکہ شجرہ یہاں میرے پاس اس وقت موجود نہیں لہٰذا وہ چند نام لکھ نہیں سکا۔ اسی وجہ سے سید شاہ خان اور علی شیر خیل کے درمیان نقطہ دار خط کھینچا گیا ہے۔

سید شاہ خان نے مقام سمہ میں رہنے والی مہمند قوم کے خاندان میں شادی کی اور اپنی بیوی فاطمہ اور ان کے بھائی احمد خان اور چند دوسرے پٹھانوں کی مختصر سی جماعت لیکر وارد ہندوستان ہوئے۔ نجیب آباد کی فوج کے رسالدار اور سپہ سالار تھے۔ ان کی وفات کے بعد احمد شاہ خان و ضامن شاہ خان دونوں بچے چونکہ بہت چھوٹے تھے۔ ان کے بالغ ہونے تک احمد خان ان بچوں یعنے اپنے بھانجوں کی پرورش کی ذمہ داری پر رسالدار مقرر ہوئے۔ سید شاہ خان کے چچا زاد بھائی دارا شاہ خان نواب امیر خان سالار زئی والی ٹونک کے مصاحب اور اُن کے دہنے بازو تھے امیر نامہ میں نواب امیر خان کے ہر ایک جنگی کارنامہ کے بیان میں سب سے زیادہ جس شخص کی بہادری اور شجاعت کا ذکر ہوتا ہے۔ وہ مختار الدولہ دارا شاہ خان ہی کا ذکر ہوتا ہے۔

اگر میں اپنے خاندان کے بزرگوں کے مفصل حالات لکھوں تو اس مختصر میں گنجائش کہاں؟ اختصار سے کام لوں تو مزا نہیں آتا۔ پھر سب سے بڑھکر یہ کہ ضرورت اور موقع کی مناسبت بھی نہیں۔ ہاں نسب کی خصوصیات کے متعلق اتنا عرض کرنا کافی ہے۔ کہ ہمارے خاندان میں ملک بونیر کی سرداری قدیم سے چلی آتی ہے۔ بزرگوں سے سُنا ہے کہ وہاں ولائت میں ہمارے دروازے پر ایک علم (جھنڈا) اور ایک نقارہ رکھا رہتا ہے۔ اس نقارہ کو جب بجایا جاتا ہے تو تمام علاقہ یعنی بارشا۔ چوڑ۔ باگڑہ۔ تور درسک وغیرہ بستیوں کے لوگ فوراً مسلح ہو کر حاضر ہونا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ یعنی سب ہم کو اپنا سردار مانتے ہیں۔ ہمارے خاندان کے کسی شخص کی نسبت یہ ثابت نہیں ہوا۔ کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگا ہو۔ چوری۔ زنا۔ بزدلی۔ شراب خوری نوشادہ وغیرہ ذلیل ترین باتوں کا بھی ہمارے خاندان سے کبھی کوئی تعلق نہیں ہوا اور عجیب تر یہ کہ اگرچہ اب سے بیس پچیس سال تک روہیلکھنڈ کے پٹھانوں کے اکثر خاندان ... اور کسیقدر اب بھی مبتلا پائے جاتے ہیں۔ لیکن ہمارے خاندان میں کبھی اس پلید مرض کا اثر نہیں ہوا۔ حتّی کہ غدر ۱۸۵۷ء سے پیشتر بھی ہمارا خاندان وہابی مشہور تھا۔ سید احمد صاحب بریلوی اور مولانا شاہ محمد اسمعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ سے ہمارے خاندان کو خاص طور پر محبت رہی ہے۔ میرے دادا صاحب کے ایک چچا عبد الرحمٰن خان صاحب تھے۔ وہ نواب وزیر الدولہ رئیس ٹونک کے مصاحب تھے اور نواب وزیر الدولہ کے دربار میں باخدا اور دیندار علماء کا ایک بڑا گروہ موجود تھا دادا عبد الرحمٰن خان صاحب جب نجیب آباد میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ تو اُن کی وجہ سے ہمارے گھر میں قرآن کریم اور حدیث شریف کا خاص طور پر چرچا رہا تھا۔ غرضیکہ باعتبار عقائد ہمارا خاندان بہت اچھی حالت میں رہا۔ میرے والد ماجد قبلہ مولوی محمد نادر شاہ خانصاحب مدظلہ اللّٰہ تعالیٰ نے جہاں ایک طرف مجھ کو جفاکشی اور سپاہیانہ زندگی کا شوق دلایا۔ وہاں دوسری طرف مجھ کو قرآن و حدیث کے مطالعہ کا بھی بہت گرویدہ کر دیا۔ میں جب مدرسہ کی مڈل جماعتوں میں پڑھتا تھا۔ اُس وقت میں نے نواب صدیق حسن خانصاحب کی قریباً تمام اردو تصانیف مطالعہ کر لی تھیں۔ والد ماجد قبلہ کو جس طرح مطالعہ کتب کا شوق ہے اسی طرح کتابوں کے جمع کرنیکا بھی۔ اُنہوں نے علاوہ اُن کتابوں کے جو بزرگوں سے ورثۃً پہنچی۔ قریباً ایکہزار قیمتی کتابیں خود خرید کر رکھیں۔ پھر اس عاجز کو جب سے ہوش ہوا ہے۔ بطور خود کتابوں کے فراہم کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ پس الحمد للّٰہ ہمارے گھر کا کتب خانہ ایسا ہے کہ ایک معمولی پڑھے لکھے آدمی کے شوق کتب بینی کو پورا کر سکتا ہے۔

شروع ۱۸۹۹ء میں ایک آریہ سے تناسخ پر میری پرائیویٹ گفتگو ہوئی۔ اُس جلسہ میں میں تنہا تھا اور آریہ بہت تھے۔ جنہوں نے چاروں طرف سے ایک دوسرے کی ہاں میں ہاں ملا کر اپنی بات کو سرسبز بنانے کی کوشش کی میں جب اُس جلسہ سے اُٹھا۔ تو کچھ تنگدل سا تھا۔ جب مکان پر آیا تو والد صاحب نے مجھ کو کچھ خاموش اور افسردہ دیکھکر سبب دریافت کیا۔ میں نے اصل واقعہ عرض کر دیا۔ انہوں نے اول خود تناسخ کے رد میں بعض نہایت لطیف باتیں مجھکو بتائیں۔ اور فرمایا کہ تم سُرمہ چشم آریہ کو مطالعہ کرو۔

میں نے پہلی مرتبہ اس کتاب کا نام سُنا۔ اُنہیں سے پتہ دریافت کر کے کتاب لایا اور مطالعہ شروع کر دیا۔ عشاء کے وقت سے نماز فجر تک برابر پڑھتا رہا۔ اسی طرح چار پانچ روز میں تین مرتبہ بالاستیعاب اس کتاب کو مطالعہ کر کے ضروری مطالب کو دماغ میں محفوظ کیا۔ پھر آریہ کو جا کر لاجواب کیا۔ اس کامیابی سے بڑی خوشی ہوئی۔ اب اس جوش خوشی میں خیال آیا کہ وہ کون شخص ہیں۔ جنھوں نے ایسی اچھی کتاب لکھی۔ ان سے خط و کتابت کرنی چاہئے۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ مسیح و مہدی ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں۔ دل میں گونہ انقباض پیدا ہوا۔ لیکن محبت کم نہیں ہوئی اسی عرصہ میں آئینہ کمالات اسلام نجیب آباد میں منشی علی محمد صاحب منصرم علاقہ بھوگپور لائے۔ اُس کو پڑھنا شروع کیا۔ کتاب ابھی ختم نہ ہوئی تھی آدھی رات کے قریب جبکہ سب سوتے تھے۔ میں کتاب مطالعہ کر رہا تھا۔ اسی وقت بے تابانہ اُٹھا۔ کتاب کو رکھکر قلم دوات کاغذ لایا۔ اور خط لکھنا شروع کیا۔ بڑے جوش اور محبت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خط لکھا۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب نے اپنے دست مبارک سے ایک ملفوف دو ورقہ خط مجھ کو لکھا۔ جو اب تک میرے پاس محفوظ ہے اس خط کو پڑھکر تو بیتاب ہی ہو گیا۔ مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم سے بھی خط و کتابت ... تو حضور سے ... خط و کتابت جاری ... چونکہ سلسلہ کے عقائد او

کا ہوتا ہے۔ ایک مذموم یا ناجائز۔ دوسرا جائز یا سحر حلال۔ مثلاً حدیث شریف میں ہے۔ ان من البیان لسحرا۔

ملکین۔ ملک کا تثنیہ ہے۔ قاموس میں لکھا ہے کہ ہر ایک مِلک والے پر مَلْک۔ مَلِک۔ مَلیک۔ مالک چاروں لفظ بولے جاتے ہیں۔ عام استعمال میں مَلِک بادشاہ پر اور مَلَک فرشتہ پر بولا جاتا ہے۔ مَلَکَین کا ترجمہ دو فرشتے اور دو بادشاہ دونوں طرح کر سکتے ہیں۔ کیونکہ لغوی اعتبار سے مَلِک یا مَلَک اُس کو کہتے ہیں۔ جو مقتدرانہ قابو اور تصرف رکھنے والا ہو۔ اس آیت میں مفسرین نے ملکین سے دو بادشاہ داؤدؑ اور سلیمانؑ مراد لئے ہیں بعض نے دانیالؑ اور حزقیلؑ مراد لئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ھاروت ماروت۔ یہ ملکین کے نام ہیں۔ خدا تعالیٰ کے کتابوں میں عموماً صفاتی نام ہی مذکور ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے ہاروت ماروت کے معانی سمجھانے کے لئے عرض ہے کہ ھارت کہتے ہیں ریزہ ریزہ کر دینے کو۔ پس ھاروت کے معنے ریزہ ریزہ کر دینے والا یا توڑ پھوڑ کر مسمار کر دینے والا کے ہوئے مرت۔ زمین کے غیر آباد کر دینے کو کہتے ہیں۔ پس ماروت کے معنے ہوئے زمین کو غیر آباد و ویران کر دینے والا۔

فتنۃ۔ گمراہ ہونا یا کرنا۔ گناہ عذاب۔ شرمندگی۔ چاندی یا سونے کو تاؤ دینا آزمائش۔ امتحان کرنا۔

اس آیت سے پہلے خدا تعالیٰ یہود اور نصاریٰ یعنی بنی اسرائیل کو جو حضور نبی کریمؐ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ ملزم ٹھہراتا ہے۔ اور اُن کی بداعمالیاں یاد دلاتا ہے۔ اب اس آیت کے شروع میں اُن کے اس بہتان کا ازالہ مقصود ہے۔ جو وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذمہ لگاتے اور کہتے تھے کہ وہ نہ نبی تھے اور نہ مکالمہ الٰہیہ سے مشرف تھے۔ بلکہ محض مشرک یا شرک کو جائز رکھنے والے عیش پرست بادشاہ تھے اور کہتے تھے کہ وہ فریبی اور دھوکہ باز تھے۔ اور اپنے فریب اور جادو کے زور سے بادشاہ بنے ہوئے تھے۔ آیت کے آخری حصہ میں ارشاد ہے۔ کہ اے مشرکو۔ نابکارو اگرچہ ہم نے پہلے زمانہ میں ہاروت و ماروت کے ذریعہ بنی اسرائیل کو بابل کے ظالم حکمرانوں کے پنجے سے بعض خفیہ تدابیر کو قرار دیکر نجات دلائی تھی۔ لیکن اب تم یہ چاہتے ہو کہ ہم اپنی سازشوں۔ ریشہ دوانیوں کے ذریعہ سے مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں اور آنے والی مصیبتوں سے بچ جائیں۔ تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تم تو خود ہی اپنے پاؤں میں کلہاڑی مار رہے ہو۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے کہ

بامحاورہ ترجمہ۔ یہ علم دین اور خدا شناسی اور رضا الٰہی کی راہوں کو چھوڑ کر ایسی فضول اور بیہودہ کتابوں اور روائتوں کے مقلد ہو گئے۔ جن کتابوں کو شیاطین الانس یعنی بدکار لوگ سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں پڑھتے تھے اور سلیمان علیہ السلام تو ان گمراہ کن باتوں سے رتی بھر تعلق بھی نہیں رکھتے تھے۔ کیونکہ یہ تو کفر تھا۔ لوگوں کو دلربا اور کتاب اللہ سے دور اور مہجور کرنے والی باتیں تو بدکار لوگ ہی سکھلاتے تھے اور بابل میں ہاروت ماروت دو ملکوں پر اُتارا گیا وہ تو اس کو کسی کو بھی نہ سکھلاتے تھے جب تک کہ وہ یہ نہ کہتے کہ ہم فتنہ میں سو تو کفر نہ کر (یا یہ کہ ہاروت ماروت نہ اُن پر کچھ اُتارا گیا نہ وہ کسی کو کچھ سکھاتے تھے کیونکہ اُن کا کچھ وجود نہ تھا نہ اُن پر کچھ اُترا تھا۔ جو وہ کہتے کہ ہم فتنہ ہیں۔ اور تو کفر نہ کر)۔

پس یہ منکرین مشرکین ان دونوں قسم کی دلربا باتوں سے (سحرون) اس قسم کی باتیں سیکھتے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے مرد اور عورت میں جدائی ڈالیں یہ تو کسی کو بھی تکلیف نہیں پہنچا سکتے۔ ضرر تو اُسی کو پہنچتا ہے جس کو خدا تعالیٰ ضرر پہنچائے۔ شریر لوگ ایسی باتیں سیکھتے ہیں جو اُن کو نقصان پہنچاتی ہیں اور نفع نہیں دیتیں اور بیشک خود بھی اس بات سے واقف ہیں۔ کہ جو کچھ انھوں نے خریدا ہے اُس کا آخرت میں کچھ بھی نتیجہ اور قدر و منزلت نہیں جو کچھ انہوں نے اپنی جانوں کے بدلے میں خریدا ہے۔ بُرا ہے کیا اچھا ہوتا۔ کہ وہ اپنی اس روائت انجام سے واقف ہوتے۔ اگر ایمان لے آتے اور متقی بن جاتے تو اللہ تعالیٰ سے بہت اچھا اجر اور ثواب پاتے۔ کاش ان کو اس بات کا علم ہوتا۔

یہاں یہ اعتراض بھی ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ دوسری جگہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے۔ کہ فسخرنا له الريح تجري بامره رخاء حيث اصاب والشياطين كل بناء وغواص واخرين مقرنين في الاصفاد۔ پھر اُن کی سلطنت اور ان کے عہد میں کس طرح شیاطین ایسی خراب کتابیں پڑھتے اور گمراہ کن باتیں کرتے تھے۔ دوسرا اعتراض یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ علیٰ کے معنے فی کے کئے گئے ہیں۔ پس ان اعتراضوں کے رفع کرنے کے ان باتوں پر توجہ کرنی پڑی۔ علیٰ ملک سلیمان۔ کے معنے ہیں سلیمان کی سلطنت پر۔ یعنی سلیمانؑ کی سلطنت کے متعلق جیسے کہا کرتے ہیں۔ کہ آج رد تناسخ پر لکچر دیں گے۔ کیا معنی رد تناسخ کے متعلق لکچر دیں گے۔ ما تتلوا الشیاطین کے معنے ہیں۔ بدکار اور خبیث انسانوں کے لکچر اور اسپیچیں وغیرہ۔ بس واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ ان لوگوں نے ان باتوں کی پیروی کی جو کہ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کے بعد شریر لوگوں کی سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کے متعلق بیان کی ہوئی تھیں۔

یہود و نصاریٰ کا یہ بھی خیال تھا۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک مشرکہ عورت بلقیس کے عشق میں مشرک ہو گئے تھے یا کم سے کم ان کے گھر میں تو ضرور شرک ہوتا تھا۔ سو خدا تعالیٰ نے ما کفر سلیمان فرما کر ان کے بہتان کی نفی فرما دی۔

دوسری جگہ صاف فرماتا ہے کہ وہ عورت (بلقیس) تو سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچنے سے پیشتر ہی مسلمان ہو چکی تھی۔ اسلمت مع سلیمان للہ رب العالمین بھلا اس کی وجہ سے سلیمان علیہ السلام کیوں کر کفر کے مرتکب ہونے لگے تھے وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت۔ بنی اسرائیل بھی ایک عجیب قوم ہے۔ دنیا میں کوئی دوسری قوم ایسی نظر نہیں آتی۔ جس نے اس قدر زیادہ مرتبہ ترقی و بلندی اور تنزل و پستی دیکھی ہو۔ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ترقی ہوئی اُن کے بعد فراعنہ مصر کے ہاتھوں اسقدر ذلیل و خوار ہوئے۔ کہ خدا کی پناہ۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پنجے سے چھڑا یا چھوٹ کر بیابانوں اور میدانوں کی صاف ہوا۔ آزادی اور من و سلویٰ میسر ہوا تو لگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی نافرمانی کرنے اور آپے سے باہر ہونے چنانچہ بیابان میں اچھی طرح سزایاب ہوئے اور خوب رگیدے گئے۔ پھر حضرت یوشع بن نون کی سرداری میں ملک شام کے مالک ہوئے تو چند ہی روز کے بعد قدم حد سے باہر رکھنے لگے۔ خدا تعالیٰ نے زمن کے بادشاہ کو مسلط کر دیا۔ جب سر پر پڑی تو پھر آنکھیں کھلیں۔ اور لگے جناب باری میں نالہ و فریاد کرنے اور دعائیں مانگنے۔ چنانچہ نجات ملی اور پھر حکومت کرنے لگے۔ طالوت کے عہد میں جالوت نے حملہ کیا اور بنی اسرائیل کا پھر قافیہ تنگ ہوا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر اس آفت سے بھی مخلصی پائی۔ حضرت سلیمانؑ کے بعد پھر زوال شروع ہوا اور رفتہ رفتہ ملک شام کی حکومت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ نہ صرف سلطنت گئی۔ بلکہ شہر بابل کا مشہور ظالم بادشاہ بخت نصر اُن کو ملک شام سے پکڑ پکڑ کر اور لونڈی غلام بنا بنا کر بابل لے گیا۔ حتیٰ کہ اُن کے جو دو ذی وجاہت اور مذہبی پیشوا حضرت دانیالؑ اور حضرت حزقیلؑ تھے وہ بھی لے گیا اور بابل میں وہ ظلم و تشدد روا رکھا کہ فرعون مصر کا زمانہ آنکھوں میں پھرنے لگا اور چھٹی کا دودھ زبان پر آگیا۔ جو لوگ سنت اللہ اور خدائی سلسلوں کے حالات سے واقفیت رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے پردہ میں پوشیدہ ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے کسی کو سزا دیتا ہے اور جس طریقے سے چاہتا ہے۔ اپنے انعامات نازل فرماتا ہے۔ ستر برس تک بنی اسرائیل بابل میں قید رہنے کے بعد خدا تعالیٰ نے حضرت دانیالؑ اور حضرت حزقیلؑ کو بذریعہ الہام حکم دیا۔ کہ تم اب میدا (ایران) کے بادشاہ سے مدد طلب کرو۔ ہم ایرانیوں کے ہاتھوں سے ظالم بابلیوں کو تباہ کرا دیں گے اور بابل کا نام و نشان مٹا کر تم کو اس مصیبت سے نجات دیں گے۔ چنانچہ اس کام کے واسطے نہایت لطیف الماخذ تدبیروں اور پوشیدہ مشوروں کی ضرورت تھی عورتیں بوجہ ضعیف العقل اور ضعیف الدماغ یا نا تجربہ کار رہنے کے کہاں ان اہم ترین باتوں اور مشوروں سے اطلاع پانے کی اہل اور متحمل ہو سکتی تھیں ہوشیار اور چالاک آدمی جو ایرانیوں کے ساتھ سلسلہ سلام و پیام کے لئے منتخب ہوئے اُن کو اس بات کی بھی سخت تاکید ہوئی کہ عورتوں سے ان رازوں کو قطعاً علیحدہ رکھیں۔ قصہ مختصر ادھر بخت نصر مر گیا۔ ادھر ایران کا کیانی بادشاہ کیخسرو بابل پر حملہ آور ہوا۔ بابل کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور بنی اسرائیل کو خلاصی حاصل ہوئی۔ حضرت دانیال اور حضرت حزقیل اپنی دلربا اور لطیف الماخذ تدبیروں سے ظالموں کے شہر کو ہرت مرت کرا کر بنی اسرائیل کو ہمراہ لیکر پھر شام میں آگئے اور بیت المقدس کو جو بخت نصر کے ہاتھوں مسمار ہو چکا تھا۔ دوبارہ تعمیر کرایا۔ بابل کے اسی واقعہ کا اس آیت میں ذکر ہے۔

ھاروت ماروت کے متعلق لوگوں نے عجیب عجیب رنگینیاں اور ناول نویسیاں کی ہیں حالانکہ ان کہانیوں کا ماخذ نہ قرآن شریف ہے نہ احادیث نبوی نہ توریت نہ اور کوئی معتبر تاریخ۔ نبی کریمؐ کے زمانہ میں ان بابل والی باتوں کا قیاس کر کے یہود و نصاریٰ نے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرانے کے لئے ریشہ دوانیاں شروع کیں۔ چنانچہ یہودیوں نے دربار ایران میں اور نصاریٰ نے ہرقل روم کے یہاں اپنے اپنے وکلا بھیجے۔ اور اُن دونوں طاقتوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کی کوششیں شروع کیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اُس زمانہ میں تو ہمارے اذن اور ہماری تحریک پر (اس قسم کی) تدبیریں کی گئی تھیں۔ اور اسی وجہ سے بار آور بھی ہوئیں۔ مگر اب اگر یہ چاہو۔ کہ ہم کامیاب ہو جاویں گے تو یہ غیر ممکن ہے۔ وما هم بضارين به من احد الا باذن الله و يتعلمون ما يضرهم ولا ينفعهم الخ۔ اب اس آیت کا ترجمہ آیت کی الفاظ کی رعایت اور صحت کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ جو اس طرح ہے۔

ترجمہ۔ اور اُنھوں نے اس کی پیروی کی جس کو شیطان سلیمانؑ کی سلطنت پر پڑھتے ہیں اور سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا۔ البتہ وہ شیطان لوگوں کو دلربا اور لطیف الماخذ باتیں سکھانے سے کافر ہوئے۔ اور اُس کی بھی پیروی کی) جو کہ ہاروت و ماروت دو مقتدرانہ تصرف رکھنے والوں پر شہر بابل میں اُتارا گیا تھا۔ وہ دونوں کسی کو بھی نہیں سکھاتے تھے۔ یہاں تک کہتے ہیں کہ ہم تو آزمائش ہیں۔ پس تم کفر نہ کرو۔ پھر وہ ان دونوں سے وہ سیکھتے ہیں۔ جس کے ساتھ مرد اور اُس کی بیوی میں جُدائی کرتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے سوا کسی ایک کو بھی اس کے ساتھ ضرر دینے والے نہیں۔ اور یہ وہ سیکھتے ہیں جو اُن کو ضرر دیگا۔ اور اُن کو نفع نہیں دیگا اور بیشک اُنہوں نے جان لیا تھا کہ ضرور جس نے اُس کو خرید لیا ہے اُس کے لئے آئندہ زندگی میں کوئی حصہ نہیں۔ اور وہ کیسا بُرا ہے جس کے بدلہ میں انہوں نے اپنی جانیں دیدی ہیں۔ اگر وہ واقف ہوتے اور اگر وہ ایمان لاتے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

چھوٹا منہ بڑی بات - یا دخل در معقولات

مَیں بلا کسی قسم کی تائید و تردید - یا تمہید کے اپنے چھوٹے سے منہ سے بڑی بات نکال کر دخل در معقولات کا مصداق بنتا ہوں اور محض اللہ کے واسطے دردِ دل کے ساتھ بقدر ہمت خود تجویز ذیل احمدی برادران کی خدمت بابرکت میں پیش کرنا چاہتا ہوں - وہ یہ ہے کہ باستثنائے نابالغ بچوں اور بالکل بوڑھوں کے کل احمدی جماعت بماہ آئندہ سنہ رواں ہفتہ اول و دوم و سوم و چہارم کے آخری دنوں میں ایک ایک وقت کا کھانا ترک کرکے قیمت خوراک صدر انجمن احمدیہ قادیان شریف میں بھیجدیویں - فی کس ایک وقت کا خرچ اوسطاً چار پیسے بھی رکھا جائے - تو چار لاکھ احمدی بھائیوں کی خوراک ایک وقت کی ۲۵ ہزار روپیہ اور چار متفرق اوقات کی لاگت پورا ایک لاکھ روپیہ ہو جاتا ہے -

میرے ناقص خیال کی رُو سے کوئی امیر و غریب بھائی اس ثواب عظیم سے محروم رہنے کی کوشش نہیں کریگا - بلکہ یہ فاقہ کشی موجب رضاء الٰہی سمجھی جاویگی - جہاں جہاں باقاعدہ انجمنیں قائم ہیں اور جنکی تعداد ایک صد کے قریب ہے - وہ اپنی اپنی جگہ جملہ متعلقین سے قیمت خوراک فراہم کرلیں - اور مختلف مقامات کے بھائی خواہ وہ کتنی ہی دور ہوں قریب کی انجمنوں میں قیمت خوراک دیدیں یا براہ راست بھیجدیویں لیکن نابالغوں - بوڑھوں اور خدانخواستہ اُن تواریخ میں بیمار شدگان کے سوا کوئی بھائی اس عملی کارروائی سے باہر نہیں رہنا چاہیئے - ورنہ قطرہ قطرہ شود دریا کی مثال پوری نہ ہوگی -

بھائیو! ہماری چار وقت کی معمولی خوراک حضرت امیر المؤمنین خلیفہ ناصر نواب صاحب حفظہ اللہ العالی - نو مسلم حفاظت فنڈ نور - الحکم قادیان شریف مسجد نور - لنگر خانہ وغیرہ کو مالی مشکلات سے بآسانی بچا سکتی ہیں - میر صاحب قبلہ کی عظمت - نو مسلم حفاظت فنڈ کی ضرورت مجھ نالائق کے بیان سے باہر ہے الحکم سب سے پہلا اور قابل قدر اخبار جو حضور مغفور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منظوری سے جاری ہوا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح رضی کا منظور نظر بھی ہے اس کے وقت پر نکلنے کی فکر جماعت احمدیہ نہ کرے تو کون کریگا مسجد نور اور لنگر خانہ کے ذمہ بھی قرض بتایا جاتا ہے - ان کا بوجھ بھی ہلکا کرنا جماعت احمدیہ کا کام ہے مَیں تجویز مندرجہ بالا کی نسبت لمبی بحث کرنے کے قابل نہیں ہوں صرف اپنے دینی بھائیوں سے ایک ماہ میں چار وقت کا کھانا چھوڑ کر مقیمان کوئے دوست کی باثر اور لائق قبولیت دعاؤں میں شامل ہوجانے کا متمنی ہوں - غور کیا جاوے تو ایسی بابرکت دعائیں کہاں دہری پڑی ہیں اللہ تعالیٰ جمیع برادران احمدی کو اس تجویز پر (جو کچھ مشکل نہیں ہے) عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے - اور ہر قسم کی سوئے ظنیوں سے محفوظ رکھے - آمین ثم آمین -

نوٹ (۱) خاکسار نے اس تجویز کا عملی ثبوت یہ پیش کردیا ہے کہ مبلغ ۱۲ روپے اپنی گرہ سے اور ۸ روپے دیگر احباب احمدی و غیر احمدیوں کا عطیہ کل ۲۰ روپیہ صدر انجمن احمدیہ میں بھیجدیئے ہیں -

(۲) حضرت شیخ جی صاحب ایڈیٹر الحکم چار وقت کی خوراک خود بھی عنایت فرمائیں اور اپنے اخبار کے خریداروں میں بھی تحریک فرما دیویں تو سودمند ہوگا - فقط

خاکسار ہاشم علی احمدی سنوری گرداور قانون گو حلقہ بکلان تحصیل بھٹنڈہ تبدیل شدہ

انصار اللہ کو نصیحت

"ناظرین الحکم انصار اللہ کے نام سے واقف ہیں - یہ وہ جماعت ہے - جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد نے ایک رویا صالحہ کی بنا پر قائم کی - اور جس کو سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح رض نے اپنی شمولیت سے اعزاز بخشا انصار اللہ کے افتتاحی جلسہ مورخہ ۱۶- اپریل ۱۹۱۱ء کو حضرت صاحبزادہ صاحب نے ایک تقریر فرمائی تھی - جس کو انصار اللہ کے گرامی قدر ممبر منشی فرزند علی صاحب نے قلمبند کرلیا تھا اب انہوں نے اسے شائع کیا ہے - مَیں بھی اسے فائدہ عام کے لئے شائع کرنا ضروری سمجھتا ہوں - خدا کرے - کہ ہم اس پر عمل کرنے کی توفیق پائیں - ایڈیٹر

فرمایا "مجھے انصار اللہ کی جماعت بنانے کی تحریک اس خواب کی وجہ سے ہوئی جس کا اعلان بدر میں کیا جاچکا ہے - بعض دوستوں نے سوال کیا ہے کہ جب سلسلہ عالیہ کے تمام افراد فرداً فرداً وہی کام کررہے ہیں جو انصار اللہ کا کام تجویز ہوا ہے - تو انصار اللہ کی ایک علیحدہ جماعت قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے - اُس کا جواب یہ ہے - کہ جس طرح ایک کمانڈر انچیف کے ماتحت کئی کمان افسر ہوتے ہیں - جن میں سے ہر ایک اپنی اپنی فوج کا ذمہ وار ہوتا ہے - اسی طرح انصار اللہ کی جماعت حضرت خلیفۃ المسیح رض کے زیر حکم ایک ایسی فوج ہوگی - جو میری ماتحتی میں کام کریگی - کوئی ہرج کی بات نہیں - اگر اور احباب جن کو خدا تعالیٰ توفیق دے حضرت امیر المؤمنین رض کی منظوری اور جماعتیں اس قسم کی قائم کریں جو اپنے اپنے رنگ میں دین کی خدمت کریں - انصار اللہ کے قائم کرنے کی تحریک شیطانی القا نہیں ہوسکتا - کیونکہ اس میں تبلیغ کا حکم ہے - شیطان کب چاہتا ہے کہ اس کے مقابلہ کے لئے ایک جماعت کو اکٹھا کیا جاوے -

آج کا اجتماع اس لئے کیا گیا ہے تاکہ آپ لوگوں میں محبت پیدا ہو کیونکہ بغیر باہم شناسائی کے وہ گہرا تعلق پیدا نہیں ہوسکتا جو مَیں چاہتا ہوں کہ انصار میں قائم ہو - مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم اس عشق کی بنا پر جو اہل اللہ کو حضرت حق سبحانہ کے ہوتا ہے - لطیف استدلال کرتے ہیں کہ حضرت باری تعالیٰ کا نظارہ ضرور عاشقان الٰہی کو اس دُنیا میں ہوتا ہے - کیونکہ دیدار کے بغیر محبت پیدا نہیں ہوتی آپ صاحبان کی باہم واقفیت اس لئے بھی ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک ہوسکیں - یہ بات میرے دل میں حضرت صاحب نے بچپن میں ذہن نشین کی تھی - ایک روز آپ اخبار پڑھ رہے تھے مجھے بلایا - فرمایا - محمود ادھر آؤ - تمہیں کچھ دکھائیں - جب مَیں نے اخبار کا وہ حصہ پڑھا - جس کی طرف حضرت صاحب نے اشارہ فرمایا تھا تو اُس میں لکھا تھا کہ فلاں ڈاکٹر مثلاً رام چند مرگیا - مَیں نے کہا پھر کیا ہوا؟ فرمایا - اگر تمہیں اس شخص کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہوتا تو تم اس خبر کو ایسی لاپروائی کے ساتھ نہ پڑھتے - اس وقت متوفی ڈاکٹر کے گھر میں اُس کے اعزہ و اقارب میں رونا دھونا پڑ رہا ہوگا - اور تم نے لاپروائی سے پڑھ دیا کہ ڈاکٹر رام چند مرگیا - اسی طرح دین اسلام پر ہر طرف سے حملے ہورہے ہیں - مگر مسلمانوں کے کانوں پر جوں نہیں چلتی - اگر وہ اسے اپنی عزیز چیز سمجھیں - تو یہ بے توجہی نہ ہو -

اسلام کی حالت اس وقت سخت خطرے میں ہے اس کی تشبیہ ایک ایسے مکان سے دیجا سکتی ہے - جس کے باہر سے چور مال لوٹ رہے ہوں - اندر سے اس مکان میں آگ لگ رہی ہو - اور مالک مکان بے خبری میں آرام و چین کے ساتھ پڑا سو رہا ہو - اگر اس مالک کو ان اندرونی و بیرونی دشمنوں کی خبر ہو - تو کیسا گھبرائے - اور اپنے متاع کو بچانے کے لئے کیا کچھ زور لگائے - احمدی اور غیر احمدی مسلمانوں میں صرف اس قدر فرق ہے - کہ غیر احمدی لوگ تو بالکل سو رہے ہیں - احمدی لوگ بیدار ہوکر چوروں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں - اور کبھی کسی وقت تھوڑا بہت چرایا ہوا مال چور سے واپس چھینتے ہیں - مگر زور کے ساتھ چوروں کے اوپر یہ بھی حملہ آور نہیں ہوتے -

ہر ایک کام کے مناسب ضروریات ہیں - بعض میں تنہائی اور بعض میں صحبت کی ضرورت ہوتی ہے - مثلاً غور و فکر کے لئے تنہائی کی ضرورت ہے - تو جنگ میں صحبت و اتفاق کی ضرورت ہے اگر ایک جنگل میں سڑک بنانے کی ضرورت ہو - اور مختلف آدمی مختلف مقاموں سے فرداً فرداً درخت کاٹیں - تو عرصہ دراز تک جنگل میں کوئی سڑک کی صورت نمودار نہ ہوگی - مگر اگر سب لوگ متفق ہوکر ایک جگہ سے درختوں کو گرائیں - تو چند روز میں سڑک کا ٹکڑا تیار ہوجائیگا - پھر ہر ایک مقام میں موقعہ اور محل دیکھنا چاہیئے - پیاسے کو پانی ہی پلانا چاہیئے - روٹی کھلانے سے اس کی پیاس نہ بجھیگی - بھوکے کو سیر کرنے سے افاقہ ہوگا - تبلیغ کے لئے مناسبت کا لحاظ رکھنا نہائت ضروری ہے - سب سے مقدم تو یہ ہے کہ انصار اللہ اپنی ذاتوں میں اس تعلیم کا نیک نمونہ دکھائیں - جو اُن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہنچی ہے - کن کن باتوں میں یہ نمونہ دکھایا جاوے - اس کو حضرت صاحب نے ایک نہائت مختصر فقرے میں حل کردیا ہے - یعنی دین کو دنیا پر مقدم کرو - یہ ایک چھوٹی سی کشتی ہے - جس پر سوار ہوکر تم نہائت سرعت کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہو - مگر اس کشتی کے چلانے میں اس کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے سخت احتیاط بکار ہے - دین کو دنیا پر مقدم کرنے میں ایک باریک رستے پر چلنا پڑتا ہے - اوس کے لئے استغفار اور تسبیح کا سہارا پکڑا جائے - تو گرنے پھسلنے کا خطرہ نہیں رہتا - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا یعنی اگر تم کو کوئی تحفہ دیا جاوے - تو معطی کو ویسا ہی یا اُس سے بہتر تحفہ واپس دیا کرو - جب انسانوں کے لئے یہ حکم ہے - تو کیا یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی تحفہ اللہ تعالیٰ کو دیا جاوے اور وہ اس کو بڑھا کر واپس نہ کرے - جب ایک کمزور انسان لاحول پڑھ کر بیان کرتا ہے - کہ سب طاقت اللہ ہی کو ہے - تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اس شخص کو گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی توفیق دیتا ہے الحمد جس دل سے پڑھو - اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے پڑھنے والے کو خوبیوں سے متصف فرماتا ہے - استغفار پڑھنے سے گناہ بخشے جاتے ہیں - اور پاکیزگی ملتی ہے - پس انصار کو چاہیئے - کہ استغفار - درود - لاحول - تسبیح حمد کثرت سے پڑھیں - ایک دوسرے کے لئے دعائیں

کریں۔ کیونکہ اس طریق سے باہمی ہمدردی بڑھتی ہے۔ نیز دوسرے کی دُعا بہ نسبت اپنی دُعا کے زیادہ مستجاب ہوتی ہے۔ دُعاؤں کی کثرت سے معرفت الٰہی میں ترقی ہوتی ہے۔ دُعا کرنے اور کرانے والے میں تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ دُعاؤں کی قبولیت سے اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے۔ دُعا کے قبول ہونے کے لئے تڑپ نہائت ضروری ہے۔ یہ تڑپ باہمی محبت سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔

جس طرح خیرات کرنے کے لئے روپیہ کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح تبلیغ کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے۔ جو لوگ علم کے پیاسے ہیں۔ اُن کی پیاس کرچشمہ علم سے ہی بُجھ سکتی ہے۔ علم دین میں سب سے اعلیٰ درجہ قرآن مجید کا ہے۔ قرآن مجید کی ایک ایک تفسیر حدیث میں پائی جاتی ہے۔ اور پھر مزید تفسیر حضرت صاحب کی تصانیف میں پائی جاتی ہے۔ پس قرآن۔ حدیث اور حضرت صاحب کی تصانیف سب کا پڑھنا انصار کے لئے ضروری ہوا۔

تحصیل علم کے بعد تبلیغ و اشاعت ضروری ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ وہ شخص نہائت ہی بخیل ہے۔ جس کا اپنا کھیت پانی سے بھر چکا ہے۔ مگر وہ دوسرے کے کھیت میں پانی نہیں چھوڑتا۔ تبلیغ کے لئے لیکچر اور تقریر ذریعے ہیں۔ ان میں بہت مشق کرو۔ حضرت صاحب کی خاص کتب کا وقتاً فوقتاً امتحان لیا جایا کریگا۔ انصار کو چاہیئے۔ کہ کثرت کے ساتھ باہم ملاقاتیں کریں۔ پھر سب انصار کی ملاقات کے لئے قادیان میں جلسہ کیا جایا کریگا۔ انصار کو چاہیئے کہ چُھٹیاں لے کر یہاں آئیں۔ کم از کم پانچ کی جماعت ہو۔ یہاں سے پڑھ کر جائیں۔ دوسروں کو پڑھائیں۔ تبلیغ غربا

میں کیا کرو۔ امراء میں نفاق ہوتا ہے۔ ہر روز تبلیغ کرو۔ خواہ پانچ منٹ کے لئے سہی۔ دفتر۔ کچہری یا کام کو آتے جاتے کسی نہ کسی کو کلمہ حق سُنا دو۔ ریل اور یکے کے سفر میں تبلیغ کے لئے خوب موقعہ ملتا ہے۔ میلوں کے رستوں میں یا ان کے کناروں پر کھڑے ہو جاؤ۔ اور تبلیغ کرو۔ میلوں کے گھمسان میں نہ جاؤ۔ دوری رکھو۔ تبلیغ کی غرض لیکر میلے میں جاؤ۔ میلے دیکھنے کے لئے تبلیغ کو بہانہ نہ بناؤ۔ تقریروں کی مشق کرو۔ کبھی کبھی ایک مقام کے انصار دوسرے مقامات پر جا کر لیکچر دیں۔ یہ بھی لوگوں کی دلچسپی کا موجب ہوتا ہے۔ کہ لیکچرار کہیں دوسری جگہ سے آیا ہو۔

اردو کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی تبلیغ کی جانی ضروری ہے۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت صاحب کے دعاوی اور ان کے ثبوتوں کا ایک پمفلٹ۔ بنگالی۔ مرہٹی زبانوں میں شائع کیا جائے جو تصانیف مختلف مذاہب کی تردید یا اسلام کی حمائت میں لکھی گئی ہیں اور جن کا مطالعہ انصار کو کرنا ہوگا۔ منہ رجہ ذیل ہیں:۔

اسلام۔ ازالہ اوہام۔ حقیقۃ الوحی۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ برکات الدعا۔

شیعہ۔ خلافت راشدہ۔ سر الخلافہ۔

وفات حضرت مسیح موعود۔ مضمون حضرت خلیفۃ المسیح ملحقہ رسالہ الوصیت۔ صادقوں کی روشنی۔

آریہ۔ سرمہ چشم آریہ۔ چشمہ معرفت۔ شحنہ حق۔ قادیان کے آریہ اور ہم۔ رسالہ رد تناسخ (خلیفۃ المسیح)

مسیحی۔ جنگ مقدس۔ نور الحق۔ ابطال الوہیت مسیح۔ کفارہ

(مصنفہ مفتی محمد صادق) اسلام پر اعتراضات کا جواب لنور الدین فصل الخطاب۔ تصدیق براہین احمدیہ۔ ینابیع الاسلام کا جواب۔ سردست ازالہ اوہام اور مضامین وفات حضرت مسیح کا مطالعہ کیا جائے اور ان کا امتحان ستمبر سنہ میں لیا جاوے۔ بعض اوقات ایک خاص لیکچر بعض مضامین کے متعلق یہاں سے تیار کر کے خاص انصار کو دیا جایا کریگا۔ تاکہ وہ اس پر خوب مشق کریں۔

انصار اللہ کی فہرست وقتاً فوقتاً شائع کی جایا کریگی۔ انصار کو چاہیئے کہ باہم ملاقات کثرت سے کیا کریں۔ کسی شہر میں جائیں تو وہاں کے انصار کو تلاش کر کے ملیں خواہ حرج ہی ہو۔ اگر ریل میں سفر کر رہے ہیں تو جو اسٹیشن رستے میں آتے ہوں وہاں کے انصار کو اطلاع دیں تاکہ وہ اسٹیشن پر آ کر مل جائیں۔ انصار سفر میں حتی الوسع انصار کے پاس ٹھہریں۔ ملیں تو صحابہ کی طرح دینی گفتگو کر کے ایمان تازہ کر لیں۔ اعتراض حل کریں اور علمی افادہ ایک دوسرے سے حاصل کریں۔ خانگی امور میں باہم مشورہ طلب کر لیا کریں مگر یاد رہے کہ مشورہ قبول کرنا فرض نہیں ہوتا۔ ہاں جب کسی بزرگ سے مشورہ لیا جائے۔ تو اس پر ضرور عمل کرنا چاہیئے۔ باہم دعوتیں کیا کرو۔ اور تمہارا باہم سلوک ایسا ہو جیسے سگے بھائیوں کا ہونا چاہیئے۔

تمام انصار ایک ماہوار رپورٹ بھیجا کریں۔ جس میں مندرجہ ذیل امور کے متعلق اطلاع ہو۔ درس تدریس قرآن و حدیث کا کس طرح ہوا۔ کتنا پڑھا یا پڑھایا۔ (قرآن کے معنے میں جرأت نہیں کرنی چاہیئے۔ بغیر سند کے معنے کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے) کیا تبلیغ کی۔ کیا نتیجہ نکلا۔ تبلیغ کا کیا کیا موقعہ ملا۔ مہینے میں کس کس بھائی سے ملاقات کی۔ اور محبت بڑھائی۔ کتنے لیکچر دیئے۔ تبلیغ میں کون کون

شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لی جائیگی

عوام سے

خواص سے

ہندوستان سے باہر

غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے

جلد ۱۵

الحکم

مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۱۱ء

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے شائع ہوتا ہے

مطبع انوار احمدیہ قادیان دارالامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی … ایڈیٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا

ورود قیصر اور الحکم

ملک معظم قیصر ہند کے ورود پران کے بمبئی پہنچنے کے دن ایڈیٹر الحکم نے اپنے ناظرین کی طرف سے مندرجہ ذیل پیام خیر مقدم کا بذریعہ تار روانہ کیا :-

"ایڈیٹر الحکم اپنے ناظرین کیطرف سے ملک معظم قیصر ہند کو ورود ہند پر صدق دل سے خیر مقدم کہتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ ہز امپیریل میجسٹیز کا یہ ورود تاج برطانیہ اور اہل ہند کے لئے ہر قسم کی برکتوں کا موجب ہو۔ پھر ایکبار اسادت و عقیدت سے عرض کرتا ہے

"اے آمدنت باعث آبادی ما"

اس تار کے جواب میں اسی روز ملک معظم کے پرائیوٹ سکرٹری نے تحریر فرمایا کہ

ملک معظم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپکے وفادارانہ تار کا شکریہ ادا کروں "

کہنے کو تو یہ ایک معمولی امر ہے کہ لوگ تار دیتے ہیں اور ادھر سے شکریہ کا تار بھیجدیا جاتا ہے۔ مگر میں نے اسکو کسی نمائیش یا معمولی امر کی حیثیت سے پیش نہیں کیا بلکہ ایک خاص سبق کے لئے پیش کیا ہے ورنہ ایڈیٹر الحکم ہر ضروری موقعہ پر اپنا فرض سمجھتا رہا ہے کہ اپنے ناظرین کی اس وفاداری اور ارادت و عقیدت کو جو وہ مذہبی حیثیت سے تاج برطانیہ سے رکھتے ہیں پیش کرے اور اس سے پہلے متعدد تار مختلف موقعوں پر بھیجے گئے اور ان کے جوابات موصول ہوئے۔ میں اس سے صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ یہ قوم کیسے فرض شناسی اور شکر گذاری کی روح اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور منجملہ دیگر اسباب کے جو اس قوم کی سلطنت و شاہنشاہی کے یہ بھی بڑا باعث ہے کہ

اس قوم میں شکر گذاری کی روح کام کرتی ہے ان کے آداب زندگی میں یہ امر داخل ہوگیا ہے کہ وہ معمولی سے معمولی امور میں ادائے شکریہ کے لئے آمادہ رہتے ہیں آپ ایک جنٹلمین کو اس کی چھڑی یا چھتری کا کاغذ اٹھا کر دیں تو وہ فوراً کہیگا "میں آپکا شکر گذار ہوں"

یہ روح اسلام نے مسلمانوں میں پیدا کی تھی قرآن کریم نے فرمایا **هل جزاء الاحسان الا الاحسان** اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہانتک فرمایا **من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ** کہ جو شخص انسان کا شکر گذار نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گذار نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان ایک مرئی ہستی ہے اور جب یہ اس مرئی ہستی کی مہربانی کا شکر گذار نہیں ہو سکتا جسکو مشہود اور محسوس کرتا ہے پھر خدا تعالیٰ جو الغیب ہے اس کا شکر گذار کیونکر ہوگا مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی تھی۔ مگر باوجود اس تعلیم کے ان کی جو حالت ہے وہ عیاں ہے۔ اظہار شکر گذاری کے لئے انہیں ایک لفظ سکھایا گیا تھا کہ وہ **جزاک اللہ** کہیں۔ اور پھر عملی رنگ میں جو کچھ بھی اس **احسان** کا بدلہ ہو وہ ادا کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ فطرت اور **اولوالعزمی** کا اس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ نے عملی رنگ میں اس تعلیم کو پھیلایا یہانتک کہ چھینک کے جواب میں جب دوسرا شخص **یرحمک اللہ** کہے تو چھینک لینے والا فوراً اسے **یھدیکم اللہ** کہے۔ یہ مثال میں نے عملی شکر گذاری کی چھوٹی سی پیش کی ہے غرض مسلمانوں کو عملی شکر گذاری کی تعلیم دی گئی تھی اور یہ بھی بتایا گیا تھا کہ **لئن شکرتم لازیدنکم** یعنی ادائے شکر پر ازدیاد نعمت ہوگی۔ یہ بھی ایک مسلمہ امر ہے اس تعلیم سے انگلش قوم نے فائدہ اٹھایا اور اس کے نفع سے متمتع ہو رہی ہے مجھے بارہا خیال آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لدنی جزو ایمان **اماطة الاذی عن الطریق** ہے یعنی راستوں سے تکلیف دہی کے اسباب دور کرنا اب دیکھئے کہ راستوں کو اس قوم نے کس عمدگی سے صاف کیا اور اس جزو ایمان پر کیسا عمل کیا اس قسم کے تمام اسباب کو اگر جمع کیا جاوے اور تفصیل سے بیان کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ ایمان کے کسقدر شعبوں سے فائدہ اٹھایا ہے میں نے صرف اسی ایک خیال کو پیش کرنے کے خیال سے اس واقعہ کو آپکے سامنے رکھا ہے خدا کرے کہ ہم میں بھی شکر گذاری کی روح پیدا ہو

اعلان شاہنشاہی

منجانب

اعلیحضرت اقدس بادشاہ قیصر ہند

اعلیحضرت اقدس کی ممالک محروسہ میں اعلیحضرت موصوف کی رسم تاجپوشی کے ادا ہونیکے اعلان عام کیلئے

چونکہ ما بدولت و اقبال نے بذریعہ اپنے شاہی اعلانات مورخہ ۱۹ ماہ جولائی اور سات نومبر ایکہزار نو دس عیسوی اپنے جلوس کے پہلے سال میں اپنے ارادہ شاہنشاہی کا اعلان اور اظہار فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اپنی شاہی تاجپوشی کی رسم ماہ جون ایک ہزار نو سو گیارہ عیسوی کی بائیس تاریخ کو ادا فرمائینگے۔

اور چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جمعرات کے دن گذشتہ جون کی بائیس تاریخ کو ہمیں اس رسم کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور چونکہ اپنے شاہی اعلان مورخہ ۲۲ ماہ مارچ ایکہزار نو سو گیارہ عیسوی اپنے جلوس کے سال میں ہم نے اظہار فرمایا تھا کہ ہمارا منشاء اور ارادہ ہے کہ ہم اپنی مملکت ہندوستان کی تمام عزیز رعایا کو بذات خود مطلع فرماویں کہ رسم مذکور حسب مدعا ادا ہو چکی ہے اور اپنے گورنروں لفٹنٹ گورنروں اور دیگر افسروں اور اپنی زیر حمایت دیسی ریاستوں کے والیان اور امراء اور اپنی سلطنت ہندوستان کے تمام صوبجات کے عمائدین کو اپنے حضور میں طلب فرماویں لہٰذا اس فرمان شاہی کے ذریعہ سے ہم اس کا اعلان فرماتے ہیں اور اپنے تمام عہدہ داران اور تمام والیان ریاستہائے اور اپنی رعایا کو جو اس موقعہ پر دہلی میں جمع ہیں اپنا شاہی اور قیصری سلام ابلاغ فرماتے ہیں۔ اور مطمئن کرتے ہیں کہ ہمکو اپنی سلطنت ہندوستان سے دلی اُنس ہے۔ اور اس کی صلاح و فلاح ہمارے مدنظر ہے اور ہمیشہ مدنظر رہیگی۔ یہ اعلان بارہویں دسمبر ایکہزار نو سو گیارہ عیسوی کو ہمارے جلوس کے دوسرے سال میں ہمارے دربار دہلی سے صادر ہوا۔

بادشاہ قیصر ہند کو خدا سلامت رکھے

قیصر ہند کا ورود ہند اور جلسہ تاجپوشی

انگلستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اس کے بادشاہ نے اپنے کسی ماتحت ملک میں جاکر تاجپوشی کا جلسہ کیا ہو۔ اور جب سے ہندوستان مستقل طور پر سلطنت برطانیہ کے جھنڈے کے نیچے آیا ہے۔ اس کی تاریخ میں بھی یہ پہلا ہی موقعہ ہے کہ قیصر ہند نے ہندوستان آکر اپنی تاجپوشی کا اعلان کیا ہو۔ اس اعزاز اور افتخار سے ہندوستان کی پولٹیکل اہمیت میں جو نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ اس پر اس وقت بحث کرنا میرا مقصود نہیں اور نہ اس کی ضرورت۔ مجھے صرف قیصر ہند کے ورود ہند کے حالات سے علی العموم اپنے ناظرین کو آگاہ کرنا ہے۔ البتہ ان حالات کے بعد انشاء اللہ العزیز ایک خاص آرٹیکل بھی اسی تقریب کے متعلق خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے لکھونگا۔ چونکہ عدن ہندوستان کا دروازہ ہے۔ اس لئے میں ملک معظم کی آمد کے حالات کو عدن سے شروع کرونگا۔ وباللہ التوفیق

عدن میں داخلہ

جب شاہی جہاز "مدینہ" عدن میں داخل ہوا۔ تو بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ توپوں کی سلامی سر کی گئی۔ اور انگلستان کا قومی گیت دو دیسی رسالوں میں گایا گیا۔ نواح عدن کے تمام سرداروں اور بحری اور بری فوج کے اعلیٰ حکام نے جہاز پر پہنچکر بادشاہ سلامت کا خیر مقدم کیا۔ سہ پہر کے وقت بادشاہ و ملکہ جہاز سے اترکر گھاٹ پر تشریف لائے اس وقت ریذیڈنسی کی عمارت پر انگلستان کا شاہی جھنڈا لہرانے لگا اور جنگی جہازوں اور بری توپ خانہ سے دوبارہ سلامی اتاری گئی۔ گھاٹ پر جو نفیس اور وسیع شامیانہ نصب کیا گیا تھا۔ اول بادشاہ و ملکہ اس میں تشریف فرما ہوئے۔ جہاں ریذیڈنٹ نے سفارت گاہ کے افسران۔ مختلف محکموں کے افسران اعلیٰ اور فوج کے کمانیئر کو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد بادشاہ اور ملکہ اس مکان میں تشریف لے گئے۔ جو آپ کے پبلک استقبال کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ راستہ میں دو طرفہ فوج تعینات تھی۔ اور مکانات جن پر انگلستان کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ خوب آراستہ تھے مختلف دیوانوں میں "خوش آمدید" اور "مبارکباد" کے الفاظ جابجا آویزاں کئے گئے تھے۔ مقام استقبال میں عدن کے مختلف محکموں کے افسر مختلف فرقوں کے قائممقام اور نواحی علاقوں کے عرب سردار جمع تھے۔ بادشاہ سلامت اور ملکہ کے تشریف فرما ہونے کے بعد استقبالیہ کمیٹی کے سکرٹری نے جو پارسی جنٹلمین ہیں۔ مبارکباد کا ایڈریس سنایا۔ اور ایک نقرئی صندوقچی میں رکھکر بادشاہ سلامت کے پیش کیا۔ بادشاہ سلامت ایڈریس کا مناسب جواب دیکر جہاز کی طرف واپس ہوئے۔ راستہ میں دو طرفہ فوج اور گوناگون شکل و لباس کے لوگوں نے گرمجوشی کے ساتھ خوشی کے نعرے بلند کئے۔ مقام استقبال سے نکلتے ہی عدن کے یہودیوں نے ملکہ کو شتر مرغ کے پروں کا ایک بو (غنچہ) نذر کیا۔ جو ملکہ نے گلے میں لگالیا جہاز میں پہنچنے کے نصف گھنٹہ بعد جہاز عدن سے چھ بجے شام کے روانہ ہوا۔ اس وقت شہر میں روشنی ہو رہی تھی۔ اور آتشبازی چل رہی تھی۔

نیشنل کانگریس کی مبارکباد

کانگریس کی استقبالیہ کمیٹی کے میر مجلس نے بادشاہ سلامت کے پرائیویٹ سکرٹری کے نام جو مبارکباد بذریعہ تار روانہ کی تھی۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ "کانگریس کی استقبالیہ کمیٹی بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ کو ادب کے ساتھ دلی مبارکباد دیتی ہے اور بادشاہ و ملکہ اور تاج و تخت برطانیہ کے ساتھ اپنی سچی وفاداری اور اطاعت کا اظہار کرتی ہے۔ اور دعا کرتی ہے کہ آپ کی تشریف آوری آپ کی خوشی کا باعث اور نیز اہل ہند کی دائمی بہتری و بہبودی کا باعث ہو" اس کے جواب میں بادشاہ سلامت کے پرائیویٹ سکرٹری نے عدن سے یہ تار دیا۔ "کانگریس کی استقبالیہ کمیٹی نے جو پیغام بادشاہ۔ ملکہ و تاج و تخت برطانیہ کے ساتھ اپنی وفاداری اور اطاعت کے متعلق ارسال کیا ہے۔ بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور دل سے بھروسہ رکھتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں شاہی تشریف آوری اہل ہند کے دائمی فائدے کا باعث ثابت ہوگی"

حضور وائسرائے ہند کی مبارکباد

حضور وائسرائے ہند نے بادشاہ سلامت کو جو مبارکباد بذریعہ تار عدن میں روانہ کی تھی۔ وہ یہ ہے کہ "میں ہندوستان کی طرف سے اپنا فرض جو مبارکباد کے متعلق ہے۔ نہایت ادب کے ساتھ ادا کرتا ہوں اور حضور والا اور ملکہ معظمہ کو بحر ہند اور سرحد ہندوستان کے اندر رونق افروز ہونے پر دل سے مبارکباد دیتا ہوں۔ ہندوستان وفاداری اور اطاعت کے ساتھ اپنے شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم کی آمد کا منتظر ہے" اس کا بادشاہ سلامت نے یہ جواب دیا "آپ نے ہمارے بحر ہند میں داخل ہوتے ہی ہندوستان کی طرف سے ہمیں جو دلی مبارکباد بھیجی ہے۔ اس کا ہم اور ملکہ معظمہ تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم اس وقت کے بیحد مسرت کے ساتھ منتظر ہیں جبکہ ہم ہندوستان میں رونق افروز ہوکر آپ کو اور اپنی ہندوستانی رعایا کو دیکھیں گے"

گورنر صاحب بمبئی کی مبارکباد

صوبہ بمبئی کے گورنر صاحب سر جارج کلارک نے بادشاہ و ملکہ کی خدمت میں عدن کے مقام پر یہ مبارکباد روانہ کی "صوبہ بمبئی کی گورنمنٹ اور رعایا آپ کی بمبئی میں تشریف آوری پر نہایت ادب سے اپنی وفادارانہ اور دلی مبارکباد پیش کرتی ہے" گورنر صاحب کو اس کا یہ جواب موصول ہوا ہے "ہم اور ملکہ معظمہ آپ کا اور صوبہ بمبئی کی رعایا کا اس پیغام مبارکباد کے لئے جو آپ نے ہمیں روانہ کیا ہے۔ تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس پیغام کو تہ دل سے پسند کرتے ہیں"

شہنشاہ معظم کا جواب اہل عدن کو

اعلیٰ حضرت شہنشاہ معظم نے باشندگان عدن کے ایڈریس کا جواب حسب ذیل مرحمت فرمایا "میں ملکہ قیصرہ اور اپنی طرف سے تمہارے عقیدتمندانہ ایڈریس اور آبادی عدن کے مخلصانہ خیر مقدم کا شکریہ ادا کرتا ہوں ذاتی تعلق و محبت کے ان جذبات کے اظہار کرنے کے لئے اس سے زیادہ کوئی موزون جگہ انتخاب نہیں کی جاسکتی تھی۔ جیسی کہ یہاں میری پیاری دادی ملکہ وکٹوریہ کی مورت کے نیچے تجویز کی گئی ہے۔ ہمارے لئے یہ دلی مسرت کا ذریعہ ہے کہ دوبارہ تمہارے مشہور قلعہ پر آئیں اور اس کی مسلسل ترقی و خوشحالی کی نسبت اپنا اطمینان ظاہر کریں۔ چونکہ تمہارا قلعہ ہندوستان کی چوکھٹ پر واقع ہے اور برطانیہ کلان اور آسٹریلیا کے درمیان ایک ملانے والی کڑی بنتا ہے۔ اس لئے عدن ساری برٹش سلطنت کے لئے ایک خاص دلچسپی کی چیز ہے۔ اور بحیثیت اس کے باشندوں کے جو ذمہ واریاں تم کو اختیار کرنی پڑتی ہیں۔ وہ سال بسال اہمیت میں بڑھتی جاتی ہیں۔ میں نے بڑی مسرت سے تمہاری تجارت کے برابر وسعت پانے کا حال سنا ہے اور مجھے بھروسہ ہے کہ جو تحقیقاتیں اب تکمیل کو پہونچ رہی ہیں۔ وہ تمہیں ایک درست شدہ کافی ذخیرہ آب بہم پہونچا دیگی جس پر تمہاری صحت و بہبودی کا اتنا زیادہ انحصار ہے۔ جو زمین ساحل پر سمندر سے واپس لی گئی ہے۔ وہ ایسی جگہ بہم پہونچائیگی۔ جو تم کو اپنے شہر کی ترقی کے لئے درکار ہے اور میں اس فیصلہ پر خوش ہوا ہوں۔ کہ اس کا ایک حصہ میدان تفریح کے لئے محفوظ رکھا جائے گا۔ ہم (یعنی شہنشاہ معظم و ملکہ معظمہ) اپنی نسبت تمہاری نیک خواہشوں اور دعاؤں کی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور تم کو اس کا یقین رکھنا چاہئیے کہ ہم تمہاری بہبودی و ترقی میں ہمیشہ گرمجوشی سے دلچسپی لینگے"

بمبئی

شاہی جہاز مدینہ اور اس کے چار پاسبان جہازوں کے اپولو بندر میں لنگر ڈالتے ہی اس روز کی شاہی تقریب کا آغاز ہوا۔ شاہی جہازوں کے لنگر انداز ہونے کے پون گھنٹے بعد حضور وائسرائے کی سرکاری سواری معہ ایک انگریزی فوج کے بندرگاہ میں پہنچی۔ وائسرائے کے سر کی گاڑی میں چھتر شاہی لگا ہوا تھا۔ شاہی جہاز ساحل سے ۳ میل کے فاصلہ پر لنگر انداز ہوا۔ جہاں عام طور پر ڈاک کے جہاز ٹھیرا کرتے ہیں۔ پونے گیارہ بجے حضور وائسرائے بہادر جہاز مدینہ میں تشریف لے گئے۔ اور آپ کے بعد گورنر صاحب بمبئی شاہی جہاز میں حاضر ہوئے۔ لوگ جو شاہی جہازوں اور نیز بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ کے دیدار کے سخت شائق تھے۔ بڑی تعداد میں بندرگاہ میں جا پہنچے ½۱ بجے کے قریب بندرگاہ اور شہر کی ہوا میں ان فوجی باجوں کی آواز سے سُریلاپن پیدا ہوگیا۔ جو مختلف رسالے۔ قریب کھڑی ہونے یا سلامی اتارنے کے لئے آئی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا قدرت وجد میں آکر گنگنا رہی ہے۔

بندرگاہ سے باہر تشریف آوری

گیارہ بجے سے چار بجے تک کامل ۵ گھنٹے بادشاہ اور ملکہ کے شوق دیدار میں ہمہ تن انتظار بنی ہوئی کھڑی رہی۔ بادشاہ اور ملکہ معہ ہمراہیوں کے جہاز سے روانہ ہوکر ٹھیک چار بجے سہ پہر کے ساحل پر تشریف لائے۔ وائسرائے ہند نے عین ساحل پر اور گورنر بمبئی نے ساحل کے باہر سیڑھیوں پر آپ کا استقبال کیا۔ ساحل بندر پر شاہی استقبال کے لئے جو تیاریاں کی گئی تھیں۔ ان کا مفصل بیان دشوار ہے۔ مختصر یہ کہ اپولو بندر میں جو پرانی عمارت تھی۔ اسے گرا کر اس جگہ ایک چھوٹا سا "تاج محل" بنوایا گیا تھا۔ جس کی سفید برجیاں اور عمارت دھوپ میں جگمگ جگمگ کر رہی تھیں۔ اس عمارت کے اندر ایک وسیع چوک ہے جس کے گرداگرد بلند سفید ستون ہیں۔ ان ستونوں پر زرین شیر بنائے گئے ہیں۔ ساحل سے لیکر عمارت کے اندر تک سرخ مخمل کا فرش بچھایا گیا تھا۔ جس پر ہوکر بادشاہ سلامت ملکہ معظمہ اور ان کے ہمراہی اندر داخل ہوئے۔ فرش کے ایک طرف فوجی بینڈ کھڑا کیا گیا تھا۔ اور دوسری طرف اعزازی گارد۔ اس تاج محل کے چوک میں ایک عالیشان وسیع شامیانہ نصب کیا گیا تھا۔ جس کے نیچے شہر اور صوبہ بمبئی کے معزز اصحاب شاہی استقبال کے لئے پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ شامیانہ کے نیچے نصف دائرہ کی شکل میں تیس قطاریں نشستوں کی بنائی گئی تھیں۔ ان میں ہر قطار [illegible] اگلی قطار سے بلند تھی۔ ان پر تین ہزار معزز اصحاب تشریف فرما تھے۔ جن میں حکام انگریزی اور ہندوستانی معزز عورتیں۔ غیر ملکی سفیر اور معزز ہندوستانی شامل تھے۔ بادشاہ سلامت اور ملکہ کے داخل ہوتے ہی سب نے اٹھ کر تعظیم دی۔ جس کے بعد چند منتخب اشخاص کو بادشاہ سلامت کی خدمت میں

پیش کیا گیا۔ [illegible] سلامت اور ملکہ معظمہ کے لئے دو زرنگار اور نفیس تخت بچھائے گئے [illegible] وہاں پر بادشاہ اور ملکہ تشریف فرما ہوئے اور بمبئی میونسپل کمیٹی کا ایڈریس سنایا اور پیش کیا گیا۔ یہ ایڈریس کمیٹی کے میر مجلس آنریبل سر فیروز شاہ مہتہ نے بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔ جس کا جواب ایک لکھے ہوئے کاغذ کی شکل میں سر فیروز شاہ مہتہ کے ہاتھ میں دیا گیا۔

شہنشاہ معظم کا بمبئی کارپوریشن کو جواب

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ کہ میں آپ کے درمیان کوئی اجنبی نہیں ہوں۔ میں خوشی سے اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں بھی اپنے آپ کو آپ کے درمیان اجنبی نہیں محسوس کرتا۔ البتہ چھ سال گذرے۔ میں یہاں بالکل نو وارد کی طرح آیا تھا۔ لیکن آپ کے ہمدردانہ اور مخلصانہ استقبال مجھے اب تک یاد ہے۔ آپ کے سواحلوں کا عجیب و غریب نظارہ Plan درختوں کی پہلی دید گویا یہ خفیہ بوسے اگ رہے ہیں آج ابھی تک نہیں بھولے اور اب تک ان کی کشش میرے دل میں قائم ہے میں آپ کے محبتانہ خوش آمدید سے جو سلیا کر ۱۹۰۵ء کو بمبئی سے اس وسیع ملک کے ایک حصہ کو دیکھنے کے لئے چلا تھا۔ تاکہ میں اس کے لوگوں کے متعلق کچھ علم حاصل کر سکوں۔ جو علم میں نے حاصل کیا ہے اس نے تمام اقوام اور مذاہب کے ساتھ میری ہمدردی کو اور گہرا کر دیا۔ اور جب مجھے اپنے پیارے والد کے فوت ہونے پر اپنے آبائی تخت پر بیٹھنے کے لئے بلایا گیا۔ تو سب سے پہلے میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں اپنی ہندوستان کی نیک رعایا کو پھر دیکھوں۔ مجھے آج اپنے آپ کو معہ ملکہ معظمہ آپ کے درمیان آ کر اور اپنی خواہش کو پورا ہونے سے نہایت خوشی حاصل ہوئی ہے۔ میں ایک نہایت شکر گزاری سے پر دل کے ساتھ آتا ہوں۔ کیونکہ اس صوبہ میں جو قحط سالی کے باعث فکر پیدا ہوا تھا شکر ہے کہ بموقع بارش سے وہ اب دور ہو گیا ہے اور اب آپ کی [illegible] عمدہ فصل ہونے کی امید ہے۔ آپ کے فصیح [illegible] یاد دلایا ہے کہ بمبئی ایک دفعہ ایک برٹش ملکہ کا جہیز تھا۔ [illegible] انگلستان نے اڑھائی سو برس سے زیادہ عرصہ ہوا۔ اسے ایک مچھلی پکڑنے والے گاؤں کی صورت میں حاصل کیا تھا۔ صاحبان آپ نے اور آپ کے اجداد نے اس کو تاج برطانیہ کا ایک لعل بنا دیا ہے میں آج پھر خوشی کے ساتھ اس شہر کی عظیم الشان خوبصورت عمارتوں کو دیکھ رہا ہوں۔ میں اس میں گذشتہ ایام کی نسبت بہت سی ترقیاں پاتا ہوں۔ گو وہ ایسی ظاہر نہیں ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ فخر کے ساتھ میں آپ کی ان کوششوں کو تسلیم کرتا ہوں۔ جو آپ تمام جماعتوں کے اہالیان شہر کی فارغ البالی شادمانی اور امن ترقی کے لئے کر رہے ہیں اور یہ اس اعلیٰ جھکدار لال کی شان کے شایان ہے۔ ملکہ معظمہ اور میں تہ دل سے اس پرتپاک استقبال کے لئے جو آپ نے ہمارا کیا ہے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ خدا کی برکتیں ہماری ہندوستانی سلطنت پر نازل ہوں۔ اور امن اور خوشحالی ہمیشہ اس کے لوگوں کے ساتھ شامل حال ہوں۔

شہر میں شاہی سواری کا داخلہ اور جلوس

اس کے بعد شاہی سواری معہ جلوس کے شہر کی طرف روانہ ہوئی جن راستوں سے شاہی سواری گذری۔ ان پر بمبئی گورنمنٹ کے مشیر تعمیرات کے مشورہ سے گوناگوں [illegible] کی آرائش کی گئی تھی۔ جو نہایت دلفریب تھی محرابی دروازے راستوں پر نصب کئے گئے تھے۔ اور ان میں مشرقی فن [illegible] کی تمام خوبیاں دکھائی گئی تھیں۔ ایک سڑک کے بعد دوسری میں داخل ہونے کے لئے عجیب و غریب قسم کے ستون اور دروازے نظر آتے تھے۔ دروازوں کی گمٹیاں بھی نرالی طرز کی تھیں۔ شہر کے جس حصہ کی آبادی ہندوستانیوں کی ہے۔ اس پر ایک بڑا عالیشان دروازہ بالکل روئی کا بنایا گیا تھا۔ اس میں ... گٹھے کل سے دبی ہوئی روئی کے برج آتے تھے۔ اس پر نہایت موٹے حروف میں یہ الفاظ درج تھے "شہر بمبئی کی طرف سے خوش آمدید" یہ دروازہ تمام دروازوں میں نفیس اور خوبصورت تھا۔ آرائش کا دوسرا عمدہ پہلو وہ نشستگاہیں تھیں۔ جو کئی ہزار کی تعداد میں راستہ جلوس پر بنائی گئی تھیں۔ اور جن میں ہزاروں آدمیوں نے آرام سے بیٹھ کر بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ کے دیدار فرحت آثار حاصل کئے۔ ان نشستگاہوں میں زیادہ خوبصورت وہ تھیں۔ جو سکولوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کے بیٹھنے کے لئے بنائی گئی تھیں۔ ان میں بیٹھ کر ۲۸ ہزار طالب علموں نے بادشاہ اور ملکہ کا دیدار حاصل کیا تھا۔

لوگوں پر شاہی دیدار کا اثر

بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ کی سواری مختلف راستوں سے جن کی لمبائی چھ میل تھی۔ کامل ایک گھنٹہ میں نہایت آہستہ آہستہ گذری۔ جس سے رعایا آپ کا دیدار اچھی طرح کر سکی جلوس کی ترتیب یہ تھی۔ سب سے انگریزی فوج کا باجہ۔ اس کے بعد ایک انگریزی رسالہ۔ توپخانہ انگریزی۔ فوجی جنرل کا عملہ۔ بمبئی کی لائٹ ہارس پلٹن کا ایک حصہ۔ بادشاہ کی سواری۔ ملکہ کی سواری۔ دونوں سواریوں کے گرداگرد گورنر صاحب بمبئی کا باڈی گارڈ اور لائٹ ہارس کا ایک حصہ جب شاہی سواری شہر سے واپس شام کو جہاز مدینہ میں پہنچی۔ تو تمام شہر میں نہایت وسیع پیمانہ پر روشنی کی گئی۔

گرجا گھر میں

۴۔ دسمبر کو جب شہنشاہ معظم اور ملکہ معظمہ گرجا گھر میں عبادت کے لئے تشریف لے گئے۔ دو رویہ فوج کا انتظام تھا۔ گرجا گھر تک ایک خاص دستہ فوج آپ کی اردل میں رہا۔ اپولو بندر کے اوپر بے شمار خلقت کھڑی تھی۔ اور آپ کی آمد پر انہوں نے خوب زور سے خوشی کے نعرے لگائے۔ اور چرچ گیٹ سٹریٹ میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے بھی پرتپاک چیرز دیئے۔ یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ جب ۵ بجکر ۵ منٹ پر شہنشاہ معظم گرجا میں داخل ہوئے۔ تو یہ لوگوں سے بھرپور تھا۔ اس وقت آپ کے ساتھ کوفنس شیفٹس میری۔ مارکوئس آف کریو۔ ڈیوک آف ٹیک۔ ارل آف ڈرہم۔ لارڈ انیلی ہز اکسیلنسی گورنر اور لیڈی کلارک وغیرہ متعدد [illegible] تھے تھوڑی دیر کے بعد پادری صاحبان کا ایک جلوس تشریف لایا۔ جس میں لارڈ بشپ اور دیگر ذی قدر پیشوایان دین شامل تھے۔ سینئر پریزیڈنسی چپلین نے کام عبادت شروع کیا۔ اور گیریسن چپلین نے اسباق کو پڑھا۔ لارڈ بشپ صاحب نے سرمن دیا۔ آپ نے اس مضمون کو لیا۔ کہ پہلے تم خدا کی بادشاہت اور اس کی حقانیت کی تلاش کرو۔" اس کے بعد ملک معظم و ملکہ معظمہ اپنے جہاز مدینہ پر واپس آ گئے۔ اور ایک ڈنر پارٹی دی گئی۔ حضور وائسرائے بہادر لارڈ ہارڈنگ ۳۔ دسمبر کی رات کو بمبئی سے دہلی تشریف لے گئے۔ کرنل میکس ویل اور کپتان فریزر اور ویلڈ فارسٹر ایڈیکانگ آپ کے ساتھ تھے۔ ایک بجے دن کے گورنمنٹ ہاؤس کو جانے کے لئے شہنشاہ پھر ساحل پر آئے بندر پر سخت انتظام تھا۔ اور گورنمنٹ ہاؤس تک رستہ میں پولیس کھڑی تھی۔

بچوں کا میلہ

۴۔ دسمبر کو شہنشاہ معظم معہ ملکہ معظمہ تشریف لائے۔ جہاں ہزارہا خوردسال لڑکے اور لڑکیاں حضور والا کی زیارت کے اشتیاق میں جمع تھے۔ یہ نظارہ قابل دید تھا اور ٹائمز آف انڈیا کے پرانے اور تجربہ کار ایڈیٹر کا بیان ہے کہ اس نے ایسا خوبصورت سماں پہلے نہیں دیکھا۔ ۲۶ ہزار سے زیادہ بچے طرح طرح کے خوشرنگ لباس پہنے ہشاش بشاش نظر آتے تھے۔ اور اشتیاق زیارت شہنشاہ معظم و ملکہ معظمہ نے ان بچوں نے طلوع آفتاب کے وقت سے میدان میں جمع ہونا شروع کر دیا تھا۔ تفریح کے لئے باجہ بج رہا تھا کہ یکایک خبر اڑی کہ شہنشاہ معظم تشریف لے آئے اس پر بچوں نے تالیاں بجانی شروع کر دیں۔ لیکن افواہ غلط ثابت ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد واقعی شہنشاہ معظم کی سواری کا جلوس دکھائی دیا اور باجے نے

سلامت رہیں شاہ قیصر ہمارے

کی گت بجانی شروع کی۔ اس کے بعد مختلف اقوام کے بچوں نے اپنی اپنی زبان میں گیت سنانے شروع کئے۔ اول یورپین اطفال نے انگریزی میں اور پھر گجراتی اور مرہٹی۔ اور سب کے بعد مسلمان بچوں نے اردو میں خیر مقدم کا گیت گایا۔ اس کے بعد گربی ناچ شروع ہوا۔ جو حال میں ایجاد کیا گیا ہے۔ اس میں ۲۳۰ گجراتی لڑکیوں نے تین گروہوں میں ہو کر حصہ لیا۔ ناچ کے ہمراہ ایک گیت بھی گایا جاتا تھا۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے "ہندوستان کے شہنشاہ جارج کی عمر دراز ہو۔ اور وہ ملکہ میری سمیت اقبالمندی اور خوشحالی سے زندہ رہیں۔ دنیا کے تمام حصوں میں جہاں سورج کا عکس پڑتا ہے۔ تیری شعاعیں بھی [illegible] کی طرح جلوہ فگن ہیں۔ آپ کی حیثیت میرو پہاڑ کی طرح مستحکم رہے۔ آؤ سہیلیو۔ اب سب مل کر شہنشاہ جارج کے اور ملکہ میری کے سامنے سر جھکائیں وغیرہ وغیرہ"۔ اس کے بعد شہنشاہ معظم بچوں کے ہجوم میں سے گزرتے ہوئے نمائش میں تشریف لے گئے۔ اور یہاں مسٹر بھروچہ نے حضور والا کو تمام چیزوں کا ملاحظہ کرایا اور سب خوش و خرم واپس گئے رات کو آتشبازی چھوڑی گئی۔ جس کی لاکھوں آدمیوں نے سیر کی

بمبئی کے بازاروں کا نظارہ

اس رات بھی بمبئی کی گلیاں اور بازار نہایت اعلیٰ طور پر روشن کئے گئے تھے۔ اس قسم کی اعلیٰ روشنی آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔ ہزاروں تماشائی رات کو ساڑھے نو بجے آتشبازی کا تماشا دیکھنے کے لئے جمع تھے۔ سب سے بڑھ کر قابل ذکر بات لوگوں کی بادشاہ سے عقیدت اور وفاداری کا اظہار تھی۔ لوگ یہ محسوس کر کے کہ ان کا شہنشاہ بہ نفس نفیس ان کے درمیان موجود ہے۔ جامہ میں پھولے نہیں سماتے تھے۔

بمبئی سے شاہی روانگی

۵ تاریخ کی رات کو شہنشاہ معظم معہ ملکہ معظمہ بمبئی سے دہلی کو مراجعت فرما ہوئے۔ دس بجے کے قریب حضور سیڑ نور اپولو بندر پر اترے اور اپولو بندر پر سیر کرتے ہوئے ایسپلینڈ روڈ اور ہارنبی لڑکوں کی راہ سے وکٹوریا ٹرمنس سٹیشن پر پہنچے۔ تمام راستہ روشنی اور گوناگوں رنگوں سے بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ راستے میں ہر جگہ فوج کا انتظام تھا۔ فوج کے پیچھے پولیس تھی۔ لوگوں کا اتھاہ

بے انتہا ہجوم تھا اور جب شہنشاہ اور ملکہ معظمہ ان کے پاس سے گزرے نہایت زور شور سے چیرز دیئے گئے۔ سٹیشن پر اعلیٰ حکام حاضر تھے سٹیشن شاہی آمد سے پہلے ہی نہایت اعلیٰ طور پر آراستہ پیراستہ کیا گیا تھا۔ شاہی سپیشل ٹرین نمبر ۳ کے پلیٹ فارم پر انتظار کر رہی تھی۔ اس میں دس گاڑیاں تھیں۔ پہلی گاڑی میں ریلوے سٹاف دوسری میں شاہی پارٹی جس میں ڈیوک آف ٹیک بھی شامل تھے پُر تھی۔ دو خوبصورت شاہی گاڑیوں میں سے ایک میں ملکہ معظمہ اور ایک میں شہنشاہ معظم تھے۔ شاہی گاڑی کے پیچھے کی گاڑی میں مارکیونیس کریو سلارڈ سٹیفورڈ ہم اور تین اور شاہی پارٹی کے اشخاص تھے۔ اس کے پیچھے کی گاڑی میں ڈچس آف ڈیون شائر آنریبل ونیشیا ہیرنگ۔ ارل آف ڈرہم۔ ارل آف کونٹس شیفٹسبری اور لیڈیز تھے۔ شہنشاہ معظم نے حاضرین سے ہاتھ ملایا اور ۱۱ بجکر ۴۵ منٹ پر چیرز کے درمیان شاہی گاڑی چل پڑی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ہز اکسیلنسی گورنر بھی خاص سپیشل میں دہلی کو روانہ ہوگئے۔ اور اس کے ۱۵ منٹ بعد کارونیشن اکسپریس روانہ ہوئی۔

بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ کی دہلی میں رونق افروزی

بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ جن کی کئی ماہ سے دہلی میں تشریف آوری کا انتظار تھا اور چاروں طرف آمد آمد کی دہوم تھی۔ آخر ۷ دسمبر کی صبح کو سرزمین دہلی کو اُن کی قدمبوسی کا فخر حاصل ہوگیا۔ ۷ دسمبر سے پہلی رات کو شہر اور دربار کے رقبہ میں لوگ جو بادشاہ اور ملکہ کے دیدار کے بیحد مشتاق تھے۔ بالکل نہیں سوئے۔ ہر طرف رات بھر چہل پہل رہی ابھی دو گھڑی رات باقی تھی کہ فوجیں راستہ جلوس پر کھڑی ہونے کے لئے کیمپ سے روانہ ہوگئیں۔ اُن کے سُریلے باجوں کی آواز سُن کر عام لوگ بھی گھروں سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور شوق دیدار اُن کو کشاں کشاں راستہ جلوس کی طرف لے گیا۔ صبح نمودار ہونے سے پیشتر ہی جلوسی راستہ کے دونوں طرف لوگوں کا ہجوم ہوگیا۔

قلعہ دہلی کے بُرج سلیم گڑھ پر جہاں شاہی ٹرین سے بادشاہ اور ملکہ اترے تھے۔ صبح ہی ۸۰۰ ہندوستانی دلاوران جنگ کا پہرہ لگا دیا گیا۔ ان دلاوروں میں سکھ۔ گورکھا۔ پٹھان۔ ہندو۔ مسلمان اور عیسائی سب ہی قوموں کے جانباز سپاہی شامل تھے۔ ان میں انگریز صرف ۳۲ تھے۔ ان کے کمانیر میجر جنرل ہنٹر تھے ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم پر لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند کی سرکردگی میں بہت سے اعلیٰ سول اور فوجی حکام شاہد آمد کے ہمہ تن منتظر تھے۔ ان کے پاس ہی انگریزی فوج کا ایک اعزازی گارڈ لیس کھڑا تھا

بادشاہ اور ملکہ کا استقبال

آخر کار وقت مقررہ پر شاہی ٹرین سلیم گڑھ پہنچی۔ جس سے سب سے اول بادشاہ سلامت فوجی وردی پہنے ہوئے جس میں ہندوستان کا نشان لگا ہوا تھا۔ باہر تشریف لائے۔ آپ کے بعد ملکہ معظمہ ٹرین سے باہر آئیں۔ آپ سفید ساٹن کا لباس پہنے ہوئے تھیں۔ سر پر ٹوپی بھی سفید تھی۔ آپ کے لباس میں بھی ہندوستان کا نشان لگا ہوا۔ وائسرائے ہند اور ان کی لیڈی صاحبہ نے آگے بڑھکر بادشاہ اور ملکہ کا استقبال کیا اور وائسرائے کی صاحبزادی نے ملکہ کو پھولوں کا ایک گلدستہ نذر کیا۔ بادشاہ اور ملکہ کے ٹرین سے باہر تشریف لاتے ہی طالبان دیدار میں گرمجوشی پیدا ہوگئی۔ ادہر اعزازی گارڈ نے باقاعدہ سلامی اتاری۔ اور بینڈ نے انگلستان کا قومی گیت "دلفریب

سُروں میں بجانا شروع کیا اور ادھر قلعہ سے توپوں کی سلامی دغنا شروع ہوئی۔ جس نے راستہ جلوس کے دو طرفہ کھڑے اور بیٹھے ہوئے لاکھوں لوگوں اور شہر اور رقبہ دربار کی مخلوق کو آگاہ کر دیا۔ کہ بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ سرزمین دہلی میں رونق افروز ہو چکے ہیں۔ توپوں کی سلامی شروع ہوتے ہی فوجوں نے جو راستہ جلوس پر تعینات تھیں۔ بندوقوں سے سلامی داغی۔

بادشاہ اور ملکہ کی خدمت میں اعلیٰ حکام

استقبال کے بعد بادشاہ سلامت کی خدمت میں آپ کے ہندوستانی سٹاف (عملہ) کو پیش کیا گیا۔ پھر اعلیٰ حکام کو جن میں صوبوں کے گورنر اور لفٹنٹ گورنر صاحبان اور دیگر افسر شامل تھے ایک ایک کر کے وائسرائے ہند نے بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ کی خدمت میں ذیل کی ترتیب سے پیش کیا:۔ گورنر صاحب بمبئی۔ گورنر صاحب مدراس۔ لاٹ صاحب پنجاب۔ سپہ سالار افواج ہند۔ لاٹ صاحب بنگال۔ لاٹ صاحب برما۔ لاٹ صاحب مشرقی بنگال۔ ہندوستان کے لاٹ پادری۔ وائسرائے ہند کی اگزیکٹو کونسل کے ممبر صاحبان یعنی آنریبل سر گائے فلیٹ وڈ ولسن۔ آنریبل مسٹر جینکنس آنریبل مسٹر کارلائیل۔ آنریبل مسٹر بٹلر۔ آنریبل سید علی امام۔ آنریبل مسٹر کلارک۔ ہندوستان کی بحری فوج کے سپہ سالار۔ شمالی ہند کی فوج کے جنرل۔ اعلیٰ فوجی عملہ کا افسر۔ رزیڈنٹ میسور پولیٹیکل ایجنٹ راجپوتانہ۔ رزیڈنٹ کشمیر۔ چیف کمشنر صوبجات متوسط۔ چیف کمشنر و پولٹیکل ایجنٹ صوبہ سرحدی۔ پولٹیکل ایجنٹ و چیف کمشنر بلوچستان۔ رزیڈنٹ حیدر آباد۔ میرٹھ ڈویژن کا فوجی جنرل ریلوے بورڈ کا پریسیڈنٹ۔ نائب سپہ سالار افواج ہند۔ افواج کا کوارٹر ماسٹر جنرل۔ کمشنر دہلی۔

قلعہ تک جلوس

جتنا وقت بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ کی خدمت میں اعلیٰ حکام کی پیشی میں لگا۔ اتنی دیر میں بادشاہ کے ہمراہیوں اور خانگی کاروبار کے افسوں کاروبار کے افسروں کا ایک جلوس مرتب کیا گیا۔ اس جلوس کی جو سلیم گڑھ ریلوے سٹیشن سے قلعہ تک گیا ترتیب یہ تھی سب سے آگے شاہی نقیب۔ اس کے بعد تُرئی بجانے والے سوار گورنر جنرل ہند کے سرکاری و غیر سرکاری مصاحب۔ لفٹنٹ کرنیل برڈ صاحب۔ گورنر جنرل کے پرائیویٹ سکرٹری۔ لفٹنٹ کرنیل سر ہیولاک سر جا یلس۔ بیٹنبرگ کے شاہزادہ جارج۔ اصطبل شاہی کے داروغہ صاحبان۔ سر جیمس ڈنلاپ سمتھ۔ میجر جنرل سر سٹوارٹ بیٹسن امیر البحر سر کولن کیمپل۔ سر ایڈورڈ ہنری۔ لفٹنٹ جنرل سر ہوریس سمتھ ڈورین۔ سر جان ہیوٹ۔ لارڈ اینلی۔ لارڈ سٹامفورڈ ہم۔ نواب شیفٹسبری۔ نواب ڈرہم۔ بادشاہ سلامت۔ ملکہ معظمہ۔ وائسرائے ہند اور اُن کی لیڈی صاحبہ۔ نواب ٹیک۔ بیگم صاحبہ ڈیون شائر۔ صاحب وزیر ہند۔ آنریبل ونیشیہ ہیرنگ۔ بیگم صاحبہ شیفٹسبری برگیڈیئر جنرل گرمسن۔ سر ہنری میکموہن نائب نقیب۔ تُرئی بجانے والے۔

بادشاہ کی خدمت میں والیان ریاست

جب یہ جلوس تیار ہو چکا۔ تو بادشاہ سلامت نے ریلوے سٹیشن سے باہر قدم رنجہ فرما کر اعزازی گارد کا ملاحظہ کیا۔ جس کے بعد جلوس قلعہ کو گیا جہاں راجپوتوں کی ایک پلٹن نے سلامی اتاری

قلعہ کے اندر ایک وسیع شامیانہ میں ہندوستان کے [illegible] بادشاہ کے منتظر تھے۔ شامیانہ میں پہنچنے پر بادشاہ سلامت کی خدمت میں ایک ایک کر کے والیان ریاست کو پیش کیا گیا افسر ہر ایک والئے ریاست کا نام پکارتا تھا۔ اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ سب سے اول بادشاہ میں نظام حیدر آباد پیش کئے گئے۔ اس کے بعد مہاراجہ صاحب بڑودہ۔ مہاراجہ صاحب میسور۔ مہاراجہ صاحب اودے پور اسی طرح باقی والیان ریاست پیش کئے گئے۔

شاہی جلوس

اس رسم کے ادا ہونے کے بعد صوبوں کے گورنر اور لفٹنٹ گورنر صاحبان اور نیز دوسرے اعلیٰ حکام بڑے شاہی جلوس میں قلعہ سے روانہ ہوا۔ اپنی اپنی جگہ جا بیٹھے۔ اور جلوس بلند رِج کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں ہندوستان کے معزز قائمقام۔ دربار کے مہمان اور ہر محکمہ کے افسر موجود تھے۔ اس جلوس میں بادشاہ اور ملکہ کی سواریاں بیچ میں تھیں۔ آگے پیچھے اور معززین کی سواریاں جونہی جلوس اس مقام پر پہنچا۔ جہاں یورپینوں کی نشستگاہ تھی تو بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ کو بڑے زور سے چیرز دی گئیں اور آپ کے دیدار فرحت آثار پر یورپین اور نیز ہندوستانیوں نے خوشی کے نعرے بلند کئے۔

شاہی جلوس قلعہ کے دہلی دروازہ سے خاص روڈ۔ جمعہ سپلینڈ روڈ۔ چاندنی چوک۔ فتحپوری بازار کوئنز روڈ۔ ڈفرن موری دروازہ۔ بولیورڈ روڈ۔ راجپور روڈ۔ چو بُرجہ روڈ سے گزرتا ہوا بلند پشتہ پر پہنچا۔ اور وہاں سے شاہی کیمپ چلا گیا۔

جلوس کے مختلف حصوں کا نظارہ

جلوس کے اول حصہ میں مفصلہ ذیل حکام شامل تھے۔ ڈپٹی انسپکٹر جنرل پنجاب۔ چیف کمشنر صوبہ متوسط معہ گارد۔ لاٹ صاحب صوبجات متحدہ معہ گارد۔ لاٹ صاحب مشرقی بنگال گارد۔ لاٹ صاحب برما معہ گارد۔ لاٹ صاحب پنجاب معہ گارد گورنر صاحب مدراس معہ عملہ و باڈی گارڈ۔ گورنر صاحب بمبئی معہ عملہ و باڈی گارڈ۔ دوسرے حصہ میں مفصلہ ذیل اصحاب شامل انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب۔ ایک اعلیٰ فوجی افسر۔ ایک انگریزی رسالہ۔ ایک انگریزی توپخانہ۔ گارد۔ کئی فوجی افسر۔ سپہ سالار افواج ہند کا عملہ۔ ہندوستانی تُرئی بجانے والے۔ نائب نقیب انگریزی تُرئی بجانے والے۔ میجر جنرل بیٹن۔ آپ کی وردی خوبصورت اور عجیب و غریب تھی۔ باڈی گارڈ۔ گورنر جنرل کا بادشاہ سلامت کا عملہ۔ بادشاہ سلامت کے خانگی افسر بادشاہ سلامت کے انگریز اور ہندوستانی مصاحب۔ شاہی اصطبل کے داروغہ صاحبان۔ بیٹنبرگ کے شاہزادہ جارج۔ برگیڈیئر گرمسن۔ لفٹنٹ جنرل سر ہوریس [illegible] میکموہن۔ لارڈ اینلی۔ لارڈ سٹامفورڈ ہم۔ مہاراجہ صاحب بیکانیر۔ مہاراجہ صاحب گوالیار۔ دونوں مہاراجہ صاحبان باڈی گارڈ۔ رسالہ فوج۔ سپہ سالار افواج ہند۔ نواب صاحب شاہی اصطبل کے داروغہ صاحبان۔ بادشاہ سلامت آپ [illegible] عالیشان کمیت گھوڑے پر سوار تھے۔ لارڈ کرشو [illegible]

مارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند۔ شاہی ساتھیوں کی ٹولی۔ ملکہ معظمہ آپ ایک گاڑی میں سوار تھیں۔ جس میں بیگم صاحبہ ڈیوک شاٹرا اور نواب صاحب ڈرہم بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ لفٹنٹ کرنل والٹن میجر جنرل سر سٹوارٹ بیٹسن۔ ملکہ کی سواری کے دائیں ہاتھ کی طرف شاہی باڈی گارڈ کا کمانیر گھوڑے پر سوار تھا۔ اور بائیں ہاتھ کو دیسی ریاستوں کی فوج کا کمانیر گھوڑے پر سوار۔ ہندوستانی رئیس جو فوج میں اعزازی منصبوں پر مقرر ہیں۔ لیڈی ہارڈنگ اور نواب صاحب شیفٹسبری معہ مصاحبوں کی گاڑی میں۔ بیگم صاحبہ شیفٹسبری اور لارڈ ہیرنگ کی صاحبزادی گاڑی میں۔ سر جیمس ڈنلاپ سمتھ اور امیر البحر سر کولن کیپل گاڑی میں۔ لفٹنٹ کرنل برڈ آنریبل مسٹر فورٹسکیو۔ سر ہیولاک چارلس گاڑی میں ہندوستانی رسالہ اور گارڈ۔

والیان ریاست کا جلوس

جلوس کے تیسرے حصہ میں والیان ریاست اور پولیٹیکل افسر شامل تھے۔ ان کے آگے پنجاب کے ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس تھے۔ جن کے پیچھے ترتیب وار مندرجہ ذیل والیان ریاست کی سواریاں تھیں۔ نواب صاحب حیدرآباد۔ مہاراجہ صاحب بڑودہ مہاراجہ صاحب میسور۔ مہاراجہ صاحب کشمیر۔ ان چاروں کے ہمراہ ان کے رزیڈنٹ صاحبان اور ہمراہی بھی تھے۔ راجپوتانہ کے والیان ریاست معہ اپنے پولیٹیکل افسروں اور ہمراہیوں کے۔ ان کے آگے ان کے پولیٹیکل ایجنٹ صاحب کی سواری تھی۔ صوبہ مدراس کے والیان ریاست معہ اپنے پولیٹیکل افسروں اور ہمراہیوں کے۔ صوبہ بمبئی کے والیان ریاست معہ اپنے پولیٹیکل افسروں اور ہمراہیوں کے۔ صوبہ پنجاب کے والیان ریاست معہ اپنے پولیٹیکل افسروں اور ہمراہیوں کے۔ بلوچستان کے والیان ریاست معہ اپنے پولیٹیکل افسروں اور ہمراہیوں کے۔ ان کے آگے ان کے پولیٹیکل ایجنٹ کی سواری تھی۔ مہاراجہ صاحبان بھوٹان و سکم معہ اپنے پولیٹیکل افسروں اور ہمراہیوں کے۔ صوبہ سرحدی کے والیان ریاست اور ان کے پولیٹیکل افسر اور ہمراہی۔ ان کے آگے صوبہ سرحدی کے چیف کمشنر صاحب کی پولیٹیکل ایجنٹ کی حیثیت سے سواری تھی۔ صوبجات متحدہ کے والیان ریاست اور ان کے پولیٹیکل افسر اور ہمراہی۔ صوبہ بنگال کے والیان ریاست اور ان کے پولیٹیکل افسر اور ہمراہی۔ صوبہ مشرقی بنگال و آسام کے والیان ریاست معہ پولیٹیکل افسروں اور ہمراہیوں کے۔ صوبہ متوسط کے والیان ریاست معہ پولیٹیکل افسروں اور ہمراہیوں کے۔ صوبہ برما کے والیان ریاست اور ان کے پولیٹیکل افسر اور ہمراہی۔ ایک ہندوستانی رسالہ۔

جلوس کا اول حصہ قلعہ سے اسی وقت روانہ ہو گیا تھا۔ جبکہ والیان ریاست کو بادشاہ سلامت کی خدمت میں پیش کیا جا رہا تھا۔ بلند پشتہ پر اس جلوس کے پہنچتے ہی صوبہ کے گورنر اور لفٹنٹ گورنر صاحبان وغیرہ اتر کر شامیانہ میں اپنی مقررہ نشستوں پر بیٹھ گئے۔ جلوس کے باقی ماندہ حصے قلعہ سے بعد میں روانہ ہوئے تھے جن کی روانگی کے وقت بلند پشتہ پر سے توپخانہ نے ۱۰۱ توپوں کی سلامی داغی۔ جب شاہی سواری بلند پشتہ پر پہنچی۔ تو شامیانہ کے اندر ہندوستان کے تمام نمائندوں نے اٹھ کر تعظیم دی۔ اور اس وقت تک کھڑے رہے جب تک بادشاہ سلامت اپنی نشست گاہ پر رونق افروز ہوئے۔ اس کے بعد وائسرائے ہند کی کونسل وائس پریزیڈنٹ آنریبل مسٹر جینکنس نے ہندوستان کی طرف سے ایک مختصر ایڈریس مبارک باد کا بادشاہ سلامت کو سنایا اور اسے ایک بیش قیمت اور نفیس صندوقچہ میں رکھکر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد شاہی سواری شاہی کیمپ کو چلی گئی۔

ہندوستان کی طرف سے مبارک باد

حضور والا! ہم گورنر جنرل کی کونسل کے ممبر برٹش انڈیا کی طرف سے نہائت ادب و انکسار کے ساتھ آپ کا اور ملکہ معظمہ کا تہ دل سے اور نہائت تپاک سے خیر مقدم کہتے ہیں۔ ہم آپ کو اور ملکہ کو خاندان برطانیہ سے تمام ہندوستان کے اول فرمانروا کی حیثیت سے سرزمین ہند میں رونق افروز ہونے پر مبارک باد دیتے ہیں۔

اس قدیم شہر میں جو تاریخی یادگاروں کا مخزن ہے۔ بہت سے فرمانرواؤں نے حکومت کی ہے اور شاہانہ دربار تاجپوشی منعقد کئے ہیں۔ گذشتہ شاہان کی شاندار یادگاریں جو اس شہر میں اب تک پائی جاتی ہیں۔ وہ ان کی شان و عظمت کی زبان حال سے ابتک شہادت دے رہی ہیں لیکن ان فرمانرواؤں میں جو فرمانروا سب سے بڑا تھا۔ اسے بھی کبھی یہ فخر حاصل نہیں ہوا تھا۔ کہ کل ہندوستان اس کے تابع فرمان تھا۔ جس طرح کہ آج وہ حضور والا کے زیر نگین ہے۔ اس لحاظ سے حضور والا کی یہاں تشریف آوری ہندوستان کی تاریخ میں جو گوناگون واقعات سے پر ہے۔ اپنی نظیر نہیں رکھتی ہے اس لئے آپ کی تشریف آوری ہند میں ہمیشہ یادگار رہیگی۔

بادشاہ کے ساتھ دلی وفاداری رکھنا ہندوستانیوں کی سب سے بڑی صفت ہے۔ جو ان میں قدیم زمانہ کے رشیوں اور مذہبی پیشواؤں کی تعلیم نے نہائت قدیم زمانہ ہی میں پیدا اور پختہ کر دی تھی۔ حضور والا کی وسیع سلطنت جس میں آفتاب عالمتاب کبھی غروب نہیں ہوتا ہے اس کے کسی حصہ کی رعایا آپ کی اس درجہ مطیع اور فرمانبردار نہیں ہے۔ جس قدر کہ ہندوستان کی رعایا۔

ہندوستان مختلف فرقوں اور مذہبوں کے لوگوں کا مسکن ہے جو بہت سی زبانیں بولتے ہیں۔ لیکن اس میں کلام نہیں ہے۔ کہ کوہ ہمالیہ سے لیکر رامیشورم جو جنوب میں ہے۔ اور پشاور سے برما کی آخری سرحد تک تمام رعایا حضور والا کی وفاداری اور اطاعت میں ایک زبان اور ایک دل نظر آتی ہیں۔ وہ آپ کی ذات ستودہ صفات اور تاج و تخت برطانیہ کے ساتھ یکساں عقیدت رکھتی ہیں۔ گو حضور والا اور ملکہ معظمہ کا اس دفعہ ہندوستان میں قیام بہت ہی مختصر ہوگا۔ تاہم آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ آپ کی تشریف آوری سے رعایا میں حد درجہ کی مسرت پائی جاتی ہے۔ جس کا ہر شہر۔ ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں نمایاں طریقہ میں اظہار کیا جائیگا جس سرگرمی اور شان کے ساتھ آپ کی اور ملکہ معظمہ کی ذات کے ساتھ دہلی میں اظہار محبت اور اطاعت ہو رہا ہے۔ دوسرے مقامات میں بھی اسی حیثیت سے اس کا اظہار کیا جائیگا۔

حضور والا کی تشریف آوری سے ہم لوگوں کے دلوں میں جو مسرت موجزن ہو رہی ہے۔ اسے ہماری ملکہ معظمہ کی موجودگی دوبالا کر رہی ہے اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ آپ ہماری ملکہ ہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ آپ کی ذاتی صفات کی تمام ہندوستانی تہ دل سے قدر و عزت کرتے ہیں۔

ہم سب کی دعا ہے کہ حضور والا اور ملکہ معظمہ ہمیشہ تندرست اور خوش و خرم رہیں۔ اور یہ کہ آپ کی عمر اور اقبال دراز ہوں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ حضور والا کے زیر سایہ ہندوستان ہمیشہ تک اور لگاتار امن و امان۔ خوشحالی اور تسکین خاطر کے کاموں میں ترقی کرتا رہے۔ ہم سب کو یہ یقین اور اطمینان ہے۔ کہ حضور والا اور ملکہ معظمہ کو اس دعا سے بڑھکر کوئی اور مقصد زیادہ عزیز نہیں ہے کہ آپ کی ہندوستانی رعایا کی خوشحالی میں دن بدن اضافہ ہوتا رہے۔

بادشاہ سلامت کا جواب

مبارک باد کے ایڈریس کے جواب میں ہمارے بادشاہ سلامت نے یوں گوہر فشانی فرمائی:- ہم ملکہ معظمہ کی طرف سے اور اپنی طرف سے آپ کے ایڈریس مبارک باد کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ آپ کے ایڈریس میں جن الفاظ میں ہندوستانی رعایا کی وفاداری اور اطاعت کا فرض بیان کیا گیا ہے اس کا ہمارے دلوں پر بیحد اچھا اثر ہوا ہے۔ اس ایڈریس نے ہمیں مبارک باد کے ان بیشمار پیاموں کی یاد دلا دی۔ جو اس وقت ہماری اور ملکہ کی خدمت میں ہماری سلطنت کے گوشہ گوشہ سے جس میں ہندوستان نے بڑھکر حصہ لیا تھا۔ ہماری انگلستان میں تاجپوشی کے موقعہ پر روانہ کئے گئے تھے۔ ان مسرت خیز پیاموں کی ہمارے ہر فرقہ اور مذہب کی ہندوستانی رعایا نے اس وقت بھی جبکہ ہم اور ملکہ معظمہ اس ملک میں رسم تاجپوشی ادا کرنے آئے ہیں۔ ہم پر دوبارہ بارش کی ہے۔

ہمیں اپنے گورنر جنرل صاحب سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ان کو اس ملک کے انتظام و انصرام میں ان کی قانونی کونسل کے ممبروں کی طرف سے جو ہندوستانی رعایا کے قائمقام ہیں۔ نہائت قابل قدر مدد ملی ہے۔ اور یہ کہ ان کی کونسل کے ممبروں نے ہر مفید کام میں ان کی دل سے حمائت کی ہے۔

آپ صاحبان نے ہندوستان کی رعایا کی طرف سے ہمیں جو مبارکباد دی ہے۔ ہم اسے تہ دل سے پسند کرتے ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں کہ ہم کو کوئی اور بات اس درجہ عزیز نہیں ہے۔ جس درجہ کہ اپنی ہندوستانی رعایا کی بہبودی۔ جس کا آپ کے ایڈریس میں نہائت موزوں الفاظ میں اظہار کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ "ہندوستان اور اس کی رعایا امن و امان۔ خوشحالی اور تسکین خاطر کے کاموں میں لگاتار اور ہمیشہ تک ترقی کرتی رہے"۔

شاہی جلوس کے متعلق کچھ اور ہندوستانی عملہ کی پیشی

قلعہ میں والیان ریاست کو بادشاہ سلامت کی خدمت میں پیش کرنے سے پیشتر وائسرائے ہند نے بادشاہ کی خدمت میں اول آپ کے ہندوستانی عملہ کو پیش کیا۔ اس عملہ میں ذیل کے معزز اصحاب شامل ہیں۔ سر جان ہیوٹ پریزیڈنٹ دربار کمیٹی سر ہنری میکموہن۔ مہاراجہ صاحب گوالیار۔ مہاراجہ سر پرتاب سنگھ سابق فرمانروا ایدر۔ نواب سر محمد اسلم خان۔ نواب صاحب رامپور۔ مہاراجہ صاحب بیکانیر۔

تماشائیوں کا ہجوم

دہلی کی شاہی مسجد کے آگے تماشائیوں کا ہجوم سب سے زیادہ تھا۔ جہاں گوناگون طرز کی پوشاکوں۔ پگڑیوں اور ٹوپیوں والے ہر فرقہ اور طبقہ کے لوگ کھڑے اور بیٹھے ہوئے تھے۔ دہلی دروازہ کے پاس سکولوں کے کئی ہزار ہندوستانی اور یورپین طالب علم ہاتھوں میں جھنڈیاں لئے اور مختلف قسم کی وردیاں پہنے ہوئے بیٹھے تھے۔ تمام طالب علموں نے بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ کو بڑے زور سے چیرز دیئے۔ اور شادمانی کے نعرے بلند کئے۔ چاندنی چوک میں تماشائیوں نے اس قدر خوشی کے نعرے بلند کئے کہ قلعہ سے جو سلامی توپوں کی داغی گئی تھی۔ وہاں اس کی آواز بالکل سنائی نہیں دی۔ چاندنی چوک اور ٹاؤن ہال کے تماشائیوں کو بادشاہ اور ملکہ کا دیدار سب سے عمدہ طریقہ میں نصیب ہوا۔ کیونکہ یہاں جگہ بہت فراخ تھی۔ اور سڑک بہت چوڑی۔ ٹاؤن ہال اور کلاک ٹاور کے پاس ایک پلٹن

ملفوظات الامیر

مسلمان مومن

ایک شخص نے عرض کی کہ مسلمان اور مومن میں کیا فرق ہے۔ فرمایا۔ قرآن شریف میں اسلام کو ایمان بھی کہا گیا ہے ؛

انشورنس

ایک شخص نے عرض کی کہ کیا یہ جائز ہے کہ میں اپنی زندگی کو انشیور کراؤں تاکہ میرے بال بچے کے واسطے بعد میں روپیہ جمع ہو۔ فرمایا کیا تم رازق ہو خدا کے پاس اس کے لئے چندہ جمع کراؤ ؛

نعمت کی قدر کرو

فرمایا۔ انسان تندرستی کی حالت میں بیمار کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اسی طرح حسین جمیل۔ بدشکل کو حقارت سے دیکھتا ہے۔ اسی طرح حسین۔ جمیل۔ بدشکل کو حقارت سے دیکھتا ہے۔ امراء غربا کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔ بعض آسودہ حال لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو خشیت اللہ بہت ہوئی ہے اور اسی غرض سے کہ ان کی راحت قائم رہے ضرورتمندوں کی دستگیری کرتے ہیں جس طرح دُنیا کے مفلس ہوتے ہیں اسی طرح دین کے مفلس بھی ہوتے ہیں۔ ان کی بھی دستگیری ضروری ہے ؛

فرمایا جب آدمی مصیبت میں پڑتا ہے تو پھر سوچنے لگتا ہے۔ لیکن مبارک ہیں وہ لوگ جو پہلے ہی سوچ سمجھ کر کام کرتے ہیں اور مخلوق کی ہمدردی میں مصروف رہتے ہیں۔ تاریخ پر لوگ غور نہیں کرتے۔ اور صحابہ کرام کے حالات پر تدبر نہیں کرتے۔ بعد کے حالات کو دیکھو اور ہندوستان کے بادشاہوں کے حالات کی طرف توجہ کرو۔ انسان جب حد سے بڑھ جاتا ہے اور طغیانی کرنے لگتا ہے تو اُس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا ؛

عمل کرو

فرمایا مرزائی بننے یا احمدی کہلانے سے نجات حاصل نہیں ہوتی۔ کام کرنا چاہیئے ؛

تکبر نہ کرو

فرمایا انسان مٹی سے بنا ہے مٹی کے بھی ایک کیڑے سے کیڑے کو پھرنے اور حرکت کرنے کی طاقت ہے۔ اور آگے چلو تو انسان صرف مٹی سے بنایا گیا ہے۔ جس میں حرکت بھی نہیں وہ ترابی حالت بھی اس پر آچکی ہے۔ پھر جب یہ جوان ہوتا ہے کیسی کیسی پھرتیاں دکھلاتا ہے۔ کبھی قطب جنوبی کو جاتا ہے۔ کبھی قطب شمالی کو پھر جوانی کے دن بھی گذر جاتے ہیں۔ انسان کہتا ہے چٹاپٹ گذر گئے۔ حالانکہ چٹاپٹ کہاں گذری سالہا سال لگتے ہیں تب جوانی کے دن گذرتے ہیں۔ صحت اور طاقت کے دنوں کی قدر نہیں کی جاتی۔ کھیل کے وقت لڑکے خیال کرتے ہیں کہ دین دُنیا کیا چیز ہے۔ وہی کھیل کا میدان اور وہی ان کا مقصد ہوتا ہے ؛

سلطان محمود کی غلطی

فرمایا سلطان محمود پر اللہ تعالیٰ رحم کرے اُس نے عربی کی بجائے فارسی دفتر جاری کئے۔ اس لئے مسلمانوں کا عربی کے ساتھ تعلق کم ہو گیا فارسی کے لئے بہت کوششیں کی گئی تھیں اب اُسے بھی ہندوستان سے ڈیرہ ڈنڈا اُٹھالیا عرب کی زبان سے تعلق گیا تو اہل عرب اور قرآن سے دلچسپی گئی۔ دین میں ضعف آگیا۔ قرآن شریف کا شغل دن بدن گھٹتا چلا گیا۔

سادگی اختیار کرو

فرمایا آجکل مسلمان سادگی کو نہیں جانتے خواہ مخواہ اپنے اخراجات بڑھا لیتے ہیں۔ جس مسلمان کو دیکھو ہزاروں کا مقروض ہے۔ محنت کے وقت عذر کر دیتے ہیں۔ کہ ہم سے محنت نہیں ہو سکتی اور چاہتے ہیں کہ کھانا پینا اچھا ملجائے۔ دیکھو میں باوجود اس پیرانہ سالی اور ضعف کے اپنی دوکان چلاتا ہوں۔ بہت سے بیماروں کو روز دیکھتا ہوں۔ گو یہ رزق کے لئے ایک پردہ ہی ہے ؛

یہ آیت حدیث نہیں ہے

فرمایا بعض فقرات اس طرح مشہور ہو جاتے ہیں کہ ناواقف انھیں قرآن شریف کی آیت یا کوئی حدیث خیال کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ کلمہ نہ قرآن شریف میں ہوتا ہے نہ کسی حدیث میں۔ اسی قسم کے کلمات میں سے ایک ہے لاعفو فی الکبائر۔ اور ایسا ہی ایک اور کلمہ کسی اور کا بنایا ہوا ہے لاتتحرک ذرۃ الا باذن اللہ ؛

مذہب محدثین

فرمایا نیل الاوطار محلی بن حزم فتوحات مکیہ ان کتابوں کے دیکھنے سے محدثین کے مذہب کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ یہی اعلےٰ درجہ کی کتابیں ہیں جو محدثین کے مذہب کو ظاہر کرتی ہیں۔

حادث

فرمایا کل موجودات محسوسات جن کا ہم کو علم ہے وہ تو سب حادث ہیں باقی وہ چیزیں جو ہمارے مشاہدہ سے باہر اُن کی نسبت بحث کرنی کی ہم کو ضرورت نہیں جو اعیان و عوارض ہم نے دیکھے ہیں وہ سب حادث ہیں ؛

خدا تعالیٰ کی ذات غنی ہے

فرمایا مولوی محمد اسمعیل شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لکھنؤ میں ایک فلسفی سے مباحثہ

راجپوتوں کی۔ ایک پلٹن سکھوں کی ایک پلٹن انگریزوں کی اور ایک ہندوستانی رسالہ انتظام کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ جو تصویر ملکہ وکٹوریہ سر گیاشی کی ٹاؤن ہال کے قریب ہے۔ اُسے خوب آراستہ کیا گیا تھا۔ اور اس پر زر دوزی کا ایک شامیانہ اور چتر لگایا گیا تھا۔ جن لوگوں کو مختلف صوبوں کی گورنمنٹوں کی طرف سے دربار میں مدعو کیا گیا تھا۔ ان میں سے وہ لوگ جو جلوس میں شریک ہونے کا حق نہیں رکھتے تھے۔ اُن کے لئے ٹاؤن ہال میں جلوس دیکھنے کی نشستیں بنائی گئی تھیں۔ جلوس کی باقی سڑکوں پر بھی تماشائیوں کا اچھا ہجوم تھا۔

والیان ریاست کے جلوس کی دلفریبی

اس جلوس میں والیان ریاست۔ اُن کے مصاحبوں اور اُن کی فوجوں وغیرہ کی پوشاکیں۔ وردیاں۔ ساز و سامان۔ ہتھیار اور وضع قطع گوناگوں طرز کی تھی۔ جن کا نقشہ الفاظ میں کھینچنا دشوار ہے تاریخ ہندوستان میں اس سے پیشتر کبھی بھی اس قدر والیان ریاست ایک جگہ جمع نہیں ہوئے تھے۔ اور نہ انہوں نے اپنی ذاتی خصوصیات اپنے شان و شوکت۔ اپنے جواہرات وغیرہ کا نمایاں طریقہ میں اظہار کیا تھا۔ کل سوا سو سے زیادہ والیان ریاست دہلی میں جمع ہوئے تھے۔ جن کی مقامی لحاظ سے ۱۴ ٹولیاں بنائی گئی تھیں۔ اور ہر ایک ٹولی میں سب سے بڑے والئے ریاست کی سواری باقی والیان ریاست سے آگے تھی۔ اگرچہ اس دربار کے موقع پر جو شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم مرحوم کے جشن تاجپوشی کے لئے منعقد ہوا تھا۔ والیان ریاست کو اپنے علم۔ نشان اور جھنڈے اُڑانے اور اپنے قومی باجے بجانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ لیکن اس دفعہ دربار میں ان سب باتوں کے کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ اور ہر والئے ریاست کے اس کے ماہی مراتب۔ اس کے جھنڈے۔ اس کے نشانات۔ اس کے علم۔ اس کا عصا اس کا چتر تھا۔ اور اس کا ریاستی باجہ جس میں ڈھول۔ جھانجھ۔ تُرہی اور مختلف قسم کے باجے تھے۔ بجتا جاتا تھا۔ اُن کے سروں پر چنور ہو رہا تھا۔ سونے کی مکھی چوبداروں کے ہاتھ میں تھی۔

والیان ریاست کے جلوس میں سب سے آگے نواب صاحب حیدرآباد ایک چھ چوکڑی گاڑی میں سوار تھے۔ آپ کے باڈی گارڈ کی وردیاں بھی زرد تھیں۔ آپ کے جلو میں حیدرآباد کے لانسرز رسالہ تھا۔ جس کی وردی سبز تھی۔ مگر پیٹیاں اور پٹکے زرد تھے۔ پھر مہاراجہ صاحب بڑودہ ایک خوبصورت چوکڑی میں جس میں سیاہ گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ سوار تھے۔ ان گھوڑوں کا ساز بھی سیاہ تھا۔ دور سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ بغیر ساز کے گھوڑے گاڑی میں جُتے ہوئے ہیں۔ آپ کے باڈی گارڈ کی وردی جس میں سونا لگے ہوئے تھے۔ اس انگریزی فوج کی سی تھی جسے ہُسار کہتے ہیں۔ مہاراجہ صاحب کشمیر کی چوکڑی کا ساز رنگین تھا۔ آپ کے جلو میں ایک لانسرز رسالہ تھا۔ راجپوتانہ کے والیان ریاست کی سواریوں کے آگے مہارانہ صاحب اودے پور کی سواری تھی۔ آپ کا باڈی گارڈ بدن پر آہنی زرہ بکتر اور سروں پر آہنی خود پہنے ہوئے تھا اور ان کے ہاتھوں میں قدیم طرز کی مضبوط ڈھالیں تھیں۔ بیگم صاحبہ بھوپال برقع پہنے ہوئے گاڑی میں سوار تھیں۔ آپ کے سر پر ایک نہایت بیش قیمتی تاج نما ٹوپی تھی۔ جس کے جواہرات جگمگ جگمگ کر رہے تھے آپ کے جلو میں لانسرز رسالہ تھا۔ مہاراجہ صاحب اندور کی گاڑی میں سونے اور بلور کا کام تھا۔ آپ کے باڈی گارڈ کی وردی زرد تھی شاہزادہ رنجیت سنگھ والئے جام نگر کاٹھیاواڑ کی گاڑی بالکل نقرئی تھی۔ آپ کے باڈی گارڈ کی وردیاں تین رنگ کی تھیں یعنی سبز۔ سرخ اور سنہری۔ مہاراجہ صاحب پٹیالہ کا لباس نہایت شاندار تھا۔ جس کا رنگ زرد اور نیلا تھا۔ اور جس کا سامان بیش قیمت جواہرات سے لسا ہوا تھا۔ ان جواہرات میں ہیرے اور زمرد لگے ہوئے تھے۔ آپ کے جلو میں لانسرز رسالہ تھا جس کی وردی سبز اور سنہری تھی۔ راجہ صاحب کپور تھلہ کی گاڑی نقرئی تھی۔ اور ان کے باڈی گارڈ کی وردی نیلی اور سفید تھی۔ مہاراجہ صاحب بھوٹان اور سکم کے ہمراہیوں کی وردیاں انوکھی تھیں۔ بھوٹانی گارڈ کی ٹوپیاں نیلے اور سبز رنگ کی تھیں۔ جن کی وضع نرالی تھی۔ اور سکمی گارڈ کے سروں پر عورتوں کی سی چوٹیاں تھیں۔ جن پر سوئٹر کی تھوتھڑی کی سی ٹوپیاں تھیں۔ بلوچستان کے والیان ریاست کا لباس سادہ تھا۔ اور وہ گھوڑوں پر سوار تھے۔

مختصر یہ کہ شہر دہلی میں بادشاہ اور ملکہ کے داخلہ کا جو عالیشان جلوس نکالا گیا تھا۔ وہ ہر حیثیت سے نرالا اور بے نظیر تھا اس کے اُس حصہ کی جو والیان ریاست کا جلوس کہتے ہیں بعض چیزیں ایسی انوکھی تھیں جن کو دیکھ کر بے اختیار ہنسی آجاتی تھی۔ اور بعض چیزیں ایسی نفیس تھیں۔ جن کی تعریف زبان سے خود بخود نکل جاتی تھی۔ اس میں کلام نہیں کہ یہ جلوس ہمارے شہنشاہ جمجاہ اور شہنشاہ بیگم کی شان کے شایان تھا جو اُن لوگوں کو عمر بھر یاد رہیگا۔ جن کو خوش قسمتی سے اس کے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ (باقی آئندہ)

کچھ اپنی نسبت

الحکم کی بے ترتیب اشاعت نے مخالفین کو خوش ہونیکا موقع دیا ہے اور ان میں سب سے زیادہ بلکہ اکیلا خوشی کرنیوالا امرتسری منکر ہے وہ **تعلی** کرتا ہے کہ اس نے الحکم پر **بجلی گری** والا مضمون جو لکھا تھا وہ پورا ہوا ہے۔ میں سر دست اس پرچہ نہیں لیتا۔ انشاء اللہ العزیز وقت آتا ہے جواسے جواب دیگا۔ اگر وہ شرافت اور **متانت** سے کام لیتا۔ تو ایسی خوشی سے جو اسکی اخلاقی حالت کی پردہ دری ہے باز رہتا۔ وہ دیکھتا کہ اخبار الحکم احمدی قوم میں خدا کے فضل اور تائید سے وہ روح پیدا کر دی ہے کہ احمدی قوم اپنی ستہ ضروریہ میں اخبار کو بھی ایک ضرورت سمجھتی ہے اور اسی جوش اور شوق کا نتیجہ ہے کہ الحکم کا کام کرنے والے اس وقت تین اخبار اور چار رسالے موجود ہیں۔ خصوصاً **احمدی** امرتسری منکر کی نخوت اور تعلی کا کیڑا انکالنے کے لئے **الحکم** سے بھی زیادہ اپنے قلم میں **قوت** رکھتا ہے پھر اس کے لئے کونسا خوشی کا مقام تھا۔ علاوہ بریں **احمدی قوم** (خدا نہ کرے) ایسی بے ہمت اور بے پرواہ نہیں کہ وہ اپنے پیشرو جریدہ کی قدر نہ کرے **بہرحال** امرتسری منکر کی خوشی کو چھوڑ کر جو بیہودگی کی دلیل ہے الحکم کے لئے یہ کم خوشی کا مقام نہیں کہ اُس کی ان مشکلات میں جو مشین پریس کے اجراء کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں الحکم کے قدر دانوں نے اعانت کے ہاتھ بڑھائے ہیں۔ میں نے پہلے بھی ظاہر کیا تھا کہ الحکم کی اعانت کے لئے جو عملی تحریک حضرت **صاحبزادہ** صاحب نے فرمائی ہے کہ احباب **دس دس** روپیہ اس فنڈ میں دیدیں یہ انشاء اللہ بابرکت ہوگی اور اس کے اثر میں میں دیکھتا ہوں کہ لالہ **دینا ناتھ** صاحب ایڈیٹر ہندوستان نے بھی **دس روپیہ** اس فنڈ میں دینے پسند کئے ہیں۔ ان کا روپیہ پہنچ گیا ہے اور میں خصوصیت سے ان کا شکر گزار ہوں۔ کہ انہوں نے باوجود غیر مذہب ہونے کے **الحکم کے احیاء و بقا کی ضرورت** سمجھی۔

لالہ دینا ناتھ صاحب نے جس اصول پر الحکم کی اعانت کی ہے۔ وہ میرے لئے ایک قیمتی چیز ہے۔ انہوں نے اپنے خط میں ظاہر کیا ہے کہ الحکم کی اعانت اس لئے کرتے ہیں۔ **وہ ایک نیک دل اور بااصول اخبار نویس کے ہاتھ میں ہے** گو یہ اُن کا حسن ظن ہے لیکن ایک **کامیاب** اخبار نویس اور ہندو قوم کے ایک مسلمہ لیڈنگ پیپر کے ایک ایڈیٹر کی قلم سے یہ رائے اخبار الحکم کی قدر و قیمت میں بیش قیمت اضافہ ہے اس سے مسلمان اخبار نویس کو سبق لینا چاہئے۔ جہاں مسلمان اخباروں میں سے امرتسری منکر کی وہ حالت ہے کہ **وہ الحکم کی مشکلات مالی پر خوش ہوتا ہے** وہاں ایک **ہندو اخبار** جس کو امرتسری منکر **مخالف** قرار دیتا ہے حالانکہ لالہ دینا ناتھ صاحب نے آج تک احمدی سلسلے کے متعلق ایک لفظ بھی خلاف نہیں لکھا) اپنی وسعت حوصلہ کا اس طرح اظہار کرتا ہے۔ جس سے اس کی شرافت عیاں ہے۔ مجھے ایسی مدد کے لینے میں قطعاً انکار نہیں ہو سکتا اور نہیں ہونا چاہئے۔ میں اسے **هذا من عند الله** سمجھتا ہوں۔ بہرحال حضرت صاحبزادہ صاحب کی اس عملی تحریک پر کام شروع ہو گیا ہے۔ میں ان خطوط کو اس وقت درج نہیں کر سکتا۔ آئندہ خدا تعالیٰ نے چاہا تو سلسلہ وار درج کرونگا۔ فی الحال اس مضمون کے آخر میں اُن بزرگوں کے نام درج کر دیتا ہوں۔ جنہوں نے اس وقت تک اس غرض کے لئے روپیہ بھیجا ہے یا وعدہ فرمایا ہے۔ اس فہرست کے دینے سے پہلے میں اتنا اور کہنا چاہتا ہوں کہ احمدی قوم! فرض شناس قوم کی جیب پر کچھ شک نہیں بہت بڑا بوجھ ہے۔ مگر یہ بھی اُس کی ایسی ہی ضرورت ہے جو دوسری ضرورتوں کی طرح اٹل ہے۔ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ متوقع ہوں کہ وہ الحکم کی غیبی امداد کرے گا۔ اور نیکی اور بھلائی کے فرشتے قوم میں وہ روح پیدا کر دیں گے۔ جو اُس کی اعانت کے لئے اُٹھ کھڑی ہوگی میرے خیال میں جو لوگ یکمشت نہ دے سکیں۔ وہ دو یا تین قسطوں میں ادا کر دیں۔ غرض ضرورت ہے۔ کہ الحکم کی اعانت کی جاوے۔

فہرست معاونین

(۱) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب	عہ/
(۲) بابو عبد الرزاق صاحب سٹیشن ماسٹر	عہ/
(۳) میاں غلام رسول صاحب تہیم انسپکٹر	عہ/
(۴) شیخ ہاشم علی صاحب گرداور	عہ/
(۵) منشی برکت علی صاحب شملہ	یعہ/
(۶) لالہ دینا ناتھ صاحب ایڈیٹر ہندوستان	عہ/
(۷) مولوی اختر علی صاحب انسپکٹر بھاگلپوری	عہ ۶۵

ہوا - مولوی صاحب نے اُسے کہاکہ ہم تمہارے فلسفہ کے اصول کے مُطابق بحث نہیں کرتے۔ ہم تواس طرح سے فیصلہ کرنے کو تیار ہیں کہ تو اور ہم ایک کوٹھری میں بند ہوکر بیٹھ جائیں اور پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ خود ہی اصل بات کوکس طرح ظاہر کردیتا ہے اس بات کو سنکر حضرت (مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایاکہ اگرچہ اس طریق سے فیصلہ کرنے کے لئے کوئی شخص مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کے مقابلہ پر نہیں آیا - تاہم یہ ایک خطرناک بات ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات تو غنی ہے ❊

کربلا کیوں متبرک

فرمایا تعجب ہے اہل شیعہ کربلا کو متبرک سمجھتے ہیں اور وہاں اپنے مردوں کی لاشیں لے جاتے ہیں اور اُسی جگہ دفن کرتے ہیں حالانکہ کربلا تو وہ مقام ہے کہ جہاں حضرت امام حسینؑ پر ایسی سخت مصیبت اور تکلیف وارد ہوئی تھی -

عناصر میں تمیز

فرمایاکہ مثنوی میں لکھا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ عناصر میں تمیز اور ادراک نہیں ہوتا - مگر دیکھو پانی نے نوح کو اور اُن کے دشمنوں کو پہچان لیا اور اسی طرح پانی نے موسیٰ اور فرعون کو پہچان لیا اور ہر ایک کے ساتھ اس کے مناسب حال سلوک کیا - اور آگ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو پہچان لیا - صوفیاء نے لکھا ہے کہ کلر زمین میں گناہ بہت ہوتے ہیں اور باغ والی زمین میں نیکیاں بہت ہوتی ہیں - کیونکہ سبزہ زار کے درخت بھی تسبیح کرتے ہیں ❊

بیڑا غرق کرنیوالے وظیفے

ایک شخص نے عرض کی کہ مجھے ایک صاحب نے یہ وظیفہ بتایا ہے کہ تم ہر روز یاخضر یاخضر پڑھتے رہا کرو - روزانہ تین روپے تم کو ملجایا کرینگے - فرمایا جب سے کہ مسلمانوں نے یہ وظیفے شروع کئے ہیں تب ہی سے ان کا بیڑا غرق ہونے لگا ہے ❊

اذان پر کیوں ناراض ہوتے ہیں

فرمایا تعجب ہے کہ ہندو اور سکھ آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں بلند آواز سے دیتے ہیں سُنتے ہیں اور بُرا نہیں مناتے - لیکن جب اذان سنتے ہیں تو سخت ناراض ہوتے ہیں - حالانکہ اذان میں خدا تعالیٰ کی تعریف اور اچھی باتیں ہیں - اور کیا ہی پیارے کلمات ہیں - ذٰلک بانھم قوم لا یعقلون

شہید

فرمایا شہید پانچ قسم کے ہوتے ہیں - مطعون جو طاعون سے مرجاوے - جو دستوں کی بیماری سے مرے - جس پر دیوار گرے اور وہ مرجائے جو پانی میں ڈوبکر مرجائے - شہید فی سبیل اللہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑکر مرجائے - شہادت کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایمان بھی ہو ورنہ ابوجہل بھی تو ایسے مارا گیا تھا ❊

قیامت میں سایہ کس کو ملیگا ❊

فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سوائے کسی چیز کا سایہ نہوگا - اور وہ سایہ سات شخصوں کو ملیگا (۱) امام عادل - منصف بادشاہ - (۲) جوان جو اپنی جوانی میں خدا تعالیٰ کی عبادت میں لگا رہا ہو (۳) وہ آدمی جسکا دل مسجد ہی میں لگا رہتا ہے ہر وقت اس خیال اور انتظار میں ہے کہ کب نماز کا وقت ہوتا ہے کہ مسجد کو جائے - (۴) وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے سے دوستی کرتے ہیں - (۵) وہ شخص جسکو کوئی بڑے مرتبہ والی خوبصورت عورت بلائے - مگر وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر کے سبب نہ جائے (۶) وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی شاہنشاہی کے خوف سے ڈرکر علیحدگی میں چشم گریاں ہو رو دے -

بدعت

فرمایا باوجود حاجت کے جو کام آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہوا ہو اُس کو بدعت کہتے ہیں ❊

خدا تعالیٰ کی ناراضگی کی ایک علامت

فرمایا جب خدا تعالیٰ کسی پر ناراض ہوتا ہے تو اُسے جھوٹ بولنے کی عادت بہت ہو جاتی ہے ❊

یہ تفریق کیوں

فرمایا اس ملک میں عورتیں نماز کے وقت سینہ پر ہاتھ باندھتی ہیں - اور مرد نیچے - معلوم نہیں یہ فرق کس طرح پیدا ہوا قرآن شریف اور حدیث میں اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا -

قرض سے بچو

فرمایا قرضدار آدمی جھوٹا ہو جاتا ہے - وعدہ کرتا ہے تو پورا نہیں کرتا - اور بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے ❊

عبودیت

فرمایا ہر حال میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو عبودیت سکھاتا ہے مثلاً زبان کو حکم ہے کہ جھوٹ نہ بولے یہ بھی عبودیت ہے - پھر سچ بولنے کے متعلق فرمایاکہ غیبت نہ کرو - گو بات سچی ہی ہو ❊ پھر فرمایاکہ لنگڑے کو لنگڑا نہ کہو گو وہ ہے اور سچ ہے مگر ایسا کہنے سے بھی منع فرمایا - ایسا ہی بعض مجاز کے بولنے سے بھی منع فرمایا ہے ❊

تراویح

فرمایا میں نے ایک دفعہ سورۃ جمعہ پر خطبہ پڑھا - اور ارادہ کیاکہ اسکو (سورۃ جمعہ کی تفسیر کو) طبع کراکر ایک آنہ فی کاپی کے حساب سے فروخت کرینگے - اس زمانہ میں کالج بنانے کا خیال تھا اور چندہ کی ضرورت تھی - خیال ہواکہ اس کا روپیہ اس چندہ میں لگا دینگے جسوقت نماز میں سجدہ میں گیا تو الہام ہواکہ قل ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ واللہ

(باقی)

اعلان متعلق جلسہ

چونکہ سال ہائے گذشتہ میں مہمانوں کے کھانا کھلانے کے متعلق بہت سی دقت پیش آتی رہی ہے اور اس وجہ سے بعض اوقات مہمانوں کو تکلیف پہنچتی رہی ہے۔ اور چونکہ بوجہ قلت جگہ و بوجہ قلت کارکنان اس جگہ کھانا کھلانے کا انتظام خود اسی جماعت کے ممبر کریں گے۔ امید ہے کہ سب جماعتیں اور احباب اس انتظام میں شرح صدر سے حصہ لیں گے۔

(۱) سہولت کے لئے مہمانوں کو بیس حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر ایک حصہ میں ایک آدمی منتظم اس حصّہ جماعت کی طرف سے ہوگا جو اس حصّہ جماعت کا امیر کہلائیگا اور اس کی مدد کے لئے ایک آدمی منتظم جماعت قادیان کا ہوگا۔ جو معاون کہلائیگا۔ امیر اور معین اس حصّہ جماعت کی آسائش کے ہر طرح سے ذمہ دار ہوں گے اور ان سب کاموں کو سرانجام دیں گے۔ جو اُن کے متعلق دکھائے گئے ہیں۔ یہ فہرست بذریعہ سرکلر لیٹر کے تمام انجمنوں میں پہنچائی گئی ہے۔

(۲) اب اور نیز ایام جلسہ میں ہر ایک امر دریافت طلب دفتر سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان سے دریافت کیا جاوے۔ ایّام جلسہ میں اس دفتر کے ہیڈ بوجہ مصروفیت سکرٹری جناب مولوی شیر علی صاحب ہوں گے اور ان کے نیچے منشی محمدؐ نصیب و ینظیر قوم کام کریں گے۔

(۳) جو مہمان **خاص انتظام** چاہتے ہوں۔ وہ سکرٹری صدر انجمن احمدیہ سے خط و کتابت کریں۔

(۴) تقسیم مکان کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر جگہ سے انجمن آنے والے احباب کی تعداد کا اندازہ کرکے پہلے سے اطلاع دیں جیسا کہ اس بارہ میں پہلے بھی تاکیدی کارڈ بھیجے جاچکے ہیں۔

(۵) مہمانوں کو مناسب ہوگا کہ تقسیم مکان میں دخل نہ دیں۔ بلکہ اگر کوئی تکلیف ہو۔ تو پہلے منتظم مکان سے (جن کا نام ماسٹر عبدالعزیز ہے) بیان کریں اور اگر پھر بھی کوئی انتظام نہ ہو تو دفتر سکرٹری صدر احمدیہ میں اس کی اطلاع دیں۔ حتی الوسع آرام پہنچانے کی کوشش کی جاویگی۔ مگر جو مشکلات تنگئی جگہ کی وجہ سے ہوتی ہیں ان کا دور کرنا مشکل کام ہے۔

(۶) چونکہ کھانا کھلانے کا انتظام ایسی صورت میں کیا گیا ہے۔ کہ مہمانوں کو خود براہ راست لنگر خانہ میں جانے کی تکلیف نہ ہو۔ اس لئے یہ ضروری ہوگا۔ کہ ہر ایک جماعت یا ہر ایک صاحب جو کہ تشریف لاویں۔ وہ اپنے حصّہ جماعت کے امیر کی وساطت سے یا اس کی عدم موجودگی میں بلا وساطت اس کے معاون کو اپنے آنے کی اطلاع دیں۔ اور اسی کے ذریعہ سے کھانا منگوانے کا انتظام کریں۔ چونکہ بدوں ایسی اطلاع کے تکلیف پیش آوے گی لہذا اس کے متعلق ہر ایک جماعت اپنے سب ممبروں کو اچھی طرح سے آگاہ کردے تاکہ یہاں آکر تکلیف کا سامنا نہ ہو۔

(۷) اُن مہمانوں کے بستروں کے لئے جو پیدل آنا پسند کریں بٹالہ میں حسب معمول گدّے کا انتظام ہوگا۔ جو ۲۵ دسمبر کو دس بجے کی گاڑی سے لیکر ۲۷ - دسمبر دس بجے کی گاڑی تک رہیگا۔

(۸) بٹالہ میں انتظام استقبال مہمانان منشی عبدالحمید صاحب کے سپرد ہوگا۔

(۹) آنیوالے احباب اس بات کا خیال رکھیں کہ بٹالہ میں جو گاڑی دس بجے صبح کے پہنچتی ہے اُس میں آنے سے ان کو سہولت رہے گی۔

اس کے علاوہ دو اور گاڑیاں بٹالہ میں پہنچتی ہیں۔ ایک شام کے تین بجے اس میں جو صاحب آویں گے یا تو انہیں یکوں پر قادیان آنا ہوگا۔ ورنہ رات بٹالہ میں ٹھہرنا ہوگا۔ جہاں سرائے میں ان کے ٹھہرنے کا انتظام ہوگا۔ کیونکہ اس وقت گڈہ چل کر بستر رات کو سونے کے وقت تک نہیں پہنچا سکتا۔

دوسری گاڑی رات کے دس بجے کے قریب بٹالہ پہنچتی ہے جو احباب اس گاڑی میں آویں۔ ان کے رات ٹھہرنے کا انتظام بھی بٹالہ میں ہوگا۔ مگر کھانے کا انتظام اس وقت کوئی نہیں ہوسکے گا۔ ایسے احباب امرتسر کے سٹیشن سے کھانا کھاکر آویں۔

(۱۰) اس بات کو ضروری طور پر نوٹ کیا جاوے اور ہر ایک آنے والے دوست کے کانوں تک پہنچایا جاوے کہ یہاں کوئی انتظام بستر کا ان ایام میں ہونا مشکل ہے۔ چونکہ سردی سخت ہے۔ سب احباب کافی انتظام اوپر اور نیچے کیلئے بستر کا ساتھ کرکے آویں۔

(۱۱) وہ مہمان جو اپنے بستر گڈوں پر دینا چاہیں۔ ان بستروں کو منشی عبدالمجید اور اس کے مددگاروں کے سپرد بمقام بٹالہ کردیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ ہر ایک صاحب اپنے سامنے اپنے بستر پر اپنے نام کی چٹ اور سُرخ یا سبز پنسل سے کپڑے پر نمبر لکھوالیں اور اس نمبر کو خود بھی یاد رکھیں۔ یہ بستر بمقام قادیان کل کے کل منتظم مکان کے سپرد ہوں گے اور صرف اسی کی وساطت سے مہمانوں کو ملیں گے۔ خود گدّے پر کوئی بستر واپس نہ لیں۔

(۱۲) کھانا کھلانے کا انتظام ہر حصّہ جماعت کا خود اس حصہ جماعت کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس لئے سب جماعتوں کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ ایسے آدمی منتخب کرکے ساتھ لاویں۔ جو جماعت کو کھانا کھلانے کا انتظام کریں۔

(۱۳) جلسہ کی تاریخیں ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ رکھی گئی ہیں۔ مگر یہ ضروری معلوم ہوا ہے۔ کہ لیکچروں کا سلسلہ ۲۶ دسمبر بعد از دوپہر شروع ہو جاوے اور ۲۹ دسمبر کو نماز جمعہ سے پہلے ختم ہو جاوے اس طرح پر پورے تین یوم جلسے کے لئے مل سکیں گے اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد جو مہمان جانا چاہیں جا سکیں گے۔

(۱۴) پروگرام سر دست حسب ذیل تجویز کیا گیا ہے اس میں جو تغیر ہوگا اس کی اطلاع ایّام جلسہ میں دفتر سکرٹری سے ملتی رہے گی اور اسی وقت وقت کی تعیین بھی ہوسکیگی۔

پروگرام جلسہ (علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریروں کے جن کے لئے کوئی تعیین نہیں کی جاسکتی) ۲۶ - دسمبر بعد از دوپہر۔ مولوی غلام رسول صاحب راجیکے اور چودہری فتح محمد صاحب

۲۷ - دسمبر۔ مولوی سید محمدؐ احسن صاحب۔ صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب۔ شیخ تیمور صاحب۔

۲۸ - رپورٹ سکرٹری انجمن احمدیہ۔ نظم میر حامد شاہ صاحب اپیل خواجہ کمال الدین صاحب۔

۲۹ - دسمبر ۱۹۱۱ء۔ مولوی صدرالدین صاحب۔ مفتی محمدؐ صادق صاحب۔

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ۔ قادیان دارالامان - ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء

احمدی قوم کی طرف سے لاہور میں جلسہ تاجپوشی

احمدی قوم نے مختلف مقامات پر تاجپوشی کی خوشی میں جلسے کئے ہیں۔ انجمن احمدیہ لاہور نے مندرجہ ذیل روئیداد بغرض اندراج بھیجی ہے۔ ایڈیٹر

ایک عام جلسہ انجمن احمدیہ لاہور آج ۱۲ - دسمبر ۱۹۱۱ء کو بوقت ۸ بجے صبح مسجد احمدیہ واقع لاہور میں منعقد ہوا۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب صدر جلسہ تجویز ہوئے اور مفصلہ ذیل رزولیوشن پاس ہوئے۔

رزولیوشن جناب شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویر ہوس نے تجویز کیا۔ جس کی تائید شیخ نور احمدؐ صاحب و میاں چراغ الدین صاحب نے کی۔

(۱) ہم جماعت احمدیہ لاہور بڑے ادب اور عقیدت کے ساتھ حضور شہنشاہ معظم قیصر ہند اور حضور ملکہ معظمہ قیصرہ ہند بالقابہم کے حضور میں اس مبارک موقعہ تاجپوشی پر مبارک باد عرض کرتے ہیں۔ اور درازی عمر و ترقی جاہات کے لئے بصدق دل دُعا کرتے ہیں۔

دوسرا رزولیوشن ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل - ایم ایس پروفیسر میڈیکل کالج لاہور نے پیش کیا۔ اور حکیم محمدؐ حسین صاحب قریشی اور ڈاکٹر سید محمدؐ حسین شاہ صاحب کیمیکل اگزیمنر پنجاب نے تائید کی پاس ہوا۔

تیسرا رزولیوشن کل ممبران جماعت احمدیہ لاہور اس مبارک موقعہ کی یادگار میں اپنے اپنے مکانات پر روشنی چراغان کریں۔ اور حسب توفیق مساکین وغیرہ کو کھانا کھلاویں۔

تیسرا رزولیوشن میاں چراغ الدین صاحب نے تجویز کیا۔ اور جس کی تائید محمدؐ موسیٰ صاحب سوداگر و منشی محبوب عالم صاحب نے کی اور پاس ہوا۔

(۴) رزولیوشن ۱ کے متعلق اطلاع بذریعہ تار بخدمت جناب پرائیوٹ سکرٹری جناب ملک معظم دیجاوے اور اس کی ایک ایک کاپی بخدمت جناب پرائیویٹ سکرٹری صاحب حضور وائسرائے کشور ہند۔ سکرٹری صاحب جناب لفٹننٹ گورنر بہادر پنجاب ارسال کی جاوے۔ اور نقل روئیداد جلسہ بخدمت جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر بغرض اطلاع بھیجی جاوے۔ رزولیوشن ۲ مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکے نے تجویز کیا اور جس کی تائید حکیم محمدؐ حسین مالک کارخانہ مرہم عیسےٰ نے کی اور پاس ہوا۔

(۴) اس کارروائی کی نقل اخبارات انگریزی و اردو میں بغرض